المبسوط

حمد جنگ

خیر من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

المبسوط

فقہ شافعی

مؤلفہ

احمد اللہ (احمد جنگ) منشی فاضل، مولوی عالم، سول سروس (ریٹائرڈ)

حیدرآباد دکن

مطبوعہ انتخاب پریس حیدرآباد

[illegible]

فہرست مضامین

(جہاں کسی لفظ کے نیچے اسی لفظ کی تکرار ہونے کی شہرت میں ایسا کی علامت (-) استعمال کی گئی ہے)

فہرست مضامین

ہر ایک لفظ کے نیچے اسی لفظ کی تکرار ہونے کی صورت میں ایسا کی علامت (-) استعمال کی گئی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

ایک دفعہ میں بغداد شریف کی ایک مسجد میں مغرب کی نماز پڑھنے گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وقتِ واحد میں دو جماعتیں بازو بازو لگائے کھڑی ہیں۔ چونکہ میں حنفی ہوں اسلئے حنفی امام کے پیچھے جماعت میں شریک ہوگیا۔ مگر اس بات کو سمجھنے میں مجھے بڑی دشواری محسوس ہوئی کہ جب کوئی امام اللہ اکبر کہتا تو یہ حنفی امام کی ہے یا حنبلی امام کی۔ اس حالت کو دیکھ کر میرے دل کو سخت تکلیف پہنچی اور میں نے ایک رسالہ موسوم بہ "اختلاف ائمہ" لکھا جس میں یہ ثابت کیا کہ ائمہ اربعہ میں اختلاف اس پیمانہ پر نہیں ہے کہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہ ہو سکے۔ نیز اس میں میں نے یہ بھی ثابت کیا کہ اجتہادی اختلاف سے منصوص قرآن و حدیث کی مخالفت ہرگز نہیں ہوتی۔ ائمہ میں سے ایک حق پر ہے اور دوسرا ناحق پر درست نہیں۔ سب حق پر ہیں۔

مجھے یہ بیان کرتے ہوئے مسرت ہوتی ہے کہ مولوی احمد اللہ صاحب المخاطب بہ نواب احمد جنگ بہادر منشی فاضل مولوی عالم و مدرس ... کو ہمیشہ سے علمی ذوق ہے۔ سرکاری اہم خدمات کے باوجود وہ علمی کاموں میں مشغول رہتے ہیں چنانچہ انھوں نے پہلے فقہ شافعی پر ایک مختصر مفید کتاب لکھی جس کا نام "المختصر" رکھا! اس کے بعد اس سے بڑی کتاب لکھی جس کا نام انھوں نے "المتوسط" رکھا۔ اب انھوں نے ایک نہایت جامع اور بڑی کتاب لکھی ہے جس کا نام "المبسوط" ہے۔ یہ کتاب نہایت معتبر فقہائے شافعیہ سے ماخوذ ہے۔ اسمیں دوسرے ائمہ کے مسائل بھی درج ہیں۔ طرز بیان واضح و سلیس ہے۔ علاوہ مسائل فقہ کے اور دوسرے مسائل بھی بیان کئے ہیں جنکے سمجھنے سے مسائل فقہ پر روشنی پڑتی ہے اور ان کی توضیح و تشریح ہوتی ہے۔ بہرحال یہ کتاب ایسے اچھے انداز میں لکھی گئی ہے کہ نہ صرف شوافع کو فائدہ ہوگا بلکہ دوسرے مذہب والے بھی اس سے مستفید ہو سکیں گے۔ خدائے تعالیٰ انکی مساعی کو مشکور کرے اور آئندہ [illegible] کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والحمد للہ رب العالمین

فقیر

محمد عبد القدیر صدیقی

(سابق استاذ دار العلوم و سابق پروفیسر دینیات جامعہ عثمانیہ)

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر الخلق وخاتم الانبیاء والمرسلین وآلہ واحفادہ الطاہرین واصحابہ اجمعین صلاۃ وسلاما الی قیام یوم الدین

میں نے اپنے پہلے رسالہ المختصر کی اشاعت کے وقت ذکر کیا ہے اولاد کی صلاح و فلاح کا خیال بسا اوقات والدین کے لئے موجب خیر و برکت ہوتا ہے۔ اس کی ایک بین دلیل ان رسالہ جات فقہ کی تالیف ہے۔ فقہ شافعی میں عربی میں کثرت سے مستند کتابیں موجود ہیں مگر عام طور پر ان کے مطالعہ کے لئے عربی کی خاص واقفیت کی ضرورت ہے۔ اب ہی [illegible] ہندوستان کی مروجہ زبان میں فقہ شافعی کی تالیفات بہت ہی کم ہیں ان میں بھی بعض دستیاب ہو سکتی ہیں اور بعض ناپید ہو چکی ہیں۔ میں اپنے زمانۂ طالب علمی سے اس ضرورت کو محسوس کر رہا تھا۔ صاحب اولاد ہوا لڑکوں کی تعلیم کی فکر دامنگیر ہوئی۔ وقت آیا اللہ تعالیٰ نے توفیق دی۔ شیخ ابو شجاع کے متن التقریب کا ترجمہ کرکے [illegible] المختصر کے نام سے [illegible] میں شائع کیا۔ اس کے بعد اسی متن کی شرح فتح القریب المجیب مؤلفہ شیخ امام شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن قاسم غزی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کرکے المتوسط کی شکل میں [illegible] میں شائع کیا۔

کرم فرما حضرات نے میری اس ناچیز سعی کو قدر کی نظر سے دیکھا جس سے میرا حوصلہ بلند ہوا۔ ایک تفصیلی شرح کی تالیف کا شوق پیدا ہوا۔ ابو شجاع کے التقریب کے متن اور محمد بن قاسم غزی کی شرح فتح القریب المجیب پر علامہ شیخ ابراہیم بیجوری کے حاشیہ کی دو جلدیں [illegible] نایاب ہو گئی تھیں۔ اسی بنا پر رسالہ المبسوط کی بنا قائم کی۔ [illegible] شیخ سلیمان بجیرمی کے حاشیہ سے مدد لی [illegible] پر خطیب شربینی نے الاقناع کے نام سے ایک شرح [illegible] تالیف کی تھی اس پر شیخ سلیمان بجیرمی نے [illegible] میں ایک حاشیہ چار جلدوں میں لکھا تھا۔ شیخ ابراہیم بیجوری نے اس کے بعد [illegible] میں ابن قاسم غزی کی شرح پر دو جلدوں میں ایک حاشیہ تالیف کیا۔ اس کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہے کہ شیخ ابراہیم بیجوری کے حاشیہ کی تالیف کے وقت شیخ سلیمان بجیرمی کا حاشیہ مؤلف کے پیش نظر تھا۔ شیخ ابراہیم بیجوری نے اپنے حاشیہ کی پہلی جلد حرم محترم میں [illegible] جلد دوم مدینہ میں لکھی تھی۔ علامہ [illegible] مصر کے عالم تھے [illegible] ان کی تصنیفات کی [illegible] ان کے شاگرد شیخ نصر ابو الوفا [illegible] مطابعہ کرا [illegible]

جس کا ہم [illegible] فقہ شافعی [illegible]

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر الخلق وخاتم الانبیاء والمرسلین وآلہ واحفادہ الطاہرین واصحابہ اجمعین صلاۃ وسلاما الی قیام یوم الدین

جس طرح میں نے اپنے پہلے رسالہ المختصر کی اشاعت کے وقت ذکر کیا ہے اولاد کی صلاح وفلاح کا خیال بسا اوقات والدین کے لئے موجب خیر وبرکت ہوتا ہے۔ اس کی ایک بین دلیل ان رسائل جات فقہ کی تالیف ہے۔ فقہ شافعی میں عربی میں کثرت سے مستند کتابیں موجود ہیں مفصل بھی اور طویل بھی مگر ان کے مطالعہ کے لئے عربی کی خاصی واقفیت کی ضرورت ہے۔ اب رہی اردو ہندوستان کی مروجہ زبان میں فقہ شافعی کی تالیفات نہایت ہی محدود ہیں۔ ان میں بھی بعض دستیاب ہو سکتی ہیں اور بعض ناپید ہو چکی ہیں۔ میں اپنے زمانۂ طالب علمی سے اس دشواری کو محسوس کر رہا تھا۔ صاحب اولاد ہوا، لڑکوں کی تعلیم کی فکر دامنگیر ہوئی، وقت آیا، اللہ تعالیٰ نے توفیق دی۔ شیخ ابو شجاع کے متن التقریب کا ترجمہ کر کے [illegible] میں المختصر کے نام سے شائع کیا۔ اس کے بعد اسی متن اور مختصر شرح فتح القریب المجیب مؤلفہ شیخ امام شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن قاسم غزی [illegible] کا ترجمہ کر کے المتوسط کی شکل میں [illegible] میں شائع کیا۔

کرم فرما حضرات نے میری اس ناچیز سعی کو قدر کی نظر سے دیکھا۔ ہمت بڑھی، حوصلہ بلند ہوا۔ ایک تفصیلی شرح کی تالیف کا شوق پیدا ہوا۔ ابو شجاع کے التقریب کے متن اور محمد بن قاسم غزی کی شرح فتح القریب المجیب پر علامہ شیخ ابراہیم بیجوری کے حاشیہ کی دو جلدیں والد مرحوم کے کتب خانہ میں دستیاب ہوئی تھیں۔ اسی پر اپنے تیسرے رسالہ المبسوط کی بنا قائم کی۔ اور جہاں ضرورت محسوس کی شیخ سلیمان بجیرمی کے حاشیہ سے مدد لی۔ ابو شجاع کے متن پر خطیب شربینی نے الاقناع کے نام سے ایک شرح [illegible] میں تالیف کی تھی۔ اس پر شیخ سلیمان بجیرمی نے [illegible] میں ایک حاشیہ چار جلدوں میں لکھا۔ شیخ ابراہیم بیجوری نے اس کے بعد [illegible] میں ابن قاسم غزی کی شرح پر دو جلدوں میں ایک حاشیہ تالیف کیا۔ اس کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہے کہ شیخ ابراہیم بیجوری کے حاشیہ کی تالیف کے وقت شیخ سلیمان بجیرمی کا حاشیہ مؤلف کے پیش نظر تھا۔ شیخ ابراہیم بیجوری نے اپنے حاشیہ کی پہلی جلد [illegible] میں [illegible] جلد دوم مدینہ میں لکھی تھی۔ [illegible] دینی خدمت کا اظہار ان کی تصنیفات کی [illegible] جو ان کے شاگرد شیخ نصر [illegible] [illegible] جس کتاب میں کل [illegible] فقہ شافعی [illegible] تالیف ہے۔

۵۔ ایک نامعلوم مصنف کی شرح منقوشہ ہے جس کا نام "کشف الغطاء" ہے جس کو عبدالرحمن المکی نے مرتب کیا تھا اس کا مخطوطہ پیرس میں ہے۔

۶۔ تصحیح مختصر عطاء... نجم الدین ابوبکر بن قاضی عجلون نے... اس کا مخطوطہ لگتا ہے۔

۷۔ فتح المنقاد بشرح حقیقت غایۃ الاختصار مؤلفہ احمد بن قاسم العبادی الشافعی المتوفی... اس کا مخطوطہ قاہرہ میں ہے۔

۸۔ فتح العزیز المنقاد بالکلام علی شرح غایۃ الاختصار مؤلفہ احمد بن محمد العینی الزبیدی الازہری المتوفی...۔ اس کا مخطوطہ قاہرہ میں ہے۔

۹۔ جواہر الاطلاع وتتمۃ القناع علی متن ابی شجاع مرتبہ مصطفیٰ یوسف سلام الشاذلی مطبوعہ قاہرہ...۔

۱۰۔ النہایہ مؤلفہ عبداللہ محمد ولی الدین البصری۔ اس کا مخطوطہ قاہرہ میں ہے۔

۱۱۔ شرح مؤلفہ محمد النووی مطبوعہ قاہرہ...۔ یہ تیرہویں صدی کے مؤلف ہیں۔ ان کے فارسی ترجمہ کا مخطوطہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں ہے۔

۱۲۔ شرف الدین یحییٰ بن نور الدین العمریطی المتوفی... نے اس متن کو منظوم کیا اور اس کا نام "التذہیب فی نظم التقریب" رکھا۔ اس کے مخطوطے قاہرہ، بیت المقدس، بغداد میں ہیں۔ اس کی شرح احمد بن محمد... النفقی نے جو دسویں صدی ہجری کے مؤلف ہیں تحفۃ الحبیب کے نام سے لکھی۔ اس کا مخطوطہ... میں ہے۔

ائمہ اربعہ: چاروں ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کا تقابل مقدمہ فقہ کی تکمیل کے لئے بہت ضروری ہے۔ ذیل میں سرسری تذکرہ قلمبند کیا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت... میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ ستر سال کی عمر میں... (مطابق...) میں وفات پائی۔ آپ کا مزار بغداد میں ہے۔

امام مالک بن انس... میں پیدا ہوئے اور... سال کی عمر میں... میں وفات پائی۔ مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

امام شافعی غزہ میں رجب... میں پیدا ہوئے... سال کی عمر میں رجب... (مطابق...) میں مصر میں وفات پائی۔

امام احمد بن حنبل ربیع الاول... میں پیدا ہوئے اور... سال کی عمر میں... میں وفات پائی۔

ان تواریخ سے ظاہر ہے کہ امام شافعی کو امام ابوحنیفہ سے تلمذ کا موقع نہیں ملا لیکن امام مالک سے ایک مدت تک آپ کو تلمذ رہا اور امام احمد بن حنبل آپ کے ہم عصر اور معاصر دوست تھے۔

شیخ ابوشجاع نے... میں وفات پائی ان کا متن "تقریب غایۃ الاختصار" ہے (ابوالحسن احمد القدوری نے... میں وفات پائی۔ فقہ حنفی میں ان کا متن قدوری مشہور ہے۔ علی ابن ابی بکر المرغینانی نے... میں وفات پائی۔ فقہ حنفی میں ان کا متن ہدایہ مشہور ہے)۔

شیخ ابو شجاع کے متن کے مخطوطے برلن، گوتھا، برٹش میوزیم، واٹکانہ (جبل پوپ)، قاہرہ، موصل، مشہد، کتب خانۂ آصفیہ، رامپور اور بانکی پور وغیرہ میں ہیں۔ فارسی، ملائی، جرمن اور فرانسیسی زبانوں میں اس کے ترجمے ہو چکے ہیں ۱۸۵۹ء میں لائیڈن میں، ۱۸۸۰ء میں بمبئی میں، ۱۸۹۳ء میں قاہرہ میں چھپی جہاں اس کا نام متن الغایۃ والتقریب ہے ۱۸۹۴ء میں زاخاؤ پروفیسر برلن یونیورسٹی نے برلن سے جرمن زبان میں اس کو شائع کیا۔ میں نے اس کا ترجمہ پہلی مرتبہ اردو میں بنام المختصر ۱۹۶۶ء میں شائع کیا۔ اس متن کی شروح کی تعداد بھی کثیر ہے۔ اہم شروح کے حاشیے جو متداول ہیں متن کی اہمیت کے اظہار کے لئے ان کی تفصیل بھی درج کی جاتی ہے۔

۱۔ تحفۃ اللبیب مؤلفہ ابن دقیق العید المتوفی ۷۰۲ھ۔ اس کا مخطوطہ برلن میں ہے۔

۲۔ کفایۃ الاخیار مؤلفہ تقی الدین ابوبکر محمد الحسینی الدمشقی المتوفی ۸۲۹ھ۔ یہ طبع ہو چکی ہے۔

۳۔ فتح القریب المجیب یا القول المختار فی شرح غایۃ الاختصار مؤلفہ محمد بن القاسم الغزی العرابیلی المتوفی ۹۱۸ھ۔ یہ شرح کم سے کم پچیس مرتبہ طبع ہو چکی ہے سنگاپور میں ملائی زبان کے ترجمہ کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔ وان دن برگ نے اس کا فرانسیسی میں ترجمہ ۱۸۹۴ء میں شائع کیا۔ میں نے اسی کا ترجمہ بنام المتوسط اردو میں ۱۹۶۷ء میں پہلی مرتبہ شائع کیا۔ اس پر ایک حاشیہ شیخ ابراہیم بیجوری المتوفی ۱۲۷۷ھ نے دو جلدوں میں ۱۲۵۸ھ میں مکمل کیا جو کم از کم ۱۵ مرتبہ طبع ہوا۔ میں نے اسی حاشیہ کا ترجمہ چار جلدوں میں کیا ہے اور امسال ۱۹۷۱ء میں بنام المبسوط اس مقدمہ کے ساتھ شائع کر رہا ہوں۔ دوسرا حاشیہ ابراہیم بن القلیوبی المتوفی ۱۰۶۹ھ کا ہے جو برٹش میوزیم اور موصل میں ہے۔ تیسرا حاشیہ ابراہیم البرماوی المتوفی ۱۱۰۶ھ کا ہے جس کا مخطوطہ لائیڈن میں ہے۔ چوتھا ایک گمنام حاشیہ ہے جو گوتھا اور بغداد میں ہے۔ پانچواں حاشیہ محمد النووی الجاوی نے لکھا جو دو مرتبہ قاہرہ میں طبع ہوا۔

۴۔ الاقناع۔ محمد بن محمد الخطیب الشربینی المتوفی ۹۷۷ھ نے ۹۰۰ھ میں الاقناع کی تالیف کی تھی بیس مرتبہ اس کتاب کے طبع ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ اس کا ایک حاشیہ ابراہیم بن محمد البرماوی نے لکھا جو کم سے کم دو مرتبہ طبع ہوا ہے اور اس پر تقریظات کے نام سے محمد بن محمد الانبابی المتوفی ۱۳۱۳ھ نے ۱۲۷۵ھ میں ایک رسالہ شائع کیا۔ دوسرا حاشیہ عبدالرحمن بن یوسف الاجہوری کا ہے جو تقریباً ۹۶۰ھ کے مؤلف ہیں اس کا مخطوطہ بغداد میں ہے۔ تیسرا حاشیہ الحسن بن علی المدابغی المتوفی ۱۱۷۰ھ نے کفایۃ الطلاب کے نام سے لکھا جو طبع ہو چکا ہے۔ چوتھا حاشیہ تحفۃ الحبیب کے نام سے شیخ سلیمان بجیرمی المتوفی ۱۲۲۱ھ نے ۱۲۱۱ھ میں لکھا جو چار جلدوں میں طبع ہوا ہے۔ میں نے اپنے رسالہ المبسوط کی تالیف میں شیخ ابراہیم بیجوری کے حاشیہ کے ساتھ ساتھ شیخ سلیمان بجیرمی کے اسی حاشیہ سے مدد لی ہے۔ پانچواں حاشیہ ابراہیم المرحومی الشنبری نے لکھا ہے جس کا مخطوطہ گوتھا وغیرہ میں ہے۔ سات اور حواشی برلن میں ہیں جن کی تفصیل فہرست مرتبہ آلوارٹ میں نمبر ۴۶۰۲ کے تحت ملے گی۔

جہاں ممکن ہوا، مسئلہ کے آغاز میں اُس مسئلہ کی ارتقاء کے مدارج اور تاریخ کی صراحت کرنے کی کوشش کی ہے جس سے معلوم ہوسکے کہ شریعتِ محمدی کے نفاذ سے قبل دیگر شریعتوں میں کیا حکم تھا اور اس پر کس طرح عمل کیا جاتا رہا اور ان میں شارع اسلام نے کس طرح ترمیم و اصلاح کی۔ اسی ضمن میں متعلقہ آیاتِ قرآنی کی شانِ نزول اور احادیثِ نبوی جن واقعات پر مبنی تھے ان کی صراحت کی ہے۔

چونکہ المختصر بطورِ متن لکھا گیا تھا اس لئے میں نے اصلِ مسئلہ کو متن کی عبارت میں بیان کرنے کے بعد اس کے متعلق نصِ قرآنی کی صراحت کی اور پھر متعلقہ احادیث کا ذکر کرتے ہوئے اس کے استدلال سے بحث کی اور کسی مسئلہ میں دیگر ائمہ کے ساتھ کوئی اختلاف پایا تو اس کا ذکر کیا۔ اس کے علاوہ جہاں تک مناسب اور آسان نظر آیا المتوسط کی عبارت بھی بعینہ المبسوط میں شریک کر دی اور اس کے بعد محلّہ حاشیوں کے اقتباس کا اضافہ کیا۔ ناظرین کی سہولت کے لئے متن کی عبارت پر خط کھینچا ہے جس مسئلہ میں ضرورت سمجھیں آگے شرح میں جائیں ورنہ متن پر اکتفا کریں۔

ضمیمہ۔ کتاب کے آخر میں امام شافعیؒ اور شیخ ابو شجاعؒ کی سوانح حیات بطورِ ضمیمہ درج کی ہے۔

اشاریہ۔ حسبِ دستور کتاب کے آغاز میں فہرستِ مضامین دی ہے اس کے علاوہ آخر میں "اشاریہ" یعنی انڈکس بھی دیا ہے جس میں مضامین کے عنوانات حروفِ تہجی کے لحاظ سے ترتیب دیکر ان کے صفحات کا حوالہ درج کیا ہے اور حوالہ جات کے تعدد کی صورت میں امتیاز کے لئے اُس حوالہ پر خط کھینچا ہے جو مفیدِ مطلب ہے۔ ناظرین کرام سے میری استدعا ہے کہ اس کتاب کے مطالعے سے قبل فہرست مضامین کے ساتھ اس اشاریہ پر بھی ایک سرسری نظر ڈالیں تو اس کے محتویات سے بآسانی واقفیت حاصل ہوگی۔

فقہی مسائل عام طور پر ایسے خشک تصور کئے جاتے ہیں جیسے قانونِ تعزیرات اور دیوانی کے دفعات لیکن اگر واقعات کے ساتھ انکی توضیح کی جائے تو کافی دلچسپی پیدا کرتے ہیں چنانچہ المبسوط میں بہت سے ایسے مقامات ہیں جو جاذبِ نظر ہوسکتے ہیں بعض فقہی اصول بنیادی ہیں جن کو ذہن نشین کرنے سے بہت سی دشواریاں حل ہوتی ہیں بعض امور طبی ہیں اور بعض مواعظ کی تعریف میں داخل ہیں۔ ان میں سے چند امور بحوالہ صفحہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

اصولِ فقہ۔

٢٧۔ اِذَا ضَاقَ الْاَمْرُ اِتَّسَعَ۔

١٤٤۔ تکلیف شرعی۔

٤٢، ٥٣٧۔ اِنَّ الْمَيْسُوْرَ لَا يَسْقُطُ بِالْمَعْسُوْرِ۔

١٤٧۔ مَا لَا يُتِمُّ الْوَاجِبُ اِلَّا بِهٖ فَهُوَ وَاجِبٌ

٥٣۔ امورِ معقول و تعبدی۔

١٦٥۔ مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ

٧٤۔ عقل۔

٤٢٨۔ اکلِ میتہ میں اضطراری حالت

امورِ طب۔

٤۔ کراہت آبِ مشمس

٣٠٠۔ علاج و رضا۔

تعلق شرع و طب

٤٤٨۔ قطع شہوت۔

محمد بن قاسم غزی غزابیلی نے ۹۱۸ھ میں وفات پائی۔ انکی شرح فتح القریب المجیب ہے۔

محمد بن محمد شربینی خطیب ازہر نے ۹۷۷ھ میں وفات پائی۔ انکی شرح کا نام الاقناع ہے۔

شیخ سلیمان بجیرمی نے ۱۲۲۱ھ میں وفات پائی۔ خطیب کی شرح پر ان کا حاشیہ چار جلدوں میں ہے۔

شیخ ابراہیم بیجوری نے ۱۲۷۷ھ میں وفات پائی انکا حاشیہ ابن قاسم کی شرح پر ۱۲۵۸ھ میں تکمیل پایا۔

پہلا دور ائمہ اربعہ کا ۸۰ھ سے ۲۴۰ھ تک تقریباً ڈیڑھ سو سال رہا۔

دوسرا دور تقریباً تین سو سال بعد ابو شجاع سے شروع ہوا اور چھٹی صدی کے آخر میں ختم ہوا۔

تیسرا دور اس کے تین سو سال کے بعد نویں صدی ہجری سے دسویں صدی ہجری تک رہا اور اس دور میں ابن قاسم اور خطیب کی شروح تکمیل پائیں۔

چوتھا دور تیرھویں صدی ہجری سے شروع ہوا جس میں بجیرمی اور بیجوری کے حاشیے تصنیف ہوئے۔

دورِ اول میں فقہ کی تدوین کی گئی مگر دورِ دوم میں بطورِ قانون اسکی تدوین ہوئی۔ دورِ سوم میں محض تفہیم مسایل کے لئے ضروری تصریحات کی گئیں اور آخری دورِ چہارم میں پوری چھان بین کے بعد تفصیلی شروح لکھی گئیں۔ بجیرمی نے لکھا ہے کہ ہر چہار ائمہ راہِ صواب پر ہیں اور ان میں سے کسی ایک کی تقلید واجب ہے۔ ایک کی تقلید کی تو ذمہ داری سے سبکدوش ہوا۔ ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف تبدیلی جایز ہے بلکہ کسی مسئلہ میں بالکلیہ ایک امام کی پیروی بھی جایز ہے البتہ کسی ایک مسئلہ کی تجزی کرکے ایک جزء میں ایک امام کی تقلید اور دوسرے جزء میں دوسرے امام کی تقلید تلفیق کہلاتی ہے اور جایز نہیں ہے جیسا کہ طہارتِ کلبی میں مالکیہ کی تقلید اور مسحِ سر میں شافعیہ کی۔

طریقۂ تالیف:۔ المبسوط کی تالیف کے وقت شیخ ابراہیم بیجوری کا حاشیہ میرے پیشِ نظر رہا اور وقتاً فوقتاً شیخ سلیمان بجیرمی کے حاشیہ سے مدد لی اور ان دونوں حاشیوں کا اقتباس باہم اسقدر ملا جلا ہے کہ ان کے حوالہ جات کا درج کرنا نہ صرف تحریری طوالت کا باعث تھا بلکہ ناظرین کی تضیعِ وقت کا بھی موجب تھا اسلئے عام طور پر میں نے انکے حوالے نہیں دیے ہیں البتہ ان دو حاشیوں کے علاوہ اگر کسی دوسری فقہی کتب سے مدد لی ہے تو اس کا حوالہ درج کر دیا ہے اس لئے میری استدعا ہے کہ اگر کسی مسئلہ کی نسبت تجسس ہو تو محولہ ان دونوں حاشیوں کی طرف ناظرینِ کرام رجوع کریں۔

سارے اقتباسات خواہ آیاتِ قرآنی سے ہوں یا احادیثِ نبوی سے استدلالِ ائمہ سے تعلق رکھتے ہوں یا اجتہادِ فقہاء سے میں نے راست اصلی ماخذ سے اخذ نہیں کیا ہے بلکہ ان ہی مستند و متداولہ کتب سے حاصل کیا ہے البتہ ترجمہ میرا اپنایا ہوا ہے اور ترتیب اپنی دی ہے۔ صرف کونسا مسئلہ کہاں بیان کرنا چاہئے نہیں بلکہ کونسا جملہ یا کونسا فقرہ کس مقام پر آئے تو بہتر ہوگا میں نے اس کا خیال رکھا ہے اس میں شک نہیں کہ محض ترتیب بھی ایک حد تک مفہوم کا رجحان کی تائید کرتی ہے اور میرے لئے اس سے بچنا دشوار بلکہ ناممکن تھا۔

سارے مدارج کو طے کرنے کی قابلیت رکھتا ہو اور وقت و فرصت پائے اور آمادہ ہو تو "چشم ما روشن دل ما شاد" اجتہاد کا دروازہ کھلا ہوا ہے اپنی رائے آپ قائم کر سکتے ہیں لیکن اگر ترجمہ سے کام لے کر کسی آیت کی تفسیر یا کسی حدیث کی تاویل کریں تو ہم کہیں گے۔

ترسم کہ بکعبہ نہ رسی اے اعرابی   ایں رہ کہ تو می روی بہ ترکستان است

معتبر محدثین کی روایتیں اور مستند ائمہ کی فکر کے نتائج موجود ہیں اصول بتا دئے گئے ہیں اور انکے ذیلی شاخ در شاخ فروعات کی توضیح کی گئی ہے اصل مسئلہ سے استدلال مقصود ہو تو دور اول اور دور دوم کی تصنیفات سے مدد لیجئے اور اگر کسی واقعہ کے انطباق کی ضرورت ہو تو دور سوم اور چہارم کی تالیفات کو مطالعہ کیجئے تو جزوی سے جزوی مسئلہ بآسانی حل ہوجائیگا منطقی فروعات میں گئے بغیر عقلی دلایل قایم نہیں کئے جا سکتے اور صحیح نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا۔ فروعات کی نسبت یہ کہنا کہ ناممکن الواقعات پر مبنی ہیں اور تضیع اوقات کی باعث ہیں اس لئے صحیح نہیں ہے کہ عقلی دلائل کا کذب لازم آتا ہے ایک فروعی شکل کل نہ تھی اور آج پیش آئی یا آج ناممکن تصور کی گئی اور کل معرض وجود میں آئی تو اس کی بابت ہمارا استدلال ناقص قرار پائے گا۔ ہم میں سے جو لوگ جو حالیہ متمدنہ قوانین سے واقف ہیں اور واقعات کے ساتھ انکی مطابقت کرنے کا تجربہ رکھتے ہیں بتا سکتے ہیں کہ قانون کی شکل میں ایک ایکٹ کے نافذ کرنے کے بعد اس کے صحیح طریقہ پر تعمیل کرانے کے لئے ذیلی قواعد ترتیب دئے جاتے ہیں اور پھر منفصلہ مقدمات کے نظایر کو شامل کر کے شروحات تالیف کیجاتی ہیں۔ بالکل یہی حال اسلامی فقہ کا ہے۔ میری سابقہ تالیفات اور حالیہ تالیف میں عبادات مکمل ہیں اور معاملات میں سے وہ مسائل لئے ہیں جو فی الوقت ہندستان میں رایج ہیں اور اس حد تک میری یہ کوشش رہی ہے کہ عصری ضروریات بھی پوری کی جائیں اور میں فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ علمائے سلف کے اقوال و آراء کو میں نے کہیں تشنہ نہیں پایا۔ جی چاہتا ہے کہ مثالوں کے ساتھ اس بحث کے بعض اجزاء کی توضیح کروں مگر مقدمہ کی طوالت کا خیال مانع ہے۔ صرف اصولی بحث پر اس تقریر کو ختم کرتا ہوں۔

یادداشت - گو میں نے اس کتاب کی تالیف میں کافی سے زاید وقت صرف کیا ہے مگر پھر بھی اپنی کوتاہیوں کا معترف ہوں کہ اہم فریضۂ تالیف کما حقہٗ ادا نہ کر سکا۔ زبان حال کہتی ہے کہ تحریر میں طوالت ہوگئی اور جذبۂ شوق کہتا ہے کہ المبسوط کی بساط پھر بھی کوتاہ کی کوتاہ رہی۔ میری التماس ہے کہ ان کوتاہیوں کو نہ صرف معاف کیجئے بلکہ جیسے جیسے نظر آجائیں بطور یادداشت درج فرماتے جائیے اور بوقت فرصت مولف کے پاس بھیجدیجئے تاکہ دوسری اشاعت میں اس سے استفادہ کیا جائے اس غرض کے لئے اس مقدمہ کے بعد ایک ورق معرا رکھا ہے۔ عمر کی آخری منزل پر ہوں فردا کا یقین نہیں مگر پھر بھی ایک طویل اصلاحی تجویز پیش کر رہا ہوں اس خیال سے کہ "اگر پدر نہ تواند پسر تمام کند" یا "مردے از غیب بروں آید و کارے بکند"۔

۲۰۶ - سہو و نسیان ۔ ۴۸۸، ۵۳۹ - اسقاط ۔
۲۷۵ - موت و روح ۵۱۳ - امراضِ متعدی ۔

مواعظ و قصص ۔ ۴۲ - اصحاب صُفّہ ۔ ۱۶۱ - اذان ۔ ۳۶۸ - چاہِ زمزم ۔
۱۳۷ - استقبالِ قبلہ ۔ ۲۰۵ - ابو یوسفؒ و امام کسائی ۔ ۴۵۹ - سلوکِ والدین و اولاد ۔
۱۴۸ - قرآن مجید ۔ ۲۶۴ - استسقا مع توبہ و وسیلہ حسنہ ۔ ۴۹۲ - نظر ۔
۱۵۶ - تحیات و معراج ۔ ۳۳۵ - وصالِ صیام بضمن افطار ۔ ۵۳۴ - جمار ۔

جواب سوالات ۔ تالیف فقہ کے مشاغل کے اثناء میں بعض ایسے اصحاب سے بھی تبادلۂ خیال کے مواقع رہے جو دیگر علوم میں کافی مہارت رکھتے ہیں اور فقہ سے بھی انہیں کافی دلچسپی ہے لیکن عربی کی ناواقفیت کی وجہ سے اس علم کی گہرائیوں تک نہیں پہنچ سکے ہیں نے ان میں دو مکاتبِ خیال کے لوگ پائے ہ

ایک طبقہ کا خیال ہے کہ فقہ میں فروعات کی بحث کو اس قدر طوالت دیگئی ہے کہ بال کی کھال کھینچ دی گئی۔ ایسے واقعات اور حالات سے بحث کی گئی ہے جن میں سے اکثر یا تو ناممکن الوقوع تھے یا کم از کم غیر ضروری۔ ان کے خیال میں ضرورت اس امر کی ہے کہ مسایل کی کاٹ چھانٹ کر کے صرف اُن امور کو باقی رکھا جائے جو واجب التعمیل ہیں اور اُن کو سہل طریقہ پر بیان کیا جائے۔

دوسرے طبقہ کا خیال ہے کہ فقہ ایک فرسودہ فن ہے، پرانی لکیر کو بار بار پیٹا گیا ہے۔ زمانے کے بدلے ہوئے حالات کا ساتھ نہیں دیتا۔ معاشرت، تمدن اور بین الاقوامی قوانین آئے دن بدلتے جا رہے ہیں مگر فقہ کی تالیفات صدیوں پرانی ہیں۔ روزمرہ زندگی کی ضروریات اس سے حل نہیں ہو سکتیں جس چیز کی تلاش کیجئے وہ دستیاب نہیں ہوتی اور جو چیز دستیاب ہوتی ہے اس کی ضرورت نہیں اس لئے ان کی ادعا ہے کہ غور کر کے اس میں سے غیر ضروری امور کو حذف کیا جائے اور بعض امور جو ضروری ہیں اور قدیم تصنیفات میں نہیں پائے جاتے ان کا اضافہ کیا جائے۔

اختصار کے ساتھ بیک وقت ان دونوں سوالات کا جواب دیا جاتا ہے۔ فقہاء و علماء سلف خواہ متقدمین سے ہوں یا متاخرین سے، دیگر علوم کے علاوہ اس ایک فن کی تکمیل میں اپنی عمریں صرف کر دیں۔ صحابۂ کرام اور تابعین میں ایسے اشخاص تھے جو فہمِ قرآن کی خاص شہرت رکھتے تھے اور بعض حدیث کی روایت کے لئے موثق تصور کئے گئے۔ فقہاء اور علماء کا ذوقِ علم اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ بسا اوقات ایک رمزِ قرآن کے سمجھنے یا ایک حدیث کی روایت یا ایک راوی کی صداقت کے معلوم کرنے کے لئے حجاز، یمن اور عراق کے طویل سفروں کی صعوبت برداشت کرتے تھے۔ اہلِ زبان تھے زبان سے ماہر تھے اور اس پر بھی زبان کے نکات کی خوبی کو سمجھنے کے لئے تیار تھے۔ آیاتِ قرآنی، اخبارِ نبوی اور آثارِ صحابہ کی روشنی میں مسایل کا استنباط کرتے تھے اس میں شک نہیں کہ ہم میں سے کوئی شخص اُن

(مقدمہ کے آخر میں اس ورق کی غرض وغایت کی صراحت کی گئی ہے)

مرسل کا نام وپتہ ....

مرسل الیہ۔ احمد جنگ۔ سوماجی گوڑہ۔ خیریت آباد۔ حیدرآباد دکن

یادداشت

....

تشکر۔ میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اُن سارے کرمفرما حضرات کا شکریہ ادا کروں جنہوں نے اس کتاب کی تالیف میں میری مدد کی! استاذی علامہ مولوی عبد القدیر صاحب صدیقی سابق استاذ دار العلوم و سابق صدر شعبۂ دینیات جامعۂ عثمانیہ مستحق صد شکر ہیں جنکی حسنِ تعلیم و نیک رہبری کا نتیجہ یہ تالیف ہے۔ دار العلوم کے قدیم رفیقِ درس مولوی سعادت اللہ خاں صاحب نے بلا دریغ اپنے صلاحِ خیر سے استفادہ کا موقع دیا۔ برادر سول سروس مولوی مرزا حسین بیگ صاحب احمد حسینی نے قانونی اور ادبی مشورے دئے۔ محمد عباس صاحب خوشنویس کی پابندی لایق ستائش ہے ورنہ اس طویل کتابت کو انجام کو پہنچانا آسان کام نہ تھا۔ مدیر روزنامۂ سیاست و مالک مطبع انتخاب پریس مولوی عابد علی خاں صاحب اور ان کے شریک مولوی سید محبوب حسین صاحب جگر نے خاص سہولت بہم پہنچائی اور اس کتاب کو زیورِ طباعت سے آراستہ کیا۔ عزیزی مولوی محمد غوث صاحب اور برخوردار مایل احمد سلمہ کاپیوں کی قرأت سماعت میں مدد دیتے رہے۔

میں اس موقع پر اُن علمائے کرام کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہوں جن کو ہم سے جدا ہوئے مدت گزری مگر ان کے فیوضات اب تک باقی و جاری ہیں۔ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب بیدلؔ سہارنپوری، مولوی بوبکر بن شہاب صاحب، مولوی نادر الدین صاحب، مولوی سید محمد عباس صاحب، مولوی میر موسیٰ حسین صاحب، مولوی سید شاہ مصطفےٰ صاحب، مولوی اشرف حسین صاحب شمسی، قاری سلیمان صاحب بھوپالی و مولوی سلیمان اشرف صاحب بہاری۔ یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے اپنی زندگی اشاعتِ علم کے لئے وقف کردی تھی۔ آخر الذکر علیگڑھ کالج کے دینیات کے استاد تھے اور تعلیم کا درس بھی دیتے تھے۔ بقیہ حضرات قدیم دار العلوم حیدرآباد کے درخشندہ ستارے بلکہ بدورِ کامل تھے۔ بحیثیت ایک شاگرد رشید ان شفیق استادوں کی یاد تازہ کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں۔ ربّ العزۃ ان کی مرقدوں کو نور سے روشن کردے اور ان کی ارواحِ پاک کو اپنے جوارِ قرب میں جگہ دے۔

میں آخر میں اس ذات عزّ وجل کی بارگاہ میں سجدۂ شکر بجا لاتا ہوں جس نے اس بندۂ ناچیز کو صحت و تندرستی کے ساتھ فراغبالی عطا فرمائی اور اس کارِ خیر کی انجام دہی کی توفیق عنایت کی۔ دعا کرتا ہوں۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدِيْنَا وَلِاُسْتَاذِنَا وَلِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ۵

سوماجی گوڑہ۔ خیریت آباد۔ حیدرآباد دکن۔ یوم جمعہ ۱۰ جمادی الاخری ۱۳۷۱ ہجری
مطابق ۷ مارچ ۱۹۵۲ میلادی

احمد جنگ

طہارت

اقسامِ آب۔ ظروف۔ لباس۔ زیورات۔ نجاست۔ ازالۂ نجاست۔ دباغت۔ استحالہ۔ حدث۔

استنجا۔ مسواک۔ وضو۔ مسح خفین۔ غسل۔ تیمم۔ جبیرہ۔ فاقد الطہورین۔

• اصولاً دینی امور کو دنیوی امور پر ترجیح ہونی چاہیے اس لحاظ سے عبادات کو روزمرہ کے معاملات پر ترجیح حاصل ہے اور چونکہ طہارت بغیر عبادت صحیح نہیں ہو سکتی اس لیے طہارت کا مسئلہ بھی اہمیت رکھتا ہے۔ اَلطَّهَارَةُ مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ۔ طہارت نماز کی کنجی ہے اور نماز عبادات میں سب سے اہم ہے۔ حدیث۔ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلَاةُ وَمِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ یعنی نماز جنت کی کنجی اور طہارت نماز کی کنجی ہے۔

طہارت طا کے زبر سے غلاظت پاک کرنے کو کہتے ہیں۔ بلغم اور رینٹھ بھی غلاظ۔۔۔ میں شامل ہیں لیکن پاک ہیں۔
غلاظت کی دو قسمیں ہیں غلاظتِ حسی اور غلاظتِ معنوی۔ غلاظتِ حسی میں رنگ، بو یا ذائقہ کا محسوس کرنا ہے۔ جیسا کہ عام نجاست میں۔ غلاظتِ معنوی محسوسات میں سے نہیں ہے اس کی مثا۔۔ ذمیمہ صفات میں جیسے کینہ، حسد، کبر وغیرہ۔ طہارتِ شرعی کے بہ۔۔۔ سے مفہوم ہیں جن کے منجملہ ایسے فعل کو بھی طہار۔۔۔ کہتے ہیں جس سے نماز صحیح ہوتی ہے مثلاً وضو، غسل، تیمم اور ازالۂ نجاست۔ طہارت کی دو قسمیں ہیں۔ **طہارتِ عینی** اس مقام کی طہارت کو کہتے ہیں جہاں ظاہری نجاست لگی ہے اور طہارت میں اسی مقام کا دھونا واجب ہے جہاں نجاست لگی ہے دوسرے اعضا کا دھونا واجب نہیں ہے۔ **طہارتِ حکمی** مقامِ نجاست کے علاوہ دوسرے مقررہ اعضا کی طہارت کو کہتے ہیں جیسا کہ رفع حاجت کے بعد آب دست لینا اور وضو کرنا۔ یہ دونوں باتیں واجب ہیں۔ بلحاظ ۔۔۔ طہارت کی دو قسمیں ہیں۔ واجب اور مندوب۔
طہارتِ واجب کی بھی دو قسمیں ہیں۔ طہارتِ قلبی۔ عجب، ریا اور کبر وغیرہ جیسے ذمیمہ صفات کا دور کرنا واجب ہے۔ امام غزالی نے لکھا ہے کہ ان ذمیمہ صفات کے حدود، اسباب اور علاج سے واقف ہونا بھی فرضِ عین ہے۔ طہارتِ بدنی۔ بدن اور جسمانی اشیاء کی طہارت پانی یا مٹی سے یا دونوں سے جیسے کتے کی غلاظت یا بغیر پانی اور مٹی کے جیسے باعث کیمیائی اشیاء سے یا بنفسہٖ جیسے شراب کی سرکہ میں تبدیلی۔۔۔ اور نجاست کی طہارت میں پہلے مرتبہ کا دھونا واجب ہے۔
طہارتِ مندوب غسلِ مسنون اور وضوئے مجدد میں ہر ایک مرتبہ کا دھونا اور فرضِ وضو اور فرضِ غسل میں پہلے مرتبہ کا دھونا واجب ہے، دوسرے اور تیسرے مرتبہ کا دھونا مندوب ہے۔ اسی طرح ازالۂ نجاست میں پہلے مرتبہ کا دھونا واجب ہے، دوسرے اور تیسرے مرتبہ کا دھونا مندوب ہے۔

وضو کرسکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ هُوَ الطَّهُورُ مَاءُهُ الْحِلُّ مَيْتَتُهُ۔ اس کا پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے اور اس کے مرے ہوئے حیوان حلال ہیں۔

نہر[3] کا پانی۔ نہر کے پانی میں نالہ، ندی، دریا اور تمام بہتے ہوئے پانی داخل ہیں مصر کے دریائے نیل کے متعلق یہ واقعہ مشہور ہے قدیم زمانہ میں اس دریا میں پانی لانے کے لیے یہ قاعدہ تھا کہ ہر سال ایک باندی کو خرید کر اچھے کپڑے اور زیورات پہنا کر، ایک خاص مقام پر دریا میں جھونک دیتے اور بھینٹ چڑھاتے اس کا اثر یہ ہوتا کہ دریا بھرپور بہتا اسلام کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی آپ نے ایک پرچہ لکھ دیا اور اس کو دریا میں ڈال دینے کے لیے کہا۔ پرچہ کا مضمون یہ تھا امّا بعدُ فان کنتَ ایّها النیلُ لا تمتدُّ الّا بقتلِ نفسٍ محرّمةٍ فلا حاجةَ لنا فیك وان کنتَ تمتدُّ بامرِ اللّٰهِ فافعلْ۔ حمد و نعت کے بعد اے دریائے نیل! اگر تو انسانی نفس کے قتل کے بغیر نہیں بہتی (تو نہ بہہ) ہم کو بھی تیری حاجت نہیں۔ اور اگر تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہتی ہے تو بہہ۔ یہ پرچہ دریا میں ڈالنا ہی تھا کہ دریا میں پانی آ گیا اور پرانا مذموم رسم موقوف ہو گیا۔

کنوئیں[4] کا پانی اس سے وہ پانی مراد ہے جو زمین کے اندر مستدیر شکل میں بہتا ہے۔ عربی میں کنوئیں کو بیر کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیر بضاعہ اور بیر رومہ کے پانی کی نسبت سوال کیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بیر بضاعہ کے پانی سے وضو کر چکے تھے آپ نے فرمایا۔ الماءُ لا ینجّسُه شیءٌ۔ پانی کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی یعنی پانی پاک ہے۔ بیر زمزم کے پانی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تھا۔ بیر زمزم کے پانی سے طہارت صحیح ہوتی ہے مگر اس سے ازالہ نجاست کی نسبت اختلاف ہے اعتماد اس پر ہے کہ اولویت کے خلاف ہے مکروہ نہیں ہے اس کا پانی منتقل کرنا جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔ اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آب زمزم مکہ سے مدینہ لے جاتے اور صحابہ کو تحفہ دیتے تھے اور اہل مکہ سے بطور تحفہ طلب بھی فرماتے تھے۔ بڑے طب اس پانی سے آب دست لینے میں بواسیر کا خوف ہے۔ ملک ثمود کے کنوؤں سے طہارت کرنا مکروہ ہے صرف بیر ناقہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ بیر ناقہ سے طہارت ہو سکتی ہے۔ بیر زمزم۔ یہ کنواں مکہ معظمہ میں مسجد حرم میں کعبۃ اللہ کے قریب واقع ہے اس کی تفصیل حج کے بیان میں درج کی گئی ہے۔

چشمہ[5] کا پانی جو زمین یا پہاڑ کی سطح سے غیر مستدیرہ یعنی ٹیڑھی چپٹی حالت میں بہتا ہے۔

تالاب[6] کا پانی جو کسی نالہ یا ندی کے بہاؤ پر بند تعمیر کر کے روکا جاتا ہے۔

برف[7] کا پانی۔ وہ پانی جو آسمان سے پانی کی شکل میں اترتا ہے اور زمین پر پہنچ کر سردی کی شدت کی وجہ سے جم جاتا ہے۔

اولہ[8] کا پانی۔ وہ پانی جو آسمان سے منجمد ہو کر گرتا ہے اور زمین پر پہنچنے کے بعد پگھل جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ وہ پانی جو آسمان سے نازل ہوتا ہے یا زمین سے خارج ہوتا ہے خواہ اصل حقیقت میں کسی صفت میں ہو۔

مینھ، برف اور اولہ کا پانی آسمانی پانی اور سمندر، نہر، کنوئیں، چشمے و تالاب کا پانی زمینی پانی کہلاتا ہے اور جملہ پانیوں کے

مقاصدِ طہارت چار ہیں۔ اِزالۂ نجاست۔ وضو[۲] غسل[۳] اور تیمم[۴]۔

وسایلِ طہارت۔ وہ ذرایع جس سے طہارت حاصل ہوتی ہے چار ہیں۔ پانی[۱] مٹی[۲]۔ حجر[۳] استنجا یعنی ڈھیلا[۴] اور دباغ یعنی دباغت کرنے والے کیمیائی اشیا بعض فقہا نے پانی[۱] برتن[۲] اجتہاد[۳] اور نجاست کو وسایل شمار کیا ہے۔

طُہارت طا کے پیش کے ساتھ اُس پانی کو کہتے ہیں جو طہارت کرنے کے بعد لوٹے یا برتن میں باقی رہ جائے۔

آب

اقسامِ آب بلحاظِ ذرایع

آٹھ اقسام کے پانی سے طہارت جایز ہے۔ مینھ[۱] سمندر[۲] نہر[۳] کنواں[۴] چشمہ[۵] تالاب[۶] برف[۷] اور اولہ[۸] کا پانی۔ ممکن ہے کہ آیندہ پانی حاصل کرنے کا کوئی اور ذریعہ بھی معلوم ہو جائے۔ لطافت اور رقت کی صفات کی وجہ سے پانی سے طہارت کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو اس آیت پر مبنی ہے۔ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا (۵/۱۰ ۱) پس جب تم کو پانی نہ ملے تو تیمم کرو۔ صحیحین کی حدیث ہے کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صُبُّوا عَلَيْهِ ذَنُوبًا۔ اس پر ایک ڈول پانی بہا دو۔ پانی کے سوائے دوسری پتلی چیزوں میں یہ صفات نہیں ہیں اس لیے اُن سے طہارت جایز نہیں ہے بخلاف حنفیہ کے۔

مینھ کا پانی جو آسمان سے اُترتا ہے۔ آیت۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيعَ فِي الْاَرْضِ (۲۳/۱۶ آخر) کیا تم نے نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا اور پھر اس کو زمین کی سوتوں میں داخل کر دیا ہے وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ (۹/۱۶ ۱) اور آسمان سے تم پر پانی برساتا ہے تاکہ تم اُس سے طہارت کرو۔ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُوْرًا (۱۹/۴ ۳) ہم آسمان سے پانی اُتارتے ہیں پاک کرنے والا۔ حدیث۔ مَا مِنْ سَاعَةٍ مِنْ لَيْلٍ اَوْ نَهَارٍ اِلَّا وَالسَّمَاءُ تَمْطُرُ اِلَّا اَنَّ اللّٰهَ يَصْرِفُهٗ حَيْثُ شَاءَ۔ رات اور دن کی کوئی گھڑی ایسی نہیں گزرتی کہ آسمان نہ برسے مگر اللہ تعالیٰ اس کو جس طرف چاہے پھیر دیتا ہے۔

سمندر کا کھارا پانی۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ملاح آیا اور اس نے سوال کیا کہ ہم کشتی میں سفر کرتے ہیں اور ہمارے ساتھ میٹھا پانی ہوتا ہے مگر اس سے وضو کریں تو پیاسے رہیں گے۔ کیا ہم سمندر کے پانی سے

۱؎ قرآن مجید کی آیتوں کا پتہ دینے کے لیے ہم نے ہندسوں کا استعمال کیا ہے۔ عموماً تین ہندسے علیحدہ علیحدہ درج کیے ہیں۔ اوپر کا ہندسہ جزء اور پارہ کا پتہ دیتا ہے اور نیچے کا ہندسہ رکوع کا حوالہ بتلاتا ہے اور تیسرا ہندسہ آیت کا نشان دیتا ہے۔ مثال کے طور پر ۵/۴ ۱ سے پانچویں پارہ کی چوتھی رکوع کی پہلی آیت فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا مراد ہے۔ رکوع کی آیتوں کے شمار کرنے میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو بھی ایک آیت شمار کیا گیا ہے۔

جو پانی کے تمام اجزاء میں مل کر پانی کی سطح پر بھی نظر آتا ہے۔ یہ زہومت بدن کو علیل اور خون کے سیلان میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے جس کی وجہ سے مرضِ برص کا خطرہ رہتا ہے۔ کراہت کی نسبت یہ حدیث ہے کہ حضرت عائشہؓ پانی کے برتن کو دھوپ میں گرم کر رہی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا لَا تَفْعَلِيْ يَا حُمَيْرَاءُ۔ بعض محدثین نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور امام نووی نے اسی لیے مطلق عدمِ کراہت کی رائے ظاہر کی ہے لیکن قابلِ اعتماد یہ ہے کہ مکروہ ہے۔ اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو طبیب بھی تھے آبِ مشمّس سے کراہت کرتے تھے۔ کراہت میں پانی کی مقدار کی کمی اور زیادتی میں کوئی فرق نہیں۔

تعلقِ شرع وطب۔ امورِ شرع اور امورِ طب کا تعلق چار طرح ہو سکتا ہے پہلی صورت یہ کہ کوئی امر بروئے شرع اور بروئے طب دونوں حیثیتوں سے مکروہ ہے جیسا کہ آبِ مشمّس اور اس کی دوسری مثال کھڑے ہو کر پانی پینا جو طب اور شرع دونوں لحاظ سے مکروہ ہے۔ دوسری صورت یہ کہ کوئی امر شرع میں مستحب ہے اور طب میں مکروہ جیسے قیام اللیل یعنی بغرض عبادت شب بیداری تیسری صورت یہ کہ کوئی امر طب میں مستحب ہے اور شرع میں مکروہ جیسا کہ نمازِ عشاء سے قبل نیند۔ چوتھی صورت یہ کہ کوئی امر طب اور شرع دونوں میں مستحب ہے جیسا کہ روزے کا کھجور سے افطار کرنا۔ روزے کی وجہ سے بصارت میں جو کمی ہوتی ہے کھجور اس کی تلافی کرتا ہے۔

شرائطِ کراہت۔ کراہت کیلئے سات شرائط کے پائے جانے کی ضرورت ہے اگر ایک شرط بھی مفقود ہو تو کراہت کا حکم جاتا رہتا ہے۔ آبِ مشمّس کا بدن کے لیے استعمال کرنا مکروہ ہے۔ بدن میں ظاہری اور باطنی دونوں حصّے شریک ہیں اس لیے بدن پر پانی کا استعمال مکروہ ہونے کے علاوہ اس کا پینا بھی مکروہ ہے۔ بدن کے علاوہ دیگر اغراض میں اس کا استعمال مکروہ نہیں ہے۔ کپڑے یا برتن وغیرہ کے دھونے میں اس کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ گرم ممالک میں موسمِ گرما میں آبِ مشمّس مکروہ ہے۔ اُن ممالک کی آب و ہوا کو گرم کہا جاتا ہے جو منطقۂ حارّہ میں واقع ہیں۔ اس قید سے وہ ممالک خارج ہو جاتے ہیں جن کی آب و ہوا معتدل یا سرد ہوتی ہے۔ موسمِ سرما کی قید سے برس کے دوسرے موسم خارج ہو جاتے ہیں۔ موسمِ گرما کے علاوہ کسی دوسرے موسم میں گرم ممالک میں بھی آبِ مشمّس کا استعمال مکروہ نہیں ہے۔ چاندی اور سونے کے سوائے لوہے وغیرہ جیسے دھات کے برتن میں جو پانی گرم ہو جائے اس کا استعمال مکروہ ہے۔ لوہا، تانبا، سیسہ وغیرہ کے برتن کا پانی مکروہ ہے۔ مٹی، لکڑی یا چرمی ظرف میں پانی گرم ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے۔ سونے اور چاندی کے اصلی جوہر کی صفائی کی وجہ سے ان سے بنائے ہوئے برتنوں میں سورج کی شعاعوں سے کوئی زہومت خارج نہیں ہوتی اور نہ پانی میں مضر اثر پیدا کرتی ہے۔ یہ بات اور ہے کہ سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال ایک دوسرے حکم کے تابع حرام قرار دیا گیا ہے۔ آبِ مشمّس گرم ہونے کی حالت میں مکروہ ہے۔ اگر ٹھنڈا ہو جائے تو کراہت زائل ہو جاتی ہے۔ دوسرا پانی مل سکتا ہو تو آبِ مشمّس کا استعمال مکروہ ہے اور اگر نہ مل سکتا ہو تو آبِ مشمّس کے استعمال میں کراہت نہیں ہے۔ وقت تنگ ہو رہا ہے اور دوسرا پانی نہیں ہے تو آبِ مشمّس کا استعمال واجب ہے۔ ضرر کا خوف نہ ہو تو آبِ مشمّس کا استعمال مکروہ ہے۔ گر آبِ مشمّس کے

اقسام کا تعلق در اصل آسمان ہی سے ہے جو آیت (پ۱۲ آخر) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ کیا تم نہیں دیکھتے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اُتارا اور بہایا اس کو نہروں کی شکل میں زمین میں۔

افضلیت ۔۔۔ سب سے افضل وہ پانی تھا جو جنگ حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے بہا تھا اس کے بعد آب زمزم، پھر آب کوثر، پھر آب نیل اور اس کے بعد دیگر نہروں سیحون، جیحون، دجلہ اور فرات کا پانی ہے۔ جس طرح آسمان کو زمین پر فضیلت ہے آسمان کے پانی کو بھی زمین کے پانی پر فضیلت ہے۔ زمین کی مفضولیت سے وہ سرزمین مستثنیٰ ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں۔ یہ زمین، آسمان ایک طرف عرش اور جنت سے بھی افضل ہے۔

اقسام آب بلحاظ صفات

صفت کے لحاظ سے پانی ایسا ہے کہ اُس سے طہارت ہوسکتی ہے یا نہیں ہوسکتی اور طہارت ہوسکتی ہے تو کراہت کے ساتھ یا بغیر کراہت کے یا یہ کہ اس سے طہارت قطعاً حرام ہے۔ دوسرے طریقہ سے اس کلیہ کی تقسیم صرف تین اجزا پر ہوتی ہے وہ پانی جو پاک ہے اور پاک کر سکتا ہے۔ وہ پانی جو صرف پاک ہے اور پاک نہیں کر سکتا۔ اور نجس پانی جو نہ پاک ہے اور نہ پاک کر سکتا ہے۔ **صفت** کے لحاظ سے پانی کی پانچ قسمیں ہیں۔ آب مطلق، آب مشمس، آب مستعمل و متغیر، آب نجس اور آب مغصوب حل

ابو شجاع نے صرف چار اقسام بیان کیے تھے۔ ابن قاسم غزی اور بیجوری نے اس پر قسم آخر کا اضافہ کیا ہے۔

آب مطلق۔ وہ پانی جو اصل میں پاک ہے اور دوسری چیز کو پاک کر سکتا ہے اور اُس کا استعمال مکروہ نہیں ہے جیسا کہ مطلق پانی جس میں کوئی خاص صفت نہ ہو۔ پانی اصل میں مکروہ ہی نہیں ہوسکتا، صرف بلحاظ صفات احکام بدلتے ہیں۔ دوسری چیز کو پاک کرنے کی قید میں رفع حدث، ازالۂ نجاست اور طہارت مندوب شامل ہیں۔ مطلق پانی سے مراد وہ پانی ہے جس کے ساتھ کوئی قید لازم نہ ہو، قید منفک (علٰحدہ ہونے والی قید) کے وجود میں کوئی مضایقہ نہیں جیسا کہ کنویں کا پانی۔

آب مشمس۔ وہ پانی جو پاک ہے اور پاک کر سکتا ہے لیکن اُس کا استعمال بدن کی طہارت کے لیے مکروہ ہے۔ بدن کے سوائے دوسری غرض کے لیے اس کا استعمال مکروہ نہیں ہے۔ اس کی مثال آب مشمس ہے یعنے وہ پانی جو سورج کی تمازت (گرمی) سے گرم ہوا ہو۔ نقدین یعنی سونے اور چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کے برتن میں، گرم ممالک میں، گرم ہونے سے کراہت شرعی پیدا ہوتی ہے۔ اگر یہ پانی ٹھنڈا ہو جائے تو کراہت زایل ہو جائیگی۔ نووی نے مطلق عدم کراہت کی رائے ظاہر کی ہے۔ زیادہ گرم اور زیادہ ٹھنڈا پانی بھی مکروہ ہے۔

وجہ کراہت یہ ہے کہ سورج کی شعاعوں کی تاثیر سے لوہے تانبے وغیرہ کے برتن سے زہومت یعنی چکنا پن پیدا ہوتا ہے

معجزہ۔ جنگ حدیبیہ میں جب صحابہ پیاس کی شدت سے بے چین ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھاگل مانگا۔ چھاگل پیش کیا گیا جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ نبی کریم نے اپنا دست مبارک اس میں رکھا اور انگلیوں کے درمیان سے پانی بہنے لگا۔

جو پانی استعمال کیا جائے مستعمل ہے۔ عام نجاستوں کے ازالہ میں پہلی مرتبہ کے دھونے میں جو پانی مستعمل ہوا وہ مستعمل کہلائیگا دوسرے اور تیسرے دفعہ کا دھونا مندوب ہے اور اس کا پانی مستعمل نہیں کہلائیگا۔ کتے جیسے جانور کی نجاست کی صورت میں ساتویں دفعہ کے دھونے کا پانی مستعمل ہے۔ ازالۂ نجاست کے مستعمل پانی کے پاک ہونے اور دوسری چیز کو پاک کرنے والا نہ ہونے کے شرائط یہ ہیں۔ اس میں تغیر نہ پیدا ہوا ہو۔ اگر تھوڑا بھی تغیر ہو جائے تو وہ پانی نجس ہو جائیگا۔ مستعمل پانی کا وزن زیادہ نہ ہوا ہو۔

آبِ متغیر وہ پانی ہے جس کا مزا، رنگ یا بو پاک چیزوں کی مخالطت (آمیزش) کی وجہ سے ایسے تبدیل ہو گئے ہوں کہ اس پر پانی کا لفظ صادق نہ آسکے۔ یہ پانی بھی آبِ مستعمل کی طرح پاک ہے مگر کسی دوسری چیز کو پاک نہیں کر سکتا۔ اگر پانی میں تغیر پاک اشیا کی آمیزش سے خفیف طور پر پیدا ہو یا ایسے اشیاء کی آمیزش ہوئی ہو جو اکثر صفات میں پانی کے موافق ہوں اور خفیف اختلاف ہو تو وہ پانی پاک ہے اور پاک کر سکتا ہے۔

شرائطِ تغیر۔ پانی کے تغیر کے لیے یہ شرائط ہیں۔ مخالطت[1] (آمیزش) ایسی ہو کہ اس کا انفصال نہ ہو سکتا ہو۔ مخالطت کسی چیز کے پانی میں حل ہو جانے یا گھل جانے کو کہتے ہیں۔ مخالطت کی قید سے وہ پانی خارج ہو جاتا ہے جو محض بند اور رُکا رہنے سے متغیر ہو جائے۔ مخالطت کی قید سے وہ چیزیں بھی خارج ہو جاتی ہیں جو صرف مجاور ہوتی ہیں یعنی پانی کے ساتھ ہوتی ہیں اور پانی میں تحلیل نہیں ہو سکتیں۔ مجاور ان چیزوں کی نسبت کہا جاتا ہے جو دکھائی دیتی ہیں اور اُن کا جدا کرنا ممکن ہوتا ہے جیسا کہ تیل۔ ان اشیا کی شرکت سے پانی کی طہوریت میں فرق نہیں آتا۔ اگرچہ پانی کے رنگ بُو اور مزے میں تغیر ہو گیا ہو۔ وہ عین[2] اشیاء جن کے ساتھ مخالطت ہوئی ہے پاک ہوں۔ عینِ اشیاء کی قید سے بو اور دھواں جو عوارضات سے ہیں خارج ہو جاتے ہیں۔ تغیر[3] اتنا زیادہ ہو کہ اس پر پانی کا اطلاق نہ ہو سکے۔ اگر تغیر قلیل ہو اور پانی کے نام کا امتناع نہ ہو تو کوئی مضایقہ نہیں۔ جن اشیاء کی آمیزش ہوئی ہے پانی ان سے مستغنی ہو یعنے پانی میں ان اشیاء کا پایا جانا ضروری اور لازمی نہ ہو۔ مٹی، پتھر، ٹھیکری، ساگ پات ایسی چیزیں ہیں جن سے پانی محفوظ نہیں رہ سکتا، اس لیے ان کو غیر مستغنی عنہ کہتے ہیں اور اگر پانی میں ان چیزوں کے وجود کی وجہ سے کوئی تغیر واقع ہو تو وہ پاک اور پاک کرنے والا ہے۔ پانی جو طولِ مکث یعنی زیادہ مدت تک ٹھہرنے اور رُکا رہنے سے متغیر ہو جائے وہ پاک ہے اور پاک کر سکتا ہے۔

آبِ نجس[4]۔ وہ پانی جس میں نجس کرنے والی نجاست گر گئی یا پگھلی ملی ہوئی ہو، پانی میں تغیر پیدا ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اس تعریف سے نجس نہ کرنے والی نجاست خارج ہو جاتی ہے۔ اس کی مثال مرا ہوا جانور ہے جس میں خون کا وجود نہیں ہوتا۔

پھر اس پانی کی دو قسمیں ہیں۔ وہ پانی[1] جو قلتین سے کم ہے اور وہ پانی[2] جو قلتین ہے مگر متغیر ہو چکا ہے۔

دُونُ القُلَّتَین۔ وہ پانی جو بطورِ یقین قلتین سے کم ہے اور جس میں نجاست ملی ہوئی ہے نجس ہے۔ نجاست کی وجہ سے پانی میں متغیر ہونے کی کوئی قید نہیں ہے، بغیر تغیر کے بھی نجس ہے۔ دُونُ القُلَّتَین کا حکم دو حدیثوں سے اخذ کیا گیا ہے۔

استعمال سے ضرر پہنچے کا قیاس غالب ہو تو اُس کا استعمال ہی حرام ہے۔

اختلاف۔ ائمہ ثلاثہ کے پاس آبِ مشمس کا استعمال طہارت میں بھی مکروہ نہیں ہے۔

آبہائے مکروہ آٹھ اقسام کے پانی مکروہ ہیں۔ آبِ مشمس جس کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔ زیادہ گرم اور زیادہ ٹھنڈا
پانی بھی طہارتِ بدن کے لیے مکروہ ہے۔ وجہِ کراہت میں اختلاف ہے لیکن معتمد یہ ہے کہ ضرر کے خوف کی وجہ سے مکروہ قرار
دیا گیا ہے۔ ملکِ قومِ ثمود کا پانی بھی مکروہ ہے لیکن اس میں سے صرف بیرِ ناقہ کا پانی جس میں حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی
پانی پیتی تھی مستثنیٰ ہے۔ ملکِ قومِ لوط کا پانی۔ سرزمینِ بابل کا پانی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ عراق میں ایک مسحور شہر ہے۔ بیرِ ذروان کا پانی
بیان کیا گیا ہے کہ لبید بن اعصم یہودی نے اس میں سحر کیا تھا۔ اور بیرِ برہوت کا پانی۔ جن مقامات کا پانی مغضوب ہے وہاں
کی مٹی اور ڈھیلے کا استعمال بھی مکروہ ہے اور ابن حجر کی رائے ہے کہ ان کے درخت کا پھل یا ان سے مسواک کا استعمال بھی مکروہ ہے۔

آبِ مستعمل و متغیر۔ وہ پانی جو اصل میں پاک ہے لیکن کسی دوسری چیز کو پاک نہیں کر سکتا۔ اصل میں پاک ہونے کی وجہ
سے اُس کا استعمال کراہت کے ساتھ ایسی ضروریات میں ہوتا ہے جن کی نسبت صرف پانی کے پاک ہونے کی قید ہے
جیسا کہ پینے یا پکانے میں۔ اس پانی کی دو قسمیں ہیں۔ مستعمل اور متغیر۔

آبِ مستعمل وہ قلیل اور قلتین سے کم پانی ہے جس کا استعمال ایسی ضرورتِ عبادت یا غیرِ عبادت کے رفع کرنے میں کیا
گیا ہے جو لابدی اور ضروری ہے۔ اس پانی کے پاک ہونے کی دلیل یہ ہے کہ بزرگانِ سلف نے اس پانی کی چھینٹوں سے
احتراز نہیں کیا تھا۔ صحیحین کی حدیث ہے کہ حضرت جابرؓ کی بیماری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لیے تشریف
لے گئے اور وضو کیا اور وضو کے بعد وضو کیا ہوا مستعمل پانی جابر پر چھڑکا۔ ایسے پانی کے پاک نہ کر سکنے کی دلیل یہ ہے کہ
بزرگانِ سلف نے عرب میں پانی کی قلت کے باوجود سفر وغیرہ میں مستعمل پانی کو جمع نہیں کیا اور نہ اس کو دوبارہ کبھی استعمال
کیا بلکہ اس کے بجائے جب ضرورت ہوئی اور پانی نہ مل سکا تو تیمم کیا۔ آبِ مستعمل کی بھی دو قسمیں ہیں۔ رفعِ حدث کے لیے
استعمال کیا گیا ہو یا ازالۂ نجاست کے لیے۔

۱۔ رفعِ حدث میں حدث عام ہے حدثِ اکبر ہو یا اصغر یعنے وضو یا غسل میں استعمال کیے ہوئے پانی کی نسبت حکم
مساوی ہے۔ رفعِ حدث میں وہی پانی مستعمل قرار پائیگا جو وضو اور غسل کے فرض میں پہلی مرتبہ استعمال کیا گیا ہے۔ دوسرے
اور تیسرے مرتبہ کے دھونے کا پانی مستعمل نہیں ہے اس لیے کہ دوسرے اور تیسرے دفعہ کا دھونا سنت ہے اور فرض
نہیں ہے۔ پانی کے قلیل اور قلتین سے کم ہونے کی قید ہے۔ پانی اگر قلتین یا اس سے زیادہ ہے تو وہ پانی بھی باوجود
استعمال مستعمل نہیں کہلاتا۔

۲۔ ازالۂ نجاست میں جو پانی استعمال کیا جائے وہ پاک ہے مگر دوسری چیز کو پاک نہیں کر سکتا۔ نجاست کی قید
میں خفیف اور معفو عنہا نجاست بھی شامل ہے خفیف نجاست جس کا دھونا واجب نہیں ہے اس کے دھونے میں بھی

ہونے کے بعد اس کے زوال سے کوئی نتیجہ نہیں جب تک کہ پانی کی مقدار قلیل ہے۔

غیر مرئی نجاست۔ ایسی نجاست جو نظر نہ آسکے مستثنیٰ ہے اس لیے کہ اس سے احتراز دشوار ہے۔ غیر مغلظہ کی قید نہیں ہے صرف قلت کی شرط ہے مغلظہ نجاست بھی اتنی قلیل مقدار میں ہو کہ نظر نہ آسکے تو معاف ہے۔ نظر کا معیار معمولی بینائی کی قوت ہے! اس کی مثال وہ نجاست ہے جو مکھی وغیرہ کے پاؤں سے منتقل ہو یا جانور کی دُم یا بالوں کے ہلانے سے آلگے۔

دھواں جو نجاست کے جلنے سے پیدا ہو مستثنیٰ ہے۔ دھویں کی شرط ہے نجاست کے بخارات خارج ہو جاتے ہیں جو آگ کی وساطت کے بغیر اٹھتے ہیں اور پاک ہیں۔ گوز بھی بخارات میں داخل ہے۔

بال قلیل مقدار میں غیر ماکول جانور کے پاک ہیں بشرطیکہ وہ جانور مغلظہ نہ ہو۔ سواری کے جانور کے بال کثیر مقدار میں بھی مستثنیٰ ہیں۔

گوبر، مینگنی اور جگالی جو جانور سے سواری، دودھ دوہنے اور دیگر کام لینے میں لاحق ہو معاف ہے۔ عام حکم یہ ہے کہ جس نجاست سے احتراز دشوار ہے وہ معاف ہے۔

قُلّتین۔ پانی کثیر مقدار میں قلتین یا اس سے زیادہ ہو اور نجاست کی شرکت یا مخالطت یا اتصال کی وجہ سے اس میں تغیر پیدا ہو گیا ہو تو نجس ہے۔ تغیر کی کمی اور زیادتی برابر ہے، مگر شرط یہ ہے کہ محض پانی ہو اگرچہ کہ مستعمل ہو۔ پانی کے سوائے دوسری رقیق چیزیں اس حکم سے خارج ہیں اس لیے کہ یہ چیزیں باوجود قلتین کی مقدار میں ہونے اور باوجود تغیر نہ پیدا ہونے کے بھی نجاست سے اتصال ہوتے ہی نجس ہو جاتی ہیں اور غیر طاہر اور غیر مطہر ہیں۔ قلتین کا حکم مبنی ہے ترمذی کی حدیث پر اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ۔ جب پانی قلتین ہو تو نجس نہیں ہوتا یعنی نجاست کے اثر کو زائل کر دیتا ہے۔ دوسری حدیث جس کی روایت ترمذی اور دیگر محدثین نے کی ہے یہ ہے۔ اَلْمَاءُ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ۔ پانی کو کوئی شئی نجس نہیں کر سکتی۔ تغیر کی قید کی وجہ سے وہ پانی پاک ہے جس میں تغیر نہیں ہوا! اس لیے کہ کثیر مقدار کا پانی محض نجاست کے اتصال سے نجس نہیں ہوتا۔ پانی کی مقدار کی بابت شبہ ہو کہ قلتین ہے یا قلتین سے کم، تو صحیح رائے یہ ہے کہ پانی نجس نہیں ہے۔ اگر تغیر حسی یا تقدیری حقیقت میں اس طرح زائل ہو جائے کہ گویا کچھ نہ ہوا تھا جیسا کہ طول مکث (دیر تک رہنے) سے یا دوسرے پانی کے ملانے سے یا نجاست کے نکال دینے سے تغیر رفع ہو جائے اور پانی قلتین رہے تو پاک ہو گا۔

قلتین تثنیہ کا صیغہ ہے جس کے معنی دو قلّے کے ہیں۔ قلّہ ایک ایسے بڑے گھڑے کو کہتے ہیں جس کو قوی آدمی اٹھا سکتا ہے۔ قلتین پانسو رطل بغدادی، ۶۴۶۳ رطل مصری اور ۱۰۷ رطل دمشقی کے مساوی ہے۔ نووی کا قول ہے کہ رطل بغدادی ۱۲۸ درہم، رطل مصری ۱۴۴ درہم کے برابر ہے۔ ہندوستان کے حساب سے قلتین کا وزن دو سو دو سیر تولے ہے۔ پیمائش میں سوا ہاتھ مکعب۔ یعنی طول، عرض اور عمق ہر ایک میں سوا ہاتھ۔ مدور شکل میں قطر میں ایک ہاتھ اور عمق میں ڈھائی ہاتھ اور

حدیث ترمذی یہ ہے۔ اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ۔ جب پانی قلتین کی مقدار میں ہو تو نجس نہ ہوگا۔ اس معنی کا نقیض یہ ہے کہ جب پانی قلتین کی مقدار میں نہ ہو تو نجس ہوگا۔ حدیث مسلم یہ ہے۔ اِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهٖ فَلَا يَغْمِسْ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ اَيْنَ بَاتَتْ يَدُهٗ۔ اگر تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو تین مرتبہ ہاتھ دھوئے بغیر پانی کے برتن میں ہاتھ نہ ڈبوئے اس لیے کہ وہ نہیں جانتا کہ رات میں اس کا ہاتھ کہاں رہا تھا۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ پانی میں تغیر کی قید ہی نہیں ہے۔ پانی میں نجاست کی تحلیل لازم نہیں ہے، بغیر تحلیل کے بھی پانی نجس ہو جاتا ہے۔ نجاست کا اتصال کافی ہے۔ نجاست نجس کرنے والی ہو، خفیف اور معفو عنہا (جس کو معاف کیا گیا ہے) نہ ہو۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس قلتین سے کم پانی بھی تغیر کے بغیر نجس نہیں ہوتا۔ آپ کا استدلال اس حدیث پر مبنی ہے کہ اَلْمَاءُ لَا يُنَجِّسُهٗ شَيْءٌ۔ پانی کو کوئی چیز نجس نہیں کر سکتی۔ بلحاظ سہولت اکثر شوافع نے اس پر عمل کیا ہے۔ قلتین سے کمی بطور یقین ہونے کی قید اثباتی ہے اگر کمی کی بد۔ یقین نہ ہو تو پانی نجس نہ ہوگا۔

آبِ جاری کی تجزی اس قیاس پر مبنی ہے کہ وہ بہتا ہے اس کا ایک حصہ آگے دوڑتا ہے اور دوسرا حصہ اس کے پیچھے دوڑتا ہے اور اسی طرح سے پانی بہتا جاتا ہے اس لیے اگرچہ کہ بہتا ہوا پانی احساس میں متصل ہے مگر حکماً منفصل ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ پانی کے بہاؤ میں بلندی اور پستی کا فرق کافی ہو۔ مقام نجاست پر پہنچنے سے قبل پانی نجس نہیں ہوتا اور نجاست پر سے گزرنے کے بعد گزرا ہوا پانی نجس ہو جاتا ہے۔ نجاست پر سے بہنے کے بعد بہتا پانی ایک گڑھے میں جمع ہو جائے اور قلتین یا اس سے زیادہ ہو جائے اور متغیر نہ ہو تو وہ پانی نجس نہیں ہے۔ نجاست پر سے یا نجاست کے ساتھ بہتا ہوا پانی اگر قلتین سے کم مقدار میں ہو اور بہت دور تک قلیل مقدار میں بہتا جائے اور اس کی جملہ مقدار کو قلتین سے بہت زیادہ بھی ہو جائے مگر وہ نجس ہی ہے۔ اسی لیے محمد البحرابادی نے لکھا ہے کہ قلتین اور قلتین سے کم پانی کی نسبت جو احکام ہیں وہی آب رواں کی نسبت ہیں۔ آب رواں اور ایستادہ میں اس بارے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

مستثنیات۔ قلتین سے کم پانی بھی ذیل کے خاص حالات میں نجس نہیں قرار دیا گیا ہے۔

مُردہ غیر خونی جانور۔ ایسے جانور مستثنیٰ ہیں جن کے قتل کرنے یا جن کے کسی عضو کے بحالتِ زندگی کاٹنے پر خون نہ بہتا ہو جیسے مکھی، بچھو، پسّو، کھٹمل اور جوں، پانی یا پتلی چیز میں گر کر مر جائیں تو اس کو نجس نہیں کرتے اس لیے کہ روزمرہ زندگی میں ان سے احتراز دشوار ہے۔ حدیث بخاری میں ہے کہ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِيْ شَرَابِ اَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ كُلَّهٗ ثُمَّ لِيَنْزِعْهُ فَاِنَّ فِيْ اَحَدِ جَنَاحَيْهِ دَاءً وَفِي الْاٰخَرِ شِفَاءً۔ جب مکھی تمہارے پینے کی چیزوں میں گرے تو اس کو پوری طرح ڈبو کر نکال دو اس لیے کہ اس کے ایک پر (بائیں) میں بیماری ہے تو دوسرے میں اس کا علاج۔ مکھی اسی بازو سے گرتی ہے جس میں بیماری ہے اگر پانی وغیرہ میں تھوڑا بھی تغیر پیدا ہو گیا تو نجس ہے۔ تغیر پیدا

ظروف

ظروف ظرف کی جمع ہے اور ظرف برتن کو کہتے ہیں اور ظروف سے کھانے اور پینے کے برتن مراد ہیں۔

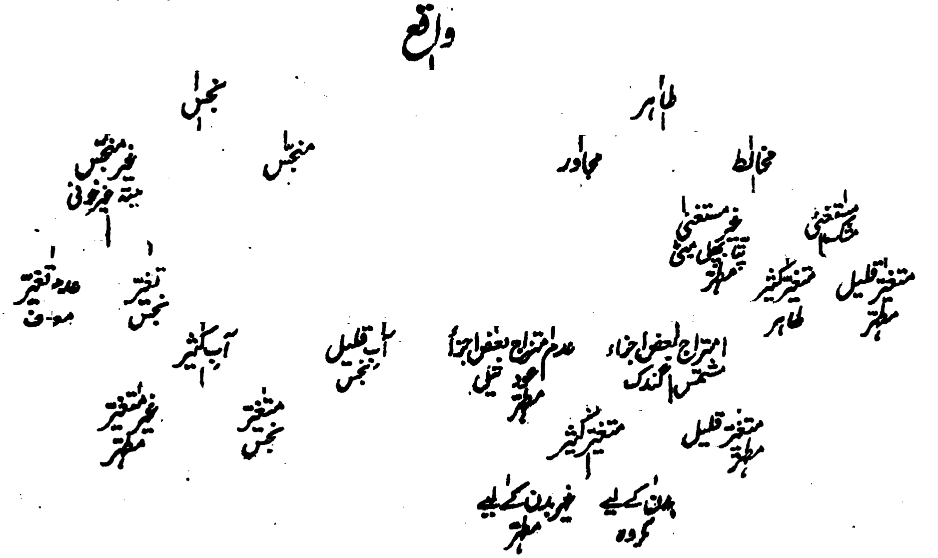
ظروف سونے اور چاندی کے استعمال کرنا جائز نہیں۔ حدیث۔ لَا تَشْرَبُوا فِی اٰنِیَۃِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَلَا تَاْکُلُوْا فِیْ صِحَافِھَا سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیو اور نہ کھاؤ۔ سونے اور چاندی کے برتن اور دوسری چیزیں، ضرورت اور حاجت کے بغیر، عورت یا مرد کے لیے کھانے پینے یا کسی اور طرح استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ اس حکم میں جواز کی نفی کی گئی ہے چونکہ جواز میں کراہت بھی داخل ہے اس لیے متاخرین نے جواز مع الکراہت کی نفی کی تعبیر حرمت سے کی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال صرف ناجائز نہیں بلکہ حرام ہے۔ بلقینی اور دمیری نے اس حکم کی خلاف ورزی کو گناہِ کبیرہ میں داخل کیا ہے اور اذرعی نے گناہِ صغیرہ سے تعبیر کیا ہے۔ قولِ آخر معتمد ہے۔ داؤد الظاہری نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قولِ قدیم پر اعتماد کرتے ہوئے کراہتِ تنزیہی میں شمار کیا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ حرمت کھانے پینے کے استعمال میں ہے نہ کہ اس کے سوائے۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ کھانے اور پینے کا ذکر خاص طور پر اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ برتنوں کے استعمال کی ایک عام صورت ہے ورنہ کھانے پینے میں کوئی تخصیص نہیں۔ چاندی اور سونے کے برتن کا استعمال کسی صورت بھی جائز نہیں ہے۔ حرمت دو وجوہ پر مبنی ہے! اسراف سے روکا جائے اور اُمراء کو غُرباء پر تفاخر کے اظہار کا موقع نہ دیا جائے۔ حرام سے مراد استعمال کی ممانعت ہے نہ کہ اصل کھانے اور پینے کا فعل۔ اسی اصول پر ایسے برتنوں سے ماکول اور غیر ماکول اشیاء کا نکال کر استعمال کرنا حلال ہے۔ سونے اور چاندی سے استعمال کی اشیاء کا بنانا، رکھنا، کرایہ پر دینا اور مالِ تجارت کی طرح رکھنا بھی حرام ہے۔ اس کے خلاف حنفیہ کا قول ہے کہ استعمال کو حرام قرار دیا گیا ہے نہ کہ بنانے اور رکھنے کو۔ برتن کے بڑے یا چھوٹے ہونے سے اس کی حرمت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ سونے چاندی کی دانت خلال، عود دان یا گلاب پاش کا بھی استعمال حرام ہے۔ حنفیہ میں قہوہ کے برتنوں کی حد تک جواز کی رائے دی گئی ہے۔ عدمِ حاجت کی قید سے وہ صورت خارج ہو جاتی ہے جبکہ حاجت ہو اور طبیب نے اس کے استعمال کی ضرورت ظاہر کی ہو۔ اس اصول کے تحت آنکھوں کی روشنی کے حصول کے لیے سونے اور چاندی کی کاڑی سے سرمہ لگانے کی اجازت ہے۔ حرمت کا حکم عورتوں پر بھی حاوی ہے اس لیے کہ ان اشیاء سے عورتوں کی زینت نہیں ہو سکتی۔ زیورات کی زینت کی نسبت علیحدہ حکم ہے۔ سونے اور چاندی کے مفرد یا مرکب اجزاء کا بطورِ دوا و علاج استعمال کرنا جائز ہے۔ صراحت کے ساتھ موتی کے کھانے کی اجازت دی گئی ہے حالانکہ وہ بعض صورتوں میں سونے سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ چھت، فرش اور دیوار کی تمویہ یعنی سونے اور چاندی سے آراستگی حرام ہے۔ کعبہ اور مسجد کو بھی سونے اور چاندی سے زینت دینا حرام ہے۔ غلافِ کعبہ میں بھی سونے اور چاندی کے تار لگانا

مثلث شکل میں ڈیڑھ ہاتھ طول میں ڈیڑھ ہاتھ عرض میں اور دو ہاتھ عمق میں ہوگا۔ سوا ہاتھ مکعب کا حساب یہ ہے۔ سوا ہاتھ کے ۲۲ ½ انچ ہوتے ہیں اور ساڑھے ۲۲ ½ انچ مکعب کا رقبہ ۱۱۳۹۰.۶۲ اور اس کے مکعب فٹ ۶.۵ ہوتے ہیں۔ اور ایک مکعب فٹ پانی کا وزن ۶۲.۵ پونڈ ہوتا ہے اور ۶.۵ مکعب فٹ کا وزن ۴۰۶.۲۵ پونڈ یعنی ۲۰۳ سیر دس تولے ہوتا ہے۔

آبِ مغصوب و مسبّل ۔ وہ پانی جو پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے لیکن اس کا استعمال حرام ہے جیسا کہ مغصوب (چھینا ہوا) پانی اور مسبّل وہ پانی جو بطور سبیل پینے کے لیے رکھا گیا ہے۔ یہ ہر دو پانی طاہر اور مطہر ہیں مگر ان کا استعمال حرام ہے۔

خلاصہ - ۱ - پانی کا استعمال فرض میں واجب ہے نفل میں مندوب ہے مغصوب اور مسبّل ہو تو حرام ہے مشمس ہو تو مکروہ ہے آبِ زمزم ہو تو ازالۂ نجاست میں خلافِ اولیٰ ہے اور جس پانی کا استعمال یا ترکِ استعمال مطلوب ہو اس کا استعمال مباح ہے۔

خلاصہ - ۲ - جو چیزیں پانی میں واقع (گریں) ہوں دو قسم کی ہوسکتی ہیں۔ طاہر ہونگی یا نجس۔ طاہر چیزیں مخالط ہونگی یا مجاور پھر طاہر چیزوں کی دو قسمیں ہیں۔ ان سے پانی مستغنی ہوگا یا نہ ہوگا۔ مستغنی ہونے کی صورت میں تغیر کم ہوا ہوگا یا زیادہ۔ کمی تغیر میں کوئی مضایقہ نہیں اور زیادتی تغیر میں نجس ہے۔ غیر مستغنی ہونے کی صورت میں تغیر کی زیادتی بھی معاف ہے مجاور اشیاء کی دو قسمیں ہیں۔ اس کے اجزاء پانی میں شریک ہوئے ہوں جیسا کہ مشمس۔ اگر ان اجزاء کی شرکت سے قلیل تغیر ہوا ہو تو مضایقہ نہیں اور اگر تغیر کثیر ہوا ہو تو جائز نہیں۔ اگر مجاور کے کوئی اجزاء پانی میں شریک نہ ہوئے ہوں جیسا کہ عود اور تیل تو مضایقہ نہیں۔ نجس کی دو قسمیں ہیں۔ منجس یعنی نجس کرنے والی ہونگی یا غیر منجس۔ غیر منجس کی مثال وہ مردہ جانور ہے جس میں خون نہیں ہوتا یا وہ نجاست جو نظر نہ آسکے یا جس سے احتراز دشوار ہے اس کے بعد نجس منجس ہو تو پانی کی مقدار دیکھی جائیگی۔ اگر پانی قلیل ہو تو محض اتصالِ نجاست سے نجس ہوجائیگا اگرچہ کہ بہتا پانی ہو اور اگرچہ کہ تغیر نہ ہوا ہو۔ اگر پانی کی مقدار کثیر ہو تو نجس نہ ہوگا جبتک کہ تغیر نہ ہو۔ سہولت کے لیے شجرہ کی شکل میں بھی اس کو درج کیا جاتا ہے۔



دونوں میں امت کے مردوں پر حرام ہیں اور عورتوں کے لیے جائز ہیں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ریشم کی تحریم میں یہ حکمت ظاہر کی ہے کہ اس کی ملائمت اور نزاکت میں ایک قسم کا زنانہ پن ہے جو مردانہ صفات کے خلاف ہے۔ حرمت کے درجہ کی نسبت اختلاف ہے۔ اس حکم کی خلاف ورزی گناہِ صغیرہ میں داخل ہے، بعض کے نزدیک گناہِ کبیرہ ہے۔ لباس کی تخصیص نہیں ہے۔ ریشمی کپڑے کے استعمال سے عام طور پر مردوں کو منع کیا گیا ہے۔ اس کا فرش اور تکیہ بھی حرام ہے۔ ریشمی کپڑے کے اوپر اگر کوئی دوسرا کپڑا ڈالا جائے تو حرمت رفع ہو جاتی ہے۔ ریشمی کپڑے کی چھت، خیمہ یا شامیانہ بھی ممنوع ہے۔ ریشمی مچھردان کے اندر سونا بھی حرام ہے۔ عورت کے ساتھ بھی مرد ریشمی کپڑے کا استعمال نہیں کر سکتا۔ ریشمی کپڑے سے دیوار کو زینت دینا یا اس کو چوپایہ پر ڈالنا بھی ممنوع ہے۔ ریشمی کپڑے پر کتابت بھی حرام ہے۔ ریشم کی قید کی وجہ سے روئی، اُون اور بال اس سے خارج ہیں اور ان سے بنا ہوا کپڑا کتنا ہی گراں قیمت کیوں نہ ہو، حرام نہیں ہے۔ رنگ کی کوئی قید نہیں ہے۔ سرخ، زرد، سبز اور سیاہ رنگ کے کپڑے اور ان رنگوں کے دھاری دار کپڑے استعمال کیے جا سکتے ہیں ان میں نہ حرمت ہے اور نہ کراہت۔ اختیار کی قید ہے جبکہ ریشمی کپڑے کے پہننے کے لیے کوئی خاص ضرورت یا حاجت نہ ہو۔ ضرورت اور حاجت کی حالت میں استعمال جائز ہے۔ جنگ کی ضرورت بھی اس میں شامل ہے جبکہ دوسری کوئی چیز اس کے قائم مقام نہ مل سکے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن ابن عوف کو ریشمی کپڑا پہننے کی اجازت دی تھی۔ ریشمی کپڑے کا غلاف کعبہ کے لیے استعمال کرنا یا انبیاء علیہم السلام کی قبور پر ڈالنا جائز ہے۔ بشرطیکہ اس میں سونا یا چاندی نہ ہو۔ بعض نے اولیاء اللہ کی قبروں کو بھی اس استثناء میں داخل کیا ہے۔ قرآن مجید کو ریشمی تھیلی میں رکھنا جائز ہے لیکن اس تھیلی کی ڈوری اور پیش قبض یا ترازو اور کنجیوں اور تسبیح کی ڈوری کی نسبت اختلاف ہے۔

عورت کے لیے ریشمی کپڑے کا استعمال جائز ہے، پہن سکتی ہے، اوڑھ سکتی ہے اور بچھا سکتی ہے۔ سونے اور چاندی کے تار اور کلابتو کے ساتھ بنے ہوئے کپڑے یا کارچوب کا کام کیے ہوئے کپڑے کا لباس اپنی زینت کے لیے عورت پہن سکتی ہے مگر فرش میں یا اوڑھنے میں استعمال نہیں کر سکتی۔ ولی کے لیے جائز ہے کہ کم سن لڑکے کو سن بلوغ تک ریشم کا لباس پہنائے۔ رملی کا قول ہے کہ جو چیز عورت کے لیے جائز ہے بچے اور مجنون کے لیے جائز ہے ورنہ رافعی نے صرف عید کے دن کی حد تک اس کے استعمال کو جائز قرار دیا ہے۔

کپڑے میں ریشم کے ساتھ سوت یا اُون ملا ہوا ہو اور ریشم کی مقدار غالب نہ ہو تو جائز ہے۔ ریشم غالب ہو تو حرام ہے۔ اگر ریشم کی زیادتی کی نسبت شک ہو تو رملی کا قول ہے کہ حرام ہے بخلاف ابن حجر کے۔ اگر ریشم کم ہو اور غیر ریشم زیادہ ہو یا دونوں مساوی ہوں تو جائز ہے۔ زیادتی اور کمی کا معیار وزن ہے نہ کہ ظاہری نمائش۔ اطلس میں بظاہر ریشم زیادہ نظر آتا ہے مگر اس میں سوت کی مقدار زیادہ ہے اس لیے جائز ہے۔

اور مزرکش کرنا حرام ہے بلقینی نے شعایر اسلام کی عظمت کے اظہار کے لیے اس کو جایز قرار دیا ہے۔ برتنوں کے گوشوں کے جوڑ، بند، کناروں اور پیندے وغیرہ میں سونے کا استعمال قطعاً حرام ہے۔ برتنوں کے جوڑ میں کثیر چاندی زینت کے لیے دی جائے تو حرام ہے اور اگر ضرورت کی وجہ سے دی جائے تو کراہت کے ساتھ جایز ہے۔ قلیل مقدار میں زینت کے لیے دی جائے تو مکروہ ہے اور اگر ضرورت پر ہو تو اس میں کراہت نہیں اور مباح ہے۔ چاندی کے سکوں کا برتنوں میں جڑنا بھی اس حکم کے تابع ہے۔

بخاری نے اعصم احول سے روایت کی ہے کہ اعصم احول نے انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک پیالہ دیکھا تھا جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پانی نوش فرماتے تھے۔ یہ پیالہ خوشبودار لکڑی سے بنا ہوا اور بڑا تھا جس کے طول سے عمق زیادہ تھا ترک جانے کی وجہ سے اس کو چاندی کے تار سے باندھا گیا تھا۔ انس نے بیان کیا ہے کہ انھوں نے اس قدح سے کئی مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی پلایا تھا۔ یہ قدح نضر بن انس کی میراث سے آٹھ لاکھ درہم میں خرید اگیا۔ بخاری نے اس قدح کو بغداد میں دیکھا اور اس میں پانی پیا تھا۔

سونے اور چاندی کے علاوہ دیگر طاہر دھاتوں لوہے، تانبے، پیتل وغیرہ اور حجری اشیاء یاقوت، زبرجد، مرجان، عقیق اور بلور کے برتنوں وغیرہ کا استعمال جایز ہے۔ طاہر کی قید سے نجس اشیاء خارج ہو جاتی ہیں اور ان کا استعمال ایسے کام میں حرام ہے جس میں تنجیس ہو جاتی ہے جیسا کہ میتہ کے چمڑے میں تھوڑا پانی یا کوئی رقیق چیز رکھی جائے تو نجس ہو جائیگی مظروف خشک چیز ہو تو صرف کراہت ہے۔ یہاں نجس سے مراد غیر مغلظ ہے اس لیے کہ نجس مغلظ کا استعمال مطلقاً حرام ہے۔

ظروفِ غیر مسلم۔ ایسے مشرکین کے برتن کا استعمال جایز ہے جو نجاست کو بطورِ عبادت استعمال نہیں کرتے۔ ان کے برتن مسلمانوں کے برتن کا حکم رکھتے ہیں۔ اس کی مثال اہلِ کتاب ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشرکہ عورت کی مشک سے وضو کیا تھا۔ ایسے مشرکوں کے برتن کے استعمال کی نسبت جو بطورِ عبادت نجاست کو استعمال کرتے ہیں اختلاف ہے لیکن قول راجح یہ ہے کہ اس کے استعمال میں صرف کراہت ہے اور پھر پانی کے برتن کی نسبت کراہت میں خفت بھی ہے۔ یہی وجہ اس شخص کے برتن کی نسبت بھی ہیں جو شراب نوشی میں مداومت کرتا ہے۔ اصلیت کا لحاظ کرتے ہوئے برتنوں کے استعمال کی نسبت اصح رائے جواز کی ہے اور کراہت بعلتِ عادات پیدا ہوئی ہے۔

لباس

مرد کے لیے ریشمی لباس حرام اور عورت کے لیے جایز ہے۔ حذیفہ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حریر اور دیباج کے پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ حریر اور دیباج ریشم کی اقسام ہیں۔ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ میں ریشمی کپڑے کا ٹکڑا اور بائیں ہاتھ میں سونے کا ٹکڑا لیا اور فرمایا۔ هٰذانِ حَرَامٌ عَلٰی ذُکُورِ اُمَّتِی حِلٌّ لِاِنَاثِهِم۔ یہ

ہیں۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم پر ایسی سختی نہ عاید کر جیسی کہ اہلِ یہود پر عاید کی تھی۔ وہ سخت احکام جو اہلِ یہود پر عاید کیے گئے تھے اور جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا کہ "مال کا چوتھائی حصہ دیا جائے۔ جس کے کپڑے کو نجاست لگے اس کو قطع کر دیا جائے۔ اور جس نے گناہ کی اور صبح ہوئی تو اس کی گناہ اس کے دروازے پر لکھی ہوئی پائی گئی"۔ اسی طرح دوسری شریعتوں میں بھی سخت اور شدید احکام نافذ کیے گئے تھے اور ان کے ارتفاع کے لیے مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کی دعا قبول کی اور رعایت اور خفت مدِّ نظر رکھتے ہوئے احکام میں ترمیم کی جس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (۲۲-۷۸) تم پر دین میں کوئی مشکل نہیں رکھی۔

نجاست کے معنی شئے قذر یعنی مکروہ و غلیظ چیز کے ہیں اور اس معنی میں بلغم، رینٹھ اور منی بھی داخل ہیں۔ اور شرع میں ہر اس عینِ شئ کو نجاست کہتے ہیں جس کا کھانا پینا حرام قرار دیا گیا ہے مطلقاً، اختیار کی حالت میں، سہولتِ تمیز کے ساتھ، اس کے احترام یا استقذار یعنی غلیظ سمجھے جانے کی وجہ سے نہیں اور نہ اس وجہ سے کہ وہ بدن یا عقل کو ضرر پہنچاتی ہے۔ اس شرعی تعریف سے بلغم، رینٹھ اور منی جیسی طاہر اشیاء خارج ہو جاتی ہیں جو لغوی معنی میں شامل تھے۔ عینِ شئ کی قید کی وجہ سے بدبو، بخارات اور گوز (ریح) جیسے عوارضات جو نجاست سے پیدا ہوتے ہیں نجاست سے خارج ہیں۔ کھانے اور پینے کی قید نہیں ہے دوسری ضروریات کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ نجاست تھوڑی ہو یا بہت دونوں صورتوں میں حرام ہے۔ البتہ وہ اشیاء خارج ہو جاتی ہیں جن کی قلیل مقدار مباح ہے جیسے نباتاتِ سمیہ، بھنگ، افیون، حشیش (گانجہ) وغیرہ۔ اختیار کی قید سے مجبوری کی صورت خارج ہو جاتی ہے۔ مجبوری نجاست کے تناول و استعمال کو بھی مباح کر دیتی ہے۔ سہولتِ تمیز کی قید سے میوے اور پنیر وغیرہ کے مرے ہوئے کیڑے خارج ہو جاتے ہیں۔ میوے اور پنیر کا ان کیڑوں کے ساتھ کھانا مباح ہے۔ احترام سے مراد اخلاقی احترام اور تعظیم ہے نہ کہ تحریم شرعی اور اس قید سے آدمی کی میت نجاست سے خارج ہو جاتی ہے۔ میت میں کافر اور مرتد کی میت بھی داخل ہے۔ استقذار کی قید سے بلغم اور رینٹھ اور منی نجاست سے خارج ہیں لیکن ان کا تناول حرام ہے۔ منی کے حکم میں جملہ حیوانات کی منی شامل ہے سوائے کتے وغیرہ کے۔ ضرر کی قید سے وہ جمادات اور نباتات جو بدن یا عقل کو ضرر پہنچاتے ہیں خارج ہیں جیسا کہ پتھر، مٹی، جڑی بوٹی، ساگ پات کی مختلف اور زہریلے اقسام جو بدن یا عقل کو ضرر پہنچاتی ہیں۔

مایع جو دونوں راستوں سے خارج ہو نجس ہے سوائے منی کے۔ مایع سے مراد ہر ایک ملائم یا پتلی چیز جو عام طور پر خارج ہو جیسا کہ پیشاب یا پاخانہ اور بعض طور پر خارج ہو جیسا کہ مذی اور ودی اور نادر طور پر خارج ہو جیسا کہ خون اور پیپ۔ یہ نجس ہیں۔ منی میں آدمی اور حیوان کی منی شامل ہے اور طاہر ہے مگر سور وغیرہ کی منی مستثنیٰ نہیں ہے اور نجس ہے۔ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استنجے کے لیے دو ڈھیلے اور ایک گدھے کی لید کا ٹکڑا لایا گیا۔ آپ نے ڈھیلے تو لے لیے اور لید کی نسبت کہا هٰذَا رِكْسٌ۔ یہ نجس ہے۔ دوسری حدیث یہ ہے کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کیا تو آپ نے

زیورات

مرد کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننا حرام ہے۔ سونے کی مقدار کی کمی اور زیادتی حرمت میں یکساں ہے۔ ناک، دانت اور انگلی سونے کی لگانا جائز ہے۔ جنگِ کُلاب میں عرفجہ بن سعد رضی اللہ عنہ کی ناک کٹ گئی تھی اور انھوں نے چاندی کی ناک بناکر لگائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی ناک بناکر لگانے کا حکم دیا۔ ناک پر قیاس کرتے ہوئے انگلی اور دانت کی [illegible] جواز کا حکم دیا گیا۔ سونے کی قید کی وجہ سے چاندی خارج ہے۔ چاندی کی انگوٹھی مرد کے لیے جائز ہے بلکہ مسنون ہے لیکن چاندی کی مقدار ایک مثقال یعنی چار ماشے چار رتی سے زیادہ نہ ہو۔ افضل یہ ہے کہ انگوٹھی داہنے ہاتھ کی خنصر یعنی چھوٹی انگلی میں پہنی جائے۔ سونے اور چاندی کے سوائے دیگر دھاتوں کی انگوٹھی وغیرہ پہننا مرد کے لیے مطلق طور پر بغیر مقدار کی قید کے جائز ہے۔ مرد کے لیے تلوار، نیزہ وغیرہ ہتیاروں کو چاندی سے آراستہ کرنا اس حد تک جو اسراف نہ ہو جائز ہے اور زین اور لگام کو چاندی لگانا جائز نہیں ہے۔

عورت کے لیے سونے اور چاندی کے زیورات کا پہننا جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اسراف نہ ہو۔ مثال کے طور پر پازیب کا وزن دو سو مثقال یعنی پچھتر تولے سے زیادہ نہ ہو۔ سونے اور چاندی کی تاروں اور کلابتو سے تیار کی ہوئی چیزیں بھی عورت اپنی زینت کے لیے استعمال کر سکتی ہے۔ قرآن مجید کو چاندی کے ورق سے زینت دینا مرد اور عورت دونوں کے لیے جائز ہے اور سونے کے ورق سے زینت دینا صرف عورت کے لیے جائز ہے۔ مرد اور عورت دونوں سونے سے قرآن مجید لکھ سکتے ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

نجاست

نجاست کے ازالہ کے طریقوں کو سمجھنے سے پیشتر نجاست کی ماہیت سے واقف ہونے کی ضرورت ہے، اس کے بعد اس کے ازالہ کے طریقے جو شریعت سے مقرر کیے گئے ہیں آسانی سے سمجھ میں آسکیں گے۔ نجاست کا زائل کرنا واجب ہے جس کی تفصیل آیندہ آئیگی۔ یہاں صرف اس قدر ظاہر کرنا مقصود ہے کہ پانی کے ذریعہ نجاست کا ازالہ اُمتِ محمدی اور اسلام کی خصوصیات میں سے ہے ورنہ بعثتِ اسلام سے قبل یہ عمل تھا کہ جسمِ حیوانی کے علاوہ دوسری صورتوں میں نجاست کا ازالہ اسی صورت میں ہو سکتا تھا جبکہ اس مقام کو قطع کر دیا جائے جہاں نجاست لاحق ہوئی۔ آیت۔
رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا (۳/۸) اے پروردگار ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا کہ تم نے ہم سے قبل دوسرے لوگوں پر ڈالا تھا۔ خازن نے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں دوسرے لوگوں سے مراد یہود

اس کے خون کی طرح نجس ہے۔ غیر ماکول کے حکم سے آدمی کا دودھ مستثنیٰ اور پاک رہا ہے۔ ماکول جانور کا دودھ پاک ہے آیت لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِّلشَّارِبِينَ (۱۶/۱۵) دودھ خالص اور لذیذ پینے والوں کے لیے۔ شروع آیت میں صراحت ہے کہ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ یعنی دودھ فضلہ اور خون کے درمیان پیدا ہوتا ہے سبکی کا قول ہے کہ دودھ شہد سے بہتر ہے اور رملی کا قول ہے کہ گوشت دودھ سے بہتر ہے۔ حدیث۔ سَيِّدُ أُدُمِ أَهْلِ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ اللَّحْمُ۔ دنیا اور آخرت کے لوگوں کے سالنوں میں سب کا سردار گوشت ہے۔ وافضلُ طَعامِ الدُّنيا والآخِرَةِ اللَّحْمُ۔ دنیا اور آخرت کی غذاؤں میں سب سے افضل گوشت ہے۔ سیوطی نے لکھا ہے کہ گوشت کی غذا میں قلب کے لیے فرحت ہے۔ غزالی کا قول ہے کہ چالیس دن گوشت کی مداومت قلب کو سخت کرتی ہے اور چالیس دن مسلسل گوشت کا ترک کرنا سوء خلق پیدا کرتا ہے۔

کم سن لڑکے کا پیشاب جو غذا کے طور پر کھاتا پیتا نہ ہو مستثنیٰ ہے اور خلیل۔ شربینی کا قول ہے کہ نجاستِ مخففہ ہے اس کے استثناء کی چار شرطیں ہیں۔ صرف پیشاب کی قید ہے۔ پاخانہ، خون، پیپ اور قئے اس سے خارج ہیں۔ پیشاب لڑکے کا ہو لڑکی کا نہ ہو۔ لڑکی خارج ہے اور لڑکی کا پیشاب معاف نہیں ہے۔ لڑکا بطور غذا کے کھانا نہ کھاتا ہو اگر کوئی چیز یوں ہی خالی کھالیا ہو جیسا کہ کھجور یا کوئی سفوف یا دوا تو یہ غذا کی تعریف میں داخل نہ ہونگے۔ کھانا بطور غذا کے ایک مرتبہ بھی کھالے تو استثناء سے خارج ہوگا۔ چنانچہ روضہ میں لکھا ہے کہ سوائے دودھ کے نہ کھایا ہوا ور نہ پیا ہو۔ دودھ عام ہے ماں کا ہو یا دایہ کا۔ عمر دو سال قمری سے کم ہو زیادہ نہ ہو شیخ سلطان کا قول ہے کہ بچے کے پیشاب پر پانی چھڑکنا جس کو رش کہتے ہیں ایک رخصت ہے اور رخصت حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ یقین نہ ہو۔

کوئی نجاست تھوڑی سی خون اور پیپ کے سوائے معاف نہیں ہے۔ نجاست کی نسبت عام حکم یہ ہے کہ معاف نہیں ہے اور اگر نجاست بدن یا لباس پر ہو تو نماز صحیح نہیں ہو سکتی۔ قلیل مقدار میں خون اور پیپ جو بدن یا لباس پر ہو اس حکم سے مستثنیٰ ہے اور معاف ہے اس کے ساتھ نماز ہو سکتی ہے۔ نجاست سے مراد نجاست متوسطہ ہے۔ نجاستِ مغلظہ یعنی کتے اور سور وغیرہ کی نجاست اس سے خارج ہے اور معاف نہیں ہے۔ نجاست سے مراد مرئی اور نظر آنے والی نجاست ہے۔ غیر مرئی اور نظر نہ آنے والی نجاست اس قسم سے خارج ہے۔ خون اور پیپ تک محدود نہیں ہے بلکہ ہر قسم کی ریزش جو پھوڑے پھنسی، دمبل اور زخم وغیرہ سے برآمد ہو داخل ہے۔ اجنبی کا خون یا پیپ وغیرہ صرف خفیف مقدار میں معاف ہے۔ مچھر، پسو اور کھٹمل وغیرہ کا خون معاف ہے۔

بال قلیل مقدار میں غیر ماکول جانور کے پاک ہیں بشرطیکہ وہ جانور نظر آتا نہ ہو۔ مرکوب یعنی سواری کے جانوروں کے بال کثیر مقدار میں بھی مستثنیٰ ہیں۔

گوبر مینگنی اور جگالی بھی جو جانور سے سواری، دودھ دھونے اور دیگر کام لینے میں لگ جائیں معاف ہیں۔ عام حکم یہ ہے کہ جس نجاست سے احتراز دشوار ہو وہ معاف ہے۔

غیر مرئی نجاست ایسی نجاست جو نظر نہ آسکے مستثنیٰ ہے اس لیے کہ اس سے احتراز دشوار ہے۔ غیر مرئی نجاست میں مغلظہ غیر

فرمایا۔ صُبُّوا عَلَیْہِ ذَنُوْبًا۔ اس پر ایک ڈول پانی ڈال دو یعنی عین کے زایل ہونے کے بعد۔ ان احادیث کی بناء پر بول و براز کو نجس قرار دیا گیا۔ علاج کے لیے اگر طاہر چیز نہ مل سکے تو نجس چیز کا استعمال بھی جائز ہے۔ لَمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ شِفَاءَ اُمَّتِیْ فِیْمَا حُرِّمَ عَلَیْھَا اللہ تعالیٰ نے اس چیز میں جو حرام کی گئی ہے میری اُمت کے لیے شفاء نہیں رکھی ہے اس حدیث میں شراب کی طرف اشارہ ہے اور وہ بھی جبکہ خالص ہو لیکن اس میں آمیزش کر کے دوا کے طور پر استعمال کیا جائے تو جائز ہے۔ آمیزش سے مراد یہ ہے کہ شراب میں جو شدت طرب (خوشی) ہے اس کا ازالہ کیا جائے۔

مایع کی قید سے ریح (گوز) اور کرم (کیڑے جو مبرز سے نکلتے ہیں) خارج ہیں اور نجس نہیں ہیں۔ بیج وغیرہ جیسی سخت چیز جس کو معدہ ہضم نہیں کیا اور برآمد ہو نجس نہیں ہے بلکہ متنجس ہے اور دھونے سے طاہر ہو جاتا ہے۔ انڈا جو زندہ یا ذبح شدہ مرغی سے نکلا طاہر ہے اگرچہ اس کا چھلکا سخت نہ ہوا ہو۔ پاخانہ، لید، اور مینگنی وغیرہ نجس ہیں پیشاب اور پاخانہ کے راستے کی قید سے وہ اشیاء جو کسی دوسری راہ سے نکلیں طاہر ہیں سوائے قئے کے جو معدے کو پہنچنے کے بعد خارج ہو اور اگرچہ متغیر نہ ہوا ہو نجس ہے۔ شہد اس سے مستثنیٰ اور طاہر ہے۔ سوئے ہوئے آدمی کے منہ سے جو لعاب نکلے وہ بھی طاہر ہے۔ لیکن صفرا جو معدہ سے نکلے نجس ہے سوائے اس کے کہ کوئی شخص صفرے میں مبتلا ہو اور ایسی صورت میں معاف ہے۔ بول و براز عام طور پر نجس ہیں، انسان کے ہوں یا حیوان کے، اور حیوان ماکول کے ہوں یا غیر ماکول کے۔ شیخ بیجوری نے لکھا ہے کہ امام مالک رضی اللہ عنہ کے پاس ماکول جانور کا بول و براز بھی طاہر ہے۔ مذی سفید رقیق مادہ ہے جو شہوت کا ہیجان ہونے پر شدت شہوت اور لذت کے بغیر خارج ہوتا ہے۔ مردوں کے مقابلہ میں عورتوں میں اس کا عمل زیادہ ہوتا ہے۔ صحیحین کی حدیث ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کو مذی کثرت سے خارج ہوتی تھی۔ مقداد بن اسود نے اس بارے میں سوال کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مُرْہُ فَلْیَغْسِلْ ذَکَرَہٗ ثُمَّ یَتَوَضَّأْ۔ انکو حکم دو کہ ذکر کو دھوئیں اور پھر وضو کریں۔ ودی سفید گدلا گاڑھا مادہ ہے جو پیشاب کے بعد یا غیر معمولی وزنی چیز کے اُٹھانے پر خارج ہوتا ہے۔ عورت اور مرد کی شرم گاہیں اگر متنجس ہوں اور استنجا ڈھیلے سے کیا گیا ہو تو دھوئے بغیر جماع حرام ہے اور اس عذر کی بناء پر عورت انکار کر سکتی ہے۔ منی کو امام ابو حنیفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہما نے نجاست میں شریک کیا ہے اور امام شافعی اور امام احمد حنبل رضی اللہ عنہما نے اس کو طاہر بتایا ہے لیکن امام شافعی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ ہر ایک طاہر جانور کی منی بھی طاہر ہے۔ منی تازہ ہو یا خشک امام مالک نے اس کو دھونے کا حکم دیا ہے اور امام ابو حنیفہ نے تازہ ہو تو دھونے اور خشک ہو تو رگڑ کر جھاڑ دینے کی رائے دی ہے۔ منی اگرچہ بذاتہ طاہر ہے لیکن اخبار صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض وقت منی کو دھویا تھا اور بعض وقت جھاڑا تھا اور بعض اماموں نے اس کے دھونے کا حکم دیا ہے اس لحاظ سے منی کا دھونا مستحب ہے۔ عورت کی منی بھی پاک ہے منی میں وہ خون بھی شامل ہے جو منی کے مقررہ طریقہ پر خارج ہو۔ منی کی طرح علقہ اور مضغہ بھی نجس نہیں ہیں۔ دودھ طاہر ہے۔ غیر ماکول یعنی گدھی وغیرہ کا دودھ

پینا

مرغ کا انڈا یعنی حیوان پوری کی پوری پاک ہے سوائے اس کے کہ شارع نے کوئی اور حکم دیا ہو۔ حیوان کی طہارت کا عام حکم اس کے زندہ رہنے تک ہے۔

کتا: مسلم کی حدیث ہے۔ طَهُورُ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ إِذَا وَلَغَ فِيهِ الْكَلْبُ أَنْ يَغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ أُولَاهُنَّ بِالتُّرَابِ۔ تم میں سے کسی کے برتن میں کتا پانی پیئے تو اس کو سات مرتبہ دھوکر پاک کرو جس میں ایک مرتبہ مٹی استعمال کرو۔

سوّر: عام جانوروں کی طہارت کے حکم سے کتے کو حدیث کے صاف حکم کی بنا پر مستثنیٰ کیا گیا اور چونکہ سوّر کتے سے زیادہ رذیل جانور ہے اس لیے کتے پر قیاس کرتے ہوئے اس کو بھی نجس قرار دیا گیا اسی طرح وہ تمام جانور جو کتے اور سوّر کی باہمی میل سے یا ان میں سے کسی کے ساتھ دوسرے طاہر جانور کی میل سے پیدا ہوں وہ بھی نجس ہیں۔ نووی کے خیال میں سوّر کے نجس ہونے کے بارے میں کوئی دلیل واضح نہیں ہے اور اعتراض کیا ہے کہ سوّر کا گوشت حرام قرار دینے کے معنی یہ ہیں کہ گوشت نجس ہے اور گوشت کے نجس ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ سوّر بہ حالت زندگی بھی نجس ہو۔ ابن منذر نے کہا ہے کہ سوّر کے نجس ہونے کی نسبت اجماع ہے۔ بغیر ضرر کے خوف کے بھی اس کا قتل مندوب ہے۔ ہر اس کے خلاف حشرات یعنی زمینی کیڑوں میں صرف موذی جانور کا قتل مندوب ہے۔

اختلاف۔ امام مالکؒ کے مذہب اور ابوحنیفہؒ کی ایک روایت کی رو سے سوّر طاہر ہے۔

جزءِ حیوان: جو زندہ حیوان سے قطع کیا جائے مردار ہے سوائے بالوں کے۔ جو ماکول جانور سے کاٹے جائیں اور جن کو فرش لباس اور دیگر کاموں میں استعمال کیا جائے۔ حدیث۔ مَا قُطِعَ مِنْ حَيٍّ فَهُوَ مَيْتَةٌ۔ زندہ سے جو چیز کاٹی جائے وہ میتہ ہے یعنی طہارت اور نجاست میں جزو کا حکم وہی ہے جو اس کے میتہ کا ہے۔ جس حیوان کی میتہ نجس ہے اس کے اجزاء بھی جو زندگی میں کاٹے جائیں نجس ہیں اور جس حیوان کی میتہ طاہر ہے اس کے اجزاء بھی جو زندگی میں کاٹے جائیں طاہر ہیں۔ مچھلی، ٹڈی، آدمی کا جزو طاہر ہے اور گدھے اور بکری کا نجس ہے۔ ماکول کی قید سے گدھا اور بلی خارج ہیں اور ان کے بال نجس ہیں لیکن تھوڑے بال معاف ہیں۔ بالوں میں صوف، وبر اور ریش بھی داخل ہیں۔ آیت۔ وَمِنْ أَصْوَافِهَا وَأَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَا أَثَاثًا وَمَتَاعًا إِلَى حِينٍ (۱۶: ۸۰) ان کے اون، بریوں اور بالوں سے اسباب اور سامان ایک وقت تک۔ یعنے وہ سب بال جو فرش، لباس اور دوسرے کاموں میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ شیخ سلیمان نے سانپ کی کینچلی کو جزو اور نجس ظاہر کیا ہے۔

میتہ پورا نجس ہے سوائے مچھلی، ٹڈی اور آدمی کے جو مرنے کے بعد بھی طاہر ہیں۔ آیت۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ (۵: ۳) مری ہوئی چیز تم پر حرام کی گئی ہے۔ میتہ مرے ہوئے جانور کو کہتے ہیں اور میتہ میں وہ جانور بھی داخل ہے جو ماکول ہو مگر ذبح نہ کیا گیا ہو یا یہ کہ ذبح کیا گیا ہو مگر شرعی طور پر نہیں جیسا کہ ہڈی سے ذبح کیا گیا ہو یا بت پر ذبح کیا ہو یا یہ کہ غیر ماکول جانور کو ذبح کیا گیا ہو۔ غیر ماکول کا ذبح بھی حرام ہے۔ ایسی چیز کی تحریم جو محترم نہیں اور اس میں ضرر ہے اس چیز کی نجاست پر دلالت کرتی ہے۔ میتہ کے نجس ہونے سے اس کے تمام اجزاء یعنی بال، سینگ اور ناخن جو اس کی زندگی میں طاہر تھے اس کے مرنے پر

کی قید نہیں ہے، صرف قلت کی شرط ہے۔ مغلظہ نجاست بھی اتنی قلیل مقدار میں ہو کہ نظر نہ آسکے تو معاف ہے۔ نظر کا معیار معمولی بینائی کی قوت ہے۔ وہ نجاست جو مکھی وغیرہ کے پاؤں سے منتقل ہو یا جانور کے دُم ہلانے سے آگئے معاف ہے۔

وہ حیوان جس میں خون نہ ہو برتن میں گر کر مرجائے تو برتن کو نجس نہیں کرتا۔ حیوان سے مراد ایسا حیوان ہے جس کے قتل کرنے یا جس کے کسی عضو کے زندگی کی حالت میں کاٹنے پر خون نہ بہے جیسے مکھی، مچھر، پسو، کھٹمل اور جوں۔ اس لیے کہ ان سے دورانِ زندگی میں احتراز دشوار ہے۔ سانپ، مینڈک اور چوہا اس سے خارج ہیں۔ اگر ایسے بے خون جانور کثیر مقدار میں کسی چیز میں پائے جائیں اور ان کی وجہ سے تغیر پیدا ہوگیا ہو تو معاف نہیں ہے۔

جماد اور نبات۔ جماد جیسے پتھر مٹی اور نبات جیسے درخت، پھل اور پتا سب پاک ہیں۔ اس لیے کہ یہ چیزیں انسان کے کسی نہ کسی فائدے اور استعمال کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔ آیت۔ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (یعنی) اللہ تعالیٰ نے وہ سب چیزیں تمہارے لیے پیدا کی ہیں جو زمین میں ہیں۔ یہ سب کے سب پاک ہیں سوائے اس کے جس کو شارع نے صاف طور پر نجس ظاہر کیا ہو۔ شراب کی تحریم کی نسبت حدیث ہے۔ كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ خَمْرٍ حَرَامٌ۔ ہر ایک مُسکر خمر ہے اور ہر ایک خمر حرام ہے۔ خمر انگور سے کھینچی ہوئی شراب کو کہتے ہیں مگر یہاں ہر ایک پتلی مُسکر چیز مراد ہے، خواہ کھجور، شکر یا شہد وغیرہ سے بنائی جائے۔ مُسکر کی حقیقت یہ ہے کہ اس میں عقل کا ازالہ ہے اور وہ نجس ہے اگرچہ جامد ہو۔ حشیش (بھنگ) مخدِّر ہے مُسکر نہیں ہے اور طاہر ہے اگرچہ مایع ہو۔ مُسکر میں مایع کی قید نہیں ہے، جامد پر بھی حاوی ہے۔ حدیث مذکور شراب کی حرمت پر دلالت کرتی ہے اور آیت۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ الی رِجْسٌ شراب کی نجاست کی دلیل ہے۔ مُسکر ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کے استعمال سے شدتِ طرب (خوشی و مسرت) پیدا ہو۔ شدتِ طرب کی صفت میں وہ چیز بھی شامل ہے جس کے استعمال سے عقل پوشیدہ ہو جائے یعنی مغلوب و زایل ہو جائے۔ صفتِ اول جامد اور مایع مُسکرات کے لیے عام ہے اور صفتِ دوم شراب کے لیے خاص ہے۔ سلیمان بحیرمی نے لکھا ہے ہر وہ چیز جس میں شدتِ طرب ہو خواہ وہ مایع ہو یا جامد نجس ہے اور جس میں شدتِ طرب نہ ہو خواہ وہ جامد ہو یا مایع طاہر ہے۔

زندہ جانور پورا پاک ہے کتے، سور اور اُن جانوروں کے سوائے جو اِن کی میل سے پیدا ہوں یا ان میں سے کسی ایک اور حیوانِ طاہر کی میل سے پیدا ہوں۔ حیوان سے مراد ہر ایک ذی روح جان دار چیز ہے! اور جو حیوان پاک ہے اُس کی منی، عَلَقَہ اور مُضغہ بھی پاک ہے اور نجس حیوان کی منی، عَلَقَہ اور مُضغہ بھی نجس ہے۔ حمل قایم ہونے سے رحم میں جب خون گاڑھا ہو جاتا ہے اس کو عَلَقَہ اور جب عَلَقَہ گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے اس کو مُضغہ کہتے ہیں۔ نجس حیوان کا فُضلہ بھی مطلق نجس ہے۔ پاک حیوان کے صرف پسینے اور تھوک وغیرہ کے چھینٹے پاک ہیں۔ معدے وغیرہ کے اندرونی فعل سے جس چیز کا استحالہ (تبدیل ہونا) ہو جاتا ہے وہ نجس ہے جیسا کہ بول و براز۔ جس چیز کا استحالہ نہیں ہوتا پاک ہے جیسا کہ لُعاب اور آنسو۔ اور پھر جس چیز کا استحالہ ہو جاتا ہے گو وہ بھی کسی صلاح اور فائدے کے لیے ہو تو طاہر ہے۔ اس کی مثال ماکول جانور اور انسان کا دودھ، ہرن کا مشک اور

دی گئی ہے۔ حدیث۔ لَا تُنَجِّسُوا مَوْتَاكُمْ فَإِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ حَيًّا وَلَا مَيِّتًا۔ تم اپنی موتاؤں کو نجس نہ سمجھو اس لیے کہ مسلم نہ زندگی میں نجس ہوتا ہے اور نہ مرنے کے بعد۔ اس حدیث کا خطاب مسلمانوں کی طرف ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور یہ تھا کہ احکام صادر کرتے وقت آپ مسلمانوں سے خطاب فرماتے اور مسلمانوں کو حکم دیتے تھے اور کافر بھی اس حکم میں مسلمانوں کے ساتھ شریک رہتے تھے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر انسان کی میت دوسرے جانوروں کی میت کی طرح نجس ہوتی تو دوسرے اعیان کی طرح نجس العین بھی ہوتی اور جب نجس العین ہوتی تو غسل کی وجہ سے پاک نہیں ہو سکتی۔ جب پاک نہیں ہو سکتی تو اس کو غسل دینے کے کوئی معنی نہ ہوتے لیکن چونکہ انسان کی میت کو غسل دینے کے لیے حکم دیا گیا ہے اس لیے انسان کی میت نجس العین نہیں ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب انسان کی میت طاہر ہے تو پھر اس کو غسل دینے کے لیے کیوں حکم دیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ میت کو غسل دینے کا حکم نجس العین ہونے کی وجہ سے نہیں دیا گیا بلکہ موت کے باعث تغیرِ حالت واقع ہونے کی وجہ سے غسل دینے کے لیے ایسا ہی حکم دیا گیا جیسا کہ موجباتِ غسل کے واقع ہونے پر غسل کے لیے حکم دیا گیا۔ دوسرا استدلال یہ ہے کہ صفات کی دو قسمیں ہیں۔ صفاتِ ذاتی اور صفاتِ عرضی۔ صفاتِ ذاتی وہ ہیں جو ایک ہی جنس کے ہر ایک فرد میں پائی جاتی ہیں۔ آیت۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (۱۵ آخر) میں باعثِ تکریم انسان کی [illegible] ہے جو ہر ایک فردِ بنی آدم میں پائی جاتی ہے اور اس لحاظ سے یہ تکریم جو انسان کو دی گئی ہے کافر حربی پر بھی حاوی ہے اور کافر حربی زندہ اور مردہ دونوں حالتوں میں طاہر ہے۔ صفاتِ عرضی کی مثال ایمان، کفر اور ردّت ہے جو بعض فرد کے لیے مخصوص ہے۔ امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے کہ میت نجس ہے اور اس حکم سے انبیاء اور شہداء کی میتوں کو مستثنیٰ کیا ہے۔ ان کی رائے میں عام میت نجس ہے اور غسل سے پاک ہوتی ہے۔ امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ آدمی کی ذات کو روحانی اور جسمانی دونوں پہلوؤں سے شرف حاصل ہے اور امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ فقط روح کو شرف پہنچا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ حدیث امام ابو حنیفہؒ کو پہنچی ہی نہیں یا پہنچی مگر آپ کے پاس اس کی تصحیح نہیں ہوئی۔ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ حَيًّا وَلَا مَيِّتًا۔ بے شک مومن نجس نہیں ہوتا زندگی میں اور نہ موت کے بعد۔

دباغت

جلدِ میتہ دباغت سے پاک ہوتی ہے سوائے کتے، سوّر اور ان کی میل سے پیدا شدہ جانور کی جلد کے۔ جلدِ میتہ مردہ جانور کے چمڑے کو کہتے ہیں۔ حدیث۔ أَيُّمَا إِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ۔ ہر ایک چمڑا دباغت سے پاک ہوتا ہے۔ اہاب کچے اور غیر دباغت شدہ چمڑے کو کہتے ہیں۔ دوسری حدیث۔ هَلَّا أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا فَدَبَغْتُمُوهُ فَانْتَفَعْتُمْ بِهِ۔ پس چمڑا جو چمڑا تم حاصل کرو دباغت دو اور استعمال میں لاؤ۔ حدیث میں مردہ جانور کی قید عام ہے ماکول ہو یا غیر ماکول۔ دباغت سے چمڑے کے ظاہری اور باطنی دونوں حصے پاک ہو جائیں گے۔ چمڑے کا ظاہری حصہ وہ ہے جو دباغت سے ملا اور باطنی حصہ

نجس قرار پاتے ہیں بجز کہ، پنیر اور میوے کے کیڑے بھی اسی تعریف میں داخل ہیں اور نجس ہیں لیکن ان سے احتراز دشوار ہونے کی وجہ سے ان کو نجس نہ ٹھیرایا گیا اور ان کا امتیاز دشوار ہونے کی وجہ سے اصل شئی کے ساتھ ان کا کھانا جایز قرار دیا گیا۔ شیخ سلیمان بجرمی نے لکھا ہے کہ ایسے بال جن کی نسبت یقین نہ ہو کہ زندگی میں ماکول حیوان کے نکالے گئے یا نہیں اور حیوان ماکول تھا یا نہیں، اصل کا لحاظ کرتے ہوئے طاہر ہیں۔ پوستین (فر FUR) بال، چمڑے اور ہڈی کی نسبت شک ہو کہ ماکول کا ہے یا غیر ماکول کا اور آیا ذبیحہ کا ہے یا غیر ذبیحہ کا، اسی طرح دودھ ماکول کا ہے یا غیر ماکول کا تو یہ سب طاہر ہیں۔

مچھلی اور ٹڈی مرے ہوئے اجماع کی بنا پر طاہر ہیں۔ حدیث۔ أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ السَّمَكُ وَالْجَرَادُ وَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ۔ حلال کیے گئے ہیں ہمارے لیے دو قسم کے مرے ہوئے حیوان اور دو قسم کے خون، مچھلی، ٹڈی، جگر اور تلی۔ دوسری حدیث۔ الطَّهُورُ مَاءُهُ الْحِلُّ مَيْتَتُهُ۔ اس (سمندر) کا پانی پاک ہے اور اس کے مرے ہوئے حیوان حلال ہیں۔ مچھلی سے ہر وہ حیوان مراد ہے جو پانی کے سوائے زندہ نہیں رہ سکتا۔ خشکی پر اس کی زندگی عیش مذبوح یعنے ذبح کیے ہوئے حیوان کی طرح ہوگی جو تھوڑی دیر میں مرجاتا ہے۔ پانی کا ہر ایک جانور مچھلی میں داخل ہے خواہ کتے کی شکل میں ہو۔ بعض کا قول ہے کہ کھارے پانی کی مچھلی کا پیٹ صاف کیے بغیر کھانا جایز نہیں ہے۔ شیخان نے باب صید میں لکھا ہے کہ چھوٹی مچھلی کے پیٹ کی صفائی دشوار ہے اس لیے اس کو پیٹ صاف کیے بغیر کھایا جا سکتا ہے۔ یہ حکم مری ہوئی مچھلی کی نسبت ہے ورنہ زندہ مچھلی دوسرے جانوروں کی طرح پاک ہے۔

ٹڈی مری ہوئی جس کو عربی میں جراد اور فارسی میں ملخ کہتے ہیں نجس نہیں ہے اور حلال ہے۔ روضہ میں لکھا ہے کہ مچھلی کی طرح ٹڈی کا پیٹ صاف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ٹڈی کے طاہر ہونے کا یہ صریح حکم مری ہوئی ٹڈی کی نسبت ہے ورنہ زندہ ٹڈی دوسرے جانوروں کی طرح پاک ہے۔

آدمی کی میت پاک ہے۔ آیت۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (۱۵ آخر) اور بے شک ہم نے اولاد آدم کو عزت دی ہے جب انسان کو دیگر مخلوقات پر فضیلت ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان موت کی وجہ سے یا غیر مسلم ہونے کی وجہ سے نجس نہیں ہو سکتا۔ بعض نے کہا ہے کہ عقل کی وجہ سے انسان کو امتیاز ہے۔ بعض نے نطق (گویائی) تمیز اور فہم کو طرۂ امتیاز بتایا ہے اور بعض نے راست قامتی کو، بعض نے حسن صورت کو اور بعض نے یہ وجہ ظاہر کی ہے کہ آدمی کو دیگر مخلوقات پر قابو حاصل ہے اور بعض نے امور زندگی میں انسان کو جو حسن تدبیر حاصل ہے اُس کو وجہ قرار دیا ہے۔ محلی نے کہا ہے کہ قول اظہر یہ ہے کہ انسان کی میت طاہر ہے۔ آیت۔ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (۱۰ ۲) بے شک مشرکین پلید ہیں۔ یہاں اعتقاد کی نجاست مراد ہے نہ کہ بدن کی۔ مشرکین کا اعتقاد نجس ہونے کی وجہ سے ان سے اجتناب کرنا واجب ہے۔ اعتقاد کی نجاست سے ان کے بدن کی طہارت کی نفی لازم نہیں آتی۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے قیدیوں کو مسجد میں باندھا تھا۔ یہ تعبیر بھی کی گئی ہے کہ فاسد کے عوض نجس کا لفظ استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا اور فاسد کو نجس سے تشبیہ

ماجو اور انار کے چھلکے۔ چمڑے کو صرف مٹی یا نمک لگا دینا یا دھوپ کھلا دینا کافی نہیں ہے اگرچہ کہ چمڑا خشک ہو گیا ہو اور عفونت زایل ہو گئی ہو۔ اس لیے کہ فاضل گوشت جو چمڑے کو چپٹا ہوا ہے پانی میں ڈالتے ہی عفونت پیدا کریگا اور چمڑا نجس ہو جائیگا۔ نجس چیز سے دباغت دی جائے تو دباغت کے بعد چمڑے کو ایک مرتبہ دھویا جائے۔ دباغت سے عفونت کے ازالہ کا معیار یہ ہے کہ چمڑا پانی میں ڈالیں تو عفونت نہ پیدا ہو۔ دابغ کا اثر راست چمڑے کے اندرونی حصہ تک نہیں پہنچا لیکن چمڑے کی ظاہری سطح کے ساتھ باطنی حصہ بھی پاک ہو جاتا ہے۔ دابغ نجاست کا ازالہ نہیں کرتا بلکہ اس کا استحالہ کرتا ہے۔ استحالہ ایک چیز کی ایک صفت کو دوسری صفت میں تبدیل کر دیتا ہے، چمڑا جو نجس تھا اس کو طاہر بنا دیتا ہے۔

مرے ہوئے جانور کی ہڈی اور بال نجس ہیں سوائے آدمی کے۔ آیت۔ (۳/۵) حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ۔ تم پر حرام کیا گیا ہے مرا ہوا جانور اور خون۔ جس چیز میں حرمت نہ ہو اور نہ نقصان ہو اس کی تحریم اس کے نجس ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ میتہ یعنی مرا ہوا جانور اس کو کہتے ہیں جس کی جان، شرعی طور پر خون بہائے بغیر چلی جائے۔ میتہ میں وہ غیر ماکول جانور بھی داخل ہے جو ذبح کیا گیا ہو اور وہ ماکول جانور بھی داخل ہے جس کو شرعی طور پر ذبح نہ کیا گیا ہو۔ جیسا کہ بت پرست کا ذبیحہ، وہ ذبیحہ جو ہڈی وغیرہ سے ذبح کیا گیا ہو۔ میتہ کے نجس ہونے کا حکم صرف اس کی ہڈی اور بالوں تک محدود نہیں ہے بلکہ میتہ کے سارے اجزاء نجس ہیں۔ ہڈی، بال، سینگھ، دانت، سم، کھر، چونچ، ناخن، یہ سب نجس ہیں۔ ہڈی، بال وغیرہ کی نسبت خشک ہو کہ ذبیحہ کے ہیں یا غیر ذبیحہ کے تو طاہر ہیں اس لیے کہ اصلیت طہارت ہے اور شک کی وجہ سے نجس نہیں ہو سکتے۔ بال وغیرہ ماکول کے بحالت زندگی یا ذبح کے بعد حاصل کیے گئے ہیں تو طاہر ہیں ورنہ نجس۔ مشک مسلم کی حدیث۔ اَلْمِسْكُ اَطْيَبُ الطِّيْبِ۔ مشک خوشبو کی چیزوں میں سب سے بہتر ہے، کی بناء پر طاہر ہے۔

اختلاف۔ امام ابو حنیفہ اور امام احمد رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ہر قسم کے بال طاہر ہیں! امام ابو حنیفہؒ نے سینگھ، دانت، ہڈی، ریش کو بھی اضافہ کیا ہے اس وجہ سے کہ ان میں جان نہیں ہے! امام مالکؒ نے بال، صوف اور وبر کو مطلق طاہر بتایا ہے عام ازیں کہ ماکول کے ہوں یا غیر ماکول کے جیسا کہ کتے اور گدھے کے۔

خلاصہ یہ کہ نجاست کی شرعی اقسام تین ہیں۔ نجاستِ مغلظہ، نجاستِ متوسطہ، اور نجاستِ مخففہ یا معفو عنہا۔

نجاستِ مغلظہ۔ کتے، سور اور ان کی میل سے پیدا شدہ جانوروں کی نجاست رطوبت کے ساتھ۔

نجاستِ متوسطہ۔ نجاستِ متوسطہ کی پھر دو قسمیں ہیں۔ نجاستِ عینی اور نجاستِ حکمی۔

نجاستِ عینی وہ نجاست جو آنکھ سے دیکھی جائے یا جس میں جسامت، ذائقہ، رنگ یا بو ہو۔

نجاستِ حکمی وہ نجاست جو آنکھ سے نہ دیکھی جائے یا جس میں جسامت، ذائقہ، رنگ یا بو نہ ہو۔

نجاستِ مخففہ یا معفو عنہا، تھوڑا سا خون اور پیپ جو بدن یا لباس پر ہو اور بے خونی کیڑے جو میوے میں اور یا مایع میں گر جائیں۔

وہ ہے جس کو دابغ نہ لگے۔ دابغ دباغت کرنے والی کیمیائی چیزوں کو کہتے ہیں۔

اختلاف۔ امام مالکؒ کے پاس دباغت سے چمڑے کا ظاہری حصہ پاک ہوتا ہے نہ کہ اندرونی اور نماز ظاہری حصہ پر جائز ہوتی ہے نہ کہ اندرونی حصہ پر۔ امام مالکؒ کا یہ بھی قول ہے کہ مُردہ جانور کا چمڑا پاک ہی نہیں ہو سکتا اور ایسی ہی امام احمدؒ کی بھی ایک روایت ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے کہ سور کے سوائے بقیہ دوسرے تمام جانوروں کے چمڑے دباغت سے پاک ہوتے ہیں۔ زہری کا قول ہے کہ مُردہ جانور کا چمڑا دباغت کے بغیر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے! اس لیے کہ دباغت کے متعلق جو احادیث ہیں اُن سے دباغت کا استحباب ظاہر ہوتا ہے نہ کہ وجوب۔ دباغت کے لیے نیت یا ارادہ فعل کی شرط نہیں ہے۔ مولّد جو مختلف نوع کے جانوروں کی میل سے پیدا ہو اس کا حکم وہی ہوگا جو دونوں اصل میں سے اخس جانور کی نسبت ہوگا ماکول اور غیر ماکول جانوروں کی میل سے جو مولّد پیدا ہو وہ غیر ماکول ہوگا۔ جو جانور زندگی کی حالت میں نجس ہے اس کا چمڑا دباغت سے بھی پاک نہیں ہوتا۔ جو جانور زندگی کی حالت میں پاک ہے لیکن اس کی موت غیر شرعی طریقہ پر واقع ہونے سے نجس ہو گیا ہے اس کی جلد دباغت سے پاک ہوگی۔

کُتّے، سُوّر وغیرہ کا استثناء۔ کُتّے، سُوّر اور ان کے مولّد کا چمڑا دباغت سے بھی پاک نہیں ہوتا اس لیے کہ جو جانور بحالت حیات نجس ہے اس کے مرنے کے بعد اس کے چمڑے کو دباغت بھی پاک نہیں کر سکتی۔ طہارت کے لیے جانور کی زندگی دباغت سے بہتر شکل ہے اور جب زندگی ہی میں طہارت حاصل نہیں ہے تو دباغت سے طہارت کیسے حاصل ہوگی۔ یہی حکم اس مولّد کے لیے ہے جو کُتّے اور سوّر کی میل سے یا ان دونوں میں سے کسی ایک کے دوسرے طاہر جانور کی میل سے پیدا ہو۔

بال جلد کی قید سے بال خارج ہو جاتے ہیں۔ نووی کا قول ہے کہ بالوں میں دباغت کا اثر نہیں ہوتا اس لیے بال نجس ہیں لیکن بال نجس ہونے کے باوجود قلیل مقدار میں معاف ہیں اور قولِ معتمد یہی ہے۔ سبکی اور شوافع کی ایک جماعت نے نقلِ حدیث کی اتباع کرتے ہوئے رائے دی ہے کہ بال جلد کے تابع ہیں جلد پاک ہوئی تو بال پاک ہوئے اگرچہ دباغت کا اثر بالوں میں نہیں ہوتا صرف جلد میں ہوتا ہے! انھوں نے کثیر بالوں کی بھی نجاست کی رائے دی ہے اور شیخ بجیرمی کہتے ہیں کہ فتویٰ بھی اسی پر ہے اور امام ابو حنیفہؒ کا قول بھی یہی ہے۔ شراب کے حکم سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔ شراب کے سرکہ بنجانے اور پاک ہو جانے کی وجہ سے شراب کا برتن بھی پاک ہو جاتا ہے اسی طرح چمڑے کے پاک ہونے سے اُس کے بال بھی پاک ہو جاتے ہیں۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ شراب کے سرکہ بننے اور پاک ہونے کے بعد اگر شراب کا برتن پاک نہ ہو جاتا تو شراب جو سرکہ بنکر پاک ہو گئی بیکار ہو جاتی اور نجس برتن کی وجہ سے سرکہ بھی نجس ہو جاتا۔ یہ ضرورت تھی جو برتن کو پاک بنائی۔ ایسی کوئی ضرورت چمڑے اور اس کے بالوں کے بارے میں نہیں پائی جاتی! اس لیے کہ چمڑے کی دباغت میں بال نکال بھی دیئے جا سکتے ہیں۔

دباغت کا طریقہ یہ ہے کہ چمڑے کا فضول حصہ، خون اور گوشت کے چھیچھڑے نکال دیئے جائیں جس کی وجہ سے چمڑے میں سڑاوٹ اور عفونت پیدا ہوتی ہے کیمیائی ادویہ اور بعض درختوں کی کھال اور پھل وغیرہ ایسے ہیں جن سے دباغت ہو سکتی ہے جیسے کیکر

ایک مرتبہ مٹی استعمال کی جائے۔ حدیث۔ طَهُورُ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ اِذَا وَلَغَ فِيْهِ الْكَلْبُ اَنْ يَغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ اُوْلَاهُنَّ بِالتُّرَابِ۔ تم میں سے کسی کے برتن میں کتے نے پانی پیا تو اس برتن کو پاک کرنے کے لیے تم کو چاہیے کہ اس کو سات مرتبہ دھو ڈالو جس میں سے پہلے مرتبہ مٹی استعمال کرو۔ ہر جانور کا منہ اس کے جسم کے سارے اعضا کے مقابلہ میں اطیب اور زیادہ بہتر ہوتا ہے اور کتے کا منہ زبان نکال کر شدت سے سانس لینے کی عادت کی وجہ سے اس کے جسم کے دوسرے اعضا کے مقابلہ میں بدرجہا بہتر ہے اور جب اس کے منہ کے لعاب کو نجس قرار دیا گیا تو اس کے جسم کے دیگر اعضاء، پسینہ، بول اور براز کی نسبت بدرجۂ اولیٰ یہ حکم صادق آئیگا۔ برتن پر ہی موقوف نہیں بدن، لباس اور ہر ایک جامد چیز پر یہ حکم حاوی ہے۔ جامد کی قید سے پتلی چیزیں خارج ہو جاتی ہیں۔ دودھ وغیرہ نجاست سے اتصال ہونے کے بعد پاک نہیں ہو سکتا اور پانی صرف کثرت یعنی زیادہ مقدار میں اضافہ کیا جانے کے بعد پاک ہو جاتا ہے اس لیے کہ پانی میں تطہیر ہے۔ یعنی مٹی کے استعمال کی قید نہیں ہے جامد میں وہ مقام بھی داخل ہے جس کو شکاری کتے یا غیر شکاری مغلظہ جانور نے کاٹا ہو۔ نجاستِ مغلظہ کی عام شکل یہ ہے کہ کتا زبان سے پانی پیئے جس کو عربی میں ولوغ کہتے ہیں۔ ولوغ پر ہی موقوف نہیں بلکہ مغلظہ جانوروں کا کوئی جزو رطوبت کے توسط سے مس ہو جائے اور چھو جائے تو نجاست کے لیے کافی ہے رطوبت کے توسط کی قید ہے اگر رطوبت اور گیلے پن کے بغیر مغلظہ جانور سے کپڑا یا بدن چھو جائے تو تنجیس لازم نہیں آتی۔

طریقۂ ازالہ۔ دھونے میں سات کی تعداد جس میں سے ایک میں مٹی کی شرکت ایک امر تعبدی ہے جس کی ... بیجوری کی رائے ہے کہ کوئی عقلی دلیل نہیں ہے۔ سات مرتبہ پانی کا بہانا یا پانی میں سات مرتبہ عضو کو حرکت دینا کافی ہے۔ پانی میں عضو کو حرکت دینے میں، عضو کو پانی میں لے جانے اور پھر پانی سے نکالنے میں جو دو حرکتیں ہونگی ان کو دو شوب میں شمار کیا جائے گا اگر مقام پر جرمِ نجاست ہو تو پہلے پانی ڈالا جائے اور نجاست کو دور کیا جائے اور پھر مٹی کا استعمال کیا جائے مٹی میں ہر قسم کی مٹی، گارا اور باریک ریت جس میں غبار ہو اور جس سے پانی گدلا ہو سکے داخل ہے۔ مٹی کی مقدار اتنی ہو کہ پانی کو گدلا کر سکے اور پانی کے ساتھ مل کر مقامِ نجاست کے جملہ اجزا تک پہنچ سکے۔ گدلا پانی مٹی کے عوض استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اگر گدلے اور جاری پانی میں متنجس کو رکھا جائے تو اس پر پانی کا سات دفعہ گزر جانا کافی ہے اور مٹی لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مٹی کی قید سے صابون، بیسن اور ریٹھا وغیرہ خارج ہو جاتے ہیں۔ اگر لباس نجس ہو تو بھی ان ہی دونوں پاک کرنے والی چیزوں، پانی اور مٹی سے دھونا ہوگا۔ قیاس کی گنجائش نہ ہونے سے صابون وغیرہ کا استعمال بے سود ہوگا۔ ... ہے کہ مٹی کا استعمال پہلے یا آخری دھونے کے سوائے دوسری دفعوں میں کیا جائے تو بہتر ہے تاکہ چھینٹوں کے اڑنے سے جو نجاست لاحق ہو اس کی ترتیب کی ضرورت نہ ہو۔ مٹی کی زمین نجاستِ مغلظہ سے نجس ہو جائے تو اس کو صرف سات مرتبہ پانی ڈالنے کی ضرورت ہوگی۔ یہ خود مٹی ہے اس لیے ترتیب کی ضرورت نہیں۔ پانی کے برتن میں کتا منہ ڈالے اور تحقیق نہ ہو کہ اس کا منہ پانی تک پہنچا تھا اور سر باہر نکالنے پر منہ خشک نظر آئے تو برتن اور پانی نجس نہ ہونگے اگر کتے کا منہ گیلا بھی نظر آئے تو صحیح رائے یہ ہے کہ نجس نہ ہوگا

ازالۂ نجاست

ازالۂ نجاست ۔ وہ چیزیں جن کی اصلیت نجس نہیں ہے اور پاک ہیں مگر نجاست کے لاحق ہونے سے نجس ہوگئی ہیں متنجس کہلاتی ہیں اور دھونے سے پاک ہوجاتی ہیں۔ جو چیز نجس العین ہے نہ دھونے سے پاک ہوسکتی ہے اور نہ استحالہ سے سوائے دو چیزوں کے ایک تو چمڑا جو دباغت سے پاک ہوتا ہے اور دوسری شراب جو بذاتہٖ سرکہ بنجائے تو پاک ہوجاتی ہے۔ طہارت کی ضرورت تین[۳] وجوہ سے ہوسکتی ہے۔ حدث[۱] کی وجہ سے جبکہ وضو ٹوٹے یا غسل کی ضرورت واقع ہو۔ خبث[۲] یعنی نجاستِ ظاہری کے لاحق ہونے کی وجہ سے اور تعظیماً[۳] جیسا کہ میت کا غسل۔ بدنِ انسانی کو ان تینوں وجوہ پر طہارت کی ضرورت ہوسکتی ہے لیکن لباس یا برتنوں کی طہارت صرف نجاست کے لاحق ہونے کی بنا پر ہوگی۔ لباس اور برتنوں کے دھونے میں حدث اور تعظیم کے وجوہ نہیں پائے جاتے۔ ازالۂ نجاست کے لیے پانی کے سوائے کسی اور چیز سے مدد لینا واجب نہیں ہے سوائے اس کے کہ نجاست صابون، ریٹھے وغیرہ جیسے اشیاء کے استعمال کے بغیر زائل نہ ہوسکے۔ ان اشیاء کا حصول ممکن ہو تو ان کا استعمال بھی واجب ہے۔ پانی کم ہو تو پانی کے متنجس پر ڈالنے کی شرط ہے ورنہ متنجس کو قلیل پانی میں ڈالا جائے تو پانی خود نجس ہوجائیگا۔ پانی زیادہ ہو تو یہ شرط نہیں ہے متنجس پر پانی ڈالا جائے یا پانی میں متنجس کو ڈالا جائے دونوں صورتوں سے متنجس پاک ہوجائیگا۔ نجاست کے دھونے کے بعد اس چیز کو نچوڑنے کی شرط نہیں ہے اس لیے کہ دھوئی ہوئی چیز میں جو پانی کے قطرے باقی رہ جاتے ہیں وہ طاہر ہیں لیکن ممکن ہو تو نچوڑنا سنت ہے تاکہ دیگر ائمہ کے خلاف نہ ہو۔ ابو حنیفہؒ کا قول نچوڑنے کی نسبت ہے۔

نیت۔ نجاست کے ازالہ کے لیے نیت کی شرط نہیں ہے جیسا کہ طہارتِ حدث میں نیت کی شرط ہے۔ طہارتِ حدث دوسری عبادتوں کی طرح ایک عبادت ہے جیسا کہ نواقضِ وضو کے واقع ہونے پر وضو کرنا اور موجباتِ غسل کے واقع ہونے پر غسل کرنا اس کے خلاف ازالۂ نجاست میں صرف نجاست کا زائل کرنا مقصود ہوتا ہے۔

مبادرت۔ نجاست کا دھونا واجب ہے لیکن مبادرت کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر معصیت کے طور پر نجاست سے تلویث کی گئی جیسا کہ بعض لوگ قربانی یا صدقے کے جانور کا خون جسم کو لگا لیتے ہیں اور خون نجس ہے اور خون کا جسم کو عمداً بغیر حاجت کے لگانا حرام ہے تو معصیت سے جلد تر سبکدوش ہونے کے لیے ایسے خون کا فوراً دھونا بھی واجب ہے۔ اگر نجاست سے تلویث معصیت کے بغیر ہوئی ہے تو اس کا فوراً دھونا واجب نہیں ہے۔ نماز کے وقت یا نماز کا ارادہ کرنے کے وقت اس کا ازالہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ اختیاری وقت نماز کے وقت کی تنگی کے لحاظ سے تنگ ہوتا جائیگا۔ اگر کسی شخص کا منہ نجس ہوگیا ہو تو اس کو غرغرہ کرنے میں مبالغہ کرنا واجب ہے۔

ازالۂ نجاستِ مغلظہ۔ برتن جو کتے وغیرہ کی رطوبت سے نجس ہوجائے اس کو سات دفعہ دھونا واجب ہے جس میں

متنجس مصبوغ اس کپڑے کو کہتے ہیں جو نجس چیز کے ذریعہ رنگے جانے کی وجہ سے نجس ہو جائے۔ متنجس مصبوغ دھونے سے طاہر ہو جائیگا
اگر ... باقی رہے تو مضایقہ نہیں اگر مصبوغ کپڑا خشک ہو جائے تو اس پر پانی ڈال دینا کافی ہے۔ نجس زمین پانی کے بہانے سے
... ہو جاتی ہے۔ کچی اینٹ میں نجاستِ جامدہ ملی ہوئی ہو تو پاک نہ ہوگی اگرچہ جلائی گئی ہو۔ شیخ سلیمان نے لکھا ہے کہ معاف
... مسجد کی تعمیر میں بھی اس کا استعمال ہو سکتا ہے۔ مٹی کے برتنوں کے بنانے میں اگر گوبر استعمال کیا گیا ہو تو طاہر ہے۔ امام شافعیؒ کا قول
... إِذَا ضَاقَ الْأَمْرُ اتَّسَعَ۔ جب کسی امر میں تنگی پیش آئے تو وسیع ہو جاتا ہے یعنی دشواری مسئلہ میں گنجائش پیدا کرتی ہے۔ چھری
... پر گرم کرنے کے بعد نجس پانی میں بجھائی گئی ہو اور گوشت نجس پانی میں پکایا گیا ہو تو دھونے سے ظاہر اور باطن پاک ہو جائینگے۔
... ری کو دوبارہ گرم کر کے پاک پانی میں بجھانے اور گوشت کو پاک پانی میں اُبالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نجس پارہ ظاہر حصہ کے
... دھونے سے پاک ہو جاتا ہے اگر اس کے نجس ہونے اور دھونے کے درمیان تقطّع واقع نہ ہوا ہو ورنہ چکنی چیزوں کی طرح پاک نہ ہوگا۔
پارہ رطوبت کے توسّط کے بغیر نجس نہ ہوگا۔ کپڑے میں مقامِ نجاست کا دھونا کافی ہے۔ دُہن یعنی تیلی چکنی چیز نجس ہو جائے تو
اس کا پاک کرنا دشوار ہے اس لیے کہ پانی اس کے جملہ اجزاء تک نہیں پہنچ سکتا۔ شیخ سلیمان نے لکھا ہے کہ چکنی چیز بھی دھونے
سے اس طرح پاک ہو سکتی ہے کہ اس پر خوب پانی ڈالکر لکڑی وغیرہ سے ہلائیں تاکہ پانی اس کے جملہ اجزاء تک پہنچ سکے۔ اس کے
بعد جمنے دیا جائے اور پانی اور چکنی چیز کو جدا کر لیا جائے۔ یہ عمل اس وقت ہوگا جبکہ چیز دُہنی نجا... سے نجس ہوا ہو۔

ازالۂ نجاستِ حکمی۔ وہ نجاست جو دکھائی نہ دیتی ہو اور جس میں جسامت، ذایقہ، رنگ یا بو نہ ہو لیکن جس کے وجود کا
یقین ہو جیسا کہ پیشاب خشک ہو جائے اور پیشاب کی کوئی علامت باقی نہ رہے تو اس پر پانی کا ایک دفعہ بہا دینا کافی ہے
پانی خود اس پر بہہ جائے جیسا کہ بارش کا پانی تو بھی درست ہے۔ خشک ہونے سے مراد یہ ہے کہ اگر نچوڑا جائے تو کوئی قطرہ نہ نکلے

ازالۂ بولِ طفلِ کم سن۔ لڑکے کا وہ پیشاب جو نجاست سے مستثنیٰ ہے اس پر پانی کا چھڑکنا کافی ہے۔ پانی کے چھڑکنے سے مراد
اتنا پانی پہنچانا ہے جو پورے مقام پر حاوی ہو جائے اور گیلا کر دے۔ پانی کے بہانے کی قید نہیں ہے۔ اس عمل کو عربی میں نضح
اور رش کہتے ہیں۔ پانی کے چھڑکنے سے قبل ذایقہ، رنگ، بو کے اوصاف زایل کر دیے جائیں اور یہ نچوڑنے سے حاصل ہو سکتا
ہے اگر خشک ہو گیا ہو یا نچوڑنے پر کوئی قطرہ نہ نکلے تو پھر نچوڑنے کی قید نہ ہوگی۔

اختلاف! امام ابو حنیفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہما نے لڑکے اور لڑکی میں کوئی فرق نہیں کیا اور دونوں کا پیشاب دھونے
کے لیے حکم دیا۔

غسالہ محلِ نجاست۔ ... دھوئے ہوئے پانی کو کہتے ہیں۔ غسالہ جو منفصل، قلیل اور غیر متغیر ہو اور اس کا وزن ظاہر میل کی وجہ سے
زیادہ نہ ہوا ہو اور محلِ نجاست پاک ہو گیا ہو تو پاک ہے لیکن مستعمل اور غیر مطہر ہے۔ عام حکم تو یہ ہے کہ پانی قلیل اور قلتین سے
کم ہو تو اس کو متنجس پڑنے کی شرط ہے اگر پانی قلتین یا اس سے زیادہ ہو تو صرف عدمِ تغیر کی قید ہے، دوسرے شرائط باقی نہیں
رہتے۔ غسالہ چونکہ نجاست کو زایل کیا ہے اس لیے وہ خود تو پاک ہے مگر دوسری چیز کو پاک نہیں کر سکتا۔ نجاست کے معفو عنہا ہونے سے

اس لیے کہ کُتّے کے منہ کا گیلا پن اس کے لعاب سے بھی ہو سکتا ہے اصلیت طہارت ہونے سے شک کی وجہ سے تنجیس نہیں ہوتی۔

ازالۂ نجاستِ متوسطہ۔ دوسری نجاستوں کو ایک مرتبہ دھونا واجب ہے لیکن تین بار دھونا افضل ہے۔ حدیث کَانَتِ الصَّلَاةُ خَمْسِيْنَ صَلَاةً وَالْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ وَالْبَوْلِ سَبْعَ مَرَّاتٍ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُ اللّٰهَ حَتّٰى جُعِلَتِ الصَّلَاةُ خَمْسًا وَالْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ مَرَّةً وَ[illegible] الْبَوْلِ مَرَّةً۔ نمازیں پچاس تھیں اور جنابت اور بول سے سات مرتبہ دھونے کا حکم تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے سوال (دعا) کرتے رہے یہاں تک کہ نمازیں پانچ کر دی گئیں اور غسلِ جنابت ایک دفعہ اور پیشاب کا دھونا ایک مرتبہ کر دیا گیا۔ دوسری حدیث یہ ہے کہ ایک اعرابی ذوالخویصرۃ التمیمی نے مسجد میں پیشاب کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا صُبُّوا عَلَيْهِ ذَنُوْبًا۔ ایک ڈول پانی ڈال دو۔ یہ حکم ایک مرتبہ کے دھونے میں داخل ہے اور یہی دھونے کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ نجاستِ متوسطہ کی دو قسمیں ہیں نجاستِ عینی اور نجاستِ حکمی۔

ازالۂ نجاستِ عینی۔ وہ نجاست جو دکھائی دیتی ہو اور جس میں جسامت، ذایقہ، رنگ یا بُو ہو اس کے دھونے میں جرم کے زایل کرنے کے بعد ذایقہ کا زایل کرنا واجب ہے۔ اگر باوجود کوشش کے ذایقہ باقی رہے تو مقام نجس ہی رہیگا مگر معفو عنہا ہو گا اور نماز ادا ہو جائیگی اور نماز کا اعادہ نہ ہوگا۔ باوجود کوشش کے رنگ یا بُو باقی رہ جائے تو مقام پاک ہو جائیگا اور قدرت ہونے پر اس کے ازالہ پر مجبور نہ ہوگا۔ اگر ایک ہی نجاست کی یہ دونوں صفات ایک ہی مقام پر پائی جائیں تو جو حکم ذایقہ کی صفت کا ہے ان کا بھی وہی ہوگا۔ ایک مرتبہ کے دھونے سے مراد یہ ہے کہ نجاست کا جرم اور اوصاف ذایقہ، رنگ اور بُو زایل ہو جائیں۔ اگر ایک مرتبہ کے دھونے میں جرم اور اوصاف زایل نہ ہوں تو جتنے مرتبہ کے دھونے میں زایل ہونگے ان سب کو ایک مرتبہ میں شمار کیا جائیگا جیسا کہ نجاستِ کلبی میں لیکن جرم اور صفاتِ نجاست کے زایل کرنے میں اگر متعدد مرتبہ دھونے کی نوبت آئے تو پھر اس کے بعد افضلیت کے لیے مزید دو مرتبہ کا دھونا اس لیے مندوب نہیں ہے کہ لِاَنَّ الْمُكَبَّرَ لَا يُكَبَّرُ كَمَا اَنَّ الْمُصَغَّرَ لَا يُصَغَّرُ۔ جو چیز پہلے سے ہی بڑھائی گئی ہے دوبارہ نہیں بڑھائی جا سکتی اور جو چیز پہلے سے ہی چھوٹی کی گئی ہے دوبارہ چھوٹی نہیں کی جا سکتی۔ ازالۂ نجاست کے حکم کی دوسری دلیل یہ ہے کہ جہاں نجاست کا شک ہو وہاں بھی ایک مرتبہ کا دھونا مندوب کیا گیا ہے۔ حدیث اِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهٖ میں محض شک کی بنا پر ایک مرتبہ کا دھونا مندوب کیا گیا ہے تو اس محل پر جہاں نجاست کی تحقیق ہو بدرجۂ اولیٰ یہ حکم واجب ہوگا۔ نجاست کا ذایقہ، رنگ اور بُو دونوں باقی رہ جائیں تو طہارت صحیح نہ ہوگی لیکن اگر کوشش کے باوجود باقی رہ جائیں تو مضایقہ نہیں۔ دو مرتبہ کا دھونا اُس دھونے کے بعد ہے جس سے عین اور صفاتِ نجاست کا ازالہ ہوا ہو۔

فروعات جملہ آٹھ ہیں جن کی طہارت کی نسبت احکام بھی مختلف ہیں۔ مصنوعِ متنجس کی تطہیر، زمینِ نجس کی تطہیر، اینٹ کی تطہیر، نجس چمڑے اور مطبوخ متنجس گوشت کی تطہیر، پارہ کی تطہیر، لباسِ متنجس کی تطہیر، دہنِ متنجس کی تطہیر کی دشواری، متنجس منہ کی

کر دیتے، ساتھ نہیں رکھتے اور ساتھ کھانا نہیں کھلاتے تھے اور سوسائٹی میں انھیں بے کار کر رکھا تھا اس کے خلاف نصاریٰ کے پاس عورت کی حیض کی حالت اور غیر حیض کی حالت میں کوئی امتیاز نہیں تھا۔ حیض کی حالت میں عورت کے ساتھ جماع کرتے تھے۔ اسید بن حضیر اور عباد بن بشر اور بعض کہتے ہیں کہ دحداح رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ امتِ محمدی کو ایک ایسے درمیانی رستے کی طرف رہنمائی کی جس کی رُو سے عورت کو یہودیوں کی طرح جدا نہیں کیا گیا اور نہ نصاریٰ کی طرح ان کے ساتھ مجامعت کو روا رکھا گیا۔ حدیث۔ اِصْنَعُوْا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا النِّكَاحَ۔ تم ان کے ساتھ سب کچھ کر سکتے ہو سوائے جماع کے۔ صحیحین کی حدیث ہے۔ هٰذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ آدَمَ وَحَاضَتْ حَوَّاءُ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ۔ یہ بات اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں پر مقرر کی ہے اور حواء کو سہ شنبہ کے دن حیض آیا تھا۔ اس حدیث میں بناتِ آدم سے عورتیں مراد ہیں۔

عورت کے ان طبعی موانعات حیض، حمل، ولادت اور نفاس کا اقتضاء تھا کہ شوہر کے فوت ہونے یا طلاق دینے کے بعد ان کے لیے عدت مقرر کی جائے، جہاد جیسے سخت و شدید فعل سے ان کو سبکدوش کیا جائے، جمعہ، عید اور جنازہ کی نمازوں کو ان پر واجب نہ کیا جائے۔ قضاءت اور نکاح کے لیے نااہل قرار دی گئیں، محرم یا شوہر کی ہمراہی کے بغیر حج بھی ان پر فرض نہیں کیا گیا، میراث میں ان کا حصہ کم کر کے مرد کا نصف رکھا گیا۔ عورت پر حیض، نفاس اور استحاضہ کے احکام سے واقف ہونا واجب ہے اگر شوہر واقف ہو تو اس پر واجب ہے کہ زوجہ کو واقف کرائے شوہر کی ناواقفیت کی وجہ سے شوہر کی رضامندی کے بغیر علماء سے اس کو سیکھنے کے لیے زوجہ باہر جا سکتی ہے لیکن مجلسِ ذکر کی شرکت یا کارِ خیر کے سیکھنے کے لیے زوجہ اپنے شوہر کی رضامندی کے بغیر نہیں جا سکتی۔

عورت کی شرمگاہ سے تین[۳] قسم کا خون خارج ہوتا ہے حیض[۱]، نفاس[۲] اور استحاضہ[۳]۔

حیض وہ خون ہے جو عورت کی شرمگاہ سے صحت کی حالت میں بغیر زچگی کے سبب کے خارج ہوتا ہے اس کا رنگ سیاہی مائل اور اس میں سوزش ہوتی ہے حیض کے معنی سیلان اور بہنے کے ہیں اور شرع میں اس خون کو کہتے ہیں جو طبعی طور پر عورت کے رحم سے خارج ہوتا ہے۔ یہ خون رحم کے اندرونی آخری حصہ میں ایک رگ سے خارج ہوتا ہے جس کو عربی میں عاذل کہتے ہیں اس کی تین[۳] شرائط ہیں صحت[۱] کی حالت میں نکلے استحاضہ کا خون اس سے خارج ہو جاتا ہے جو مرض کی وجہ سے نکلتا ہے۔ زچگی[۲] کے سبب سے نہ نکلے اس سے نفاس کا خون خارج ہو جاتا ہے جو بچے کے تولد ہونے کے بعد نکلتا ہے مقررہ اوقات[۳] میں نکلے۔ عورت کی عمر سنِ حیض کو پہنچی ہو، اکثر سنِ حیض سے متجاوز نہ ہو، حیض کی اقل مدت سے کم نہ ہو۔ عورت کو کم سے کم نو سال کی عمر میں حیض آ سکتا ہے۔ حمل کے زمانہ میں بھی عورت کو حیض آ سکتا ہے۔ حمل کے باوجود حیض آنا بچے کی کمزوری پر دلالت کرتا ہے اور یہ عموماً جفت یعنی جوڑ کے مہینوں چوتھے چھٹے آٹھویں مہینوں میں ہوتا ہے۔ طاق کے یعنی ساتویں نویں

اس حکم میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا۔

استحالہ۔ شراب بنفسہٖ سرکہ بنجائے تو پاک ہے اور اگر کسی دوسری چیز کے شریک کرنے سے بنے تو پاک نہیں۔ ظرف بھی شراب کے تابع ہے۔ استحالہ کسی چیز کے ایک صفت سے دوسری صفت میں تبدیل ہونے کو کہتے ہیں شراب سے مراد ہر ایک پتلی مسکر چیز ہے خواہ کھجور، شکر یا شہد وغیرہ سے بنے۔ اگر شراب دھوپ سے سایے میں یا سایے سے دھوپ میں منتقل کرنے سے سرکہ بنے تو راجح رائے یہ ہے کہ مکروہ ہے۔ شراب کے سرکہ بننے کے بعد طاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ شراب کی نجاست کی علت اسکار تھی اور جب اسکار زایل ہوگئی تو نجاست بھی باقی نہیں رہی۔ دوسری چیز کے ڈالنے کی وجہ سے شراب سرکہ بنے تو طاہر اس لیے نہیں کہ ڈالی ہوئی چیز یا تو طاہر ہوگی یا نجس۔ طاہر ہونے کی صورت میں شراب میں مخالطت کی وجہ سے وہ چیز نجس ہوجائیگی اور شراب کے سرکہ بننے کے بعد بھی وہ چیز نجس رہیگی اور اس نجس چیز کی موجودگی کی وجہ سے سرکہ بھی نجس ہوجائیگا! اور اگر نجس چیز ڈالی گئی ہو تو شراب میں ایک دوسری وجہ سے تنجیس پیدا ہوگی جو سرکیت سے زایل نہیں ہوگی۔ شیرہ خمیر آئے بغیر بھی تین[3] طرح سرکہ ہو سکتا ہے[1] سرکہ کے پرانے برتن میں شیرہ ڈالا جائے تو سرکہ ہو جائیگا۔ سرکہ[2] شیرہ کے مساوی مقدار میں یا اس سے زیادہ ڈالا جائے تو کل کا کل سرکہ ہوجائیگا انگور[3] کے دانوں سے کسی ظرف کو بھر کر اس کے سر کو سید دیا جائے تو بھی سرکہ ہوجائیگا۔ شراب کے سرکہ بنجانے اور پاک ہوجانے سے اس کا برتن بھی پاک ہوجاتا ہے۔

حدث

حیض، نفاس اور طہر اور ان کی مدت، استحاضہ، جنابت، بے وضو کی حالت اور ان کے احکام۔

حَدَث اُس حالت کو کہتے ہیں جس کے واقع ہونے سے غسل یا وضو واجب ہوتا ہے۔ حدث کی تین قسمیں ہیں۔ حدث اکبر[1]، حدث اوسط[2] اور حدث اصغر[3]

حَدَثِ اکبر، حیض اور نفاس۔ حدثِ اکبر اس لیے کہتے ہیں کہ عورت پر حیض اور نفاس کی حالت میں بہت زیادہ چیزیں حرام کی گئی ہیں۔

حَدَثِ اوسط، جنابت۔ حَدَثِ اوسط اس لیے کہتے ہیں کہ آدمی پر جنابت کی حالت میں جو چیزیں حرام کی گئی ہیں وہ حیض اور نفاس کی حالت کے مقابلہ میں کم اور حَدَثِ اصغر کے مقابلہ میں زیادہ ہیں۔

حَدَثِ اصغر، نواقضِ وضو اور استحاضہ۔ حَدَثِ اصغر اس لیے کہتے ہیں کہ وضو ٹوٹنے کی حالت میں آدمی پر سب سے کم چیزیں حرام ہوتی ہیں۔

بعض نے جنابت کو حَدَثِ اکبر میں داخل کرکے حَدَث کو دو قسموں حَدَثِ اکبر[1] اور حَدَثِ اصغر[2] میں تقسیم کیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ حَدَثِ اکبر کو پھر دو قسموں حیض[1] و نفاس اور جنابت[2] پر تقسیم کرنا پڑتا ہے اس لیے کہ ان کے احکام مختلف ہیں۔

حیض کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ (۲/۱۲ ۱) ۔ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى۔ لوگ حیض کے بارے میں تم سے پوچھتے ہیں کہدو کہ وہ ایک گندی چیز ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہودی حیض کے زمانہ میں اپنی عورتوں کو اپنے سے جدا

مدت

حیض کی مدت کم سے کم ایک دن اور ایک رات اور زیادہ سے زیادہ پندرہ دن اور عام طور پر چھ یا سات دن ہے ایک دن اور ایک رات سے مراد چوبیس گھنٹے ہیں۔ اگر دن یا رات کے کسی اثناء میں حیض شروع ہو تو دوسرے دن یا دوسری رات کے اسی اثناء میں اقلِ حیض کی مدت ختم ہو گی۔ اقلِ حیض کے لیے یہ بھی ہے کہ حیض کا اس طرح رہا ہو کہ روئی یا پارچہ رکھا جائے تو اس کو دھبہ لگے اور یہ سلسلہ اتصال کے ساتھ چوبیس گھنٹے جاری رہے۔ اگر اس سلسلے میں اتصال نہ ہو اور خون کا آنا بعض وقت بند ہو تو اکثر حیض کی مدت پندرہ روز کا لحاظ کرنا ہوگا۔ اکثر حیض میں اتصال کی قید نہیں ہے لیکن شرط یہ ہے کہ پندرہ دنوں سے زیادہ نہ ہو اور حیض کے خون کی مقدار اقلِ حیض کی مقدار سے کم نہ ہو۔ اعتماد اس پر ہے کہ یہ پوری مدت حیض میں شمار ہوگی اس کو قولِ معتمد کہتے ہیں۔ اس مدت میں عورت پر نماز اور روزہ واجب نہیں ہے۔ دوسرا قول لقط کہا گیا ہے۔ جس طرح خون کے آنے کے زمانہ کو حیض کہا گیا اسی طرح خون کے بند رہنے کے زمانہ کو نقاء یعنی پاکی کہا جائے تو پاکی کے زمانہ میں عورت پر نماز اور روزہ دونوں واجب ہوتے ہیں۔ جو خون پندرہ روز سے زیادہ ہو وہ استحاضہ ہے اور عورت مستحاضہ کہلاتی ہے۔

مستحاضہ کی سات صورتیں ہیں۔ مبتدأہ ممیزہ، مبتدأہ غیر ممیزہ، معتادہ ممیزہ، معتادہ غیر ممیزہ جس کو مدت اور وقت یاد ہو، معتادہ غیر ممیزہ جس کو مدت اور وقت دونوں یاد نہ ہوں، معتادہ غیر ممیزہ جس کو مدت یاد ہو اور وقت یاد نہ ہو، اور معتادہ غیر ممیزہ جس کو وقت یاد ہو اور مدت یاد نہ ہو۔ چھٹی اور ساتویں صورت میں عورت کو متحیرہ کہتے ہیں۔

مبتدأہ ممیزہ۔ مبتدأہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کو حیض پہلی مرتبہ آیا ہو، اور ممیزہ اس عورت کو کہتے ہیں جو حیض کی صفت میں امتیاز کر سکتی ہو۔ حیض کا خون کبھی قوی اور کبھی ضعیف ہوتا ہے اور خون کی قوت اور اس کا ضعف اس کے رنگ پر موقوف ہے۔ اردو میں اس کا ترجمہ گہرا اور ہلکا ہو سکتا ہے اور گہرے رنگ کا خون ہلکے رنگ کے خون سے قوی اور ہلکے رنگ کا خون گہرے رنگ کے خون سے ضعیف ہوگا۔ رنگوں کی ترتیب یہ ہے سیاہی مایل، سرخ، ہلکا سرخ، زرد اور گدلا۔ یہاں سرخ رنگ، سیاہی مایل رنگ کے مقابلہ میں ہلکا اور ہلکے سرخ رنگ کے مقابلہ میں گہرا سمجھا جائیگا، اور اس لحاظ سے آخری درجہ کا ہلکے رنگ کا خون استحاضہ اور اس کے پہلے کے اور اوپر کے سارے رنگ گہرے اور حیض کے شمار کیے جائیں گے۔ ہلکے رنگ کے خون کی مدت اگرچہ طویل ہو استحاضہ ہے اور گہرے رنگ کا خون حیض ہے بشرطیکہ اس کی مدت اقلِ حیض سے کم نہ ہو اور اکثر حیض سے زیادہ نہ ہو اور ہلکے رنگ کے خون کی مدت اقلِ طہر سے کم نہ ہو یعنی پندرہ روز یا اس سے زیادہ مسلسل جاری ہو۔ ہلکے رنگ کے خون کی مدت طویل بھی ہو سکتی ہے اس لیے کہ طہر کی اکثر مدت کی کوئی حد نہیں ہے۔ پس اگر گہرے رنگ کا خون اقلِ حیض سے کم ہو یا اکثر حیض سے زیادہ ہو یا ہلکے رنگ کا خون اقلِ طہر سے کم ہو یا مسلسل نہ ہو جیسا کہ ایک دن سیاہی مایل اور دوسرے دن سرخ اور اسی طرح تو تمیز کی شرطوں میں سے ایک شرط مفقود ہوگی اور اس کا حکم آگے آئیگا۔

مہینوں میں بچہ قوی ہوتا ہے اور ماں کو حیض نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ جو بچہ سات مہینوں میں پیدا ہوتا ہے زندہ رہتا ہے اور جو آٹھ مہینوں میں پیدا ہوتا ہے زندہ نہیں رہتا۔ مجاہد نے لکھا ہے کہ کسی عورت کو حمل کے زمانہ میں حیض آئے تو سمجھا جائے گا کہ اس کے بچہ میں نقصان پیدا ہوا۔ حمل نو مہینوں کے اوپر رہے تو اس نقصان کی تلافی ہو جائے گی۔ عمر کی کمی کی حد نو سال کی ہے اور اس سے زیادہ عمر میں بھی حیض آسکتا ہے۔

رنگ حیض کے پانچ رنگ ہوتے ہیں: ۱ سخت قوی سیاہی مائل، ۲ پھر سرخ، ۳ پھر ہلکا سرخ، ۴ پھر زرد، ۵ اور پھر گدلا۔ جس ترتیب سے رنگ بیان کیے گئے ہیں ان کی قوت اور ضعف کے مدارج بھی اسی ترتیب سے ہیں مثلاً نمبر ۲ نمبر ۱ سے ضعیف اور نمبر ۳ سے قوی ہے۔

صفات۔ رنگوں کے علاوہ حیض کے دوسرے صفات بھی چار ہیں۔ ۱ گاڑھا، ۲ بدبودار، ۳ گاڑھا اور بدبودار، ۴ نہ گاڑھا نہ بدبودار۔

نفاس وہ خون ہے جو زچگی کے بعد خارج ہوتا ہے۔ نفاس کی شرعی تعریف یہ ہے ورنہ نفاس کے لغوی معنی زچگی کے ہیں۔ "زچگی کے بعد" میں قید یہ ہے کہ پندرہ روز کے اندر ہو۔ زچگی کے بعد سے مراد یہ بھی ہے کہ رحم خالی ہو چکا ہو۔ توأم بچوں کی ولادت کے درمیان جو خون خارج ہوتا ہے وہی نفاس ہے۔ زچگی کے ساتھ یا زچگی سے پہلے جو خون خارج ہوتا ہے وہ بھی نفاس نہیں ہے۔ عَلَقہ حمل کی ابتدائی اور مُضغہ حمل کی دوسری حالت کو کہتے ہیں اور علقہ اور مضغہ کے خارج ہونے کو گو زچگی نہیں کہتے مگر زچگی کے احکام ان پر عاید ہوتے ہیں۔ علقہ کے بعد جو خون نکلتا ہے وہ نفاس ہے اس کے بعد غسل واجب ہے اور روزہ افطار کیا جائیگا۔ مضغہ کے خارج ہونے پر اور دو باتیں زیادہ ہوتی ہیں۔ عِدّت منقضی ہوتی ہے اور استیلاد یا امّیّتُ الوَلَد ثابت قرار پاتی ہے استیلاد کے معنی بچہ پیدا ہونے اور امیّت الولد کے معنی بچے کی ماں ہونے کے ہیں۔

استحاضہ وہ خون ہے جو غیر ایام حیض و نفاس میں بوجہ مرض خارج ہوتا ہے۔ غیر ایام حیض سے مراد یہ ہے کہ ایک دن اور ایک رات سے کم ہو یا پندرہ دنوں سے زیادہ ہو۔ غیر ایام نفاس سے مراد یہ ہے کہ ساٹھ دنوں سے زیادہ ہو۔ سلیمان بجیرمی کا قول ہے کہ استحاضہ خون فاسد ہے۔ استحاضہ حَدَث دایم ہے اس لیے استحاضہ کی حالت میں نماز، روزہ اور جماع وغیرہ کی امتناع نہیں ہے لیکن شرط یہ ہے کہ نماز کا وقت داخل ہونے پر عورت اپنی شرم گاہ کو دھوئے، کپڑا یا روئی رکھ کر دھاٹہ باندھے اور وضو کرے یا تیمم کرے، اور بغیر تاخیر کے نماز پڑھے۔ ہر نماز فرض کے لیے تیمم کے مانند جداگانہ وضو کرنا واجب ہے اور وضو کے ساتھ وہ سب امور واجب ہیں جو اوپر بیان کیے گئے ہیں۔ وضو کرنے اور نماز پڑھنے میں تاخیر نماز کے متعلقہ امور کی ادائی کے ضمن میں ہو سکتی ہے ورنہ دوبارہ طہارت کرنا ہوگا۔ وضو کے بعد کپڑے پہننا، اذان کا جواب دینا یا جماعت کا انتظار کرنا نماز کے متعلقہ امور ہیں۔ کھانا کھانا، پانی پینا نماز کے متعلقہ امور میں داخل نہیں ہے جس قدر تاخیر ہوتی ہے اسی قدر استحاضہ کے خون کی نجاست زیادہ ہوتی ہے اس لیے پہلے فرض نماز کو ادا کرنا چاہئے اور سنتیں جو فرض کے پہلے کی ہیں ان کو بھی فرض کے بعد پڑھنا چاہئے۔ خون حیض کا ہے یا استحاضہ کا، اس بارہ میں بعض عورتوں میں حیض کی مدت پر غور کیے بغیر رائے قائم نہیں ہو سکتی اس لیے تفصیلی طور پر جملہ صورتیں حیض کی مدت کے ضمن میں آگے بیان ہونگی۔

کی نسبت حیض، طہر اور انقطاع کا احتمال ہوگا۔

غالب مدتِ حیض کی چھ یا سات دن ابو داؤد وغیرہ کی حدیث پر مبنی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ تَحَيَّضِي فِي عِلْمِ اللّٰهِ سِتَّةَ أَيَّامٍ أَوْ سَبْعَةَ أَيَّامٍ كَمَا تَحِيضُ النِّسَاءُ وَيَطْهُرْنَ مِيقَاتَ حَيْضِهِنَّ وَطُهْرِهِنَّ۔ پابندی کرو حیض اور اس کے احکام کی عورتوں کے چھ یا سات دن کی عادت کے بارے میں جس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے تم کو علم دیا ہے۔ غالب اس لیے کہا گیا ہے کہ تمام عورتوں کا ایک عادت پر اتفاق دشوار ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی عورت کو ایک دن اور ایک رات سے کم حیض آئے اور دوسری عورت کو پندرہ دنوں سے زیادہ آئے مگر ان کی اتباع نہیں کی جا سکتی، اس لیے کہ اقلین یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین کی بحث اپنی جگہ اتم ہوتی تھی۔ خلافِ عادت صورت کو خونِ فاسد کہنا زیادہ آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ خرقِ عادت قرار دیجائے حمنہ حضرت زینب زوجہ مطہرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہن تھیں۔ مصباح میں لکھا ہے کہ حمنہ معتادہ غیر ممیزہ تھیں اور ان کی عادت مختلف تھی کبھی چھ دن کبھی سات دن حیض آتا تھا اور مستحاضہ تھیں۔

شہر یعنی مہینہ شرع میں مطلق کہا گیا تو ہلالی مہینہ متصور ہوگا! اس سے استثنا کی تین صورتیں ہیں۔ معتادہ ممیزہ میں جس میں ایک شرط مفقود ہو، متحیرہ میں، حمل میں، مہینے کے تیس دن شمار کیے جائیں گے۔

استقراء۔ حیض کی اقل، اکثر اور غالب مدت جو بیان کی گئی ہے امام شافعی رضی اللہ عنہ کی اس دریافت پر مبنی ہے جو انہوں نے عرب کی عورتوں کی [illegible] کی تھی۔ فنِ منطق میں اس دریافت کو استقراءِ ناقص کہتے ہیں جو ظن پر دلالت کرتا ہے اور دلیلِ ظنی کی حیثیت رکھتا ہے۔ استقراءِ تام اس دریافت کو کہتے ہیں جو جملہ افراد کی [illegible] دریافت کرکے حکم لگایا جاتا ہے جیسا کہ ہر حیوان مرنے والا ہے کا حکم دلیلِ قطعی کی تاثیر رکھتا ہے! اعتماد اس پر ہے کہ ہر ملک کے لیے علیٰحدہ استقراء کیا جائے۔

اختلاف۔ امام مالک اور امام شافعی رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حمل کے زمانہ میں بھی حیض آ سکتا ہے! امام ابو حنیفہ اور امام احمد رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حمل کے زمانہ میں حیض نہیں آتا بلکہ جو خون نظر آتا ہے وہ فاسد ہے۔ قولِ اول پر عورت روزہ نہیں رکھتی اور نہ نماز پڑھتی اور قولِ دوم پر روزہ رکھتی ہے اور نماز پڑھتی ہے! امام ابو حنیفہؒ کے پاس حیض کی اکثر مدت دس دن ہے۔

نفاس کی مدت کم سے کم ایک لحظہ اور زیادہ سے زیادہ ساٹھ دن اور غالب چالیس دن ہے "لحظہ" لحظ سے ہے جس کے معنی پلک مارنے کے ہیں اور لحظہ سے مراد بہت تھوڑا زمانہ ہے۔ نفاس کی مدت کا آغاز بچے کے انفصال کے بعد ہوتا ہے اور وہ خون نفاس کہلاتا ہے جو بچے کے انفصال کے بعد پندرہ روز کے اندر خارج ہوتا ہے۔ پندرہ روز کے بعد جو خون خارج ہو وہ حیض ہوگا نہ کہ نفاس! اکثر مدتِ نفاس کی [illegible] امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ساٹھ دن ہے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ چالیس دن۔ ولادت کے ساتھ نفاس کا خون خارج ہو تو کوئی بات غور طلب نہ ہوگی! اگر ولادت کے زمانہ میں اور نفاس کے خون کے اخراج کے زمانہ میں کوئی فصل ہو تو تین اقوال ہیں۔ قولِ اول یہ ہے کہ ولادت کے وقت سے

٢ مُبتداۂ غیر ممیزہ ۔ غیر ممیزہ اس کو کہتے ہیں جس کے حیض کا خون ایک ہی رنگ میں ہو اور اس میں کوئی امتیاز نہ ہوسکے، یا تمیز کے شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو۔ اس کا حیض ایک دن اور ایک رات ہے اور طہر انتیس[29] دن، بشرطیکہ اس کو حیض کے آغاز ہونے کے وقت کا علم ہو۔ اگر علم نہ ہو تو عورت متحیّرہ ہوگی اور اس کا حکم آگے آئیگا۔

٣ مُعتادہ ممیزہ ۔ معتادہ وہ عورت ہے جس کو پہلے حیض آچکا ہو اور حیض کے بعد طُہر بھی رہا ہو۔ اس کی تمیز کے لحاظ سے حکم ہوگا نہ کہ عادت کے لحاظ سے۔ فرض کیا جائے کہ ایک عورت کو مہینے کے آغاز میں پانچ دن حیض آتا تھا اور بقیہ دن طُہر کے تھے۔ اگر اس عورت کو کبھی حیض آئے اور اس طور پر جاری رہے کہ مہینے کے آغاز میں دس[10] دن سیاہی مائل اور بقیہ سرخ رنگ میں، تو اُس کے اُس حیض کی مدت دس دن ہوگی نہ کہ پانچ دن، اس لیے کہ تمیز عادت سے زیادہ قوی ہے۔ اگر تمیز اور عادت میں اتفاق ہو جیسا کہ ایک عورت کو مہینہ کے آغاز میں پانچ دن حیض آتا ہو، پس اگر ان پانچ دنوں میں تمیز بھی قائم رہی تو حکم ان دونوں کے ساتھ معاً ہوگا اگرچہ ان دونوں کے درمیان اقلِ طُہر واقع ہو جیسا کہ اوپر کی مثال میں پانچ دنوں کے بعد بیس[20] دن ہلکے رنگ کا خون آئے، پھر پانچ دن گہرے رنگ کا اور پھر ہلکے رنگ کا تو عادت کی بنا کے مطابق، عادت کی بنا پر پہلے پانچ دن حیض کے ہیں اور تمیز کی مدت کے مطابق، تمیز کے لحاظ سے دوسرے پانچ روز بھی حیض کے ہیں۔

٤ مُعتادہ غیر ممیزہ جس کو مدت اور وقت دونوں یاد ہوں اور اس کو مہینہ کے آغاز میں پانچ دن حیض آتا ہو اور اس کے بعد استحاضہ ہوتا ہو تو مہینے کے پہلے پانچ دن حیض کے اور مہینہ کے بقیہ دن طُہر کے ہوں گے اس کی عادت کے لحاظ سے۔ عادت کے لیے تکرار کی قید نہیں ہے ایک مرتبہ کے تجربہ کے بعد ہی عادت کا اطلاق ہوگا بشرطیکہ اس کے بعد کوئی اختلاف نہ رہا ہو۔

٥ مُعتادہ غیر ممیزہ جس کو مدت اور وقت دونوں یاد نہ ہوں حیض اور طُہر دونوں گزر چکے ہوں مگر مدت اور وقت کا علم نہ ہو اس پر احتیاطاً حائض کے بعض احکام عاید ہوتے ہیں جیسا کہ حُرمتِ تمتّع اور غیرِ نماز میں قرأت۔ تمتّع عورت کے گھٹنے اور ناف کے درمیان کے حصّہ سے لطف اندوز ہونے کو کہتے ہیں اس لیے کہ اس کو ہر وقت حیض آنے کا احتمال رہتا ہے۔ بعض احکام طاہر کے بھی اس پر احتیاطاً قائم ہوتے ہیں جیسا کہ نماز اور روزہ، اس لیے کہ ہر وقت اس کی طہارت کا بھی احتمال رہتا ہے۔

٦ مُعتادہ غیر ممیزہ جس کو مدت یاد ہو، وقت یاد نہ ہو۔ جیسا کہ ایک عورت کو یاد ہو کہ مہینے کی پہلی دہائی میں اس کو پانچ دن حیض آتا ہے مگر ابتدا کب ہوتی ہے یاد نہیں ہے لیکن یقینی طور پر اتنا ضرور یاد ہے کہ پہلی تاریخ طُہر رہتا ہے تو چھٹا دن یقینی طور پر حیض کا ہوگا اور پہلا دن یقینی طور پر طُہر کا ہوگا جیسا کہ آخری دو دہائی۔ دوسری سے پانچویں تک حیض اور طُہر دونوں کا احتمال بغیر انقطاع کے ہوگا اور ساتویں سے دسویں تک بھی حیض اور طُہر اور انقطاع کا احتمال ہوگا۔ جس زمانے میں انقطاع کا احتمال ہو اس کو طُہر مشکوک کہا جائیگا اور جس زمانے میں انقطاع کا احتمال نہ ہو حیضِ مشکوک کہا جائیگا۔

٧ مُعتادہ غیر ممیزہ جس کو وقت یاد ہو اور مدت یاد نہ ہو جیسا کہ یہ یاد ہو کہ حیض مہینہ کے آغاز میں شروع ہوتا ہے لیکن مدت یاد نہیں ہے تو ایک دن اور ایک رات یقینی طور پر حیض کے ہونگے اور نصفِ ثانی یقینی طور پر طُہر کے ہونگے اور ان دونوں کے درمیان کے زمانے

دونوں کو اتفاق ہے۔ امام شافعیؒ خود چار سال میں پیدا ہوئے تھے، امام مالکؒ دو سال میں اور بعض کا قول ہے کہ تین سال میں، ضحاک بن ابراہیم تابعی دو سال میں۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ ان کے ہمسایہ محمد بن عجلان کی زوجہ کے تین بچے بارہ سال میں ہوئے اور ایک حمل کی مدت چار سال تھی۔ لیث بن سعد نے بیان کیا ہے کہ ایک عورت کا حمل پانچ سال رہا تھا۔

مدارجِ حمل۔ حمل قائم ہونے کے بعد پہلے عَلَقَہ بنتا ہے جو صرف گاڑھے خون کی شکل میں ہوتا ہے۔ دوسرے درجہ میں مُضغہ بنتا ہے جو گوشت کی شکل میں ہوتا ہے۔ چار مہینوں کی مدت میں جنین کے سارے اعضا کی تکمیل ہو جاتی ہے اور صورت بنتی ہے۔ چار مہینوں کے بعد جنین میں جان آتی ہے اور اس کی غذا ناف کے ذریعہ پہنچتی ہے۔

احکامِ حدث

حیض اور نفاس کے سبب دس چیزیں حرام ہیں۔ نماز، مس و حملِ مصحف، طواف، قرأتِ قرآن، دخولِ مسجد، روزہ، جماع، استمتاع عورت کے بدن سے جو ناف اور گھٹنے کے درمیان ہے، طلاق اور طہارت۔ طلاق اور طہارت کو ابو شجاع نے شریک نہیں کیا تھا ابنِ قاسم خطیب شربینی شیخ بیجوری اور شیخ سلیمان نے اضافہ کیا ہے۔ حیض اور نفاس میں فرق اس قدر ہے کہ حیض سے عورت سنِ بلوغ کو پہنچتی ہے اور عدت شمار ہوتی ہے اور اقلِ حیض سے نماز ساقط ہوتی ہے۔ بخلاف اس کے نفاس کو بلوغ سے تعلق نہیں، بلوغ سے پہلے بھی نفاس آسکتا ہے اور نفاس میں ولادت کے ساتھ ہی عدت باقی نہیں رہتی۔ حیض اور نفاس کے بند ہونے کے ساتھ ہی روزہ، طلاق اور طہارت جائز ہو جاتے ہیں جو اس کے پہلے حرام تھے۔ طہارت کی بابت یہ حکم ہے کہ انقطاع سے پہلے عبادت کے طور پر حرام ہے نہ کہ صفائی کے ارادہ سے۔

نمازمیں فرض اور نفل نمازیں، سجدۂ تلاوت اور سجدۂ شکر داخل ہیں۔ حالتِ حیض اور جنابت میں عمداً نماز کا پڑھنا گناہِ کبیرہ ہے۔ جو نماز کہ اس طرح ترک ہو اس کا قضا نہیں ہے بلکہ قضا کرنا مکروہ ہے اور جو نماز قضا پڑھی جائیگی وہ بغیر ثواب کے مطلق نفل ہو جائیگی۔ حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ ہم کو حیض کی حالت میں روزے کی قضا کرنے کے لیے حکم دیا گیا اور نماز کے قضا کرنے کے لیے حکم نہیں دیا گیا۔

تنبیہ۔ نووی نے مجموع میں لکھا ہے کہ معتقدین اور مریدین جو اپنے شیخ اور مرشد کے سامنے سجدہ کرتے ہیں اجماع سے حرام ہے۔ اس کو تواضع، تقرب اور کسرِ نفس نہیں کہا جاسکتا، اس لیے کہ کسی ناجایز فعل کے ذریعے تقرب الی اللہ حاصل نہیں ہوتا۔ آیت۔ (۱۳/۵) وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا ۔ اور اپنے والدین کو تخت پر اونچا بٹھایا اور سب یوسفؑ کے آگے سجدے میں گر گئے۔ منسوخ ہے۔ ابنِ صلاح کا قول ہے کہ ایسے سجدے بڑے گناہوں میں داخل ہیں اور خوف ہے کہ کفر تک پہنچیں۔ اُمراء کے سامنے رکوع تک جھکنا بھی اسی طرح ہے۔

نفاس کی مدت شمار ہوگی اور نفاس کے احکام نافذ ہوں گے۔ قولِ دوم یہ ہے کہ ولادت کے وقت کو چھوڑ کر نفاس کے آغاز ہونے کے وقت سے نفاس کی مدت شمار کی جائیگی اور نفاس کے احکام نافذ کیے جائیں گے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ولادت کے وقت سے نفاس کی مدت شمار کی جائیگی لیکن نفاس کے احکام نفاس کے آغاز ہونے پر ہونگے اور یہی قول معتمد ہے جس کی صراحت اقربینی نے کی ہے۔ ولادت اور نفاس کے درمیان جو خالی زمانہ ہوگا اس میں بلحاظ قولِ اول تمتع حرام ہوگا۔ نماز معاف ہوگی اور قضا کی ضرورت نہ ہوگی مگر قولِ دوم کے لحاظ سے تمتع جائز ہوگا اور جو نماز فوت ہو اس کو قضا کرنا ہوگا اور یہی حکم قولِ سوم میں ہے۔ معتمد یہ ہے کہ ہر ملک اور ہر سرزمین کی آب و ہوا اور حالات کے لحاظ سے استقراء کیا جائے۔

طہر کی مدت کم سے کم پندرہ دن ہے اور زیادہ سے زیادہ کے لیے کوئی حد نہیں ہے۔ دو حیضوں کے درمیان پاکی کے زمانہ کو طہرِ متخلل کہتے ہیں۔ طہر کی اقلِ مدت پندرہ دن اس لیے ہے کہ حیض کی اکثر مدت پندرہ دن ہے اور اغلب یہ ہے کہ ایک مہینے میں حیض اور طہر دونوں واقع ہوں۔ مہینہ کے تیس دنوں میں سے حیض کی اکثر مدت کے پندرہ دن وضع کیے جائیں تو پندرہ دن جو باقی رہتے ہیں وہ طہر کی اقلِ مدت قرار پاتے ہیں۔ حیض اور نفاس کے درمیان طہر کا زمانہ نہیں بھی ہو سکتا ہے اس لیے کہ صحیح رائے یہ ہے کہ حمل میں بھی حیض آسکتا ہے اور حیض کے سلسلہ میں ولادت ہوسکتی ہے اور اس صورت میں حیض اور نفاس کے درمیان کوئی طہر نہ ہوگا بہرحال حیض اور نفاس یا نفاس اور حیض یا دو نفاس کے درمیان طہر کی مدت پندرہ روز سے کم بھی ہو سکتی ہے۔ طہر کی اکثر مدت کے لیے کوئی حد نہیں ہے اور اسی پر اجماع ہے کسی عورت کو عمر بھر حیض نہیں بھی آسکتا۔ حضرت فاطمۃ الزہراء کو کبھی حیض نہیں آیا اور اسی وجہ سے آپ کا لقب زہراء ہوا۔ حضرت فاطمۃ الزہراء کی نسبت یہ بھی روایت ہے کہ غروب کے وقت آپ کو ایک ولادت ہوئی اور آپ نے نمازِ عشاء اندرونِ وقت ادا کی۔ حیض کی غالب مدت کے لحاظ سے طہر کی غالب مدت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اگر حیض کے دن چھ ۶ ہوں تو طہر کے چوبیس ۲۴ دن اور حیض کے سات دن ہوں تو طہر کے تیئیس ۲۳ دن ہونگے۔ یہ اس صورت میں جبکہ مہینے کے تیس ۳۰ دن ہوں اگر انتیس ۲۹ دن ہوں تو طہر کے دنوں میں کمی ہوگی۔

اقلِ عمر جس میں عورت کو حیض آسکتا ہے نو سال ہے۔ نو سال قمری اور ہلالی ہیں نہ کہ شمسی۔ نو سال کی تعداد تقریباً ہے اس لیے کہ اس میں اتنے دنوں کی کمی بھی ہو سکتی ہے جس میں ایک حیض اور ایک طہر کی گنجائش نہ رہے۔ حیض کی اقلِ مدت ایک دن اور ایک رات اور طہر کی اقلِ مدت پندرہ دن اور جملہ سولہ ۱۶ دن ہوتے ہیں۔ نو ۹ سال کی عمر میں سولہ ۱۶ دنوں سے کسی قدر کمی ہو تو حیض میں شمار ہوگا ورنہ استحاضہ۔ بہرحال سولہ ۱۶ دن کے اندر جو خون ہوگا وہ حیض کہلائیگا اور سولہ ۱۶ دن کے پہلے جن دنوں میں خون آیا ہوگا وہ استحاضہ کہلائیگا۔ اکثر عمر کی کوئی حد نہیں ہے اس لیے کہ بعض عورت کو حیض نہیں بھی آسکتا ہے۔

حمل کی اقلِ مدت چھ ۶ مہینے اور اکثر چار سال اور غالب نو ۹ مہینہ ہے۔ اعتماد اس پر ہے کہ ہر ملک کی عورتوں کی اقل، اکثر اور غالب مدتِ حمل کے متعلق استقراء کیا جائے۔ اقلِ مدتِ حمل میں چھ ۶ مہینے اور غالب میں نو ۹ مہینے عددی مراد ہیں۔ عددی مہینہ کم تیس ۳۰ دن اور عددی سال کے تین سو ساٹھ ۳۶۰ ہوتے ہیں۔ اکثر مدت چار سال کی امام شافعی اور امام مالک رضی اللہ عنہما

ہو۔ فرش یا کپڑے پر چلنا یا روندنا حرام ہے جس پر قرآن لکھا ہوا ہو جس کاغذ پر قرآن لکھا ہوا ہے اس کا پھاڑنا بھی جائز نہیں ہے۔ فاقدُ الطہورین وہ ہے جس نے طہارت نہ پانی سے کی ہو اور نہ مٹی سے قرآن کو مس نہیں کرسکتا اور نہ حائض اور نفساء کے ساتھ خون کے بند ہونے پر بھی جماع کر سکتا ہے۔

قرآن کے ڈوبنے، جلنے یا چوری جانے کا خوف ہو تو اس کا اٹھا لینا جائز ہے بلکہ واجب ہے اور ممکن ہو تو تیمم کیا جائے۔ قرآن کے اوپر راست کسی چیز کا رکھنا حرام ہے۔ البتہ الماری کے ایک خانہ میں قرآن ہو اور اوپر کے خانہ میں کوئی دوسری چیز ہو تو مضایقہ نہیں۔ بہرحال ایسا عمل ممنوع ہے جس میں قرآن کی توہین ہو۔

بوسہ۔ سبکی کا قول ہے کہ حجرِ اسود، عالم، صالح اور باپ کے ہاتھ کو بوسہ دینا افضل ہے اور اسی قیاس پر قرآن کو بھی بوسہ دینا جائز ہے۔ شوافع میں قرآن سے فال لینا مکروہ ہے۔

کتابت۔ قرآن کی کتابت بغیر العربیہ جائز ہے، قراءت بغیر العربیہ ممنوع ہے۔ فائدہ یہ ہے کہ جو شخص عربی میں پڑھیگا اچھا پڑھیگا۔ شیخ سلیمان کا قول ہے کہ قرآن کی کتابت ہندی قلم میں اور ترکی میں جائز ہے اس لیے کہ ہندی میں لکھنے کے باوجود پڑھنے میں عربی کا تلفظ ہو سکتا ہے۔

طواف کے تین فرض، واجب و نفل تینوں طواف داخل ہیں حدیث۔ اَلطَّوَافُ صَلَاةٌ اِلَّا اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدْ اَحَلَّ فِيْهِ الْكَلَامَ فَمَنْ تَكَلَّمَ فَلَا يَتَكَلَّمْ اِلَّا بِخَيْرٍ۔ طواف نماز کی طرح ہے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں بات جائز کیا پس جو شخص بات کرے سوائے خیر کے بات نہ کرے۔ پہلے نماز میں بھی بات کرنے کی اجازت تھی اور بعد ازاں بات کرنے کو حرام کیا گیا۔ طواف میں صرف بات کرنے کی اجازت نہیں بلکہ کھانے پینے کی بھی اجازت ہے۔ طواف کی مناسبت نماز کے ساتھ ستر اور طہارت میں ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ نماز کے مبطلات طواف کو بھی باطل کرتے ہیں۔ کھانا پینا اور افعالِ متوالی (پے در پے) نماز کو باطل کرتے ہیں اور طواف میں ان کا امتناع نہیں ہے۔

قراءتِ قرآن، قرآن کا پڑھنا۔ حدیث ترمذی۔ لَا يَقْرَأُ الْجُنُبُ وَلَا الْحَائِضُ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ۔ جو جنابت سے ہو اور جس کو حیض آتا ہو اس کو قرآن سے کچھ نہ پڑھنا چاہیے۔ قرآن کا پڑھنا اس طرح کہ تلفظ ادا ہو اور خود سن سکے حرام ہے، اگر دل میں قرآن پڑھے یا قرآن پر نظر کرے، زبان کو صرف حرکت دے یا اس طرح آہستہ پڑھے کہ خود نہ سن سکے تو یہ قراءت میں داخل نہیں ہے اور نہ حرام ہے۔ بہرحال ارادۃً قرآن کا پڑھنا حرام ہے، بغیر ارادہ کے زبان سے نکل جائے تو مضایقہ نہیں۔ فرق یہ ہے کہ مس سے زیادہ سختی اور قراءت میں وسعت ہے۔ قرآن سے مراد وہ حصہ ہے جس کی تلاوت منسوخ نہیں کی گئی اگرچہ کہ حکم منسوخ کیا گیا۔ جیسا کہ آیت۔ (پ۲ ع۱۵) وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ۔ اور جو لوگ وفات پا جاتے ہیں تم میں سے اور چھوڑ جاتے ہیں بیبیوں کو وہ وصیت کر جائیں اپنی بیبیوں کے واسطے ایک سال تک فایدہ اٹھانے کی گھر سے نکالے بغیر۔ بخلاف قرآن کے اس حصے کے جس کی تلاوت کی تنسیخ کی گئی اور حکم

مسّ و حملِ مصحف مسّ چھونے، حمل اٹھانے اور مصحف قرآن کو کہتے ہیں۔ آیت۔ (۲۷ ؍ ۱۹ ۲) لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ نہیں ہاتھ لگاتے اس کو مگر پاک لوگ۔ قرآن میں اس کی جلد، تھیلی اور صندوق بھی داخل ہیں۔ چھونے میں ہاتھ کی قید نہیں ہے۔ بدن کا ہر ایک عضو داخل ہے یعنی ہاتھ سے قرآن کا چھونا جایز ہے۔ ظرفِ قرآن کا چھونا دو شرطوں پر حرام ہے قرآن اُس میں ہو اور وہ خاص طور پر قرآن کے لیے بنایا گیا ہو۔ کرسی جو خاص کر قرآن کے لیے نہ بنائی گئی ہو اور بیٹھنے کی کرسی ہو اور اس پر قرآن ہو تو رملی اور ابنِ قاسم کا قول ہے کہ اس کرسی کا چھونا حرام نہیں ہے، ابنِ حجر کا قول ہے کہ حرام ہے اور حلبی اور قلیوبی کی رائے ہے کہ کرسی کے اُس حصے کا چھونا جو قرآن کے قریب ہے حرام ہے۔ قرآن میں ہر وہ چیز داخل ہے جو قرآن کے طور پر پڑھنے کے لیے لکھی جائے۔ بچوں کے تعلیم دینے والے مدرس کی طہارت اگر دیر تک قائم نہ رہ سکتی ہو تو بار بار وضو کی مشقت اٹھائے بغیر تختی کو، جس پر قرآن لکھا ہوا ہے چھو سکتا ہے لیکن تیمم سہل ہے اس لیے تیمم کرے تو بہتر ہے۔ کافر قرآن کے چھونے سے ممنوع ہے نہ کہ سننے سے۔ اگر کافر سے دشمنی ہو تو اس کو تعلیم دینا بھی حرام ہے اگر دشمنی نہ ہو اور اسلام قبول کرنے کی توقع ہو تو اس کی تعلیم جایز ہے۔ جس بچے میں ابھی تمیز نہ آئی ہو اس کے قبضہ میں قرآن کا دینا حرام ہے اس لیے کہ نافہمی کی وجہ سے ممکن ہے کہ کوئی بے ادبی کرے۔ حمل کے معنی اٹھانے کے ہیں اور حدث کی حالت میں قرآن کا اٹھانا حرام ہے۔ قرآن کا اٹھانا اس کے چھونے سے بڑھ کر ہے اس لیے جو حکم چھونے سے متعلق ہے اٹھانے سے بدرجۂ اولیٰ متعلق ہوتا ہے۔ قرآن کا، سامان کے ساتھ، بغیر خاص کر قرآن کو اٹھانے کے قصد کے، جایز ہے۔ سامان کی مقدار کی قید نہیں ہے۔ اگر سامان کے ساتھ قرآن کے اٹھانے کی بھی نیت شامل ہو تو رملی نے اس کو جایز قرار رکھا ہے اور ابنِ حجر اور خطیب نے حرام قرار دیا ہے۔ تفسیر کی مقدار یقینی طور پر قرآن سے زیادہ ہو تو اس کا اٹھانا اور چھونا جایز ہے تفسیر کے مساوی مقدار ہونے کی صورت میں جایز نہیں ہے! احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ تفسیرِ جلالین کو نہ چھوا جائے اس لیے کہ اس قدر جچی تُلی ہوئی مختصر تفسیر ہے کہ کاتب کی سہو سے چند حروف اور الفاظ ترک ہو گئے ہوں تو تفسیر کی مقدار قرآن کے مساوی ہو جائیگی۔ اُستادِ مکتب کو بچوں کی تعلیم کے لیے قرآن لے جا سکتا ہے۔

تعویذ۔ درہم، دینار اور کپڑے پر قرآن کا کچھ حصہ نقش کیا گیا ہو تو اس کا اٹھانا اور پہننا جایز ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل شاہ روم کو ایک خط لکھا اور اس میں یہ آیت لکھی۔ (۳ ؍ ۱۵ ۱)۔ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اے اہلِ کتاب! آؤ ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے! اور قاصد کو طہارت قائم رکھنے کی نسبت کوئی حکم نہیں دیا۔ چھتوں اور دیواروں پر، اگرچہ مسجد کی ہوں، اور کھانے کی چیزوں پر قرآن کا لکھنا مکروہ ہے اُس دیوار کو گرایا جا سکتا ہے جس پر قرآن لکھا ہوا ہے۔ اُس کاغذ کو نگلنا حرام ہے جس پر قرآن لکھا ہوا ہے اس لیے کہ معدہ میں استحالہ اور غلاظت ہے اور اس غلاظت سے اللہ کے نام کی تلویث ہوتی ہے۔ قرآن کا کسی برتن پر لکھ کر پانی سے دھو کر شفا کے لیے پینا جایز ہے۔ قرآن کے کسی حصہ کو تبرک کے طور پر لکھ کر تعویذ کی طرح جسم پر پہننا مقصود ہو تو اُس پر موم چڑھانا چاہیے بغیر موم کے پہننا مکروہ ہے۔ اس لکڑی کا جلانا مکروہ ہے جس پر قرآن لکھا ہوا ہے سوائے اس کے کہ اس سے صیانت مقصود

سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو قرآن سنانے کی فرمائش کی تو انھوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! میں آپ کو قرآن سناؤں حالانکہ قرآن نازل ہوا ہے" تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَیْرِیْ میں چاہتا ہوں کہ دوسرے کی زبان سے سنوں۔ ابن مسعود نے سورۂ النساء پڑھا اور اس آیت تک پہنچے تھے فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَہِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی ہٰٓؤُلَآءِ شَہِیْدًا (آیت ماقبل آخر) پس کیسا ہوگا کہ جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور تم کو اُن پر گواہ بنائیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حَسْبُكَ الْآنَ اب بس ہے۔ ابن مسعود نے قراءت ختم کی اور نظر کی تو دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھیں بہہ رہی تھیں۔

قراءتِ سبعہ۔ سات طرز قراءت ہیں ان میں سے جس طرز میں شروع کرے اسی میں ختم کرے مختلط آیتیں مختلف قراءت میں نہ پڑھے۔ قراءتِ سبعہ ان حضرات کی قراءت کو کہتے ہیں۔ ۱ نافع۔ نافع کی قراءت جنت میں اہلِ جنت کی قراءت ہے۔ ۲ ابو عمرو۔ ۳ عبد اللہ بن کثیر۔ ۴ عبد اللہ بن عامر۔ ۵ عاصم۔ ۶ حمزہ۔ ۷ علی کسائی۔

حفظ کرنا قرآن کا فرضِ کفایہ ہے۔

فائدہ۔ قرآن میں چھ ہزار پانسو آیتیں ہیں (۶۵۰۰) اور بعض کا قول ہے چھ ہزار دو سو چار (۶۲۰۴)۔ قرآن کے جملہ حروف کی تعداد تین لاکھ تئیس ہزار چھ سو اکہتر ہے (۳۲۳۶۷۱)۔

اختلاف۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ قرآن پڑھنا جائز ہے اور طحاوی نے لکھا ہے کہ ایک آیت سے کم حصہ پڑھنا مباح ہے جیسا کہ شرحِ کنز میں لکھا ہے۔ کنز فقہِ حنفی میں ہے۔

دخولِ مسجد۔ مسجد میں داخل ہونا جبکہ مسجد کی نجاست کا خوف ہو حرام ہے۔ آیت۔ (پ ۵ ع ۱)۔ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا۔ ابن عباس وغیرہ کا قول ہے کہ یہاں صلاۃ سے مراد مواقعِ صلاۃ اور مساجد ہیں اور اس کے معنی ہیں مساجد میں مت جاؤ جبکہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ تم جان سکو کہ کیا کہہ رہے ہو اور نہ جنابت کی حالت میں سوائے اس کے کہ راستہ سے گزر رہے ہو جب تک کہ غسل نہ کرو۔ ابو داؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ لَا اُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَّلَا جُنُبٍ۔ مسجد حلال نہیں ہے حائض کے لیے اور نہ جنابت کی صورت میں۔ حائض کے لیے مسجد میں سے گزرنا بھی حرام ہے بخلاف اس کے جنابت کی حالت میں مسجد میں سے گزرنا حرام نہیں ہے اور صرف خلافِ اولیٰ ہے۔ البتہ ٹھہرنا اور پھرتے رہنا، حیض اور جنابت دونوں صورتوں میں حرام ہے۔ مسجد کی قید سے رباط، مدارس، خانقاہ اور عیدگاہ خارج ہیں۔ مسجد کے لیے ممبر اور منارے وغیرہ کی علامت لازمی نہیں ہے۔ ہر وہ جگہ مسجد کہلائیگی جو نماز کے لیے وقف کردیجائے۔

روزہ، فرض ہو یا نفل، عام طور پر حیض کی حالت میں حرام ہے اور اس پر اجماع ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلنِّسَاءُ نَاقِصَاتُ عَقْلٍ وَّدِیْنٍ۔ عورتیں عقل اور دین میں ناقص ہیں عقل سے دیت مراد ہے اور عورت کی دیت مرد کی نصف ہے

باقی رکھا گیا۔ وَالشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ۔ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت زنا کریں تو ان کو سنگساری کرو البتہ۔ قرآن کی قید سے انجیل اور توریت خارج ہو جاتے ہیں۔ فَاقِدُ الطَّهُورَيْن کے لیے نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے لیکن خارج از نماز سورۂ فاتحہ بھی نہیں پڑھ سکتا۔ فَاقِدُ الطَّهُورَيْن اس شخص کو کہتے ہیں جس نے طہارت نہ کی ہو نہ پانی سے اور نہ مٹی سے لیکن جس کو سفر میں یا حضر میں پانی نہ ملا ہو تو تیمم کر کے قرآن بیرونِ نماز بھی پڑھ سکتا ہے۔ حضر میں جو شخص تیمم کرتا ہے اس کا حکم فاقد الطہورین کا ہے لیکن تیمم کے بعد وہ طاہر ہو جاتا ہے۔ ایسے ذکر میں جس میں آواز اپنے کان کو نہ پہنچے کوئی ثواب نہیں ہے بخلاف اس کے مستحاضہ جو حدثِ دوام کی وجہ سے معذور ہے اور دل میں قرآن پڑھے تو اس کو ثواب ملیگا۔

بلحاظِ ارادہ قرآن پڑھنے کی چار صورتیں ہیں۔ قرآن[1]، قرآن کے ارادے سے پڑھنا۔ ذکر[2] کے ارادے سے قرآن پڑھنا۔ قرآن[3]، قرآن اور ذکر دونوں کے ارادے سے پڑھنا یا بغیر کسی ارادے کے پڑھنا۔ بحالتِ حیض، پہلی اور تیسری صورتیں حرام ہیں، دوسری اور چوتھی صورتیں حرام نہیں ہیں، یہ صورتیں ذکر کی ہیں اور جائز ہیں۔ پند و نصیحت کرنا اور احکام کا بیان کرنا اور سوار ہوتے وقت کہنا (۲۵ ماقبل آخر) سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ۔ پاک ہے وہ ذات جس نے ان چیزوں کو ہمارے تابع کیا حالانکہ ہم میں اس کو تابع کرنے کی طاقت نہ تھی۔ اور مصیبت کے وقت کہنا۔ آیت۔ (۲/۲ ۴)۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ بے شک ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ جائز ہے۔

قرائتِ قرآن عام ذکر سے افضل ہے لیکن وہ ذکر جو کسی محل پر مخصوص ہوا اور شرع میں حکم ہو تو افضل ہے۔ وقتِ معیّن یا محلِ معیّن میں ذکر میں مشغول ہونا اس وقت اور محل پر قرائت میں مشغول ہونے سے افضل ہے جیسا کہ شبِ جمعہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے لیے حکم ہے اس میں درود پڑھنا قرآن پڑھنے سے افضل ہے۔ شبِ عید اور شبِ جمعہ ملکر واقع ہوں تو تکبیر کو فوقیت ... ہے اس لیے کہ عید کم واقع ہوتی ہے۔

آدابِ قرائت۔ قاری کے لیے ... ہے کہ قرائت کے پہلے جہر سے اعوذ پڑھے، قبلہ کی طرف رُخ کرے۔ قرائت میں انقطاع نہ ہو تو پہلی مرتبہ اعوذ پڑھنا کافی ہے اگر قرائت میں فصل ہو جائے تو دوبارہ اعوذ پڑھے دو رکعتوں کے درمیان کے فصل کو فصلِ طویل کہتے ہیں۔ جماعت میں اعوذ قرائت میں ہر شخص کے لیے مندوب ہے بخلاف اس کے کھانا کھاتے وقت جماعت میں سے ایک شخص کا بسم اللہ کہنا کافی ہے۔ قرائت میں قیام افضل ہے اور لیٹ کر پڑھنے سے بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے۔ قرآن پڑھتے اور سنتے وقت توجہ کرے اور غور کرے اور خشوع کے ساتھ سنے، ترتیل (علٰحدہ اور صاف) کے ساتھ پڑھے، اور قلب کو متاثر کرے۔ تہدید، وعید، مواثیق اور عہود کی آیتوں پر توجہ کرے اور اپنی کوتاہیوں پر غور کرے اگر اس کا اثر نہ پائے تو اس کے فقدان پر روئے کہ یہ بھی ایک مصیبت ہے آیت۔ (۱۵/۱۲ ماقبل آخر)۔ وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا۔ اپنی ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں، روتے ہیں یعنی (قرآن) ان کے خشوع کو زیادہ کرتا ہے۔ قرآن میں نظر کر کے پڑھنا افضل ہے۔ قرآن کا اوّلِ روز، یا رات میں، یا جمعہ کے دن اور رات میں ختم کیا جائے۔ ختم کے بعد دعا کرنا اور دوسرا دور شروع کرنا مسنون ہے شیخان نے ابن مسعودؓ

بجیرمی نے بجائے استمتاع کے مباشرت کے لفظ کو ترجیح دی ہے۔ اس لیے کہ اس حکم کی رو سے شہوت اور خواہش کی قید نہیں ہے اور محض دو جسموں کا اتصال کافی ہے اور یہی معنی مباشرت کے ہیں۔ شرح مہذب میں لکھا ہے کہ گھٹنا اور ناف اس حکم سے خارج ہیں اور اعتماد اسی پر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ حیض کے زمانے میں عورت کی کونسی چیز مرد پر حلال ہے تو آپ نے فرمایا مَا فَوْقَ الْإِزَارِ۔ وہ حصہ جو ازار کے اوپر ہے۔ ازار سے مراد وہ حصۂ بدن ہے جو گھٹنے اور ناف کے درمیان ہے مسلم کی حدیث ہے۔ اِصْنَعُوْا كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا النِّكَاحَ۔ جو چاہتے ہو کرو سوائے جماع کے حیض میں عورت کے بدن کے ایک خاص حصہ سے مباشرت حرام ہے، مرد کے بدن کی ۔۔۔ کوئی قید نہیں ہے۔ مرد کا سارا بدن، عورت ۔۔۔ کہ بدن کے ناف اور گھٹنے کے درمیان کے حصے کو چھوڑ کر بقیہ سارے بدن کے ساتھ مباشرت کر سکتا ہے۔ عورت کے بدن کے اس حصہ کے ساتھ مباشرت جو ناف اور گھٹنے کے درمیان ہے اس لیے ممنوع قرار دی گئی ہے کہ اس کے ساتھ مباشرت کا موقع ملے اور جماع سے باز رہے دشوار ہے۔ حدیث۔ مَنْ حَامَ حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَّقَعَ فِيْهِ۔ جو شخص ممنوع چیز کے اطراف گھومے قریب ہے کہ اس میں گر جائے۔ مباشرت کی قید سے نظر سے لذت حاصل کرنا ممنوع نہیں ہے۔

طلاق حیض و نفاس کے زمانہ میں طلاق دینا حرام ہے۔ خون کے بند ہونے کے بعد اور غسل کرنے سے پیشتر طلاق دینا حرام نہیں ہے۔

طہارت حیض و نفاس کے زمانے میں خون کے بند ہونے سے قبل، عبادت کے طور پر طہارت کرنا حرام ہے۔ عبادت کے ارادے کے بغیر اور صفائی کے خیال سے نہانا دھونا جائز ہے۔

جنابت کی حالت میں پانچ چیزیں حرام ہیں۔ نماز، مَسّ و حملِ مصحف، طواف، قرائتِ قرآن اور لبث فی المسجد۔ جنابت اس حالت کو کہتے ہیں جس میں غسل کی ضرورت ہوتی ہے اور غسل کے بغیر طہارت حاصل نہیں ہوتی۔ اس حکم میں عورت اور مرد دونوں شریک ہیں۔ نماز میں ہر وہ عبادت شریک ہے جو نماز کے معنی میں داخل ہے جیسا کہ خطبۂ جمعہ، سجدۂ تلاوت اور سجدۂ شکر۔ مَسّ و حملِ مصحف یعنی قرآن کا چھونا اور اٹھانا۔ چھونے کی نسبت جو حکم ہے اٹھانے کی نسبت بدرجۂ اولیٰ ہے۔ طواف میں طوافِ فاضہ، طوافِ وداع اور طوافِ قدوم داخل ہیں۔ قرائتِ قرآن میں قرآن اس قدر آواز سے پڑھنا داخل ہے جس کو خود سن سکے بغیر آواز کے، یا دل میں پڑھنا ممنوع نہیں ہے۔ ان چاروں امور کو تفصیل کے ساتھ حیض کے احکام کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے۔

لُبث فی المسجد مسجد میں ٹھہرنا، مسلم کے لیے جو جنابت کی حالت میں ہو، سوائے کسی ضرورت کے، حرام ہے۔ جنابت کی حالت میں، مسجد میں چلنا پھرنا مسجد میں ٹھہرنے کے مساوی ہے۔ مسجد کی قید سے مدارس، رباط، خانقاہ اور عیدگاہ خارج ہیں۔ مسلم کی قید سے کافر خارج ہے، کافر جنابت کی حالت میں مسجد میں ٹھہر سکتا ہے اس لیے کہ اس کو مسجد کی حرمت کے بارے میں اعتقاد ہی نہیں ہوتا۔ البتہ کافر کے لیے، جنابت کی حالت میں ہو یا نہ ہو، مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے سوائے اس کے کہ کسی بالغ مسلم نے اجازت دی ہو اور ضرورت بھی ہو۔ اسلام لانا، قرآن کا سننا یا مسجد میں قاضی یا مفتی کا موجود رہنا ضرورت میں داخل ہے۔ مسجد کی قید سے انبیاء کی قبور خارج ہیں اور تعظیماً بغیر اجازت کے بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ خواہ مسجد میں

بعض نے عقل سے مراد عقل بھی لیلیہے اس پر کسی عورت نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا۔ اَلَیْسَ اِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَۃُ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ۔ کیا ایسا نہیں ہے کہ عورت کو حیض آئے تو نماز نہ پڑھا ور روزہ نہ رکھے۔ یہ استفہام تقریری ہے۔ خون کا سیلان بدن کو کمزور کرتا ہے اور روزہ بھی بدن کو کمزور کرتا ہے اس لیے دو کمزور کرنے والے امور ایک جگہ جمع نہیں کیے جا سکتے اس لیے کہ شارع کے ذمہ یہ بھی ہے کہ بدن کی صحت کی حفاظت کرے۔ حایض پر روزے کا قضا کرنا واجب ہے۔ خون بند ہونے کے بعد اور غسل سے پہلے روزہ رکھنا حرام نہیں ہے۔

جماع حیض کی حالت میں جماع کرنا حرام ہے۔ آیت۔ (۲/۱۲) وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰی یَطْهُرْنَ۔ ان کے نزدیک نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں۔ اس زمانہ کی نسبت بھی جو حیض کا خون بند ہونے اور غسل کرنے کے درمیان ہے یہی حکم ہے۔ حدیث۔ وَالْوَطْءُ بَعْدَ انْقِطَاعِ الدَّمِ اِلَی الطُّهْرِ کَالْوَطْءِ فِیْ اٰخِرِ الدَّمِ۔ خون کے بند ہونے کے بعد طہارت تک جماع کرنا، خون کے آخری حصہ میں جماع کرنے کے مانند ہے۔ جملہ امور جو حیض کے زمانہ میں ممنوع کیے گئے ہیں وہ غسل کرنے تک ممنوع ہیں سوائے روزے طلاق اور طہارت کے۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ غسل کے پہلے جماع کرنے سے مرد اور بچے کو جذام کا خطرہ ہے، غسل کے بعد بھی احتیاط اس میں ہے کہ تھوڑا توقف کیا جائے۔ حیض میں جماع اس شرط پر حرام ہے کہ مرد کو زنا کا خوف نہ ہو، اگر زنا کا خوف ہو تو حیض کی حالت میں بھی جماع حرام نہیں ہے۔ واقف شخص کی خلاف ورزی گناہِ کبیرہ ہے نہ کہ جاہل اور ناواقف کی۔ بیہقی نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ یُجَاوِزُ عَنْ اُمَّتِی الْخَطَأَ وَالنِّسْیَانَ وَمَا اسْتُکْرِهُوْا عَلَیْهِ۔ اللہ تعالیٰ معاف کریگا میری امت کے ان بُرے کاموں کو جو غلطی سے یا بھولے چوکے یا مجبوراً کیے۔ عورت اس زمانہ میں کھانا پکانے اور گھر کے دوسرے کاروبار انجام دینے سے ممنوع نہیں ہے۔ جو حکم حیض کی ہے وہی نفاس کی نسبت ہے۔

کفارہ۔ جو شخص زیادتی خون کے زمانہ میں جماع کرے اس کے لیے سنت ہے کہ ایک دینار صدقہ دے اور خون کی کمی کے زمانہ میں نصف دینار۔ دینار اسلامی طلائی سکے کو کہتے ہیں جو ایک مثقال یعنی بہتر[۷۲] دانوں اور ہندوستانی پچیس[۲۵] رتی کے مساوی ہے۔ ابوداؤد اور حاکم نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ اِذَا وَاقَعَ الرَّجُلُ اَهْلَهٗ وَهِیَ حَائِضٌ اِنْ کَانَ دَمًا اَحْمَرَ فَلْیَتَصَدَّقْ بِدِیْنَارٍ وَاِنْ کَانَ اَصْفَرَ فَلْیَتَصَدَّقْ بِنِصْفِ دِیْنَارٍ۔ اگر شوہر زوجہ کے ساتھ حیض کے زمانہ میں جماع کرے جبکہ خون سرخ ہو تو ایک دینار صدقہ دے اور اگر زرد ہو تو نصف دینار۔ عورت متحیرہ ہو تو صدقہ کی شرط نہیں ہے۔ ہر فعل معصیت کے لیے ایک دینار یا نصف دینار صدقہ دینا سنت ہے۔

اختلاف۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حیض کی اکثر مدت دس[۱۰] دن ہے اور ان کا قول ہے کہ جماع حیض کے بند ہونے تک حرام ہے، حیض کے بند ہونے کے بعد اور غسل کے پہلے جایز ہے۔

استمتاع۔ عورت کے بدن کے اُس حصہ سے لذت حاصل کرنا، جو ناف اور گھٹنے کے درمیان ہے، حرام ہے۔ مجبوری اور

متفرق۔ مسجد میں ریح خارج کرنا حرام نہیں ہے مگر شافعیہ میں خلافِ اَولیٰ اور مالکیہ میں حرام ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
اِنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ تَتَاَذّٰی مِمَّا تَتَاَذّٰی مِنْہُ بَنُوْٓ اٰدَمَ بے شک ملائکہ تکلیف محسوس کرتے ہیں اُن باتوں سے جن سے آدمی تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ اِنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ لَا تَدْخُلُ بَیْتًا فِیْہِ صُوْرَۃٌ وَّلَا جُنُبٌ وَّلَا کَلْبٌ۔ فرشتے اُس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں صورت اور جُنب ہو اور کتا ہو۔ یہاں فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں اس لیے کہ حفاظت کے فرشتے ہمیشہ انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔

اختلاف۔ امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے کہ جنابت کی حالت میں بغیر ضرورت کے بھی مسجد میں ٹھیرا جا سکتا ہے بشرطیکہ وضو کیا ہو غسل کا امکان ہونے کے باوجود غسل کی قید نہیں ہے۔

حدثِ اصغر میں تین چیزیں حرام ہیں۔ نماز، مسّ و حملِ مصحف اور طواف۔ حدثِ اصغر اُس حالت کو کہتے ہیں جس میں وضو کی ضرورت ہوتی ہے۔ نماز کے معنی میں خطبۂ جمعہ کے ارکان، سجدۂ شکر اور سجدۂ تلاوت بھی داخل ہیں۔ لڑکا یا لڑکی جو عقل و تمیز کی عمر کو پہنچے ہوں، پڑھنے یا سیکھنے کے لیے قرآن اور تختی کے چھونے سے ممنوع نہیں ہیں جس پر قرآن لکھا ہوا ہو مگر بالغ کیلئے حرام ہے۔
استحاضہ بھی حدثِ اصغر میں داخل ہے۔ استحاضہ اس خون کو کہتے ہیں جو عورت کی شرم گاہ سے بطورِ عارضہ خارج ہوتا ہے۔ استحاضہ کی حالت میں عورت پر وہی چیزیں حرام ہیں جو حدثِ اصغر میں حرام ہیں۔

متفرق۔ عبداللہ بافضل نے لکھا ہے کہ حیض و نفاس کی وجہ سے جو روزہ ادا نہ ہوا اس کا قضا کرنا واجب ہے لیکن نماز کا قضا کرنا واجب نہیں۔ جنابت کی حالت میں شرم گاہ دھوئے بغیر اور وضو کیے بغیر کھانا، پینا، سونا، جماع کرنا مکروہ ہے۔ حیض و نفاس کے بند ہونے کے بعد اور غسل سے قبل بھی یہی حکم ہے جو جنابت کی حالت میں ہے۔ بجیرمی نے آخر بابِ موجباتِ غسل میں لکھا ہے کہ فاقد الطہورین حائض اور نفساء کے ساتھ وطی جائز نہیں ہے۔ جنابت کے بعد کھانے، پینے، سونے، جماع کرنے کے لیے شرم گاہ کو دھونا، وضو کرنا سنت ہے۔ حیض اور نفاس کا خون بند ہونے کے بعد بھی شرم گاہ کا دھونا اور وضو کرنا سنت ہے۔

فاقد الطہورین وہ شخص ہے جو جنابت کی حالت میں ہو اور غسل نہ کر سکے اور نہ تیمم۔ فاقد الطہورین پر فقط فرض نماز واجب ہے۔ سنت نماز پڑھنا جائز نہیں۔

اذکارِ قرآن۔ بیرونِ نماز قرآن کا کوئی حصہ قرآن کے ارادہ سے پڑھنا جائز نہیں ہے البتہ قرآن کے اذکار، مواعظ، اخبار اور احکام کا بیان کرنا قرآن کے ارادہ کے بغیر جائز ہے۔ قرآن کے مضامین نو قسموں پر تقسیم کیے گئے ہیں اور علامہ سیوطی نے اس کو ایک شعر میں منظوم کیا ہے۔ حَلَالٌ حَرَامٌ مُّحْکَمٌ مُّتَشَابِہٌ ۔ بَشِیْرٌ نَذِیْرٌ قِصَّۃٌ عِظَۃٌ مَثَلٌ۔ نووی وغیرہ کا قول ہے کہ بغیر ارادہ کے قرآن ہی نہیں ہو سکتا! اذکار کی مثالیں یہ ہیں سواری کے وقت کہنا۔ (۲۵ ماقبل آخر) سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ۔ پاک ہے وہ ذات جس نے تابع کیا ہمارے لیے اس کو حالانکہ ہم نہ تھے اس کو قابو میں رکھنے کی طاقت والے۔ اور مصیبت کے وقت کہنا۔ آیت۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ہم اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں اور ہم

ہوں یا باہر ہمارے لیے بھی کافروں کی عبادت گاہوں میں داخل ہونے کی نسبت یہی حکم ہے۔ کسی شخص کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت دینے کے لیے بلوغ کی قید نہیں ہے، بچہ بھی اجازت دے تو کافی ہے۔ مسجد کی اہمیت کے لحاظ سے اجازت دینے والے کے بلوغ کی قید ہے۔ ضرورت کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کو مسجد میں احتلام ہو گیا اور اس کو باہر جانے میں جان کا دھوکہ یا مال کے نقصان کا خطرہ ہے تو وہ مسجد میں ٹھہر سکتا ہے لیکن اس پر واجب ہے کہ جس قدر حصہ بدن کا دھونا آسانی سے ممکن ہو دھولے لِاَنَّ الْمَیْسُوْرَ لَا یَسْقُطُ بِالْمَعْسُوْرِ۔ اس لیے کہ بے شک آسان چیز مشکل چیز کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتی۔ جو حصۂ بدن دھل نہ سکے اس کے عوض تیمم کرے۔ تیمم کرلے شرط یہ ہے کہ مسجد کی مٹی سے تیمم نہ کرے۔ مسجد کی مٹی اس حصۂ زمین کی مٹی کو کہیں گے جو مسجد کے وقف میں داخل ہے۔ جو مٹی ہوا سے گرد و غبار کی شکل میں مسجد میں جمع ہو گئی ہو اس کا استعمال حرام نہیں ہے۔ مسجد میں سے ٹھہرے بغیر گزرنا حرام نہیں ہے اور نہ مکروہ ہے بلکہ خلافِ اولیٰ ہے۔ آیت۔ (پ۵ ع۱) وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ! اور نہ جنابت کی حالت میں سوائے اس کے کہ راستہ سے گزر رہے ہوں۔ گزرنے میں جلدی کرنے یا بھاگنے کی قید نہیں ہے۔ سہولتِ رفتار کے ساتھ گزر سکتا ہے۔ مسجد میں سونے میں کوئی ہرج نہیں ہے بشرطیکہ مصلیوں کو جگہ کی تنگی نہ ہو یا ان کی پریشانی کا باعث نہ ہو ان دونوں صورتوں میں مسجد میں سونا حرام ہے۔

گداگری۔ بیجوری نے لکھا ہے کہ مسجد میں سوال کرنا کراہتِ تنزیہی ہے لیکن سائل کو دینا مندوب ہے۔ مجیرمی نے کہا ہے کہ مسجد میں خیرات نہ دیں اور اگر کوئی مانگے تو انکار کریں اور ممکن ہو تو مانگنے سے روکیں۔ مسجد میں سوال کرنے میں کراہت ہے اور اگر مصلیوں کے لیے باعثِ تشویش ہو تو حرام ہے۔

۱؎ اصحابِ صُفّہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مدینہ میں اصحابِ صُفّہ کی ایک جماعت تھی جو زاہد، متقی اور فقیر تھے گھر دار نہیں رکھتے تھے اور مسجد نبوی میں رہا کرتے تھے۔ ابوہریرہؓ ان کے دارا و حریف کہلاتے تھے۔ فقر کی وجہ سے لوگ ان کے ساتھ داد و دہش کا برتاؤ کرتے اور خبرگیری کرتے تھے۔ ان کی تعداد کم سے کم ستّر اور کبھی زیادہ سے زیادہ چار سو تک پہنچی تھی۔ منافقین کو ان کی ظاہری حالت سے نفرت اور کراہت ہوئی، انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک دن ان کو مسجد میں رہنے کی اجازت دیجائے اور ایک دن اُن (اصحابِ صُفّہ) کو۔ منافقین کا مقصد یہ تھا کہ اس حیلہ میں ان کو مسجد سے نکلوا دیں۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی (پ۷ ع۱۲)۔ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَیْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَیْهِمْ مِّنْ شَیْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ ان لوگوں کو نہ نکالو جو صبح شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔ تم پر ان کی کسی بات کی ذمہ داری نہیں ہے اور نہ تمھاری کوئی ذمہ داری ان پر ہے کہ تم ان کو نکال باہر کرو اور اگر تم ایسا کرو گے تو حق سے خلاف ورزی کرو گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے لیے مسجد کے آخری حصہ میں کچھ جگہ معین فرمادی تھی اور اس پر سایہ بھی کروا دیا تھا اور گزر بسر کے لیے کچھ جائداد بھی وقف کردی تھی۔ آپ نے انکی شان میں فرمایا ہے: اَبْشِرُوْا یَا اَهْلَ الصُّفَّةِ مَنْ كَانَ مِنْ اُمَّتِیْ عَلٰی نَعْتِكُمْ كَانَ مِنْ رُفَقَائِیْ فِی الْجَنَّةِ۔ خوشخبری سنو اے اہلِ صفہ! میری امت سے جو لوگ تمھاری طرح ہونگے، جنت میں میرے ساتھی ہونگے۔

جس میں رطوبت ہو۔ ملوث کی قید سے سخت نجاست جس میں رطوبت نہ ہو خارج ہو جاتی ہے اس لیے کہ سخت نجاست کے خارج ہونے سے شرم گاہ پر کوئی نجاست نہیں لگتی اور اس کا استنجا واجب نہیں ہے لیکن اَولیٰ یہ ہے کہ اس کے لیے بھی استنجا کیا جائے۔ خون اور ودی ملوث میں داخل ہیں اور منی ملوث کے حکم سے مستثنیٰ ہے۔ شرم گاہ کی قید سے وہ مقام خارج ہے جو شرم گاہ نہیں ہے۔ غیر شرم گاہ کا دھونا استنجا نہیں کہلاتا۔ پانی اور ڈھیلے دونوں میں سے ہر ایک تنہا، دوسرے کے آسان اور میسّر ہونے کے باوجود، مجزا اور صحیح ہے۔ دونوں کی جمع بھی جائز ہے۔

پانی نجاست کی جسامت اور اس کے اثر کو زایل کرتا ہے۔ پانی اس مقدار میں استعمال کیا جائے کہ نجاست کے زوال کا گمان ہو سکے نجاست کے زوال کی علامت یہ ہے کہ مرد کی شرم گاہ میں چکنے پن کے بعد کھُردراپن اور عورت میں اس کے برعکس ظاہر ہو پہلے پیشاب کی جگہ دھوئی جائے اور بعد پاخانے کی جگہ تاکہ پاخانے کے دھوتے وقت ہاتھ کو پیشاب نہ لگے۔

ڈھیلا نجاست کی جسامت کو زایل کرتا ہے اور اس کے اثر کو باقی رکھتا ہے۔ نجاست کے اس اثر کو معفو عنہا اور رخصت کہتے ہیں رخصت کے لغوی معنی سہولت اور آسانی کے ہیں اور اصطلاحِ شرع میں کسی اصلی دلیل کے خلاف جو حکم لگایا جاتا ہے اس کو رخصت کہتے ہیں بعض نے لکھا ہے کہ کسی عذر کی بنا پر سختی سے آسانی کی طرف منتقل کو رخصت کہتے ہیں باوجودیکہ اصلی حکم اپنی جگہ قایم ہے رخصت کا ترجمہ اردو میں اجازت سے ہو سکتا ہے۔

شرایطِ حجر۔ وہ شرایط جو ڈھیلے کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں چار ہیں۔ جامد[1]، طاہر[2]، قالع[3] اور غیر محترم[4]۔ جامد سے مراد ہر وہ چیز ہے جس میں رطوبت نہ ہو۔ جامد کی قید سے مایع اور پتلی چیزیں خارج ہو جاتی ہیں۔ طاہر کی قید سے حیوانات کا فُضلہ، لید، گوبر اور نجس شدہ ڈھیلا خارج ہو جاتا ہے۔ قالع کے معنی نکالنے اور دور کرنے کے ہیں اس سے نرم کوئلہ، گیلی مٹی، مشتر مٹی اور ملایم لکڑی خارج ہو جاتی ہے محترم قابلِ تحریم چیز کو کہتے ہیں اور غیر محترم کی قید سے محترم چیزیں آدمیوں کی غذا، روٹی وغیرہ خارج ہو جاتی ہے۔ حرم کے کنکریوں اور ڈھیلوں میں کوئی کراہت نہیں ہے البتہ مسجدِ حرم کی کنکری اور ڈھیلے سے استنجا حرام ہے۔ وہ سرزمین جس پر غضبِ الٰہی نازل ہوا تھا ارضِ مغضوب کہلاتی ہے اور اس کے پانی اور ڈھیلے کا استعمال مکروہ ہے۔

شرایطِ غیر حجر۔ ایسے شرایط جن کو ڈھیلے سے تعلق نہیں ہے تین ہیں۔ محلِ[1] نجاست خشک نہ ہوا ہو اگر استنجا کرنے سے قبل محلِ نجاست خشک ہو گیا ہو تو اس کی صفائی ڈھیلے سے نہیں ہو سکتی، پانی سے دھونا واجب ہے۔ نجاست[2] منتقل نہ ہوئی ہو اگر نجاست مخرج کے اطراف پھیلی ہو اور مخرج اور متجاوز میں اتصال ہو تو ڈھیلے سے اس کی صفائی نہیں ہو سکتی، پانی کا استعمال واجب ہے۔ بہر حال اصول یہ ہے کہ پیشاب اور پاخانہ کے مخرج کے لیے ڈھیلے کا تعیّن ہے کسی اور مقام پر نجاست ہو تو اس کے لیے ڈھیلہ استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ کھڑے رہنے میں چوتڑ کا وہ حصہ جو آپس میں ملتا ہے معمولی تلویث کی حد ہے اور اس کے باہر جو حصہ ہے وہ متجاوز کہلاتا ہے۔ باہر[3] کی نجاست نہ لگی ہو اجنبی نجاست ڈھیلے کے ذریعہ صاف نہیں کی جا سکتی، اس کو پانی سے دھونا واجب ہے۔ ان تینوں شرایط میں سے ایک بھی نہ پائی جائے تو پانی کا استعمال واجب ہے۔

اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ذکر کے ساتھ قرآن کا ارادہ بھی شریک ہو تو حرام ہے۔

اِستنجا

شرائط، فضائل، آداب و دعا

استنجا کے معنی تکلیف کو دور کرنے کے ہیں اور شرع میں شرم گاہ کی نجاست کو پانی یا ڈھیلے سے صاف کرنے کو کہتے ہیں۔ شرم گاہ کا لفظ اگلی اور پچھلی دونوں شرم گاہوں پر حاوی ہے اور لفظِ استنجا کے معنی میں پیشاب اور پاخانہ دونوں داخل ہیں۔ اردو زبان میں جو پیشاب کو اِستنجا کہا جاتا ہے وہ لغوی یا شرعی مفہوم میں نہیں ہے۔ اسلام سے پہلے دوسری شریعتوں میں شرم گاہ کی صفائی پانی سے کی جاتی تھی اور ڈھیلے کے ذریعہ صفائی کا طریقہ اسلام میں رائج کیا گیا اور یہ اس امت کی خصوصیات سے ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی ذات کے لیے ڈھیلا استعمال کیا تھا۔ استنجا اور وضو دونوں کا حکم معراج کی رات میں نازل ہوا اور بعض نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے آغاز میں ہوا۔ حدیث اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ اُعَلِّمُکُمْ اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا یَسْتَقْبِلْ اَحَدُکُمُ الْقِبْلَةَ وَلَا یَسْتَدْبِرْهَا وَلْیَسْتَنْجِ بِثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ لَیْسَ فِیْهَا رَوْثٌ وَلَا رِمَّةٌ بے شک میں تمھارے لیے باپ کے مانند ہوں اور تمھیں تعلیم دیتا ہوں جب تم میں سے کوئی بیت الخلا میں جائے تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرے اور نہ پیٹھ کرے اور تین ڈھیلوں سے صاف کرے جس میں فضلہ (لید، گوبر وغیرہ) اور ہڈی نہ ہو یعنی فضلہ اور ہڈی سے استنجا نہ کرے۔ استنجا کے تعلق سے وضو اور تیمم میں یہ فرق ہے کہ وضو کے بعد بھی استنجا ہو سکتا ہے بشرطیکہ چھوئے نہیں یا حایل کے ذریعہ ہو۔ وضو کی تکمیل کے لیے نجاست کا اِزالہ لازم نہیں ہے، نجاست کی موجودگی میں بھی وضو ہو سکتا ہے البتہ نماز جیسی عبادت کے لیے نجاست کے اِزالہ کی بھی ضرورت ہے اس لیے نماز سے قبل اِستنجا لازم ہے۔ بخلاف اس کے تیمم ایسا فعل ہے جو عبادت کو مباح کرتا ہے اور کسی مانع کی موجودگی میں عبادت کی اباحت نہیں ہوتی اس لیے تیمم سے پہلے استنجا کرنا چاہیے۔ اسی طرح صاحبِ ضرورت کے وضو میں بھی استنجا میں تاخیر نہیں ہو سکتی۔

ارکانِ استنجا چار ہیں۔ مُستَنجِی، استنجا کرنے والا۔ مستنجٰی منہ، مُلَوِّث (نجس کرنے والی) نجاست جو خارج ہو۔ مستنجیٰ فیہ، شرم گاہیں اگلی اور پچھلی جس کو صاف کیا جاتا ہے۔ مستنجیٰ بہٖ، پانی اور ڈھیلہ جس سے شرم گاہ صاف کی جاتی ہے۔ بیجوری کا قول ہے کہ استنجا مستقل طہارت ہے، اِزالۂ نجاست نہیں ہے۔

استنجا واجب ہے۔ استنجا کے معنی تکلیف کو دور کرنے کی خواہش کے ہیں اور شرع میں، شرم گاہ سے مُلَوِّث (نجس کرنے والی) ملایم نجاست کے نکلنے پر شرم گاہ کو، پانی یا ڈھیلے سے صاف کرنے کو استنجا کہتے ہیں۔ شرم گاہ کی قید سے وہ نجاست خارج ہو جاتی ہے جو شرم گاہ سے نہ نکلے بلکہ کسی اور طرح نکلے ایسی نجاست کا اِزالہ استنجا نہیں کہلاتا۔ شرم گاہ کا لفظ اگلی اور پچھلی دونوں شرم گاہوں پر حاوی ہے اور لفظِ استنجا کے مفہوم میں پیشاب اور پاخانہ دونوں داخل ہیں۔ مُلَوِّث، ایسی ملایم نجاست کو کہتے ہیں جو خشک نہ ہو اور

جو ڈھیلا لے تو طاق مرتبہ لے اور جس نے ایسا کیا تو اچھا کیا اور جس نے نہیں کیا تو مضایقہ نہیں۔

افضلیت آب۔ دونوں میں سے ایک پر اکتفا کرنا چاہیے تو پانی افضل ہے ورنہ ڈھیلے اور پانی دونوں کا جمع کرنا افضل ہے۔ منفرد ہونے کی صورت میں پانی کو اس لیے افضلیت حاصل ہے کہ پانی عینِ نجاست اور اُس کے اثر کو زایل کرتا ہے۔

آدابِ استنجا۔ رفع حاجت کے آداب میں دو امور واجب ہیں اور بقیہ مندوب۔ امورِ واجب یہ ہیں۔

آدابِ واجبات کُھلی جگہ میں قبلہ کی طرف منہ یا پشت کر کے بیٹھنے سے اجتناب واجب ہے۔ پیشاب کرتے وقت اگلی شرم گاہ کا رُخ قبلہ کی طرف نہ ہو اور پاخانہ کرتے وقت پچھلی شرم گاہ کا رُخ قبلہ کی طرف نہ ہو۔ اگر کوئی شخص قبلہ کی طرف پشت کر کے پیشاب کرے یا قبلہ کی طرف سینہ کر کے پاخانہ کرے تو کوئی حُرمت نہیں ہے۔ صحیحین کی حدیث ہے۔ اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا بِبَوْلٍ وَلَا غَائِطٍ وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا۔ جب رفع حاجت کے لیے بیٹھو تو قبلہ کی طرف رُخ نہ کرو اور نہ پُشت کرو پیشاب کرنے میں یا پاخانہ کرنے میں۔ یہ حدیث کُھلی جگہ میں حُرمت ہونے کی دلیل ہے۔ جابرؓ نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کر رُخ میں پیشاب کرنے سے منع کیا تھا اجتناب کے۔ جب کہ تینوں شرائط میں سے یا تو نہ ہو۔ ساتر ہو مگر دو تہائی ہاتھ یعنی ایک فٹ بلند نہ ہو یا ساتر ہوا ور دو تہائی ہاتھ بلند بھی ہو مگر بیٹھنے والے سے تین ہاتھ سے زیادہ فاصلہ پر ہو۔ ان تینوں صورتوں میں استقبال اور استدبار دونوں حرام ہیں۔ ساتر، پردے اور چھپانے والی چیز کو کہتے ہیں جس کی بلندی دو تہائی ہاتھ یعنی ایک فٹ یا اس سے زیادہ ہو۔ اس بلندی کی قید اس لیے ہے کہ رفع حاجت کو بیٹھتے وقت پاؤں اور ناف کے درمیان کا حصّہ ساتر کی وجہ سے چُھپا رہے اس لیے اگر کوئی شخص کھڑے رہ کر پیشاب کر رہا ہو تو اس کے لیے ساتر اس قدر بلند ہونا چاہیے جو اس کے قدموں سے ناف تک کے حصّہ کو چھپا سکے۔ ساتر میں اتنے عرض کی بھی ضرورت ہے کہ بدن کو چُھپا سکے۔ یہ احکام اُس مقام کی نسبت ہیں جو رفعِ حاجت کے لیے مقرر نہیں ہیں۔ بیت الخلاء میں استقبال اور استدبار میں حرمت نہیں ہے اور نہ کراہت ہے اور نہ خلافِ اولیٰ ہے۔ ابن حجر کا قول ہے کہ اگر مشقت کے بغیر قبلہ کے رُخ سے ذرا بھی کجی ہو سکتی ہو تو کجی کر کے استقبال اور استدبار رفع کرنا چاہیے۔ ہم اگر کسی موقع پر استقبال یا استدبار دونوں سے چارہ نہ ہو تو استدبار ہو سکتا ہے۔ بیت المقدس کی طرف رفع حاجت کے وقت استقبال اور استدبار کروہ ہے اُنہی شرطوں کے ساتھ جو کعبہ کی بابت ہیں۔ ابن قاسم نے ابن حجر کی شرح میں لکھا ہے کہ مزارِ نبوی کی طرف استقبال اور استدبار میں وہی حکم ہے جو قبلہ کی نسبت ہے۔

آدابِ مندوبات۔ آدابِ استنجا میں یہ امور مندوب ہیں۔

اجتناب کرنا چاہیے پیشاب و پاخانہ کرنے سے، ٹھہرے ہوئے پانی میں، پھلدار درخت کے نیچے، راستے میں، سایہ میں، اور سوراخ میں۔ یہ جو امور مندوب ہیں اور ان پر عمل کرنا مستحب ہے۔ آبِ راکد، ٹھیرا ہوا پانی زیادہ ہو یا کم اس میں رفع حاجت نہ کرنا مندوب ہے۔ رینٹھ اور بلغم بھی ٹھیرے ہوئے پانی میں نہ ڈالا جائے۔ آبِ جاری، سمندر یا بڑی دریاؤں میں رفع حاجت کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

وُجوبِ استنجا: استنجا کرنا ... کے لیے واجب ہے۔ استنجا کی طہارت فوری واجب نہیں ہے، نماز کے ارادے کے وقت واجب ہے۔

ریح اور ہوا کے خارج ہونے پر استنجا کرنا مکروہ ہے۔

افضلیت جمع: افضل یہ ہے کہ نجاست پہلے ڈھیلوں سے پوچھی جائے اور پھر پانی سے دھوئی جائے۔ افضلیت ان دونوں کے جمع کرنے میں ہے اور اعتماد اس پر ہے کہ یہ افضلیت دونوں شرم گاہوں کے لیے عام ہے۔ ڈھیلے سے پوچھنے کو عربی میں مسح کہتے ہیں اور مسح میں پورے محلِ نجاست کا مسح واجب ہے۔ جمع کی صورت میں تین ڈھیلوں کی تعداد کی پابندی نہیں ہے صفائی حاصل ہو جائے تو تین ڈھیلوں سے کم بھی استعمال کیے جا سکتے ہیں لیکن اکمل یہ ہے کہ ڈھیلوں کی شرائط پوری ہوں، ڈھیلہ عینِ نجاست کو دور کرتا ہے اور اگر نجاست کا اثر باقی رہ جائے اور پھر پانی سے دھویا جائے تو یہ اثر بھی زائل ہو جاتا ہے اور اسکو افضلیت ہے۔

اِنفراد: پانی پر یا صرف تین ڈھیلوں پر جب بدن صاف ہو جائے، اکتفا کرنا جائز ہے۔ ڈھیلے سے استنجا کرنے کی ... بخاری نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس پر عمل کرکے اس کو جائز قرار دیا اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول سے بھی اس بارے میں حکم دیا تھا۔ وَلْيَسْتَنْجِ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ۔ استنجا تین ڈھیلوں سے کرنا چاہیے۔ اس معنی میں مسلم نے سلمان[1] سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ڈھیلوں سے کم سے استنجا کرنے سے منع کیا تھا۔ پہلی حدیث جواز پر، دوسری وجوب پر اور تیسری تین سے کم ڈھیلوں کی تعداد کے عدمِ جواز پر دلالت کرتی ہے۔ جائز سے مراد یہاں اجزا اور حلت ہے اس لیے پانی کی اجازت ہے کہ ازالۂ نجاست میں اصل چیز پانی ہے۔

شرائطِ استنجائے حجر: ڈھیلے سے استنجا کرنے کی دو شرائط ہیں۔ ڈھیلوں کی تعداد تین ہو۔ ڈھیلوں کی تعداد میں ایک ڈھیلے کے تین کنارے بھی شامل ہیں۔ اگر کسی موقع پر تین سے کم پر بھی صفائی ہو جائے تو بھی اس تعداد کی تکمیل واجب ہے جبکہ صرف ڈھیلوں پر اکتفا کیا جائے۔ اگر دوسرے مسح میں ڈھیلے کو کوئی نجاست نہ لگے تو اسی ڈھیلے سے یا ڈھیلے کے اسی رُخ سے تیسرے بار بھی مسح ہو سکتا ہے۔ محلِ نجاست کی صفائی اس طرح ہو جائے کہ عینِ نجاست باقی نہ رہے۔ اثرِ نجاست کی رُخصت اس وجہ سے دی گئی ہے کہ بعض صورتوں میں اثر پانی کے سوائے زایل نہیں ہو سکتا۔ اگر تین ڈھیلوں سے بھی نجاست دور نہ ہو سکے تو زیادہ ڈھیلوں کا لینا بھی واجب ہے۔ اگر صفائی چار ڈھیلوں میں ہو جائے تو پانچویں ڈھیلے کا لینا سنت ہے اگر طاق تعداد سے صفائی حاصل ہو تو پھر اس کے بعد کوئی سنت نہیں ہے۔ شیخان نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے۔ إِذَا اسْتَجْمَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَجْمِرْ وِتْرًا۔ جس نے ڈھیلہ لیا اس کو چاہیے کہ طاق مرتبہ ڈھیلہ لے۔ عدمِ وجوب کی تائید اس دوسری حدیث سے ہوتی ہے۔ مَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ۔

---

[1] سلمان فارسی سے کسی نے پوچھا۔ مَنْ أَبُوكَ يَا سَلْمَانُ۔ سلمان تمہارے باپ کون؟ جواب دیا۔ أَبِي الْإِسْلَامُ اسلام میرا باپ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی نسبت کہا ہے۔ إِنَّ الْجَنَّةَ تَشْتَاقُ إِلَى سَلْمَانَ بے شک جنت سلمان کی مشتاق ہے سَلْمَانُ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ، سلمان اہلِ بیت سے ہے۔

ے رہکر بول و براز کرنا مکروہ ہے۔ حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے رہکر پیشاب نہیں کرتے تھے۔ حضرت عمر
ؓ اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد کبھی کھڑے رہکر پیشاب نہیں کیا۔ فبح ۱۰۴ (کمر کے درد) میں کھڑے رہکر پیشاب کرنا مفید ہے جیسا
ام شافعی رضی اللہ عنہ اور اہلِ عرب کا قول ہے۔ احیاء میں اطبا کی رائے لکھی ہے کہ اِنَّ بَوْلَةً فِی الْحَمَّامِ فِی الشِّتَاءِ
اخَیْرٌ مِّنْ شُرْبَةِ دَوَاءٍ۔ بے شک ایک مرتبہ کا پیشاب حمام میں جاڑے میں (بلکہ گرما میں بھی) کھڑے رہکر بہتر ہے دوا کے
ے۔ مقام جس مقام پر بول و براز کیا جائے، اُسی مقام پر پانی سے طہارت نہ کیجائے بلکہ جگہ تبدیل کیجائے ہر شگاف میں اوں نگہ: پر یا حمام
پیشاب نہ کیا جائے۔ اِستنجا کا ڈھیلا سکھانے میں لوگوں کی نظر بچانا اور اگر ہیں سے احتراز کرنا مستحسن ہے۔ قبر کسی محترم کی قبر کے پاس
اب نہ کیا جائے۔

ا۔ بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت یا رفعِ حاجت کے لیے بیٹھتے وقت، اس دعا کا پڑھنا سنت ہے۔ بِاسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ
ی اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے (میں حفاظت کرتا ہوں اپنی شیطان سے) اے اللہ
شک میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے شیطانوں کے مردوں اور عورتوں کے شر سے۔ اس دعا میں عام عادت کے خلاف باسم میں الف
ط کتابت کے لیے لکھا جاتا ہے۔ خُبث خبیث کی جمع ہے جو مذکر ہے اور خبائث خبیثہ کی جمع ہے جو مونث ہے اور ان سے مراد
اطین کے مرد اور عورتیں ہیں۔ نسائی نے روایت کی ہے کہ فراغت پانے کے بعد نکلتے وقت اِس دعا کا پڑھنا بھی
۔ غُفْرَانَکَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ۔ تیری بخشش ہے۔ تمام تعریف اللہ ہی
لیے ہے جس نے میری تکلیف دور کی اور مجھ کو عافیت دی۔

مسواک

مسواک مسواک، مسواک اسمِ آلہ ہے اور سواک کے معنی دلک در رگڑنے کے ہیں اور مسواک رگڑنے کے آلہ کو کہتے ہیں۔ شرع میں
سواک لکڑی وغیرہ جیسی سخت چیز سے دانتوں اور اس کے اطراف یعنی مسوڑھے رگڑنے کو کہتے ہیں تاکہ منہ کی بدبو وغیرہ کو
ر کیا جائے۔ مسواک کا استعمال قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے۔ حدیث۔ ھٰذَا سِوَاکِیْ وَسِوَاکُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ یہ میری
سواک ہے اور مجھ سے قبل گزرے ہوئے انبیا کی بھی۔ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام پہلے نبی ہیں جنھوں نے زیتون کی لکڑی سے
سواک کی تھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ مسواک اس وقت کی خصوصیات میں سے نہیں ہے بلکہ قدیم شریعتوں میں بھی اس کا رواج
ا، گو بعض کا خیال ہے کہ پہلے انبیا اس کو استعمال کرتے تھے اور ان کی اُمتوں میں اس پر عمل نہیں تھا۔ دانتوں پر موقوف نہیں،
سوڑھوں، زبان اور تارک پر بھی مسواک پھیرنا مندوب ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دانت نہ ہونے کی صورت میں بھی مسواک کی
ئیگی۔ مسواک عموماً اراک کے درخت سے بنائی جاتی ہے۔ اس درخت کو اردو میں پیلو کہتے ہیں۔ بیجوری نے لکھا ہے کہ مسواک
۔۔ روایت ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو مسواک کرتے دیکھ کر فی البدیہہ یہ دو شعر کہے تھے۔ بقیہ

جاری پانی کم ہو اور اُسی سے طہارت بھی کرنا ہو تو اس میں پیشاب کرنا حرام ہے، اور اگر اس سے طہارت کرنا نہ ہو تو صرف مکروہ ہے۔ جاری پانی زیادہ ہو تو مکروہ نہیں ہے مگر اجتناب اولیٰ ہے۔ نووی کا قول ہے کہ قلیل پانی میں، جاری ہو یا راکد، بول و براز کرنا مطلقاً حرام ہے لیکن بجیرمی نے اس قول کو ضعیف ظاہر کیا ہے جس پانی میں رفعِ حاجت کرنا مکروہ ہے اُس پانی کے قریب بھی رفعِ حاجت کرنا مکروہ ہے۔ درختِ ثمردار۔ پھلدار درخت کے نیچے سے مراد وہ جگہ ہے جہاں اس کا پھل گرتا ہے۔ یہ حکم پھول اور ایسے پھل اور چھال والے درختوں کے لیے بھی عام ہے جو استعمال کیے جاتے ہیں۔ مملوکہ یا مباح زمین پر یہ درخت واقع ہوں تو ان کے نیچے بول و براز کرنا مکروہ ہے۔ راستہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِتَّقُوا اللَّعَّانَيْنِ۔ بچو لعانین سے۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ لعانان کون ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ اَلَّذِیْ يَتَخَلّٰى فِیْ طَرِيْقِ النَّاسِ اَوْ فِیْ ظِلِّهِمْ۔ وہ شخص جو لوگوں کے راستے میں یا ان کے سایے میں رفعِ حاجت کرتا ہے۔ ابو داؤد نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ اِتَّقُوا الْمَلَاعِنَ الثَّلَاثَ اَلْبَرَازَ فِی الْمَوَارِدِ وَقَارِعَةِ الطَّرِيْقِ وَالظِّلِّ۔ تین لعنت کے مقامات سے بچتے رہو، پانی کے بہاؤ، چلتے سو راستہ اور سایے میں پیشاب کرنے سے۔ براز کو مٹی سے نہ ڈھانپنا چاہیے تاکہ دکھائی دے اور اس سے بچنا ممکن ہو۔ سایہ۔ سایے کی جگہ گرما میں اور دھوپ کی جگہ سرما میں بول و براز نہ کرنا اس لیے مندوب ہے کہ ان مقامات پر لوگ جمع ہوتے اور بیٹھتے ہیں۔ سوراخ۔ سوراخ اور دراز میں بھی بول و براز نہ کرنا مکروہ ہے اس لیے کہ ان مقامات میں حشرات ہوتے ہیں اور ان کو اذیت پہنچنے کا احتمال ہوتا ہے۔ اگر سوراخ یا دراز بول و براز ہی کی غرض سے بنائے گئے ہوں تو کراہت نہیں ہے۔ کراہت کی وجہ یہ بھی بتائی گئی ہے کہ ان مقامات پر جنات رہتے ہیں چنانچہ شامل وغیرہ میں لکھا ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ایسے مقام پر پیشاب کیا اور جنات نے اِن کو قتل کیا۔

رفعِ حاجت کے وقت بات نہ کریں اور نہ سورج اور چاند کی طرف منھ اور پشت کریں۔ ان امور سے اجتناب مندوب ہے۔

کلام۔ بغیر ضرورت کے بات کرنا مکروہ ہے اور ضرورت پر مکروہ نہیں۔ یہ حکم رفعِ حاجت کے وقت مخصوص نہیں ہے بلکہ بیت الخلاء کے لیے عام ہے۔ جو شخص بیت الخلاء میں ہو خواہ کسی غرض سے، چراغ رکھنے، پانی رکھنے یا صاف کرنے کے لیے، اس کو بات نہ کرنا چاہیے۔ اگر مصلحت ایسی ہے کہ بات کو سکوت پر ترجیح ہے تو بات کرنا مندوب ہے۔ اگر چھینک آئے تو دل میں خدا کی تعریف کرے۔ چھینک کی وجہ سے دماغ کے بخارات خارج ہوتے ہیں اور اس راحت کے شکریہ میں خدا کی تعریف کا حکم ہے۔ دریافت کے لیے بیت الخلاء میں داخل ہونے والے کا کھنکارنا اور بیت الخلاء میں بیٹھے ہوئے شخص کا جواب میں کھنکارنا ضرورت میں داخل ہے اور مکروہ نہیں ہے۔ سورج اور چاند کی طرف منھ اور پشت نہ کرنا مندوب ہے جبکہ مقابل میں ہوں، طلوع یا غروب کر رہے ہوں اور ساتر نہ ہو۔ نظر۔ بغیر ضرورت کے، شرم گاہ، بول و براز اور آسمان کی طرف نہ دیکھنا، داہنے اور بائیں جانب متوجہ نہ ہونا مندوب ہے۔ دُوری رفعِ حاجت کے وقت لوگوں سے دور رہنا بھی مندوب ہے اگر شخص متعلق دور نہ جا سکے تو دوسروں کو اس مقام سے ہٹ جانا چاہیے۔ لوگوں کی نظر بچانا بھی ضروری ہے۔ ہوا کے خلاف اور سخت زمین پر بھی پیشاب نہیں کرنا چاہیے۔ قیام بغیر عذر کے

مستحب نہیں ہے بلکہ مکروہِ تنزیہی ہے۔ نووی نے مطلق عدمِ کراہت کی رائے دی ہے۔ **زوال** سے مراد یہ ہے کہ سورج وسطِ آسمان سے یا سر پر سے ڈھل جائے اور مغرب کی طرف اس کا میلان ہو۔ روزہ دار کو صبح سے زوال تک مسواک کرنے کی اجازت اس لیے دی گئی ہے کہ سحری کا کھانا کھانے کے بعد، غذا کا اثر منہ میں باقی رہتا ہے اور تغیّر پیدا کرتا ہے! اس تغیّر کو مسواک کے ذریعہ دور کرنے کی ضرورت ہے۔ حدیث۔ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ۔ روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ کے پاس مشک کی خوشبو سے زیادہ بہتر ہے۔ خُلوف روزہ دار کی منہ کی بُو کو کہتے ہیں۔

اوقات مسواک کرنا تین مواقع پر نہایت ہی مستحب ہے۔ جبکہ منہ میں تغیّر پیدا ہو جائے زیادہ دیر بات نہ کرنے یا کسی اور وجہ سے۔ نیند سے بیدار ہونے پر اور نماز سے قبل! اوقات کا لفظ حالات پر بھی شامل ہے اور مواقع میں مکان اور زمان دونوں داخل ہیں۔ تغیّر سے منہ میں بُو پیدا ہونا مراد ہے۔ اس شخص کے لیے بھی مسواک کرنا سنّت ہے جس کے منہ میں دانت نہ ہوں۔ تغیّر زیادہ دیر بات نہ کرنے یا بھوکے اور پیاسے رہنے کی وجہ سے بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ بدبُو والی اشیاء کھانے کے بعد مسواک کی تاکید ہے تاکہ دوسروں کو بدبُو سے ایذا نہ پہنچے۔ نیند سے بیدار ہونے کے بعد مسواک کرنا اس لیے مستحب قرار دیا گیا ہے کہ نیند کی حالت میں سکوت رہتا ہے اور سانس لینے میں تیزی نہیں ہوتی۔ یہ حکم روزہ دار کے لیے بھی ہے کہ سو کر اٹھے تو مسواک کرے۔ صحیحین نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نیند سے بیدار ہوتے تو مسواک کرتے تھے۔ یہاں صاف کرنے میں پانی سے دھونا بھی شامل ہے۔ نماز کی نیت کرنے کے بعد، مسواک نہ کرنے کی نسبت، علامہ خطیب کی رائے ہے اور رملی کا قول ہے کہ نماز کی نیت کے باوجود خفیف فعال سے مسواک کرنا سنّت ہے۔ حدیث۔ رَكْعَتَانِ بِسِوَاكٍ خَيْرٌ مِنْ سَبْعِينَ رَكْعَةٍ بِلَا سِوَاكٍ۔ دو رکعتیں مسواک کے ساتھ، ستر رکعتوں سے بغیر مسواک کے، بہتر ہیں۔

مزید اوقات مسواک کرنا مستحب ہے سو کر اٹھنے کے وقت، وضو کے وقت قرآن و حدیث اور علمِ دین کے پڑھنے کے وقت ذکر کے وقت، درس کے وقت، کعبے میں داخل ہوتے وقت، اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت، جماع کے وقت، لوگوں سے ملاقات کے وقت، بھوک اور پیاس کے وقت، سحری کرتے وقت، کھانے کے وقت، وتر کے وقت، سفر پر روانہ ہونے اور سفر سے واپس ہونے کے وقت۔ یہ سب نہ ہو سکے تو کم سے کم دن میں ایک مرتبہ اور رات میں ایک مرتبہ مسواک کی جائے۔

فضائلِ مسواک۔ مسواک اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی کی باعث ہے، منہ کو صاف اور پاک کرتی ہے، خِلقت کو درست کرتی ہے اور ذہانت اور فصاحت کو جِلا دیتی ہے۔ رطوبت کو کاٹتی اور نظر کو تیز کرتی ہے، دانتوں کے امراض کو زائل اور مسوڑوں کو مضبوط کرتی ہے۔ کھانے کو ہضم کرتی ہے۔ موت کے وقت شہادت کو یاد دلاتی ہے۔ بعضوں نے ان خصائل کی تعداد ستّر کے اوپر گنی ہے۔

خِلال۔ دانتوں کے درمیان جو غذا وغیرہ رہ جاتی ہے اس کے نکالنے کو خِلال کرنا کہتے ہیں۔ خِلال کرنا سنّت ہے۔ خِلال کی لکڑی بھی وہی ہے جو مسواک کی ہے۔ لوہے وغیرہ جیسی دھاتوں سے بنائی ہوئی خلال مکروہ ہے۔ خِلال کھانے کے بعد اور

کہ یہ پیلو یا کسی اور لکڑی کی قسم سے ہونا ضروری نہیں ہے۔ مسواک کے معنی میں ہر ایک سخت اور طاہر چیز داخل ہے جس سے دانتوں کا میل اور زردی دور کی جاسکے۔

افضلیت۔ مسواک کے لیے پیلو کی لکڑی افضل ہے پھر کھجور کی، پھر زیتون کی، پھر کسی خوشبودار درخت کی اور اس کے بعد دوسرے درختوں کی لکڑی۔ ان میں سے ہر ایک کی افضلیت کے مزید پانچ مراتب ہیں۔ سب سے افضل پانی سے گیلی کی ہوئی مسواک، پھر گلاب سے، پھر تھوک سے گیلی کی ہوئی، پھر خشک اور پھر سبز۔

محل۔ رملی کا قول ہے کہ مسواک کا محل، وضو میں، ہاتھ دھونے سے قبل ہے اور اس قول کی بنا پر بعض نے اس کو سنن وضو میں شمار کیا ہے اور چونکہ وضو کی نیت سے پہلے مسواک کا استعمال ہے اس لیے مسواک کرتے وقت نیت کی بھی ضرورت ہے اور قول معتمد یہی ہے۔ ابن حجر نے مسواک کو وضو میں داخل کر کے اس کے استعمال کا محل، وضو میں، ہاتھ دھونے کے بعد معین کیا ہے اور چونکہ یہ محل نیتِ وضو کے بعد واقع ہوا ہے اس لیے مسواک کے لیے علیحدہ نیت کی ضرورت نہیں رکھی۔

ارکانِ مسواک پانچ ہیں مُستاک، مسواک کرنے والا، مُستاک بہٖ، مسواک، مُستاک فیہ، منہ جس میں مسواک کی جاتی ہے، مُستاک منہ تغیر وغیرہ جس کی وجہ سے مسواک کی جاتی ہے اور نیت، متصل ہو یا تابعِ وضو۔ باجوری نے تین ارکان بیان کیے تھے بعض نے آخری دو کا اضافہ کیا۔

مسواک کرنا ہر حال میں مستحب ہے اور یہ حکم ہمارے لیے ہے ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وحی کے نازل ہونے کے وقت مسواک کرنا واجب تھا۔ مسواک کرنا مستحب اس لیے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پابندی فرمائی۔ صحیحین کی حدیث ہے۔ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُہُمْ بِالسِّوَاکِ عِنْدَ کُلِّ صَلٰوۃٍ اگر میری امت پر یہ بات شاق نہ گزرتی تو میں ہر نماز کے وقت ان کو مسواک کرنے کے لیے حکم دیتا یعنی واجب قرار دیتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ گو مسواک کرنا مستحب ہے لیکن اس میں تاکید ضرور ہے۔ مقدار مسواک کم سے کم ایک مرتبہ اور اکمل یہ ہے کہ تین مرتبہ اور منہ میں بدبو ہونے کی صورت میں اس کے زائل ہونے تک کرنا چاہیے۔ اوقات وحالات۔ کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے، لیٹے ہوئے اور ہر حالت میں مسواک کی جاسکتی ہے۔

لیکن روزہ دار کے لیے زوال کے بعد مکروہ ہے۔ روزے کی حالت میں سورج کے زوال کے بعد سے غروب تک مسواک کرنا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹ ـ اللہ اللہ اراک، اراک، مسواک اور سواک میں تجنیس لفظی کس قدر بھلی معلوم ہوتی ہے۔

حَظِیْتَ یَا عُوْدَ الْاَرَاکِ بِثَغْرِہَا — مَا خِفْتَ یَا عُوْدَ الْاَرَاکِ اَرَاکَ

اے اراک کی لکڑی! تو اس کے دانتوں سے لطف اندوز ہو رہی ہے — اے اراک کی لکڑی! کیا تجھ کو اس کا بھی خوف نہیں کہ میں دیکھ رہا ہوں

لَوْ کُنْتَ مِنْ اَہْلِ الْقِتَالِ قَتَلْتُکَ — مَا فَازَ مِنِّیْ یَا سِوَاکُ سِوَاکَ

اگر تو اہلِ قتال سے ہوتی تو میں تجھ کو فوراً قتل کر دیتا — آج تک تیرے سوائے کسی کو مجھ پر کامیابی نہیں ہوئی

کے پاس آئے، آپ کو وضو سکھایا اور آپ نے جبرئیل کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی تھی۔ وضو کا رواج سابقہ شریعتوں میں بھی تھا۔ حدیث۔ هٰذَا وُضُوئِي وَوُضُوءُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي۔ یہ میرا وضو ہے اور اُن انبیا کا بھی جو مجھ سے قبل گزرے ہیں۔ البتہ جس کیفیت کے ساتھ ہم وضو کرتے ہیں وہ ہمارے لیے مخصوص ہے۔ غُرّہ اور تحجیل اس امّت کے لیے مخصوص ہے۔ حدیث

أَنْتُمُ الْغُرُّ الْمُحَجَّلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ

تمہاری پیشانی ہاتھ اور پاؤں سفید ہونگے اور چمکیں گے اور روشن ہونگے قیامت کے دن وضو کی نشانیوں کی وجہ سے۔ تم میں سے جو کوئی اس سفیدی کو بڑھانا چاہے بڑھا سکتا ہے۔ وضو کا بیان غسل سے پہلے اس لیے ہے کہ وضو غسل کا بھی جز ہے۔ تیمم ان دونوں کے بعد اس لیے ہے کہ تیمم ان دونوں کا بدل ہے۔ آیت ۶/۵، وضو غسل اور تیمم تینوں کے لیے عام ہے اس لیے ایک جگہ درج کی جاتی ہے اس کے مختلف اجزا سے اپنے اپنے مقام پر استدلال کیا جائے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ

اے ایمان والو۔ جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں کو دھوو اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں سمیت

وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ط وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا ط وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ

اور اپنے سروں پر ہاتھ پھیرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت اور تم جنابت کی حالت میں ہو تو سارا بدن پاک کرو اور اگر تم بیمار ہو

أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا

یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے آیا ہو یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک زمین سے تیمم

صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ ط مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ

کر لیا کرو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر ہاتھ پھیر لیا کرو اس میں سے اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں کہ تم پر کوئی دشواری ڈالے

وَلٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم کو پاک صاف رکھے اور تم پر اپنا انعام پورا کرے تاکہ تم شکر گزار رہو

امورِ وضو۔ وضو کے باب میں آٹھ امور بیان کیے جاتے ہیں۔ حقیقتِ وضو۔ وقتِ وجوبِ وضو۔ موجبِ وضو۔ شرائطِ وضو۔ فرائضِ وضو۔ سُننِ وضو۔ مکروہاتِ وضو اور نواقضِ وضو۔

حقیقتِ وضو۔ خاص اعضا کو، نیت کے ساتھ، پانی سے دھونے کو، وضو کہتے ہیں۔ نیت صرف آغاز میں ہوگی کسی فعل کے ذریعہ دھونا لازم نہیں ہے، بغیر کسی فعل کے اُن اعضا کو پانی پہنچ جائے تو کافی ہے۔ شرعی اور لغوی معنی میں یہ فرق ہے کہ شرعی اصطلاح میں نیت شریک ہے۔ وضو کی نسبت فقہا کا قول ہے کہ امرِ معقول ہے اور محض تعبّدی نہیں ہے۔

امرِ معقول۔ جس حکم کی غرض، نہایت اور علت ظاہر ہوتی ہے اس کو امرِ معقول المعنی کہتے ہیں۔ امرِ تعبّدی۔ جس حکم کی غرض، غایت اور علت ظاہر نہیں ہوتی اس کو تعبّدی کہتے ہیں۔ تعبّدی کے معنی یہ ہیں کہ اس پر محض بطورِ عبادت اور بہ تعمیلِ حکم عمل کیا جاتا

مسواک سے پہلے کرنا چاہئے۔ عرب کا ایک مقولہ ہے۔ مَنْ وَاظَبَ عَلَى الْخَشْبَتَيْنِ اَمِنَ مِنَ الْكَلْبَتَيْنِ جس شخص نے دو لکڑیوں (خلال اور مسواک) کی پابندی کی وہ دو کتوں سے امن پایا۔

نیت مسواک کرنے میں نیت سنت ہے۔ نَوَيْتُ سُنَّةَ الْاِسْتِيَاكِ۔ میں سنت مسواک کی نیت کرتا ہوں۔ اگر نیت کے بغیر مسواک کی جائے تو سنت کی تکمیل نہ ہوگی اور نہ ثواب حاصل ہوگا۔

طریقہ مسواک کو داہنے ہاتھ میں اس طرح پکڑے کہ کن انگلی مسواک کے نیچے، اس کے بعد کی انگلی بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی اوپر، اور انگوٹھے کا سر نیچے ہو۔ مسواک کو مٹھی میں نہ پکڑے۔ مسواک کو دانتوں کے بیرونی اور اندرونی دونوں جانب پھیرے داڑھوں میں طولاً اور عرضاً دونوں طرح اور بقیہ دانتوں میں صرف عرض میں، اور زبان پر طول میں، اور تالو پر آہستہ، پھیرے حدیث۔ اِذَا اسْتَكْتُمْ فَاسْتَاكُوْا عَرْضًا۔ جب تم مسواک کرو تو عرض میں مسواک کرو۔ طول میں بھی مسواک کرنے کی اجازت ہے مگر کراہت کے ساتھ۔ زبان میں مسواک طول میں پھیرے۔ مسواک منہ کی داہنی طرف سے شروع کرکے دانتوں کے بیرونی اور اندرونی حصہ پر پھیرتے ہوئے سامنے اور بیچ میں لائے اور پھر بائیں جانب سے شروع کرکے اسی طرح بیچ میں لائے۔ مسواک کا دانتوں کے عرض میں اور منہ کے طول میں پھیرنا ایک ہی بات ہے۔ مسواک میں میل یا بو ہو تو مسواک کرنے سے پہلے مسواک کا دھونا بھی سنت ہے۔ مسواک ایک بالشت سے زیادہ لمبی نہ ہو۔

دعا مسواک کرتے وقت یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ بِهِ اَسْنَانِيْ وَشُدَّ بِهِ لِثَاتِيْ وَثَبِّتْ بِهِ لَهَاتِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْهِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ اے اللہ اس مسواک سے میرے دانتوں کو سفید کر اور میرے مسوڑوں کو مضبوط کر اور ثابت رکھ میرے کوّے (پڑجیب) کو اور برکت دے اس میں میرے لیے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

وضوء

فرائض، سنن اور نواقض۔

وُضُوء واؤ کے پیش کے ساتھ، وضاءت سے ہے جس کے معنی، عمدگی، پاکیزگی اور گناہ کی تاریکی سے نجات پانے کے ہیں۔ گناہ سے مراد صغیرہ گناہ ہے جس کی وضو تکفیر کرتا ہے شرع میں خاص اعضا کو نیت کے ساتھ پانی سے دھونے کو وضو کہتے ہیں۔ وَضوء واؤ کے زبر کے ساتھ اس پانی کو کہتے ہیں جو وضو کے لیے مہیا کیا جاتا ہے۔ وضو، نماز کے ساتھ معراج کی رات میں، ہجرت سے ایک سال یا سولہ مہینے پہلے، فرض کیا گیا۔ ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ پہلے ہر ایک فرض نماز کے لیے وضو واجب تھا۔ جنگِ خندق میں اس حکم میں ترمیم ہوئی اور وضو کو صرف حدث کے واقع ہونے پر فرض کیا گیا۔ وضو کے فرض کیے جانے سے مراد یہ ہے کہ وضو کا عمل شروع میں اس کے پہلے سے موجود تھا۔ اس لیے کہ ابتدائے بعثت میں جبرئیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ترتیب سنت سے ہیں حنفیہ اور مالکیہ میں نیت اور ترتیب فرائض وضو میں نہیں ہیں۔

ا نیّت۔ نیت واجب ہے چہرے کو دھوتے وقت۔ حدیث صحیحین۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ شافعیہ کی رائے ہے کہ اعمال مضاف الیہ ہے اور اس کا مضاف صحت محذوف ہے اور حدیث کے یہ معنی ہیں۔ بے شک اعمال کی صحت نیتوں کے ساتھ ہے۔ حنفیہ کی رائے میں اس کا مضاف کمال محذوف ہے اور اس لحاظ سے حدیث کے معنی یہ ہوتے ہیں! اعمال کا کمال نیتوں کے ساتھ ہے شافعیہ کے پاس صحت کی نفی سے عمل غیر شرعی ہو جاتا ہے اور حنفیہ کے پاس کمال کی نفی سے عمل غیر شرعی نہیں ہوتا۔ نیت کو چونکہ عمل سے تعلق ہے اس لیے اس کی توضیح کیجاتی ہے۔

فعل کے مفہوم میں ارادہ شریک نہیں ہے اس لیے فعل انسان اور حیوان دونوں کے لیے عام ہے۔ عمل کے مفہوم میں ارادہ شریک ہے اس لیے عمل انسان کے لیے خاص ہے۔ صُنع عمل سے بھی خاص ہے اس لیے کہ اس میں ارادہ کے ساتھ اختیار بھی شامل ہے۔

امورِ نیّت۔ نیت کے بارے میں چھ امور بیان کیے جا سکتے ہیں احکامِ نیت، اشکالِ نیت، اشتراکِ نیت، دوامِ نیت، تجزیٔ نیت اور اقترانِ نیت۔

(۱) احکامِ نیت۔ نیت سے سات احکام متعلق ہیں حقیقتِ نیت، حکمِ نیت، محلِ نیت، وقتِ نیت، کیفیتِ نیت، شرطِ نیت اور مقصودِ نیت۔

حقیقتِ نیت۔ حقیقت سے مراد نیت کی حقیقت مِنْ حَیْثُ ھِیَ بغیر وضو کے تعلق کے ہے۔ نیت کے معنی لغت میں مطلق ارادہ کے ہیں اور شرع میں قَصْدُ الشَّیْءِ مُقْتَرِنًا بِفِعْلِہٖ کے ہیں جس کے معنی کسی چیز کا ارادہ کرنا عین اس چیز کے کرنے کے وقت، کے ہیں فعل اور نیت دونوں کا ایک ساتھ واقع ہونا واجب ہے سوائے روزہ کے۔ روزے میں نیت کا مقارن ہونا واجب نہیں ہے۔ اگر مقارن ہو تو روزہ صحیح نہ ہوگا اس لیے کہ روزے میں نیت کی تبییت (رات میں واقع ہونا) واجب ہے اگر نیت عمل سے پہلے ہو تو اس کو عزم کہا جاتا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ روزے میں نیت بمنزلۂ عزم اور ارادے کے ہے جو نیت کے قائم مقام ہے۔

حکمِ نیت۔ نیت واجب ہے عام طور پر، صرف بعض صورت میں مندوب ہے جیسا کہ غسلِ میت میں۔

محلِ نیت۔ نیت کا محل دل ہے لیکن زبان سے بولنا مندوب ہے تاکہ دل اور زبان میں مطابقت ہو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض ائمہ کے پاس زبان سے بولنا واجب ہے اور ان سے اختلاف نہ کرنے کے لیے شافعیہ نے زبان سے بولنے کو مندوب ٹھیرایا۔

وقتِ نیت۔ نیت ہر ایک عبادت میں اوّلِ عبادت ہے سوائے روزہ کے۔ روزہ میں نیت کی تبییت واجب ہے۔

کیفیتِ نیت۔ نیت کی کیفیت عبادت کی کیفیت کے لحاظ سے تبدیل ہوتی ہے جیسا کہ نماز اور روزہ وغیرہ۔

شرائطِ نیت۔ نیت کی شرائط چار ہیں اسلام، تمیز، علم اُس عبادت کا جس کے لیے نیت کی جاتی ہے۔ جزم یعنی مستقل ارادہ

ہے۔ امرِ معقول المعنی سے امرِ تعبدی اس لیے افضل ہے کہ اس میں امتثالِ امر کی شدت ہے اور بغیر کسی غرض و غایت کے محض تعمیلِ حکم کے طور پر کیا جاتا ہے۔ ابنِ حجر کا قول ہے کہ افضلیت محض انقیاد کی وجہ سے ہے۔

وقتِ وجوبِ وضو۔ ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ پانچوں نمازوں کے وقت وضو واجب تھا اور اس کے بعد اس حکم میں اس طرح ترمیم کی گئی کہ حدث کے واقع ہونے پر نماز کے لیے وضو کو واجب کیا گیا۔

موجبِ وضو کی تین وجوہ ہیں۔ حدث کے بعد اور نماز وغیرہ کے وقت یا ان دونوں کے وقت۔

شرائطِ وضو۔ وضو کی شرائط بارہ ہیں۔ طہارت اعضا یعنی اعضائے وضو کا دھونا مقررہ اعضا کے ساتھ اس کے متصل اعضا کا کچھ حصہ بھی دھویا جائے۔ نقا یعنی پاکی جنابت وغیرہ سے۔ علم کیفیتِ وضو۔ وضو میں فرائض و سنن اور ان کے محل سے واقفیت اور ان میں امتیاز۔ اس بارے میں اعتقاد ہو کہ وضو میں بعض چیزیں فرض اور بعض چیزیں سنت ہیں اگرچہ کہ تفصیلی علم نہ ہو۔ عالم کے لیے تفصیلی علم بھی لازم ہے۔ عدمِ منافی حیض و نفاس یعنی حیض و نفاس کے موانعات موجود نہ ہوں۔ عدمِ صارف یعنی نیت تبدیل نہ ہوئی ہو۔ اسلام۔ تمیز۔ عدمِ حایل۔ عضو پر پانی کا جاری کرنا۔ تحلیلِ عضو کی تحلیل۔ مطلق پانی اور پانی کی حقیقت۔ ... یقتضائے وضو کی موجودگی۔ **صاحبِ ضرورت** اس شخص کو کہتے ہیں جس کے حدث کا سلسلہ جاری ہو یا حدث کے منقطع ہونے کا کوئی وقت معین نہ ہو جیسا کہ استحاضہ یا پیشاب کے تقاطر کا ... جس کو سلسلۃ البول کہتے ہیں۔ صاحبِ ضرورت کے وضو میں مزید تین شرائط ہیں۔ ۱۔ نماز کا وقت شروع ہو گیا ہو۔ ۲۔ وضو سے پیشتر استنجا کیا جائے اور موالات کا لحاظ کرتے ہوئے حدث سے حفاظت کے لیے جن تدابیر پر عمل کرنا ممکن ہو عمل کیا جائے۔ ۳۔ موالات ان دونوں امورِ بالا اور وضو کے درمیان اور موالات وضو اور نماز کے درمیان۔ مذی کا سلسلہ بھی پیشاب کے تقاطر کی طرح ہے لیکن سلسلۂ ریح (ہوا) کسی قدر جداگانہ ہے۔ سلسلۂ ریح میں استنجا اور تحفظ کی شرط نہیں ہے۔ افعالِ وضو اور نماز کے درمیان موالات واجب ہے۔ موالات بغیر فصل کے ... سے عمل کرنے کو کہتے ہیں۔

فرائضِ وضو

فرض اور واجب معنی میں مترادف ہیں البتہ احکامِ حج میں ان میں فرق ہے۔ فرائض جو وضو کے فرض ہیں وہی وضوئے مندوب میں بھی ہیں۔ فرض اور رکن بھی مترادف ہیں اور فرق یہ ہے کہ جس عبادت کے افعال میں تفریق جایز ہے اس میں فرض اور جس عبادت کے افعال میں تفریق جایز نہیں ہے وہ ہیئتِ مرکبہ ایک ... اس میں رکن کہا جاتا ہے۔ وضو میں چونکہ ہر ایک فعل علحدہ ہے اس لیے اس میں فرائض اور نماز کے جملہ افعال کی ... ترکیبی ایک ... اس لیے نماز کے ارکان کہتے ہیں۔ فرائضِ وضو چھ ہیں۔ نیت، چہرہ دھوتے وقت۔ چہرے کا دھونا۔ دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا۔ مسح کرنا بعض حصہ سر کا۔ دونوں پاؤں کو ٹخنے سمیت دھونا اور ترتیب اسی سلسلے سے۔ ان چھ فرائض میں سے چار نصِ قرآن سے اور دو نیت اور

کی استباحت کے لیے نیت کی جائے تو نماز کے سوائے دوسرے امورِ مباح ہیں۔ خطیب اور بجیرمی کا قول ہے کہ رفع
اور استباحت دونوں کی نیت کرنا مندوب ہے۔ رفع کی نیت کا تعلق گزرے ہوئے حدث سے ہوگا اور استباحت کا
تعلق جاری حدث سے۔ نیّتِ طہارتِ حدث۔ نَوَیْتُ الطَّهَارَةَ عَنِ الْحَدَثِ۔ میں نیت کرتا ہوں حدث سے
طہارت کی۔ اس کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں۔ طہارتِ واجبہ۔ طہارت للحدث (حدث کے لیے)۔ طہارت لاجل الحدث
(بوجہ حدث)۔ ادائے فرضِ طہارت۔ طہارت بغرضِ نماز۔ طہارت کے ساتھ حدث کا لفظ نہ کہہ کر فقط طہارت کہا جائے تو کافی
نہیں ہے اس لیے کہ حدث اور نجاست دونوں سے طہارت ہو سکتی ہے اور ان میں امتیاز لازم ہے۔ **نیّتِ فرضِ وضو۔**
نَوَیْتُ فَرْضَ الْوُضُوْءِ۔ میں فرضِ وضو کی نیت کرتا ہوں۔ **نیّتِ وضو۔** نَوَیْتُ الْوُضُوْءَ۔ میں وضو کی نیت کرتا ہوں۔
نیّتِ ادائے فرضِ وضو۔ نَوَیْتُ اَدَاءَ فَرْضِ الْوُضُوْءِ۔ میں نیت کرتا ہوں فرضِ وضو کے ادا کی۔ **نیّتِ ادائے وضو۔**
نَوَیْتُ اَدَاءَ الْوُضُوْءِ۔ میں نیت کرتا ہوں وضو کے ادا کرنے کی۔ فقط وضو اور فقط ادائے وضو کی نیت اس لیے کافی ہے کہ
اس سے مقصود حاصل ہوتا ہے بخلاف غسل کے۔ جنابت کے لیے اور بغیر جنابت کے بھی غسل ہوتا ہے لیکن وضو میں غیرِ وضو کا امکان
نہیں ہے۔ آخری چاروں نیتیں وضوئے مجدد کے لیے صحیح ہیں۔ **وضوئے مجدّد** اس وضو کو کہتے ہیں جو حدث واقع ہونے کے
بغیر کیا جائے۔ مجدد کے لیے رفعِ حدث یا استباحت کی نیت کافی نہیں ہے۔ وضوئے مجدّد کی طرح اس شخص کا وضو ہے جس کو
جنابت واقع ہوئی ہو اور حدثِ اصغر واقع نہ ہوا ہو۔

(۳) **اشتراکِ نیت۔** فرضِ وضو وغیرہ کی نیت کے ساتھ حصولِ خنکی اور صفائی کی نیت شریک کی جائے تو مضائقہ
نہیں ہے۔ امام غزالیؒ کا قول ہے کہ عبادت کی نیت میں اگر دنیوی نیت شریک ہو تو صرف اس صورت میں عبادت کا
ثواب حاصل ہوگا جبکہ عبادت کی نیت دنیوی نیت پر غالب ہو۔ اگر دونوں مساوی ہوں یا دنیوی نیت غالب ہو تو کوئی
ثواب نہ ہوگا۔ دنیوی سے مراد وہ امور جو 'ریا' کے سوائے ہیں اس لیے کہ ریا کی صورت میں ثواب مطلقاً ساقط ہو جاتا ہے۔
حدیثِ قدسی۔ اَنَا اَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ فَمَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيْهِ غَيْرِيْ فَاَنَا بَرِيْءٌ وَهُوَ
لِلَّذِيْ اَشْرَكَ۔ میں تمام شریکوں میں شرک سے غنی ترین ہوں۔ اگر کسی نے کوئی عمل کیا اور اس میں میرے غیر کو شریک کیا
تو میں بری ہوں اور اس کی ذمہ داری اس پر ہے جس نے شریک کیا۔

(۴) **دوامِ نیت۔** ظاہر یہ ہے کہ وضو کے ختم تک نیت کا استصحاب (ساتھ وار رہنا) واجب نہیں ہے۔ نیت کا خیال
دل میں قائم رہے تو کافی ہے۔ نیت کا دل میں حکمی طور پر قائم رہنا اس کو کہتے ہیں جبکہ قطعِ نیت کا قصد نہ کیا جائے اور
کوئی ایسا عمل نہ کیا جائے جو نیت کے منافی ہو۔

(۵) **تجزیِ نیت۔** بجیرمی کا قول ہے کہ وضو کے اعضا میں سے ہر ایک عضو کے دھونے کے ساتھ علیحدہ نیت کی جائے
تو صحیح ہے۔ حدث پورے بدن پر لاحق نہیں ہوتا بلکہ فقط وضو کے اعضا پر لاحق ہوتا ہے اور اس لیے ہر عضو کا حدث اس کے دھونے

اگر یہ کہا جائے کہ نَوَیْتُ الْوُضُوْءَ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ۔ میں وضو کی نیت کرتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ چاہے اس سے مقصد تعلیق ہو تو صحیح نہیں ہے اگر اس سے مقصد تبرک ہو تو صحیح ہے۔

مقصودِ نیت۔ نیت سے مقصود یہ ہے کہ عادت اور عبادت میں تمیز کی جائے غسل صفائی کے لیے ہو سکتا ہے اور رفعِ جنابت کے لیے بھی اور صورتِ دوم میں نیت سے مقصود کا اظہار ہوتا ہے۔ اسی طرح مسجد میں ٹھیرنا اعتکاف کے لیے ہو سکتا ہے یا آرام لینے کے لیے۔ نماز سے مقصود نماز فرض ہو سکتی ہے یا سنت۔

(۲) اَشکالِ نیت۔ نیت کی سات صورتیں ہیں۔ رفع کی نیت۔ استباحت کی نیت۔ حدث سے طہارت کی نیت۔ فرضِ وضو کی نیت۔ فقط وضو کی نیت۔ ادائے فرضِ وضو کی نیت۔ اور ادائے وضو کی نیت۔

نیتِ رفع۔ نَوَیْتُ رَفْعَ الْحَدَثِ۔ میں نیت کرتا ہوں حدث کے رفع کرنے کی۔ یہاں رفع سے مراد حکمِ حدث کا رفع کرنا ہے۔ حدث جو واقع ہو چکا وہ رفع نہیں ہو سکتا، البتہ حدث کی وجہ سے جو حکم عاید ہوا اس کو رفع کرنا مقصود ہے بہ رفعِ حدث کی نیت سے وضو کیا جائے تو اس وضو سے جملہ عبادتیں ادا کی جا سکتی ہیں۔ اُن امور میں جن میں اجمالی اور تفصیلی دونوں طرح تصریح کی ضرورت ہے اور ایسی تصریح میں غلطی کی جائے تو صحیح نہیں جیسا کہ روزے اور نماز میں اُن امور میں جن میں اجمالی طور پر تصریح کی ضرورت ہے غلطی کی جائے تو صحیح نہیں ہے جیسا کہ جماعت کی نماز میں امام کا تعیّن نام کے ساتھ کیا جائے اور غلطی کی جائے۔ ان امور میں جن میں اجمال سے یا تفصیل سے کسی طرح تصریح کی ضرورت نہیں ہے اگر کوئی تصریح کی جائے اور غلطی کی جائے تو صحیح ہے اور یہ آخری صورت وضو کی ہے۔ وضو میں نوعیتِ حدث کا تعیّن کیا جائے اور غلطی کی جائے جیسا کہ پیشاب کی وجہ سے حدث واقع ہوا ہو اور نیت میں رفعِ حدثِ نوم (نیند) کی نیت کی جائے تو وضو صحیح ہے۔ بیجوری کا قول ہے کہ اگر تصریح میں عمداً غلطی کی جائے تو وضو صحیح نہ ہوگا۔ نیتِ استباحت۔ نَوَیْتُ اِسْتِبَاحَةَ مُفْتَقِرٍ اِلَی وُضُوْءٍ۔ میں نیت کرتا ہوں ایسے فعل کے مباح ہونے کی جو وضو کا محتاج ہے۔ نَوَیْتُ اِسْتِبَاحَةَ الصَّلَاةِ۔ میں نیت کرتا ہوں نماز کے مباح ہونے کی۔ نَوَیْتُ اِسْتِبَاحَةَ مَسِّ الْمُصْحَفِ۔ میں نیت کرتا ہوں مصحف کے چھونے کے مباح ہونے کی۔ ایسی چیز کے ارادے سے وضو کی نیت کی جائے جو وضو پر موقوف ہے تو وضو صحیح ہے ایسی چیز کے ارادے سے نیت کی جائے جس کے لیے وضو صرف مندوب ہے تو وضو صحیح نہیں ہے جیسا کہ قرآن اور حدیث کی قراءت کے لیے۔

حَدَثِ دائمہ۔ حدث کے ایسے عذر کو کہتے ہیں جو ہمیشہ قایم رہتا ہے اور منقطع نہیں ہوتا یا اتنی مہلت نہیں ملتی جس میں طہارت کر کے عبادت ادا کی جائے۔ اس کی مثال استحاضہ، سلسلۂ بول (پیشاب) سلسلۂ ریح (ہوا) ہے۔ حدثِ دایم میں رفعِ حدث کی نیت نہیں ہو سکتی اس لیے کہ حدث جاری ہے اور رفع نہیں ہو سکتا۔ فقط استباحت کی نیت صحیح ہوگی۔ دایم الحدث استباحت کی نیت سے وضو کرے تو اس کے لیے وہ سب باتیں مباح ہیں جو تیمم والے کے لیے مباح ہیں۔ فرض کی استباحت کے لیے وضو کیا جائے تو نفل پڑھی جا سکتی ہے لیکن مطلق نماز کی استباحت کے لیے وضو کیا جائے تو صرف نفل پڑھی جائیگی مسِ مصحف

پھر بایاں ہاتھ ڈنڈ کے شروع تک اور اسی طرح آخر تک دھوتے۔ ہاتھ کے دھونے میں کہنی کا دھونا بھی داخل ہے۔ ناخن
میں اتنا میل ہو کہ پانی نہ پہنچتا ہو تو اس کا نکالنا واجب ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ قلیل مقدار میں معاف ہے اور بعض نے
کہا ہے کہ مطلق معاف ہے۔

۴۔ مسح۔ مسح کرنا بعض حصۂ سر کا واجب ہے آیت۔ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ مسح کرو اپنے سروں کو۔ مسلم نے روایت
کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشانی اور عمامہ پر ایک ساتھ مسح کیا تھا اور بعض حصۂ سر کے مسح پر اکتفا کیا تھا۔ بعض
حصۂ سر سے مراد سر کا کم سے کم حصہ ہے۔ سر کا وہ حصہ جو چہرہ کے دھونے کے وقت دھویا جاتا ہے اس کو مسح کرنا بھی کافی
ہے بعض حصۂ سر میں سر کا کوئی بھی حصہ آسکتا ہے۔ پیشانی کے اوپر کے حصہ کا ہونا لازم نہیں ہے۔ مسح کا حکم مرد، عورت
وغیرہ کے لیے مساوی ہے۔ سر کے حدود میں جو بال داخل ہیں ان میں سے بعض بالوں کا مسح بھی کافی ہے۔ مگر
سر کے اس حصہ کے بالوں پر مسح کیا جائے جو سر کے حدود کے اندر واقع ہوں۔ بالوں کا وہ حصہ جو لٹک کر سر کے حدود سے
خارج ہو جائے جیسے چوٹی وغیرہ اس کا مسح کافی نہیں ہے۔ مسح سر کی جلد اور سر کے بال دونوں پر ہو سکتا ہے۔ مسح ہاتھ
کے ذریعہ کرنا لازم نہیں ہے، کپڑے وغیرہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ مسح کے عوض بعض حصۂ سر کا دھونا بھی کافی ہے لیکن افضلیت
مسح میں ہے۔ گیلا ہاتھ بغیر حرکت کے سر پر رکھنا بھی کافی ہے۔ ہاتھ کو حرکت دینا لازم نہیں ہے۔ مسح سے مقصود نمی کا
پہنچنا ہے اس لئے اگر گرتے ہوئے مینہ کے نیچے سر آجائے تو بھی بغیر مسح کی نیت کے مسح ہو جائیگا۔

اختلاف۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے ہے کہ سر کے چوتھائی حصہ کا مسح کرنا چاہئے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ
کی رائے ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا چاہئے اور امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ کی رائے ہے کہ سر کے چوتھائی حصہ سے زیادہ مسح
کرنا چاہئے۔ حنبلیہ کے پاس مسح فرض ہے واجب نہیں ہے۔ ان کے پاس فرض اور واجب میں یہ فرق ہے کہ فرض
عمداً، سہواً یا ناواقفیت کی بناء پر ساقط نہیں ہو سکتا اور واجب سہو اور ناواقفیت کی بنا پر ساقط ہو جاتا ہے۔

۵۔ پاؤں دھونا۔ دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا پانچواں فرض ہے آیت۔ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ اور تمہارے
پاؤں دونوں ٹخنوں سمیت۔ یہاں بھی اِلیٰ کے معنی مع اور سمیت کے ہیں۔ دھونا ہی ضرور نہیں ہے دُھل جانا کافی ہے۔
بسا اوقات وضو ایک مقام پر کیا جاتا ہے اور دوسرے مقام پر پاؤں دھوئے جاتے ہیں ایسے تبدیلِ مقام کی صورت
میں نیت سے غفلت نہ کی جائے۔ اگر پاؤں کی صفائی کے خیال سے نقلِ مقام کیا گیا اور نیت سے غفلت کی گئی تو وضو
کی نیت کے ساتھ پاؤں کو دوبارہ دھونا واجب ہے۔ خُفّین کی موجودگی میں مسح پر اکتفا ہو سکتا ہے لیکن پاؤں کا دھونا
افضل ہے۔ وضو سے فارغ ہونے سے قبل، اگر کسی عضو کے دھونے کی نسبت شک ہو تو اس عضو کو اور اس کے بعد کے
اعضا کو بھی دھویا جائے! البتہ وضو سے فارغ ہونے کے بعد کسی عضو کے دھونے کی نسبت شک ہو تو اس شک کا کوئی
اثر نہیں ہے لیکن نیت کی نسبت شک ہو تو وضو سے فارغ ہونے کے بعد بھی اس کا اثر باقی رہیگا۔

کے ساتھ ہی رفع ہو جاتا ہے۔ باوجود اس حکم کے، دھوئے ہوئے عضو سے مصحف کو مَس کرنا اس لیے جائز نہیں ہے کہ مَسِ مصحف میں طہارتِ کاملہ مشروط ہے۔ بخلاف اس کے نماز میں نیت کی تجزی نہیں ہو سکتی اس لیے کہ نماز کے افعال متحد ہیں اور ان میں تفریق نہیں ہے۔

(۶)۔ **اقترانِ نیت**۔ نیت کا اِقتران چہرے کے دھونے کے ساتھ اس طرح ہو کہ چہرے کا وہ حصّہ جو پہلے دھویا جا رہا ہو اس کے ساتھ نیت کی جائے۔ اگر کوئی حصّہ نیت سے پہلے دھویا گیا ہو تو اس کو پھر دہرایا جائے۔ پورے چہرے کے دھونے تک نیت کا دوام لازم نہیں ہے۔ وہ نیت بھی بے نتیجہ ہے جو چہرے کے دھونے کے قبل کی جائے یا بالعد۔ چہرے کا دھونا پہلا فرض ہے اور اگر چہرے پر جبیرہ (پٹی) ہو تو چہرے کے مسح کے وقت نیت کی جائے اگر چہرے کا کوئی حصّہ نہ دھویا جا سکتا ہو اور نہ مسح کیا جا سکتا ہو تو دوسرے قریبی فرض یعنی ہاتھ دھونے کے وقت نیت کا اِقتران ہونا چاہیئے۔

۲۔ **غسلِ وجہ**۔ پورے چہرے کا دھونا وضو کا دوسرا فرض ہے آیت۔ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ۔ پس دھولو اپنے چہروں کو۔ دھونا ضرور نہیں، دُھل جائے یا ڈبویا جائے تو بھی کافی ہے۔ دھونا بھی اپنے فعل سے ہو یا بغیر اپنے فعل کے۔ پانی کا بہنا ضرور ہے پانی کا چھونا کافی نہیں اس لیے کہ فقط پانی کا چھونا غسل نہیں کہلاتا یہی حکم وضو کے دوسرے اعضا کی بابت بھی ہے سوائے مسح کے۔ چہرے کے بیرونی حصّہ کا دھونا واجب ہے اندرونی حصّہ جیسے منھ، ناک اور آنکھ اس میں داخل نہیں ہیں۔ چہرے کے دھونے کی حدِ طول میں اوپر کے بالوں کے اُگنے کے مقام سے نیچے داڑھی کے آخری حصّہ تک، یہ داڑھی کا آخری حصّہ بھی اس میں داخل ہے۔ داڑھی نچلے جبڑے پر ہوتی ہے اور جبڑے کا اگلا حصّہ ٹھوڑی پر اور پچھلا حصّہ کانوں کے پاس ختم ہوتا ہے۔ چہرے کے دھونے کی حدِ عرض میں دونوں کانوں کے درمیان ہے۔ کان کا چھوٹا سا نکونی حصّہ جو رخسار سے لگا ہوا ہے اس حد میں داخل ہے۔ مرد کی داڑھی ایسی گھنی ہو کہ بالوں کے درمیان سے اندر کی جلد نظر نہ آتی ہو تو داڑھی کے بیرونی حصّہ کا دھونا کافی ہے۔ داڑھی ایسی چھدری ہو کہ بالوں کے درمیان سے اندر کی جلد نظر آتی ہو تو جلد کا دھونا بھی واجب ہے۔ چہرے کو دھوتے وقت، سر، گردن اور ٹھوڑی کے نیچے کا کچھ حصّہ دھونا ایک عام اصول کے تحت ضروری ہے۔ مَالَا يُتِمُّ الْوَاجِبُ اِلَّا بِهٖ فَهُوَ وَاجِبٌ۔ جس کے بغیر واجب کی تکمیل نہ ہوتی ہو وہ بھی واجب ہے۔

۳۔ ہاتھ دھونا۔ دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا واجب ہے۔ آیت۔ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ یہاں الیٰ کے معنی مع اور ساتھ کے ہیں اور اس آیت کے معنی "تمہارے ہاتھ کہنیوں سمیت" کے ہیں۔ مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے اور اجماع بھی اس پر ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تو چہرہ دھوتے، پھر سیدھا ہاتھ دھلنے کے شروع تک دھوتے

ك۔ شوبری نے لکھا ہے کہ اس پوری آیت سے سات اصول کی تصریح ہوتی ہے اور ہر ایک اصول دوہرا ہے۔ دو طہارتیں وضو اور غسل۔ دو پاک کرنے والی چیزیں پانی اور مٹی۔ دو حکم دھونا اور مسح کرنا۔ دو اسباب حدث اور جنابت۔ دو چیزیں مباح کرنے والی مرض اور سفر۔ دو کی طرف اشارہ ہے رفعِ ضرورت اور ملامست (چھونا)۔ اور دو فوائد گناہوں سے پاکی اور نعمت کی تکمیل۔

ے تو وضو ہو جائیگا اگر چیکہ پانی کے اندر اتنی دیر توقف نہ کیا جائے جس میں ترتیب کے حاصل ہونے کا امکان ہو لیکن یہ
ضروری ہے کہ نیت کا اقتران چہرہ کے گیلا ہونے کے ساتھ ہو اس لیے کہ نیت چہرہ کے دھونے کے وقت واجب ہے۔
شافعی نے یہ شرط عاید کی ہے کہ پانی میں اتنی دیر توقف کیا جائے کہ حقیقی ترتیب کا تصور ہو سکے لیکن نووی نے ایسی
شرط نہیں لگائی اسلیے حقیقی ترتیب کا محض اندازہ کرنا عمل لاطایل ہے۔ یہ سوال بھی وارد ہوتا ہے کہ نجاست کلبی کے رفع کرنے
کے لیے نجس شدہ چیز کو ٹھیرے ہوے پانی میں محض ڈبو دینا کیوں کافی نہیں ہے اور کیوں اس کو سات مرتبہ پانی میں حرکت دینے کی
ضرورت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ وضو میں ترتیب صفت تابعہ ہے جو معاف ہو سکتی ہے اور نجاست کلبی کے دھونے
میں دھونے کی تعداد مقصود اصلی ہے اور مقصود اصلی کے فوت ہونے پر طہارت حاصل نہیں ہو سکتی اگر ترتیب بھول جائے
تو وضو نہ ہوگا اگر چاروں اعضائے وضو وقت واحد میں دھوئے جائیں یا بہ نیت وضو پانی میں ڈوبے تو صرف چہرہ کے
دھونے کا فرض ادا ہوگا اگر چاروں اعضائے وضو وقت واحد میں چار مرتبہ دھوئے جائیں یا چار مرتبہ پانی میں ڈوبے
تو ہر ایک مرتبہ میں ایک عضو کے دھونے کے حساب سے چاروں اعضائے وضو کا یکے بعد دیگرے دُھل جانا متصور ہوگا
اور وضو ہو جائیگا۔ سر کے غسل میں سر کا مسح شامل ہے۔
شک۔ اگر وضو کی نیت کے متعلق شک پیدا ہو، وضو کرنے کے اثنا میں یا وضو کے ختم کرنے کے بعد یا بہ حالت نماز، تو شک
مؤثر ہوگا اور اگر نماز کے ختم کر لینے کے بعد شک پیدا ہو تو اُس کا کوئی اثر نہ ہوگا اس لیے کہ اصل نماز کے ادا ہو جانے کے
بعد نماز کی کسی شرط کی نسبت شک بے اثر ہے البتہ ایسے وضو سے کوئی دوسری نماز نہ پڑھی جائیگی اگر وضو کرنے کے
اثنا میں کسی عضو کے دھونے کی نسبت شک ہو تو اس عضو کو دھویا جائیگا اور اس کے بعد کے اعضا کو بھی دھویا
جائیگا۔ اگر وضو سے فارغ ہونے کے بعد شک پیدا ہو تو وہ شک اثر پذیر نہ ہوگا۔

سُنَنِ وضو

سنن وضو دس ہیں تسمیہ[۱]، دونوں ہاتھ دھونا[۲]، مضمضہ[۳]، استنشاق[۴]، تمام سر کا مسح[۵]، کانوں کا مسح[۶]، تخلیل داڑھی
اور انگلیاں[۷]، داہنے عضو کو بائیں سے پہلے دھونا[۸]، تثلیث[۹]، طہارت اور موالات[۱۰]۔ یہ سنتیں عام ہیں، وضو فرض ہو یا مندوب۔
سنتوں کی تعداد بعض نے پچاس تک ظاہر کی ہے۔ ابو شجاع نے اپنے متن میں دس سنتوں کا ذکر کیا ہے ان کو قلمبند کرنے
کے بعد مزید سنتیں بیان کی جائیں گی۔
تسمیہ[۱] کہنا نیت کے ساتھ۔ نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث[۱] کی روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا تَوَضَّؤُا بِسْمِ اللّٰہِ یعنی وضو کرو بسم اللہ کہہ کر تسمیہ واجب اس لیے نہیں ہے کہ آیت واجبات وضو میں

[۱] اس حدیث کا واقعہ یہ ہے کہ جنگ ... کے موقع پر پانی نایاب تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ۔ بقیہ حاشیہ بر ۶۲

٦۔ ترتیب۔ وضو کے اعضا کو اسی سلسلے سے دھویا جائے جس سلسلہ سے کہ اوپر بیان کیے گئے ہیں۔ وضو کا چھٹا فرض ترتیب ہے۔ مسلم وغیرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی روایت کی ہے کہ آپ ہمیشہ ترتیب کے ساتھ وضو کرتے تھے نسائی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی روایت کی ہے کہ حجۃ الوداع میں آپ سے سوال کیا گیا۔ اَنَبْدَأُ بِالصَّفَا اَمْ بِالْمَرْوَةِ۔ کیا ہم صفا سے شروع کریں یا مروہ سے آپ نے فرمایا اِبْدَؤُا بِمَا بَدَأَ اللّٰہُ بِهٖ۔ شروع کرو اس چیز سے جس سے کہ اللہ تعالیٰ نے شروع کیا یعنی تم اسی طرح اور اسی سلسلہ سے عمل کرو جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں بیان فرمایا ہے۔ یہ حدیث گو حج کے بارے میں وارد ہوئی ہے مگر اس کا مفہوم عام ہے بعض فقہا نے یہ استدلال کیا ہے کہ حدیث عملِ وضو کی ابتدا کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور وہ چہرے کا دھونا ہے لیکن اس کے بعد کے اعضا کے دھونے کی نسبت اس میں کوئی حکم نہیں ہے۔ علمائے مالکیہ اور حنفیہ کی بحث یہ ہے کہ وضو کے افعال کے بیان کرنے میں آیتِ کلام مجید میں واو عطف استعمال کیا گیا ہے اور واو کے معنی میں ترتیب کا مفہوم نہیں ہے اس لیے عدمِ ترتیب کی رائے انھوں نے ظاہر کی ہے۔ شافعیہ کی تاویل یہ ہے کہ حدیث شریف میں اِبْدَؤُا کے معنی ابتدا کرنے کے ہیں اور ابتدا، ابتدائے حقیقی اور ابتدائے اضافی دو طرح ہو سکتی ہے۔ وضو میں چہرے کے دھونے میں ابتدائے حقیقی ہے اور مسح سے پہلے ہاتھوں کے دھونے اور پاؤں کے دھونے سے پہلے سر کا مسح کرنے میں ابتدائے اضافی ہے۔ عرب کا دستور یہ ہے کہ ایک نوع کی چیزیں ایک سلسلہ سے بیان کیجاتی ہیں اور ان کے درمیان دوسری نوع کی چیزیں نہیں لائی جاتیں جب تک کہ اس میں کوئی خاص غرض ہو آیتِ زیرِ بحث میں ہاتھوں کے دھونے اور پاؤں کے دھونے کے درمیان سر کے مسح کا ذکر کیا گیا ہے اور اس سے اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ یہ ترتیب واجب ہے۔ ترتیب کے وجوب کے لیے یہ بھی قرینہ ہے کہ حدیث میں امر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے اس کے علاوہ اس آیت میں وضو کے واجبات بیان کیے گیے ہیں اور ایک خاص ترتیب سے بیان کیے گئے ہیں اس لیے جو ترتیب کہ اس آیت سے اخذ ہوگی وہ بھی واجب ہی ہوگی۔ دوسرا نتیجہ یہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ وضوئے مندوب میں ترتیب واجب نہیں ہے

محلِ وجوبِ ترتیب۔ اعضائے وضو کے دھونے میں ترتیب اُسی صورت میں واجب ہے جبکہ حدثِ اکبر نہ ہو۔ حدثِ اکبر ہو تو ترتیب کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے اس لیے کہ حدثِ اکبر میں حدثِ اصغر شامل ہے بعض حصۂ بدن کے دھونے سے پورے بدن کا دھونا قوی تر ہے۔ حدثِ اصغر اور جنابت دونوں واقع ہوں اور غسلِ جنابت کیا جائے اور حدثِ اصغر کے رفع کی نیت نہ بھی کی جائے تو حدثِ اصغر اور جنابت دونوں رفع ہو جائیں گے۔ اگر جنابت کے رفع کے لیے غسل کیا جائے تو اس میں وضو کے اعضا میں ترتیب کا لحاظ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص رفع جنابت کے لیے غسل کرے اور پورے بدن کے دھو چکنے اور فقط پاؤں کے باقی رہنے کی نوبت پر اس کو حدث واقع ہو جائے اور وہ وضو کرے تو پاؤں کو پہلے یا آخر یا درمیان میں دھو سکتا ہے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ غسلِ جنابت میں پاؤں دھوئے گئے ہوں اور پھر وضو کیا ہو تو پاؤں کا دھونا واجب نہیں ہے۔ جس شخص کو حدث واقع ہوا ہو اور وضو کی نیت سے پانی

اقل تسمیہ بِسمِ اللہِ ہے اور اس سے اصلِ سنّت کی تکمیل ہوجاتی ہے لیکن اور کسی ذکر وغیرہ سے اس کی تلافی نہیں ہوسکتی اس لیے کہ خاص طور پر تسمیہ … کہ یہ حکم ہے۔ اکمل تسمیہ بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہے۔ یہ ہر شخص کہہ سکتا ہے اگرچہ جنابت، حیض یا نفاس کی حالت میں ہو مگر اس سے ارادہ ذکر کا رکھتا ہو جیسا کہ ان حالتوں میں سنّتِ غسل کے لیے وضو کیا جاتا ہے۔

احکامِ تسمیہ: تسمیہ سنّت ہے لِکُلِّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ ہر اہم کام کے لیے۔ اہم کام یا تو فقط عبادت کے طور پر ہوگا جیسا کہ تلاوت اور تیمم یا ایسا کام ہوگا جس سے کبھی عبادت مقصود ہوگی اور کبھی بطورِ عادت کیا جائیگا جیسا کہ غسل، ذبح اور جماع۔ تلاوت میں کسی سورے کا درمیانی حصّہ بھی داخل ہے۔ ذبح میں بھی وضو کی طرح اقل اور اکمل تسمیہ ہے اور اکمل کو فضیلت ہے۔ علّامہ علی الاجھوری کا قول ہے کہ الرّحمٰن الرّحیم کے صفات چونکہ فعلِ ذبح کے متضاد ہیں اس لیے ان الفاظ کو ذبح میں نہ کہا جائے۔ جماع میں تسمیہ فقط آغاز میں سنّت ہے اور اثنائے جماع میں تسمیہ اور گفتگو دونوں مکروہ ہیں۔ ابوھریرہؓ نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ اِذَا جَامَعَ اَحَدُکُمْ فَلَا یَنْظُرْ اِلَی الْفَرْجِ فَاِنَّہٗ یُوْرِثُ الْعَمٰی وَلَا یُکْثِرِ الْکَلَامَ فَاِنَّہٗ یُوْرِثُ الْخَرَسَ۔ اگر تم میں سے مجامعت کرے تو شرم گاہ کی طرف نظر نہ کرے اس لیے کہ اس سے آنکھوں کی بینائی زائل ہوتی ہے اور زیادہ بات چیت نہ کرے اس لیے کہ اس سے گونگا پن پیدا ہوتا ہے۔

تسمیہ حرام ہے فعلِ حرام کے ارتکاب کے وقت جیسا کہ زنا اور شراب نوشی میں۔ اسی طرح تسمیہ مکروہ ہے فعلِ مکروہ کے ارتکاب کے وقت۔ دوسرے کاروبار میں جو مباح ہیں اور جس میں کوئی شرف نہیں ہے تسمیہ بھی مباح ہے۔ اگر تسمیہ اوّلِ وضو کے وقت ترک ہوجائے، عمداً یا سہواً، تو اثنائے وضو میں جب کبھی یاد آئے کہے بِسْمِ اللہِ اَوَّلَہٗ وَآخِرَہٗ (اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع میں اور آخر میں)۔ یہی حکم ہے کھانے کے بارے میں بھی۔ ترمذی نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَذْکُرِ اسْمَ اللہِ تَعَالٰی فَاِنْ نَسِیَ اَنْ یَّذْکُرَ اسْمَ اللہِ تَعَالٰی فِیْ اَوَّلِہٖ فَلْیَقُلْ بِسْمِ اللہِ اَوَّلَہٗ وَآخِرَہٗ۔ جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو اس کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے اور اگر اوّلِ وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینا بھول جائے تو کہے۔ بِسْمِ اللہِ اَوَّلَہٗ وَآخِرَہٗ۔ کھانے کے متعلق جو حکم ہے اُس پر وضو کی بابت بھی قیاس کیا جاسکتا ہے اور جو حکم بھولنے کی صورت میں ہے اس سے عمداً کی نسبت قیاس کیا جاسکتا ہے۔ وضو سے فارغ ہونے پر تسمیہ کرنے کا حکم بھی برخاست ہوجاتا ہے۔ رملی کا قول ہے کہ اعضائے وضو کے دھو لینے کے بعد ہی وضو سے فراغت ہوجاتی ہے لیکن زیادی اور شبرا ملسی نے کہا ہے کہ وضو کے توابع سے فراغت پانے کے بعد وضو سے فراغت متصوّر ہوگی۔ وضو کے بعد کی دعا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سورۂ اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ کی تلاوت وضو کے توابع میں داخل ہیں۔ بخلاف اس کے کھانے میں یہ حکم ہے کہ کھانا ختم ہوجانے کے بعد بھی تسمیہ کہنا سنّت ہے تاکہ کھائی ہوئی غذا کو شیطان کے اثر سے محفوظ رکھا جائے۔

اس کا ذکر نہیں ہے۔ دوسری حدیث۔ لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَمْ یُسَمِّ اللّٰہَ۔ اُس شخص کا وضو نہ ہوگا جس نے خدا کا نام نہ لیا ہو۔ یہ حدیث ضعیف ہے یا اس سے مقصود وضوئے کامل کی نفی ہے جیسا کہ ایک دوسری حدیث (لَا صَلٰوۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِي الْمَسْجِدِ (مسجد کے ہم سائے کی نماز نہیں ہوتی سوائے مسجد کے) میں نماز سے مراد کامل نماز ہے۔

تسمیہ بسم اللہ کہنے کو کہتے ہیں تسمیہ سے پہلے تعوذ بھی سنت ہے۔ تعوذ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ سے شیطان رجیم سے تسمیہ کے بعد اس دعا کا اضافہ کرنا بھی سنت ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَی الْاِسْلَامِ وَنِعْمَتِهٖ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْمَاءَ طَهُوْرًا وَّالْاِسْلَامَ نُوْرًا۔ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ۔ شکر ہے اللہ کا اسلام پر اور اس کی نعمت پر شکر ہے اللہ کا جس نے پانی کو پاک اور اسلام کو نور بنایا۔ پروردگار! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں شیاطین کی لغزشوں (وسوسوں) سے اور میں پناہ مانگتا ہوں پروردگار! تجھ سے جبکہ وہ پہنچیں (میرے پاس)۔ تسمیہ کا اِسرار (آہستہ آواز) سے کہنا بھی سنت ہے۔ تسمیہ وضو میں سنتِ عین ہے۔ کھانے اور جماع میں سنتِ کفایہ۔

تسمیہ کا محل وضو میں دونوں ہاتھوں کے دھونے کے وقت ہے تسمیہ کہتے وقت دل میں سُنَنِ وضو کی نیت کرنا بھی سنت ہے تاکہ دل زبان اور اعضا میں اتحادِ عمل ہو۔ دل نیت میں، زبان تسمیہ میں اور اعضا دھونے کے عمل میں بیک وقت مصروف ہوں۔ پھر اس کے بعد زبان سے نیت کے الفاظ کہنا چاہئے۔[1] نَوَیْتُ سُنَنَ الْوُضُوْءِ۔ میں نیت کرتا ہوں وضو کی سنتوں کی۔ ابتدائی نیت کی حالت میں یہ الفاظ زبان سے اسلیے نہیں کہے جاسکتے کہ زبان تسمیہ میں مشغول رہتی ہے

تسمیہ وضو کی قولی اور داخلی سنت ہے اور دعا قولی اور خارجی سنت ہے جو وضو کے ختم ہونے کے بعد کہی جاتی ہے۔ وضو میں کوئی قولی اور متقدمہ اور خارجہ سنت نہیں ہے۔ وضو میں فعلی اور خارجی سنت مسواک ہے اُس قول کے لحاظ سے جس کی رو سے مسواک کا محل ہاتھ دھونے سے قبل ہے فعلی داخلی سنت ہاتھوں کا دھونا اور خارجی اور آخری سنت وضو کے ختم پر قبلہ رُو ہوکر دعا کا پڑھنا ہے! اس تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ وضو میں سُنَنِ فعلیہ کی تین حالتیں ہیں متقدمہ، متاخرہ اور داخلہ اور سُنَنِ قولیہ کی صرف دو حالتیں ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ٦١ کسی کے پاس تھوڑا سا بھی پانی ہو تو لائے ایک صحابی نے تھوڑا سا پانی کی ایک چھاگل لائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس میں اپنا ہاتھ ڈبویا اور فرمایا تَوَضَّؤُا بِسْمِ اللّٰهِ آپ کی انگلیوں سے پانی اس افراط سے بہا کہ لوگوں نے وضو کیا، خود پانی پیئے اور جانوروں کو پلائے۔

[1] امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وضو کرتے وقت یا دیگر حالات میں شیطان کے وسوسوں کو دور کرنے کے لیے اپنے سیدھے ہاتھ کو سینے کے بائیں جانب جہاں دل ہے رکھے اور سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْخَلَّاقِ الْفَعَّالِ سات مرتبہ کہا اور پھر کہے اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ وَمَا ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ (۱۴ ابراہیم) پاک ہے وہ بادشاہ جو بڑا بزرگ ہے اور بڑا پیدا کرنے والا اور بڑا کام کرنے والا ہے اگر وہ چاہے تو تم کو نکال دے اور نئی مخلوق کو لائے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے دشوار نہیں ہے۔

ہے منہ میں پانی کا پھیرنا اور کلی کرنا، دانتوں پر انگلی کا پھرانا بھی ... ہے مضمضہ کی تقدیم استنشاق پر مستحق ہے کہ مستحب جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے مبالغہ مضمضہ میں مبالغہ کرنا مندوب ہے بشرطیکہ روزے سے نہ ہو۔ روزے کی حالت میں مضمضہ میں مبالغہ مکروہ ہے۔ حدیث۔ اِذَا تَوَضَّأْتَ فَابْلِغْ فِی الْمَضْمَضَةِ وَالْاِسْتِنْشَاقِ مَالَمْ یَکُنْ صَائِمًا۔ جب تم وضو کرو تو مبالغہ کرو مضمضہ اور استنشاق میں جب کہ روزے سے نہ ہو مضمضہ میں مبالغہ یہ ہے کہ پانی کو حلق کے انتہائی حصے تک اور دانتوں اور مسوڑوں کے دونوں جانب پہنچائے۔

اختلاف مضمضہ امام احمد رضی اللہ عنہ کے پاس واجب ہے۔

استنشاق یعنی ناک میں پانی لینا مسنون ہے استنشاق کا محل مضمضہ کے بعد ہے۔ ناک میں پانی لینا کافی ہے پانی کو ناک کے نکپڑوں میں کھینچنا اور چھنکنا اکمل طریقہ ہے مضمضہ اور استنشاق دونوں کو ایک ساتھ تین چلو پانی سے کرنا افضل ہے بہ نسبت اس کے کہ علحدہ پانی لیا جائے مضمضہ اور استنشاق افضل ہے اس لیے کہ ابو ثور نے، جو ائمۂ شافعیہ سے ہیں، استنشاق کے وجوب کی رائے دی ہے۔ ناک کے اندر کے میل وغیرہ کو صاف کرنا اور نکالنا بھی سنت ہے۔ مسلم کی بیان کردہ حدیث ہے۔ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ یَتَمَضْمَضُ ثُمَّ یَسْتَنْشِقُ فَیَسْتَنْثِرُ اِلَّا خَرَّتْ خَطَایَا وَجْهِهٖ وَخَیَاشِیْمِهٖ نہیں ہے تم میں سے کوئی ایک جو مضمضہ اور استنشاق کرتا ہے اور ناک کو صاف کرتا ہے تو اس کے چہرے اور نکپڑوں کی صغیرہ گناہیں ساقط ہو جاتی ہیں یعنی محرمات جو کان سے سنے تھے یا ناک سے سونگھے تھے۔ احمد نے مضمضہ اور استنشاق کے تقدم قرار دینے میں یہ حکمت ہے کہ پانی کے صفات رنگ، بو اور ذائقہ معلوم ہوں۔

جمع مضمضہ اور استنشاق کے جمع کرنے کی تین[3] صورتیں ہیں ایک[1] چلو پانی سے پہلے منہ میں پانی لیا جائے اور پھر ناک میں اور اسی طرح دوسرے اور تیسرے چلو سے اور یہی افضل ہے۔ ایک[1] ہی چلو پانی سے پہلے تین[3] دفعہ مضمضہ اور پھر تین[3] دفعہ استنشاق کیا جائے۔ ایک[1] ہی چلو پانی سے مضمضہ اور پھر استنشاق کیا جائے اور اسی پانی سے دوبارہ اور سہ بارہ مضمضہ اور استنشاق کیا جائے۔

فصل مضمضہ اور استنشاق میں فصل کی تین[3] صورتیں ہیں۔ ایک[1] چلو پانی سے تین[3] مرتبہ مضمضہ کیا جائے اور پھر دوسری چلو پانی سے تین[3] مرتبہ استنشاق کیا جائے فصل میں یہی صورت افضل ہے۔ ایک[2] چلو پانی سے ایک مرتبہ مضمضہ اور پھر دوسرا چلو پانی سے ایک مرتبہ استنشاق کیا جائے اسی طرح چھ[6] چلو پانی لیا جائے تین[3] چلو پانی سے تین[3] مرتبہ مسلسل مضمضہ کیا جائے اور اس کے بعد اور تین[3] چلو پانی سے تین[3] مرتبہ استنشاق کیا جائے۔

مبالغہ استنشاق میں مبالغہ سنت ہے بشرطیکہ روزے سے نہ ہو استنشاق میں مبالغہ اس طرح ہوگا کہ پانی کو ناک کے سوراخوں میں سانس کھینچ کر چڑھایا جائے اور سانس چھوڑ کر چھنکا جائے اور ناک کی رینٹ اور میل وغیرہ بائیں ہاتھ کی کن انگلی سے صاف کی جائے۔

اختلاف۔ امام احمد رضی اللہ عنہ کے پاس استنشاق واجب ہے

ہاتھ دھونا۔ دونوں ہاتھوں کا پانی کے برتن میں ڈبونے سے قبل دھونا مسنون ہے۔ ایسے برتن میں ہاتھ ڈبونے سے قبل
جس میں قلتین سے کم پانی ہو دونوں ہاتھ پہنچے تک تین مرتبہ دھونا چاہیے بشرطیکہ ہاتھوں کی طہارت کی نسبت شبہ ہو
ہاتھ دھوئے بغیر برتن میں ہاتھ ڈبونے میں کراہت ہے اگر ہاتھوں کی طہارت کی نسبت یقین ہو تو ہاتھ ڈبونے میں کوئی
کراہت نہیں۔ ہاتھوں کا دھونا سنت ہے اگرچہ ہاتھوں کی طہارت کی نسبت یقین ہو یا یہ کہ وضو چھاگل یا بدنی (ٹونٹی دار
لوٹا) سے کی جارہی ہو۔ ہاتھوں کی طہارت کی نسبت شک ہو اور پانی کی مقدار قلتین سے کم ہو یا کوئی دوسرا مائع ہو اور
زیادہ ہو تو پانی کے برتن میں ہاتھ ڈبونے سے قبل ہاتھوں کا تین مرتبہ دھونا سنت ہے اور بغیر دھونے کے ہاتھوں کا ڈبونا مکروہ
ہے۔ حدیث۔ اِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهٖ فَلَا يَغْمِسْ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فَاِنَّهٗ
لَا يَدْرِيْ اَيْنَ بَاتَتْ يَدُهٗ۔ جب کوئی شخص تم میں سے نیند سے بیدار ہو تو برتن میں ہاتھ نہ ڈبوئے یہاں تک کہ ہاتھ تین
مرتبہ دھوئے اس لیے کہ وہ نہیں جانتا کہ رات میں اس کا ہاتھ کہاں رہا۔ نیند کی حالت میں ہاتھ کے نجس ہو جانے کا احتمال
ہوتا ہے اگر کوئی شخص سوئے نہیں مگر ہاتھ کے نجس ہونے کا گمان کرے تو بھی اس حکم میں داخل ہے۔ کھانے کی مرطب چیزیں
بھی اس حکم میں داخل ہیں۔ یہ حکم ہاتھوں کی طہارت کی نسبت شک ہونے کی صورت میں ہے مگر ہاتھوں کے نجس ہونے کی
نسبت اگر یقین ہو تو دھوئے بغیر پانی کے برتن میں ہاتھ ڈبونا حرام ہے۔ کم پانی کی قید کی وجہ سے کثیر پانی اس حکم سے خارج
ہو جاتا ہے اور اس میں ہاتھ ڈبونے میں کراہت نہیں ہے جیسا کہ نووی نے لکھا ہے۔ بیجوری نے صراحت کی ہے کہ اس
حکم میں دو مستقل مسئلے بیان کیے گئے ہیں اور یہ دونوں مسئلے ایک جگہ جمع بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ کسی برتن میں پانی کم ہو اور ہاتھوں
کی طہارت کی نسبت تردد ہو تو سنت کا اکمل طریقہ یہ ہے کہ برتن میں ہاتھ ڈبونے سے قبل تردد طہارت کو رفع کرنے کے لیے ہاتھوں کو
تین مرتبہ دھویا جائے اور پھر وضو کے لیے تین مرتبہ۔ ورنہ معمولی طور پر دونوں سنتوں کی تکمیل تین مرتبہ دھونے سے ہو جاتی ہے۔
بہرحال اس بارے میں تین حالتیں ہو سکتی ہیں۔ ہاتھوں کی طہارت کی نسبت تردد ہو یا ہاتھوں کے نجس ہونے کی نسبت
یقین ہو یا ہاتھوں کی طہارت کی نسبت یقین ہو مستحق۔ ہاتھوں کو مضمضہ سے قبل دھونا چاہیے اور یہ ترتیب مستحق ہے نہ کہ
مستحب۔ مستحق اس کو کہتے ہیں جس میں سنت کے حصول کے لیے تقدیم شرط ہو جیسا کہ ہاتھوں کے دھونے کی مضمضہ پر تقدیم ہے
پس اگر مضمضہ پہلے کیا گیا اور ہاتھ بعد دھوئے گئے تو ہاتھوں کا دھونا بیکار ہوا اور اس کا کوئی ثواب نہ ملا۔
مستحب اس کو کہتے ہیں جس میں تقدیم شرط نہ ہو بلکہ صرف مستحب ہو جیسا کہ داہنے عضو کی تقدیم بائیں عضو پر اس میں
اگر مقدم کو موخر کیا گیا تو بھی جائز ہے۔

مضمضہ یعنی منہ میں پانی لینا مسنون ہے مضمضہ کا محل ہاتھ دھونے کے بعد ہے مضمضہ کے لیے منہ میں پانی لینا کافی
ہے پانی کا منہ میں پھیرنا اور غرغرا کرنا لازم نہیں ہے لیکن یہ طریقہ اکمل ہے مضمضہ اور استنشاق دونوں کو وقتِ واحد میں
ایک ساتھ تین چلو پانی سے کرنا افضل ہے بہ نسبت اس کے کہ علیحدہ پانی لیا جائے۔ پانی کا داہنے ہاتھ کی چلو میں لینا سنت

تاخیر شرط ہے اور یہ تاخیر مستحق[1] ہے جیسا کہ اس کے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ سر سے پہلے اگر کانوں کا مسح کیا گیا تو سنت حاصل نہ ہوگی۔ پورے کان کا مسح کمالِ سنت ہے ورنہ کانوں کے فقط بعض حصے کے مسح سے اصلِ سنت حاصل ہو جاتی ہے اور چونکہ کان بھی مستقل اعضا میں سے ہیں اس لیے ان کا مسح مستقل طور پر مقصود ہے۔ یہ اعتبار کرتے ہوئے کہ کان چہرے کے جزء ہیں چہرے کے ساتھ کانوں کا دھونا بھی سنت ہے۔ یہ اعتبار کرتے ہوئے کہ کان سر کے جز ہیں سر کے ساتھ کانوں کا مسح بھی سنت ہے اور پھر چونکہ کان مستقل اعضا میں شمار کیے جاتے ہیں اس لیے مستقل طور پر ان کا مسح بھی سنت ہے۔ گردن کا مسح سنت نہیں بلکہ بدعت ہے اور جو حدیث گردن کے مسح کی ہے وہ موضوع ہے۔ مسح کے لیے جدید پانی کا لینا سنت کا اکمل طریقہ ہے۔

طریقہ مسح یوں ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ دونوں کلمہ کی انگلیاں[2] دونوں کانوں کے سوراخوں میں رکھی جائیں اور کانوں کی شکنوں میں پھیری جائیں اور اس کے ساتھ ہی انگوٹھوں کو کانوں کے باہر کے حصہ پر پھیرا جائے اور اس کے بعد گیلی ہتھیلی کانوں پر رکھی جائے۔ یہ سنت کی ادائی کا کامل طریقہ ہے مگر اس طریقہ کا لزوم نہیں ہے کسی اور طریقہ سے بھی مسح کیا جائے تو سنت حاصل ہوتی ہے۔ کان کے سوراخ میں پوری انگلی نہیں بلکہ انگلی کے سر کو پہنچانے کی ضرورت ہے۔

تخلیل۔ خلال کرنا گنجان داڑھی میں اور ہاتھ پاؤں کی انگلیوں میں مسنون ہے۔ گنجان داڑھی میں تین انگلیوں سے خلال کیا جائے۔ چہرے کو تین مرتبہ دھونے کے بعد یا ہر ایک مرتبہ دھونے کے بعد تخلیل ہو سکتی ہے جیسا کہ ابن حجر کا قول ہے۔ اگر داڑھی خفیف ہو تو تخلیل واجب ہے بشرطیکہ تخلیل کے بغیر داڑھی کے بالوں کے اندر کے حصہ میں پانی نہ پہنچ سکتا ہو ورنہ مندوب ہے۔

طریقہ تخلیل کا طریقہ یہ ہے کہ انگلیاں داڑھی کے نچلے حصہ سے داخل کی جائیں اور افضل یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ کی انگلیاں ہوں۔ اسی طریقہ پر موقوف نہیں ہے دوسری طرح بھی تخلیل کی جا سکتی ہے۔ ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کی تخلیل سنت ہے اگرچہ کہ بغیر تخلیل کے بھی پانی پہنچ جائے۔ ہاتھوں کی انگلیوں کی تخلیل تشبیک سے یعنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے علی الترتیب ملانے سے ہوتی ہے۔ مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہاتھ کی انگلیوں کی تشبیک کرنا مکروہ ہے۔ پاؤں کی انگلیوں کی تخلیل کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی کن انگلی داہنے پاؤں کی کن انگلی کے نیچے ڈالی جائے اور اسی سلسلہ سے بائیں پاؤں کی کن انگلی پر ختم کیا جائے۔ پاؤں کی انگلیوں کی تخلیل اوپر سے بھی ہو سکتی ہے مگر نیچے سے افضل ہے۔ تخلیل ہی پر موقوف نہیں، پاؤں کی انگلیوں میں پانی کا پہنچانا واجب ہے۔ تخلیل کی تثلیث بھی مندوب ہے جیسا کہ دارقطنی نے عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے وضو کیا اور اپنے پاؤں کی انگلیوں میں تین تین مرتبہ تخلیل کیا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

[1] صفحہ (۴۴)۔ [2] عربی میں انگلیوں کے نام یہ ہیں انگوٹھا، ابہام۔ انگوٹھے کے بازو کی انگلی جس کو ہم کلمہ کی انگلی کہتے ہیں اس کو عربی میں مسبحہ، سبابہ اور شاہد کہتے ہیں۔ کلمہ کی انگلی کے بعد وسطیٰ اس کے بعد بنصر اور پھر خنصر یعنی کن انگلی۔ دمیری نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سبابہ سب سے بڑی اور لمبی تھی اور اس سے کم وسطیٰ اس سے کم بنصر اور سب سے کم خنصر۔

مسح تمام سر کا کرنا سنّت ہے۔ بعض حصّۂ سر کا مسح کرنا تو فرض میں داخل ہے۔ پورے سر کے مسح کو امام شافعی رضی اللہ عنہ نے مندوب اس لیے قرار دیا ہے کہ امام مالک اور امام احمد رضی اللہ عنہما نے پورے سر کے مسح کو واجب قرار دیا ہے۔ فرائض میں اس کی تفصیل آچکی ہے کہ سر کے ایک قلیل جزء کا مسح فرض ہے اس لیے اُس جزء کے جاتے باقی جو حصّہ رہتا ہے اس حد تک مسح مسنون متصوّر ہوگا۔ پورے سر کے مسح کی طرح رکوع اور سجود کی طوالت میں بھی ایک حد تک فرض کا تصوّر اور باقی کی بہ... تہ... کا تصوّر ہوتا ہے اصل قاعدہ یہ ہے کہ جن امور میں تجزی ہوسکتی ہے وہاں فرض اور سنّت کا امتیاز ہوگا اور جہاں تجزی نہیں ہوسکتی وہاں فرض کی شرکت کی وجہ سے پورا عمل فرض میں شمار ہوگا جیساکہ زکاۃ کا اونٹ جس کے لیے ۲۵ کی تعداد مقرر ہے۔ اگر اس تعداد سے کم کے لیے ایک اونٹ زکاۃ دیا جائے تب بھی پورا اونٹ زکاۃ کے فرض میں شمار ہوگا۔

طریقہ مسح کا سنّت اور افضل طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو سر کے اگلے حصّہ پر اس طرح رکھا جائے کہ ایک ہاتھ کی شہادت کی اُنگلی دوسرے ہاتھ کی اُسی اُنگلی سے ملا اور دونوں انگوٹھے دونوں کنپٹیوں پر ہیں اور اس حالت میں دونوں ہاتھوں کو سر کے اوپر سے ہوتے ہوئے سر کے پیچھے لے جائے اور پھر اسی طرح ہاتھوں کو واپس لوٹائے بشرطیکہ سر میں بال اس قدر بڑے ہوں کہ ہاتھوں کی واپسی کے وقت پلٹ سکتے ہوں۔ ہاتھوں کا لے جانا اور پلٹانا ایک ہی مسح کی تعریف میں داخل ہوگا۔ اگر بال اتنے ہوں کہ پلٹتے نہ ہوں تو ہاتھوں کے پلٹانے کی بھی ضرورت نہیں۔ اس پر بھی اگر ہاتھوں کو لوٹایا جائے تو دوسری دفع کے مسح میں شمار نہ ہوگا۔ زلفیں اگر چہ کہ سر کی حد سے متجاوز ہوں ان کا مسح کرنا بھی سنّت ہے۔

عمامہ۔ سر سے عمامہ وغیرہ نہ نکالنا چاہے تو اس کے اوپر سے بھی مسح ہوسکتا ہے۔ مسلم نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور پیشانی پر مسح کیا اور عمامہ پر بھی۔ عمامہ پر مسح کے لیے ضروری نہیں ہے کہ عمامہ کے علیحدہ کرنے میں کوئی محنت اور مشقت ہو۔ بغیر کسی مشقت کے عمامہ علیحدہ کرنا ممکن ہو تو بھی عمامہ پر سے مسح ہوسکتا ہے۔ فرضِ مسح کا حکم جداگانہ ہے اور فرض مسح عمامہ پر سے نہیں ہوسکتا۔ عمامہ کی قید نہیں ہے سر کا ہر ایک لباس اس حکم میں داخل ہے۔

شرائط۔ مسح عمامہ کے لیے پانچ شرائط ہیں۔ سر کے اُس حصّہ کو پہلے مسح کیا جائے جو واجب ہے اور اس کے بعد عمامہ پر مسح کیا جائے اگر چہ کہ خط... نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ جس حصّہ سر کا مسح کیا گیا ہے اُسی کے محاذی عمامہ کا مسح نہ کرے اس لیے کہ عوض و معوّض جمع نہیں ہوسکتے۔ معتمد یہ ہے کہ یہ شرط نہیں ہے۔ پورے عمامہ کا مسح کرنا اکمل طریقہ ہے۔ سر کے واجب حصّہ کے مسح کے بعد ہاتھوں کو نہ اُٹھایا جائے بلکہ اُسی ... میں عمامہ پر مسح کیا جائے۔ ہاتھوں کے اٹھانے کے بعد جدید پانی کے لینے کی حاجت ہوگی۔ عمامہ کے پہننے میں کوئی عصیان نہ ہو جیساکہ بحالتِ احرام عمامہ پہننا حرام ہے۔ عمامہ پر کوئی معفو عنہا نجاست نہ ہو۔

مسح کانوں کا دونوں جانب جدید پانی سے۔ پورے کانوں کا مسح سنّت ہے۔ دونوں جانب سے مراد کانوں کے اندر اور باہر۔ جدید پانی سے مراد سر کے مسح کے گیلے ہاتھ سے نہیں۔ کانوں کا مسح سر کے مسح کے بعد ہے اور حصولِ سنّت کے لیے

تین تین مرتبہ دھوکر پھر بقیہ حصہ کو تین تین مرتبہ دھونے سے تثلیث کی سنت حاصل نہیں ہوتی۔ اسی طرح پورے اعضا کا وضو ایک ایک مرتبہ کرکے پھر دوسرے اور تیسرے مرتبہ شروع سے آخر تک وضو کیا جائے تو بھی تثلیث نہ ہوگی بلکہ یہ طریقہ مکروہ ہے۔ وضو کرنے کے بعد کسی نماز کے پڑھنے سے قبل وضو کی تجدید بھی مکروہ ہے البتہ ایک ہی رکعت نماز کے پڑھنے کے بعد وضو کی تجدید ہوسکتی ہے۔

شک اعضائے وضو کے دھونے میں تعداد کی نسبت شک ہو تو اس تعداد پر عمل کیا جائے جس کی نسبت یقین ہو۔ کسی عضو کی نسبت شک ہو کہ دو مرتبہ یا تین مرتبہ دھویا گیا تو دو مرتبہ کے دھونے پر یقین کرکے تیسرے مرتبہ دھویا جائے۔

دائم الحدث اُس شخص کے لیے بھی تثلیث سنت ہے جس کو دائم البول وغیرہ کی شکایت ہو اس لیے کہ تثلیث سے موالات میں خلل نہیں واقع ہوتا۔

ترکِ تثلیث اس قدر وقت تنگ ہو کہ تین مرتبہ کے دھونے تک وقت خارج ہو جائے یا پانی اس قدر کم ہو کہ اگر تین مرتبہ اعضا کو دھویا جائے تو پانی کافی نہ ہوسکے اور تیمم کرنا پڑے یا یہ کہ وضو سے فاضل پانی پینے کے لیے ہو اور پینے کے لیے پانی نہ رہے یا ایسی نماز کی جماعت میں ملنا ہو جس میں امام کے سلام کر دینے سے فوت ہو جانے کا گمان ہو تو تثلیث ترک کی جاسکتی ہے۔ امام کے ساتھ جماعت میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ ملنے یا بعض رکعتوں کے حصول کے لیے تثلیث ترک نہیں کی جاسکتی اگر پانی کی مقدار اتنی ہو کہ پورے وضو کے اعضا کی تثلیث نہ ہوسکتی ہو بلکہ بعض کی ہوسکتی ہو تو ان اعضا کی تثلیث کی جائے جن کے وجوب میں اختلاف ہے اور پھر ان اعضا کی جن کی تثلیث کی سنیت پر اتفاق ہو۔

موالات یعنی پے در پے عمل کرنا مسنون ہے۔ دو یا زیادہ چیزوں کے درمیان بغیر فصل کے سلسلہ قائم رکھنے کو موالات کہتے ہیں۔ موالات کی تین صورتیں ہیں۔ ایک عضو کے دھونے کے بعد ہی دوسرے عضو کو طویل فصل کے بغیر اس طرح دھویا جائے کہ ہوا، مزاج اور موسم تینوں امور کے معتدل ہونے کے باوجود پہلا دھویا ہوا عضو خشک ہو جائے۔ یہ حکم ایک ایک مرتبہ کے دھونے کے بارے میں ہے۔ جہاں تین تین مرتبہ دھویا جائے وہاں آخری دھونے سے اعتبار ہوگا۔ ایک ہی عضو کو ایک سے زیادہ مرتبہ دھونے میں، پہلے اور دوسرے مرتبہ یا دوسرے اور تیسرے مرتبہ کے دھونے کے درمیان موالات یعنی دو مرتبہ کے دھونے میں بھی ایسا فصل نہ ہو کہ پہلے مرتبہ کا پانی خشک ہو جائے۔ ایک ہی عضو کے مختلف اجزاء کے دھونے میں موالات کسی عضو کے ایک حصہ کو اس طرح دھویا جائے کہ اس سے پہلے دھویا ہوا اسی عضو کا حصہ خشک نہ ہوا ہو۔ موالات کا حکم ان تینوں صورتوں پر حاوی ہے۔ عام طور پر وضو میں موالات فقط مسنون ہے۔ مگر دو خاص صورتوں میں موالات واجب ہے۔ وضو کرنے والا صاحبِ ضرورت ہو یعنی ایسا شخص ہو جس کو حدث کا سلسلہ جاری رہتا ہو جیسا کہ سلسلۂ بول وغیرہ تو ایسے شخص کے لیے وضو میں موالات واجب ہے تاکہ نجاست میں زیادتی نہ ہو۔ نماز کے لیے وقت تنگ رہ گیا ہو تو وضو میں موالات واجب ہے تاکہ وقت میں کفایت ہو۔

اختلاف۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ وضو میں موالات عام طور پر واجب ہے صاحبِ ضرورت اور غیر صاحبِ ضرورت

علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔ بجیرمی نے لکھا ہے کہ جب ہر ایک طہارت کا عمل تین مرتبہ کرنا مندوب ہے تو تخلیل بھی مندوب ہے اس کے علاوہ جملہ امور کو بشمول تخلیل بیان کرنے کے بعد تثلیث کا حکم درج ہے اس لیے بھی تخلیل کی تثلیث مندوب ہے۔

تیامن۔ داہنے عضو کو بائیں سے پہلے دھونا مسنون ہے۔ حدیث۔ **اِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَءُوْا بِمَيَامِنِكُمْ**۔ جب تم وضو کرو تو ابتدا کرو داہنی جانب سے۔ داہنے ہاتھ اور پاؤں کو بائیں ہاتھ اور پاؤں سے پہلے دھویا جائے۔ مسح خف میں بھی اسی طرح عمل کیا جائے ایک ساتھ دھونے میں سہولتِ عمل کا امکان ہو جیسا کہ کوئی شخص پانی میں ہو تو بھی داہنے ہاتھ اور پاؤں کو بائیں ہاتھ اور پاؤں سے پہلے دھویا جائے۔ مگر ایسے اعضا کو جن کے ایک ساتھ دھونے میں سہولت ہے تو تقدیم اور تاخیر کا لحاظ کیے بغیر دونوں کو ایک ہی ساتھ دھونا سنت ہے اور داہنے کی تقدیم مسنون نہیں ہے جیسا کہ دونوں رخسار، دونوں ہاتھ اور دونوں کان بعض نے کہا ہے کہ ان صورتوں میں تقدیم کروہ ہے اور بعض نے خلافِ اولیٰ ظاہر کیا ہے۔ اگر کوئی صورت ایسی ہو کہ بغیر ترتیب کے دھونا ممکن نہ ہو جیسا کہ چھاگل سے پانی گرانا ہو تو داہنے عضو کی تقدیم مسنون ہوگی۔

تثلیث۔ جملہ طہارت تین تین بار کرنا مسنون ہے۔ طہارت میں دھونا اور مسح کرنا دونوں داخل ہیں اور ان دونوں میں تین تین بار عمل کرنا مسنون ہے۔ چہرہ اور ہاتھ دھونے کے اعضا ہیں اور سر اور جبیرہ (زخم کی پٹی) مسح کے اعضا ہیں اور عمامہ پر بھی مسح ہوتا ہے خف کے مسح میں تثلیث مسنون نہیں ہے تاکہ خف پانی کے بار بار لگنے سے خراب نہ ہو۔ زرکشی کی رائے ہے کہ خف کی طرح جبیرہ اور عمامہ کے لیے بھی تثلیث نہیں ہے لیکن معتمد یہ ہے کہ خف کی تثلیث مندوب نہیں ہے اور عمامہ اور جبیرہ کی تثلیث مندوب ہے نیت، تسمیہ اور دعائے اعضائے وضو کی تثلیث نہیں ہے تثلیث حاصل ہوتی ہے بہتے ہوئے پانی میں تین مرتبہ پانی کے گزرنے سے اور رکے ہوئے پانی میں تین مرتبہ حرکت دینے سے تین سے زیادہ مرتبہ یا تین سے کم مرتبہ طہارت کرنا مکروہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین مرتبہ وضو کیا اور فرمایا۔ **هٰكَذَا الْوُضُوْءُ فَمَنْ زَادَ عَلٰى هٰذَا اَوْ نَقَصَ فَقَدْ اَسَاءَ وَظَلَمَ**۔ وضو اس طرح ہوتا ہے پس جس نے اس سے زیادہ کیا یا کم کیا اس نے برا کیا اور ظلم کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواز کے اظہار کے لیے وضو ایک ایک مرتبہ اور دو دو مرتبہ بھی کیا تھا تثلیث کی سنت جملہ اعضا کی تثلیث پر موقوف نہیں ہے بعض عضو کے دھونے میں تثلیث پر اور بعض عضو کے دھونے میں تثلیث سے کم پر بھی عمل ہو سکتا ہے جس میں تثلیث پر عمل ہوا اس کی سنت حاصل ہوئی۔ وضو کے کسی عضو کو پورا دھونے سے قبل اس کی تثلیث نہیں ہو سکتی یعنی ایک عضو کے کچھ حصہ کو

۱؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان امور میں جن میں کسی قسم کا شرف ہوتا داہنے سے شروع فرماتے تھے جیسا کہ غسل کرنے، لباس پہننے، سرمہ لگانے، ناخن اور مونچھ کاٹنے، بغل کے بال نکالنے، سر مونڈھنے، مسواک کرنے اور مسجد میں داخل ہونے میں۔ بیت الخلاء سے نکلنے، کھانے پینے، معانقہ کرنے، حجر اسود اور رکن یمانی کا بوسہ دینے، اور لینے اور دینے میں۔ اس کے مخالف امور میں جن میں کوئی شرف نہ ہوتا یا خفت ہوتی بائیں سے ابتدا فرماتے تھے جیسا کہ بیت الخلاء میں داخل ہونے، لباس اتارنے اور غلاظت کے دور کرنے میں آپ نے اس کے برعکس عمل کرنے کو مکروہ فرمایا۔

عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمْ۔ ہمارے سردار محمد پر اور ان کی آل اور ان کے اصحاب پر درسلام بھیجے

طوالتِ غرہ اور تحجیل۔ چہرہ کو دھوتے وقت سر کا کچھ حصہ دھونا اور ہاتھوں کو دھوتے وقت بازوؤں کا کچھ حصہ دھونا اور پاؤں دھوتے وقت پنڈلی کا کچھ حصہ دھونا مسنون ہے۔ حدیث۔ اَنْتُمُ الْغُرُّ الْمُحَجَّلُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ اَنْ یُّطِیْلَ غُرَّتَہٗ فَلْیَفْعَلْ۔ تم چکلیاں ہوں گے قیامت کے دن وضو کے اثر سے پس تم میں سے جو اس سفیدی کو بڑھانا چاہے ایسا کرے۔ جانوروں میں پیشانی کی سفیدی کو غرہ اور ہاتھوں اور پاؤں کی سفیدی کو تحجیل کہتے ہیں اور جس جانور میں دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں اور پیشانی میں سفیدی ہوتی ہے اس کو پنج کلیان کہتے ہیں۔

ترکِ استعانت۔ وضو کرتے وقت بغیر عذر کے پانی ڈالنے میں مدد نہ لینا مسنون ہے اور مدد لینا اولیٰ کے خلاف ہے۔ عذر کی وجہ سے مدد لی جائے تو کوئی مضایقہ نہیں۔ پانی ڈالنے والے کو وضو کرنے والے کی بائیں جانب کھڑے رہنا چاہیئے۔ اعضائے وضو کے دھونے میں بغیر عذر کے مدد لینا مکروہ ہے۔ پانی کے حصول میں امداد لینے میں کوئی مضایقہ نہیں اور مباح ہے۔ پانی کے برتن سے ہاتھ ڈبو کر پانی لینا ہو تو اس برتن کو داہنی جانب اور اگر برتن کو جھکا کر پانی لینا ہو تو بائیں جانب رکھنا بہتر ہے۔

تقدیمِ نیت سنن۔ وضو کے وقت اور چہرہ کے دھونے سے قبل وضو کی سنتوں کی نیت کرنا بہتر ہے اور اس نیت کو وضو کے ختم ہونے تک اپنے قلب میں جاری رکھنا بھی بہتر ہے۔

ترکِ کلام۔ بغیر حاجت کے بات نہ کرنا مسنون ہے۔

احتراز رشاش چھینٹوں سے حفاظت کرنا مسنون ہے ایسی جگہ بیٹھ کر وضو کیا جائے جو کسی قدر بلند ہو تاکہ چھینٹے نہ اڑیں۔

تحریکِ خاتم۔ انگوٹھی کو حرکت دینا مسنون ہے اگر حرکت دیے بغیر انگوٹھی کے نیچے پانی نہ پہنچتا ہو تو حرکت دینا واجب ہے۔

رگڑنا اعضا کا بہتر ہے خصوصاً ایڑی کا جاڑے کے موسم میں۔

ترکِ تنشیف۔ وضو کے پانی کو عذر کے بغیر جسم سے نہ پونچھنا اور نہ جھاڑنا مسنون ہے اس لیے کہ یہ عبادت کی علامتوں سے ہے اگر کوئی عذر ہو تو پانی کے پونچھنے اور جھاڑنے میں کراہت نہیں ہے میت کے لیے پانی کا پونچھنا مسنون ہے۔

چہرہ کے دھونے میں چہرہ کے اوپر کے حصہ سے آغاز کرنا مسنون ہے۔ چہرے پر پانی نہ مارنا مسنون ہے۔

اقتصاد پانی کے خرچ میں مسنون ہے اقتصاد اس درمیانی حالت کو کہتے ہیں جو فضول خرچی اور بخل کے درمیان ہے۔ وضو میں ایک مد یعنی تو چھٹانک سے کم پانی نہ صرف کیا جائے۔

استنجا کرنا وضو سے قبل مسنون ہے۔

مداومت (ہمیشگی) وضو کی مندوب ہے۔ حدیثِ قدسی۔ یَا مُوْسٰی اِذَا اَصَابَتْکَ مُصِیْبَۃٌ وَّاَنْتَ عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ فَلَا تَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَکَ۔ اے موسیٰ جب تم پر کوئی مصیبت پہنچے اور تم وضو کی حالت میں نہ ہو تو اپنے نفس ہی کو ملامت کرو۔

ہر دو کر لیے۔

دیگر سُنَنِ وضو۔ وضو کی دس سنتیں تو اوپر بیان کی جا چکیں ان دس کے علاوہ اور بہت سے امور وضو میں مسنون ہیں جن میں سے بعض بحوالہ بیجوری و بجیرمی درج ذیل کی جاتی ہیں۔

دعائے عضائے وضو۔ ہاتھ دھوتے وقت اَللّٰهُمَّ احْفَظْ يَدَيَّ مِنْ مَعَاصِيكَ كُلِّهَا۔ یا اللہ محفوظ رکھ میرے ہاتھوں کو ساری گناہوں سے۔ مضمضہ کرتے وقت۔ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ۔ یا اللہ میری مدد کر اپنے ذکر پر تیرے شکر پر اور حسنِ عبادت پر تیرے استنشاق کرتے ہوئے۔ اَللّٰهُمَّ اَرِحْنِيْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ۔ یا اللہ مجھ کو جنت کی ہوا دے۔ چہرہ دھوتے ہوئے۔ اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِيْ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ۔ یا اللہ میرے چہرے کو سفید کر جس روز کہ بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض سیاہ۔ داہنا ہاتھ دھوتے وقت اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ كِتَابِيْ بِيَمِيْنِيْ وَحَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَّسِيْرًا۔ یا اللہ میری کتاب میرے داہنے ہاتھ میں دے اور مجھ سے ہلکا حساب لے۔ بایاں ہاتھ دھوتے وقت۔ اَللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِيْ كِتَابِيْ بِشِمَالِيْ وَلَا مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ یا اللہ میری کتاب میرے بائیں ہاتھ میں نہ دے اور نہ میری پیٹھ کے پیچھے سے دے۔ سر کے مسح کے وقت۔ اَللّٰهُمَّ حَرِّمْ شَعْرِيْ وَبَشَرِيْ عَلَى النَّارِ۔ یا اللہ میرے بالوں اور چہرے کو آگ پر حرام کر۔ کانوں کے مسح کے وقت۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ۔ یا اللہ مجھ کو اُن لوگوں میں سے بنا جو بات سنتے ہیں اور اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔ پاؤں دھوتے وقت۔ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِيْ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ فِيْهِ الْاَقْدَامُ۔ یا اللہ ثابت رکھ میرے قدم کو صراط پر اس دن جبکہ پاؤں (دوسروں کے) لغزش کھائیں گے۔

شہادتیں و دعا ختمِ وضو پر۔ وضو کے ختم ہونے پر قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھی جائے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا

میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود سوا اللہ تعالیٰ کے جو ایک ہے اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار محمد

عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ سُبْحَانَكَ

اسکے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں۔ یا اللہ مجھ کو بنا توبہ کرنے والوں میں سے اور بنا مجھ کو پاک لوگوں میں سے میں پاکی بیان کرتا ہوں تیری

اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ وَصَلَّى اللّٰهُ

یا اللہ تعریف کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا تیرے مغفرت مانگتا ہوں تجھ سے اور توبہ کرتا ہوں تیری طرف اور رحمت بھیجے اللہ تعالیٰ

---

[1] - اشہد ان سے رسولہ تک بروایت مسلم اور اس کے بعد سے المتطہرین تک بروایت ترمذی اور اس کے بعد سے اتوب الیک تک بروایت حاکم درج کیا گیا ہے۔ آخر میں درود نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی مسنون ہے۔

(عادتی) اشیا میں داخل ہیں۔ نواسیر کی کوموں سے جو مقعد کے اندر ہوں خون خارج ہو تو وضو ٹوٹتا ہے۔ کنکری برآمد ہو تو وضو ٹوٹے گا۔ نکلی ہوئی چیز کے نجس ہونے کی قید نہیں۔ نکلی ہوئی چیز طاہر ہو تو بھی وضو ٹوٹے گا۔ ریح۔ نکلی ہوئی چیز کے مادّی ہونے کی شرط نہیں۔ ہوا کے خارج ہونے سے بھی وضو ٹوٹے گا۔ صحیحین کی حدیث ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی کہ نماز کی حالت میں اس کے دل میں اکثر یہ خطرہ آتا ہے کہ ہوا نکلی۔ آپ نے فرمایا لَا يَنْصَرِفْ حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا اَوْ يَجِدَ رِيْحًا۔ نماز سے پلٹو نہیں یہاں تک کہ آواز سنو یا بو سونگھو۔ سنائی دینے یا سونگھنے سے مراد صرف اس قدر ہے کہ حدث کے وقوع میں آنے کا یقین ہو جائے۔ ہوا کے خارج ہونے کی ... فقط شک نماز کے توڑنے کے لیے کافی نہیں ہے ریح کے ناقض وضو ہونے کے لیے یہ قید نہیں ہے کہ آواز ہی سنائی دے یا بو ہی سونگھی جائے۔

منی متمکن حالت میں احتلام ہو اور منی خارج ہو تو استثنا ہے اور وضو نہیں ٹوٹتا۔ متمکن اس حالت کو کہتے ہیں جس میں مقعد نیچے ٹکی ہوئی ہو اور ہوا کے خارج ہونے کا امکان نہ ہو۔ تمکین کی قید نہیں ہے بلکہ مجرد نظر کرنے یا کچھ سوچنے پر منی نکلے تو بھی وضو نہ ٹوٹے گا البتہ غسل واجب ہوگا۔ خطابی نے توجیہ کی ہے کہ منی کے اخراج کی وجہ سے جب غسل واجب آیا اور غسل کا درجہ ... وضو کے بڑا ہوا ہے تو ایک بڑے امر کے عاید کرنے کے بعد چھوٹے امر کا عاید کرنا واجب نہ ہوگا۔ شرم گاہ سے محض کسی چیز کے اخراج کی وجہ سے وضو اور منی کے اخراج کی وجہ سے غسل واجب ہوتا ہے تو صورت اوّل عام اور صورت دوّم خاص ہے اور خاص میں عام داخل ہے۔ بیجوری نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ مجیرمی نے یہ فائدہ اس استدلال میں ظاہر کیا ہے کہ وضو نہ کرکے فقط غسل کیا جائے تو بھی نماز صحیح ہو سکتی ہے اس لیے کہ ایک قول کے رو سے اکبر میں اصغر شامل ہے۔ غیر متمکن حالت میں احتلام ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اس لیے کہ غیر متمکن حالت میں نیند ناقض وضو ہے۔ خطیب کا قول ہے کہ اصلی شرم گاہ کے راستے کو اس طرح بند کر دیا ... کہ اس سے کوئی چیز خارج نہ ہو سکے اور دوسرا رستہ کھولا جائے اور اس جدید راستہ سے کوئی چیز خارج ہو تو وضو ٹوٹ جائیگا لیکن اس کی ... دوسرے احکام جو اصلی شرم گاہ سے متعلق ہیں جیسے مَس وغیرہ اس عارضی منفذ کی نسبت عائد نہ ہوں گے۔

نیند۔ نیند آجائے غیر متمکن ہیئت میں۔ ابوداؤد نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ اَلْعَيْنَانِ وِكَاءُ السَّهِ فَمَنْ نَامَ فَلْيَتَوَضَّأْ۔ وِکاء تھیلی کو باندھنے کی ڈوری کو اور سہ مقعد کے حلقہ کو کہتے ہیں معنی یہ ہوئے دونوں آنکھیں مثل ڈوری کے حلقۂ مقعد کی حفاظت کرتی ہیں پس جو شخص سو گیا اس کو وضو کرنا چاہیے اس لیے کہ سوتے ہوئے شخص سے کوئی چیز نکلے تو اس کا علم اس کو نہیں ہوتا۔ مسلم نے انس رضی اللہ عنہ کا قول بیان کیا ہے کہ كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنَامُوْنَ ثُمَّ يُصَلُّوْنَ وَلَا يَتَوَضَّؤُوْنَ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سوتے تھے پھر نماز پڑھتے تھے اور وضو نہ کرتے تھے۔ ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ يَنَامُوْنَ حَتّٰى تَخْفِقَ رُؤُوْسُهُمْ یعنی ایسا سوتے تھے کہ سر زمین کو لگتے تھے۔

نماز۔ وضو کے بعد سنّت وضو کی نیت سے دو رکعت نماز پڑھنا مسنون ہے۔

سنّتِ وضو۔ وضو سنّت ہے قرآن کے پڑھنے اور سننے، حدیث کے بیان کرنے اور سننے، حدیث، تفسیر اور کتبِ فقہ کے اٹھانے اور لکھنے اور شرعی علم کے پڑھنے میں، اذان دینے، مسجد میں بیٹھنے اور داخل ہونے، عرفہ میں ٹھیرنے اور سعی کرنے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے، میت کے اٹھانے اور چھونے کے وقت وضو مسنون ہے۔ اگر نماز میں قہقہہ کے ساتھ ہنس دے تو وضو کرنا مسنون ہے۔ غصہ کے وقت اور غیر جمعہ کے خطبہ کے وقت بھی وضو مسنون ہے۔

عدمِ سنّتِ وضو۔ امیر کی خدمت میں حاضر ہوتے، عقدِ نکاح، روزہ رکھتے، لباس پہنتے، سفر کو روانہ ہوتے، باپ یا دوست کی ملاقات، مریض کی عیادت اور جنازے کی مشایعت کے وقت وضو سنّت نہیں ہے۔

مکروہاتِ وضو

پانی میں اسراف، بائیں عضو کو داہنے سے پہلے دھونا، کسی عضو کو تین سے زیادہ یا تین سے کم مرتبہ دھونا، استعانت یعنی بغیر حاجت کے وضو کرنے میں غیر سے مدد لینا، روزہ دار کیلئے مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔

نواقضِ وضو

نواقضِ وضو وہ اسباب ہیں جن کے وقوع میں آنے سے وضو ٹوٹتا ہے اور جن کو اسبابِ حَدَث بھی کہتے ہیں۔

نواقضِ وضو پانچ ہیں! اخراجِ بول و براز۔ نیند۔ زوالِ عقل لَمس اور مَسّ۔ منہج میں نیند کو زوالِ عقل کے عنوان میں شریک کر کے نواقضِ وضو کی تعداد چار بتائی گئی ہے۔

اخراجِ بول و براز۔ کوئی چیز پیشاب یا پاخانے کے راستوں سے نکلے عادۃً طور پر جیسا کہ پیشاب یا پاخانہ اور نادر طور پر جیسا کہ خون یا کنکری، نجس ہو یا طاہر جیسے کہ کرم وغیرہ نکلنے والی چیز خشک ہو یا مرطوب سوائے منی کے جو احتلام کے ساتھ ایسے شخص سے خارج ہو جو متمکن حالت میں ہو، اس کا وضو نہ ٹوٹے گا۔ آیتؒ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اِلٰی آخرہ۔ اگر آئے کوئی شخص تم میں سے بیت الخلاء سے۔ حدیث صحیحین مذی کے بارے میں يَغْسِلُ ذَكَرَهٗ وَيَتَوَضَّأُ۔ دھوئے ذکر کو اور وضو کرے **یقین** کسی چیز کے خارج ہونے کی نسبت یقین ہو، **شک** کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ طہارت کا تیقّن ہو اور اس کے بعد حدث کے واقع ہونے کی نسبت شک ہو تو طہارت باقی رہیگی اس لیے کہ اصل طہارت ہے اور حدث شک کی وجہ سے واقع نہیں ہوتا۔ بخلاف اس کے حدث کا تیقّن ہو اور طہارت کی نسبت شک ہو تو حدث کی حالت باقی کی باقی رہے گی! اگر ایسی صورت میں وضو کیا جائے اور اس کے بعد تحقیق ہو کہ حدث واقع ہوا تھا تو اس کا کیا ہوا وضو صحیح ہوگا۔ نادر طور سے مراد وہ صورتیں ہیں جو عام طور پر وقوع میں نہیں آتیں اور عادت کے خلاف ہوتی ہیں۔ مذی اور ودی معتاد

زوالِ عقل کی صورت میں متمکّن اور غیر متمکّن ... میں کوئی فرق نہیں ہے۔

لَمس: کسی نامحرم کا بدن راست چھو جائے۔ نامحرم اور اجنبی مرد اور عورت کا بدن آپس میں راست' بغیر کسی حایل کے چھو جائے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے' اس شرط پر کہ ان دونوں کی عمر حدِ شہوت کو پہنچی ہو۔ آیت۔ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ۔ یا چھو دیں تم عورتوں کو۔ اس جملہ کا عطف اس کے پہلے جملہ پر ہے جو بیت الخلا سے آنے والے کے بارے میں ہے اور ان دونوں کے متعلق یہ حکم ہے کہ پانی نہ ملے تو تیمم کیا جائے۔ اس سے ظاہر ہے کہ لمس ... میں شمار کیا گیا ہے۔ لٰمَسْتُمْ جَامَعْتُمْ کے معنی میں نہیں ہے اس لیے کہ لمس سے جماع کی تخصیص نہیں آتی۔ چنانچہ ایک دوسری آیت میں اس کا استعمال اس طرح ہوا ہے۔ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لیس چھوے وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے لمس ناقضِ وضو ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوائے دوسرے سب لوگوں کے لیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ کا وضو لمس سے نہیں ٹوٹتا تھا اور آپ بغیر دوبارہ وضو کرنے کے نماز پڑھتے تھے اس حدیث کی روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کی ہے اور اس کی اتباع میں حنفیہ نے لمس کو ناقضِ وضو نہیں قرار دیا۔ شافعیہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے یا یہ کہ منسوخ شدہ ہے اس لیے کہ حدیث کے واقعہ کے بعد آیت اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ نازل ہوئی تھی۔

لَمس کے معنی اصل میں ہاتھ سے ٹٹولنے کے ہیں لیکن عرف میں ہاتھ کی تخصیص باقی نہیں رہی اور ہاتھ کے علاوہ دیگر اعضا بھی شامل ہو گئے۔ مَس' ہاتھ کے باطنی حصہ سے چھونے کو کہتے ہیں اور مس میں ہاتھ کی قید ہے لمس کو ناقضِ وضو اس لیے قرار دیا گیا کہ اس سے شہوت کے جذبات پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ اس حکم میں چھونے والا اور چھوا ہوا دونوں داخل ہیں' چھونے کا فعل شہوت کے ساتھ ہو یا نہ ہو' عمداً ہو یا سہواً' یا مجبوراً' اگرچہ کہ مرد یا عورت نہایت ہی ضعیف ہوں۔ بدن سے مراد جلد کا ظاہری حصہ ہے۔ بال' ناخن اور دانت اس سے خارج ہیں۔ عضوِ مبان سے لمس ناقضِ وضو ہے۔

عمر۔ مرد اور عورت کے لیے بلوغیت کی قید نہیں ہے۔ حدِ شہوت کو پہنچنا کافی ہے اگر اس میں شک ہو تو وضو نہ ٹوٹے گا۔ شہوت کا ضابطہ یہ ہے کہ مرد میں خیزی کی قوت اور عورت میں شہوت کی طرف میلان پیدا ہوا ہو۔ لڑکا یا لڑکی حدِ شہوت کو نہ پہنچے ہوں تو ان سے وضو نہ ٹوٹے گا۔ محرمیت اس رشتہ کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے نکاح حرام ہے۔ غیر محرمیت اور اجنبیہ۔ ایسے رشتہ کی عدم موجودگی ہے جس میں نکاح حرام نہیں ہے۔ محرمیت رشتۂ قرابت' رضاعت و مصاہرت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ رشتۂ قرابت کی مثالیں ماں' بیٹی اور بہن ہیں۔ رشتۂ رضاعت یعنی دودھ کا رشتہ جیسے دودھ کی ماں اور دودھ کی بہن۔ رشتۂ مصاہرت یعنی نکاحی رشتہ جیسے زوجہ کی ماں اور بیٹی۔ باپ کی زوجہ اور بیٹے کی زوجہ۔ اس زمرہ سے زوجہ کی بہن' پھوپی اور خالہ خارج ہیں۔ اس لیے کہ ان کی محرمیت تابدی ہمیشہ قائم رہنے والی نہیں ہے۔ محرم کے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ حایل کے نہ ہونے کی قید ہے۔ حایل رقیق' مہین اور پتلا ہو تو بھی لمس نہ ہوگا۔

شرایطِ لمس: لمس سے وضو کے ٹوٹنے کے لیے پانچ شرایط ہیں اختلافِ جنس۔ مرد اور عورت ... کے لمس سے ... وضو ٹوٹتا ہے مرد و

متمکن اس حالت کو کہتے ہیں جس میں مقعد (چوتڑ) نیچے جمی ہوئی ہوا ور ٹکی ہوئی ہوا ور ہوا کے خارج ہونے کا امکان نہ ہو۔ **غیر متمکن** اس حالت کو کہتے ہیں جس میں مقعد نیچے جمی ہوئی نہ ہو اور ہوا کے خارج ہونے کا امکان ہو۔ ٹکی ہوئی حالت میں نیند آجائے تو وضو نہیں ٹوٹتا اور نہ ٹکی ہوئی حالت میں نیند آئے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے **بیقین**۔ نیند کی ... یقین ہو۔ اگر نیند اور غنودگی کے درمیان شک ہو تو وضو نہ ٹوٹے گا۔ نیند کی علامت خواب ہے اور غنودگی کی علامت یہ ہے کہ بات کرنے والوں کی آواز تو سنائی دے مگر مطلب سمجھ میں نہ آئے۔ نیند میں قلب سے شعور کی قوت زایل ہو جاتی ہے۔ بے ہوشی میں دماغ اس قدر ماؤف ہوتا ہے کہ جگانے کا اثر نہیں ہوتا۔

سنت متمکن ہیئت میں سو جانے کے بعد وضو کرنا مسنون ہے تاکہ دیگر ائمہ سے اختلاف نہ ہو مگر نماز میں متمکن ... میں نیند آجائے تو مضایقہ نہیں۔ رملی کا قول ہے کہ نماز کے چھوٹے رکن میں طوالت ہو جائے تو نماز باطل ہوگی۔

زوالِ عقل عقل زایل ہو جائے نشہ، بیماری، جنون یا غشی وغیرہ کی وجہ سے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ **عقل** کے معنی منع کرنے اور روکنے کے ہیں اور شرع میں عقل کا اطلاق تمیز پر ہے عقل ایسی صفت ہے جس کے ذریعہ برائی اور بھلائی میں تمیز کی جاتی ہے عقل کو عقل اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ انسان کو برائیوں سے روکتی ہے علماء میں عقل کے محلِ وقوع کی ... اختلاف ہے بعض نے قلب کو اور بعض نے سر کو عقل کا مرکز بتایا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ عقل قلب میں ایک نور ہے جس کے ذریعہ انسان علم حاصل کرتا ہے علم کی فضیلت بالذات ... ہے اور عقل کی فضیلت بالواسطہ اس وجہ سے ہے کہ وہ علم کے حصول کا ذریعہ ہے۔ علمائے سنت نے عقل کی تعریف عرض سے کی ہے جو قلب کے ساتھ قایم ہے اور دماغ سے اس کا اتصال ہے عقل کسی فرد میں زیادہ اور کسی میں کم ہو سکتی ہے۔ حکماء نے لکھا ہے کہ عقل جوہر ہے، مادے سے مجرد ہے لیکن عمل کے وقت مادے سے مقارن ہو جاتی ہے۔ امام غزالیؒ نے صراحت کی ہے کہ جنون میں عقل زایل ہوتی ہے، بے ہوشی میں ڈھانکے جاتی ہے اور نیند میں مستور اور پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ ان جملہ صورتوں میں قلب سے شعور کی قوت زایل ہو جاتی ہے مگر فرق یہ ہے کہ اعضا کی حرکت بغیر طرب کے باقی رہے تو جنون ہے اور طرب کے ساتھ نشہ، اعضا میں فتور واقع ہو تو غشی اور اعصاب ڈھیلے پڑ جائیں تو نیند ہے۔ نشہ خود کردہ نہ ہو تو گنہ گار نہ ہوگا گر وضو ٹوٹے گا نشے میں چونکہ قوتِ تمیزی کے زایل ہونے کی قید ہے اس لیے آغازِ نشہ میں جب قوتِ تمیزی باقی رہتی ہے وضو قائم رہتا ہے غشی بھی بیماری میں داخل ہے اس لیے غشی کو علاحدہ قسم قرار دینے کی ضرورت نہیں۔ غشی عام بیماریوں کی طرح انبیاء پر بھی طاری ہو سکتی ہے مگر ان کے لیے نیند کی طرح غشی بھی ناقضِ وضو نہیں ہے۔ ... حالتِ ذکر میں غشی آجائے تو اس کا وضو شافعیہ میں ٹوٹ جاتا ہے بخلاف مالکیہ کے۔ دوا وغیرہ کے ذریعہ بھی انسان کو بے حس کیا جا سکتا ہے۔

خصائصِ انبیاء۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ... یہ تھی کہ آپ کا وضو نیند سے نہیں ٹوٹتا تھا اور یہی حالت دوسرے انبیا کی بھی تھی۔ اس لیے کہ انبیا نیند میں غرق نہ ہوتے تھے۔ حدیث۔ نَحْنُ مَعَاشِرُ الْأَنْبِيَاءِ تَنَامُ أَعْيُنُنَا وَلَا تَنَامُ قُلُوبُنَا۔ ہمارا انبیا کا طبقہ ایسا ہے کہ ہماری آنکھیں تو سوتی ہیں مگر ہمارے قلوب نہیں سوتے۔

قولِ جدید امام شافعی رضی اللہ عنہ کی وہ رائے جو آپ نے مصر آ کر بعد ظاہر کی تھی۔

فرقِ لمس و مس لمس کو کسی عضو سے خصوصیت نہیں ہے مس فقط ہاتھ کے باطنی حصہ سے شرم گاہ کے چھو جانے سے واقع ہوتا ہے لمس کے لیے دو اشخاص کے وجود اور ان میں اختلافِ جنس کی شرط ہے بخلاف مس کے اپنی شرم گاہ کے چھو لینے سے بھی وضو ٹوٹتا ہے لمس[۳] میں چھونے والے اور چھوئے ہوئے دونوں اشخاص کا وضو ٹوٹتا ہے بخلاف مس کے جس میں صرف چھونے والے کا وضو ٹوٹتا ہے لمس[۴] محرم کے ساتھ ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا اور مس محرم (کی شرم گاہ) کے ساتھ بھی ناقضِ وضو ہے۔ لمس[۵] میں عمر میں حدِ شہوت کی قید ہے اور مس میں عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔

شک احکام شرعی کا اہم اصول یہ ہے کہ اصل کو قائم رکھ کر شک کو مسترد کیا جائے۔ اور علمائے شافعیہ کا اس پر اتفاق ہے اس اصول سے پانچ[۵] مسئلے اخذ کیے جاتے ہیں۔ اگر[۱] شک ہو کہ زوجہ کو طلاق دیا یا نہیں تو اصل عدمِ طلاق ہے۔ اگر[۲] شک ہو کہ فلاں عورت سے نکاح کیا یا نہیں تو اصل عدمِ نکاح ہے۔ اگر[۳] شک ہو کہ وضو ٹوٹا یا نہیں تو اصل عدمِ نقضِ وضو ہے۔ اگر[۴] شک ہو کہ وضو کیا یا نہیں تو اصل عدمِ وضو ہے۔ اگر[۵] متمکن حالت میں سویا ہوا ور بیداری کے وقت جھکا ہوا پائے اور شک کرے کہ نیند میں جھکا ہوا تھا یا صرف بیداری کے وقت تو یہ قیاس ہو گا کہ بیداری کے وقت جھکا تھا اور اصل عدمِ نقضِ وضو ہو گا۔ شک چار صورتوں میں موثر[۴] ہے۔ وقتِ[۱] جمعہ کے گزر جانے کی نسبت شک ہو تو ظہر پڑھی جائے۔ مدتِ[۲] مسح کے باقی رہنے کی نسبت شک ہو تو مسح نہ کیا جائے اور پاؤں دھوئے جائیں مدتِ[۳] سفر پورا ہونے کی نسبت شک ہو تو پورا کیا جائے۔ اِتمام[۴] کی نیت میں شک ہو تو پورا کیا جائے۔

مَسحِ خُفَّین

مسحِ خُفّین خُفّین خُف کا تثنیہ ہے اور خُف پاؤں میں پہننے کے موزے کو کہتے ہیں۔ مسحِ خُفّین وضو میں پاؤں دھونے کے بدلے موزوں پر مسح کرنے کو کہتے ہیں۔ موزوں پر مسح کرنے کی اجازت ہجرت کے نویں سال غزوۂ تبوک میں دی گئی۔ تبوک ملک شام میں ایک مقام کا نام ہے جو حاجیوں کے راستے میں واقع ہے مسحِ خُفّین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل دونوں سے ثابت ہے۔ ابن منذر نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ حسن بصری سے ستّر[۷۰] صحابہ رضوان اللہ علیہم نے بیان کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا تھا مسحِ خُفّین امتِ محمدی کی خصائص میں سے ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ صَلُّوا فِی خِفَافِکُمْ۔ تم نماز پڑھو اپنے موزوں میں۔ یہودی موزوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے تھے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ آیتِ وضو میں وَاَرْجُلِکُمْ کے لام پر زیر دے کر پڑھنے کی قرائت سے مسحِ خُفّین کا مسئلہ اخذ ہوتا ہے مسحِ خُفّین کی رخصت

---

۸ ۔ وہ سہولتیں جو سفر کی حالت میں جائز رکھی گئی ہیں آٹھ ہیں ۔ ان میں سے چار طویل سفر کے لیے مخصوص ہیں۔ بقیہ حاشیہ صفحہ پر

یا دو عورتوں کے باہمی لمس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ بشرہ یعنی ظاہری جلد کے ذریعہ لمس ہوگا۔ بال، دانت اور ناخن اس سے خارج ہیں۔ حدِّ شہوت۔ دونوں اشخاص ایسی عمر کو پہنچے ہوں کہ ان میں شہوت کے جذبات پیدا ہوئے ہوں۔ اگر دونوں میں سے کوئی ایک حدِّ شہوت کو نہ پہنچا ہو تو وضو نہ ٹوٹے گا۔ غیر محرمیت۔ اگر دونوں میں محرمیت کے رشتہ کا احتمال بھی ہو تو وضو نہ ٹوٹیگا۔ حائل نہ ہو۔ اگر کوئی حائل باریک اور رقیق بھی ہو تو وضو نہ ٹوٹے گا۔

اختلاف۔ حنفیہ کے پاس لمس ناقضِ وضو نہیں ہے۔

مَسّ۔ آدمی کی شرم گاہ ہاتھ کے اندرونی حصّہ سے چھو جائے تو وضو ٹوٹتا ہے۔ اس حدیث کی ترمذی نے روایت کی ہے۔ مَنْ مَسَّ فَرْجَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ۔ جو شخص اپنی شرم گاہ چھوئے تو وضو کرے۔ ابن حبان نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ إِذَا أَفْضَىٰ أَحَدُكُمْ بِيَدِهِ إِلَىٰ فَرْجِهِ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا سِتْرٌ وَلَا حِجَابٌ فَلْيَتَوَضَّأْ۔ جب کوئی شخص اپنی شرم گاہ کو ہاتھ لگائے اور دونوں کے درمیان ستر اور پردہ نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ وضو کرلے اور جب اپنی شرم گاہ کے چھونے سے وضو واجب ہوا تو غیر کی شرم گاہ کے چھونے سے جس میں اس کی ہتک بھی ہے بدرجۂ اولیٰ وضو واجب ہوگا۔ اور ایک روایت ہے۔ مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ۔ جو شخص ذکر کو (اپنے یا دوسرے کے) چھوئے وضو کرے۔ شرم گاہ کے مس کے ناقضِ وضو ہونے کے متعلق جو حدیث بیان کی جاتی ہے اس کی بابت ابن حبان وغیرہ نے کہا ہے کہ منسوخ ہے۔

عمداً کی قید نہیں ہے، سہواً چھو جائے تو بھی وضو ٹوٹے گا۔ مرد کی پیشاب کی شرم گاہ میں ذکر کا پورا حصہ داخل ہے ذکر کے سوائے اس کے اطراف کا بدن جس پر بال اُگتے ہیں داخل نہیں ہے۔ عورت کی پیشاب کی شرم گاہ میں دونوں طرف کے آپس میں ملنے والے لب داخل ہیں۔ اس کے اوپر کا حصہ جس پر بال اگتے ہیں داخل نہیں ہے۔ پیشاب گاہ میں عمومیت ہے اپنی ہو یا غیر کی، مرد کی ہو یا عورت کی، بچے کی یا بڑے کی، زندہ کی ہو یا میت کی۔ ہاتھ کے اندرونی حصہ سے مراد ہتیلی اور انگلیوں کا اندرونی حصہ ہے۔ ہاتھ کا ظاہری اور بیرونی حصہ اور اس کے کنارے اور انگلیوں کے سرے خارج ہو جاتے ہیں اور ان سے مس ہونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ایک ہاتھ کی ہتیلی کو دوسرے ہاتھ کی ہتیلی پر اس طرح رکھا جائے کہ انگلیاں بھی دونوں ہاتھوں کی ملیں تو ہتیلی اور انگلیوں کا وہ حصہ جو آپس میں مل جاتا ہے ناقضِ وضو اور بقیہ حصہ ناقضِ وضو نہیں ہے۔ امام احمد رضی اللہ عنہ کے پاس ہاتھ کا بیرونی حصہ بھی اندرونی حصہ کے مانند ہے اور بیرونی حصہ سے مس ہونے سے بھی وضو ٹوٹتا ہے۔ چھونے میں شرط یہ ہے کہ بیچ میں کوئی چیز حائل یا پردہ نہ ہو۔

مَقعد۔ قولِ جدید میں مقعد کے حلقہ کو بھی چھو جانے سے وضو ٹوٹتا ہے۔ فقط مقعد کے حلقہ سے مراد ہے جو تھیلی کے منھ کی طرح ہے اس کے اوپر اور نیچے کا حصہ اس سے خارج ہے دلیل یہ ہے کہ شرم گاہ میں مقعد بھی داخل ہے۔ عربی کا فرج کا لفظ دونوں پر حاوی ہے اور پیشاب گاہ کے حکم کا قیاس مقعد کی نسبت بھی ہوگا جیسا کہ تمام اشیاء کے حکم میں دونوں شرم گاہیں داخل ہیں یہ بھی نواقضِ وضو کی پانچویں قسم ہے۔ قولِ قدیم امام شافعی رضی اللہ عنہ کی وہ رائے جو آپ نے مصر آنے سے قبل ظاہر کی تھی۔

حکم سے موزے کا بالائی حصّہ جس میں ڈوری باندھی جاتی ہے مستثنیٰ ہے۔ بُنے ہوئے موزے پر مسح نہیں ہو سکتا! اس لیے کہ اس میں پانی نفوذ کرتا ہے۔ موزے ایسے ہوں جو پاؤں کے اُس پورے حصّہ کو ڈھانپیں جس کا دھونا وضو میں فرض ہے! اس کا نتیجہ یہ کہ موزہ ٹخنے کو بھی ڈھانپے۔ پھٹے ہوئے موزوں پر مسح نہیں ہو سکتا۔ ساتر مانعِ نظر ہو یا نہ ہو۔ مانع نظر ایسے حایل کو کہتے ہیں جس میں سے اندر کی جلد نظر نہ آسکے۔ ستر عورت میں حایل کے لیے شرط ہے کہ مانعِ نظر ہو۔ موزوں کے بازوں اور نچلے حصّہ اور ایڑھی کے پچھلے حصّہ میں ستر ہونا چاہئے نہ کہ بالائی حصّہ میں۔

سُہولتِ مَشی ۔ موزے ایسے ہوں جن کو پہن کر چلنے پھرنے میں سہولت ہو اور کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

طہارتِ خف ۔ موزے پاک ہوں۔

مدّت ۔ مقیم ایک دن اور ایک رات مسح کر سکتا ہے! اور مسافر تین دن اور تین رات۔ مدّت کی ابتدا موزے پہننے کے بعد پہلے حدث سے ہوگی۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لیے تین دن اور تین رات اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات کی اجازت دی۔ دن اور رات سے مراد صرف اس قدر ہے کہ دن کے ساتھ رات شمار کی جائے حساب کے لیے، خواہ رات دن سے پہلے واقع ہوئی ہو یا دن کے بعد ورنہ عام طور پر دن کے قبل کی رات اس دن میں شمار ہوتی ہے! اسی طرح دن یا رات کے جس حصّہ میں حدث واقع ہوگا دن اور رات کے اسی حصّہ میں مدّت ختم ہوگی۔ اس مدّت میں عام طور پر مقیم کی جملہ چھ نمازیں اور مسافر کی سولہ نمازیں ہوں گی۔ مسافر سے مراد ایسا شخص ہے جس کا سفر اتنا طویل ہو کہ نمازیں قصر جایز ہو۔ مدّت اس وقت سے شمار ہوگی جبکہ موزے پہننے کے بعد پہلی مرتبہ وضو ٹوٹے۔ نہ کہ مسح کے وقت سے اور نہ موزے پہننے کے وقت سے۔

اگر اقامت میں مسح کرے اور سفر پر جائے یا سفر میں مسح کرے اور قیام کرے تو مقیم کے مسح کی تکمیل ہوگی! اس مسئلہ میں مسح کا اعتبار ہے، حدث کا اعتبار نہیں ہے! اگر مقیم، حدث واقع ہونے کے بعد، سفر پر جائے اور سفر میں مسح کرے تو وہ مسافر کی مدّت کی تکمیل کرے گا اور مدّت کی ابتدا اُس حدث سے ہوگی جو اقامت کی حالت میں واقع ہوئی۔ اگر اقامت میں مسح کرنے کے بعد سفر پر جائے یا سفر میں مسح کرنے کے بعد اقامت کرے ور ان دونوں صورتوں میں اگر مسح کے بعد ایک دن اور ایک رات گزر چکے ہوں تو خف کے نکالنے اور پاؤں کے دھونے کے سوائے کوئی چارہ نہیں ہے۔ موزوں کے بیرونی اور بالائی حصّہ پر مسح کیا جائے نہ کہ اندرونی یا پچھلے حصّہ پر یا کنارے یا تلے پر مسح نہیں ہو سکتا۔ مسح کا طریقہ یہ ہے کہ بایاں ہاتھ ایڑھی کے آخری حصّہ پر رکھے اور داہنا ہاتھ انگلیوں کی پشت پر اور بائیں ہاتھ کو انگلیوں تک پھیرے! اور داہنے ہاتھ کو پنڈلی کے نیچے تک لائے۔ ہاتھوں کی انگلیاں کھلی ہوئی ہوں اور خطوط (لکیروں) کی شکل پیدا ہو۔ مسح کی تکرار اور تثلیث اور خف کا دھونا مکروہ ہے اس لیے کہ ان سے خف کو نقصان پہنچتا ہے۔

مُبطلاتِ مسحِ خفّین چار ہیں: خفّین نکال لیے جائیں، مدّت گزر جائے، موجباتِ غسل واقع ہوں یا پاؤں نجس ہو جائے بعضہ میں چوتھی قسم پاؤں کی نجاست کی صحت میں ہے اور بعض نے بھی اس سے اتفاق کیا ہے ورنہ ابوشجاع

یعنی اجازت نے ضو میں ایک طرح کی سہولت پیدا کیگئی اس سے مقصد یہ ہے کہ دونوں پاؤں کے دونوں موزوں پر مسح کیا جائے ایسا نہ ہوگا کہ ایک پاؤں کو دھوئے اور دوسرے پاؤں کے موزے پر مسح کرے سوائے اس کے کہ پاؤں ایک ہی ہو۔

خُفین پر مسح جایز ہے۔

امور متعلق مسح خُف خف پر مسح پانچ امور پر موقوف ہے۔ حکم[۱]، شرائط[۲]، مدت[۳]، کیفیت[۴] اور مبطلات[۵]۔

حکم۔ خف پر مسح کرنے میں پانچ احکام ہوسکتے ہیں۔ ۱۔ جواز۔ جہاں دونوں صورتیں، پاؤں کا دھونا اور خُف پر مسح کرنا ممکن ہو اور کوئی عذر نہ ہو، وہاں خُف پر مسح کرنا جایز ہے۔ ۲۔ واجب۔ پانی اتنا تھوڑا ہو کہ پاؤں نہ دھوئے جائیں یا وقت تنگ ہو تو خف پر مسح وا[illegible] ہے۔ مسح خف کے جواز سے مترشح ہوتا ہے کہ پاؤں کے دھونے میں فض[illegible] ہے۔ رملی وغیرہ کی رائے ہے کہ در اصل مسح میں کوئی فض[illegible] نہیں ہے بلکہ صرف مباح ہے ۳۔ حرام باجزاء خف مغصوب (چھینے ہوئے یا غیر اجازتی) یا ریشم کے بنے ہوئے ہوں اور مرد نے استعمال کیا ہو تو ایسے خف پر مسح کرنا حرام ہے اجزاء کے ساتھ جیسے مغصوب پانی سے وضو۔ ۴۔ حرام بعدم اجزاء۔ خف پہننے والا شخص احرام کی حالت میں ہو تو خف پر مسح کرنا حرام ہے عدم اجزاء کے ساتھ یعنی احرام کی حالت میں خف پہننا حرام ہے اور ان پر مسح کرنا بھی حرام ہے۔ ۵۔ مندوب۔ اگر مسح کی طرف طبیعت مایل نہ ہو اور پاؤں کے دھونے پر محض صفائی کے خیال سے مایل ہو تو مسح مندو[illegible] ہے۔ اگر پاؤں کے دھونے پر بلحاظ افض[illegible] مایل ہو تو مسح مندوب نہیں ہے۔ ۶۔ مکروہ۔ مسح میں تکرار یعنی ایک سے زیادہ مرتبہ مسح کرنا مکروہ ہے اس لیے کہ اس سے خف کو نقصان پہنچتا ہے۔

مسح خف وضو میں جایز ہے اگر چیکہ وضو مندوب اور مجدد ہو۔ غسل میں، فرض ہو یا مسنون، خف پر مسح جایز نہیں ہے غسل فرض کی مثال جنابت اور حیض و نفاس کی حالت اور غسل مندوب کی مثال غسل جمعہ ہے۔ پاؤں پر نجاست ہو اور اس نجاست کو دور کرنا ہو تو بھی مسح جایز نہیں ہے اگر چیکہ نجاست معفو عنہا کیوں نہ ہو۔ بہر حال غسل میں پاؤں پر مسح نہیں ہو سکتا

شرائط چار ہیں۔ طہارت[۱] کے بعد موزے پہنے۔ موزے پاؤں کے اس حصہ کو ڈھانپیں جس کا دھونا وضو میں فرض ہے۔ موزے ایسے ہوں جن کو پہن کر چلنا پھرنا آسان ہو۔ موزے[۴] پاک ہوں۔ ابو شجاع نے تین شرایط بیان کیے تھے دیگر فقہاء خطیب شربینی اور ابن قاسم وغیرہ کے قول پر چوتھی شرط کا اضافہ کیا گیا۔

طہارت[۱]۔ پوری طہار[illegible] کے بعد موزے پہنے گئے ہوں۔ طہارت میں غسل، وضو اور تیمم داخل ہیں۔ وضو میں ایک پاؤں کو دھوئے اور ایک موزہ پہنے اور پھر دوسرا پاؤں دھوئے اور دوسرا موزہ پہنے تو مسح نہیں ہوسکتا اس لیے کہ پہلے موزے کے پہنتے وقت طہارت ناقص تھی۔ وضو کے بعد خف پہنتے وقت حدث واقع ہو جائے تو بھی مسح صحیح نہ ہوگا۔

ساتر[۲]۔ ستر سے ہے اور ستر کے معنی ڈھانپنے کے ہیں اور یہاں ستر سے مراد یہ ہے کہ اُس پر پانی ڈالا جائے تو سرایت نہ کرسکے اس

بقیہ حاشیہ [illegible] مسح خف تین روز تک۔ نماز میں قصر نماز میں ظہر کے ساتھ جمع اور روزہ کا افطار اور چار عام ہیں یعنی کل [illegible] نماز سنت رواحل (سواری پر) ترک جمعہ اور تیمم بغرض نماز بغیر اعادہ۔ یہ آخری صورت سفر پر موقوف نہیں ہے حضر میں بھی کسی عذر پر تیمم صحیح ہوسکتا ہے۔

مراد یہ ہے کہ دونوں حصے ایک دوسرے کے محاذی ہو جائیں اور مل جائیں اور ان دونوں حصوں کے ملنے کے لیے حشفہ کا دخول لازم ہے۔ بغیر دخول کے دونوں ختنے مل جائیں تو غسل واجب نہیں ہے۔ شرمگاہ کے حکم میں دُبر (مقعد) بھی داخل ہے التقائے ختانین موجب غسل ہے منی کا خارج ہونا ضروری نہیں ہے۔ آدمی کے بالغ ہونے یا عمر تمیزی کو پہنچنے کی قید نہیں حیوان اور آدمی کے درمیان بھی یہ عمل ہو سکتا ہے اور آدمی کے لیے موجب غسل ہوگا۔ حنفیہؒ میں حیوان کے ساتھ انزال ہو تو موجب غسل ہے ورنہ نہیں۔ شرمگاہ کے کمزور ہونے یا کپڑے وغیرہ سے لپٹا ہوا ہونے سے کوئی فرق نہیں آتا۔

انزالِ منی۔ مسلم نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ إِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ۔ یعنی بے شک غسل ہے منی کے خارج ہونے سے اور ابن عباسؓ کے قول کے لحاظ سے وجوب غسل کی بعض صورت پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے صحیحین میں روایت کی گئی ہے کہ اُمِّ سُلَیم والدہ حضرت انسؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہے کہ حق بات سے کوئی شرمائے اس لیے میں دریافت کرنا چاہتی ہوں کہ "آیا عورت مجامعت کا خواب دیکھے تو اس پر غسل لازم ہے"؟ تو آپ نے فرمایا۔ نَعَمْ إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ ہاں جب وہ پانی (منی) دیکھے۔ منی کے محض خارج ہونے سے غسل واجب ہوتا ہے بیداری یا نیند، شہوت یا بغیر شہوت، ایک قطرہ ہو یا خون کے رنگ میں ہو کوئی قید نہیں ہے۔ منی کے اخراج کے سبب غسل کو اس لیے واجب قرار دیا گیا ہے کہ منی کے اخراج کے وقت سارے بدن میں لذت اور حظ کا احساس ہوتا ہے منی کے معنی گرنے اور ٹپکنے کے ہیں منی کی شناخت کے علامات یہ ہیں منی تدفق یعنی کود کر یا لذت کے ساتھ خارج ہو یا اس میں گوندھے ہوئے آٹے کی سی بو ہو یا تازہ منی میں کھجور کے پھول کی سی اور خشک منی میں انڈے کی سفیدی کی سی بو ہو اور اگر جھیک لذت یا تدفق کے ساتھ نہ نکلی ہو۔ اگر یہ صفات نہ پائے جائیں تو وہ منی نہ کہلائیگی اور نہ غسل واجب ہوگا۔ اعتماد اس پر ہے کہ ان علامات میں عورت یا مرد کی منی میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اختلاف۔ حنفیہ کے پاس محض منی کے خروج سے غسل واجب نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ تدفق (کودنے) یا لذت کے ساتھ خارج ہو اور شافعیہ میں محض خروجِ منی موجبِ غسل ہے۔

موت کی وجہ سے غسل واجب ہوتا ہے۔ شیخان نے روایت کی ہے کہ ایک شخص کو جو بحالتِ احرام تھا اس کی ناقہ نے اس طرح گرایا کہ گردن ٹوٹ کر فوت ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ یہ اس کو پانی اور بیری کے پتے سے غسل دو۔ غسلِ میت فرضِ کفایہ ہے۔ میت کے غسل کا وجوب اس لیے نہیں ہے کہ موت کی وجہ سے جسدِ میت نجس ہو گیا بلکہ میت کے بدن کی صفائی کے لیے اور انسانی بدن کی بزرگی کے لحاظ سے میت کے غسل کو واجب گردانا گیا۔ شہید اس حکم سے مستثنیٰ ہے اور شہید کا غسل حرام ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدا کے بارے میں فرمایا ہے۔ لَا تُغَسِّلُوهُمْ فَإِنَّ كُلَّ جُرْحٍ يَفُوحُ مِسْكًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ انھیں غسل مت دو۔ ہر ایک زخم قیامت کے دن مشک کی خوشبو دیگا۔ مزید تفصیل جنائز کے بیان میں درج ہوگی۔

نے صرف ابتدائی تین امورِ مبطلات بیان کیے ہیں۔ موزوں پر مسح کرنے کی اجازت کو برخاست کرنے والے امور مبطلات ہیں اور تردیدی طور پر ان کی تعداد چار ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ کسی ایک امر کے بھی واقع ہونے پر مسح صحیح نہیں ہو سکتا۔ موزے کے نکالنے کی قید نہیں ہے موزہ اپنے سے آپ نکل جائے یا پھٹ جائے تو کافی ہے! اسی طرح دونوں موزوں کے نکالنے کی بھی قید نہیں ہے، ایک موزہ بھی نکل جائے تو بس ہے مقیم اور مسافر کی مقررہ مدت گزر جائے تو خف پر مسح نہیں ہو سکتا۔ موجباتِ غسل میں وہ سب امور داخل ہیں جن سے غسل فرض ہوتا ہے جیسے جنابت حیض، نفاس اور زچگی وغیرہ۔

غسل

موجبات، فرائض، سُنن، اَغسال مسنونہ۔

غُسل۔ غین کے پیش کے ساتھ نہانے کو اور غَسل غین کے زبر کے ساتھ دھونے کو کہتے ہیں خواہ اس کا تعلق بدن سے ہو یا کپڑے وغیرہ سے۔ شرع میں غُسل خاص نیت کے ساتھ تمام بدن پر پانی بہانے کو کہتے ہیں کسی فاعل کے فعل کی شرط نہیں ہے۔ پانی میں نیت کے ساتھ غوطہ مار نے سے بھی غُسل حاصل ہوتا ہے۔ غِسل غین کے زیر کے ساتھ صابون، بیسن، ریٹھے وغیرہ جیسی چیزوں کو کہتے ہیں جن سے غسل میں بدن صاف کیا جاتا ہے۔ اسلام سے پہلے غسل کا رواج تھا اور لوگ جنابت واقع ہونے پر غسل کرتے تھے غسل ملتِ ابراہیمی کی باقیات میں سے ہے اس لیے کلامِ مجید میں وضو کی طرح غسل کے احکام تفصیل سے نہیں بیان کیے گئے اختصار کے ساتھ صرف اس قدر حکم دیا گیا۔ آیت۔ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا۔ اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو طہارت کرو۔ وضو کی کیفیت چونکہ امتِ محمدی کی خصوصیات میں سے ہے اس لیے اس کو آیتِ طہارت میں تفصیل سے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔

موجباتِ غسل

موجباتِ غسل چھ ہیں۔ تین امور مرد اور عورت دونوں کے لیے عام ہیں! التقائے ختانین، انزالِ منی اور موت تین امور عورت کے لیے مخصوص ہیں حیض، نفاس اور ولادت۔ موجباتِ غسل وہ امور ہیں جن کے واقع ہونے سے غسل واجب ہوتا ہے۔ ہر دو، عام خاص کا نتیجہ یہ کہ موجباتِ غسل عورت کے لیے چھ اور مرد کے لیے تین ہیں غسل کا وجوب فوری نہیں ہے بلکہ اس میں مہلت ہے اور جیسا جیسا نماز کا ارادہ قریب ہوتا ہے ویسا ہی اس مہلت میں تنگی واقع ہوتی ہے۔ مرد اور عورت کے لیے بلوغ کی قید نہیں ہے۔

التقائے ختانین۔ حدیث۔ اِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ۔ جب دونوں ختنے آپس میں ملیں تو غسل واجب ہو گیا۔ ختان، مرد کی شرم گاہ کے اس حصہ کو کہتے ہیں جہاں سے ختنہ کا چمڑا کاٹا جاتا ہے اور اس کے بعد کا حصہ حشفہ کہلاتا ہے۔ عورت کی ختان، عورت کی شرم گاہ کے اس حصہ کو کہتے ہیں جہاں سے بظر (دانہ) کو (عرب میں) کاٹا جاتا ہے! التقائے ختانین سے

موقوف ہو تو غسل صحیح ہے جیسا کہ نماز یا طواف کے لیے۔ نَوَیْتُ اِسْتِبَاحَةَ الصَّلَاةِ۔ میں نماز کے مباح ہونے کی نیت کرتا ہوں ایسی عبادت کی نیت سے غسل کیا جائے جو غسل پر موقوف نہ ہو تو غسل صحیح نہیں ہے جیسا کہ عید کے لیے اس لیے کہ عید کا غسل واجب نہیں ہے۔ نَوَیْتُ فَرْضَ الْغُسْلِ میں فرض غسل کی نیت کرتا ہوں۔ نَوَیْتُ اَدَاءَ فَرْضِ الْغُسْلِ میں فرض غسل کے ادا کرنے کی نیت کرتا ہوں۔ نَوَیْتُ الْغُسْلَ الْمَفْرُوْضَ میں غسل مفروض کی نیت کرتا ہوں۔ نَوَیْتُ الْغُسْلَ الْوَاجِبَ میں غسل واجب کی نیت کرتا ہوں۔ فقط غسل کی نیت کافی نہیں ہے اس لیے کہ غسل عبادت اور عادت دونوں کے لیے ہوتا ہے بخلاف فقط وضو کی نیت کے اس لیے کہ وضو صرف عبادت کے لیے ہوتا ہے۔ نَوَیْتُ الطَّهَارَةَ لِلصَّلَاةِ میں نماز کے لیے طہارت کی نیت کرتا ہوں۔ نَوَیْتُ الطَّهَارَةَ عَنِ الْحَدَثِ میں حدث کے لیے طہارت کی نیت کرتا ہوں۔ فقط طہارت کی نیت کافی نہیں ہے۔ نَوَیْتُ رَفْعَ حَدَثِ الْحَيْضِ میں حیض کے حدث کے رفع ہونے کی نیت کرتی ہوں۔ نَوَیْتُ رَفْعَ حَدَثِ النِّفَاسِ میں نفاس کے حدث کے رفع ہونے کی نیت کرتی ہوں۔ اگر نیت واقعہ کے خلاف ہو جیسا کہ جنابت کی وجہ سے غسل واجب ہوا ہو اور رفع حدث حیض کی نیت کی جائے یا اس کے برعکس اور یہ غلطی سہواً ہو گئی ہو تو غسل صحیح ہو جائیگا اور اگر عمداً ہو تو غسل صحیح نہ ہوگا۔ اگر عمداً حدث اصغر کے رفع ہونے کی نیت سے غسل کیا جائے تو حدث اصغر رفع ہو جائیگا لیکن جنابت کا حکم باقی رہیگا اور اگر حدث اصغر کے رفع ہونے کی نیت سہواً کی گئی ہو تو سوائے سر کے دوسرے اعضائے وضو سے حدث رفع ہو جائیگا اور بقیہ اعضا کا حدث باقی کا باقی رہیگا اگر کسی عورت پر غسل حیض اور غسل جنابت دونوں عائد ہوں تو کسی ایک کی نیت کافی ہے۔

اقترانِ نیت۔ فرض غسل کے آغاز کے ساتھ جب کہ بدن کا اعلیٰ یا اسفل حصہ جو سب سے پہلے دھویا جائے نیت کی جائے۔ آغازِ غسل کے لیے بدن کے اوپر کے حصے اور نچلے حصے میں کوئی امتیاز نہیں ہے جس کسی حصۂ بدن کے دھونے سے فرض غسل کا آغاز کیا جائے اسی وقت نیت کی جائے اس لیے کہ جُنُب (جو شخص جنابت کی حالت میں ہو) کا پورا بدن ایک ہی عضو ہے اگر کچھ حصۂ بدن کے دھونے کے بعد نیت کی جائے تو نیت سے پہلے دھوئے ہوئے حصہ کو دوبارہ دھویا جائے اس سے معلوم ہوا کہ آغازِ غسل کے ساتھ نیت کے اقتران سے یہ مقصد ہے کہ وہ حصہ جو پہلے دھویا گیا غسل میں شمار ہو جائے ورنہ نیت کی صحت کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اول غسل سے کی جائے۔

سُنَنِ مُتَقَدِّمَہ غسل غسل میں جس طرح فرائض ہیں سنتیں بھی ہیں جن کی تفصیل آگے آئیگی مسواک کرنا بسم اللہ کہنا اور ہاتھوں کو دھونا غسل کی سنتیں ہیں جن پر فرائض سے پیشتر عمل ہوتا ہے اور ان کو سُنَنِ متقدمہ کہا جاتا ہے۔ ان سُنَنِ متقدمہ کے لیے بھی نیت مندوب ہے تاکہ ان کا ثواب حاصل ہو غسل کی سنتوں کے لیے یہ نیت ہو سکتی ہے۔ نَوَیْتُ سُنَنَ الْغُسْلِ میں غسل کی سنتوں کی نیت کرتا ہوں اس نیت کے ساتھ غسل کی سنتوں پر عمل کیا جائے اور اس کے بعد جب فرض غسل کی نوبت آئے تو فرض غسل کی نیت کی جائے۔

حیض - عورت کا وہ خون ہے جو نو سال کی عمر کو پہنچنے پر خارج ہوتا ہے۔ آیت - (۱ ۲/۲) وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ - تم سے پوچھتے ہیں حیض کے بارے میں کہہ دو وہ گندی چیز ہے پس بے کار رہتے دو عورتوں کو حیض میں، اور نہ ان کے نزدیک جاؤ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں ایک عام اصول ہے کہ جس چیز کے بغیر واجب کی تکمیل نہیں ہو سکتی وہ بھی واجب ہے۔ اس اصول کے تحت آیت بالا غسل کے وجوب پر یوں دلالت کرتی ہے کہ شوہر کی خواہش مجامعت پر رضامندی عورت پر لازم آتی ہے اور مجامعت غسل کے بغیر جائز نہیں ہے۔ بخاری کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ بنت جیش سے فرمایا۔ إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي - حیض کے آغاز ہونے پر نماز کو چھوڑ دو اور جب حیض ختم ہو تو نہاؤ اور نماز پڑھو۔

نفاس - وہ خون ہے جو زچگی کے بعد خارج ہوتا ہے قطعی طور پر موجب غسل ہے۔

ولادت - زچگی قطعی طور پر موجب غسل ہے۔ زچگی کے بعد پندرہ روز کے اندر جو خون خارج ہوتا ہے وہ نفاس ہے اور جو خون پندرہ روز کے بعد خارج ہوتا ہے حیض۔ علقہ اور مضغہ کا گرنا بھی زچگی میں تصور کیا جاتا ہے۔ علقہ اور مضغہ کے گرنے کے بعد بھی غسل واجب ہوتا ہے۔

فرائض غسل

فرائض غسل تین ہیں نیت۔ ازالۂ نجاست اور پانی پہنچانا بدن کی تمام ظاہری جلد پر۔ فرائض غسل سے مراد وہ چیزیں ہیں جو غسل میں فرض ہیں اور جو بطور ارکان کے ہیں اور جن کے ذریعہ غسل کی ماہیت معلوم ہوتی ہے خواہ غسل واجب ہو یا مندوب۔ رافعی نے ازالۂ نجاست کو غسل کے فرائض میں شمار کیا ہے اور نووی کی رائے ہے کہ ازالۂ نجاست کو غسل سے تعلق نہیں ہے اور اس لحاظ سے غسل کے فرائض صرف دو ہیں اور قول راجح یہی ہے۔

زندہ و مردہ بیان میں فرض غسل ... [illegible]

نیت - حدیث۔ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ بیشک اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں۔ زندہ شخص کے غسل میں نیت فرض ہے، میت کے غسل میں نیت فرض نہیں ہے بلکہ سنت ہے۔

الفاظ نیت - نَوَيْتُ رَفْعَ الْجَنَابَةِ - میں نیت کرتا ہوں جنابت کے رفع کرنے کی - یہاں جنابت کا حکم رفع کرنا مراد ہے نَوَيْتُ رَفْعَ الْحَدَثِ - میں حدث کے رفع ہونے کی نیت کرتا ہوں اگرچہ یہاں صرف حدث کا ذکر کیا گیا ہے مگر قرینہ کے لحاظ سے اس سے مراد حدث اکبر ہے۔ نَوَيْتُ رَفْعَ الْحَدَثِ الْأَكْبَرِ - میں حدث اکبر کے رفع کرنے کی نیت کرتا ہوں یہاں اکبر کا لفظ تاکید کے لیے ہے اور اس کا ذکر افضل ہے بہ نسبت اس کے کہ ترک کیا جائے۔ نَوَيْتُ رَفْعَ الْحَدَثِ عَنْ جَمِيعِ الْبَدَنِ - میں نیت کرتا ہوں تمام بدن سے حدث کو رفع کرنے کی ایسی عبادت کی نیت سے غسل کیا جائے جو غسل پر

تسمیہ[۱] مقارن ہو نیتِ قلبی کے ساتھ زبان سے تسمیہ کہے اور دل میں نیت کرے اس لیے کہ تسمیہ اور نیت دونوں وقتِ واحد میں زبان سے ادا نہیں کیے جا سکتے۔ اقلِ تسمیہ بسم اللہ اور اکملِ تسمیہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے تسمیہ غسل کے آغاز میں اور اثناء میں کہا جا سکتا ہے لیکن غسل سے فراغت پانے کے بعد تسمیہ نہیں کہا جائیگا۔

وضو[۲] پورا غسل کے پہلے کیا جائے جس میں نیت کی جائے۔ نَوَیْتُ الْوُضُوْءَ لِسُنَّةِ الْغُسْلِ میں وضو کی نیت کرتا ہوں غسل کی سنت کے لیے۔ نَوَیْتُ الْوُضُوْءَ الْمَسْنُوْنَ لِلْغُسْلِ میں وضوء مسنون کی نیت کرتا ہوں غسل کے لیے نَوَیْتُ الْوُضُوْءَ سُنَّةَ الْغُسْلِ میں وضو کی نیت کرتا ہوں سنتِ غسل کے لیے وضو کا ذکر نہ کرکے محض سنتِ غسل کی نیت سے وضو کرنا صحیح نہیں ہے وضو پورے کا پورا آغازِ غسل کے وقت یا بعض کو آغاز میں اور بعض کو آخر میں یا پورا آخر میں یا اثنائے غسل میں کیا جا سکتا ہے اور سنت حاصل ہو جاتی ہے لیکن پورے وضو کی تقدیم میں افضلیت ہے اگر جنابت واقع ہوئی ہو اور حدثِ اصغر نہ واقع ہوئی ہو جیسا کہ کوئی شخص نظر کرے یا کچھ سوچے اور منی خارج ہو جائے تو صرف سنتِ غسل کی نیت کرنا کافی ہے۔ نَوَیْتُ الْوُضُوْءَ لِسُنَّةِ الْغُسْلِ میں وضو کی نیت کرتا ہوں غسل کی سنت کے لیے اگر جنابت کے ساتھ حدثِ اصغر بھی واقع ہوا اور دونوں جمع ہوں تو حدثِ اصغر کے رفع کرنے کی نیت کی جائے ورنہ نیت وضو کی نیت ہے اور وضو کے باب میں ان نیتوں کو بیان کیا گیا ہے وضو کرنے کے بعد اور غسل سے پہلے حدث واقع ہو تو معتمد یہ ہے کہ وضو کا اعادہ مندوب نہیں ہے اس لیے کہ سنتِ غسل کے وضو کو حدث باطل نہیں کرتا، البتہ جماع باطل کرتی ہے غسل کے علاوہ وضو میں بھی مضمضہ اور استنشاق سنت ہیں غسل سے فراغت پانے کے بعد بھی مضمضہ اور استنشاق کیے جا سکتے ہیں اس لیے کہ غسل کی سنتیں غسل سے فراغت پانے کی وجہ سے فوت نہیں ہوتیں بخلاف وضو کے جس میں ترتیب متعین ہے۔

اختلاف مضمضہ اور استنشاق غسل اور وضو دونوں میں شافعیہ اور مالکیہ کے پاس سنت ہیں اور حنبلیہ کے پاس دونوں میں واجب ہیں اور حنفیہ کے پاس غسل میں فرض ہیں اور وضو میں سنت۔

ہاتھ[۳] پھیرنا بدن پر جہاں تک ہاتھ پہنچ سکتا ہو ہر مرتبہ کے پانی بہانے کے ساتھ۔ ہاتھ پھیرنا اور رگڑنا دونوں مترادف ہیں غسل کی تثلیث (تین مرتبہ) پر عمل کیا جائے تو ہر ایک مرتبہ کے پانی بہانے کے ساتھ جسم پر ہاتھ پھیرا جائے۔ ہاتھ کے پہنچ سکنے کی قید سے جسم کا وہ حصہ خارج ہو جاتا ہے جہاں ہاتھ نہیں پہنچ سکتا اور اس پر صرف پانی کا بہا دینا کافی ہے۔

اختلاف۔ مالکیہ میں غسلِ جنابت میں ہاتھ کا پھیرنا واجب ہے اور بقیہ تینوں ائمہ کے پاس مستحب۔

موالات[۴] غسل میں موالات، ایسا پے در پے اعضاء کے دھونے کو کہتے ہیں کہ دو عضو کے دھونے میں زیادہ فصل نہ ہو بلکہ ایک عضو کے بعد ہی دوسرا عضو دھویا جائے اور پہلا دھویا ہوا عضو معتدل ہوا، موسم اور مزاج کی حالت میں خشک نہ ہونے پائے اس کی تفصیل سُنَنِ وضو میں مذکور ہے۔ **صاحبِ ضرورت** کے لیے غسل میں موالات اسی طرح واجب ہے جس طرح وضو میں۔ صاحبِ ضرورت اس شخص کو کہتے ہیں جس کو بوجہ مرض بہ استثنائے جمع ہونے کا احتمال رہتا ہے۔

ازالۂ نجاست۔ نجاست کا زایل کرنا بشرطیکہ بدن پر ہو غسل کا دوسرا فرض ہے۔ اس مسئلہ میں کہ آیا ایک مرتبہ دھونے سے نجاست بھی زایل ہو جائیگی اور غسل کی بھی تکمیل ہو سکے گی یا نہیں اختلاف ہے۔ اگر نجاست کے اوصاف ایک مرتبہ کے دھونے سے زایل ہو سکیں تو نووی کے پاس ایک مرتبہ دھونا بالکل کافی ہے اور معتمد بھی یہی ہے لیکن رافعی کا قول ہے کہ ایک مرتبہ دھونا نجاست اور حدث دونوں کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ ایک مرتبہ نجاست کے لیے اور ایک مرتبہ حدث کے لیے دھونا واجب ہے۔ اگر ایک مرتبہ دھونے سے نجاست کے اوصاف زایل نہ ہو سکیں تو پھر نووی اور رافعی دونوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور دونوں متفق ہیں کہ ایک مرتبہ نجاست کے لیے اور ایک مرتبہ حدث کے لیے دھونا واجب ہے۔ جو نجاست ایک مرتبہ دھونے میں زایل ہو سکے وہ نجاستِ حکمی ہے اور نجاستِ عینی بھی ہو سکتی ہے جس کے اوصاف ایک مرتبہ دھونے میں زایل ہو سکیں۔ ازالۂ نجاست میں شرط نہیں ہے کہ فاعل کے فعل کی وجہ سے زایل ہوئی ہو بلکہ بغیر کسی فعل کے خود بخود پانی کے گرنے یا پانی کے اس پر بہنے سے بھی زایل ہو جائے تو کافی ہے۔ نجاست میں نجاستِ معفو عنہا بھی داخل ہے۔ بدن کے کسی حصہ پر نجاستِ معفو عنہا موجود ہو تو اس کا ازالہ بھی فرض ہے۔ ایک مرتبہ دھونے کا حکم عام نجاستوں کی نسبت ہے لیکن نجاستِ مغلظہ ہو تو سات مرتبہ کا دھونا فرض ہے جس میں سے ایک مرتبہ مٹی استعمال کی گئی ہو۔ اگر بدن پر نجاست نہ ہو تو یہ فرض باقی ہی نہیں رہتا۔

ایصالِ ماء۔ پانی کو بدن کی ساری ظاہری جلد پر اور بالوں پر پہنچانا غسل کا تیسرا فرض ہے۔ ناخن بھی اس میں داخل ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ کہ غسل میں ظاہری جلد میں بدن کا زیادہ حصہ داخل ہے بہ نسبت اس ظاہری جلد کے جو ناقضِ وضو ہے۔ بال گنجان ہوں یا خفیف ان سب کو پانی پہنچانا چاہیے بخلاف وضو کے۔ پانی کو پہنچانے میں فاعل کے فعل کی قید نہیں ہے بغیر کسی فعل کے پانی پہنچ جائے تو بھی کافی ہے۔ بالوں میں گرہ ڈالی گئی ہو تو ان میں بھی پانی کا پہنچانا فرض ہے۔ بدن پر یا ناخن میں میل یا موم وغیرہ حایل ہو اور پانی نہ پہنچ سکے تو غسل نہ ہوگا۔ کان کا سوراخ جس قدر نظر آتا ہے اور بدن کی جھریاں اور عورت کی شرم گاہ کا وہ حصہ جو قضائے حاجت کے لیے بیٹھتے وقت ظاہر ہوتا ہے اور مقعد کا منفذ ان سب کو پانی کا پہنچانا واجب ہے۔ غسل میں مضمضہ اور استنشاق مستقل سنتیں ہیں غسل میں وضو سنت ہے اور وضو میں بھی مضمضہ اور استنشاق سنت ہیں اس لیے وضو اور غسل دونوں میں ان کا عمل ہوگا۔ غسل میں وضو کا ترک کرنا جس طرح مکروہ ہے اسی طرح غسل میں مضمضہ اور استنشاق کا ترک کرنا بھی مکروہ ہے۔

اختلاف۔ حنفیہ کے پاس غسل میں مضمضہ اور استنشاق واجب ہیں۔

سُنَنِ غسل

سننِ غسل پانچ ہیں تسمیہ، وضو، بدن پر ہاتھ پھیرنا، موالات اور تیامن۔ داہنی جانب کو بائیں سے پہلے دھونا۔ یہ سنتیں عام ہیں ہر ایک غسل کے لیے خواہ واجب ہو یا مندوب۔ سنتوں کی تعداد پانچ پر محدود نہیں ہے ان کے سوائے بھی اور سنتیں ہیں مگر ابو شجاع نے ان میں سے صرف پانچ کا ذکر کیا ہے اور ہم آخر میں بحوالہ بیجوری اور بجیرمی ان میں کچھ اضافہ کرینگے۔

ہیں جو اُجرت پر چلائے جاتے ہیں۔ عورت کے لیے حمام میں داخل ہونا ہی مکروہ ہے۔ آیت ۔ (۸۲: ۱۲) كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ۔ تمہارے اعمال کے لکھنے والے فرشتے تم جو کچھ کرتے ہو جانتے ہیں۔ اس حدیث کی ترمذی نے روایت کی ہے مَا مِنِ امْرَأَةٍ تَخْلَعُ ثِيَابَهَا فِي غَيْرِ بَيْتِهَا إِلَّا هَتَكَتْ مَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ۔ جو عورت کہ اپنا لباس اپنے مکان کے سوائے کہیں اور اتارتی ہے اس عہد کو توڑ ڈالتی ہے جو اس کے اور اللہ کے درمیان ہے۔

اَغسالِ مسنونہ

سترہ[17] غسل مسنون ہیں۔ جمعہ[1] میت[2] کے غسل کے بعد، عید[3] الفطر اور عید[4] الاضحیٰ۔ استسقاء[5] کسوف[6] خسوف[7]۔ کافر[8] جب اسلام لائے مجنون[9] اور مغمی[10] (بے ہوش) جب آرام پائے۔ احرام[11] کے وقت۔ مکہ[12] میں داخل ہوتے وقت۔ وقوف[13] عرفہ۔ وقوف[14] مشعر الحرام۔ رمی[15] جمار اور مدینہ[16] میں داخل ہوتے وقت۔ اگر ان غسلوں میں سے متعدد غسل جمع ہو جائیں تو ایک غسل کا ادا کرنا کافی ہے دوسرے غسل ساقط ہو جائیں گے لیکن پورے ثواب کے حصول کے لیے ہر ایک غسل کی علٰحدہ نیت کرنا چاہیے۔ عام قاعدہ یہ ہے کہ جس غسل کے سبب میں تقدیم ہو یا گذر چکا ہو وہ واجب ہے اور جس غسل کے سبب میں تاخیر ہو یا مستقبل میں آنے والا ہو تو وہ غسل مندوب ہے البتہ چار غسل قاعدہ بالا سے مستثنیٰ ہیں میت کو غسل دینے کے بعد، کافر جب اسلام لائے، مجنون اور مغمی جب آرام پائے۔ ان غسلوں کے اسباب پہلے واقع ہو چکے ہیں مگر پھر بھی یہ مندوب ہیں۔ بلحاظِ تاکید ان غسلوں کی ترتیب یہ ہے غسلِ جمعہ، اس کے بعد غسلِ میت کے بعد غاسل کا غسل، پھر وہ غسل جس میں احادیث کی کثرت ہے، پھر وہ غسل جس کے وجوب کی نسبت اختلاف ہے، پھر وہ غسل جس کی نسبت احادیث صحیحہ صادر ہوئی ہیں، پھر وہ غسل جس سے دوسروں کو نفع پہنچتا ہے۔

ان مسنون غسلوں میں وضو بھی مسنون ہے جیسا کہ واجب غسل میں مسنون ہے نیز وضو اور غسل کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا بھی مسنون ہے اگر ان اغسالِ مسنونہ میں سے کوئی غسل فوت ہو جائے تو اس کا قضا نہ ہوگا۔ اغسالِ مسنونہ کے لیے پانی میسر نہ آئے تو غسل کی نیت کر کے ساتھ تیمم کرے۔ نَوَيْتُ التَّيَمُّمَ بَدَلًا عَنْ غُسْلِ الْجُمُعَةِ أَوْ غَيْرِهِ۔ میں تیمم کا نیت کرتا ہوں غسلِ جمعہ کے بدلے یا اسی طرح کسی غسل کے عوض نیت کی جائیگی۔

جمعہ[1] جمعہ کا غسل سب سے افضل اس لیے ہے کہ اس میں زیادہ تاکید ہے اور بعض قول اس کے وجوب کی نسبت بھی ہے۔ حدیث إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ۔ جب تم میں سے کوئی جمعہ کے لیے آئے تو غسل کرے۔ حدیث مَنْ أَتَى الْجُمُعَةَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فَلْيَغْتَسِلْ وَمَنْ لَمْ يَأْتِهَا فَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ۔ جو شخص مرد یا عورت جمعہ کے لیے آئے تو غسل کرے اور جو نہ آئے تو اس پر کوئی چیز نہیں ہے۔ عدمِ وجوبِ غسلِ جمعہ پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے جس کو ترمذی نے بیان کیا ہے۔ مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ وَمَنِ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ أَفْضَلُ۔ حدیث غُسْلُ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ۔ ہر ایک شخص پر جو بالغ ہو غسلِ جمعہ موکد ہے یہاں لفظ واجب بمعنی موکد ہے اس سے کہ حدیث اول میں تر

ملاحظہ ہو [۶] **تیامن** - داہنے جانب کو بائیں سے پہلے دھونا۔ یہ متفق علیہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیامن کو پسند فرماتے تھے۔ داہنے جانب میں اگلا اور پچھلا دونوں حصے داخل ہیں اور اسی طرح بائیں جانب میں۔ زندہ شخص کے غسل میں سر دھونے کے بعد پہلے داہنی جانب اگلا اور پچھلے حصہ پر پانی بہائے اور اس کے بعد بائیں جانب اگلے اور پچھلے حصہ پر لیکن غسل میت میں داہنی جانب اگلے حصہ کو پہلے دھویا جائے اور اس کے بعد بائیں جانب کے اگلے حصہ کو اور پھر کروٹ کر کے داہنی جانب کے پچھلے حصہ کو اور پھر بائیں جانب کے پچھلے حصہ کو کیونکہ اس میں سہولت ہے۔

دیگر سنن غسل بحوالہ بیجوری و بجیرمی درج ذیل کیے جاتے ہیں۔

تثلیث [۷] یعنی تین مرتبہ دھونا۔ سر پہلے تین دفعہ دھویا جائے اور پھر داہنی جانب اگلا اور پچھلا حصہ کو تین مرتبہ دھویا جائے اور اسی طرح پھر بائیں جانب۔ اگر پورا جسم ایک مرتبہ اور دوسرے مرتبہ اور تیسرے مرتبہ دھویا جائے تو بھی تثلیث کی سنت حاصل ہو جائیگی۔ کسی ایک حصہ جسم کی تثلیث دوسرے حصہ پر موقوف نہیں ہے۔ اگر پانی میں ڈوبے اور پانی بہتا ہو تو تثلیث کے لیے پانی کا تین [۸] مرتبہ جسم پر سے گذرنا کافی ہے۔ پانی ٹھیرا ہوا ہو تو پورے جسم کو تین مرتبہ حرکت دینا کافی ہے۔ جگہ کے تبدیل کرنے اور پاؤں کے ہٹانے سے بھی تثلیث کی سنت حاصل ہو سکتی ہے۔ پورے جسم کو یا سر کو پانی سے نکالنے کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ پانی کے اندر حرکت ایسا ہی اثر رکھتی ہے جیسا کہ بہتا پانی۔ تجدید غسل مسنون نہیں ہے جیسا کہ تجدید وضو۔

تخلیل شعر - بالوں کی جڑوں میں اور اندرونی جلد میں رگڑ کر پانی کو پہنچانا مسنون ہے۔

ازالۂ غلاظت [۸] - ریشہ، چیپڑے اور منی کو دور کرنا مسنون ہے۔

استقبال قبلہ [۹] - قبلہ کی طرف رخ کرنا مسنون ہے۔

احتراز از رشاش [۱۰] ایسے مقام پر غسل کرنا جہاں سے چھینٹے نہ اڑ سکیں مسنون ہے۔

دلک [۱۱] اور بدن کی جھریوں کو رگڑنا مسنون ہے۔

تستر [۱۲] - قابل ستر حصہ بدن کا ڈھانپنا، خلوت میں اور ان لوگوں کے سامنے جن سے پردہ نہیں ہے مسنون ہے۔

عورت [۱۳] - جو غیر معتدہ اور غیر محرمہ ہو حیض وغیرہ کے غسل کے بعد شرمگاہ میں مشک یا خوشبو یا نمک کا پھاہا رکھے۔

بال [۱۴] یا ناخن حالت جنابت میں نہ نکالے جائیں اور نہ فصد لی جائے۔

مقدار آب [۱۵] غسل پر ایک صاع یعنی چار مد سے کم پانی نہ صرف کرنا مسنون ہے۔ ایک مد پانی کا وزن تین پاؤ یعنی بارہ چھٹانک [۱۲] ہوتا ہے۔ مسلم نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع سے غسل اور ایک مد سے وضو فرماتے تھے۔ یہ مقدار عدم نقص کی ہے عدم اضافہ کی نہیں ہے لیکن بعض نے اس مقدار کے تعین کو بھی مندوب قرار دیا ہے لیکن صحیح رائے یہ ہے کہ زیادتی میں حرج نہیں ہے بشرطیکہ اسراف نہ ہو۔

حمام [۱۶] میں مرد کے لیے برہنہ داخل نہ ہونا مسنون ہے۔ حمام سے مراد گھر کا غسل خانہ نہیں بلکہ گرم و سرد پانی کے حوض خاص حمام مراد

اس لیے کہ غسل سے اس دن کی زینت مقصود ہے۔ عید کے غسل کے لیے نماز کی حاضری کے ارادے کی قید نہیں ہے جیسے جمعہ میں ہے
وقت۔ اس کا وقت نصف شب سے شروع ہوتا ہے تاکہ دیہات اور مضافات کے رہنے والے اندھیرے سے عید کے لیے روانہ ہو سکیں نصف شب سے پیشتر غسل عید صحیح نہیں ہے لیکن افضل یہ ہے کہ بعد فجر غسل کیا جائے۔ غسل عید کا آخر وقت سورج کے غروب تک ہے اگرچہ کہ نماز عید کا وقت زوال کو ختم ہو جائے اس غسل کو نماز سے تعلق نہیں ہے بلکہ عید کے دن کے ساتھ منسوب ہے اور عید کا دن غروب پر ختم ہوتا ہے۔ نیت۔ عید الفطر میں نیت کی جائے۔ نَوَيْتُ سُنَّةَ الْغُسْلِ لِعِيْدِ الْفِطْرِ میں سنت غسل کی نیت کرتا ہوں عید فطر کے لیے۔ نَوَيْتُ سُنَّةَ الْغُسْلِ لِعِيْدِ الْاَضْحٰى میں سنت غسل کی نیت کرتا ہوں عید اضحیٰ کے لیے اگر نیت میں صرف اس قدر کہا جائے۔ نَوَيْتُ سُنَّةَ غُسْلِ الْعِيْدِ میں عید کے سنت غسل کی نیت کرتا ہوں تو جس عید کا قرینہ ہوگا وہ عید مراد ہوگی۔

استسقاء کے لغوی معنی پانی طلب کرنے کے ہیں اور شرع میں امساک باراں کی صورت میں بارش کے لیے نماز پڑھنے اور دعا مانگنے کو استسقاء کہتے ہیں۔ نماز استسقاء کے لیے غسل کرنا مسنون ہے۔ **وقت**۔ جو شخص منفرد نماز پڑھنا چاہتا ہے نماز کے ارادے کے وقت اور جو جماعت سے نماز پڑھنا چاہتا ہے جماعت کے لیے جمع ہونے کے وقت غسل کا وقت شروع ہوگا اور نماز سے خارج ہونے پر ختم ہوگا۔

کسوف وخسوف۔ کسوف، سورج گہن کو اور خسوف چاند گہن کو کہتے ہیں گہن کے اوقات میں غسل مسنون ہے۔
وقت۔ سورج اور چاند میں تغیر کے شروع ہونے کے ساتھ غسل کا وقت شروع ہوتا ہے اور گہن کے پورے طور پر کھل جانے پر ختم ہوتا ہے

کافر جب اسلام لائے اسلام لانے کے بعد غسل کرنا مسنون ہے نہ کہ اسلام لانے سے قبل، اس لیے کہ قبول اسلام سے قبل نیت صحیح نہیں ہو سکتی اصح رائے یہ ہے کہ جو غسل کفر کی حالت میں کیا جائے اس کا کوئی اثر نہیں۔ قبول اسلام کے لیے کلمہ شہادت کے پڑھانے کو غسل کے لیے ملتوی نہیں کیا جا سکتا۔ اس حکم میں مرتد بھی شامل ہے جو اسلام لائے مستقل طور پر اپنی ذاتی خواہش پر اسلام قبول کرے یا اپنے کسی بزرگ یا سرپرست کی اتباع میں اسلام لائے دونوں مساوی ہیں غسل سے پیشتر سوائے داڑھی کے دوسرے بالوں کا نکالنا مسنون ہے۔ سر منڈوانا تین مواقع پر مسنون ہے۔ کافر جب اسلام لائے نومولود کی ولادت کے بعد اور نسک (حج وغیرہ) میں۔ ان مواقع کے سوائے بھی سر منڈوانا مباح ہے اور کہا گیا ہے کہ بدعت حسنہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کل (عبادت حج) میں چار مرتبہ سر کے بال منڈوائے تھے۔ پہلے مرتبہ عمرۂ حدیبیہ میں، دوسرے مرتبہ عمرۂ قضاء میں، تیسرے مرتبہ جعرانہ میں اور چوتھے مرتبہ حجۃ الوداع میں۔ شخص نومسلم بالغ ہو تو اعتماد اس پر ہے کہ رفع حدث اکبر کے لیے بھی غسل واجب ہوگا۔ بعض نے کہا ہے کہ اسلام لانے پر یہ غسل اس آیت کے عام مفہوم کے تحت ساقط ہو جائیگا۔ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ۔ (پ ۹ ع ۱) کہہ دو کافروں سے کہ اگر وہ باز آئیں گے تو معاف کر دیے جائیں گے ان کے گناہ جو گزر چکے ہیں اس طرح سن بلوغ کے بعد اسلام لا کر جو

وضو کو کافی بتایا گیا ہے۔ اصح رائے یہ ہے کہ بلا وجہ غسلِ جمعہ کا ترک کرنا مکروہ ہے۔ **سنّت** غسلِ جمعہ اس شخص کے لیے مسنون ہے جو نمازِ جمعہ میں حاضر ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔ **وقت** غسل کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے صبح کاذب صبح صادق سے ۵ درجہ (۲۰ منٹ) قبل برآمد ہوتی ہے غسل کا آخر وقت نماز میں داخل ہونے تک ہے لیکن معتمد یہ ہے کہ نمازِ جمعہ میں داخل ہونے سے مایوس ہونے تک ہے جب کہ امام سلام پھیرے۔ افضل یہ ہے کہ نمازِ جمعہ کو روانہ ہونے کے قریب تر زمانہ میں غسل کیا جائے

حدیث۔ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْأُولَى فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ فَلَمْ يَأْتُوا أَحَدًا۔

اختلاف۔ حنفیہ میں ایک قول وجوبِ غسلِ جمعہ کی نسبت ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کے پاس غسلِ جمعہ فرض ہے وقت میں بھی اختلاف ہے امام مالک رضی اللہ عنہ کے پاس غسل صرف نماز کے لیے روانگی کے وقت صحیح ہو سکتا ہے اور تینوں اماموں کے پاس صبح صادق سے غسل ہو سکتا ہے۔

غسلِ میّت میّت کو غسل دینے کے بعد غسل دینے والے کے لیے غسل مسنون ہے۔ اغسالِ مسنونہ میں بلحاظِ تاکید اس غسل کا درجہ غسلِ جمعہ کے بعد ہے۔ ترمذی کی روایت کردہ حدیث ہے۔ مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ۔ جس شخص نے میّت کو غسل دیا اس کو چاہیئے کہ غسل کرے اور جس نے میّت کو اٹھایا اس کو چاہیئے کہ وضو کرے۔ بجیرمی نے لکھا ہے کہ میّت کو اٹھانے کے قبل اور اٹھانے کے بعد دونوں وقت وضو کیا جائے۔ غسل کے واجب نہ ہونے پر یہ حدیث جس کی حاکم نے روایت کی ہے دلالت کرتی ہے۔ لَيْسَ عَلَيْكُمْ فِي غُسْلِ مَيِّتِكُمْ غُسْلٌ إِذَا غَسَّلْتُمُوهُ وَلَيْسَ الْوُضُوءُ مِنْ مَسِّهِ۔ میّت کو غسل دینے میں تم پر کوئی غسل (واجب) نہیں ہے اور وضو مسنون ہے اس شخص کے لیے جو اس (میّت) کو چھوئے۔ اس غسل کے مسنون قرار دینے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ قالبِ بے جان کے چھونے سے چھونے والے میں جو کمزوری پیدا ہوتی ہے اس کو غسل کا پانی تقویت پہنچاتا ہے۔

وقت اس کا وقت غسلِ میّت سے فراغت پانے کے بعد شروع ہوتا ہے اور ارادہ ترک کرنے پر ختم ہوتا ہے میّت کو تیمم کرایا جائے تو تیمم کرانے والے کے لیے غسل کرنا مسنون ہے میّت میں تعمیم ہے مسلمان کی ہو یا کافر کی اور اسی طرح غاسل طاہر ہو یا حیض کی حالت میں اس پر غسل مسنون ہے۔ اغسالِ مسنونہ فوت ہونے کے بعد بطورِ قضا ان کو ادا نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ غسل کا وقت یا سبب دونوں گزر چکے۔ سنّتِ غسل کے حکم سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو پانی پہنچانے یا دوسرے کاموں میں مدد دے رہے ہوں۔

عیدین سنّت غسل عید الفطر اور عید الاضحیٰ، بالغ اور کم سن مرد اور عورت اگرچہ حیض یا نفاس میں ہو سب کے لیے سنّت ہے

وقوفِ عرفہ کے وقت نویں ذی الحجہ کو غسل مسنون ہے۔ اس کا وقت جمعہ کی طرح صبح صادق سے شروع ہوتا ہے لیکن افضل یہ ہے
زوال سے قریب بلکہ زوال کے بعد غسل کیا جائے جس طرح غسلِ جمعہ نمازِ جمعہ کے لیے ... اس سے قریب۔ وقوف کا وقت
نویں ذی حجہ کے زوال سے دسویں کی فجر تک ہے اس لیے نویں ذی حجہ کے زوال کے قریب تر زمانہ میں غسل کو افضل ... ہے۔
افضل یہ ہے کہ غسل نمرہ میں کیا جائے ورنہ دوسری جگہ بھی سنت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس غسل کا وقت یوم عید کی
فجر کو ختم ہو جاتا ہے۔

وقوفِ مشعر الحرام کے لیے غسل کرنا مسنون ہے اور اس کا وقت آدھی رات سے شروع ہوتا ہے مشعر الحرام قزح کے پہاڑ
کو کہتے ہیں جو مزدلفہ کے کنارے واقع ہے اس قول کی تائید شربینی، بیجوری اور بجیرمی نے کی ہے اور اعتماد اس
پر ہے لیکن ابو شجاع نے ... مزدلفہ کے لیے غسل کرنا مسنون لکھا ہے جس کا وقت غروب کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔
آدھی رات کے بعد ایک لحظہ بھی مزدلفہ میں گزارنا مبیت (شب گزارنے) کی تعریف میں داخل ہے۔ ابو شجاع کا یہ
قول مرجوح اور ضعیف اس لیے ہے کہ یہ غسل وقوفِ عرفہ کے غسل کے قریب واقع ہوتا ہے حالانکہ اصول یہ ہے کہ دو غسل قریب قریب
مسنون نہیں ہو سکتے۔

رمیِ جمار الثلاث یعنی تین کنکریوں کے پھینکنے کے وقت غسل کرنا مسنون ہے۔ جمار الثلاث یہ ہیں۔ جمرۃ الکبریٰ جو
مسجد خیف کے نزدیک ہے پھر جمرۃ الوسطیٰ اور پھر جمرۃ العقبہ تشریق کے تین دنوں میں ہر روز کے رمی جمار کے لیے
غسل کیا جائے لیکن یوم نحر (عید اضحیٰ) میں رمی جمار عقبہ کے لیے اس لیے غسل نہ کیا جائے کہ یہ غسل وقوفِ مشعر الحرام
یا عید کے غسل کے قریب ہو جاتا ہے اگر وقوف کے لیے یا عید کے لیے غسل نہ کیا گیا ہو تو جمارِ عقبہ کے لیے غسل کرنا مسنون
ہے۔ وقت اس غسل کا وقت گو فجر سے شروع ہوتا ہے مگر زوال کے بعد تک تاخیر کرنے میں فضیلت ہے۔

مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لیے غسل کرنا مسنون ہے۔ بیجوری کا قول ہے کہ حرمِ مدینہ میں داخل ہونے کے لیے
بھی غسل مسنون ہے مگر بجیرمی نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ شہر مدینہ اور حرم مدینہ میں فرق یہ ہے کہ حرم بہ نسبت شہر کے
زیادہ وسیع رقبہ رکھتا ہے اور یہی صورت مکہ مکرمہ کے حرم اور شہر کی ہے۔

تیمم

شرائط، فرائض، سنن اور مبطلات۔

تیمم کے معنی قصد اور ارادے کے ہیں اور شرع میں خاص شرائط پر وضو یا غسل کے عوض چہرے اور ہاتھوں کو پاک مٹی کے پہنچانے
کے ہیں۔ آیت۔ (پ ۶ ع ۱) وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا۔ اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو تو پس تیمم

شخص کے ذمّہ دو غسل ہونگے غسل واجب حدثِ اکبر کے لیے اور غسلِ مسنون قبولِ اسلام کے لیے لہٰذا ان دونوں کی نیّت ایک ساتھ کرکے غسل کیا جائے تو ہر دو غسل حاصل ہونگے ورنہ جس غسل کی نیت کیجائے وہی غسل حاصل ہوگا۔ واجب کی نیّت سے مندوب اور مستحب کی نیّت سے واجب حاصل نہیں ہوسکتا۔ اگر کافر کلمۂ شہادت کی تلقین کرانے کی درخواست ایسے شخص سے کرے جو نماز میں ہو تو اس کو اس غرض کے لیے نماز کا توڑنا واجب ہے جیسا کہ ڈوبتے کو بچانے کے لیے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص توبہ کرنے کے لیے آئے تو توبہ کرانے میں تاخیر کرانا بھی حرام ہے اس لیے کہ گناہ سے توبہ فی الحال واجب ہے۔

مجنون اور مغمی [10] ۔ جب افاقہ ہوجائے تو ان کے لیے غسل مسنون ہے۔ مجنون کے لیے غسل اس وقت مسنون ہوگا جبکہ جنون منقطع ہوجائے اور بے ہوشی کے لیے کسی مدت کی قید نہیں ایک لحظہ بے ہوشی بھی کافی ہے۔ ان دونوں کو رفع جنابت کی نیّت کرنا چاہئے جیسا کہ شافعی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ قَلَّ مَنْ جُنَّ اُوْ اُغْمِيَ عَلَيْهِ اِلَّا وَ اَنْزَلَ۔ کسی شخص پر جنون یا بے ہوشی طاری نہیں ہوتی مگر منی خارج ہوتی ہے۔ جنون اور بے ہوشی کے علاوہ دوسرے غسلوں میں جس سبب کی وجہ سے غسل کیا جائے اس کی نیت کی جائے جیسا کہ نَوَيْتُ غُسْلَ الْجُمُعَةِ۔ جنون یا بے ہوشی میں جب کبھی افاقہ ہو غسل مسنون ہوگا۔ یہ غسل مسنون صرف اُسی صورت میں ہے جبکہ انزال متحقق نہ ہو۔ اگر یہ معلوم ہو کہ جنون یا بے ہوشی کی حالت میں انزال بھی ہوا تھا تو غسل واجب ہوجائیگا اور دو غسل اس کے ذمّے ہونگے، غسل واجب جنابت کی وجہ سے اور غسل مسنون، جنون یا بے ہوشی کی وجہ سے اور دونوں کی نیّت سے ایک غسل کیا جائیگا۔

احرام [11] کے ارادے کے وقت غسل مسنون ہے۔ حج یا عمرہ یا دونوں کے لیے یا مطلق نیّت کرنے کو احرام کہتے ہیں۔ بالغ اور نابالغ، ممیز اور غیر ممیز، مجنون اور عاقل، آزاد اور غلام، مرد اور عورت خواہ حیض و نفاس کی حالت میں ہو ان سب کے لیے احرام کا غسل مسنون ہے۔ غیر ممیز اور مجنون کو ان کا ولی غسل کرائیگا۔ وقت اس غسل کا وقت احرام کے ارادے کے ساتھ شروع ہوتا ہے اور احرام کر لینے پر خارج ہوتا ہے۔

مکّہ [12] میں داخل ہوتے وقت غسل کرنا مسنون ہے اور یہ بھی مسنون ہے کہ ذی طوی میں غسل کیا جائے۔ طوی با ولی کا نام ہے جو اس مقام میں واقع ہے۔ حرم مکّہ میں اور کعبۃ اللہ میں داخل ہونے کے لیے بھی غسل مسنون ہے بشرطیکہ دخول حرم کے لیے مکّہ سے قریب مقام پر غسل نہ کیا گیا ہو۔ ماوردی نے اس شخص کو اس غسل سے مستثنیٰ کیا ہے جو مکّہ سے نکل کر قریب مقام جیسے تنعیم سے احرام کرے اور احرام کے لیے غسل کرے اس لیے کہ دو غسل قریب ہوجاتے ہیں۔ اس غسل سے وہ شخص بھی مستثنیٰ ہے جس نے جمعہ یا عید کے لیے غسل کیا ہو۔ اصول یہ ہے کہ اگر دو غسل ایک دوسرے سے قریب واقع ہو رہے ہوں تو دوسرا غسل اس وقت تک مسنون نہیں ہے جب تک کہ جسم کی بو میں تغیر نہ پیدا ہو ورنہ دوسرا غسل بھی مندوب ہوگا۔ تنعیم کی قید سے وہ احرام خارج ہوجاتا ہے جو حدیبیہ یا جعرانہ میں کیا جائے۔ ان دو مقامات میں غسل کیا جائے تو دخولِ مکّہ کے لیے پھر غسل مسنون ہوگا۔ یہ غسل محرم اور حلال دونوں کے لیے مسنون ہے۔ محرم میں وہ شخص داخل ہے جس نے حج یا عمرہ یا دونوں کے لیے یا مطلق احرام کی نیت کی ہو

شروع کرتے ہیں اور وہ پانی کے استعمال سے معذوری ہے حسّی ہو یا شرعی۔

عذر بسبب سفر یا مرض میں عذر کی موجودگی اور تحقیق ضروری ہے۔ عذر سے مراد یہ ہے کہ پانی کے استعمال کرنے میں عجز اور
مجبوری ہو۔ سفر کے سبب کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ سفر میں عام طور پر پانی کی فراہمی میں دشواری ہوتی ہے خاص طور پر ریگستانی
ممالک میں ورنہ اس مسئلہ کا دار و مدار پانی کے فقدان پر ہے خواہ سفر میں ہو یا حضر میں اور اس کو عذرِ حسّی کہتے ہیں مقیم کے
لیے پانی کے نہ ملنے کے عذر پر تیمم جائز نہیں ہے اس لیے اس کو تیمم کر کے نماز پڑھنے کے باوجود نماز کا اعادہ کرنا اور قضا پڑھنا لازم
ہے۔ پانی کا فاصلہ حدِ قربت سے زیادہ ہو تو بھی مقیم کو پانی لانا چاہیے البتہ پانی کے لیے سفر اختیار کرنے پر وہ مجبور نہیں ہے اس لہ مٹ۹
لیے کہ یہ قول بھی عام ہے کہ جو لوگ ایسے جنگل میں رہتے ہیں جہاں پانی نہ ہو تو ان پر نقلِ مقام لازم نہیں ہے۔ عذر بسببِ مرض
کا مطلب یہ ہے کہ پانی کے استعمال سے کوئی مرض پیدا ہو، کسی مرض میں زیادتی ہو، صحت یابی میں تاخیر ہو یا کسی ظاہری عضو
میں بدنما عیب پیدا کرے۔ ظاہری عضو سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہیں اور باطنی اعضا اس کے سوا ہے۔ اس بارے میں طبیب
کی رائے پر یا اپنی واقفیت پر عمل کرنا ہوگا۔ یہ عذرِ شرعی ہے۔ ان دونوں عذرات کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کشتی میں
سوار ہو اور دریا یا سمندر سے پانی لینے میں اس کو ڈوبنے کا خوف ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے اور اس نماز کا اعادہ نہیں ہے
خطیب کا قول ہے کہ آخرِ وقت پانی کے ملنے کا یقین ہو تو اس کا انتظار افضل ہے بہ نسبت اس کے کہ تیمم کر کے اوّلِ وقت
نماز پڑھے۔ شرح بہجہ میں لکھا ہے کہ وضو پر قدرت ہونے کی صورت میں تیمم جائز نہیں ہے۔ شیخ ابو شجاع اور ابن قاسم نے مرض
عذرِ سفر کو شرطِ تیمم قرار دیا تھا لیکن شیخ ابراہیم بیجوری نے یہ توجیہہ کی ہے کہ سفر میں عموماً پانی کا فقدان ہوتا ہے اس لیے
سفر کو شرط قرار دیا گیا۔

۲۔ **دخولِ وقتِ نماز**۔ تیمم، نماز کا وقت ہونے پر کیا جائیگا۔ وقت سے قبل تیمم صحیح نہیں ہے وقت ہونے کی نسبت یقین
بھی ہو اگر وقت کی نسبت شک ہو اور حقیقت میں وقت ہو چکا ہو تو بھی تیمم صحیح نہ ہوگا۔ وقت پر تیمم کرنے کے بعد نماز پڑھنے
میں تاخیر کرنا بھی جائز ہے بخلاف دائم الحدث کے۔ وقت میں وقتِ عذر بھی شامل ہے اگر ظہر اور عصر کی نمازوں کی جمع بہ تقدیم ۲
کی جائے تو ظہر کی نماز کے بعد ہی عصر کے لیے تیمم کیا جائیگا اور اسی طرح مغرب کے بعد عشا کے لیے۔ بدن سے نجاست کا ازالہ
کرنے سے قبل تیمم صحیح نہیں ہو سکتا اس میں صرف بدن سے نجاست کے ازالہ کی قید ہے۔ لباس اور مکان کی طہارت
کی قید نہیں ہے۔ نمازِ جنازہ کا وقت، میّت کو غسل دینے یا تیمم کرانے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ استسقاء کا وقت ارادے
کے ساتھ شروع ہوتا ہے کسوف و خسوف کا وقت، آغازِ تغیر کے ساتھ۔ مطلق نفل کا وقت نفل کے ارادے کے ساتھ اور
سجدۂ تلاوت کا وقت سجدے کے ارادے کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔

اختلاف۔ دخولِ وقت کی قید امام احمد اور امام مالک رضی اللہ عنہما نے بھی قرار دی ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا
قول ہے کہ دخولِ وقت کے پہلے بھی تیمم صحیح ہو سکتا ہے اس لیے کہ ان کے پاس تیمم مطلق جائز ہے۔

کرو پاک مٹی سے۔ پاک سے مراد وہ مٹی ہے جو پاک ہو اور پاک کرنے والی ہو مسلم نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَتُرْبَتُهَا طَهُورًا۔ بنائی گئی زمین میرے لیے مسجد (سجدہ گاہ) اور اس کی مٹی پاک کرنے والی اس حدیث کے الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ تیمم اس امت کی خصوصیات میں سے ہے تاکہ ہر حالت اور ہر وقت طہارت سے محروم نہ رہے ورنہ دوسری امتوں کو پانی کے بغیر طہارت حاصل نہیں ہو سکتی تھی اسی حدیث سے ایک دوسرا امر بھی مترشح ہوتا ہے کہ امتِ محمدی کے لیے زمین کا ہر حصہ سجدہ گاہ ہو سکتا ہے بخلاف دوسری امتوں کے جو بحالتِ قیام صرف اپنے معابد اور کنیسوں میں عبادت کر سکتے تھے البتہ بحالتِ سفر ان کو بھی عبادت کے لیے معابد کی قید نہ تھی۔ عمرو بن عاص سے روایت کی گئی ہے کہ جنگِ ذاتِ سلاسل کی ایک جاڑے کی رات میں انہیں احتلام ہوا اور خوف تھا کہ غسل کریں تو نقصان پہنچے گا انھوں نے تیمم کر کے ساتھیوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ ساتھیوں نے اس واقعہ کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا صَلَّيْتَ بِأَصْحَابِكَ وَأَنْتَ جُنُبٌ۔ کیا تم نے جنابت کی حالت میں ساتھیوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ عمرو بن عاص نے عرض کیا میں نے سنا ہے اللّٰهَ يَقُولُ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا (پ ۴)۔ میں نے اللہ کو یہ کہتے سنا! ورنہ ہلاک کرو تم اپنے آپ کو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور کچھ نہ کہا۔ کثرتِ اتفاق اس پر ہے کہ تیمم ہجرت کے چھٹے سال فرض کیا گیا اور بعض کا قول ہے کہ چوتھے سال بعض کا قول ہے کہ تیمم مطلق رخصت ہے خطیب نے اس قول کی تائید کی ہے رخصت اس آسانی پیدا کرنے والے حکم کو کہتے ہیں جو کسی عذر کی وجہ سے باوجود بقائے اصل حکم کا ۔۔۔ قائم رہتے دیا جائے! بوحامد نے لکھا ہے کہ حکم قضا کے اسقاط کو رخصت کہتے ہیں اردو زبان میں رخصت کا مفہوم اجازت ہے کہ لفظ سے ٹھیک ادا ہوتا ہے بعض نے تیمم کو عزیمۃ یعنی مقرر کی ہوئی چیز بیان کیا ہے بعض نے ان دونوں اقوال کو اس طرح ملایا ہے کہ پانی کے نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا جائے تو وہ عزیمت ہے اور اگر پانی کی موجودگی میں کسی دوسرے عذر کی وجہ سے تیمم کیا جائے تو وہ رخصت ہے۔ بجیرمی نے اس قول کی تائید کی ہے۔ مٹی پہنچانے کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ فاعل کے فعل کی ضرورت ہے۔ اگر ہوا کے جھونکے سے مٹی اور غبار آپ سے آپ پہنچ جائے اور تیمم کی نیت کر کے اس پر ہاتھ پھیرے تو کافی نہیں ہے۔ مٹی کے لیے قید ہے کہ پاک ہو اور پاک کرنے والی ہو۔ شرائط سے مراد وہ امور ہیں جو لابدی اور ضروری ہیں اور اس میں ارکان بھی داخل ہو جاتے ہیں۔ تیمم کا بیان وضو اور غسل کے بعد اس لیے ہے کہ تیمم ان دونوں کا بدل ہو سکتا ہے۔ تیمم کے متعلق چار امور بیان کیے جا سکتے ہیں۔ شرائط، فرائض، سنن اور مبطلات۔

شرائطِ تیمم کی پانچ شرائط ہیں۔ عذر بسبب سفر یا مرض۔ دخولِ وقتِ نماز۔ طلبِ آب۔ پانی کا استعمال دشوار ہو اور مٹی پاک کرنے والی ہو۔ ان پانچ امور میں صرف ایک امر نماز کا وقت ہونے کی ۔۔۔ شرط ہے اور دوسرے امور اسباب ہیں جیسا کہ عذر بسبب سفر یا مرض اور ان سب کو شرائط میں شمار کیا گیا ہے۔ نووی نے تین امور بیان کیے ہیں۔ پانی کا میسر نہ آنا۔ پانی کی حاجت اور پانی کے استعمال میں خوف بعض نے سات امور اور بعض نے اکیس امور بیان کیے ہیں اور یہ ۔۔۔ کہ سب ایک ہی سبب کی طرف

۵۔ **پاک مٹی** ہو اور اس میں غبار ہو۔ مٹی سے مراد ہر قسم کی مٹی ہے سوائے اس مٹی کے جو پتھر بن گئی ہو اور جس میں غبار نہ ہو۔ ارمنی مٹی سے، جس سے علاج کیا جاتا ہے، تیمم ہو سکتا ہے۔ جلی ہوئی مٹی سے تیمم ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس میں اڑانے کی قوت زایل نہ ہوئی ہو۔ پاکت سے مراد یہ ہے کہ پاک کرنے والی ہو۔ مستعملہ مٹی پاک ہے مگر پاک کرنے والی نہیں ہے۔ مٹی گیلی نہ ہو اس لیے کہ گیلی مٹی جسم کو چمٹ جاتی ہے اور اس میں غبار نہیں ہوتا۔ چونا، ریت، آٹا یا ایسی چیز جو چمٹنے والی ہو مٹی میں ملی ہوئی نہ ہو۔ مٹی کی قید سے چونا اور ٹھیکری کا برادہ خارج ہو جاتا ہے۔ مٹی کے پاک ہونے کی قید سے نجس مٹی خارج ہو جاتی ہے۔ مستعملہ مٹی سے تیمم نہیں ہو سکتا۔ مستعملہ مٹی وہ ہے جو ازالۂ نجاست میں استعمال کی گئی ہو یا خود تیمم میں استعمال کی گئی ہو۔ تیمم کی مستعملہ مٹی صرف اس مٹی کو کہتے ہیں جو جسم کو لگے یا تیمم کرتے وقت جسم سے گرے۔ اس کا نتیجہ یہ کہ ایک ہی تھوڑی سی مٹی سے متعدد مرتبہ اور متعدد اشخاص تیمم کر سکتے ہیں۔ ابی جہم کی یہ حدیث کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیوار کے پاس گئے اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا، اس امر پر محمول ہے کہ دیوار پر غبار تھا اور دیوار خود مٹی کی تھی جس سے غبار حاصل ہو سکتا ہے۔

اختلاف۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے درخت اور پودے وغیرہ جیسے چیزوں کو بھی جایز قرار دیا جو زمین سے متصل ہیں۔ ابو حنیفہ نے بجری اور ابو محمد رضی اللہ عنہما نے اس چیز کو جایز رکھا جو زمین کی جنس سے ہو جیسا کہ سنگ (ہڑتال)، اور امام احمد اور ابو یوسف نے اس چیز کو بھی جایز رکھا جس میں غبار نہیں ہے جیسا کہ سخت پتھر۔

فرایض۔ تیمم کے پانچ فرایض ہیں: نیت۔ چہرے کا مسح۔ دونوں ہاتھوں کا مسح کہنیوں سمیت۔ چہرے اور ہاتھوں کے لیے علحدہ مٹی پر ہاتھ مارنا بھی فرض ہے اور ترتیب۔ فرایض سے مراد ارکان ہیں جو تیمم کی ماہیت کے اجزا ہیں۔ نقل یعنی مسح کے عضو کو مٹی کی منتقلی کو تیمم کے فرایض میں شریک کر کے منہاج میں تیمم کے پانچ فرایض بتائے گئے ہیں۔ مٹی کی منتقلی کے قصد و ارادے کو اضافہ کر کے مجموع میں تیمم کے چھ فرایض بیان کیے گئے ہیں۔ یہ قصد نیت تیمم سے جداگانہ ہے۔ روضہ میں اس پر ایک اور امر، مٹی کا اضافہ کر کے سات فرایض درج کیے گئے ہیں۔ خطیب نے منہاج کی تائید کرتے ہوئے دلیل پیش کی ہے کہ تیمم میں مٹی کو رکن قرار دینے سے وضو میں پانی کو بھی رکن قرار دینا ہوگا اور نقل میں قصد داخل ہے جو نیت کے مقارن ہے۔ بجیرمی نے روضہ کی تائید کی ہے۔ بہر حال غلبۂ آرا اس پر ہے کہ نقل فرایض میں داخل ہے۔

۱۔ **نیت**۔ وضو کے بیان میں نیت کی تفصیل درج ہے۔ نماز کے مباح ہونے کی نیت یا کسی دوسرے امور کے مباح ہونے کی نیت جو طہارت پر موقوف ہیں، فرایض تیمم میں داخل ہے۔ نَوَيْتُ اسْتِبَاحَةَ فَرْضِ الصَّلَاةِ۔ میں فرض نماز کے مباح ہونے کی نیت کرتا ہوں۔ نَوَيْتُ اسْتِبَاحَةَ نَفْلِ الصَّلَاةِ۔ میں نفل نماز کے مباح ہونے کی نیت کرتا ہوں۔ نَوَيْتُ اسْتِبَاحَةَ حَمْلِ الْمُصْحَفِ۔ میں قرآن مجید کے اٹھانے کے مباح ہونے کی نیت کرتا ہوں۔ اور اسی طرح دوسری نیتیں۔ عام نیت بھی کی جا سکتی ہے، جیسے نَوَيْتُ الِاسْتِبَاحَةَ مُفْتَقِرًا إِلَى طُهْرٍ۔ میں ایسے امر کے مباح ہونے کی نیت کرتا ہوں جو طہارت پر موقوف ہے۔ نماز

۳ طلبِ آب یعنی پانی کا تلاش کرنا نماز کا وقت ہونے کے بعد اس شرط کی تعمیل اس وقت کی جائیگی جبکہ اس مقام پر پانی کے فقدان کا یقین نہ ہو۔ پانی کے فقدان کی نسبت یقین ہو تو پانی کی تلاش کرنے کے بغیر تیمم کیا جا سکتا ہے۔ پانی کی تلاش کے لیے قید ہے کہ وقت ہونے کے بعد تلاش کی جائے۔ وقت ہونے سے قبل تلاش کرنا کافی نہیں ہے۔ پانی کی تلاش اپنے مسکن میں اور ساتھیوں کے پاس کی جائے۔ مسطح میدان ہو اور درخت وغیرہ مانعِ نظر نہ ہوں تو چاروں جہات میں نظر دوڑائی جائے۔ خاص طور پر اُن مقامات پر جہاں سبزی ہو یا پرند دکھائی دیں نشیب و فراز کے مقام پر حدِ نظر تک تردد کیا جائے۔ حدِ نظر میں نظر سے مراد معتدل نظر ہے معتدل نظر کی حد تیر کی زد کی حد اور آواز کی حد مترادف ہیں۔ حدِ نظر کا فاصلہ نصف فرسخ یعنی ڈیڑھ میل سے کم ہوگا اور اس کا منشا یہ ہے کہ حدِ نظر تک تمام جہات میں تردد کرنا واجب ہے بعض کا قول ہے کہ اگر قریب میں کوئی ٹیلہ وغیرہ ہو تو اس پر چڑھ کر اطراف نظر دوڑانا کافی ہے۔ حدِ قُرب نصف فرسخ یعنی ڈیڑھ میل کے فصل کو کہتے ہیں اور یہ حدِ نظر سے زیادہ ہے۔ حدِ قرب تک تلاش کرنا واجب نہیں ہے اگر اس فصل میں پانی کی موجودگی کا یقین ہو تو واجب ہے۔ حدِ بُعد نصف فرسخ ڈیڑھ میل سے زیادہ فصل کو کہتے ہیں۔ حدِ بُعد تک پانی کا تلاش کرنا مطلق واجب نہیں ہے۔ تلاش کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ جان و مال کے لیے کوئی خطرہ نہ ہو۔ پانی کی دستیابی کا یقین ہونے کے بعد بھی اس کے لانے میں جان اور مال کی نسبت خطرہ نہ ہونے کی قید ہے خطیب نے لکھا ہے کہ پانی قلیل مقدار میں ہو طہارت کے لیے کافی نہ ہو تو اس کا استعمال بعض اعضائے وضو میں بلحاظِ ترتیب واجب ہے اور غسل میں بغیر ترتیب کے۔ حدیث اِذَا اَمَرْتُکُمْ بِاَمْرٍ فَاْتُوا مِنْہُ مَا اسْتَطَعْتُمْ جب میں تم کو کسی کام کے لیے حکم دوں تو تم سے جس قدر ہو سکے کرو۔ اس قلیل پانی کا استعمال پہلے ہوگا اور اس کے بعد تکمیل کے لیے تیمم کرنا ہوگا۔ اگر بدن پر نجاست ہو تو اس پانی سے پہلے نجاست دور کی جائے گی۔

۴ دشواریِ استعمال پانی کا استعمال اس طرح دشوار ہو کہ جان کے جلنے یا کسی عضو کے بے کار ہو جانے کا خوف ہو۔ یہ چوتھی شرط پہلی شرط سے زیادہ عام ہے۔ بجیرمی کی رائے ہے کہ اس چوتھی شرط کا جزوِ اوّل "دشواریِ استعمال" پہلی شرط میں اور جزو دوم "پانی کی حاجت" تیسری شرط میں شامل ہے اور حقیقت میں غور کیا جائے تو جملہ شرائط تین ہیں۔ پانی کے استعمال میں مجبوری حسّی ہو یا شرعی۔ دخولِ وقت اور پاک مٹی۔ عذر میں ایسی صورت بھی داخل ہے جس میں پانی قریب ہو لیکن اس کی طرف جانے میں جان یا مال کو مضرت پہنچنے یا ساتھیوں کے چھوٹ جانے کا خوف ہو اس میں وہ پانی بھی داخل ہے جو سبیل یعنی پینے کے لیے رکھا گیا ہے۔ آبِ سبیل سے وضو کرنا جائز نہیں ہے۔ طلب کے بعد پیاسے اور محترم حیوان یا سواری کے جانور کے لیے اس پانی کی ضرورت ہو تو پانی کی موجودگی کے باوجود تیمم کیا جائے گا اور اگر قافلہ میں کوئی شخص پیاسا ہو تو ایسے پانی کو طہارت میں استعمال کرنا حرام ہے۔ پیاسا شخص پانی کے مالک سے قیمت پر پانی جبراً بھی حاصل کر سکتا ہے۔

محترم اس حیوان کو کہتے ہیں جس کا قتل کرنا جائز نہ ہو۔ محترم میں ماکول اور غیر ماکول دونوں داخل ہیں اور غیر ماکول کی ایک مثال شکاری کتا اور وہ کتا ہے جو حفاظت کرتا ہے دیوانہ کتا محترم نہیں ہے اور اس کتے کی نسبت اختلاف ہے جو کسی کام کا نہیں ہے۔

لِلْيَدَيْنِ۔ تیمم دو مرتبہ ہاتھ مارنے سے ہوتا ہے ایک مرتبہ چہرے کے لیے اور ایک مرتبہ ہاتھوں کے لیے۔ مٹی پر دو مرتبہ ہاتھ مارنا فرض ہے مٹی ایسی ہاں ہو کہ اس پر ہاتھ رکھنے پر مٹی ہاتھ کو لگ جائے تو کافی ہے۔ ہاتھ کا مٹی پر مارنا ہی ضروری نہیں ہے۔

اختلاف! امام مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ہاتھوں کے مسح میں کہنی داخل نہیں ہے۔

۴۔ **ترتیب** یعنی پہلے چہرے کا مسح اور بعد میں ہاتھوں کا مسح کرنا واجب ہے تیمم حدث اصغر کی وجہ سے ہو یا حدث اکبر کی وجہ سے یا غسل مسنون یا وضوء مجدد کے عوض۔ ترتیب قایم نہ رہے تو تیمم صحیح نہ ہوگا۔ ترتیب کی قید مسح میں ہے مٹی کے لینے میں ترتیب کی قید نہیں ہے اس لیے کہ اصلی فرض مسح ہے اور مٹی کی منتقلی صرف ذریعہ ہے۔ خلاف ورزی ترتیب کا اثر ہاتھوں کے مسح پر ہوگا، چہرے کا مسح صحت پر قایم رہے گا اور صرف ہاتھوں کے مسح کا اعادہ کرنا ہوگا۔

سُنَنِ تیمم تین ہیں تسمیہ۔ داہنے ہاتھ کا مسح بائیں سے قبل اور موالات۔ تیمم میں بہت سی باتیں مسنون ہیں اور ان میں سے تین کا ذکر ابوشجاع نے کیا ہے اس کے بعد مزید سنتیں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ **تسمیہ** اوّل اور اکمل تسمیہ کی تفصیل سنن غسل میں بیان کی جا چکی ہے تیمم کرتے وقت آغاز میں تسمیہ کہنا سنت ہے اگرچہ کہ جنابت یا حیض کی حالت میں ہو۔

۲۔ **تیامن** داہنے ہاتھ کا مسح بائیں ہاتھ سے قبل کرنا مسنون ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی انگلیاں انگوٹھے کے سوائے داہنے ہاتھ کی انگلیوں کی پشت پر انگوٹھے کو چھوڑ کر اس طرح رکھی جائیں کہ بائیں ہاتھ کی کلمہ کی انگلی سے خارج نہ ہوں اور بائیں ہاتھ کو داہنے ہاتھ پر سے پونچے تک لے جانے کے بعد انگلیوں کو کلائی کے آخری حصہ پر موڑ دیا جائے اور کہنی کو پہنچنے کے بعد بائیں پنجے کو پھیر کر داہنے ہاتھ کی کلائی کے باطنی حصہ پر لا کر اس پر سے پونچے تک لے جائے اور بائیں انگوٹھے کو داہنے انگوٹھے پر پھیرا جائے اور اسی طرح داہنے انگوٹھے کو بائیں انگوٹھے پر پھیرا جائے اور داہنے ہاتھ کی طرح بائیں ہاتھ کے مسح کی تکمیل کی جائے اور آخر میں دونوں ہتھیلیوں کو ملایا جائے۔ چہرے کے اعلیٰ حصہ کا مسح اسفل حصہ سے پہلے کرنا بھی مسنون ہے۔

۳۔ **موالات** پیاپے بغیر فصل کے مسح کرنا مسنون ہے۔ تیمم اور نماز کے درمیان بھی موالات مسنون ہے تاکہ ان سے اختلاف نہ ہو جنھوں نے اس کو واجب قرار دیا ہے۔ اس اصول کے تحت دائم الحدث کے تیمم میں دونوں قسم کی موالات واجب ہے جیسا کہ تنگی وقت نماز کی صورت میں، خواہ تیمم ہو یا وضو۔

سُنَنِ دیگر جو ابن قاسم، خطیب، بیجوری اور بجیرمی نے بیان کیے ہیں حسب ذیل ہیں۔

خاتم یعنی انگوٹھی کو مٹی پر پہلے ضرب کے وقت نکال دینا مسنون ہے لیکن دوسرے ضرب کے وقت انگوٹھی کا نکالنا واجب ہے اس لیے کہ ہاتھ کے مسح میں انگوٹھی کے نہ نکالنے کی وجہ سے نقص رہ جاتا ہے۔ **تفریق** یعنی انگلیوں کو مٹی پر ہاتھ مارتے وقت کھلی رکھنا مسنون ہے تاکہ غبار اچھی طرح اٹھے۔ تخفیف یعنی مٹی پر ہتھیلیوں سے کم کرنا مسنون ہے اور اس کے لیے ہاتھوں کو جھٹکا جا سکتا ہے۔ **تخلیل** ہاتھوں کے مسح کے بعد انگلیوں کی تخلیل مسنون ہے۔ [illegible] انگلیاں

کی قید کے بغیر محض تیمم کی نیت کافی نہیں ہے اور پھر فرض کی قید کے بغیر مطلق نماز کی نیت کے ساتھ صرف نفل نماز پڑھی جاسکتی ہے محض "فرض تیمم" کی نیت بھی صحیح نہیں ہوسکتی اس لیے کہ تیمم مقصودِ اصلی نہیں ہے بلکہ تیمم ایک ضرورت کی طہارت ہے۔ اگر سفر کی حالت میں جنابت کا علم نہیں ہوا اور بعض دفعہ وضو کر کے اور بعض دفعہ تیمم کر کے نماز پڑھی گئی اور بعد میں ظاہر ہوا کہ جنابت واقع ہوئی تھی تو اُس نماز کا اعادہ کیا جائیگا جس کو وضو کے ساتھ ادا کیا گیا تھا اور اُس نماز کا اعادہ نہ کیا جائیگا جس کو تیمم کے ساتھ ادا کیا گیا تھا اس لیے کہ وضو سے غسل کی ضرورت رفع نہیں ہوسکتی البتہ تیمم سے غسل اور وضو دونوں کی ضرورتیں رفع ہوسکتی ہیں۔

مدارجِ نیت تیمم سے جو امور مباح ہوتے ہیں وہ نوعیتِ نیت پر موقوف ہیں اور نیت کے تین مدارج ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ فرض نماز، فرض طواف اور خطبۂ جمعہ کی نیت سے تیمم کیا جائے خطبۂ جمعہ چونکہ دو رکعتوں کے مساوی ہے اس لیے اسکو فرض نماز کی اہمیت دی گئی ہے دوسرا درجہ نفل نماز، نفل طواف اور نمازِ جنازہ کی نیت کا ہے۔ نمازِ جنازہ گو فرضِ کفایہ ہے لیکن نفل کے مساوی اس لیے ہے کہ نمازِ جنازہ کا ترک کرنا جائز ہے۔ تیسرا درجہ امورِ مصرحۂ بالا کے سوا کسی دوسری غرض سے نیت کی جائے جیسے سجدۂ تلاوت اور شکر، اعتکاف، قرائتِ قرآن، حملِ مصحف اور تمکینِ حلیل۔ نیت درجۂ اول کے ساتھ صرف ایک امر مندرجۂ مذکور کی ادائی مباح ہوگی اگرچہ نیت میں اس کی تخصیص نہ کی گئی ہو اس لیے عام اصول یہ ہے کہ ہر نمازِ فرض کے لیے ایک مرتبہ تیمم کیا جائیگا لیکن نمازِ جمعہ کے لیے تیمم کیا جائے تو نمازِ جمعہ کے ساتھ بصورتِ ضرورت فرضِ ظہر بھی پڑھی جاسکتی ہے ایسی نیت کے ساتھ جملہ امورِ مندرجۂ درجۂ دوم اور سوم بھی ادا کیے جاسکتے ہیں دلیل یہ ہے کہ نفل فرض کے تابع ہے اور جو طہارت اصل کے لیے کافی ہے تابع کے لیے بدرجۂ اولیٰ کفایت کرسکتی ہے۔ درجۂ دوم میں سے کسی امر کے مباح ہونے کی نیت کی جائے تو درجۂ دوم اور درجۂ سوم کے مندرجہ جملہ امور کی ادائی مباح ہوتی ہے مگر درجۂ اول کا کوئی امر مباح نہیں ہوسکتا۔ درجۂ سوم میں سے کسی امر کے مباح ہونے کی نیت سے تیمم کیا جائے تو صرف درجۂ سوم کے مندرجہ جملہ امور مباح ہوتے ہیں اور درجۂ اول اور درجۂ دوم کے مندرجہ کسی امر کی ادائی نہیں ہوسکتی۔ **خلاصہ** یہ کہ فرض نماز کی نیت کے ساتھ تیمم کیا جائے تو فرض اور نفل دونوں نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں اور قرآنِ مجید بھی اٹھایا جاسکتا ہے مگر حملِ مصحف کی نیت کے ساتھ کوئی نماز نہیں پڑھی جاسکتی۔ **نقل** سے مراد مٹی کو مسح کے عضو کو منتقل کرنا ہے اور نقل کے وقت صرف قصد کی ضرورت ہے عضو کے تعین کی قید نہیں ہے بعض فقہا نے نقل کو مستقل فرض قرار دیا ہے جس کی تصریح اوپر بیان ہوچکی ہے۔ **استحضارِ نیت** چہرے کے کسی حصہ کا مسح کرتے وقت نیت کا ذہن میں رہنا کافی ہے۔ قدرت ہونے کے باوجود دوسرے شخص سے مسح کرانے میں کراہت ہے لیکن بصورتِ عذر واجب ہے۔

۲-۳- مسح چہرے اور ہاتھوں کا کہنیوں سمیت فرض ہے آیت۔ فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ۔ پس تم چہروں اور ہاتھوں کو مسح کرو مٹی بالوں کے اُوگنے کی جگہ پہنچانا واجب نہیں ہے ورنہ ... ہے۔ ہاتھوں کے مسح میں کہنی بھی اصل ہے۔ **ضربتین مسح** کے لیے دو مرتبہ مٹی پر ہاتھ مارنا فرض ہے۔ حدیث۔ اَلتَّيَمُّمُ ضَرْبَتَانِ ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ وَضَرْبَةٌ

مراد یہ ہے کہ نماز پڑھنے کی حالت میں نہ ہو۔ نماز پڑھنے کے وقت اور مقام پر پانی ملنے کی ب... گمانِ غالب ہو اور تیمم کرکے نماز میں داخل ہونے کے بعد پانی مل جائے تو تیمم برخاست ہو جائے گا! اس لیے کہ ایسے موقع پر نماز پڑھنے کے باوجود وہ نماز ساقط نہیں ہوتی اور اس کا قضا پڑھنا لازم آتا ہے۔ اگر موقع ایسا ہو جہاں پانی کے ملنے کی ... گمانِ غالب ہو یا ملنے اور نہ ملنے کے دونوں پہلو برابر ہوں اور تیمم کرکے نماز میں داخل ہونے کے بعد پانی کی موجودگی کا علم ہو تو تیمم قایم رہے گا۔ جہاں پانی کے فقدان میں، تیمم کے ساتھ نماز پوری ادا ہو سکتی ہے اور قضا کی ضرورت باقی نہیں رہتی تب بھی افضل یہ ہے کہ پانی کے ملنے پر نماز توڑ دی جائے اور وضو کے ساتھ ادا کی جائے بشرطیکہ وقتِ نماز میں گنجایش ہو تاکہ ان کے خلاف نہ ہو جنھوں نے نماز کے اِتمام کو حرام کہا ہے۔ اگر وقت میں گنجایش نہ ہو تو نماز کا توڑنا حرام ہے۔ اگر قرآن پڑھتے وقت پانی مل جائے تو تیمم برخاست ہو جائیگا۔

مرض۔ صحت یابی میں تاخیر، تکلیف میں زیادتی اور کسی ظاہری عضو میں بدنمائی کا احتمال، یہ سب امور عذرِ مرض میں داخل ہیں۔

۲۔ رِدّت۔ نعوذ باللہ۔ کوئی شخص ارتداد کرے اور اسلام سے انحراف کرے تو تیمم برخاست ہو جاتا ہے۔

فرض۔ ہر فرض نماز کے لیے علیحدہ تیمم کیا جائے اس لیے کہ تیمم کی طہارت کمزور مانی گئی ہے اور دو فرایض کی ادائی کی صلاحیت اس میں نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ابتداءً ہر فرض نماز کے لیے ایک وضو واجب تھا لیکن بعد میں وضو کی حد تک اس حکم کی تنسیخ کی گئی اور تیمم میں یہ حکم باقی رہا۔ فرایض میں، نماز، طواف اور خطبۂ جمعہ شامل ہیں اور ایک تیمم کے ساتھ نہ تو دو نمازیں فرض اور نہ دو طواف فرض ادا کیے جا سکتے ہیں اور نہ ایک فرض نماز مع ایک فرض طواف کے اور نہ خطبۂ جمعہ مع فرض جمعہ ادا کیے جا سکتے ہیں۔ ایک تیمم سے اصل نماز اور اعادہ کی نماز پڑھی جا سکتی ہیں اس لیے کہ پہلی نماز فرض ہے اور اعادہ کی نماز نفل اسی طرح جمعہ اور اس کے بعد ظہر کی نماز بھی پڑھی جا سکتی ہے اس لیے کہ درحقیقت ان دو نمازوں میں سے لزوم ایک ہی کا ہے اور وہ یا تو جمعہ ہوگی یا ظہر لیکن بطورِ احتیاط دونوں نمازیں پڑھ لی گئیں۔ خطبۂ جمعہ گو فرضِ کفایہ ہے مگر دو رکعتوں کے مساوی ہے۔ جمعہ کے دو خطبے دو فرایض ہیں مگر ایک دوسرے سے متحد ہونے کی وجہ سے فرضِ واحد شمار کیے گئے ہیں۔ عورت اپنے شوہر کی وطی کی اباحت کے لیے تیمم کر سکتی ہے اور ایک تیمم سے ایک سے زیادہ وطی جایز ہے۔

نفل۔ ایک تیمم سے جتنے نوافل چاہیں ادا کیے جائیں! اس کی وجہ یہ ہے کہ نوافل کی تعداد زیادہ ہے۔ اگر ہر نفل کے لیے تیمم واجب ہوگا تو ممکن ہے کہ بعض نوافل ترک کر دیے جائیں یا حرج کا باعث ہوں۔ باوجودِ قدرت، نوافل میں قیام کے ترک کی بھی اجازت ہے۔

جبیرہ

جبیرہ اس پٹی کو کہتے ہیں جو ٹوٹی ہوئی ہڈی کے جوڑنے کے لیے باندھی جاتی ہے۔ اس میں زخم کی دوسری پٹیاں بھی شامل ہیں اور اس کو شرع میں ساتر بھی کہا جاتا ہے۔ **عدمِ ستر**۔ اگر اس عضو پر جس میں تکلیف ہو پٹی نہ ہو اور کھلا ہوا ہو

کھلی رکھی گئی ہوں مگر انگلیوں کو ملا کر رکھا گیا ہو تو پھر انگلیوں کی تخلیل واجب ہے۔ **عدمِ رفع**۔ ایک عضو کے مسح کے درمیان ہاتھ کو نہ اٹھانا مسنون ہے تاکہ ان کے خلاف نہ ہو جنہوں نے اس کو واجب کہا ہے۔ **استقبال**۔ قبلہ رُخ ہو کر تیمم کرنا مسنون ہے۔ **غُرّہ اور تحجیل** مسنون ہے۔ چہرے کے مسح میں سر کے کچھ حصہ تک مسح کرنا غُرّہ اور ہاتھوں کے مسح میں بازو کے کچھ حصہ کو مسح کرنا تحجیل کہلاتا ہے۔ **مسواک** کرنا تیمم سے قبل مسنون ہے اور اس کا محل یہ ہے کہ نقل اور تسمیہ دونوں سے قبل ہو تاکہ نقل اور تسمیہ میں فصل نہ ہو۔ **شہادتین اور دعا** جو وضو کے بعد پڑھی جاتی ہیں تیمم کے بعد بھی مسنون ہیں۔ **نماز دو رکعت** تیمم کے بعد مسنون ہے۔ **سننِ وضو** جس کی تعمیل تیمم میں ہو سکتی ہو ان سب پر عمل کرنا بھی مسنون ہے سوائے [illegible] شکر۔

مبطلاتِ تیمم تین ہیں۔ نواقضِ وضو۔ پانی نظر آجائے غیر حالتِ نماز میں اور ردّت۔ وہ امور جن کے وقوع میں آنے کی وجہ تیمم ٹوٹتا یا ختم ہو جاتا ہے ان کو مبطلات کہا جاتا ہے۔ امر دوم کا تعلق خاص طور پر پانی کے فقدان سے ہے اور امر اول اور سوم عام ہیں پانی کا فقدان ہو یا نہ ہو۔ وضو میں نواقض اور تیمم میں مبطلات کے الفاظ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کی اتباع میں استعمال کیے جاتے ہیں۔

۱۔ نواقضِ وضو۔ وہ امور جن کے وقوع میں آنے پر وضو ٹوٹتا ہے انہی امور سے تیمم بھی ختم ہو جاتا ہے۔ نواقضِ وضو پانچ ہیں اس لیے مبطلاتِ تیمم بھی پانچ ہیں لیکن اجمالی طور پر ان سب کو ایک شمار کیا گیا ہے۔ نواقضِ وضو میں ان کی تفصیل آچکی ہے اس لیے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں البتہ اس قدر صراحت کی جاتی ہے کہ متیمم کو حدث واقع ہو تو اس کا تیمم، جو حدثِ اصغر کی وجہ سے تھا، ٹوٹیگا اور اگر حدثِ اکبر کی وجہ سے ہو تو اس کا تیمم حدثِ اکبر کی نسبت سے باقی رہیگا اور حدثِ اصغر کے تعلق سے ٹوٹ جائے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کو غسل کرنے کے بعد حدث واقع ہوا تو اس پر وہی امور حرام ہونگے جو محدث پر حرام ہو سکتے ہیں اور وہ امور حرام نہ ہوں گے جو جنب پر حرام ہوتے ہیں اس پر نماز، طواف، مسّ و حملِ مصحف حرام ہونگے نہ کہ قرائتِ قرآن یا مسجد میں قیام۔

۲۔ پانی نظر آجائے بیرونِ نماز، تو تیمم ختم ہو جاتا ہے۔ یہاں پانی کے نظر آنے سے مراد یہ ہے کہ پانی دستیاب ہو جائے یا پانی کی موجودگی کا علم ہو۔ پانی کے نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا گیا ہو اور نماز شروع کرنے سے پہلے پانی مل جائے تو تیمم برخاست ہو جائے گا۔ حاکم کی روایت کردہ حدیث ہے۔ اَلتُّرَابُ كَافِيكَ وَلَوْ لَمْ تَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ حِجَجٍ فَإِذَا وَجَدْتَ الْمَاءَ فَأَمِسَّهُ جِلْدَكَ۔ تمہارے لیے مٹی کافی ہے اگرچہ کہ تم کو دس سال پانی نہ ملے پس جب تم کو پانی ملے تو اس سے اپنے بدن کو دھولو۔

اصول یہ ہے کہ مانع متقدم اور مقارن ہو تو تیمم باطل نہیں ہوتا اور مانع متاخر ہو تو تیمم باطل ہوتا ہے۔ اگر پانی کے پاس درندہ ہو یا پانی ملنے کی صورت میں اس پانی کی ضرورت پیاسے کو ہو تو تیمم برخاست نہ ہوگا اس لیے کہ طہارت کے لیے اس پانی کا ملنا نہ ملنا برابر ہے۔ درندے کا خوف مانعِ حسّی اور پیاسے کی ضرورت مانعِ شرعی کہلاتی ہے۔ مانعِ متأخر کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کہے کہ میرے پاس پانی تو ہے مگر ایک شخصِ غائب کا پانی ہے یا گلاب وغیرہ ہے۔ بیرونِ نماز سے

دوسرا فرق یہ ہے کہ جنابت دفع ہونے پر پٹی نہیں نکالی جاتی اور موزوں کو نکالے بغیر چارہ نہیں۔ پٹی کے مسح میں پانی کی تری
چاہے اس لیے مٹی خارج ہے ورنہ اس سے مسح نہیں ہو سکتا اس لیے کہ پٹی پر سے پانی اثر کر سکتا ہے اور مٹی اثر نہیں کرتی۔ اس کا
نتیجہ یہ کہ اگر پٹی پورے اعضائے تیمم پر شامل ہو تو تیمم بھی ساقط ہو جاتا ہے اور فاقد الطہورین کی طرح نماز پڑھی جائے گی
اور اس نماز کا اعادہ کیا جائے گا۔ پاک جگہ سے مراد یہ ہے کہ حالتِ حدثِ اصغر اور اکبر میں پٹی نہ باندھی گئی ہو۔ پٹی ایسے
وقت باندھی گئی ہو کہ غسل کی ضرورت نہ ہو اور وضو کے ساتھ ہو۔ پٹی پر پانی سے مسح کرنا واجب ہے اگر علیل عضو اعضائے تیمم
میں سے ہو تو تیمم کرتے وقت اس پر مٹی کا ہاتھ پھیرنا صرف مستحب ہے مختصر یہ کہ ساتر میں تین باتیں واجب ہیں۔ ساتر پر مسح کرنا تیمم
کرنا اور اعضائے صحیح کا دھونا اس طرح طہارت کرنے کے بعد ایک فرض نماز پڑھی جائے اور اس کے بعد حدث واقع ہوئے بغیر
دوسری فرض نماز پڑھنا مقصود ہو تو دھونے اور مسح کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ صرف تیمم کیا جائے گا۔ اگر حدث واقع ہو گیا ہو
تو تینوں امور کا اعادہ کرنا ہوگا اور اگر حدث اکبر واقع ہوا اور غسل کیا گیا تو صرف ایک تیمم کافی ہے اگر پٹی حدث میں باندھی
گئی ہو اور صحیح عضو کا کچھ حصہ پٹی اس لیے لیا ہو تو نماز کا اعادہ کرنا ہوگا ورنہ نہیں پٹی باندھنے میں شرط یہ ہے کہ پٹی میں عضو
کا صرف اس قدر حصہ لیا جائے جس کی دوا کے لگانے یا پٹی کے چپکانے کے لیے باندھنے میں ضرورت ہو ایسی صورت
میں نماز کا اعادہ واجب نہیں ہے۔
اصول وضو میں عضو کا دھونا اصل ہے اور تیمم اس کا بدل ہے جو عضو نہیں دھویا جاتا وہ تیمم کے ذریعہ اس کا
بدل کیا جاتا ہے اس لیے اگر اعضائے تیمم پر ساتر ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بدل اور مبدل دونوں ناقص رہ گئے نہ اس جگہ پانی
پہنچا اور نہ مٹی اس لیے فقہاء شافعی نے نماز کے اعادہ کی ضرورت ظاہر کی ہے۔ ساتر غیر اعضائے تیمم میں سے ہو تو تیمم
اس عضو کے دھونے کی ضرورت کو پورا کرتا ہے اور کوئی نقص باقی نہیں چھوڑتا اس لیے نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔
ابو شجاع نے نماز کے عدم اعادہ کے لیے کوئی قید نہیں عاید کی کہ عضو علیل اعضائے تیمم میں سے نہ ہو اور جمہور کے ساتھ
اتفاق کیا لیکن ابن قاسم اور بیجوری نے نووی کی تائید کرتے ہوئے اس پر اعتماد کیا ہے کہ عضو علیل اعضائے
تیمم میں سے نہ ہو تو نماز کا اعادہ ہوگا اور اگر اعضائے تیمم میں سے ہو تو نماز کا اعادہ کرنا ضروری ہوگا۔
شیخ موسیٰ بیجوری نے ایک خلاصہ لکھا ہے کہ اگر پٹی اعضائے تیمم پر ہو تو نماز کا اعادہ بغیر کسی قید کے واجب ہے اور اگر غیر اعضائے تیمم
پر ہو اور عضو صحیح سے کچھ بھی حصہ لیا گیا ہو تو مطلق اعادہ نہیں ہے اور اگر ضرورت سے زیادہ حصہ لیا گیا ہو تو مطلق اعادہ واجب
ہے اور بقدر ضرورت لیا گیا ہو اور طہارت میں پٹی باندھی گئی ہو اور اس کا نکالنا آسان نہ ہو تو قضا نہیں ہے اور اگر بحالتِ حدث
باندھی گئی ہو اور نکالنا آسان ہو تو قضا واجب ہے۔
بیجوری نے اس مسئلہ کی پانچ صورتیں بیان کی ہیں ساتر اعضائے تیمم پر ہو تو بغیر کسی قید کے نماز کا اعادہ واجب ہے
اس لیے کہ بدل اور مبدل دونوں ناقص ہیں۔ ساتر غیر اعضائے تیمم پر ہو لیکن پٹی باندھنے میں عضو کا صحیح حصہ ضرورت سے زیادہ

اور طبیب کی رائے میں اس کو پانی سے نقصان پہنچتا ہو تو اس عضو کو پانی سے دھونا حرام ہے اور تیمم کرنا اور صحیح اعضاء کو دھونا واجب ہے اور اس نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں! ابوداؤد اور ابن حبان نے عمرو بن عاص سے روایت کی ہے کہ عمرو بن عاص نے اپنے معاطف یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ دھوئے اور نماز کے لیے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ بیہقی کا قول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عمرو بن عاص نے جس قدر اعضاء کو دھونا ممکن تھا دھویا، وضو کیا اور باقی کیلئے تیمم کیا۔

جس عضو کو نہ دھویا جا سکتا ہو، اعضائے تیمم میں سے ہو، تو اس پر جس قدر ممکن ہو مٹی کا ہاتھ پھیرنا ضروری ہے۔ چہرہ اور ہاتھ اعضائے تیمم ہیں۔ تکلیف پاؤں میں ہو اور پاؤں نہ دھویا جا سکتا ہو تو بھی تیمم چہرے اور ہاتھوں پر کیا جائے۔ علیل عضو کے قریب کے حصہ کو دھونے میں احتیاط برتا جائے۔

ترتیب۔ وضو میں، صحیح عضو کے دھونے اور تیمم کرنے میں ترتیب واجب ہے۔ اس طرح کہ وضو کرتے ہوئے جس وقت علیل عضو کی نوبت آئے تو اس کے دھونے کے عوض تیمم کیا جائے اور پھر بقیہ اعضا کو دھویا جائے۔ غسل میں جملہ اعضاء جسم واحد تصور کیے گئے ہیں اس لیے غسل میں ترتیب ہی نہیں ہے۔ علیل عضو کے دھونے کے بدلے، غسل کے پہلے تیمم کیا جائے یا غسل کے بعد، لیکن غسل کے پہلے تیمم کرنا اولیٰ ہے۔

تعدّد۔ وضو میں جن اعضاء کا ترتیب سے دھونا واجب ہے ان میں سے جتنے اعضاء کے دھونے کی [illegible] عذر ہو اتنے ہی مرتبہ تیمم کیا جائے، تاکہ ترتیب کی رعایت رہے لیکن بغیر حدث کے واقع ہونے کے دوسری فرض نماز کے لیے ایک ہی تیمم کافی ہے۔ ایک عضو پر پانی نہ استعمال کیا جا سکتا ہو تو ایک تیمم اور دو عضو کی صورت میں دو اور تین اور چار کی صورت میں تین اور چار مرتبہ تیمم کیا جائے۔ دونوں ہاتھوں کے درمیان اور دونوں پاؤں کے درمیان ترتیب واجب نہیں ہے اس لیے ان کے تعلق سے تیمم کی تکرار بھی واجب نہیں ہے، مندوب ہے۔ اگر علت عام ہو یا مختلف اعضاء کی جراحت کی نوعیت ایک ہو تو تیمم بھی ایک ہوگا۔ غسل میں پورا جسم عضو واحد ہے اس لیے علیل اعضاء کے تعدد کے باوجود پورے جسم کی طہارت کے بدلے ایک تیمم کافی ہے۔

جبیرہ والا شخص پٹی پر مسح کرے اور تیمم کرے اور نماز پڑھے جس کے اعادہ کی ضرورت نہیں بشرطیکہ پٹی پاک جگہ پر باندھی گئی ہو۔ سو اگر علیل عضو اعضائے تیمم میں سے نہ ہو اور پٹی پاک جگہ باندھی گئی ہو تو پٹی پر پانی سے مسح کر کے تیمم کیا جائے اس نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ ابوداؤد اور دارقطنی نے جابرؓ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص کو جس کے سر میں زخم تھا، احتلام ہوا، غسل کیا، زخم پانی پہنچا اور موت واقع ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيهِ اَنْ يَّتَيَمَّمَ وَيَعْصِبَ عَلٰى رَاْسِهٖ خِرْقَةً ثُمَّ يَمْسَحَ عَلَيْهَا وَيَغْسِلَ سَائِرَ جَسَدِهٖ۔ بے شک اس کو کافی تھا کہ تیمم کرے اور سر پر کپڑا باندھے اور اس پر مسح کرے اور سارے جسم کو دھوئے۔ یہ حدیث تینوں امور تیمم، مسح اور غسل کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔ مسح جبیرہ اور مسح خفین میں یہ فرق ہے کہ مسح جبیرہ میں کسی مدت کا تعین نہیں ہے اور صحت پانے تک مسح کیا جائے گا۔

صلاۃ

مفروضہ، مسنونہ، شرائطِ صحت، ارکان، اذان و اقامت، سُنن، مُبطلات، مکروہات، سُترۃ المصلی، رکعات، صلاۃِ مریض، متروکات، سجودِ سہو، سجدۂ تلاوت، اوقاتِ مکروہ، جماعت، قصر، جمع بقصر، جمع بمطر، جمعہ، عیدین، کسوف و خسوف، استسقا، صلاۃِ خوف، جنائز (غسل، کفن، نماز و دفن)۔

پنج وقتہ نماز معراج[1] کی رات میں، ہجرت سے ایک سال پہلے، بعض نے کہا ہے چھ مہینے پہلے، فرض کی گئی۔ بجیرمی نے لکھا ہے کہ ہجرت سے اٹھارہ مہینے پہلے فرض کی گئی۔ نماز ہی ایک ایسی عبادت ہے جو ہجرت سے پہلے شریعت میں داخل ہوئی ورنہ دوسری سب عبادتیں ہجرت کے بعد داخل ہوئیں۔ نماز کو ایک خاص امتیاز یہ ہے کہ شریعت کے سارے احکام وحی کے ذریعہ معلوم ہوئے سوائے نماز کے۔ فقہا نے لکھا ہے کہ فَإِنَّهَا مِنَ اللّٰهِ إِلَى نَبِيِّهِ۔ اللہ تعالیٰ نے راست اپنے نبی کو عنایت کی تھی۔ ان پانچوں نمازوں میں سب سے پہلے جو نماز فرض ہوئی وہ ظہر ہے۔ نماز کے طریقہ کو بتلانے کے لیے جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ظہر کی نماز پڑھائی۔ نماز کے فرض ہونے سے پیشتر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا یہ طریقہ تھا کہ سال میں ایک مہینہ غارِ حرا میں بسر کرتے، اللہ تعالیٰ کی صنعتوں و نعمتوں کے بارے میں غور و فکر کرتے اور کوئی یہاں پہنچ جاتا تو اس کی خاطر تواضع فرماتے۔ غارِ حرا کے انتخاب کی وجہ یہ تھی کہ اس کا دہانہ بیت اللہ شریف کی طرف تھا اور بیت اللہ آپ کو نہایت محبوب و عزیز تھا۔ کہا جاتا ہے کہ بعثت کے بعد آپ صبح میں دو رکعت اور عشاء میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے لیکن یہ ظاہر نہیں ہوا کہ اس میں کیا پڑھتے تھے۔ دو رکعت نماز جو آپ نے انبیا علیہم السلام کے ساتھ بیت المقدس میں پڑھی تھی وہ انہی نمازوں کے منجملہ تھی جو آپ پڑھا کرتے تھے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اُمتِ[2] محمدی پر قیامُ اللیل یعنی رات کی عبادت واجب کی گئی لیکن پنج گانہ نمازوں کے فرض ہونے کے بعد قیامُ اللیل کے وجوب کی تنسیخ ہو گئی۔

رافعی نے امام شافعی رضی اللہ عنہ کی مسند کی شرح میں لکھا ہے کہ سابقہ اُمتوں میں صبح کی نماز آدم علیہ السلام کے لیے، عصر سلیمان علیہ السلام کے لیے، مغرب یعقوب علیہ السلام کے لیے، عشاء یونس علیہ السلام کے لیے مقرر کی گئی تھی۔ ہر ایک

---

[1] معراج کی رات ماہِ رجب میں چھبیس اور ستائیس تاریخوں کے درمیان واقع ہوتی ہے۔ [2] اُمت سے مراد اُمتِ دعوت ہے اور اس دعوت میں انس و جن دونوں شامل ہیں۔ کسی پیغمبر کی اُمتِ دعوت اُس اُمت کو کہتے ہیں جس کو دعوتِ اسلام دینے کے لیے پیغمبر موصوف بھیجا گیا۔

مقدار میں لیا گیا ہو تو نماز کا اعادہ واجب ہے۔ پٹی حالتِ حدث میں باندھی گئی ہو خواہ حالتِ طہارت میں عضو کا صحیح حصہ ضرورت کے موافق پٹی میں لیا گیا ہو مگر پٹی بحالتِ حدث باندھی گئی ہو تو نماز کا اعادہ واجب ہے۔ عضوِ صحیح کا کوئی حصہ لیا ہی نہیں گیا تو نماز کا اعادہ واجب نہیں ہے، پٹی حدث میں باندھی گئی ہو یا طہارت میں۔ اسی طرح اگر پٹی بحالتِ طہارت ہی باندھی گئی تو نماز کا اعادہ نہیں ہے۔ تین میں نماز کا اعادہ واجب ہے اور دو میں نہیں۔

فاقد الطہورین

فاقد الطہورین اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس طہارت کے لیے نہ پانی ہو اور نہ مٹی۔ ایسے شخص کے لیے یہ حکم ہے کہ فرضِ نماز حرمتِ وقت کے لحاظ سے وقت میں ادا کرے اور جب پانی یا مٹی دستیاب ہو تو اعادہ کرے، لیکن فرق یہ ہے کہ پانی کے ملنے پر بغیر کسی تفصیل کے اعادہ کرے اور مٹی کے ملنے پر صرف اس صورت میں نماز کا اعادہ کرے جب کہ تیمم سے فرض ساقط ہو سکتا ہو ورنہ تیمم سے ایسی نماز کے اعادہ سے کوئی فائدہ نہیں جو تیمم سے ساقط نہ ہو سکے اور مکرر پانی سے اعادہ کی ضرورت باقی رہے لیکن باوجود اس دشواری کے اگر اندرونِ وقت مٹی مل جائے تو مٹی سے تیمم کر کے نماز پڑھے تاکہ اندرونِ وقت طہورین میں سے ایک سے نماز ادا ہو سکے اگرچہ دوبارہ اعادہ کا وجوب باقی رہے۔ یہ صورت ایسے موقع پر واقع ہو سکتی ہے جہاں پانی کی موجودگی کی نسبت گمان غالب ہو۔ فرض نماز کی قید کی وجہ سے نفل نمازیں خارج ہو جاتی ہیں فاقد الطہورین نفل نمازیں پڑھ ہی نہیں سکتا اس لیے کہ اس کی نماز ضرورت پر ہے اور نفل میں ضرورت داعی نہیں ہے۔

بھیجتے ہیں اور آدمی بھی مگر ان دونوں میں آدمی کے درود کو فضیلت ہے اس لیے ہے کہ آدمی کے نفس کے ساتھ ورغلانے والے امور اور موانعات لگے ہوئے ہیں جو فرشتوں کے ساتھ نہیں ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ صرف دعائے خیر کو صلاۃ کہتے ہیں بعض کا قول ہے کہ صلاۃ صلّی سے مشتق ہے اور صلّی کے معنی صلوین کو حرکت دینے کے ہیں اور صلوین دو رگوں کا نام ہے جو آدمی کی کمر میں ہوتی ہیں اور رکوع اور سجود میں جانے کے وقت جھکتی ہیں اور اٹھتے وقت اٹھتی ہیں بعض کا قول ہے کہ صلّی لکڑی کو آگ پر سینک کر قایم اور سیدھا کرنے کو کہتے ہیں اور چونکہ نماز آدمی کو طاعت الٰہی پر قایم کرتی ہے اس لیے نماز کو صلاۃ کہا گیا۔

رافعی کا قول ہے کہ شرع میں صلاۃ اُن اقوال اور افعال کو کہتے ہیں جو تکبیر سے شروع ہو کر سلام پر ختم ہوتے ہیں۔ نماز میں اقوال پانچ اور افعال آٹھ، جملہ تیرہ ارکان ہیں۔ طمانیت اس میں اس لیے شامل نہیں ہے کہ طمانیت اصل رکن کے تابع ہے۔ ابو شجاع کی بیان کردہ تعداد ارکان میں طمانیت کو شامل رکھا گیا ہے۔ نماز کے پانچ اقوال یہ ہیں تکبیر احرام۔ قرائت سورۂ فاتحہ۔ تشہد آخر۔ درود نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور سلام اول۔ نماز کے آٹھ افعال یہ ہیں نیت اس لیے کہ فعل قلبی ہے، قیام، رکوع، اعتدال، سجود دو دفعہ، جلوس درمیان سجود، جلوس آخر اور ترتیب۔ اقوال اور افعال حقیقی ہو سکتے ہیں یا حکمی۔ حکمی کی مثال یہ ہے کہ گونگا شخص زبان کو ہلائے گا اور اگر یہ نہ ہو سکے تو سورۂ فاتحہ پڑھنے اتنی دیر قیام کرے گا اور تشہد کی مقدار میں بیٹھے گا۔ مریض جس سے افعال نماز وقوع میں نہیں آ سکتے اشارے کے ذریعہ افعال نماز کو ادا کرے گا۔ نماز کو شروع کرنے والا امر تکبیر احرام، ختم کرنے والا امر سلام، یہ دونوں امور نماز میں اصل ہیں۔

فضیلت عبادت کی دو قسمیں ہیں۔ عبادات بدنی ظاہری اور عبادات بدنی باطنی۔ عبادات بدنی ظاہری میں سب سے افضل نماز ہے، اس کے بعد روزہ، پھر حج اور پھر زکاۃ۔ نماز کے فرایض جملہ فرایض میں افضل ہیں اور نماز کے نوافل جملہ نوافل ہیں۔ رحمانی کا قول ہے کہ ایمان کے بعد افضل عبادت، علم عینی کا حاصل کرنا ہے اور علم عینی میں اہم وہ علم ہے جس کی مکلف کو فی الوقت ضرورت ہے اس کے بعد نماز پھر روزہ۔ سب نمازوں سے نماز جمعہ افضل ہے، پھر جمعہ کے دن کی عصر، پھر دوسرے دنوں کی عصر، پھر جمعہ کی صبح، پھر دوسرے دنوں کی صبح، پھر عشا، پھر ظہر اور پھر مغرب۔ جماعت کی نمازوں میں سب سے افضل جمعہ کی جماعت، پھر جمعہ کے صبح کی جماعت، پھر دوسرے دنوں کی صبح کی جماعت، پھر عشا کی جماعت، پھر عصر کی جماعت، پھر ظہر کی جماعت اور پھر مغرب کی جماعت۔ عبادات بدنی باطنی کی بعض مثالیں یہ ہیں تفکر، صبر اور رضا قضا و قدر پر۔ عبادات باطنی، عبادات ظاہری سے افضل ہیں حتیٰ کہ نماز سے بھی۔ حدیث۔ تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً۔ ایک ساعت کی غور و فکر، ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے اور ایمان جملہ عبادات سے افضل ہے۔

صلاۃ مفروضہ

فرض نمازیں پانچ ہیں۔ ظہر، عصر، مغرب، عشا اور صبح۔ دن اور رات دونوں میں پانچ نمازیں فرض عین ہیں۔

پیغمبر کی نماز کے لیے تخصیصِ وقت کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت ان کی توبہ قبول ہوئی تھی یا اُنھیں کوئی نعمت حاصل ہوئی تھی نماز جس خاص کیفیت میں اس وقت ادا کی جاتی ہے اس اُمّت کی خصوصیات میں سے ہے۔ جو نمازیں مختلف انبیا کو مختلف طور پر دی گئی تھیں وہ سب اس اُمّت میں جمع کر دی گئیں تاکہ ان کے اجر، شرف اور تعظیم میں زیادتی ہو۔ یہ بھی اس اُمّت کی خصوصیات میں سے ہے۔ سیوطی نے لکھا ہے کہ عشاء کی نماز اس اُمّت کی خصوصیات میں سے ہے۔ اس سے قبل کسی نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی تھی۔

قرآن مجید میں متعدد[1] مقامات پر حکم ہے۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ۔ پابندی کرو نماز کی۔ آیت۔ (۱۲/۵ ۳) اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا۔ بے شک نماز مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے۔ حدیث۔ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيَّ وَعَلٰى اُمَّتِيْ خَمْسِيْنَ صَلَاةً فَلَمْ اَزَلْ اُرَاجِعُهٗ وَاَسْاَلُهُ التَّخْفِيْفَ حَتّٰى جَعَلَهَا خَمْسًا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اور میری اُمّت پر پچاس نمازیں فرض کی تھیں۔ میں واپس ہوتا تھا اور تخفیف کی درخواست کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ کر دیں۔ پچاس نمازوں کا حساب یہ تھا۔ صبح میں دس اور بقیہ نمازوں میں بھی اسی قدر۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ایک بار کی [illegible] کی درخواست پر پانچ نمازیں کم کی گئیں گویا کہ پینتالیس نمازوں کی تخفیف [illegible] کے لیے آپ نو مرتبہ بارگاہِ ایزدی میں رجوع ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مراجعت بارگاہِ رب العزت میں موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد پر مبنی تھی اور اس سلسلہ میں بعض فضلاء نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھا ہے کہ يَرٰى رَبَّهٗ بِعَيْنَيْ رَأْسِهٖ عَلَى الْاَصَحِّ۔ صحیح تر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پروردگار کو اپنے سر کی دونوں آنکھوں یعنی جسمانی بصارت سے دیکھا تھا۔ ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا۔ آیا مجھ پر ان (پانچ نمازوں) کے سوا بھی ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ نہیں سوائے اس کے کہ نیکی مقصود ہو یعنی نفل اور سنت۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کرتے ہوئے فرمایا۔ اَخْبِرْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ۔ خبر دو ان کو کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اُن پر ہر ایک دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔

صلاۃ کے معنی دُعا کے ہیں بعض کا قول ہے کہ کسی بھلائی اور برائی کی قید کے بغیر، خالی دعا کو صلاۃ کہتے ہیں۔ نووی نے تصریح کی ہے کہ اگر 'صلاۃ' اللہ کی طرف منسوب ہو تو اس کے معنی رحمت کے، فرشتوں کی طرف منسوب ہو تو استغفار کے اور ان دونوں کے سوائے کسی اور کی طرف منسوب ہو تو تضرع اور دعا کے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فرشتے[2] بھی درود

---

[1] ملاحظہ ہو ۱۳/۱ ، ۱۲/۱۱ ، ۱۵/۶ ، ۱۴/۱۱ ، ۱۲/۱۵ ، ۱۳/۱۴ ، ۲/۲۱ ، ۱۳/۲۹ اوپر کے ہندسے پاروں کا اور نیچے کے ہندسے رکوعوں کا حوالہ دیتے ہیں اتنے مقامات پر نماز کی پابندی کرنے کے لیے حکم دیا گیا ہے۔ [2] فرشتوں کو قراءتِ قرآن کی فضیلت عطا نہیں ہوئی ہے اس لیے فرشتے آدمی سے قراءتِ قرآن کے سننے کا شوق رکھتے ہیں۔ قراءتِ قرآن کی کرامت اللہ تعالیٰ نے صرف آدمی کو بخشی ہے اور صرف آدمی کو یہ شرف حاصل ہے۔ بیجیرمی

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ آدمی سے حواس کے ذریعہ گناہ سرزد ہوتے ہیں اور ان حواس کی تعداد پانچ ہے اس لیے ان گناہوں کو مٹانے کے واسطے نمازوں کی تعداد بھی پانچ مقرر کی گئی ہے۔ حدیث۔ اَرَأَیْتُمْ لَوْ کَانَ بِبَابِ اَحَدِکُمْ نَھَرٌ اِغْتَسَلَ مِنْہُ فِی الْیَوْمِ وَاللَّیْلَۃِ خَمْسَ مَرَّاتٍ اَکَانَ ذَالِکَ یَبْقٰی مِنْ دَرَنِہٖ اَیْ وَسَخِہٖ شَیْءٌ کیا دیکھتے ہو تم کہ اگر تمھارے میں سے کسی کے دروازے کے پاس نہر ہو اور وہ رات دن میں پانچ مرتبہ نہایا کرے تو کیا اس کا میل باقی رہے گا۔ لوگوں نے جواب دیا، نہیں باقی رہے گا۔ تو آپ نے فرمایا۔ فَذَالِکَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ یَمْحُو اللّٰہُ بِھِنَّ الْخَطَایَا۔ پس یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے جن سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹاتا ہے۔

حکمتِ تعدادِ رکعات[1] صبح میں نیند کی کسل مندی باقی رہتی ہے اس لیے صرف دو رکعت، ظہر اور عصر کے اوقات میں نشاط یعنی بحالی کی حالت ہوتی ہے اس لیے چار چار رکعتیں، مغرب میں تین رکعت اس لیے کہ وہ دن کی وتر ہے۔ عشاء میں چار رکعت اس لیے کہ رات کی نمازوں کی کمی کو پورا کیا جائے۔ دوسری حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے پنکھ دو، تین اور چار بنائے ہیں جن کے ذریعہ ملاءِ اعلیٰ کو پہنچتے ہیں اسی طرح آدمی کے لیے نمازوں کو، فرشتوں کے پنکھ کے مانند دو، تین اور چار مقرر کیا گیا تاکہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے قرب تک پہنچ سکیں۔ بعض نے یہ توجیہ بھی کی ہے کہ دن اور رات میں آدمی کی بیداری کے سترہ گھنٹے ہوتے ہیں اور ان سترہ گھنٹوں میں جو گناہ سرزد ہوتے ہیں ان کی تکفیر سترہ رکعت نمازِ فرض سے ہوتی ہے۔ ابن حبان نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا قَامَ یُصَلِّیْ اُتِیَ بِذُنُوْبِہٖ فَوُضِعَتْ عَلٰی رَأْسِہٖ اَوْ عَلٰی عَاتِقِہٖ فَکُلَّمَا رَکَعَ اَوْ سَجَدَ تَسَاقَطَتْ عَنْہُ۔ بے شک بندہ جب نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اس کی گناہیں لائی جاتی ہیں اور اس کے سر یا مونڈھے پر رکھی جاتی ہیں اور جب وہ رکوع یا سجدہ میں جھکتا جاتا ہے تو گرتی جاتی ہیں۔

وقتِ وجوب۔ ہر ایک نماز اوّلِ وقت ہی واجب ہو جاتی ہے اور اس کا وجوب اس وقت تک جاری رہتا ہے جس وقت تک کہ اس نماز کے پڑھنے کی گنجایش ہے۔ اس سے مقصد یہ ہے کہ اوّلِ وقت، علی الفور، نماز پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ اس وقت تک تاخیر جائز ہے جس میں نماز کے ادا کرنے کی گنجایش باقی رہے لیکن اگر اوّل وقت نماز نہ پڑھی جائے تو واجب ہے کہ وقت کے خارج ہونے سے پیشتر نماز پڑھنے کا عزم[2] (مستقل ارادہ) کر لیا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ کہ نماز کا وقت آتے ہی دو امور میں سے ایک امر واجب ہے، یا تو نماز فوراً ہی پڑھی جائے یا عزم کر لیا جائے کہ اندرونِ وقت

---

[1] پہلے پانچوں فرض نمازوں میں دو دو رکعتوں کی تعداد مقرر کی گئی تھی اور اس طرح ایک مہینہ یا چالیس[؟] روز نماز پڑھی گئی۔ اس کے بعد ازاں ظہر اور عصر میں دو دو اور مغرب میں ایک اور عشاء میں دو رکعتوں کا اضافہ کیا گیا، صبح اپنی ہی حالت پر باقی رہی۔ بجیرمی۔

[2] نماز اور حج میں جس عزم کا ذکر کیا گیا ہے یہ خاص مفہوم میں استعمال کیا گیا ہے ورنہ عزم عام یہ ہے کہ ہر شخص مکلف پر واجب ہے کہ بلوغ کے وقت، واجبات پر عمل کرنے اور محرمات کو ترک کرنے کا عزم کرے اور اگر ایسا عزم نہ کرے تو گنہ گار ہوگا۔ بجیرمی۔

فرضِ عین اس فرض کو کہتے ہیں جو ہر شخص پر فرض ہے بخلاف فرضِ کفایہ کے جو ایک شخص کے ادا کرنے سے دوسروں سے ساقط ہو جاتا ہے۔ فرضِ عین فرضِ کفایہ سے افضل ہے۔

ایامِ دجال۔ دن اور رات کا قیاس تقدیری طور پر بھی ہو سکتا ہے اور اس کی مثال دجال کے ایام اور وہ دن ہے جبکہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ دجال دنیا کے آخر میں ظاہر ہوگا اور چالیس دن رہے گا۔ پہلا دن برس کے برابر ہوگا دوسرا دن مہینے کے، اور تیسرا دن جمعہ کے اور بقیہ ایام، عام دنوں کے برابر ہوں گے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا۔ اَلْیَوْمُ الَّذِیْ کَسَنَۃٍ یَکْفِیْنَا فِیْهِ صَلَاۃُ یَوْمٍ۔ آیا اس دن جو برس کے برابر ہوگا اس میں ایک دن کی نماز ہم کو کافی ہوگی؟ آپ نے فرمایا۔ لَا اُقْدُرُوْا لَهٗ قَدْرَهٗ۔ نہیں، اندازہ کرو اس دن کے لیے تمھارے دن کے اندازے پر۔ نماز، روزے، عیدین اور تمام زمانی عبادتوں کے لیے، اوقات کو گھنٹوں وغیرہ میں تقسیم کر کے زمانے کے اوقات کا قیاس کیا جائے گا، اور اسی طرح دیگر دنیوی امور کی مدتوں کی مدت بھی قیاس کیا جائے گا یہی عمل دجال کے، بعد کے دونوں کی مدت بھی ہوگا۔ البتہ مغرب، عشاء اور صبح کی نمازیں جو دن کی روشنی میں پڑھی جائیں گی اسرار کے ساتھ ہوں گی۔ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے والی رات تین راتوں کے مساوی ہوگی اور پہلی رات کو لوگ مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں گے لیکن بقیہ دو راتوں میں سے ایک رات تو دن اور دوسری رات رات شمار کی جائے گی اور ان میں پانچ نمازیں ہوں گی۔ ابن قاسم نے ان تین راتوں کو ایک رات شمار کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس مہینے کے دنوں اور راتوں کی تعداد میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ بخلاف دجال کے ایام کے جس میں بعض دن اور بعض راتیں کم ہوں گی اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ سورج بغیر غروب کے ایک مدت تک ٹھیر جائے[1] بیجیرمی نے لکھا ہے کہ یہ رات کب واقع ہوگی ظاہر نہیں ہوا ہے اس لیے اس رات کے گزرنے تک اس کا علم نہ ہو سکے گا اور پانچوں نمازیں قضا پڑھنا ہوگا۔

حکمتِ تعدادِ نماز۔ اکثر علماء کی رائے ہے کہ پانچ نمازوں کے اوقات کی خصوصیت امرِ تعبدی ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ ان نمازوں کے اوقات آدمی کو اس کی نشأت وخلقت کو یاد دلاتے ہیں شکمِ مادر میں آدمی کا کمال کو پہنچنا اور پیدا ہونا طلوعِ فجر کے مانند ہے جو طلوعِ شمس کا مقدمہ ہے اور اس کی یاد میں نمازِ صبح واجب ہوئی۔ آدمی کی ولادت طلوعِ شمس کے مانند ہے نشوونما سورج کے ارتفاع کے مانند، شباب سورج کے خطِ استوا پر پہنچنے کے مانند اور کہولت سورج کے زوال کے مانند ہے اور ان واقعات کی یاد میں ظہر واجب ہوئی۔ شیخوخت سورج کے غروب کے قریب ہونے کے مانند ہے اور اس کی یاد میں عصر واجب ہوئی۔ موت سورج کے غروب ہونے کے مانند ہے اور اس کی یاد میں مغرب کی نماز واجب ہوئی بعدِ موت، جسم کا فنا ہونا، سورج کے اثر یعنی شفق کی سرخی کے غایب ہونے کے مانند ہے اور اس کی یاد میں عشاء واجب ہوئی۔

[1] سورج مغرب سے طلوع ہو کر آسمان کے وسط تک جائے گا اور پھر لوٹے گا اور اس کے بعد حسبِ معمول مشرق سے طلوع ہوگا۔ بیجیرمی۔

مثل کے برابر اور عصر جبکہ سایہ دو مثل کے برابر تھا اور مغرب جبکہ روزہ دار افطار کرتا ہے اور عشاء ایک تہائی رات کے وقت اور فجر جبکہ روشنی نمودار ہوئی۔ (دو مرتبہ نماز پڑھانے کے بعد) جبریل نے کہا کہ "یہی وقت اُن انبیاء کی نماز کا تھا جو آپ سے پہلے گزرے ہیں۔ اور نماز کا وقت ان دونوں اوقات کے درمیان ہے۔" اس حدیث سے ظاہر ہے کہ جبریل علیہ السلام نے دو مرتبہ نماز پڑھائی تھی۔ پہلے مرتبہ ہر ایک نماز اوّل وقت پڑھائی اور دوسرے مرتبہ ہر ایک نماز سوائے مغرب کے آخر وقت پڑھائی۔ اس لیے مغرب کا وقت ایک ہی ہے۔ ان دونوں مرتبہ کی نمازوں کے پڑھانے کے بعد یہ بھی کہا کہ نمازوں کا وقت ان دونوں اوقات کے درمیان ہے۔ اس حدیث کے فقرۂ دوم میں غد کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا مفہوم دوسرے مرتبہ کا ہے اور یہ مرتین کے تحت ہے جس کے معنی دو مرتبہ کے ہیں ورنہ غد کے معنی عام مفہوم کا لحاظ کرتے ہوئے صبح یا دوسرے دن کے لیے جائیں تو دوسرے دن کی نماز فجر سے شروع ہوتی جو یہاں مقصود نہیں۔

اس حدیث کے فقرۂ اوّل سے ظاہر ہے کہ عصر اس وقت پڑھی تھی جبکہ سایہ سایۂ اصلی کے برابر تھا اور فقرۂ دوم سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس وقت ظہر کی نماز پڑھی تھی سایہ سایۂ اصلی کے برابر تھا امام شافعی رضی اللہ عنہ نے اس کی تاویل یوں کی ہے کہ سایہ سایۂ اصلی کے برابر ہونے کے بعد عصر پڑھی اور نماز ظہر سے فراغت پانے کے بعد سایہ سایۂ اصلی کے برابر ہوا۔ اس تاویل سے مقصود یہ ہے کہ ظہر اور عصر کے اوقات کے اشتراک کی نفی کی جائے جو امام مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کی رائے کی تائید ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کی مسلم نے روایت کی ہے۔ وقتُ الظُّهرِ اذا زالتِ الشمسُ ما لم يَحضُرِ العصرُ۔ ظہر کا وقت وہ ہے جبکہ سورج کو زوال ہو اور عصر کا وقت شروع نہ ہوا ہو جبریل علیہ السلام نے ان دونوں مواقع پر امامت کی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم، جبریل اور صحابہ کے درمیان واسطہ تھا۔ اس لیے کہ جبریل صحابہ کو دکھائی نہیں دیتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قطعی طور پہ جبریل علیہ السلام پر فضیلت رکھتے تھے اور فاضل کا اقتداء مفضول کے پیچھے صحیح ہے۔ اس کے علاوہ جبریل نے کیفیتِ نماز کے اظہار کے لیے امامت کی تھی۔ یہ بھی صراحت ہو گئی ہے کہ امامت میں شرط یہ ہے کہ عورت امامت کی صلاحیت نہیں رکھتی لیکن اس کے ساتھ امام کے مرد ہونے کی نسبت کوئی اثباتی شرط نہیں ہے۔ جبریل فرشتوں میں سے ہیں اور فرشتوں میں یعنی مرد اور عورت کا امتیاز نہیں ہے اس لیے جبریل کی امامت میں کوئی نقص بھی نہیں ہے۔ جبریل علیہ السلام نے یہ نمازیں مجعنہ میں پڑھائی تھیں جو کعبۃ اللہ کے پاس ایک مقام ہے۔ دونوں مرتبہ کی نمازوں کے پڑھانے تک جبریل علیہ السلام بیت اللہ کے پاس رہے یا ہر نماز کے وقت آیا کرتے تھے، بجیرمی نے امر آخر الذکر کی تائید کی ہے۔

مراتبِ اوقات سات ہیں: وقتِ فضیلت۔ وقتِ اختیاری۔ وقتِ جواز بلا کراہت۔ وقتِ جواز بکراہت۔ وقتِ حرمت وقتِ ضرورت اور وقتِ عذر

وقتِ فضیلت۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا۔ اَیُّ الاَعمالِ اَفضَلُ۔ کون سا کام افضل ہے؟ آپ نے

نماز پڑھی جائے گی۔ اگر اولِ وقت نماز نہ پڑھے اور عزم بھی نہ کرے تو گنہ گار ہوگا۔ اگر عزم کیا اور نماز پڑھنے سے پیشتر جبکہ نماز کا وقت ہنوز باقی تھا موت واقع ہوگئی تو عاصی نہ ہوگا بخلاف حج کے۔ حج کرنے کی استطاعت ہو اور حج کرنے میں تاخیر کی جائے اور موت واقع ہو تو گنہ گار ہوگا اس لیے کہ حج کا وقت عمر ہے جو ختم ہوگئی۔ اگر موت واقع ہونے کی وجہ سے گنہ گار نہ ہو تو حج کی فرضیت باقی نہیں رہتی۔ وقت اس قدر آخر ہو کہ نماز کی گنجائش رہے تو اس وقت فوراً نماز کا ادا کرنا واجب ہے اور نماز شروع کرنے کے بعد وقت اتنا ہو کہ فرض اور سنتیں پڑھی جا سکتی ہوں تو نماز میں طوالت بھی جائز ہے اگرچہ کہ وقت نکل جائے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ صبح کی نماز میں آپ نے طوالت کی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد بعض صحابیوں نے دبی زبان میں کہا "قریب تھا کہ سورج طلوع ہو جائے" تو آپ نے جواب دیا "نکل جاتا تو کیا مضائقہ، ہم کو غافل نہ پائے گا یعنی نماز اور عبادت کی حالت میں پائے گا" باوجود اس کے اولیٰ یہ ہے کہ طوالت کو ترک کیا جائے، اگر اندرون وقت ایک رکعت ادا ہو جائے تو پوری نماز ادا ہو جائیگی ورنہ قضا ہوگی۔

اوقاتِ نماز ۔ آیت (پ ۲۱، ع ۶) فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ۔ پس تسبیح پڑھتے ہو اللہ کی شام کو اور صبح کو تمام تعریف اس کے لیے آسمانوں اور زمین میں اور سہ پہر کو اور دوپہر کو۔ تسبیح سے مراد نماز ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ شام کی تسبیح سے مراد مغرب اور عشاء کی نمازیں ہیں اور صبح کی تسبیح سے فجر کی نماز اور عشاء سے عصر کی نماز اور تُظہرون سے ظہر کی نماز مراد ہے۔ بعض نے اس کے برعکس تسبیح مساء سے مراد عصر اور تسبیح عشاء سے مراد مغرب اور عشاء کی نمازیں لی ہیں۔ بہر حال جس طرح بھی تاویل کی جائے اس آیت میں اجمالی طور پر صرف نمازوں کے وقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن ہر ایک نماز کی مدت اور مقدار سے یہ آیت ساکت ہے۔ سنت اور حدیث کے ذریعہ مدت اور وقت کی تصریح کی گئی۔ ابوداؤد اور دیگر محدثین نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ اَمَّنِیْ جِبْرِیْلُ عِنْدَ الْبَیْتِ مَرَّتَیْنِ فَصَلّٰی بِیَ الظُّهْرَ حِیْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَکَانَ الْفَیْءُ قَدْرَ الشِّرَاکِ وَالْعَصْرَ حِیْنَ کَانَ ظِلُّهٗ مِثْلَهٗ وَالْمَغْرِبَ حِیْنَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ وَالْعِشَاءَ حِیْنَ غَابَ الشَّفَقُ وَالْفَجْرَ حِیْنَ حَرُمَ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ عَلَی الصَّائِمِ فَلَمَّا کَانَ الْغَدُ صَلّٰی بِیَ الظُّهْرَ حِیْنَ کَانَ ظِلُّهٗ مِثْلَهٗ وَالْعَصْرَ حِیْنَ کَانَ ظِلُّهٗ مِثْلَیْهِ وَالْمَغْرِبَ حِیْنَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ وَالْعِشَاءَ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ وَالْفَجْرَ فَاَسْفَرَ وَقَالَ هٰذَا وَقْتُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِکَ وَالْوَقْتُ مَا بَیْنَ هٰذَیْنِ الْوَقْتَیْنِ۔ جبرئیل نے میری امامت کی تھی بیت اللہ کے پاس دو مرتبہ۔ میرے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی جبکہ سورج کو زوال ہوا تھا اور سایہ نعل (جوتی) کی ایک بالشت یا اس سے کم تھا اور عصر پڑھی تھی جبکہ سایہ مثل کے برابر تھا اور مغرب جبکہ روزہ دار افطار کرتا ہے اور عشاء جبکہ شفق کی سرخی غائب ہوئی اور فجر جبکہ روزہ دار پر کھانا اور پینا حرام ہے۔ پھر دوسرے مرتبہ (جبرئیل) نے میرے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی جبکہ سایہ

کے لیے وقتِ عذر عصر کا وقت اور عصر کی نماز کے لیے وقتِ عذر ظہر کا وقت' مغرب کی نماز کے لیے وقتِ عذر عشاء کی نماز کا وقت اور عشاء کے لیے وقتِ عذر مغرب کی نماز کا وقت۔ ہر جگہ ان نمازوں کو تقدیم یا تاخیر کے ساتھ ادا کیا جائے اس کی تفصیل جمع بہ قصر میں بیان کی گئی ہے۔ وقتِ فضیلت۔ اور وقتِ اختیاری اور وقتِ جواز تمام نمازوں میں ایک ساتھ اوّلِ وقت شروع ہوتے ہیں۔ وقتِ فضیلت۔ پہلے اور وقتِ اختیاری اور وقتِ جواز اس کے بعد ختم ہوتے ہیں سوائے مغرب کے جس میں تینوں اوقات ایک ساتھ شروع اور ایک ساتھ ختم ہوتے ہیں۔ البتہ ظہر میں وقت اختیاری اور وقتِ جواز ایک ساتھ ختم ہوتے ہیں۔ وقتِ ضرورت اور وقتِ حرمت تمام نمازوں سے متعلق ہیں۔

متفرقاتِ وقت

تاخیرِ واجب میت کے سڑ جانے یا حج کے فوت ہونے کا خوف ہو یا دشمن کے پنجہ سے قیدی کو چھڑانے میں تاخیر نامناسب ہو یا ڈوبتے کو بچانا ہو تو ان امور میں فوری مصروفیت اور نماز میں تاخیر واجب ہے اگرچہ اس مصروفیت کی وجہ سے نماز کا وقت ہی خارج ہو جائے۔

تاخیرِ مسنون ان صورتوں میں نماز میں تاخیر کرنا مسنون ہے۔ حج میں کنکریوں کے پھینکنے والے کے لیے' مسافر کے لیے جو اوّلِ وقت سفر کر رہا ہو' عرفہ میں وقوف کرنے والے کے لیے مغرب کی نماز میں تاخیر تاکہ مزدلفہ میں عشاء کے ساتھ جمع کرے۔ پانی یا ستر یا جماعت کے انتظار میں' نماز میں تاخیر مسنون ہے۔ نووی کا قول ہے کہ دو مرتبہ نماز پڑھی جائے ایک مرتبہ اوّلِ وقت منفرداً اور دوسرے مرتبہ جماعت کے ساتھ۔ بہرحال وہ امور جن کے جلد عمل میں لانے میں مصلحت ہے اور تاخیر کی وجہ سے فوت ہو جانے کا خوف ہے تو ان کو نماز سے پیشتر عمل میں لایا جائے گا۔ اوّلِ وقت نماز پڑھنا مستحب اس صورت میں ہے جبکہ کوئی امر مانع نہ ہو۔

مدِ جائز۔ وقت اس قدر تنگ ہے کہ فرض نماز کے ارکان کی گنجائش ہے' امورِ مسنون کی گنجائش نہیں ہے تب بھی امورِ مسنون کے ساتھ نماز کو مکمل طور پر ادا کیا جائے گا اگرچہ وقت خارج ہو جائے۔ امورِ مسنون کے ساتھ فرض نماز کا ادا کرنا افضل ہے تاکہ نماز مکمل حالت میں محفوظ اور برقرار رہے۔ اگر وقت اتنا ہے کہ پوری نماز ادا کی جا سکتی ہے اور قرات یا ذکر میں طوالت دی جائے اور وقت خارج ہو جائے تو بغیر کسی حرمت یا کراہت کے جائز ہے لیکن خلافِ اولیٰ ضرور ہے۔ البتہ جمعہ میں ایسی طوالت کا امتناع ہے اس لیے کہ جمعہ میں شرط یہ ہے کہ پوری کی پوری نماز اندرونِ وقت ادا کی جائے۔

مدِ غیر جائز۔ وقت اس قدر تنگ ہے کہ فرض نماز کے پورے ارکان کی گنجائش نہیں ہے تو امورِ مسنون کے ساتھ نماز پڑھنا جائز نہیں ہے بلکہ واجبات پر اکتفا کرنا واجب ہے۔

ادائے نماز جس نماز کے لیے احرام ایسے وقت کیا جائے جبکہ نماز کی گنجائش ہے اور امورِ مسنون کے ساتھ فرض نماز جب

فرمایا اَلصَّلٰوۃُ فِیْ اَوَّلِ وَقْتِھَا۔ اوّلِ وقت میں نماز۔ ہر ایک نماز کا اوّلِ وقت پڑھنا افضل ہے بشرطیکہ وقت ہونے کی نسبت یقین ہو۔ اگر نماز سے قبل ضروریاتِ نماز کی تکمیل میں وقت صرف کیا جائے تو بھی فضیلت حاصل ہوگی۔ طہارت، اذان، ستر (لباس پہننا)، غذا اور سنتِ راتبہ ان ہی ضروریات میں شمار کیے گئے ہیں۔ یہ ضروریات پہلے سے مہیا ہوں اور ان کی تکمیل کی حاجت نہ ہو اور جو وقت ان ضروریات کی تکمیل میں صرف ہو سکتا ہو صرف اتنا وقت گزار کر نماز پڑھے تب بھی فضیلت حاصل ہوگی۔ اوّلِ وقت کے حکم میں عشاء کی نماز اور صبح کی نماز بھی داخل ہیں۔ ان نمازوں کو بھی اوّلِ وقت پڑھنے میں فضیلت ہے۔ وقتِ فضیلت سے مراد یہ ہے کہ اس وقت میں نماز پڑھنے میں، بہ نسبت اس کے بعد پڑھنے کے، زیادہ فضیلت ہے اور فضیلت سے مراد ثواب میں زیادتی کے ہیں اور وقتِ اختیاری میں وقتِ فضیلت سے کم ثواب ہے۔ امام کے لیے مندوب ہے کہ اوّلِ وقت نماز پڑھانے کی کوشش کرے۔ جماعت کے لیے معمولی طور پر جس قدر انتظار کیا جا سکتا ہو کیا جائے نہ کہ اس سے زیادہ۔ اس لیے کہ قلیل جماعت کے ساتھ اوّلِ وقت نماز پڑھنا افضل ہے بہ نسبت اس کے کہ کثیر جماعت کے ساتھ آخری وقت نماز پڑھی جائے۔ کسی بزرگ یا عالم کے انتظار میں جماعت کو روک رکھنا مکروہ ہے۔

وقتِ اختیاری وقتِ فضیلت کے ساتھ شروع ہوتا ہے اور وقتِ فضیلت کے ختم ہونے کے بعد باقی رہتا ہے۔ اس کو وقتِ اختیاری اس لیے کہا گیا ہے کہ اس مدت کے اندر نماز کے ادا کرنے میں اختیار حاصل ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ جبرئیلؑ نے اس وقت کو اختیار کیا تھا۔ حدیث امامتِ جبرائیل میں جبرئیل کا یہ قول کہ "وقت ان دونوں اوقات کے درمیان ہے" وقتِ اختیاری پر محمول ہے۔

وقتِ جواز بلا کراہت وقتِ فضیلت اور وقتِ اختیاری کے ساتھ شروع ہوتا ہے اور وقتِ فضیلت کے ختم ہونے کے بعد جاری رہتا ہے اور وقتِ اختیاری کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ اس وقت میں نماز پڑھنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ بظاہر وقتِ اختیاری اور وقتِ جواز بلا کراہت مترادف ہیں۔

وقتِ جواز بکراہت وقتِ اختیاری کے بعد شروع ہوتا ہے اور آخر وقت ختم ہوتا ہے۔

وقتِ حُرمت اس آخر وقت کو کہتے ہیں جس میں نماز کے ادا کرنے کی گنجائش نہ رہے۔ اس وقت کو وقتِ حرمت اس لیے کہا گیا ہے کہ اس وقت تک نماز کو ملتوی رکھنا حرام ہے نہ کہ اس وجہ سے کہ اس وقت نماز پڑھنا حرام ہے۔ اس لیے کہ اس وقت بھی نماز پڑھنا واجب ہے۔ اگر وقتِ حرمت کی مقدار اتنی ہو کہ ایک رکعت اندرونِ وقت پڑھی جا سکے تو نماز ادا ہو جائے گی مگر گناہ کے ساتھ۔

وقتِ ضرورت وہ آخر وقت ہے جبکہ موانعات زائل ہو جائیں اور صرف تکبیر کہنے کا اتنا یا کچھ اس سے زیادہ وقت ہو تو نماز واجب ہوگی۔

وقتِ عذر نماز کے اس وقت کو کہتے ہیں جو عذر کے سبب سے پڑھی جائے جیسا کہ جمعِ تقدیم یا جمعِ تاخیر میں۔ ظہر کی نماز

بلکہ وہ زوال مراد ہے جو ہم کو بظاہر نظر آتا ہے اور جس کے لیے ہم مکلف (پابند) کیے گئے ہیں۔ کسی چیز کا سایہ بڑھتے بڑھتے سایۂ اصلی کے علاوہ اس چیز کے طول کے برابر ہو جائے تو اس کو سایۂ مثل کہتے ہیں۔ عربی میں سورج کے طلوع سے زوال تک کے سایے کو ظل اور زوال سے مغرب تک کے سایے کو فئی کہتے ہیں۔ سایے کو اللہ تعالیٰ نے ذی جسم حیوانی کے آرام و راحت کے لیے پیدا کیا تاکہ دھوپ کی تکلیف سے بچے۔ جنت میں اگرچہ سورج نہ ہوگا مگر سایے کا وجود ہوگا۔

اوقاتِ ظہر۔ قاضی نے ظہر کی نماز کے چار اوقات بیان کیے ہیں: ۱ وقتِ فضیلت، سایۂ مثل کے چوتھائی حصہ تک۔ ۲ وقتِ اختیاری، نصف سایۂ مثل تک۔ ۳ وقتِ جواز، پورے سایۂ مثل تک اور ۴ وقتِ عذر جبکہ عصر کے ساتھ جمع کی جائے۔ خطیب نے ظہر کے پانچ اوقات لکھے ہیں: ۱ وقتِ فضیلت، اول وقت ۲ وقتِ اختیاری آخر وقت تک۔ ۳ وقتِ عذر عصر کے وقت ۴ وقتِ ضرورت اور ۵ وقتِ حرمت۔ بیجوری نے چھ اوقات قلم بند کیے ہیں جس میں یہ سب اشکال قاضی اور خطیب کے تقسیمِ اوقات کو ضعیف ظاہر کرتے ہوئے ظہر کی نماز کے چھ اوقات اس تفصیل سے بیان کیے ہیں۔

وقتِ فضیلت۔ اول وقت ہے اور اس کی مقدار اسی قدر ہے جتنی کہ وضو کرنے اور نماز کی تیاری کرنے اور فرائض اور سنتوں اور سُنن راتبہ کے ساتھ نماز پڑھنے میں ضرورت ہو۔ اس کی تفصیل مغرب کی نماز میں آئے گی۔ گرم ممالک میں گرمی کے موسم میں مسجد میں ظہر کی نماز میں تاخیر کرنا سنت ہے تاکہ دیواروں کے نیچے سایہ پیدا ہو اور جماعت کی نماز کے لیے مسجد کو آنے والوں کو سایہ میں چلنے کی سہولت حاصل ہو۔ اس کو ابراد کہتے ہیں۔ ابراد کا تعلق صرف نماز سے ہے اذان سے نہیں ہے۔ جمعہ میں ابراد نہیں ہے۔ ۲ وقتِ اختیاری وقتِ فضیلت کے ساتھ شروع ہوتا ہے اور وقتِ فضیلت کے گزرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے اس وقت تک جبکہ نماز کی گنجایش رہے۔ ۳ وقتِ جواز بلا کراہت اس وقت کو کہتے ہیں جس میں نماز پڑھنا جائز ہے اور کوئی کراہت نہیں ہے۔ یہ وقت بھی وقتِ اختیاری کی طرح وقتِ فضیلت کے ساتھ شروع ہوتا ہے اور وقتِ فضیلت کے گزرنے کے بعد جاری رہتا ہے اس وقت تک جبکہ نماز کی گنجایش رہے۔ یہ تینوں اوقات ایک ساتھ شروع ہوتے ہیں اور ان میں سے وقتِ فضیلت پہلے ختم ہوتا ہے اور وقتِ اختیاری اور وقتِ جواز بلا کراہت مقررہ وقت تک جاری رہتے ہیں۔ یہ دونوں اوقات ایک ساتھ شروع اور ایک ساتھ ختم ہوتے ہیں۔ ۴ وقتِ حرمت اس آخر وقت کو کہتے ہیں جس میں نماز کے ادا کرنے کی گنجایش نہ ہو۔ اگر وقتِ حرمت کی مقدار اتنی ہو کہ ایک رکعت اندرونِ وقت پڑھی جا سکے تو نماز ادا ہو جائے گی مگر گناہ کے ساتھ۔ ۵ وقتِ ضرورت وہ آخر وقت ہے جبکہ موانعات زائل ہو جائیں اور صرف تکبیر کہنے یا اس سے زیادہ وقت ہو تو نماز واجب ہو گئی اور ۶ وقتِ عذر نماز کے اس وقت کو کہتے ہیں جو عذر کے سبب پڑھی جائے۔

عصر کی چار رکعت ہیں۔ عصر کا اول وقت اس وقت ہوتا ہے جبکہ سایۂ مثل سے زیادہ ہو جائے اور آخر وقتِ اختیاری دو مثل کے برابر سایے تک اور وقتِ جواز سورج کے غروب تک ہے۔ ظہر کا وقت ختم ہوتے ہی عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ ان دونوں کے درمیان کوئی فصل نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ عصر کو صلاۃِ وسطیٰ کہتے ہیں اور وہ جملہ نمازوں میں افضل ہے۔

اس قدر طوالت دی جائے کہ ایک رکعت یا اس سے زیادہ اندرونِ وقت واقع ہوسکے تو پوری نماز ادا ہو جائے گی ورنہ قضا ہوگی بغیر گناہ کے مگر اولیت کے خلاف ہوگا۔ احرام کرتے وقت اگر پورے واجبات کی گنجائش نہ ہو تو واجبات پر اکتفا کرنا واجب ہے اور اس صورت میں ایک رکعت بھی اندرونِ وقت واقع ہوئی تو نماز ادا ہوگئی ورنہ قضا ہوگی گناہ کے ساتھ۔ اگر اندرونِ وقت ایک رکعت یا اس سے زیادہ نماز کے پڑھنے کی گنجائش ہو تو ادا کی نیت کی جائے ورنہ قضا کی نیت واجب ہوگی۔

اجتہادِ وقت اگر ابر کی وجہ سے وقت کا تمیز کرنا دشوار ہو تو اجتہاد کیا جائے گا۔ وقت کے تین مراتب ہیں اپنے ذاتی علم پر عمل کرے یا بھروسہ کے قابل شخص کے بیان پر عمل کرے۔ خود اجتہاد کرے یا دوسرے شخص کے اجتہاد کی تقلید کرے۔ اگر بعد میں معلوم ہوا کہ جو نماز اجتہاد سے پڑھی گئی وقت سے پہلے تھی تو اس کا اعادہ کرنا واجب ہے صفحہ ۱۳۷ پر مزید صراحت ہے۔

فائتہ۔ فوت شدہ نماز کے پڑھنے میں مبادرت یعنی جلدی واجب ہے اگر کسی عذر کے بغیر فوت ہو جائے اور اگر نیند وغیرہ سے فوت ہو جائے تو مبادرت مندوب ہے۔ فوت شدہ نمازوں کے ادا کرنے میں ترتیب مسنون ہے تاکہ ان کے خلاف نہ ہو جنھوں نے ترتیب کو واجب گردانا ہے۔ فائتہ کو حاضرہ سے قبل پڑھنا بھی مسنون ہے بشرطیکہ حاضرہ کے لیے وقت باقی رہے اگر حاضرہ کا وقت فوت ہونے کا خوف ہو تو حاضرہ پہلے پڑھی جائے اگر عشاء کی نماز فوت ہو تو وتر کو عشاء سے پہلے بطور قضا نہ پڑھا جائے۔

ظہر کی چار رکعت ہیں اور ظہر کا وقت سورج کے زوال کے بعد شروع ہوتا ہے اور جبکہ ہر چیز کا سایہ، سایۂ اصلی کے علاوہ مثل کے سایے کے برابر ہو جائے، ختم ہو جاتا ہے۔ نماز کے بیان کو ظہر سے آغاز کرنے کے تین وجوہ ہیں! اللہ تعالیٰ نے خود ظہر سے نمازوں کے بیان کو آغاز فرمایا۔ آیت۔ (۱۷ ۹) أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ۔ نماز پڑھو سورج کے زوال سے۔ ظہر پہلی نماز ہے جو اسلام میں ظاہر ہوئی اور ظہر پہلی نماز ہے جو جبریل علیہ السلام نے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اور صحابۂ کرام کے ساتھ پڑھی تھی۔ ظہر کی نماز کا وقت سورج کے زوال کے بعد یعنی سورج کے انتہائی بلندی پر آنے کے بعد جب سایہ مشرق کی طرف ڈھلتا ہے شروع ہوتا ہے۔ عین سایے کے زوال کے وقت ظہر کا وقت شروع نہیں ہوتا بلکہ زوال کے واقع ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اسی طرح سایہ، سایۂ مثل کے برابر ہونے پر ظہر کا وقت ختم نہیں ہوتا بلکہ مثل سے بڑھ جانے پر، سایۂ مثل کے برابر ہونے کی حالت میں ظہر کا وقت باقی رہتا ہے۔

زوال سورج کے زوال کو دریافت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دھوپ میں کسی سیدھی چیز لکڑی وغیرہ کو سطح زمین پر سیدھی کھڑا کر دیا جائے اور سایے کے آخری حصہ پر نشان لگا دیا جائے۔ جب تک کہ سایہ اس نشان سے کم ہوتا رہے گا زوال سے قبل کا وقت ہوگا اور جب سایہ قایم ہو جائے نہ بڑھے نہ گھٹے، تو وہ استوا یعنی سورج کے سر پر رہنے کا وقت ہے۔ وقت استواء ایسا مختصر اور نازک وقت ہے جس کا احساس دشوار ہے۔ اس وقت جو سایہ پیدا ہوتا ہے اس کو **سایۂ اصلی** اور **سایۂ زوال** کہتے ہیں اور جب سایہ بڑھنا شروع ہوا تو سمجھا جائے گا کہ زوال کا وقت ہوا بعض مقامات پر بعض موسم میں سورج جب استواء پر آتا ہے سایۂ اصلی ہوتا ہی نہیں۔ سورج کے زوال سے مراد وہ زوال نہیں ہے جو حقیقت میں ہے اور جس کا علم ہم کو نہیں ہے

تاخیر کرنے کو کہتے ہیں جبکہ نماز کی گنجائش ہی نہ رہے۔ اس وقت بھی نماز عصر پڑھنا واجب ہے۔ وقتِ ضرورت وہ وقت ہے جبکہ موانعات رفع ہو جائیں اور صرف تکبیر تحریمہ کہہ سکنا یا اس سے زیادہ وقت ہو۔ اور وقتِ عذر وقتِ ظہر ہے جبکہ جمع میں تقدیم کی جائے۔

مغرب کی تین رکعتیں ہیں اور اس کا وقت سورج کے غروب کے بعد ہے اس اندازے پر کہ اذان دی جائے وضو کیا جائے کپڑے پہنے، اقامت کہی جائے اور پانچ رکعت نماز پڑھے اور وقتِ جواز شفق کی سرخی کے غائب ہونے تک ہے۔ مغرب ظرفِ زمان ہے غروب کے وقت کو کہتے ہیں اور چونکہ نماز اس کے بعد ہی پڑھی جاتی ہے اس لیے اس نماز کو مغرب کہا گیا۔ غروب سے کامل غروب مراد ہے جبکہ سورج کا پورا حلقہ غائب ہو جائے۔ اگر فقط بعض حصہ غروب کرے تو مغرب کا وقت نہیں ہوتا اس اصول کے تحت کہ غیر ظاہر حصہ ظاہر حصہ کے ساتھ ملا ہوا ہے اس لیے کل ظاہر ہے۔ رملی کا قول ہے کہ ایک شخص نے ایک مقام پر غروب کے بعد نماز پڑھی اور پھر دوسرے مقام کی طرف سفر کیا اور وہاں سورج کو موجود پایا تو بعدِ غروب اس پر نمازِ مغرب کا اعادہ واجب ہے۔ اور جس نے عصر نہیں پڑھی تھی پڑھ سکتا ہے۔ اگر شعاع باقی رہ جائیں تو مضایقہ نہیں لیکن یہ ضروری ہے کہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بلند دیواروں پر شعاع کا عکس باقی نہ رہے اور مشرق کی جانب سے تاریکی بھی شروع ہو کیونکہ یہ غروب کی علامتیں ہیں۔ اگر کسی مقام پر پہاڑ یا دیواریں ہوں تو سورج کے پورے حلقہ کا غائب ہونا کافی ہے۔ مغرب کے وقت میں فقط اتنی گنجائش ہے کہ نماز اور ضروریاتِ نماز کی تکمیل ہو سکے۔ اذان دی جائے، طہارت کی جائے، کپڑے پہنے جائیں، نماز کے لیے اقامت کہی جائے اور بشمولِ سنت پانچ رکعت پڑھی جائیں۔ نماز کے لیے کپڑے پہننا بھی وقتِ فضیلت میں داخل ہے آیتِ آخر۔ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔ زینت کے ساتھ جاؤ مسجد میں۔ نماز میں پانچ رکعت کی قید نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ مغرب کی نماز فرض اور سنن کے ساتھ کامل طور پر پڑھی جائے۔ فرض سے پہلے دو رکعت شریک کر کے امام نے سات رکعت بتائے ہیں اور نووی نے بھی اس قول کی تائید کی ہے۔ بیجوری کی رائے ہے کہ حوائج سے فارغ ہونے اور کھانا پینے میں جو وقت صرف ہو وہ بھی اس مدت میں شریک ہے۔ صحیحین کی حدیث ہے اِذَا قُدِّمَ الْعَشَاءُ فَابْدَءُوا بِهٖ قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ۔

۱۔ امام احمد رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب مسند میں لکھا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے زانو پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا علی رضی اللہ عنہ نے پسند نہیں کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سوتے سے جگائیں اور آپ کی عصر فوت ہو گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیدار ہونے پر علی رضی اللہ عنہ نے واقعہ بیان کیا۔ فقال اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ كَانَ فِيْ طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُوْلِكَ فَرُدَّهَا عَلَيْهِ فَرَجَعَتِ الشَّمْسُ حَتّٰى صَلّٰى عَلِيٌّ الْعَصْرَ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا اللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا پس لوٹا دے (سورج) کو اس (علی) پر۔ پس سورج کو لوٹا یہاں تک کہ علی رضی اللہ عنہ نے عصر پڑھ لی۔

۲۔ کھانے سے مراد یہ نہیں ہے کہ بھوک کی تلخی کو رفع کرنے کے لیے چند لقمے کھائے جائیں بلکہ شرعی مقدار مراد ہے۔ بقیہ حاشیہ برصفحہ ۱۱۶

آیت۔(۲/۲۳۸)۔ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ۔ پابندی کرو نمازوں کی اور بیچ میں آنے والی نماز کی۔ حدیث۔ شَغَلُونَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ صَلَاةِ الْعَصْرِ۔ مصروف کر لیے ہم کو بیچ کی نماز یعنی نماز عصر سے۔ اس کو صلاۃ وسطیٰ اس لیے کہا گیا ہے کہ دن کی دو نمازوں صبح و ظہر اور رات کی دو نمازوں مغرب و عشاء کے درمیان یہ نماز واقع ہوئی ہے بعض نے صلاۃ وسطیٰ سے مراد نماز صبح لی ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ "حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ" کے بعد وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ۔ کھڑے رہو اللہ تعالیٰ کے لیے قانتین کی حالت میں" ہے اور قانتین کے معنی انھوں نے دعائے قنوت کے لیے ہیں اور دعائے قنوت نماز صبح میں پڑھی جاتی ہے لیکن قنوت کے عام معنی عبادت اور طاعت کے ہیں اور اس لحاظ سے صلاۃ وسطیٰ صلاۃ عصر ہے۔ عصر کے معنی ایک ساتھ واقع ہونے کے ہیں اور یہاں صرف مغرب کی نماز کی قربت کی وجہ سے عصر کی نماز کو عصر کہا گیا۔ اعتماد اس پر ہے کہ جس قدر سایہ مثل پر زیادہ ہوگا وہ عصر میں شمار ہوگا بعض نے کہا ہے کہ وہ ظہر میں شمار ہوگا اور بعض نے کہا ہے کہ وہ فصل سمجھا جائیگا لیکن یہ ہر دو رائے مرجوح ہیں مثل کے سایے کے شمار کرنے میں پہلے سایۂ اصلی کو وضع کیا جائے گا اگر اس موقع پر کوئی سایہ اصلی ہو۔ وقتِ جواز کے معنی یہ ہیں کہ اس وقت میں نماز پڑھنے میں کوئی گناہ نہیں ہے لیکن کراہت ہے۔ یہ وقت وقتِ فضیلت اور وقتِ اختیاری کے بعد شروع ہوتا ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ۔ جس شخص نے پائی ایک رکعت صبح کی سورج نکلنے سے پہلے تو پالیا صبح کو اور جس نے پائی عصر کی ایک رکعت سورج کے ڈوبنے سے پہلے تو پالیا عصر کو۔ مسلم نے ابن ابی شیبہ سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ وَقْتُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَغْرُبِ الشَّمْسُ۔ عصر کا وقت ہے جبکہ سورج نہ ڈوبے۔

اوقات عصر۔ بیجوری اور بجیرمی دونوں متفق ہیں کہ عصر کی نماز کے سات اوقات ہیں ۱۔ وقتِ فضیلت اول وقت ہے اور اس کی مدت اتنی ہے جتنی کہ نماز اور اس کی تیاری میں صرف ہو ۲۔ وقتِ اختیاری دو مثل کے سایہ تک ہے۔ ۳۔ وقتِ جواز بلا کراہت سورج میں زردی آنے تک ہے۔ یہ ہر سہ اوقات ایک ساتھ شروع ہوتے ہیں وقتِ فضیلت پہلے ختم ہوتا ہے پھر وقتِ اختیاری اور وقتِ جواز ہر دو جاری رہتے ہیں اور وقتِ اختیاری ختم ہوتا ہے جبکہ سایہ دو مثل کے برابر ہو جائے اور وقتِ جواز بلا کراہت جاری رہتا ہے سورج میں زردی آنے تک۔ ۴۔ وقتِ جواز بکراہت اس وقت شروع ہوتا ہے جبکہ سورج میں زردی آئے اور یہ وقت سورج کے غروب کے قریب آنے تک رہتا ہے۔ ۵۔ وقتِ حرمت اس وقت تک

[1] سورج دو مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر روک دیا گیا تھا۔ طحاوی نے بیان کیا ہے کہ خندق کے دن جب مسلمان مصروف کر لیے گئے تھے نماز عصر سے یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسکو واپس کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دوسرا واقعہ معراج کی رات کے بعد کی صبح کا ہے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دن نکلنے پر ایک قافلہ کو پہنچنے کی خبر دی تھی اور وہ قافلہ ابھی پہنچا نہیں تھا اور دن نکل چکا تھا مگر سورج جیسے دیا قافلہ کے پہنچنے تک روک دیا

کو قضا ادا کرنا ہوگا، لیکن روزے میں کھانے پینے کی ضروریات کی مدت تک وقت لیا جا سکتا ہے۔ بجیرمی نے لکھا ہے جن ممالک میں رات مختصر ہوتی ہے یا رات ہوتی ہی نہیں وہاں ایامِ دجال کے طویل دنوں کی طرح دن اور رات کی مقدار کا اندازہ کرکے اس کے بموجب نماز، روزہ وغیرہ ادا کیے جائیں گے۔ وقتِ جواز میں بلاکراہت اور کراہت دونوں شامل ہیں۔ ابو حامد امام غزالیؒ کا قول ہے کہ دونوں صبح کے درمیان وقتِ کراہ... ہے۔

صبحِ کاذب یا صبحِ اول، صبح کے اس وقت کو کہتے ہیں جبکہ روشنی آسمان میں طول میں یعنی مشرق سے آسمان کی بلندی کی طرف جاتی ہے اور پھر اس کے زائل ہونے کے بعد تاریکی چھا جاتی ہے بعض وقت بغیر تاریکی کے صبح کاذب کے بعد ہی صبح صادق نمودار ہوتی ہے۔

صبحِ صادق یا صبحِ دوم، صبح کے اس وقت کو کہتے ہیں جبکہ صبح کاذب کی تاریکی کے بعد روشنی آسمان میں افق میں عرض میں، مشرق سے شمال اور جنوب دونوں طرف پھیلتی ہے۔

اوقاتِ عشاء عشاء کے اوقات اجمالی طور پر اوپر بتائے گئے ہیں اور تفصیل یہ ہے کہ سات اوقات ہیں۔ وقتِ فضیلت اول وقت ہی ہے بعض نے اس حدیث کی بناء پر کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء میں تاخیر کو پسند فرمایا تھا، ایک تہائی رات تک عشاء کی نماز میں تاخیر کرنے میں فضیلت تصور کی ہے گر واقعہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طور پر نماز جلد پڑھنے میں پابندی فرمائی تھی۔ وقتِ اختیاری ایک تہائی را... کے گزرنے تک ہے، وقتِ جواز بلا کراہت صبح کاذب تک ہے۔ یہ تینوں اوقات ایک ساتھ شروع ہوتے ہیں اور پہلے وقتِ فضیلت ختم ہوتا ہے اور اس کے بعد وقتِ اختیاری اور اس کے بعد وقت جواز بلا کراہت۔ وقتِ جواز بکراہت صبح کاذب کے ساتھ شروع ہوتا ہے اور اس وقت تک جاری رہتا ہے جبکہ نماز پڑھنے کی گنجائش رہے۔ وقتِ حرمت وہ تنگ وقت ہے جبکہ نماز کی گنجائش نہ رہے۔ وقتِ ضرورت اور وقتِ عذر مغرب ہے جبکہ جمع میں تقدیم کی جائے۔

متفرق۔ عشاء کی نماز سے پیشتر اگرچہ کہ وقت نہ ہوا ہو، سونا مکروہ ہے بخلاف دوسری نمازوں کے جن میں نماز کا وقت ہونے کے بعد نماز پڑھنے سے پیشتر سونا مکروہ ہے۔ وقت ہونے کے بعد سونے میں کراہت صرف اس صورت میں ہے جبکہ وقت کے خارج ہونے سے پیشتر نیند سے بیدار ہونے کی نسبت بھروسہ ہو ورنہ حرام ہے۔ عشاء کے بعد بیکار اور واہیات گفتگو کرنا مکروہ ہے البتہ نیک باتوں کی اجازت ہے جیسے قرآن کی قرات، ذکر، مہمان کی خاطرداری وغیرہ۔ عمران بن حصین سے حاکم نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر راتوں میں بنی اسرائیل کے قصے بیان فرمایا کرتے تھے۔ مسافر کے لیے سفر میں بات چیت مکروہ نہیں ہے۔

صبح کی دو رکعت ہیں اور اس کا اول وقت صبح صادق کے طلوع کے بعد ہے اور اختیاری وقت روشنی نکلنے تک اور وقتِ جواز سورج کے طلوع تک ہے صبح کے معنی سفیدی اور سرخی ساتھ ساتھ ہونے کے ہیں اور چونکہ دن کے پہلے حصہ میں

وَلَا تَعْجَلُوْا عَلٰی عَشَاءِ کُمْ۔ جب شام کا کھانا لایا جائے تو مغرب کی نماز سے پیشتر کھانا شروع کرو کھانے میں جلدی نہ کرو۔ حدیث اَمَّنِی جبرائیل سے استدلال کرتے ہوئے امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول جدید یہ تھا کہ جس مقدار مدت کی صراحت اوپر کی گئی ہے گزر جائے تو مغرب کا وقت ختم ہو جائے گا۔ مگر آپ نے اپنی اس رائے کو بعض احادیث کی اثبات پر معلق چھوڑا تھا جس کی نسبت خطیب، بیہقی اور بجیرمی نے لکھا ہے کہ یہ احادیث مسلم کی روایت سے ثابت ہیں ان میں سے ایک حدیث یہ ہے۔ اَلْمَغْرِبُ مَالَمْ یَغِبِ الشَّفَقُ۔ مغرب وہ ہے جبکہ شفق غایب نہ ہو شفق کی سرخی کے غایب ہونے کی قید ہے شفق کی زردی اور سفیدی کے غایب ہونے کی قید نہیں ہے۔ زردی اور سفیدی کے ختم ہونے تک مغرب کی نماز کا وقت باقی نہیں رہتا۔ نمازِ مغرب کے وقت کی جملہ مدت کا اظہار سطورِ بالا میں کیا گیا ہے وہ راجح ہے کہ مغرب کی نماز کے بھی متعدد اوقات ہیں۔

اوقاتِ مغرب مغرب کی نماز کے سات اوقات ہیں۔ وقتِ[۱] فضیلت، وقتِ[۲] اختیاری اور وقتِ[۳] جواز بلا کراہت ان تینوں اوقات کی مدت اتنی ہے جتنی کہ نماز اور ضروریاتِ نماز میں صرف ہو۔ یہ تینوں اوقات ایک ساتھ داخل اور ایک ساتھ خارج ہوتے ہیں اور ان کے بعد وقتِ[۴] جواز بکراہت شروع ہوتا ہے جو اس وقت تک جاری رہتا ہے جبتک کہ نماز کی گنجایش رہے اس کے بعد وقتِ[۵] حرمت اور پھر وقتِ[۶] ضرورت ہے وقتِ[۷] عذر بھی مغرب میں ہے۔ اور وہ عشاء کا وقت ہے جبکہ مغرب کی نماز میں جمع میں تاخیر کی جائے۔

عشاء کی چار رکعت ہیں اور عشاء کا اول وقت شفق کی سرخی کے غایب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اختیاری وقت ایک تہائی رات کے گزرنے تک اور وقتِ جواز صبح صادق کے نمودار ہونے تک ہے۔ عشا کے معنی عین کے زیر کے ساتھ تاریکی کے ہیں اور چونکہ عشاء کی نماز کا وقت یہی ہے اس لیے اس کو عشاء کہا گیا۔ عشاء کے وقت کے لیے شرط یہ ہے کہ شفق کی سرخی غایب ہو جائے شفق کی زردی اور سفیدی کے غایب ہونے کی شرط نہیں ہے مگر بیہقی اور بجیرمی کا قول ہے کہ شفق کی زردی اور سفیدی کے غایب ہونے کا انتظار کرنا اولیٰ ہے تاکہ بعض ائمہ سے خلاف نہ ہو جنہوں نے اس کو واجب گردانا ہے۔ جن ممالک میں شفق غایب نہیں ہوتی یا شفق ہوتی ہی نہیں وہاں کے باشندوں کے لیے عشاء کا وقت سورج کے ڈوبنے کے اتنی دیر بعد شروع ہوگا جبکہ قریب کے ممالک میں شفق غایب ہو جائے لیکن ایسے مقام پر جہاں رات نہ ہوتی ہو اور سورج کے ڈوبنے کے ساتھ ہی طلوع کا وقت ہو جاتا ہے تو وہاں کے باشندوں کے لیے مغرب اور عشاء دونوں نماز ولا

بقیہ حاشیہ ۱۱۵ جو ایک تہائی کے برابر ہے۔ شرع میں شکم سیر کھانے کی اجازت نہیں ہے۔ حدیث۔ بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ لُقَيْمَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ فَاِنْ كَانَ وَلَا بُدَّ فَثُلُثًا لِطَعَامِهِ وَثُلُثًا لِشَرَابِهِ وَثُلُثًا لِنَفْسِهِ۔ آدمی کے لیے چند لقمے کافی ہیں پس اگر ضرورت ہو تو ایک تہائی کھانے کے لیے، ایک تہائی پانی کے لیے اور ایک تہائی اپنے نفس کے لیے۔ حدیث۔ مَا مَلَأَ ابْنُ آدَمَ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنِهِ۔ آدمی کے پیٹ کی تھیلی کا بھرنا سب سے برا ہے۔

صلاۃِ مسنونہ

خطیب شربینی کا قول ہے کہ مسنون، مستحب، نفل اور مرغب مترادف الفاظ ہیں جن سے مراد ایسی نماز ہے جو فرائض پر زیادہ ہے۔ قاضی حسین نے ان کا باہمی فرق بھی ظاہر کیا ہے۔ مسنون وہ فعل ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور اس پر پابندی فرمائی۔ مستحب وہ فعل ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور پابندی نہیں فرمائی اور نفل وہ فعل ہے جو آدمی اپنی ذات سے کرتا ہے۔ مرغب ان تینوں پر صادق آتا ہے۔ سنت نمازوں کی تین قسمیں ہیں پہلی وہ [illegible] نمازیں جو جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ دوسری وہ سنت نمازیں جو فرض کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں اور جن کو سُنن راتبہ کہتے ہیں۔ تیسری موکدہ نفل نمازیں۔

صلاۃِ مسنونہ جن میں جماعت مطلوب ہے پانچ ہیں۔ عید الاضحیٰ۔ عید الفطر۔ کسوفِ شمس۔ خسوفِ قمر اور [illegible] یہ سنت نمازیں بلحاظ تاکید فرض نمازوں سے مشابہ ہیں۔ ان میں جماعت مطلوب ہے اور دیگر سنت نمازوں سے زیادہ ان میں فضیلت ہے جس ترتیب [illegible] بیان کیے گئے ہیں ان کی فضیلت بھی اسی ترتیب [illegible] ہے۔ عید الاضحیٰ عید الفطر سے افضل ہے اور سورج گہن کی نماز چاند گہن کی نماز سے۔ ان نمازوں کا بیان تفصیل سے آیندہ آئے گا۔

سُنن راتبہ

سُنن تابعہ یا سُنن راتبہ سترہ رکعت ہیں۔ دو فجر سے قبل، چار ظہر سے قبل اور دو بعد، چار عصر سے قبل، دو مغرب کے بعد، تین عشاء کے بعد جن میں سے ایک وتر ہے۔ سنت نمازوں میں جمعہ بھی ظہر کی طرح ہے۔ سُنن تابعہ یا راتبہ ان سنت نمازوں کو کہتے ہیں جو شرع میں فرض کے ساتھ مقرر کی گئی ہیں اور سفر اور حضر دونوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ فرض نمازیں ہجرت سے ایک سال قبل معراج کی رات کو فرض کی گئیں اور سُنن راتبہ کے پڑھنے کے لیے ہجرت سے ایک سال کے بعد حکم دیا گیا۔ سنت نمازیں انبیاء علیہم السلام کے حق میں باعث ازدیادِ اجر و ثواب ہیں اور ہمارے حق میں ان کا اثر یہ ہے کہ جن فرض نمازوں میں خشوع اور خضوع میں کمی ہوئی یا قرائت میں توجہ کم رہی اس کی تلافی ہو لیکن سنت نمازیں فرض نمازوں کی قایم مقام نہیں ہو سکتیں۔ نووی کا قول ہے کہ کسی شخص کی فرض نمازوں میں کوئی نقص نہ رہا ہو مگر کوئی فرض ترک ہوا ہو تو ستر نفل رکعتیں ایک فرض رکعت کی جگہ قایم ہونگی یہی عمل روزے میں بھی ہوگا۔ سُنن راتبہ کا وقت وہی ہے جو اصلِ فرض نماز کا ہے۔ سُنن راتبہ فوت ہو جائیں تو ان کا قضا کرنا بھی مندوب ہے۔ اذان اور اقامت کے درمیان نماز مسنون ہے۔ حدیث۔ بَیْنَ کُلِّ أَذَانَیْنِ صَلَاۃٌ۔ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ یہاں دو اذان

سفیدی اور سرخی ایک دوسرے کے بعد ہوتی ہے اس لیے دن کے اول حصہ کو صبح کہا گیا اور چونکہ نمازِ صبح اس وقت پڑھی جاتی ہے اس لیے اس نماز کو صبح سے نامزد کیا گیا۔ اس نماز کو فجر بھی اس لیے کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں فجر آیا ہے اور احادیث میں فجر اور صبح دونوں۔ صبح کے وقت کے لیے پوری طور پر صبح صادق کے طلوع ہو جانے کی قید نہیں ہے طلوع کے آغاز کے ساتھ ہی وقت شروع ہو جاتا ہے۔ صبح صادق کے طلوع سے پہلے صبح کاذب گزرتی ہے جس کی تفصیل اوپر آ چکی ہے۔ اختیاری وقت، اول وقت شروع ہو جاتا ہے اور صبح کی روشنی نکلنے تک جاری رہتا ہے۔ وقتِ جواز مجموعی طور پر سورج کے طلوع ہونے تک ہے۔ مسلم کی حدیث ہے۔ وَقْتُ صَلَاةِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ مَالَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ صبح کی نماز کا وقت طلوعِ فجر سے سورج نکلنے تک ہے۔ وقتِ جواز میں بلاکراہت اور بکراہت دو قسمیں ہیں وقتِ جواز بلاکراہت اول وقت شروع ہوتا ہے اور سورج سے پہلے سرخی کے نمودار ہونے پر ختم ہوتا ہے۔ وقتِ جواز بکراہت اس کے بعد سے سورج کے طلوع کے قریب قریب تک ہے۔ سورج کے بعض حصہ کا طلوع بھی طلوع میں داخل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ نہ نکلا ہوا حصہ نکلے ہوئے حصہ سے ملا ہوا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح بعض حصۂ صبح صادق کے طلوع ہونے پر صبح کا وقت شروع ہوتا ہے تو اسی طرح بعض حصۂ سورج کے طلوع ہونے پر صبح کا وقت ختم ہوتا ہے۔ صبح کی نماز شرع میں دن میں شمار کی گئی ہے لیکن ایک قول یہ ہے کہ دن سورج کے طلوع سے شروع ہوتا ہے اور صبح کی نماز کا وقت طلوع سے قبل ہے اسی لیے رات میں شمار کی گئی اور جہری قرار دی گئی۔ امام شافعی اور اصحاب رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ نماز وسطیٰ سے مراد نمازِ صبح ہے اس لیے کہ قنوت صرف صبح میں پڑھی جاتی ہے اور آیت قرآنِ مجید میں قنوت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے

اوقاتِ صبح۔ خلاصہ یہ کہ صبح کی نماز کے چھ اوقات ہیں۔ وقتِ فضیلت (۱) اول وقت ہے جبکہ صبح صادق طلوع ہو اور مدت اتنی ہے جتنی نماز اور ضروریاتِ نماز میں صرف ہو اس کی تفصیل مغرب میں بیان ہو چکی ہے (۲) وقتِ اختیاری اول وقت شروع ہوتا ہے صبح کی روشنی نکلنے تک جاری رہتا ہے۔ حدیث۔ اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ۔ صبح کی نماز سفیدی نکلنے پر پڑھو اس لیے کہ اس میں زیادہ ثواب ہے۔ اس حدیث پر ان احادیث کو ترجیح ہے جو اول وقت کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ کہ جو وقت شافعیہ میں اختیاری ہے وہ حنفیہ میں مستحب ہے۔ (۳) وقتِ جواز بلاکراہت اول وقت شروع ہوتا ہے مگر سورج کے برآمد ہونے سے قبل سرخی کے نمودار ہونے تک جاری رہتا ہے۔ یہ تینوں اوقات ایک ساتھ شروع ہوتے ہیں اور اسی ترتیب سے یکے بعد دیگرے ختم ہوتے ہیں۔ (۴) وقتِ جواز بکراہت سرخی کے نمودار ہونے پر شروع ہوتا ہے اور سورج کے طلوع ہونے کے قریب تک جاری رہتا ہے (۵) وقتِ حرمت ایسا تنگ وقت ہے کہ نماز کی گنجائش نہ رہے (۶) وقتِ ضرورت وہ وقت ہے جبکہ موانعات رفع ہو جائیں اور تکبیر تحریمہ کہنے اتنا یا اس سے زیادہ وقت باقی رہے صبح میں وقتِ عذر نہیں ہے۔ نہ عشاء کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اور نہ ظہر کے ساتھ۔

چار رکعت قبلیہ میں طوالت مسنون ہے۔ سنّتِ قبلیہ کو ایک احرام اور ایک سلام سے، ایسا ہی ایک یا دو تشہد کے ساتھ پڑھنا جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ دو احرام اور دو سلام کے ساتھ پڑھا جائے اور فصل کیا جائے۔ جن نمازوں میں سنّت نمازیں فرض سے پہلے اور بعد میں ہیں ان میں نیت میں قبلیہ یا بعدیہ کی تصریح ضروری ہے اور جن نمازوں میں یہ صورت نہ ہو تو نیت میں تصریح ضروری نہیں ہے۔ سنّتِ بعدیۂ ظہر کو بھی ملا کر ایک احرام سے پڑھ سکتے ہیں۔ یہ بھی جائز ہے کہ فرض کے بعد قبلیہ اور بعدیہ دونوں سنّتیں ایک ساتھ ملا کر ایک احرام کے ساتھ پڑھی جائیں۔ نیت۔ نَوَیْتُ اُصَلِّیْ ثَمَانَ رَکَعَاتٍ سُنَّۃَ الظُّھْرِ الْقَبْلِیَّۃِ وَالْبَعْدِیَّۃِ۔ آٹھ رکعت سنّتِ نماز قبلیہ اور بعدیۂ ظہر کی میں نیت کرتا ہوں۔ جمعہ کی سنّتیں وہی ہیں جو ظہر میں ہیں۔ جمعہ سے قبل چار رکعت اور بعد میں چار رکعت۔ حدیث۔ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمُ الْجُمُعَۃَ فَلْیُصَلِّ قَبْلَھَا اَرْبَعًا وَبَعْدَھَا اَرْبَعًا۔ جب تم جمعہ کی نماز پڑھو تو اس کے پہلے چار اور بعد میں چار رکعت پڑھو۔ جمعہ کے بعد چار رکعت سنّتِ جمعہ اسی صورت میں پڑھی جائے گی جبکہ جمعہ کے ساتھ ظہر نہ پڑھی جائے۔ جمعہ اور ظہر دونوں پڑھنے کی صورت میں، پہلے چار رکعت، سنّتِ جمعہ کی نیت سے، پھر فرض جمعہ، پھر چار رکعت قبلیۂ ظہر پھر چار رکعت فرضِ ظہر اور اس کے بعد چار رکعت سنّت بعدیۂ ظہر اس کا نتیجہ یہ کہ جمعہ کے بعد سنّتِ بعدیۂ جمعہ ہوگی۔

سُنّنِ عصر۔ عصر سے قبل چار رکعت سنّتِ غیر مؤکدہ ہیں۔ حدیث۔ رَحِمَ اللّٰہُ امْرَأً صَلّٰی قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جس نے عصر سے پہلے چار رکعت پڑھی۔ یہ چاروں ایک ساتھ ایک احرام اور ایک سلام کے ساتھ جمع کی جا سکتی ہیں یا ان میں دو احرام اور دو سلام سے فصل کیا جا سکتا ہے۔

سُنّنِ مغرب۔ دو رکعت مغرب کے بعد سنّتِ مؤکدہ ہیں۔ ان میں الکافرون اور الاخلاص کا پڑھنا مسنون ہے، مغرب کے پہلے بھی دو رکعت غیر مؤکدہ خفیف پڑھنا مسنون ہے۔ انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ جب مغرب کی اذان ہوتی تو بزرگانِ صحابہ دو رکعت پڑھتے تھے۔

سُنّنِ عشاء۔ عشاء کے بعد دو رکعت سنّتِ مؤکدہ ہیں اور ایک رکعت وِتر۔ حدیث۔ بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلٰوۃٌ ہر دو اذان کے درمیان نماز ہے۔ دوسری اذان سے مراد اقامت ہے۔

وِتر۔ وِتر کی نماز تنہا پڑھنا مسنون ہے، صرف رمضان میں جماعت کے ساتھ پڑھنا مسنون ہے۔ وِتر میں وِتر کی یا سنّتِ وِتر کی نیت کی جائے گی۔ سنّتِ عشاء کی نیت سے وِتر نہ ہوگی۔ حدیث۔ اِنَّ اللّٰہَ اَمَدَّکُمْ بِصَلٰوۃٍ ھِیَ خَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ وَھِیَ الْوِتْرُ فَجَعَلَھَا لَکُمْ مِنَ الْعِشَاءِ اِلٰی طُلُوْعِ الْفَجْرِ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے تحفہ دیا تم کو ایسی نماز کا جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اور وہ وِتر ہے پس مقرر کر دیا اس کو تمہارے لیے عشاء سے فجر کے طلوع ہونے تک۔ اونٹ عرب میں بڑی دولت تصور کیے جاتے تھے۔ آخرت کے امور کو دنیوی امور سے اس لیے تشبیہ دی جاتی ہے کہ سمجھنے میں سہولت ہو ورنہ آخرت کا ایک ذرہ تمام روئے زمین کے اور اس کے کئی ایک سرمایہ سے بہتر ہے۔

مراد اذاں اور اقامت ہے۔ خطیب اور ہجوری کا قول ہے کہ وتر کو سُنَنِ تابعہ میں شمار نہ کرنا بہتر ہے۔ وتر اگرچہ عشاء کے بعد پڑھی جاتی ہے مگر اس کو عشاء سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وتر کی نماز کے لیے سنتِ عشاء کی نیت صحیح نہیں ہو سکتی۔
ابو شجاع نے سُنَنِ راتبہ موکدہ اور غیر موکدہ کو علیحدہ نہیں بیان کیا۔ دس رکعت موکدہ اور بارہ رکعت غیر موکدہ ہیں۔ دس موکدہ کی [illegible] یہ حدیث ہے۔ قَالَ ابْنُ عُمَرَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ
ابن عمر نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی دو رکعت فجر سے قبل دو رکعت ظہر سے قبل اور دو رکعت بعد اور دو رکعت مغرب کے بعد اور دو رکعت عشاء کے بعد۔ غیر موکدہ بارہ کی تفصیل یہ ہے۔ ظہر کے پہلے دو۲ اور ظہر کے بعد دو۲۔ حدیث۔ مَنْ حَافَظَ عَلَى أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ۔ جس نے ظہر سے پہلے چار رکعت اور بعد میں چار رکعت کی پابندی کی اللہ تعالیٰ نے اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی۔ چار۴ عصر سے پہلے۔ حدیث۔ رَحِمَ اللهُ امْرَأً صَلَّى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جس نے عصر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھی۔ دو۲ خفیف رکعتیں مغرب سے پہلے۔ حدیث انسؓ نے بیان کیا ہے کہ بزرگانِ صحابہ مغرب کی اذاں ہوتے ہی دو رکعت پڑھتے تھے۔ دو۲ رکعت عشاء سے پہلے۔ حدیث۔ بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ۔ ہر دو اذاں کے درمیان نماز ہے۔
سُنَنِ فجر۔ دو رکعت [illegible] فرض سے قبل۔ جملہ سُنَنِ راتبہ میں ان سنتوں کو فضیلت ہے اور ان کا درجہ وتر کے بعد ہے۔ حدیث۔ رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔ فجر کی دو رکعت دنیا اور ما فیہا سے بہتر ہیں۔ اس کے بعد بقیہ راتبہ موکدہ اور پھر غیر موکدہ کا درجہ ہے۔ سنن فجر کی نیت متعدد طور پر ہو سکتی ہے۔ سُنَّةُ الْفَجْرِ، رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، سُنَّةُ الصُّبْحِ۔ سُنَّةُ الْوُسْطَى۔ سنتِ صبح کی دونوں رکعت کی قرأت میں تخفیف مسنون ہے اور سورۂ بقرہ کی آیت (١٣٦/١) قُولُوا آمَنَّا بِاللهِ سے مُسْلِمُونَ تک اور آلِ عمران کی آیت۔ (٦٤/٣) قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ سے مُسْلِمُونَ تک۔ بعض نے لکھا ہے کہ آلِ عمران کی یہ آیت۔ (٥٢/٣) قُلْ آمَنَّا بِاللهِ سے مُسْلِمُونَ تک مراد ہے۔ ان آیتوں کی قرأت خلافِ تخفیف اس لیے نہیں ہے کہ ان کے بارے میں صحیح حدیث وارد ہوئی ہے۔ ورنہ دو سورے الم نشرح اور الم تر کیف۔ ورنہ دو سورے الکافرون اور الاخلاص۔
صبح کی سنت اور فرض نمازوں کے درمیان تھوڑی دیر داہنی کروٹ لیٹ کر ان دونوں نمازوں میں فصل کرنا اور اس فصل میں ضجعت (کروٹ لیٹنا) قبر کو یاد کرنا مسنون ہے اگر فرض کے بعد سنت پڑھی جائے تو بھی سنت کے بعد لیٹنا مسنون ہے بہرحال معتمد یہ ہے کہ سنت کے بعد تھوڑی دیر لیٹ جائے، خواہ سنت فرض سے پہلے پڑھے یا بعد۔ اگر لیٹے نہیں تو ذکر یا دعا میں کچھ وقت صرف کرے اور اگر یہ بھی نہ ہو تو مقام تبدیل کرے۔ قضاء نماز میں بھی یہ عمل مسنون ہے۔
سُنَنِ ظہر۔ چار رکعت ظہر سے پہلے، دو موکدہ اور دو غیر موکدہ اور چار رکعت فرض کے بعد دو موکدہ اور دو غیر موکدہ۔

وتر پڑھ لے اگر نیند لینے کے بعد وتر پڑھی گئی تو وتر اور تہجد دونوں کا ثواب حاصل ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ وتر کو چھوڑ کر سنن راتبہ جملہ بائیس ۲۲ ہیں اور ان میں دس موکدہ اور بارہ غیر موکدہ ہیں۔

موکدہ دس رکعت۔ دو فجر سے قبل، دو ظہر سے قبل اور دو بعد، دو مغرب کے بعد، دو عشاء کے بعد۔

غیر موکدہ بارہ رکعت۔ دو ظہر سے قبل اور دو بعد، چار عصر سے قبل، دو مغرب سے قبل اور دو عشاء سے قبل۔

نفلِ موکدہ

نفل موکدہ تین ہیں۔ صلاۃ التراویح۔ صلاۃ الضحیٰ اور صلاۃ اللیل یعنی تہجد۔ نفل اس نماز کو کہتے ہیں جو فرض کے تابع نہیں ہے، اور موکدہ جس کی تاکید ہو۔ موکدہ نفل نمازوں میں افضل تراویح، اس کے بعد ضحیٰ اور پھر تہجد ہے۔

صلاۃ التراویح۔ تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ مشتق ہے راحت سے اور چونکہ تراویح کی نماز میں اہل مکہ ہر چہار رکعت کے بعد خانۂ کعبہ کا طواف کرتے اور راحت اور فرحت حاصل کرتے تھے اس لیے ہر چہار رکعت کو ایک ترویحہ کہا گیا۔

رمضان کی ہر رات میں تراویح کی بیس ۲۰ رکعت ہیں۔ جن میں دس سلام اور پانچ ترویحات ہیں دس سلاموں کی تعداد واجب ہے۔ چار یا زیادہ رکعت کے لیے ایک سلام صحیح نہ ہوگا۔ چار رکعت بھی ایک سلام کے ساتھ پڑھنا صحیح نہیں ہے ہر دو رکعت کے لیے علٰحدہ تراویح یا سنتِ قیام (نماز) رمضان کی نیت کی جائے۔ تراویح کا وقت نماز عشاء اور صبح صادق کے درمیان ہے۔ نمازِ عشاء کے وقت میں وہ وقت بھی داخل ہے جبکہ بوجہ عذر عشاء کو مغرب کے وقت ادا کیا جائے۔ وقت کا لحاظ کرتے ہوئے تراویح وتر کے مانند ہے اور وتر کو تراویح کے بعد پڑھنا مندوب ہے۔ تراویح میں جماعت مطلوب ہے اس لیے تراویح بھی فرائض کے مشابہ ہے۔ تراویح کی نماز تنہا بھی پڑھی جا سکتی ہے لیکن تراویح میں اور اس کے بعد وتر میں جماعت مسنون ہے۔ تراویح اور وتر دونوں فرضِ عشاء پر موقوف ہیں اور فرض عشاء کے بعد پڑھی جائیں گی نہ کہ قبل۔ پورا مہینہ، ہر رات کو قرآن کا ایک جزء پڑھنا افضل ہے۔

ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ۲۳ رمضان کی رات میں مسجد پہنچے اور ایک تہائی رات تک آپ نے صحابہ کے ساتھ آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ دوسرے مرتبہ ۲۵ رمضان کی رات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعت نماز صحابہ کے ساتھ نصف شب تک پڑھی اور اسی طرح تیسرے مرتبہ ستائیس ۲۷ ویں رات کو آٹھ رکعت نماز صبح صادق کے قریب تک پڑھی بقیہ بارہ رکعت آپ اور صحابہ اپنے اپنے گھر پہنچ کر پڑھتے اور بیس ۲۰ کی تکمیل کرتے تھے۔ جماعت کے ساتھ آپ نے صرف تین ہی روز تراویح پڑھی۔ جیسا ہی لوگوں کو اس کا علم ہوتا تھا، جماعت کی تعداد میں اضافہ ہوتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ مسجد میں گنجائش بھی باقی نہیں رہی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے اس شوق و ذوق کو دیکھ کر ایک مرتبہ صبح کی نماز کے بعد فرمایا کہ مجھ کو خوف تھا کہ تم پر یہ نماز فرض ہو جائے اور تم اس سے عہدہ برآ نہ ہوسکو۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم

تعدادِ وتر۔ وتر کی اقل تعداد ایک رکعت ہے۔ ابنِ عمرؓ اور ابنِ عباسؓ نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔
اَلْوِتْرُ رَكْعَةٌ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ۔ وتر رات کے آخر میں ایک رکعت ہے ایک رکعت پر اکتفا کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے لیکن اولویت کے خلاف ہے! ادنیٰ کمال کی تعداد تین رکعت، اکمل کی تعداد پانچ پھر سات، پھر نو اور پھر گیارہ ہے اور گیارہ اکثر تعداد ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھی نہ رمضان میں اور نہ غیر رمضان میں۔ اسی لیے وتر گیارہ رکعت سے زیادہ پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

وتر ایک سے زیادہ پڑھی جائے تو ان کے درمیان فصل بھی ہو سکتا ہے اور وصل بھی۔

فصل۔ وتر میں فصل اس طرح کیا جائے گا کہ صرف آخری رکعت کو پہلی رکعتوں سے علیحدہ پڑھا جائے گا۔ گیارہ رکعت وتر میں پہلے دس کو ایک احرام سے اور آخری گیارھویں رکعت کو دوسرے احرام سے پڑھا جائے گا۔ ہر دو رکعت یا اس سے زیادہ میں ایک تشہد پڑھا جائے گا۔

وصل۔ وتر میں وصل اس عمل کو کہتے ہیں کہ آخری رکعت کو بھی پہلی رکعتوں کے ساتھ پڑھا جائے۔ تشہد صرف آخری رکعت میں ایک مرتبہ پڑھا جائیگا یا آخری دو رکعتوں میں دو مرتبہ لیکن ایک تشہد پر اکتفا کرنے میں فضیلت ہے اس لیے کہ وتر کو مغرب کی طرح ادا کرنے سے منع کیا گیا ہے! ان دو کے سوائے وصل میں کوئی تیسری صورت نہیں ہے۔

اختلاف۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس وصل واجب ہے اور امام مالک رضی اللہ عنہ کے پاس وصل جائز نہیں ہے! اسی طرح وتر امام ابو حنیفہؒ کے پاس واجب اور امام شافعی کے پاس مسنون ہے۔ حدیث۔ اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا۔ وتر حق ہے جس نے وتر نہ پڑھی پس ہم سے نہیں ہے۔ حنفیہ نے ثبوت اور وجوب دونوں کو حق کے مفہوم میں داخل کیا ہے اور شافعیہ نے صرف ثبوت پر اکتفا کیا ہے کہ وتر ثابت ہے سنت اور شرع میں۔

وقتِ وتر۔ وتر کا وقت عشاء اور صبح صادق کے درمیان ہے۔ حدیث۔ فَجَعَلَهَا لَكُمْ مِنَ الْعِشَاءِ إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ پس مقرر کیا اس کو تمہارے لیے عشاء سے طلوعِ فجر تک۔ عشاء سے مراد نمازِ عشاء اور فجر سے مراد صبح صادق ہے۔ عشاء میں وہ وقت بھی داخل ہے جبکہ بوقتِ عذر عشاء کو مغرب کے وقت پڑھا جائے اور جمع میں تقدیم کی جائے۔ وتر کا وقت فرض عشاء کے بعد ہے اس کے قبل نہیں ہے اگر عشاء سے قبل عمداً وتر پڑھی تو نہ وتر میں اور نہ کسی اور نماز میں اس کا شمار ہوگا اور اگر سہواً پڑھی تو نفل ہو جائے گی۔ عشاء فوت ہو جائے تو قضا میں بھی اس کا لحاظ کیا جائیگا۔ صلاۃ اللیل (تہجد) کے بعد وتر کا پڑھنا مسنون ہے۔ حدیث۔ اِجْعَلُوْا آخِرَ صَلَاتِكُمْ مِنَ اللَّيْلِ وِتْرًا۔ وتر کو صلاۃ اللیل کے بعد پڑھو اگر وتر پڑھ لی گئی ہو اور اس کے بعد تہجد کی نماز پڑھی جائے تو کوئی کراہت نہیں ہے لیکن اس کے بعد وتر کا اعادہ کرنا صحیح نہ ہوگا۔ حدیث۔ لَا وِتْرَانِ فِي لَيْلَةٍ۔ ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں۔ وتر کی نماز رات کے آخر حصہ میں پڑھنا افضل ہے اس شخص کے لیے جس کو بھروسہ ہو کہ اس وقت بیدار ہوگا۔ جس کو بھروسہ نہ ہو اس کو چاہیے کہ اول وقت ہی

اگر حرام ہے تو پاک کر اس کو اور اگر دور ہے تو نزدیک کر اس کو، تیرے ضحیٰ کے طفیل سے، تیری مہربانی سے، تیرے جمال، تیری قوت اور تیری قدرت کے طفیل سے۔ دے مجھ کو جو تو نے اپنے نیک بندوں کو دیا ہے۔

صلاۃ اللیل، وہ نماز ہے جو رات میں پڑھی جاتی ہے، اس کو صلاۃ التہجد بھی کہتے ہیں۔ آیت۔ (۱۵ ۲)۔ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ۔ رات میں تہجد کی نماز پڑھو جو زاید ہے تمہارے لیے۔ زاید سے مراد پنجگانہ نماز سے زاید ہے۔ آیت۔ (۲۶/۱ ،۱۷)۔ كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ۔ رات میں (صحابہ) بہت کم سوتے تھے یعنی نماز اور عبادتِ الٰہی میں رات کا اکثر حصہ بیدار رہتے تھے۔ ابو حامد غزالیؒ کا قول ہے کہ آغازِ اسلام میں تہجد کی نماز واجب تھی اور پنج وقتہ نماز کے فرض ہونے کے بعد، تہجد کے وجوب کا حکم ساقط ہوا۔ طبرانی اور بیہقی نے روایت کی ہے۔ ثَلَاثٌ هُنَّ عَلَيَّ فَرَائِضُ وَلَكُمْ سُنَّةٌ اَلْوِتْرُ وَالسِّوَاكُ وَقِيَامُ اللَّيْلِ۔ تین چیزیں میرے لیے فرائض ہیں اور تمہارے لیے سنت ہیں وہ وتر، مسواک اور رات کی نماز ہے۔ ابو الولید نیشاپوری کا قول ہے کہ تہجد پڑھنے والے کی شفاعت اہلِ بیت کے زمرے میں ہوگی۔

تہجد کے معنی تکلف کے ساتھ رات میں بیدار رہنے کے ہیں اور شرع میں اس نماز کو کہتے ہیں جو فرض عشاء کے پڑھنے کے بعد اور کچھ دیر سونے کے بعد پڑھی جائے سنتِ عشاء، نفلِ مطلق، وتر اور قضائے فرض وغیرہ سب تہجد کی عام تعریف میں داخل ہیں جبکہ فرضِ عشاء کے بعد اور کچھ نیند لینے کے بعد پڑھی جائیں لیکن خاص تہجد رات کی مطلق نفل نماز کو کہتے ہیں اور موکد یہی ہے۔ یہ خطیب شربینی کا قول ہے۔ قاضی حسین نے لکھا ہے کہ تہجد اس نماز کو کہتے ہیں جو رات میں نیند لینے کے بعد پڑھی جائے۔ وتر اور تہجد میں تین نسبتیں ہیں۔ فرض عشاء کے بعد، نیند لے کر وتر پڑھی جائے تو تہجد ہو جاتی ہے۔ عشاء کے بعد، بغیر سوئے کے وتر پڑھی جائے تو فقط وتر ہی رہے گی۔ عشاء کے بعد، وتر پڑھ کر سو جائے اور پھر مطلق نفل پڑھی جائے تو خالص تہجد ہوگی۔

قیلولہ، تہجد پڑھنے والے کے لیے مسنون ہے قیلولہ زوال سے پیشتر سونے کو کہتے ہیں اور محدثین زوال سے پیشتر راحت کو قیلولہ کہتے ہیں اگر چہ نیند نہ لگی ہو۔ حدیث۔ اِسْتَعِيْنُوْا بِالْقَيْلُوْلَةِ عَلٰى قِيَامِ اللَّيْلِ وَبِالسُّحُوْرِ عَلٰى صِيَامِ النَّهَارِ۔ رات کی نماز میں قیلولہ سے مدد لیا کرو اور سحری سے دن کے روزے میں۔ صلاتِ لیل کے لیے کوئی حصر نہیں ہے البتہ پوری رات نماز پڑھنے میں گزارنا مکروہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن عمرو بن عاص سے فرمایا۔ اَلَمْ اُخْبِرْ اِنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ۔ فَقُلْتُ بَلٰى۔ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ۔ صُمْ وَاَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا۔ کیا میں نے تجھ کو خبر نہیں دی کہ دن کو روزہ رکھو۔ رات کو نماز پڑھو پس میں (عبداللہ ابن عمرو) نے جواب دیا جی ہاں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر) کہا ایسا مت کرو۔ روزہ رکھو، افطار کرو (یعنی کبھی روزہ رکھو اور کبھی روزہ نہ رکھو)، نماز پڑھو اور

نے وفات فرمائی ابوبکر صدیق کی خلافت کے دور میں اور عمر رضی اللہ عنہا کی خلافت کے اگلے حصہ میں تراویح کی نماز نہیں پڑھی گئی۔ سب سے پہلے عمر رضی اللہ عنہ نے سنہ ہجری کے چودھویں سال سب کو تراویح کے لیے فراہم کیا۔ مرد ابی بن کعب کے گھر پر اور عورتیں سلیمان ابن ابی حثمہ کے مکان پر تراویح پڑھتے تھے اس طرح جو نماز چند مرتبہ ایک رمضان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی اس کو عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں رواج دیا اور آج تک قائم ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اور بعض نے لکھا ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ نے کہا تھا۔ نَوَّرَ اللّٰهُ قَبْرَ عُمَرَ كَمَا نَوَّرَ مَسَاجِدَنَا۔ اللہ تعالیٰ عمر کی قبر کو ایسا ہی روشن کرے جیسا کہ انھوں نے ہماری مسجدوں کو روشن کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو مسلسل راتوں میں نماز تراویح پڑھی اور نہ پورے دس رکعت جماعت کے ساتھ تکمیل کیے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ صحابہ پر شفقت اور سہولت آپ کو مطلوب تھی ہر چہار رکعت کے بعد مکہ والے کعبہ کا طواف کرتے تھے اور چونکہ یہ بات مدینہ میں ممکن نہ تھی اور مزار نبوی کا طواف کرنا مکروہ تھا اس لیے مدینہ والوں نے پہلی صدی ہجری کے آخر میں ہر طواف کے عوض چار رکعت کا اضافہ کر کے جملہ چھتیس [۳۶] رکعت پڑھنا شروع کیا۔ مگر فقہا کا قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف بیس [۲۰] رکعت وارد ہوئے ہیں اس لیے اسی تعداد میں فضیلت ہے۔ بیس رکعت سے زیادہ یا چھتیس [۳۶] رکعت غیر مدینہ والوں کے لیے جائز ہی نہیں ہیں۔

صلاۃ الضحیٰ یعنی چاشت اور دن چڑھے وقت کو کہتے ہیں اس کا وقت سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے پر شروع ہوتا ہے اور سورج کے زوال پر ختم ہوتا ہے اور وقت اختیاری دن کا ربع حصہ گزرنے تک ہے۔ صلاۃ الضحیٰ کے پڑھنے کا نتیجہ یہ ہے کہ دن کے ہر ربع حصہ میں ایک نماز ہو جاتی ہے۔ صلاۃ الضحیٰ کے اقل دو رکعت ادنیٰ کمال چار اور اس سے افضل چھ اور ابن حجر کا قول ہے کہ اکثر آٹھ رکعت ہیں اور یہی قول صحیح اور معتمد ہے۔ نووی کا قول اکثر تعداد بارہ [۱۲] رکعت کی بدعت ضعیف تصور کیا گیا ہے۔ آٹھوں رکعت ایک احرام سے بھی پڑھی جا سکتی ہیں لیکن دو دو رکعت علیحدہ پڑھنا افضل ہے پہلی رکعت میں کافرون اور دوسری میں اخلاص اور یہی سورے باقی رکعتوں میں پڑھنا افضل ہے کافرون ربع قرآن اور اخلاص ثلث قرآن کے مساوی ہے۔ دعائے صلاۃ الضحیٰ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّ الضُّحَاءَ ضُحَاؤُكَ وَالْبَهَاءَ بَهَاؤُكَ وَالْجَمَالَ جَمَالُكَ وَالْقُوَّةَ قُوَّتُكَ وَالْقُدْرَةَ قُدْرَتُكَ وَالْعِصْمَةَ عِصْمَتُكَ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ رِزْقِيْ فِي السَّمَاءِ فَاَنْزِلْهُ وَاِنْ كَانَ فِي الْاَرْضِ فَاَخْرِجْهُ وَاِنْ كَانَ مُعْسِرًا فَيَسِّرْهُ وَاِنْ كَانَ حَرَامًا فَطَهِّرْهُ وَاِنْ كَانَ بَعِيْدًا فَقَرِّبْهُ بِحَقِّ ضُحَائِكَ وَبَهَائِكَ وَجَمَالِكَ وَقُوَّتِكَ وَقُدْرَتِكَ آتِنِيْ مَا آتَيْتَ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ۔ یا اللہ بے شک ضحیٰ تیرا ضحیٰ ہے اور مہربانی تیری مہربانی ہے اور جمال تیرا ہی جمال ہے اور قوت تیری ہی قوت ہے اور قدرت تیری ہی قدرت ہے اور عصمت تیری ہی عصمت ہے۔ یا اللہ اگر میرا رزق آسمان میں ہے تو اُتار اس کو اور اگر زمین میں ہے تو باہر کر اس کو اور اگر تنگ ہے تو آسان کر اس کو اور

نہ ہو تو تحیۃ المسجد پڑھی جائے گی۔ دوسری ساری مساجد میں داخل ہونے پر تحیۃ المسجد مسنون ہے۔ مسجد کی قید سے خانقاہ، عیدگاہ اور وہ عبادت گاہیں خارج ہیں جو کرایہ کی زمین پر یا بااجازت مالک بشکل مسجد قایم کی جاتی ہیں۔ مسجد کے لیے مناروں، منبر اور کنگروں وغیرہ کے علامات کی قید نہیں ہے، البتہ جہاں یہ علامتیں پائی جائیں اس مقام کے مسجد ہونے کی نسبت شک نہیں۔ زرکشی اور ابن عماد کا قول ہے کہ تحیۃ المسجد کی نماز اس پروردگار کی تعظیم کے لیے پڑھی جاتی ہے جس کی جانب مسجد منسوب کی گئی ہے نہ کہ مسجد کے مقام اور مکان کے لیے۔ عبادت سے مقصود اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے نہ کہ زمین یا مکان کی۔ تحیۃ المسجد میں ایک مضاف محذوف ہے اور اصل فقرہ تَحِيَّةُ لِرَبِّ الْمَسْجِدِ ہے۔ تحیۃ المسجد میں دو رکعت مسنون ہیں اور فضیلت اسی تعداد میں ہے ورنہ دو سے زیادہ رکعت بھی پڑھی جا سکتی ہیں مگر دو رکعت ہوں یا زیادہ احرام ایک ہی ہو گا۔ دو رکعت سے کم سے تحیۃ المسجد حاصل نہیں ہوتی۔ نماز جنازہ، سجدۂ تلاوت اور سجدۂ شکر سے بھی تحیۃ المسجد کی تکمیل نہیں ہوتی۔ ہر ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہونے پر تحیۃ المسجد پڑھی جائے گی اگرچہ قریب سے کیوں نہ داخل ہوا ہو اور مصلی بہ حالتِ اعتکاف کیوں نہ ہو۔ مسجد میں داخل ہونے کے بعد عمداً بیٹھ جانے سے تحیۃ المسجد فوت ہو جائے گی سوائے اس کے کہ سہو سے یا ناواقفیت کی وجہ سے بیٹھ گیا ہو اور بیٹھنے کے بعد دیر نہ ہوئی ہو۔ مسجد میں داخل ہونے کے بعد دیر تک کھڑے رہنے سے بھی تحیۃ المسجد فوت ہو جاتی ہے خواہ سہو ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ محض تھوڑی دیر کھڑے رہنے سے فوت نہیں ہوتی اگرچہ عمداً کھڑا رہا ہو۔ بیٹھنے اور کھڑے رہنے میں یہ فرق ہے کہ عمداً تھوڑی دیر بھی بیٹھ جائیں تو نماز فوت ہو جائے گی اور عمداً تھوڑی دیر کھڑے رہنے سے فوت نہ ہوگی۔ دو رکعت نماز سے زاید وقت گزرے تو دیر کہلائے گی۔ مسجد میں بغیر طہارت کے داخل ہونا مکروہ ہے۔ جو شخص بوجہ عدم طہارت یا کسی اور مصروفیت کی وجہ سے تحیۃ المسجد نہ پڑھ سکے تو چار مرتبہ تکبیر کہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ۔ تکبیر کہنے کے بعد کراہت باقی نہیں رہتی۔ تحیۃ المسجد اس صورت میں پڑھی جائے گی جبکہ نماز جماعت کی مصروفیت نہ ہو اور کسی سنت راتبہ کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو۔ نماز فرض پڑھی جا رہی ہو تو ایسے وقت تحیۃ المسجد میں مصروف ہو جانا مکروہ ہے۔ جب خطبہ پڑھنے کے لیے خطیب مسجد میں داخل ہو تو اس کے لیے تحیۃ المسجد مسنون نہیں ہے۔

سُنَّتُ الْوُضُوْءِ۔ وضو سے فارغ ہونے کے بعد، اگرچہ مجدّد ہو، دو رکعت نماز پڑھنا مسنون ہے۔ اسی طرح تیمم اور غسل کے بعد بھی دو رکعت مسنون ہیں۔ اس کے لیے عدم وقت کراہت کی قید نہیں ہے۔

صلاۃ التسابیح کی چار رکعت ہیں۔ جس میں تین سو مرتبہ تسبیح پڑھی جاتی ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ۔ احیا میں یہ بھی زیادہ کیا گیا ہے۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ قراءت کے بعد پندرہ مرتبہ، رکوع اور اعتدال میں دس دس مرتبہ اسی طور پر سجدوں اور سجدوں کے درمیان کے جلوس اور جلوس استراحت، ہر ایک میں دس دس مرتبہ اور اس طرح پہلی رکعت میں جملہ پچہتر مرتبہ اور اسی طرح دوسری رکعت میں بھی مگر فرق یہ ہے کہ

اور (رات کا کچھ حصہ) سو جاؤ۔ اس لیے کہ تم پر تمہارے جسم (کی صحت) کا بھی حق ہے، تمہاری زوجہ کا بھی تم پر حق ہے، اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی آخری دس راتوں میں نماز پڑھتے رہتے تھے۔ رات بھر نماز پڑھنے کے لیے جملہ راتوں میں سے فقط جمعہ کی رات کا انتخاب مکروہ ہے۔ حدیث۔ لَا تَخُصُّوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِّنْ بَيْنِ اللَّيَالِي۔ رات کی نماز کے لیے، تمام راتوں میں سے جمعہ کی رات ہی کی تخصیص نہ کرو۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے لیے شبِ جمعہ کی بیداری میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

رات کی مطلق نفل نماز، دن کی مطلق نفل نماز سے افضل ہے۔ وسطِ شب میں نفل نماز افضل ہے، پھر آخرِ شب میں اور پھر اوّلِ شب میں۔ نفل کے معنی مطلق زیادتی کے ہیں اور شرع میں نفل اس کو کہتے ہیں جس کو شرع نے ترجیح دی ہے اور اس کے ترک کو جائز رکھا ہے۔ نفلِ مطلق سے مراد وہ نفل ہے جو کسی وقت یا ... پر موقوف نہیں ہے۔ افضل سے مراد یہ ہے کہ اس میں ثواب زیادہ ہے، اس لیے کہ تہجد میں ریا اور ظاہر داری اور نمائش کی کم گنجائش ہے۔ فضیلت اس میں ہے کہ ہر دو رکعت میں سلام کیا جائے۔ یہ جائز نہیں ہے کہ آخری رکعت کے سوائے کوئی دوسری رکعت دو تشہد کے درمیان پڑھی جائے۔

نفلِ غیر مؤکدہ

صلاۃِ نفلِ غیر مؤکدہ چار ہیں۔ تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضوء، صلاۃ التسابیح اور صلاۃ استخارہ وغیرہ نفل نمازیں جن میں جماعت مسنون نہیں ہے ان کی دو قسمیں ہیں مؤکدہ اور غیر مؤکدہ۔ مؤکدہ کی تفصیل بیان کر دی گئی ہے، ذیل میں غیر مؤکدہ کی صراحت کی جاتی ہے۔

تحیۃ المسجد کی دو رکعت ہیں مسجد میں داخل ہونے کے بعد بیٹھ جانے یا زیادہ دیر کھڑے رہنے سے یہ نماز فوت ہو جاتی ہے تحیۃ کے معنی تعظیم کرنے اور دعا دینے کے ہیں۔ مقام اور محل کے لحاظ سے تحیات بھی متعدد ہیں۔ مسجد کا تحیۃ نماز ہے، بیت اللہ کا تحیۃ طواف ہے، حرم کا تحیۃ احرام ہے، منیٰ کا تحیۃ رمی جمار ہے، عرفہ کا تحیۃ وقوف ہے، مسلم کا تحیۃ سلام ہے اور خطیب کا تحیۃ خطبہ ہے۔ تحیۃ المسجد کی نماز کے لیے مسجدوں میں مسجد حرام داخل نہیں ہے اس لیے کہ مسجد حرام کا تحیۃ طواف ہے طواف اوّلاً کیا جائے گا اور تحیۃ المسجد اس کے بعد پڑھی جائے گی۔ طواف پر تحیۃ المسجد کو ترجیح دینا مکروہ ہے۔ طواف کا ارادہ ... مسلم پر مسنون ہے کہ مسلم کی ملاقات پر سلام کرے صیغۂ سلام یہ ہے السلام علیکم کسی اور الفاظ میں سلام کرنا ممنوع ہے۔ سلام کا ردّ کرنا یا جواب دینا واجب ہے صیغۂ ردّ یہ ہے وعلیکم السلام یا علیکم السلام۔ گھر میں داخل ہوتے وقت اہلِ خانہ کو سلام کہنا مندوب ہے اگر گھر خالی ہو تو کہا جائے السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین۔ اور داخل ہونے سے پیشتر بسم اللہ کہے قاری پر بھی سلام مستحب اور جواب واجب ہے جس سے بعض نے اختلاف کیا ہے۔ الفاظ نہ کہہ کر اشارہ کرنا اولویت کے خلاف ہے اور اس کا جواب واجب نہیں ہے سوار پیادہ سے، پیادہ بیٹھے ہوئے شخص سے، خورد بزرگ سے، کم تعداد زیادہ تعداد پر سلام میں سبقت کرے۔ سلام سے مقصود امان ہے۔ بجیرمی

اَللّٰھُمَّ اِنَّ عِلْمَ الْغَیْبِ عِنْدَكَ وَھُوَ مَحْجُوْبٌ عَنِّیْ وَلَا اَعْلَمُ مَا اَخْتَارُ لِنَفْسِیْ لٰکِنْ اَنْتَ الْمُخْتَارُ لِیْ

یا اللہ بیشک علم غیب تجھ کو ہے اور وہ پوشیدہ ہے مجھ سے اور میں نہیں جانتا کہ کیا اختیار کروں اپنے لیے لیکن تو میرا مختار ہے

فَاِنِّیْ فَوَّضْتُ اِلَیْكَ مَقَالِیْدَ اَمْرِیْ وَرَجَوْتُكَ لِفَقْرِیْ وَفَاقَتِیْ فَارْشِدْنِیْ

پس میں تیرے سپرد کرتا ہوں میرے کام کی کنجیاں اور امید کرتا ہوں میں تجھ سے تیرا احتیاج اور افلاس کے لیے پس رہنمائی کر میری

اِلٰی اَحَبِّ الْاُمُوْرِ اِلَیْكَ وَاَرْجَاھَا عِنْدَكَ وَاَحْمَدِھَا عِنْدَكَ۔ فَاِنَّكَ تَفْعَلُ مَا تَشَآءُ

اس چیز کی طرف جو تیرے پاس سب سے زیادہ محبوب ہے جو تیرے پاس پسند کرنے کے لائق ہے اور تیرے زیادہ تعریف کے لائق ہے۔ پس بیشک تو جو چاہتا ہے کرتا ہے

وَتَحْكُمُ مَا تُرِیْدُ۔ اور جو چاہتا ہے اس کا حکم دیتا ہے۔ پھر اپنی حاجت کو بیان کرے امید و بیم کی حالت میں رہے۔ اگر دل میں اس کام کے کرنے کا ارادہ پیدا ہوا تو کرے اور اگر نہ کرنے کا ارادہ ہوا تو نہ کرے اور اگر کوئی ارادہ ہی نہیں ہوا تو نماز استخارہ کا اعادہ اس وقت تک کرتا رہے جب تک کہ ایسا ارادہ دل میں پیدا ہو۔

صلاۃ التوابین، صلاۃ الغفلۃ یا صلاۃ الاوابین ایسے تین نام اس نماز کے ہیں جو کھانے پینے یا نیند کی وجہ سے جو غفلت طاری ہوتی ہے اس کے رفع کرنے کے لیے پڑھی جاتی ہے۔ اقل تعداد دو رکعت، اوسط چار اور اکثر چھ ہیں مگر بیس رکعت بھی پڑھ سکتے ہیں اس کا وقت مغرب اور عشاء کے درمیان اور مغرب کے آخری وقت کے اندر ہے۔

حدیث۔ مَنْ صَلّٰی سِتَّ رَکَعَاتٍ بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ کَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ عِبَادَةَ اِثْنَتَیْ عَشَرَةَ سَنَةً۔

جس نے مغرب اور عشاء کے درمیان چھ رکعت نماز پڑھی اللہ تعالیٰ اس کے لیے بارہ برس کی عبادت لکھ دیتا ہے۔

احرام کی دو رکعت نفل ہیں اور فضیلت اسی تعداد میں ہے ورنہ ایک احرام سے دو سے زیادہ رکعت بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔ یہ نماز احرام سے قبل اس طرح پڑھی جاتی ہے کہ احرام کی نماز کہلائی جائے وقت کراہت میں نہ پڑھی جائے۔

طواف کی دو رکعت نفل ہیں جن کا طواف کے بعد پڑھنا مندوب ہے۔

زوال کی دو رکعت زوال کے بعد پڑھنا مندوب ہے۔

توبہ کی دو رکعت توبہ سے قبل پڑھنا اگرچہ گناہ صغیرہ ہو، اور اس کے بعد استغفار بھیجنا مسنون ہے۔ ابن حجر کا قول ہے کہ توبہ کے بعد بھی دو رکعت، توبہ کے قبول کے شکر میں پڑھنا مسنون ہے۔ توبہ کے وقت توبہ کے ارکان کا وجود میں آنا مشروط ہے۔ توبہ کے ارکان یہ ہیں۔ گناہ پر احساس ندامت، گناہ کو ترک کرنا اور دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرنا توبہ اس دن سے قبل ہونا چاہیے جبکہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور قیامت کے آثار نمودار ہوں گے۔

منزل سے نکلتے وقت دو رکعت اور منزل میں داخل ہوتے وقت دو رکعت نفل پڑھنا مسنون ہے۔

مسجد نبوی سے نکلتے وقت دو رکعت نفل پڑھنا مسنون ہے۔

حمام سے نکلنے کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا مسنون ہے۔ حمام میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

دس مرتبہ تسبیح جو جلوس میں پڑھی جاتی ہے وہ تشہد سے قبل پڑھی جائے گی۔ اسی طرح آخری دونوں رکعت پڑھی جائیں گی دن میں چاروں رکعت کا ایک سلام کے ساتھ اور رات میں دو سلام کے ساتھ پڑھنا افضل ہے۔ یہ طریقہ تسبیح ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت پر مبنی ہے ورنہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت یہ ہے کہ قرائت کے قبل پندرہ مرتبہ اور قرائت کے بعد اور رکوع کے قبل دس مرتبہ اور ایسا ہی اعتدال میں، سجود اول میں دونوں سجدوں کے درمیان جلوس میں، اور سجود دوم میں اور اسی طرح پہلی رکعت میں پچھتر اور دوسری رکعت میں اسی طرح اور اس کے مانند آخر کی دونوں رکعت میں لیکن اس قول کو ضعیف بتایا گیا ہے۔ اس نماز کو دن میں ایک مرتبہ یا اس سے زیادہ، ورنہ جمعہ کے دن، ورنہ مہینے میں ایک مرتبہ، ورنہ سال میں ایک مرتبہ اور یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر میں ایک مرتبہ پڑھنا مسنون ہے۔ جلوس استراحت پہلی رکعت کے دونوں سجدوں کے بعد کے اور دوسری رکعت کے قیام سے قبل کے جلوس کو کہتے ہیں۔

صلاۃ الاستخارہ۔ دو باتوں میں سے جو بات بہتر ہو اس کی جانب ہدایت طلب کرنے کو استخارہ کہتے ہیں اور اس غرض سے جو نماز پڑھی جاتی ہے اس کو صلاۃ استخارہ کہا جاتا ہے۔ صلاۃ استخارہ کی دو رکعت ہیں۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیات۔ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ (۲۰ ۸) تک اور دوسری رکعت میں آیات۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ (۲۲ ۲) تک یا پہلی رکعت میں کافرون اور دوسری رکعت میں اخلاص۔ سلام کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ

یا اللہ بیشک میں خیر طلب کرتا ہوں تیرے علم سے اور قدرت طلب کرتا ہوں تیری قدرت سے اور سوال کرتا ہوں تیرے بڑے فضل سے۔

فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ۔ اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ

بیشک تجھ کو قدرت ہے اور مجھ کو قدرت نہیں ہے اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو غیب کے امور جانتا ہے۔ یا اللہ اگر تو جانتا ہے

إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَدُنْيَايَ وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ فَاقْدِرْهُ لِي

کہ اس کام میں میری بھلائی ہے دین اور دنیا میں اور زندگی اور میرے انجام کار میں اور اس کے جلد میں اور بدیر میں تو اس کو ممکن کر دے میرے لیے

وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ يَا كَرِيمُ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَدُنْيَايَ

اور آسان کر دے میرے لیے۔ پھر برکت دے اس میں اے کریم اور اگر تو جانتا ہے کہ اس کام میں میری برائی ہے دین دنیا

وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدِرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ

زندگی اور انجام کار میں اس کے جلد میں اور بدیر میں اسکو مجھ سے پھیر دے اور مجھ کو اس سے پھیر دے مجھ کو نیکی پر قدرت دے جہاں کہیں ہو

ثُمَّ رَضِّنِي بِهِ يَا كَرِيمُ۔ اور پھر مجھ کو اس پر راضی رکھ اے کریم۔ اس کے بعد یہ دعا بھی اضافہ کی جاتی ہے۔

بھی شریعت کے فروع پر مکلف ہے مگر اس پر دنیا میں نماز پڑھنے کے لیے مطالبہ نہیں کیا جا سکتا۔ آخرت میں کفر کے عذاب کے علاوہ، امورِ شرعی کی عدمِ تعمیل کے عذاب کا بھی مستوجب ہوگا۔ یہ ایک رعایت ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد کافر پر سابقہ نمازوں کی قضا واجب نہیں ہوتی۔ آیت۔ (۹/۱۹ ۱)۔ قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ۔ کہہ دو اُن سے جنھوں نے کفر کیا ہے اگر اس سے باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ معاف کردے گا جو کچھ کہ گزر چکا۔ اس سے ظاہر ہے کہ کافر پر سابقہ نمازوں کی قضا واجب نہیں ہے اور جب واجب نہیں ہے تو مسنون بھی نہیں ہے۔ رملی کا قول ہے کہ کافر کی نماز منعقد ہی نہیں ہوتی اور یہی قول معتبر ہے۔ بعض کا قول ہے کہ کافر نے اگر کوئی نیک کام، صدقہ، ہدیہ یا ہبہ کے طور پر کیا ہے تو اس کا ثواب اس کو اسلام لانے پر ملے گا اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے عذاب میں کمی ہوگی۔ نماز کے تعلق سے کافر اور حایض میں یہ فرق ہے کہ حایض میں فی الجملہ نماز کی اہلیت ہے اور کافر میں سرے سے اہلیت ہی نہیں ہے۔ مرتد پر نماز واجب ہے اور اسلام کی طرف عود کرنے کے بعد، سابقہ نمازوں کی قضا بھی واجب ہے۔ وجوبِ نماز سے یہ مراد نہیں ہے کہ حالتِ ارتداد میں، اس سے نماز کا مطالبہ کیا جائے گا بلکہ مطالبہ یوں ہوگا کہ اسلام لائے اور نماز پڑھے۔ نماز کا وجوب اس لیے ہے کہ وہ پہلے مسلم تھا یا اسلام قبول کر چکا تھا اور اس بنا پر، اس پر نماز واجب ہو چکی تھی۔ اس لیے ایک مرتبہ واجب ہو جانے کے بعد اسلام سے انحراف کرنے کے باوجود، عاید شدہ نماز کا وجوب اس سے ساقط نہ ہوگا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص، ایک مرتبہ، کسی امر کا اقرار کرے اور اس اقرار کی وجہ سے اس پر کوئی ذمہ داری عاید ہو تو پھر وہ اُسی امر سے انکار کرکے، عاید شدہ ذمہ داری کو زایل نہیں کر سکتا۔ مجنون اور مرتد میں فرق ہے کہ مجنون بوجہِ جنون، وجوبِ فعل کی حالت سے جوازِ ترک کی طرف منتقل ہو گیا اور مجنون کی موجودہ حالت رخصت[1] [1] ص۳۵- ۸۰-۹۲
کہلائے گی، ارتداد معصیت ہے اور رخصت کسی فعلِ معصیت کی وجہ سے حاصل نہیں ہوتی اور اس لیے مرتد اہلِ رخصت میں سے نہیں ہے۔ مرتد اور حایض میں یہ فرق ہے کہ حایض وجوبِ فعل کی حالت سے وجوبِ ترک کی حالت کی طرف منتقل ہوئی ہے اور اس کا یہ فعل عزیمت[2] کہلاتا ہے۔ اسی طرح جو شخص بھوک کی وجہ سے اضطراری حالت میں ہو تو اکلِ میتہ یعنی [2] ص۹۲
مردار جانور کا کھانا اس کے لیے حلال ہے حالانکہ اس سے قبل وہی مردار جانور اس کے لیے حرام تھا۔ یہ شخص وجوبِ ترکِ اکل کی حالت سے، بربنائے رخصت، وجوبِ فعلِ اکل کی حالت کی طرف منتقل ہوا ہے۔

بلوغ[3] کے لیے احتلام ہونے یا حیض آنے کی قید نہیں ہے، عمر میں ایک خاص حد کو پہنچنے کے بعد بھی بلوغ حاصل ہوتا ہے۔ بلوغ میں، مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بچے مکلف نہیں ہیں اور ان پر نماز واجب نہیں ہے۔ اسی لیے بلوغ کے بعد، بلوغ سے قبل کے زمانے کی، چھوٹی نمازوں کی قضا واجب نہیں ہے۔ البتہ زمانۂ تمیز کی نمازوں کی قضا مسنون ہے۔ زمانۂ تمیز سے پہلے کی نماز کی قضا نہیں ہو سکتی۔ سات سال کی عمر کے بعد اگر بچے میں تمیز پیدا ہو تو اس کو نماز پڑھنے کے لیے حکم دیا جائے گا ورنہ تمیز پیدا ہونے کے بعد۔ اس لیے کہ غیر ممیز کی عبادت صحیح نہیں ہو سکتی۔ سات سال کی

سفر سے آتے وقت دو رکعت نفل مسجد میں پڑھنا افضل ہے' اس سے تحیۃ المسجد بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ مسجد کی قید نہیں ہے۔ نئے ملک اور اجنبی سرزمین پر سے گزرتے وقت دو رکعت نفل پڑھنا مسنون ہے! اس میں وہ سرزمین بھی داخل ہے جہاں کسی نے اس کر پہلے نماز نہیں پڑھی۔

زفاف کے وقت دو رکعت نفل مسنون ہیں میاں بیوی کے لیے۔

حاجت کی دو رکعت نفل ہیں حاجت سے قبل حاجت اللہ کی طرف ہو یا مخلوق کی طرف۔

نفلِ مطلق اس نفل نماز کو کہتے ہیں جو کسی وقت یا سبب پر موقوف نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی ذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مَوْضُوْعٍ اِسْتَکْثِرْ اَوْ اَقِلَّ۔ نماز بہترین چیز ہے جس کو عبادت کے لیے وضع کیا گیا۔ اس میں زیادتی کرو یا کمی کرو۔ جملہ رکعت ایک تشہد سے پڑھے یا ہر دو رکعت ایک تشہد سے۔ ایک ایک رکعت ایک ایک تشہد سے نہ پڑھی جائے۔

مدارجِ فضیلت۔ نوافل میں سب سے افضل عید الاضحیٰ' پھر عید الفطر' پھر کسوفِ شمس' پھر خسوفِ قمر' پھر استسقاء' پھر وتر' پھر فجر کی دو رکعت' پھر رواتب موکدہ' پھر رواتب غیر موکدہ' پھر تراویح' پھر ضحیٰ' پھر طواف اور تحیہ اور احرام کی دو دو رکعت' فضیلت میں یہ تینوں مساوی ہیں۔ پھر سنت وضو' پھر نفل مطلق رات میں اور پھر دن میں۔ فرض کے سوائے دیگر نمازوں کے محض مسنون ہونے اور واجب نہ ہونے کی نسبت شافعیہ نے متعدد احادیث سے استدلال کیا ہے اور ان میں سے ایک حدیث یہ ہے۔ ایک شخص نے پنج گانہ نمازوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ ھَلْ عَلَیَّ غَیْرُھَا۔ کیا مجھ پر ان کے سوائے بھی (فرض) ہے تو آپ نے فرمایا۔ لَا' اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ نہیں سوائے اس کے کہ تمہیں نیکی مقصود ہو۔

شرائطِ وجوبِ صلاۃ

شرائطِ وجوبِ صلاۃ چھ ہیں۔ اسلام' بلوغ' عقل' نقاء حیض و نفاس سے' سلامتی اور دعوت۔ کن اشخاص پر اور کن حالات میں نماز واجب ہے اس کی تفصیل اس بیان میں آئیگی۔ ابو شجاع نے صرف پہلے تین امور کا ذکر کیا تھا اس پر بیجوری نے آخری تین امور کا اضافہ کرکے جملہ چھ امور بیان کیے ہیں۔

اسلام اسلام کی قید زمانہ حال میں ہے ہی گر ماضی بھی اس میں شامل ہے جیسا کہ ایک شخص جو پہلے مسلم تھا اب مرتد ہو گیا۔ اسلام کی شرط صحت نماز کے لیے بھی ہے گر اس کو وجوب نماز کی شرائط میں اس لیے شمار کیا گیا کہ صحت کا درجہ وجوب کے بعد ہے۔ پہلے کوئی چیز واجب ہو جائے تو اس کے بعد یہ غور کیا جائیگا کہ اس پر عمل کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہو سکتا ہے۔ اس طرح نماز کا وجوب نماز کی صحت بلکہ فعلی نماز پر سبقت رکھتا ہے۔ کافر اصلی پر نماز واجب نہیں ہے اس لیے کہ کافر

لیکن نماز صحیح ہوجاتی ہے اور منعقد ہوتی ہے نفل کے طور پر بغیر ثواب۔ کہ جیسا کہ رملی کا قول ہے۔ خطیب کا قول ہے کہ اس زمانہ کی نماز کی قضا صحیح ہی نہیں ہے اس لیے کہ جو عبادت مطلوب نہیں اس پر عمل کرنا صحیح نہیں۔

سلامتی سے مراد حواس کی سلامتی۔ جو شخص مادر زاد اندھا اور بہرا ہو اس پر نماز واجب نہیں اگرچہ بات کرتا ہو۔ تمیز کی عمر کو پہنچنے سے قبل جو شخص اندھا اور بہرا ہوجائے اسی زمرہ میں داخل ہوتا ہے۔ تمیز کی عمر کو پہنچنے کے بعد یہ عوارض لاحق ہوں تو اس پر نماز واجب ہے اس لیے کہ اس کو واجبات کے جاننے کا موقع ملا تھا۔ ان عوارض کے رفع ہوجانے کے بعد عوارض کے زمانہ کی نمازوں کی قضا اس پر واجب نہیں ہے۔

دعوت کا پہنچنا۔ جس شخص کو شریعت کے احکام پہنچے ہی نہ ہوں اس پر نماز واجب نہیں ہے جیسا کہ وہ شخص جس نے دور دراز پہاڑی مقام یا جنگل میں پرورش پائی ہو۔ اگر ایک مدت کے بعد شریعت کے احکام اس تک پہنچ جائیں اور اس کو علم ہوجائے تو بھی اس پر قضا واجب نہیں اس لیے کہ وہ مکلف نہیں تھا۔ یہ رملی کا قول ہے۔ ابن قاسم کی رائے میں اس پر قضا اس لیے لازم ہے کہ وہ واقفیت حاصل کرنے سے قاصر رہا۔

شرائطِ صحتِ صلاۃ

شرائطِ صحتِ صلاۃ پانچ ہیں۔ طہارتِ بدن و لباس[1]، ستر[2]، طہارتِ مقام[3]، علمِ وقتِ نماز[4] اور استقبالِ قبلہ[5]۔ نماز سے متعلق چار امور ہیں۔ شروط، ارکان، ابعاض اور ہیئات۔ شرط علامت اور نشانی کو کہتے ہیں اور شرع میں اس چیز کو شرط کہا جاتا ہے جس پر اُس کی صحت موقوف ہو اور وہ چیز خود اس کی جز نہ ہو۔ شرط واجب ہے اور جاری رہتی ہے اور رکن بھی واجب ہے مگر ختم ہوجاتا ہے شرط اور رکن میں فرق یہ ہے کہ رکن ماہیت اور حقیقت میں داخل ہے اور شرط ماہیت اور حقیقت سے خارج ہے۔ رکن اصلِ شئی کا جزء ہے اور شرط اصل شئی کی جزء نہیں ہے مگر اُس شئی کے ساتھ جاری رہتی ہے۔ طہارت اور ستر وغیرہ نماز کی شروط ہیں اور نماز میں داخل نہیں ہیں مگر نماز کے دوران میں جاری رہتی ہیں۔ رکوع اور سجود رکن ہیں اور نماز میں داخل ہیں۔ بعض ایسی سنت ہے جس کی تلافی سجدۂ سہو سے ہوسکتی ہے اور ہیئت وہ ایسی سنت ہے جس کے فوت ہونے پر سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں ہے۔ شرائط کا تعلق ہر ایک نماز سے ہے، فرض ہو یا نفل اور پھر ان شرائط کی تکمیل نماز میں داخل ہونے سے قبل ہونا چاہیئے۔ نماز کا کوئی جزء ایک شرط کے بغیر بھی صحیح نہیں ہوسکتا۔ نماز کے ختم ہونے تک شرائط جاری بنی رہیں گی۔ **ابو شجاع** رح نے شروط کی تعداد پانچ درج کی ہے مگر اس تعداد پر حصر نہیں ہے بلکہ اس سے زیادہ ہیں جس طرح نماز کے واجب ہونے کے لیے اسلام کی شرط ہے اسی طرح نماز کے صحیح ہونے کے لیے بھی اسلام کی شرط ہے۔ نماز کی صحت کے لیے بالفعل مسلم ہونا ضروری ہے۔ نماز کی کیفیت سے واقف ہونا بھی شرط ہے۔ نماز میں فرائض کون سے ہیں سنتیں کون سے ہیں واقف ہونا ضروری ہے تاکہ فرض کو سنت اور سنت کو فرض نہ سمجھے۔ منفرد رکن میں عمداً طوالت نہ دینا بھی شرط ہے۔

تکمیل کی قید ہے۔ اگر سات سال پورے ہونے سے قبل بچے میں تمیز پیدا ہو تو اس بچے کو نماز پڑھنے کے لیے حکم دینا واجب نہیں ہے مسنون ہے۔ تمیز بچے کی سمجھ کی اُس حالت کو کہتے ہیں جبکہ آپ ہی آپ کھانا کھائے، پانی پیے اور رفعِ ضرورت کے بعد آبدست کرے۔ بعض نے کہا ہے کہ داہنے عضو کو بائیں سے تمیز کر سکے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا۔ مَتٰی یُصَلِّی الصَّبِیُّ۔ بچہ کب نماز پڑھے۔ تو آپ نے فرمایا۔ اِذَا عَرَفَ شِمَالَهٗ مِنْ یَمِیْنِهٖ۔ جب بائیں کو داہنے سے پہچان سکے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یَفْهَمُ الْخِطَابَ وَیَرُدُّ الْجَوَابَ۔ سوال کو سمجھ کر جواب دے۔ اور کہا گیا ہے کہ یَعْرِفُ مَا یَضُرُّهٗ وَمَا یَنْفَعُهٗ۔ اپنے نفع ونقصان کو سمجھ سکے۔ حکم دینے کی ذمہ داری بطورِ فرضِ کفایہ ہے اور اس کے مستحق ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی وغیرہ اصول کے رشتہ دار ہیں۔ معلم، وصی اور منتظم بھی اس زمرہ میں داخل ہیں۔ صرف زبانی ہدایت پر اکتفا کرنا کافی نہیں ہے بلکہ ضرورت ہو تو تنبیہ بھی اس معنی میں کی جائے کہ نماز پڑھو ورنہ مار کھاؤگے اور سزا پاؤگے۔ اسی طرح دوسرے دینی امور روزہ وغیرہ کے لیے بھی ہدایت کی جائے گی۔ ماں باپ پر بطور فرض کفایہ واجب ہے کہ اپنی اولاد کو طہارت، نماز اور دیگر شرعی امور کی تعلیم دیں۔ اگر بچے کی کوئی جائداد ہو تو اس بچے کی تعلیم وتربیت کا بار عاید ہوگا ورنہ اس کے باپ کی جائداد پر ورنہ ماں اور نانی وغیرہ کی جائداد پر۔ اگر ان کے پاس بھی جائداد نہ ہو تو بیت المال پر اور بیت المال میں گنجایش نہ ہو تو مسلم توانگروں کے دوش پر یہ بار عاید ہوگا۔ اگر دس سال کی عمر ہونے کے باوجود بچہ نماز نہ پڑھے تو اس کو ضربِ تادیب کرنا واجب ہے۔ باپ دادا وغیرہ جیسے ولی ضرب کے مجاز ہیں اور معلم بہ اجازتِ ولی۔ اس طریقِ عمل سے مقصود یہ ہے کہ بچے میں بچپن ہی سے عبادت کی عادت پیدا ہو جائے اور آیندہ ترکِ عبادت کی گنجایش نہ رہے۔ حدیث۔ مُرُوا الصَّبِیَّ بِالصَّلٰوۃِ اِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِیْنَ وَاِذَا بَلَغَ عَشَرَ سِنِیْنَ فَاضْرِبُوْهُ عَلَیْهَا۔ بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو نماز کے لیے حکم دو اور جب دس سال کا ہو جائے تو مارو۔

عقل[۳] مجنون پر نماز واجب نہیں ہے۔ جس شخص پر غشی طاری ہو جائے یا بے ہوش ہو جائے اس پر بھی نماز واجب نہیں ہے اور جب اس کو افاقہ ہو جائے تو قضا بھی واجب نہیں معتمد یہ ہے کہ قضا مستحب ہے۔ وَالْعَقْلُ مَدَارُ التَّکْلِیْفِ تکلیف کا دارومدار عقل پر ہے اور بغیر عقل کے تکلیف نہیں ہو سکتی۔ حایض صرف نماز وغیرہ کی حد تک جو طہارت پر موقوف ہیں مکلف نہیں ہے مگر زکات وغیرہ جیسی دوسری عبادتیں جو طہارت پر موقوف نہیں ہیں اس کے لیے حایض بھی مکلف ہے۔ تکلیف کے معنی اس چیز پر عمل کرنے اور پابندی کرنے کے ہیں جس میں کلفت محسوس کی جائے۔ عقل کی تعریف صفحہ ۴۰ میں درج ہے۔

نقاء[۴] حیض اور نفاس سے یعنی عورت حیض اور نفاس کی حالت میں نہ ہو۔ حیض اور نفاس کی حالت میں عورت پر نماز واجب نہیں ہے۔ حیض اور نفاس کی حالت میں جو نمازیں ناغہ ہوں ان کا قضا کرنا واجب نہیں ہے اور مندوب بھی

ستر عورت پاک لباس سے ستر کے معنی ڈھانپنے کے ہیں اور عورت کے معنی نقص اور کمی کے ہیں۔ شرع میں عورت بدن کے اس حصہ کو کہتے ہیں جس کا نماز میں ڈھانپنا واجب ہے۔ ڈھانپنے کے حکم میں دوسرے آدمیوں کی نظر، بلکہ اپنی اور جن اور فرشتوں کی نظر بھی شامل ہے۔ بدن کے مستور حصہ کو جن اور فرشتے بھی نہیں دیکھ سکتے۔ ستر سے مراد یہ ہے کہ اوپر سے اور بازوؤں سے نظر نہ پہنچ سکے۔ اگر ازار کا گھیرا یا پائچا اتنا کھلا ہو کہ رکوع اور سجود میں مستور حصہ نظر آسکے تو نماز نہ ہوگی۔ پائچا چھوٹا ہونے کی وجہ سے نیچے سے بدن کا مستور حصہ نظر آئے تو مضایقہ نہیں۔ اس کے خلاف خفین میں یہ حکم ہے کہ نیچے سے اور بازوؤں سے نظر نہ پہنچ سکے۔ لباس کے اس حصہ میں، جو ستر عورت کرتا ہو، کوئی سوراخ ہو یا پھٹا ہو تو اپنے ہاتھ سے اس کو ڈھانپ دینے کی اجازت ہے۔ سجدے میں سات اعضا زمین پر ٹیکے جاتے ہیں اور اُن میں ہاتھ بھی شامل ہیں۔ ایسی صورت میں سجدہ میں ہاتھ ٹیکا جائے یا پھٹے ہوئے ساتر کے ڈھانپنے میں ہاتھ کو استعمال کیا جائے۔ رملی نے سجدے کو ستر پر ترجیح دی ہے اور اُن کی دلیل یہ ہے کہ سات اعضا کا سجدہ میں ٹیکنا واجب ہے۔ بلقینی نے ستر کو ترجیح دی ہے اور ان کا استدلال یہ ہے کہ ستر متفق علیہ ہے اور سجدہ میں سات اعضا کے ٹیکنے کے وجوب میں اختلاف ہے اور متفق علیہ کی رعایت بہ نسبت مختلف فیہ کے اولیٰ ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ دونوں امور میں اختیار حاصل ہے۔ نماز میں اقل لباس وہ ہے جو ستر کے ڈھانپنے کے لیے پہنا جائے اور یہ واجب ہے۔ مکمل لباس وہ ہے جس سے زینت حاصل ہو اور یہ مسنون ہے۔ آیت۔ (۳۱ آیت اعراف) خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ۔ یہاں زینت سے مراد لباس کی زینت اور مسجد سے مراد نماز ہے اور اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اچھے لباس میں نماز پڑھو۔ دو کپڑے۔ ایک اوپر کے بدن پر جیسے قمیص یا چادر اور دوسرا نیچے کے بدن پر جیسا پاجامہ یا ازار وغیرہ۔ حدیث۔ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلْیَلْبَسْ ثَوْبَیْہِ فَاِنَّ اللّٰہَ اَحَقُّ اَنْ یُّتَزَیَّنَ لَہٗ۔ تم دو کپڑوں میں نماز پڑھو، بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے زینت کرنا زیادہ بہتر ہے۔ ایسے کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے جس میں صورت یا نقش ہو۔ ستر ایسی چیز سے ہو جس سے بدن کا اصلی رنگ ظاہر نہ ہو سکے۔ لباس چسپ ہو اور بدن کا ڈیل ڈول ظاہر ہو تو مضایقہ نہیں لیکن مکروہ ضرور ہے۔ اگر ستر سے عاجز ہو تو برہنہ نماز پڑھی جا سکتی ہے بغیر اعادہ کے۔ عجز اور مجبوری کی صورتیں یہ ہیں۔ کوئی چیز میسر نہ ہو جس سے بدن کو ڈھانپ سکے، یا موجود ہو مگر پاک نہ ہو اور نہ دھو سکے، یا ایسے مقام پر قید کر دیا گیا ہو جہاں نجاست ہو اور کپڑا صرف اتنا ہو کہ نجاست پر بچھا سکے۔ اگر ریشمی کپڑے کے سوائے دوسرا کوئی کپڑا نہ ہو تو اس کو پہن کر نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ ساتر کی قلت کی صورت میں سارے بدن میں شرم گاہوں کو ترجیح ہے اور پھر اگلی شرم گاہ کو پچھلی پر اس لیے کہ یہ قبلہ کا رخ ہے۔ ساتر کا پاک ہونا بھی شرط ہے۔ ستر عورت، نماز کے علاوہ دوسری عام صورتوں میں لوگوں کی نظر میں، تنہائی اور تاریکی میں بھی واجب ہے۔ دھونے دھلانے کے لیے، ٹھنڈک کے حصول کے لیے، یا لباس کو غلاظت سے بچانے کے لیے ستر کی پابندی نہ کرنا جائز ہے۔ ذخایر میں لکھا ہے کہ تنہائی میں تھوڑی سی ضرورت پر بھی ستر کو کھولا جا سکتا ہے۔ بعض نے حالتِ جماع کو اس میں شمار

طہارت۔ قدرت کی صورت میں، حدث اور نجاست سے بدن کی طہارت اور نجاست سے لباس کی طہارت واجب ہے۔ حدث میں حدثِ اکبر اور اصغر دونوں داخل ہیں۔ حدثِ اکبر کے لیے پورے بدن کی طہارت کی قید ہے اور حدثِ اصغر کا تعلق اعضائے وضو چہرے، ہاتھوں، سر اور پاؤں تک محدود ہے۔ طہارت کی قدرت ہونے کے باوجود حدث کی حالت میں نماز منعقد ہی نہیں ہوتی۔ حالتِ حدث کو فراموش کر کے نماز پڑھی جائے تو نیت، قراءت اور تسبیحات کا ثواب ملے گا، نماز کا کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ نجاست سے بدن اور لباس کے پاک ہونے کی شرط ہے۔ اگر بھول کر نجاست کے ساتھ کوئی نماز پڑھی ہو تو اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔ اگر کسی مصلّی کے بدن یا لباس پر نجاست کی موجودگی کا علم دوسرے شخص کو ہو تو اس پر واجب ہے کہ مصلّی کو اس سے آگاہ کرے۔ ایسی نجاست سے طہارت واجب ہے جو معفو عنہا نہ ہو۔ معفو عنہا نجاست کی طہارت واجب نہیں ہے۔ راستہ کا گرد و غبار، جس کے نجس ہونے کا تیقن بھی ہو، معفو عنہا اس لیے ہے کہ اس سے احتراز دشوار ہے۔ راستہ کے کیچڑ اور پانی کی نسبت بھی یہی حکم ہے۔ کھٹمل، مچھر، دمبل اور فصد وغیرہ کا خون بھی اس میں داخل ہے۔ ڈھیلے سے استنجا کی ہوئی دونوں شرم گاہیں بھی معفو عنہا میں داخل ہیں اگرچہ پسینہ نکل رہا ہو۔ لباس کا کوئی حصہ غیر معفو عنہا نجاست سے ملوث ہو اور دھویا نہ جاسکے تو اس حصہ کو قطع کر دیا جائے بشرطیکہ نقصان نہ ہوتا ہو۔ کسی ایسی چیز کو پکڑے ہوئے نماز پڑھنا جائز نہیں جو نجاست سے متصل ہو۔ اگر کوئی نجاست بدن یا لباس کے محاذی ہو اور بدن یا لباس کو مس نہ کر رہی ہو تو مضایقہ نہیں۔

فاقد الطہورین کی نماز صحیح ہے لیکن اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔ فاقد الطہورین اس شخص کو کہتے ہیں جس کو طہارت کے لیے پانی اور مٹی دونوں دستیاب نہ ہو سکیں۔ فاقد الطہورین کی حدث میں حدثِ اصغر اور اکبر دونوں داخل ہیں۔ فاقد الطہورین کی نماز انہی امور کے واقع ہونے سے ٹوٹتی ہے جن امور سے دوسروں کی نماز ٹوٹتی ہے۔ اگر پانی یا مٹی کے دستیاب ہونے کی امید ہو تو نماز پڑھنے میں تاخیر کی جائے سوائے اس کے کہ وقت تنگ ہو۔ اگر امید نہ ہو تو اوّلِ وقت ہی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ فاقد الطہورین حرمتِ وقت کے لحاظ سے صرف فرض نماز پڑھے گا، نفل نماز نہیں پڑھے گا۔ اسی طرح فرض نماز میں بھی صرف واجبات کو ادا کرے گا، سنن کو ادا نہ کرے گا۔ قراءت میں فقط سورۂ فاتحہ پڑھے گا، ضمِ سورہ نہ کرے گا اس لیے کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کی قراءت واجب ہے اور دوسرے سورے کی قراءت سنت ہے۔ فاقد الطہورین کے لیے صرف واجبات کا عمل شرعاً مباح ہے۔ فاقد الطہورین کی نماز کے صحیح ہونے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ قضا پڑھنے کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گیا بلکہ پانی یا مٹی کے ملنے پر قضا پڑھنا بھی اس پر واجب ہے۔ پانی نہ ملے اور صرف مٹی اندرونِ وقت دستیاب ہو تو تیمم کر کے نماز کا فوراً اعادہ کرے اور اگر وقت کے گزرنے کے بعد مٹی ملے تو صرف اس صورت میں تیمم کر کے نماز پڑھے جبکہ پانی کے فقدان کی نسبت گمانِ غالب ہو یا مساوی ہو۔ اگر پانی کے وجود کی نسبت گمانِ غالب ہو تو تیمم کے ساتھ نماز کا اعادہ کرنا بے سود ہے۔ تیمم میں اس کی تفصیل بیان کی جاچکی ہے۔

یہ مراد ہے کہ مَس کرے اور چھوئے۔ اگر نجاست بدن یا لباس کے محاذی ہو اور چھوئے نہیں جیسا کہ سجدہ کی حالت میں سینے کے مقابل زمین پر نجاست ہو تو مضایقہ نہیں۔ اگر خشک نجاست لگ جائے اور فوراً جھاڑ دی جائے تو معاف ہے۔ نجاست سے مراد غیر معفو عنہا نجاست ہے۔

علمِ وقتِ نماز۔ شرایطِ نماز میں نماز کے وقت کو اس لیے اہمیت ہے کہ وقت کے داخل ہونے پر نماز واجب ہوتی ہے اور وقت کے خارج ہونے پر نماز فوت ہوتی ہے۔ نماز کے وقت سے مراد وہ وقت ہے جو شرع میں مقرر کیا گیا ہے۔ نماز کے وقت کے معلوم کرنے کے تین مدارج ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ خود کو علم ہو یا معتبر شخص اپنے علم کی خبر دے۔ قابلِ اعتماد خبر میں مؤذن کی وہ اذان بھی داخل ہے جو غیر ابر آلود مطلع کی حالت میں دی جائے۔ گھڑی وغیرہ کے ذریعہ یا پانی اور ریت کے بعض آلات کے ذریعہ وقت کا دریافت کرنا ذاتی علم میں داخل ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ اجتہاد کر کے وقت دریافت کیا جائے جیسا کہ پرندوں اور مویشی کی آواز پر غور کر کے رائے قایم کی جائے بشرطیکہ اس آواز کا قرینہ ہو اور بے وقت نہ ہو۔ خاطب کا قول ہے کہ اجتہاد کی صورت میں نماز کا وقت ہونے کی نسبت ظنِ غالب ہونے تک تاخیر کرنا چاہیے اور افضل یہ ہے کہ آخر وقت تک تاخیر کی جائے۔ پہلے درجہ کا علم حاصل ہونے پر اجتہاد پر عمل کرنا ممنوع ہے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ دوسرے شخص کے اجتہاد پر عمل پیرا ہو بشرطیکہ خود اجتہاد نہ کر سکے۔ اجتہاد پر قدرت ہونے کی صورت میں دوسرے کے اجتہاد کی تقلید ممنوع ہے۔ اگر ان مدارج کو طے کرنے کے بغیر نماز پڑھی جائے اور واقعتہً نماز کا وقت ہو گیا ہو تو بھی نماز صحیح نہ ہوگی اس لیے کہ شرط کی تکمیل نہیں ہوئی۔ اجتہاد کر کے نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ نماز وقت سے پہلے پڑھی گئی تو وہ نماز سابقہ فوت شدہ نمازیں محسوب ہوگی ورنہ نفل ہو جائے گی۔ مثلاً اگر کوئی شخص ایک مدت تک صبح کی نماز ایک معینہ وقت پر پڑھتا رہا اور بعد میں ظاہر ہوا کہ اس مدت میں اس نے وقت سے پہلے نماز پڑھی تھی تو صرف آخری دن کی صبح کی نماز کا قضا پڑھنا واجب ہے اس لیے کہ اس کے قبل ہر ایک صبح کی نماز اس کے پہلے کی صبح کی جگہ قایم ہو گئی۔ اصول یہ ہے کہ جس عبادت میں نیت کی شرط ہے اس میں ضرورت اس بات کی ہے کہ نفس الامر اور مکلف کے ظن دونوں میں موافقت ہو۔ اسی لیے حقیقت میں نماز کا وقت ہونے کے باوجود، وقت کی نسبت اطمینان حاصل کیے بغیر، نماز پڑھی جائے تو صحیح نہ ہوگی۔ وہ عبادتیں جن میں نیت کی شرط نہیں ہے، وقت میں واقع ہو جائیں تو کافی ہے جیسا کہ اذان اور خطبہ۔ وقت کے دریافت کرنے اور قبلہ کے دریافت کرنے میں یہ فرق ہے کہ ہر ایک نماز کے وقت، نماز کا وقت دریافت کرنے کی ضرورت ہے بخلاف قبلہ کے۔ ایک مرتبہ قبلہ کے رُخ کی نسبت اجتہاد کرنے کے بعد جب تک اس مقام پر رہے اُسی رُخ پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

اِستقبالِ قبلہ یعنی قبلہ کا رُخ کرنا۔ قبلہ سے مراد کعبہ ہے۔ قبلہ کو قبلہ اس لیے کہا گیا کہ مصلی اس کے مقابل نماز پڑھتا ہے۔ کعبہ کی تفصیل حج کے بیان میں درج ہے۔ ابتدائے اسلام میں نماز بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے پڑھی جاتی تھی مکہ مکرمہ

کیا ہے اور بعض نے خارج کیا ہے۔ اپنی نظر سے ستر واجب نہیں ہے، لیکن بغیر ضرورت کے اس کی طرف نظر کرنا مکروہ ہے۔

[1] بجیرمی — ستر اس امت کی خصوصیات میں سے ہے ورنہ بنی اسرائیل دوسروں کے سامنے بھی برہنہ نہاتے تھے۔

مرد کی تین حالتیں ہیں۔ نماز[1] میں ناف اور گھٹنے کے درمیان کے حصہ کو ڈھانپے۔ یہی ستر دوسرے مردوں اور محرم عورتوں کے سامنے ہے۔ ناف سے مراد پیٹ کا وہ حصہ ہے جہاں سے بچہ پیدا ہوتے ہی نال کاٹا جاتا ہے۔ ناف اور گھٹنا ستر میں داخل نہیں ہیں لیکن ان دونوں کا کچھ نہ کچھ حصہ ڈھانپنا واجب ہے۔ اصول یہ ہے۔ مَالَا یُتِمُّ الْوَاجِبُ اِلَّا بِهٖ فَهُوَ وَاجِبٌ۔ جس چیز کے بغیر واجب کی تکمیل نہیں ہوتی وہ بھی واجب ہے۔ نامحرم[2] عورتوں کے سامنے مرد کا پورا بدن ستر کے لایق ہے۔ تنہائی[3] میں فقط دونوں شرمگاہیں ستر کے لایق ہیں۔

عورت کی چار حالتیں ہیں۔ نماز[1] میں چہرے اور ہاتھ کے پنجوں کے سوائے پورا بدن ڈھانپا جائے آیت (۳۱/۵) لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔ نہ ظاہر کریں اپنی زینت کو سوائے اس (حصۂ بدن) کے جو ظاہر ہوتا ہو (ضرورت پر)۔ چہرہ کھلا رہے گا نہ کہ سر کے بال۔ پاؤں اور پاؤں کے تلوے بھی ستر میں داخل ہیں۔ چہرہ اور ہاتھوں کے پنجوں کو کھلے رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ ضرورت ان کو کھلا رکھنے پر مجبور کرتی ہے۔ لِاَنَّ الْحَاجَةَ تَدْعُوْا اِلٰی اِبْرَازِهِمَا۔ ہاتھ کے پنجے میں انگلیاں، ہتیلی اور اس کا ظاہر اور باطن پونہچے کی جوڑ تک داخل ہیں اور پونہچا خود ستر میں داخل ہے۔ نماز[2] کے سوائے، دوسرے نامحرم مردوں کے سامنے عورت کا پورا بدن ستر کے لایق ہے۔ تنہائی[3] میں اور مسلم عورتوں اور محرم مردوں کے سامنے عورت کا ستر وہی ہے جو نماز میں مرد کا ستر ہے یعنی ناف اور گھٹنے کے درمیان۔ غیر مسلم[4] عورتوں کے سامنے، عورت کا پورا بدن ستر کے لایق ہے سوائے اس حصہ کے جسکے ظاہر کرنے کی ضرورت محنت اور مشقت میں لاحق ہوتی ہے۔

[2] بجیرمی — رافعی[2] کا قول ہے کہ نامحرم اور اجنبی عورت کے چہرے اور ہاتھوں کی طرف بغیر شہوت کے نظر کرنا جایز ہے اور یہی مذہب مالکیہ کا ہے۔ خلاصہ یہ کہ شرعی طور پر ستر کا مفہوم دو امور پر دلالت کرتا ہے۔ پہلا وہ ستر جو نماز کے لیے معین کیا گیا ہے اور دوسرا وہ ستر جس پر نظر کرنا عام طور پر حرام ہے۔ ابوشجاع نے صرف اوّل الذکر کو بیان کیا اور ابن قاسم اور بیجوری نے ثانی الذکر کا اضافہ کیا۔

مقامِ طاہر۔ قیام، قعود، رکوع یا سجود میں بدن یا لباس کا کوئی حصہ نجاست سے ملے تو نماز صحیح نہیں ہوتی۔ مقام کی طہارت کی نسبت ظن ہو تو کافی ہے۔ شرط یہ ہے کہ مصلی کے بدن یا لباس کو نجاست نہ لگے۔ کسی نجس مقام پر پاک کپڑا بچھا کر نماز پڑھی جائے تو صحیح ہے۔ کسی مقام پر پرندوں کا بیخال زیادہ ہو اور اس سے احتراز دشوار ہو تو وہ مقام معفو عنہ اور مستثنیٰ ہے۔ اس کے لیے تین قیود ہیں! احتراز[1] اس طرح دشوار ہو کہ اس جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے میں مشقت یا بار محسوس کرے۔ عمداً[2] اس پر کھڑا نہ رہے۔ جانبین میں رطوبت نہ ہو۔ پاؤں گیلا نہ ہو اور بیخال تازہ اور کچا نہ ہو۔ رملی[3] کا قول ہے کہ پرندوں کا بیخال راستے کے روندن میں ہو تو رطوبت کے باوجود اس پر چلنے کی اجازت ہے نجاست سے ملنے سے

کی رائے ظاہر کی اور اعتماد اسی پر ہے ورنہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہما نے جہت کے معنی لے کر استقبال قبلہ کیلئے جہت کعبہ کو کافی قرار دیا ہے۔ کعبہ سے قربت میں نماز پڑھی جائے تو استقبالِ قبلہ کا یقین ہونا چاہیے۔ مصلی کے بدن کا کچھ حصہ بھی کعبہ کے تقابل سے ہٹ جائے تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی۔ کعبہ کی قربت میں نماز کی صف اس قدر لمبی ہو جائے کہ دونوں بازوؤں کے نماز پڑھنے والے کعبہ کے تقابل پر نہ کھڑے رہیں تو ان کی نماز صحیح نہ ہوگی۔ کعبہ سے فصل اتنا ہو کہ صف کے طویل ہونے کے باوجود تقابل قایم رہے تو کافی ہے۔ پہلی صورت میں استقبالِ حقیقی اور دوسری صورت میں استقبالِ حکمی کہلاتا ہے۔ قبلہ کے رُخ کے دریافت کرنے میں قطب نما، سورج اور چاند اور ستاروں سے مدد لی جاتی ہے۔ استقبالِ کعبہ پر عمل کرنے کے لیے چار مدارج ہیں: سب سے پہلے اپنا ذاتی علم۔ اس کے بعد لایقِ اعتماد شخص کی خبر۔ اس کے بعد ذاتی اجتہاد اور سب سے آخر دوسرے شخص کے اجتہاد کی تقلید کیسی اوّل الذکر صورت کی موجودگی میں ثانی الذکر صورت پر عمل نہ ہوگا۔ قبلہ کی طرف سینہ کرنا شرط ہے چہرے کا قبلہ کی رُخ میں رکھنا واجب نہیں ہے۔ چہرے کو قبلہ سے موڑنے سے نماز باطل نہیں ہوتی لیکن اس میں کراہت ہے۔ قیام اور جلوس میں قبلہ کا رُخ حقیقی ہے اور رکوع اور سجود میں حکمی۔ کروٹ لیٹ کر نماز پڑھنے والے کے لیے واجب ہے کہ چہرے اور سینے سے قبلہ کا رُخ کرے۔ اگر چت لیٹا ہوا ہو تو پاؤں کے تلوے اور چہرہ قبلہ کے رُخ میں ہوں۔ اگر کوئی عذر ہو جیسا کہ درخت کو باندھا ہوا ہو تو جس کسی حالت میں ہو نماز پڑھے گا۔

ترکِ قبلہ دو صورتوں میں جائز ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ شدید خوف کی حالت میں ہو۔ آیت۔ (۲/۱۵ ۴) فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا۔ اگر تم کو خوف ہو تو پیادہ یا سواری کی حالت میں نماز پڑھ سکتے ہو یعنی قبلہ کی طرف رُخ کر کے یا بغیر اس کے۔ خوف لڑائی کی وجہ سے ہو یا کسی دوسری وجہ سے مگر شرط یہ ہے کہ وجہ مباح ہو۔ کافروں کے خلاف مسلمانوں کی لڑائی اور باغیوں کے خلاف حق بجانب اشخاص کی لڑائی وجہ مباح ہے۔ مباح سے مراد یہ ہے کہ حرام نہ ہو اس لیے کہ مباح میں واجب اور مندوب داخل ہیں۔ ابن رفعہ کا قول ہے کہ آخری وقت تک فرصت کا انتظار کر کے قبلہ کا لحاظ کیے بغیر نماز پڑھنا چاہیے۔ فراری بھی لڑائی کی تدبیر میں داخل ہے اور فراری میں بھی لڑائی کی طرح عمل ہو سکتا ہے۔ قبلہ کا لحاظ کیے بغیر خوف کی حالت میں فرض اور نفل دونوں نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں۔ صلاتِ خوف کے بیان میں پوری تفصیل درج ہے۔ ترکِ قبلہ کی دوسری صورت یہ ہے کہ سفر کی حالت میں سواری پر ہو اور سفر مباح ہو تو صرف نفل نماز میں استقبالِ قبلہ کو ترک کرنا جائز ہے آیت (۱/۱۴ ۲) فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ۔ تم کسی طرف لوٹو اسی طرف اللہ کی ذات ہے۔ سفر کے طویل ہونے کی قید نہیں ہے جیسا کہ ترکِ نمازِ جمعہ کے لیے مختصر سفر میں بھی یہ عمل ہو سکتا ہے۔ مختصر سے مراد ایک میل کا فصل ہے یا اتنا فصل کہ پکار آجائے تو آواز نہ پہنچے۔ سفر معصیت کے لیے نہ ہو اور سفر کا مقصد معین ہو۔ سواری میں کسی خاص جانور کی شرط نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بحالتِ سفر سواری پر نماز پڑھتے تھے خواہ کوئی سمت ہو اور صرف فرض کے لیے نیچے اترتے اور قبلہ رُخ ہو کر ادا کرتے تھے کشتی میں بیٹھا ہوا شخص قبلہ کی طرف رُخ کرے گا اور ملاح کشتی چلانے والا اس سے مستثنیٰ ہوگا۔ سفر میں یہ رعایت اس لیے

میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل تھا کہ آپ یمانیین کے درمیان کھڑے رہ کر نماز پڑھتے تھے آپ کا رُخ بیت المقدس کی طرف ہوتا تھا لیکن کعبہ آپ کے مقابل رہتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے گئے تو نماز میں آپ کا رُخ خالص بیت المقدس کی طرف ہوگیا اور کعبہ قبلہ کی رُخ میں باقی نہ رہا۔ یہ بات آپ کو شاق گزرتی تھی۔ آپ نے جبرئیلؑ سے خواہش کی کہ اللہ تعالیٰ سے قبلہ تبدیل کروائیں۔ مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ آئے ہوئے سولہ سترہ مہینے گزرے تھے۔ آپ ایک دن ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے اور دو رکعت پڑھ چکے تھے کہ وحی کے نازل ہونے کے آثار دکھائی دیے اور آپ نے استقبال کعبہ کے حکم کو سننے کے شوق میں آسمان کی طرف سر اٹھایا۔ آیتؔ۔ قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ہم تمہارے چہرے کو بار بار آسمان کی طرف متوجہ دیکھتے ہیں تمہیں آرزو ہے کہ ہم تبدیل قبلہ کا حکم دیں۔ آیت فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا۔ ہم تم کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس کو تم اپنے دل سے چاہتے ہو۔ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ پس اپنے چہرے کو مسجد حرام کی طرف پھیرو۔ اس آیت کے نازل ہونے کے ساتھ ہی آپ پلٹ گئے اور ظہر کی بقیہ دو رکعت کعبہ کی طرف رُخ کرکے ادا کی۔ اس مقام پر اب ایک مسجد مسجد قبلتین کے نام سے موجود ہے جس میں بیت المقدس کی جانب ایک محراب ہے اور دوسرا محراب کعبہ کی جانب ہے۔ تبدیل قبلہ کے اس حکم کے ساتھ کفار کی جانب سے طبعی طور پر لعنہ تشنہ کی توقع تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس جانب اشارہ فرمایا۔ سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ بے وقوف لوگ کہیں گے کہ مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے کس چیز نے پھیر دیا جس پر وہ عمل کر رہے تھے۔ کہہ دو کہ مشرق اور مغرب سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے راہِ مستقیم کی رہنمائی کرتا ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ۔ ہم نے عارضی طور پر تم کو جس قبلہ کا حکم دیا تھا اور جس کی طرف تم رُخ کرتے تھے اس سے صرف یہ غرض تھی کہ ہم کو معلوم ہو جائے کہ کون رسول کی اتباع کرتا ہے اور کون روگردانی کرتا ہے اور بس۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ۔ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف پلٹانے سے اللہ تعالیٰ کا یہ منشا نہیں کہ تمہارے ایمان کو ضایع اور ناقص کرے۔ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ۔ بے شک اہل کتاب جانتے ہیں کہ یہ حکم بالکل درست ہے اور پروردگار کی طرف سے صادر ہوا ہے مگر اس واقعہ کو وہ ظاہر نہیں کرتے اور چھپاتے ہیں۔ تبدیل قبلہ کے حکم کے بعد پہلی پوری نماز جو کعبہ کے رُخ میں ادا کی گئی وہ عصر کی تھی۔ شیخ محی الدین ابن عربیؒ لکھتے ہیں کہ قبلہ کے حکم میں دو مرتبہ تبدیلی ہوئی ایک مرتبہ کعبہ کو تبدیل کرکے بیت المقدس قبلہ بنا اور دوسری دفعہ بیت المقدس کو تبدیل کرکے کعبہ کو قبلہ گردانا گیا۔ عام طور پر مسجد حرام کا جہاں کہیں ذکر آیا ہے اس سے حرم کعبہ مراد لی گئی ہے سوائے اس آیت کے جس میں مسجد حرام سے مقصود فقط کعبہ ہے۔ شطر کے معنی عین اور دراصل جزم کے ہیں اور اصطلاحاً اس کے معنی جہت اور سمت کے لیے گئے ہیں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے لفظی معنی پر تاکید کرتے ہوئے عین کعبہ کے استقبال

سورۂ اس بیان کی تمام آیتیں پارہ ۲ رکوع پہلا

سیپارہ ۲ رکوع اول

نیت نماز میں واجب ہے نیت کس کو کہتے ہیں تفصیل کے ساتھ وضو میں بیان کیا گیا ہے۔ یہاں اس کا اعادہ غیر ضروری ہے نماز کے خاص تعلق سے نیت کے متعلق بعض امور یہاں بیان کیے جائیں گے نیت ۔۔ کہ بغیر نماز منعقد نہیں ہوتی! امام غزالی کا قول ہے کہ نیت نماز کے شرائط میں ۔۔ ہے اس لیے کہ نیت نماز کے ختم ہونے تک حکماً جاری رہتی ہے اس طرح کہ نیت سے انحراف کا قصد نہ پیدا ہو جس طرح شرط کسی چیز کی ماہیت سے خارج ہوتی ہے اسی طرح نیت بھی نماز کی ماہیت سے خارج ہے! ان کا استدلال یہ ہے کہ نیت کو نماز کی ماہیت میں داخل کیا ۔۔ تو پھر اس نیت ۔۔ کے لیے ایک دوسری نیت کی ضرورت واقع ہوگی حالانکہ ایسا نہیں ہے بعض کا قول ہے کہ ہر ایک عبادت کی نیت اس عبادت کا جزو اولین ہے نیت کا محل تکبیر تحریمہ ۔۔ ہے تکبیر کے بعد کوئی لفظ جو جزو نماز نہ ہو نہیں بولا جا سکتا ورنہ نماز باطل ہوگی۔ تکبیر کے بعد کوئی لفظ نیت کے متعلق کہا جائے گا تو دوبارہ تکبیر تحریمہ کے کہنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ رملی کا قول ہے کہ فرض نماز کے ساتھ غیر مقصودہ سنت کی نیت کرنا جائز ہے۔ تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضوء، استخارہ، احرام، طواف، سنتِ غسل، سنتِ غفلت ۔۔۔ قدوم و خروجِ سفر، رکعاتِ حاجت اور زفاف دس نمازیں ۔۔ ہیں جو غیر مقصودہ کہلاتی ہیں! ان کو فرض کے ساتھ یا دوسری نفل نماز کے ساتھ جمع کیا جا سکتا ہے اور دونوں ایک ساتھ حاصل ہو جاتی ہیں: ۔۔ مقصودہ سے مراد ظہر مغرب وغیرہ کی سنتیں ہیں! ان کو فرض کی نیت ۔۔ کے ساتھ شریک نہیں کیا جا سکتا! اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا تم فرض نماز پڑھو میں تمھیں انعام دونگا اور اس نے اس انعام پانے کی توقع کو بھی نماز کی نیت میں شریک کرکے نماز پڑھی تو نماز صحیح ہو جائیگی لیکن انعام کا استحقاق اس کو نہ ہوگا! ۔۔ ثواب پانے کے لیے یا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کے لیے نماز کی نیت کی جائے تو بھی نیت صحیح ہے بخلاف فخرالدین رازی کی رائے کے۔ نیت کے لحاظ سے مصلی کے تین مدارج بیان کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ شخص جو دوسروں کو نماز پڑھتے دیکھ کر شرمائے اور نماز پڑھے۔ دوسرا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے ڈر سے اور ثواب کی امید میں نماز پڑھے۔ تیسرا وہ شخص جو اللہ کو مستحق عبادت تصور کرکے خالص اللہ کے لیے نماز پڑھے۔ صورتِ آخر کاملین کی اور صورتِ دوم متوسطین کی اور صورتِ اول عام دنیا داروں کی مثال ہے! امام جنید رحمۃ اللہ علیہ کے تین شعر اسی مضمون کو نہایت خوبی سے ادا کرتے ہیں۔

كُلُّهُمْ يَعْبُدُوْكَ مِنْ خَوْفِ نَارٍ　　وَيَرَوْنَ النَّجَاةَ حَظًّا جَزِيْلًا
وہ سب تیری عبادت کرتے ہیں دوزخ کے خوف سے　　اور نجات کو بڑی کامیابی سمجھتے ہیں
اَوْ بِاَنْ يَسْكُنُوا الْجِنَانَ فَيَحْظَوْا　　بِقُصُوْرٍ وَيَشْرَبُوْا سَلْسَبِيْلًا
یا یہ کہ جنت میں رہیں اور [illegible] اٹھائیں　　محلوں کا، اور [illegible] کا پانی پئیں
لَيْسَ لِيْ بِالْجِنَانِ وَالنَّارِ حَظٌّ　　اَنَا لَا اَبْتَغِيْ بِحِبِّيْ بَدِيْلًا
مجھ کو نہ جنت سے غرض ہے نہ دوزخ سے　　میں اپنے محبوب کا کوئی بدل نہیں چاہتا

رکھی گئی ہے کہ کاروبارِ دنیوی میں ہرج نہ ہو اور نوافل کے ترک کرنے پر مجبور نہ ہو۔ جو شخص چوپایے پر سوار ہو اس پر واجب نہیں ہے کہ پیشانی سجدہ میں زمین پر رکھے۔ رکوع اور سجود میں صرف اشارہ کرنا کافی ہے لیکن رکوع کے اشارے سے سجود کا اشارہ زیادہ پست کرنا واجب ہے۔ سفر کے طے کرنے میں سواری سے زیادہ عام طریقہ پیدل ہے اور سواری کے حکم پر قیاس کرتے ہوئے پیدل کے لیے بھی نفل نماز میں ترکِ قبلہ جائز ہے۔ پیدل مسافر احرام (نیّت باندھنا)، رکوع، سجود اور جلوس بین السجدتین قبلہ رُو ہو کر ادا کرے اور قیام، اعتدال، تشہد اور سلام کی حالت میں چلتا رہے۔

ارکانِ صلاۃ

ارکانِ صلاۃ سترہ[17] ہیں۔ نیت[1]، قیام[2]، تکبیرِ تحریمہ[3]، قرأت الفاتحہ[4]، رکوع[5]، طمانینت رکوع میں[6]، رفع اور اعتدال، طمانینت اعتدال میں، سجود[9]، طمانینت سجود میں[10]، جلوس دو سجدوں کے درمیان[11]، طمانینت جلوس میں[12]، جلوس آخر[13]، تشہد[14] جلوس آخر میں، درود نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر[15]، پہلا سلام[16] اور ترتیب[17]۔ رُکن کے معنی سُتون اور سہارے کے ہیں اور شرع میں رکن اس چیز کو کہتے ہیں جس پر کسی چیز کی صحت موقوف ہو اور وہ چیز اس کی جز بھی ہو۔ نماز کے ارکان سے مراد نماز کے وہ اجزاء ہیں جن سے نماز مکمل ہوتی ہے۔ نماز میں ارکان اور وضو میں فرایض سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نماز کے اجزا کی تفریق جائز نہیں ہے، بخلاف وضو کے اجزاء کے، جن میں ایک حد تک تفریق جائز ہے۔ رکوع، اعتدال، سجود اور جلوس درمیانِ سجود کی چار مرتبہ کی طمانینت کو چار ارکان اور نماز سے خروج کی نیت کو ایک رکن شمار کر کے ابو شجاع نے نماز کے جملہ ارکان کی تعداد اٹھارہ[18] بیان کی تھی جیسا کہ ترتیب میں مذکور ہے۔ یہ صحیح ہے کہ نماز سے خروج کی نیت واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے اس لیے روضہ اور تحقیق میں اس کو خارج کر کے نماز کے جملہ ارکان سترہ[17] شمار کیے گئے ہیں جس طرح سجود کی نوعیت ایک ہونے کی وجہ سے دو سجود کو ایک شمار کیا گیا اسی طرح حاوی میں چاروں طمانینت کو ایک رکن شمار کر کے ارکان کی جملہ تعداد چودہ[14] درج کی گئی۔ بعض نے نیت اور تکبیرِ تحریمہ میں مقارنت کو بھی ایک رکن قرار دے کر جملہ تعداد پندرہ ظاہر کی۔ بعض نے اٹھارہ[18] کی تعداد پر ایک رکن خشوع کا اضافہ کر کے اُنیس[19] تعداد شمار کی اور بعض نے مصلّی کو بھی رکن قرار دے کر بیس[20] کی تعداد قایم کی۔ منہاج میں طمانینت کو رکن کے تابع کر کے جملہ ارکان کی تعداد تیرہ[13] شمار کی گئی ہے۔ بہرحال گنتی کے لیے تعداد کچھ بھی مقرر کی جائے مگر ہر ایک قول میں طمانینت شریک ضرور ہے مستقل رکن کی حیثیت سے یا رکن کے تابع کی حیثیت سے۔ رملی اور ابن حجر کا قول ہے کہ طمانینت کی نسبت اختلاف فقط لفظی ہے نہ کہ معنوی۔ یعنی طمانینت مستقل رکن ہو یا تابع رکن ہو دونوں صورتوں میں طمانینت کی بابت شک پیدا ہو تو اثر پذیر ہے۔ سجدہ میں جانے کے بعد اعتدال میں طمانینت کی بابت شک ہوا تو فوراً اعتدال کی طرف عود کرنا ہوگا اور اس کے بعد سجدہ کیا جائے گا۔ اختلاف معنوی ہوتا تو شک کا کوئی اثر نہ ہوتا اور سجدہ سے اعتدال کی طرف عود نہ کیا جاتا۔

اورکسوف اور خسوف کی نمازیں ہیں مسنونیت کی نیت واجب نہیں ہے بلکہ مسنون ہے بخلاف بعض ائمہ کے جنھوں نے مترتب کی نیت کو بھی واجب ظاہر کیا ہے۔ خطیب کا قول ہے کہ وتر ایک مستقل نماز ہے، اس کو عشاء کی طرف منسوب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جن سنت نمازوں میں قبلیہ اور بعدیہ دونوں ہیں ان میں نیت میں قبلیہ اور بعدیہ کی صراحت واجب ہے۔

نفلِ مطلق میں صرف نماز پڑھنے کا ارادہ کافی ہے۔ یہاں مطلق سے مراد وہ نماز ہے جو کسی وقت یا سبب پر موقوف نہ ہو۔ تحیۃ مسجد، سنت وضو و غسل، استخارہ، احرام، دخولِ منزل، خروجِ منزل کی نمازیں نفلِ مطلق ہیں۔ ان نمازوں کی نیت میں نماز کا تعین واجب نہیں ہے اور نہ نفلیت کی نیت واجب ہے اس لیے کہ نماز کی مطلق نیت کے ساتھ نفلیت حاصل ہو جاتی ہے۔

خلاصہ۔ فرض میں، فرضیت کی نیت، نماز پڑھنے کا قصد اور نماز کا تعین، تین باتیں واجب ہیں۔ نفل موقتی اور سببی میں نماز پڑھنے کا قصد اور نماز کا تعین دو چیزیں واجب ہیں۔ نفلِ مطلق میں صرف نماز پڑھنے کا قصد واجب ہے۔

الفاظِ نیت۔ مثال کے طور پر چند نیتیں بیان کی جاتی ہیں ان پر دوسری نمازوں کی نیتوں کا قیاس کیا جاتا ہے۔

فرضِ ظہر۔ نَوَيْتُ اُصَلِّيْ فَرْضَ الظُّهْرِ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ مُتَوَجِّهًا اِلَى الْكَعْبَةِ تَابِعًا لِلْاِمَامِ لِلّٰهِ تَعَالٰی۔

میں نیت کرتا ہوں فرضِ ظہر کی چار رکعتوں کی قبلہ کی طرف منہ کرکے، امام کے پیچھے، اللہ تعالیٰ کے لیے۔

سنت قبلِ فرضِ ظہر۔ نَوَيْتُ اُصَلِّيْ سُنَّةَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ قَبْلِيَّةً مُتَوَجِّهًا اِلَى الْكَعْبَةِ لِلّٰهِ تَعَالٰی۔

سنت بعدِ فرضِ ظہر۔ نَوَيْتُ اُصَلِّيْ سُنَّةَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ بَعْدِيَّةً مُتَوَجِّهًا اِلَى الْكَعْبَةِ لِلّٰهِ تَعَالٰی۔

فرضِ مغرب تابع۔ نَوَيْتُ اُصَلِّيْ فَرْضَ الْمَغْرِبِ ثَلَاثَ رَكْعَاتٍ مُتَوَجِّهًا اِلَى الْكَعْبَةِ تَابِعًا لِلْاِمَامِ لِلّٰهِ تَعَالٰی۔

فرضِ مغرب امام۔ نَوَيْتُ اُصَلِّيْ فَرْضَ الْمَغْرِبِ ثَلَاثَ رَكْعَاتٍ مُسْتَقْبِلًا اِلَى الْكَعْبَةِ اِمَامًا لِلّٰهِ تَعَالٰی۔

سنتِ عید الفطر۔ نَوَيْتُ اُصَلِّيْ سُنَّةَ عِيْدِ الْفِطْرِ رَكْعَتَيْنِ مُتَوَجِّهًا اِلَى الْكَعْبَةِ تَابِعًا لِلْاِمَامِ لِلّٰهِ تَعَالٰی۔

نیتِ اوّل میں مثالاً اُن الفاظ پر خط کھینچا گیا ہے جو ہر نماز کے لحاظ سے تبدیل ہوں گے۔

قیام[۲]، نماز کا دوسرا رکن ہے اور شرط یہ ہے کہ مصلّی میں قیام کی قدرت ہو۔ قیام سے عاجز ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ قیام، کسی جانب جھکے بغیر، سیدھے کھڑے رہنے کو کہتے ہیں۔ ضعیفی کی وجہ سے کوئی شخص قیام میں رکوع کی حالت تک جھکا ہوا ہو تو بھی اُس پر قیام واجب ہے۔ قیام میں امداد کی ضرورت دو طرح ہو سکتی ہے۔ ایک تو یہ کہ اُٹھ کر کھڑے رہنے میں مدد کی ضرورت ہو اور دوسرے یہ کہ اس کے علاوہ دورانِ قیام میں بھی مدد کی ضرورت ہو۔ پہلی صورت کی حد تک دوسرے شخص سے مدد لینا قیام میں واجب ہے بشرطیکہ اُجرت کے مطالبہ کی صورت میں اُجرت کے ادا کرنے کی استطاعت بھی رکھتا ہو۔ دوسری صورت میں آدمی سے قیام میں مدد لیکر قیام کرنا واجب نہیں ہے بلکہ لکڑی یا عصا کی مدد سے قیام کی تکمیل ممکن ہو تو قیام واجب ہے۔

قیام فرض نمازوں میں واجب اور رکن ہے۔ نفل نمازوں میں قیام واجب نہیں ہے اور نفل میں سببی، موقتی، جماعتی، غیر جماعتی، مطلق، ہر ایک نفل نماز داخل ہے۔ مگر فرق یہ ہے بیٹھ کر نماز پڑھنے میں قیام کی نماز کا آدھا ثواب اور کروٹ لیٹ کر نماز پڑھنے میں

نیت کا مرکز دل ہے۔ زبان سے نیت کے الفاظ کو کہنا واجب نہیں ہے بلکہ مسنون ہے تاکہ زبان اور دل میں مطابقت ہو۔ نیت ارادے کو کہتے ہیں اور ارادے کا تعلق دل سے ہے اس لیے اجماع اس پر ہے کہ نیت کا تعلق دل کے ساتھ ہے! اجماع اس پر بھی ہے کہ دل کی غفلت کے ساتھ زبان سے کچھ بولنے میں کوئی فایدہ نہیں ہے دل میں جو ارادہ ہے اس کے خلاف زبان سے بولے تو اس کا کوئی اثر نہیں۔ دل میں ظہر کی نماز کی نیت ہو اور زبان سے عصر کی نماز کے الفاظ نکل جائیں تو ہرج نہیں۔

متعلقاتِ نیت کس نماز کی نیت میں کن امور کی صراحت واجب ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے نماز کی تین قسمیں ہیں: فرض، نفلِ سببی و موقتی اور نفلِ مطلق۔

فرض نماز کی نیت میں تین امور واجب ہیں فرض کی نیت ہر فرض نماز میں واجب ہے۔ فرض کفایہ ہو، فوت شدہ فرض نماز کی قضا ہو یا اعادہ کی ہوئی نماز ہو۔ فرض کفایہ کی مثال نماز جنازہ ہے اور اعادہ کی نماز کی مثال یہ ہے کہ فاقد الطہورین نے فرض نماز اندرونِ وقت پڑھی اور اس کے بعد پانی یا مٹی کے ملنے پر دوبارہ اسی نماز کا اعادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف نماز کا منسوب کرنا واجب نہیں ہے اس لیے کہ ہر ایک عبادت اسی کے لیے ہے لیکن اخلاص کے اظہار کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف نماز کا منسوب کرنا مستحب ہے استقبالِ قبلہ اور تعداد رکعات کی نیت کرنا بھی مستحب ہے نیت میں قضا کی نیت سے ادا کا لفظ اور ادا کی نیت سے قضا کا لفظ کہنا بھی، عذر کی موجودگی میں صحیح ہے۔ ابر کی وجہ سے وقت کے گزر جانے کا گمان ہوا اور قضا پڑھے اور بعد میں معلوم ہو کہ وقت باقی تھا! اسی طرح وقت باقی رہنے کے گمان میں ادا پڑھے اور بعد میں معلوم ہوا کہ وقت گزر گیا تھا خطیب کا قول ہے کہ ادا اور قضا دونوں کے معنی ایک ہیں اس لیے ان کے استعمال میں کوئی فرق نہیں ہے! ادا اور قضا کے معنی میں، عرفِ عام میں جو فرق ہے اس سے واقف رہ کر اس کے خلاف، بغیر کسی عذر کے، عمداً نیت کرنے سے بعض نے منع بھی کیا ہے۔ قضا نماز کے پڑھنے میں، صرف نماز کے تعین کرنے کی ضرورت ہے کہ ظہر کی نماز ہے یا عصر کی کس دن کس مہینے اور کس سال کی قضا نماز ہے اس کی صراحت کی ضرورت نہیں ہے۔ بچوں کے لیے فرض نماز میں بھی فرض کی نیت واجب نہیں ہے اس لیے کہ ان کی نماز نفل ہو جاتی ہے۔ نماز کا اعادہ کرنے والا فرض ہی کی نیت کرے گا اور اتفاقاً وہ نماز نفل ہو۔ اس لیے بعض کا قول ہے کہ اعادہ کی ہوئی نماز فرض ہے اور بعض کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں نمازوں میں سے جس کو چاہے گا شمار کرے گا۔ اصح یہ ہے کہ پہلی نماز ہی فرض تھی۔ نماز پڑھنے کا ارادہ کرنا بھی واجب ہے اگرچہ کہ اجمال کے ساتھ ارادہ کرے بغیر تفصیل کے ارادے کی شرط اس لیے قایم کی گئی کہ فعلِ نماز اور دیگر افعال میں امتیاز ہو۔ نماز کا تعین کرنا بھی نیت میں واجب ہے۔ جو نماز پڑھی جا رہی ہے اس کا امتیاز دوسری نمازوں سے کیا جائے جیسا کہ عصر، مغرب اور عشاء۔

نفلِ موقتی اور سببی میں دو امور واجب ہیں شافعیہ میں نفل، مسنون، مستحب، مندوب اور مرغب سب کے معنی ایک ہیں۔ نماز پڑھنے کا ارادہ واجب ہے اور نماز کا تعین بھی واجب ہے موقتی نفل نمازوں کی مثال تہجد، ظہر یا سنتِ عشاء وغیرہ ہیں سببی مسنون نمازوں کی مثال استسقا

مالکیہ اور حنفیہ کا بھی ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ جب موت آپہنچے اور سر کے اشارہ سے بھی عاجز ہو جائے تو فرض ساقط ہو جائیگا۔ میزان کے حوالہ سے بجیرمی نے اس قول کی کیا خوب وجہ بیان کی ہے کہ جب موت پہنچ گئی اور اس کو دیکھ لیا تو دل اللہ کی طرف اس طرح مشغول ہو جاتا ہے کہ عبادت کے افعال کا تصور باقی نہیں رہتا۔ شارع نے نماز کے اقوال اور افعال پر عمل کرنے کے لیے اس لیے ہدایت کی ہے کہ یہ حضور مع اللہ کے لیے وسیلہ ہیں اور جب حضوری حاصل ہوگئی اور دل قایم ہوگیا تو اس کا حکم ولی معنی ... کا حکم ہو جاتا ہے۔ اباحیتوں کا ایک فرقہ ادعا کرتا ہے کہ آدمی جب اللہ تعالیٰ کی محبت میں انتہائی درجہ کو پہنچ جاتا ہے تو اس کے اور اللہ کے درمیان ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ شرعی تکلیف ساقط ہو جاتی ہے اور اوامر و نواہی کی پابندی برخاست ہو جاتی ہے اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے بھی دوزخ کی آگ میں داخل نہ ہوگا۔ علامہ تفتازانی کہتے ہیں کہ یہ کفر و ضلال ہے۔ اس لیے کہ محبت اور ایمان میں سب سے زیادہ کامل ہستیاں انبیاء علیہم السلام کی تھیں اور خاص کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم روحی فداہ حبیب اللہ تھے باوجود اس کے ان کے حق میں شرعی تکالیف پوری کی پوری تھیں۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اکابر صحابہ میں سے تھے اور آپ کو بواسیر کی شدید شکایت تھی آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا۔ صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ مُسْتَلْقِيًا لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا۔ کھڑے ہو کر نماز پڑھو اگر نہ ہو سکے تو بیٹھ کر پس اگر نہ ہو سکے تو کروٹ پس اگر نہ ہو سکے تو چت۔ اللہ تعالیٰ نہیں تکلیف دیتا کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے موافق۔ عمران ایسے صحابی تھے کہ ان پر فرشتے کھلی آواز سے سلام بھیجتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا پر شفایاب ہوئے مگر فرشتے غائب ہو گئے۔ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرشتوں کے حجاب کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ ان کے حجاب کی باعث تمھاری شفایابی ہے۔ عمران نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی کہ یا رسول اللہ اس شفا سے تو وہ مرض ہی اچھا تھا، مرض کے عود کرنے کے لیے دعا فرمائیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی مرض عود کیا اور فرشتے بھی عود کیے۔

تکبیرِ احرام۔ احرام کے معنی تحریم اور حرام کرنے اور روکنے کے ہیں اس تکبیر کو تکبیر احرام اس لیے کہا گیا ہے کہ جو باتیں اس کے قبل حلال تھیں اس کے بعد حرام ہو جاتی ہیں۔ کھانا پینا معمولی طور پر حلال ہے لیکن نماز کے لیے تکبیر احرام کہنے کے بعد اثنائے نماز میں کھانا پینا حرام ہے۔ نیت کے ساتھ ہی تکبیر احرام کہنا واجب ہے۔ شیخان نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا۔ دوسری حدیث طریقۂ نماز کے بارے میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا ثواب ملے گا۔ حدیث۔ مَنْ صَلّٰی قَاعِدًا فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَائِمِ وَمَنْ صَلّٰی نَائِمًا (ای مُضْطَجِعًا) فَلَهٗ نِصْفُ اَجْرِ الْقَاعِدِ۔ ثواب میں تخفیف صرف اس صورت میں ہے جب کہ قیام کی قدرت کے باوجود قیام نہ کرکے بیٹھ کر نماز پڑھے۔ بغیر عذر کے بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پڑھنے کی صورت میں بھی رکوع اور سجود کے لیے بیٹھنا لازم ہے۔ قدرت کے باوجود کروٹ لیٹنے کے عوض چت لیٹ کر نفل نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ ارکانِ نماز میں سب سے افضل قیام ہے، اس کے بعد سجدہ اور پھر رکوع اور اس کے بعد بقیہ ارکان کا درجہ مساوی ہے۔ تطویل یعنی قیام میں طوالت دینا افضل ہے اس کے بعد سجود میں تطویل افضل ہے اور پھر رکوع میں۔ قیام سے عاجز ہونے سے مراد یہ ہے کہ قیام میں اتنی تکلیف محسوس کی جائے کہ نماز کو خشوع اور اطمینان کے ساتھ ادا کرنے میں خلل واقع ہو۔ اگر انفرادی حالت میں قیام کر سکتا ہو اور جماعت میں قیام نہ کر سکتا ہو تو منفرد نماز پڑھنے کو ترجیح ہے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں کچھ حصہ میں قیام اور کچھ حصہ میں بیٹھ کر نماز پڑھی جا سکتی ہے اسی طرح ایک ہی قیام کا کچھ حصہ کھڑے رہ کر اور کچھ بیٹھ کر بھی ادا کیا جا سکتا ہے کشتی سوار کو قیام میں ڈوبنے یا دورانِ سر کا ڈر ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے اور اس نماز کا اعادہ نہیں ہے اسی طرح کسی بیماری یا جنگ کے خطرہ میں بھی عمل ہو سکتا ہے۔ اگر قیام سے عاجز نہ ہو بلکہ رکوع اور سجود سے عاجز ہو تو قیام ہی کی حالت میں پوری نماز پڑھے اور رکوع اور سجود کیلئے پشت کو خم کر کے جھک کر اشارہ کرے۔

قعود۔ بیٹھ کر نماز پڑھنے میں اجازت ہے کہ جس طرح چاہے بیٹھے۔ بعض نشستوں کے نام یہ ہیں۔ افتراش، تورّک، تربع، تمدید اور اقعاء۔
افتراش کے معنی فرش بچھانے کے ہیں اور شرع میں افتراش بائیں ٹخنے پر اس طرح بیٹھنے کو کہتے ہیں کہ ٹخنے کی پشت زمین پر اور داہنا پاؤں اس طرح رکھے کہ انگلیوں کے کنارے زمین پر قبلہ رُخ ہوں اس نشست میں پاؤں کو بطورِ فرش بچھایا جاتا ہے اس لیے اس نشست کو افتراش کہا جاتا ہے۔ **تورّک** کی شکل یہ ہے کہ افتراش کی ہیئت سے تجاوز کر کے بایاں پاؤں داہنی جانب نکالا جائے اور ورک یعنی چوتڑ زمین پر رکھی جائے۔ **تربع** چار زانو یعنی دونوں رانیں اور دونوں پنڈلیاں چاروں کو ملا کر بیٹھنے کو کہتے ہیں۔ **تمدید** پاؤں کو زمین پر دراز کر کے بیٹھنے کو کہتے ہیں۔ **اقعاء** گھٹنوں کو کھڑا کر کے چوتڑ زمین پر رکھ کر کتے اور بندر کی طرح بیٹھنے کو کہتے ہیں۔ افتراش خاص عبادت کی نشست ہے۔ نماز میں افتراش کی نشست تربع سے افضل ہے اور تربع دوسری نشستوں سے افضل ہے۔ اقعاء نماز میں مکروہ ہے۔

اضطجاع کروٹ لیٹ کر نماز پڑھنے کو کہتے ہیں۔ بیٹھ کر نماز نہ پڑھی جا سکے تو سیدھی کروٹ لیٹ کر نماز پڑھے۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو چت لیٹ کر سر کے نیچے تکیہ دے کر، سر اور سینہ کو اس طرح اٹھا کر نماز پڑھے کہ بدن کے بالائی حصہ سے قبلہ کا استقبال ہو سکے اور پاؤں کے تلوے قبلہ رُخ ہوں۔ رکوع اور سجود کے لیے سر سے اشارہ کرے۔ سجود کا اشارہ رکوع کے اشارے سے زیادہ پست ہونا چاہیے۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو پلکوں سے اشارہ کرے۔ اس سے بھی عاجز ہو تو نماز کے سارے افعال، قولی ہوں خواہ فعلی، دل میں اس طرح جاری رکھے کہ گویا قیام رکوع اور سجود کی حالتیں ایک کے بعد ایک تبدیل ہو رہی ہیں۔

شرعی تکلیف یعنی ذمہ داری کا دار و مدار عقل پر ہے اور جب تک کہ عقل قائم ہے نماز ساقط نہیں ہوتی یہی قول

ترجمہ کہہ سکتا ہے مثال کے طور پر اللہ اکبر کا فارسی ترجمہ "خدائے بزرگ تر" ہے۔ بزرگ تر کے عوض بزرگ کہے تو غلط ہو جائیگا۔
مقارنتِ نیت۔ کہ ساتھ بغیر فصل کے نیت کے امور کے **استحضار** کے ساتھ تکبیرِ احرام کہنا واجب ہے۔ تکبیر کہتے وقت امورِ متعلقۂ نیت کا استحضار چاہیے کس نماز میں کن امور کا استحضار رہنا چاہیے اس کے قبل نیت کے بیان میں صراحت کی جا چکی ہے۔ جو قول متقدمین کا تھا وہی امام شافعی کا قول تھا کہ امورِ متعلقۂ نیت کا استحضار تکبیر کے الفاظ کے آغاز سے آخر تک رہنا چاہیے لیکن متاخرین کی رائے ہے کہ مقارنت اور استحضار دونوں عرفی مراد ہیں اس طرح کہ نماز کے امور کا اجمالی طور پر استحضار ہو اور اس استحضار کے ساتھ تکبیر کے کسی جز کی بھی مقارنت ہو جائے تو کافی ہے اور آسان یہی ہے۔ آیت۔ (پ۱۷ آیت آخر) مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ نہیں کیا تمہارے لیے دین میں کوئی تکلیف۔ حج اور دوسری عبادتوں میں بھی نیت کی مقارنت واجب ہے سوائے روزہ کے **خلاصہ** یہ کہ **استحضار** کی دو قسمیں ہیں حقیقی اور عرفی اور اسی طرح مقارنت کی بھی دو قسمیں ہیں حقیقی اور عرفی متاخرین اور عام فقہائے شافعیہ کی رائے ہے کہ تکبیرِ احرام اور نیت میں مقارنت اور استحضار دونوں عرفی طور پر واجب ہیں نہ کہ حقیقی طور پر۔

تعلیمِ تکبیر کے عربی الفاظ معلوم نہ ہوں تو ان کا سیکھنا بھی واجب ہے اس لیے کہ اصول یہ ہے کہ مَا لَا يَتِمُّ الْوَاجِبُ إِلَّا بِهٖ فَهُوَ وَاجِبٌ جس چیز کے بغیر واجب کی تکمیل نہیں ہوتی وہ بھی واجب ہے سیکھنے کے لیے سفر کرنے کی ضرورت ہو تو سفر بھی واجب ہے اسلام قبول کرنے کے بعد تکبیر کا سیکھنا بھی واجب ہے ورنہ بلوغ کے بعد مالک پر واجب ہے کہ غلام کو تکبیر سکھائے۔

رفعِ یدین تکبیرِ احرام کہنے کے وقت رفعِ یدین کرنا مسنون ہے اور اس پر چاروں ائمہ متفق ہیں۔ رفعِ یدین کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلیاں قبلہ کے رخ ہوں اور انگلیاں ہتھیلی کی جانب ذرا موڑی ہوئی ہوں۔ انگلیاں آپس میں اوسط طور پر کھلی ہوئی ہوں انگلیوں کی نوکیں کانوں کے اوپر کے کنارے کے محاذی انگوٹھا لولکی کے محاذی اور ہتھیلی کی پشت مونڈھے کے محاذی ہو۔

تکبیرِ احرام کے بعد دل میں نیت کا **استصحاب** واجب نہیں ہے یعنی تکبیر کے بعد سے نماز کے ختم ہونے تک نماز پڑھنے کی نیت کو تفصیل کے ساتھ یاد رکھنا واجب نہیں ہے مسنون یہ ہے کہ نیت کے مغایر یا منافی کوئی بات دل میں نہ لائے اگر نماز سے خروج کا ارادہ کرے یا نماز کو جاری رکھنے یا نماز سے خارج ہو جانے کی نسبت تردد پیدا ہو تو نماز باطل ہوتی ہے بخلاف وضو کے قطعِ نیت کے لحاظ سے عبادات کی چار قسمیں ہیں۔ پہلی قسم اسلام اور نماز کی ہے جو خروج کی نیت کے ساتھ ہی باطل ہو جاتے ہیں بغیر کسی خلاف کے۔ دوسری قسم حج اور عمرہ کی ہے جن پر خروج کی نیت کا کوئی اثر نہیں بلا خلاف کیونکہ یہ دونوں عبادتیں فساد سے بھی باطل نہیں ہوتیں تیسری قسم روزے

فرمایا۔ صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِىْ اُصَلِّىْ۔ نماز پڑھو جیسا کہ مجھ کو نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔ تکبیرِ احرام اس امت کی خصوصیات میں سے ہے ورنہ سابقہ امتوں کا دستور یہ تھا کہ تسبیح اور کلمہ پڑھتے ہوئے راست نماز میں داخل ہو جاتے تھے۔ تکبیرِ احرام کا حکم تعبدی[۵۳] ہے جس کے لیے شارع نے حکم دیا ہے۔

شرایطِ صحتِ تکبیر یہ ہیں۔ تکبیر کے الفاظ اللہ اکبر ہیں اور ان الفاظ کو عربی زبان میں کہنا واجب ہے۔ ان دونوں لفظوں کے درمیان واو ساکن کا اضافہ بھی ممنوع ہے۔ دونوں لفظوں کے درمیان فصل بھی نہ کیا جائے۔ مختصر وقفہ کی نسبت اختلاف ہے مگر معتمد یہ ہے کہ مختصر وقفہ بھی صحیح نہیں۔ ان دونوں لفظوں کے درمیان تعریف یا توصیف کے الفاظ آسکتے ہیں جن میں طوالت نہ ہو۔ جیسا کہ اللہ الجلیل اکبر۔ اللہ الرحمٰن الرحیم اکبر۔ توصیف کے الفاظ تین یا تین سے زیادہ ہو جائیں تو جایز نہیں ہے جیسا کہ اللہ الجلیل العظیم الحلیم اکبر یا اللہ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ اکبر۔ غیر توصیفی الفاظ کا درمیان میں لانا بھی جایز نہیں جیسا کہ اللہ ھو اکبر۔ ان دونوں الفاظ میں سے کسی کو تبدیل کرنا بھی جایز نہیں جیسا کہ الرحمٰن اکبر۔ اللہ کبیر یا عظیم یا اعظم۔ مبتدا پر خبر کی تقدیم بھی جایز نہیں جیسا کہ اکبر اللہ بخلاف سلام کے جس میں خبر کی تقدیم جایز ہے جیسا کہ السلام علیکم کے عوض و علیکم السلام۔ تکبیر کے الفاظ اتنی آواز میں کہنا شرط ہے کہ معمولی طور پر خود سن سکے۔ فرض اور نفل موقتی اور سببی کی تکبیرِ احرام کا نماز کے وقت کے اندر واقع ہونا شرط ہے۔ تکبیرِ احرام استقبالِ قبلہ کی حالت میں کہے۔ مقتدی کی تکبیرِ احرام امام کی تکبیرِ احرام کے بعد واقع ہو گی اگر امام کی تکبیر اور مقتدی کی تکبیر کے بعض اجزاء ایک ساتھ واقع ہو جائیں تو مقتدی کی نماز صحیح نہ ہو گی۔ تکبیرِ احرام کو زیادہ کھینچ کر لمبی کر کے نہیں ہونا چاہیے اور نہ اتنا اختصار کے ساتھ کہ الفاظ سمجھ میں نہ آسکیں۔ تکبیرِ انتقالی جو تکبیرِ احرام کے بعد دوسرے ارکانوں کے وقت کہی جاتی ہے اس کو اس قدر کھینچنا مندوب ہے کہ ایک رکن سے دوسرے رکن کو پہنچنے تک جاری رہے جیسا کہ اعتدال سے سجدہ میں جاتے ہوئے یا سجدہ سے قیام میں آتے ہوئے۔ امام کو چاہیے کہ تکبیرِ احرام اور تکبیراتِ انتقال کو پکار کر کہے اور ماموم اور منفرد آہستہ کہے۔ اگر امام کی آواز پوری جماعت کو نہ پہنچ سکے تو ایک یا زیادہ مقتدی کے لیے جیسی کہ ضرورت ہو مندوب ہے کہ تکبیرات پکار کر کہیں تاکہ دوسروں کو سنائی دیں۔ حدیث صحیحین یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ مرض میں نماز پڑھاتے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تکبیرات پکار کر کہتے رہے۔ تکبیرِ احرام کے وقت نیت اور تکبیر کی مقارنت کی۔۔۔ شک پیدا ہو کر بار بار جو تکرار کی جاتی ہے اس کو وسوسہ کہتے ہیں اور وسوسہ شیطان کا کھیل ہے اور عبادات میں وسوسہ عقل کے فتور اور دین کی کمزوری پر دلالت کرتا ہے۔

ترجمہ۔ جو شخص تکبیر کے عربی الفاظ کو ادا نہیں کر سکتا، عربی الفاظ کو سیکھنے تک اس کا ترجمہ جس کسی زبان میں چاہے کہہ سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ معنی میں اور ترجمہ میں تجاوز نہ کرے۔ ترجمہ میں کسی زبان کی قید نہیں ہے ہر ایک زبان میں لفظی

حضرت شیثؑ پر ساٹھ صُحُف، حضرت ابراہیمؑ پر تیس صُحُف، حضرت موسیٰؑ پر تورات سے پہلے دس صُحُف اور تورات،
انجیل، زبور اور فرقان۔ ان کتابوں کے معانی قرآن میں جمع کیے گئے ہیں۔ قرآن کے معانی فاتحہ میں، فاتحہ کے معانی
بسم اللہ میں، اور بسم اللہ کے معانی اس کے ب میں اور بعض نے لکھا ہے کہ ب کے معانی اُس کے نقطہ میں پنہاں
ہیں۔ سیوطی نے لکھا ہے کہ سورۂ فاتحہ میں قرآن کے سارے معانی پوشیدہ ہیں۔ گویا کہ وہ ایک مختصر فہرست ہے جس کی
تفصیل بقیہ قرآن میں بیان کی گئی ہے۔ تمام آلٰہیات کا علم اس ایک آیت۔ الحمد للہ رب العالمین الرحمن
الرحیم میں، اور دارِ آخرت کے امور کی طرف مالک یوم الدین میں اشارہ ہے۔ عبادات کُل کے کُل خواہ اُن کا تعلق
محض اعتقادات سے ہو یا احکام سے متعلق ہوں جن پر اوامر اور نواہی مبنی ہیں ایاک نعبد و ایاک نستعین میں
مضمر ہیں۔ شریعت کی طرف نسبت اھدنا الصراط المستقیم میں، انبیا اور غیر انبیا کا ذکر انعمت علیھم میں
ہے اور طوائفِ کفار کی طرف غیر المغضوب علیھم ولا الضالین میں اشارہ ہے۔

شرائط سورۂ فاتحہ گیارہ ہیں۔ اتنی آواز میں پڑھے کہ خود معمولی طور پر صحتِ سماعت کی حالت میں اور جبکہ شور و غل
نہ ہو سن سکے۔ ترتیب یعنی مقررہ مسلسل سے الفاظ اور آیتوں کو پڑھنا۔ اگلے لفظ کو پیچھے اور پچھلے لفظ کو آگے نہ پڑھے۔
موالات یعنی بغیر فصل کے مسلسل پڑھے۔ سانس لینے کی وجہ سے جو تھوڑا سا فصل ہو اس کا شمار نہ ہوگا۔ بغیر عذر کے
طویل سکوت قرائت کو منقطع کر دیتا ہے۔ عمداً مختصر سکوت بھی قطع کر دے گا۔ اگر کوئی آیت فراموش ہو گئی ہو اور اس کے
یاد کرنے میں دیر ہو جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ سورۂ فاتحہ کے درمیان کوئی ذکر کرے تو بھی منقطع ہو جائے گا
جیسا کہ چھینک پر الحمد للہ کہے یا مستاذن کے جواب میں تسبیح پڑھے تو قرائت منقطع ہو جائے گی اور ان صورتوں میں
سورۂ فاتحہ کا اعادہ کرنا ہوگا۔ سہواً یا نادانستہ کسی وجہ سے ذکر زبان پر آ جائے تو قرائت منقطع نہ ہوگی۔ اگر ذکر کا تعلق
نماز کی مصلحت کی وجہ سے ہو تو قرائت منقطع نہ ہوگی۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ماموم سورۂ فاتحہ پڑھ رہا ہو اور امام
کی سورۂ فاتحہ کی قرائت ختم ہو جائے اور وَلَا الضَّالِّيْنَ بولے تو ماموم بھی امام کے ساتھ آمین کہے گا۔ امام کے سوائے
کسی غیر شخص کی قرائت پر ماموم اپنی نماز میں آمین نہیں کہہ سکتا ورنہ قرائت منقطع ہو گی۔ دوسری مثال یہ ہے کہ امام قرائت
پڑھتے پڑھتے رُک جائے تو ماموم کے لقمہ دینے سے ماموم کی قرائت منقطع نہیں ہوتی مگر لقمہ دیتے وقت لقمہ کی نیت کے ساتھ
قرائت کی نیت بھی شامل رہے ورنہ معتمد یہ ہے کہ محض لقمہ دینے کی نیت یا مطلق طور پر بغیر کسی نیت کے لقمہ دینے سے ماموم
کی قرائت منقطع ہو جاتی ہے۔ لقمہ دینے میں سورۂ فاتحہ اور دوسری سورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ حروف کی رعایت
رکھے۔ کوئی حرف ترک نہ ہونے پائے۔ (ایاک نعبد اور ایاک نستعین کے درمیان جو واؤ عطف ہے ترک نہ
ہو جائے۔ کوئی حرف تبدیل نہ ہونے پائے الذین کی ذال کو دال یا زاء سے نہ بدلے۔ الحمد للہ کے حاء کو ھاء
سے اور ولا الضالین کی ضاد کو ظاء سے نہ بدلے۔ تشدیدوں کی رعایت رہے۔ ہر ایک تشدید برابر ادا ہو سورۂ

اور اعتکاف کی ہے۔ اصح یہ ہے کہ یہ دونوں خروج کی نیت سے باطل نہیں ہوتے حج کی طرح۔ چوتھی قسم وضو کی ہے اور اصح یہ ہے کہ وضو جس قدر ہوچکا خروج کی نیت سے وہ باطل نہیں ہوتا لیکن بقیہ کے لیے نیت کی تجدید ضروری ہے۔

اختلاف ائمہ ثلاثہ کا قول ہے کہ تکبیرِ احرام کے عربی الفاظ اللہ اکبر کا کہنا واجب ہے اور استدلال یہ ہے کہ شارع نے عربی میں تکبیر کہی۔ جو الفاظ مقرر کیے ہیں وہی اولیٰ ہیں اور ان میں تعبّد (عبادت) ہے۔ حنفیہ کا قول یہ ہے کہ بغیر عربی کے الفاظ کے بھی نماز منعقد ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب زبانیں جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے عربی زبان اور دوسری زبانوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ شافعیہ کے پاس نیت اور تکبیرِ احرام کی مقارنت مشروط ہے اور ائمہ ثلاثہ کا قول یہ ہے کہ تکبیر کے پہلے نیت کا وجود میں آجانا کافی ہے۔

قرأتِ سورۂ فاتحہ ہر ایک رکعت میں واجب ہے، نماز سرّی ہو یا جہری، امام ہو، ماموم ہو یا منفرد۔ حدیث۔ لَا صَلاَۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ جس نے سورۂ فَاتِحَہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہ ہوگی۔ شافعیہ کا استدلال یہ ہے کہ لفظ صحت یہاں محذوف ہے اور اس حدیث میں صحتِ صلاۃ کی نفی مطلوب ہے بخلاف بعض ائمہ کے جنھوں نے لفظِ کمال کو محذوف قرار دیا ہے۔ سورۂ فاتحہ کے پڑھنے سے صرف وہ مقتدی مستثنیٰ ہے جس نے جماعت میں اتنی دیر سے شرکت کی ہو کہ سورۂ فاتحہ کے پڑھنے کی گنجائش نہ رہے۔ قرأت کے معنی پڑھنے کے ہیں اور پڑھنے میں زبانی اور دماغی، خود سے پڑھنا، دوسرے شخص کے بولتے جانے پر پڑھنا اور قرآن میں دیکھ کر پڑھنا شامل ہے۔ سورۂ فاتحہ کے وجوب کے لیے نماز کے فرض ہونے کی قید نہیں ہے، نفل نماز میں بھی سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔ **قرآنِ مجید** کی سورتوں کے نام، سورتوں کی ترتیب اور سورتوں میں آیتوں کی ترتیب اس وقت اسی شکل میں ہے جس طرح لوحِ محفوظ میں ہے اور جس کی خبر جبرئیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تھی۔ فقہاء نے سورۂ فاتحہ کے بہت سے نام بتلائے ہیں جن کے منجملہ دس نام یہاں درج کیے جاتے ہیں۔ الفاتحہ۔ الشافیہ، حدیث۔ ھِیَ شِفَاءٌ لِّکُلِّ دَاءٍ۔ ہر مرض کی اس میں شفا ہے۔ الکافیہ۔ الوافیہ۔ اُمُّ القرآن۔ اُمُّ الکتاب۔ اَلسَّبْعُ المثانی۔ اس لیے کہ اس میں سات آیتیں ہیں جو ہر نماز میں دہرائی جاتی ہیں۔ الحمد۔ الصلاۃ۔ اس لیے کہ ہر نماز میں فرض ہے۔ الاَساس۔ ناموں کی کثرت، سورۂ فاتحہ کی عظمت پر دلالت کرتی ہے۔ کلامِ مجید میں سورتوں کے ناموں کو حجاج کے زمانہ میں تحریر میں لایا گیا۔ حجاج ہی نے سورتوں کو اعشار یعنی دس حصوں، احزاب یعنی تلاوت کی تقسیم، انصاف یعنی نصف، ارباع یعنی پاؤ میں تقسیم کیا۔ یہ بدعت ہے مگر نہ حرام ہے اور نہ مکروہ بلکہ تلاوت کی سہولت کے لیے یہ عمل کیا گیا۔ علماء کا قول ہے کہ سورۂ فاتحہ کو چالیس مرتبہ پڑھا جائے تو درد میں کمی ہوگی۔ کسی محفل اور جلسہ کے آغاز یا اختتام پر سورۂ فاتحہ کا پڑھنا مسنون نہیں ہے بلکہ سورۂ والعصر کا پڑھنا مسنون ہے جس میں صبر اور حق کی وصیت اور تلقین کی گئی ہے۔ نسفی نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ کتبِ سماوی جو دنیا میں نازل ہوئیں ان کی تعداد ایک سو چار ہے۔

دُعا مانگے۔ قرآن، ذکر اور دعا کے حروف مجموعی طور پر سورۂ فاتحہ کے حروف سے کم نہ ہوں۔ مالک کے الف کو شامل کرکے سورۂ فاتحہ کے جملہ حروف ۱۵۶ ہیں اور اس الف کو حذف کرکے ۱۵۵ ہوتے ہیں بعض فقہاء کا دستور ہے کہ پہلی رکعت میں مالک کے الف کو ظاہر کرکے اور دوسری رکعت میں اس کو حذف کرکے پڑھتے ہیں۔ زیادی نے چودہ تشدیدوں کو چودہ حروف اور دو جگہ صراط کے الف کو ایک ایک الف اور ضالین کے الف کو ایک الف اور اس طرح ۱۷ حروف کو کم کرکے جملہ ۱۳۸ حروف شمار کیے ہیں۔ اگر کسی شخص کو قرآن، ذکر اور دعا کچھ بھی یاد نہ ہو تو اتنی دیر کھڑا رہے جتنی دیر میں سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ دوسرا سورہ پڑھا جائے۔ خالی کھڑا رہنے میں زبان کو حرکت دینا واجب نہیں ہے آخری گیارھویں شرط یہ ہے کہ پورا سورۂ فاتحہ قیام کی حالت میں پڑھے اگر کسی عذر کی بنا پر قیام سے عاجز ہو اور بیٹھ کر یا کروٹ لیٹ کر نماز پڑھے تو اسی حالت میں سورۂ فاتحہ پڑھے اگر ماموم کو علم ہو کہ امام سورۂ فاتحہ کے بعد ضم سورہ نہ کرے گا یا ایسا مختصر سورہ پڑھے گا کہ ماموم کے لیے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا دشوار ہوگا تو وہ امام کے ساتھ ہی سورۂ فاتحہ پڑھ سکتا ہے۔

آمین۔ سورۂ فاتحہ کے ختم ہونے کے بعد تھوڑا سا وقفہ دے کر آمین کہنا مسنون ہے۔ ترمذی نے روایت نقل کی کے بارے میں دی تھی اسی پر قیاس کرکے بیرون نماز بھی آمین کہنا مسنون قرار دیا گیا۔ آمین کے معنی استجب صیغہ امر کے ہیں یعنی "قبول کر"۔ قراءت پکار کر پڑھ رہا ہو تو آمین بھی پکار کر ورنہ آہستہ کہے۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں جبکہ نماز جہری ہو اور امام ولا الضالین کہے تو تھوڑے سے وقفہ کے بعد ہی امام کے ساتھ ماموم بھی آواز سے آمین کہے۔ یہی ایک موقع ہے جبکہ امام اور ماموم دونوں میں مقارنت مسنون ہے۔ جماعت میں ماموم اپنی قراءت پر آمین آواز سے نہ کہے۔ وقفہ سے مراد سبحان اللہ کہہ سکنے کی دیر نہ کہ اس سے زیادہ۔ امام کے پیچھے مقتدیوں کا آمین کہنا اس امت کی خصوصیات میں سے ہے۔

سکتات۔ نماز میں چھ سکتے مسنون ہیں سکتہ ٹھہرنے اور توقف کرنے کو کہتے ہیں اسلئے نماز میں سکوت جائز نہیں ہے سوائے ان چھ صورتوں کے۔ تکبیر احرام اور دعائے افتتاح کے درمیان۔ دعائے افتتاح اور تعوذ کے درمیان۔ تعوذ اور قراءت سورۂ فاتحہ کے درمیان۔ سورۂ فاتحہ کے ختم ہونے کے بعد اور آمین کہنے سے پہلے۔ آمین کہنے کے بعد اور ضم سورہ سے پہلے منفرد کے لیے بھی یہ سکتہ مسنون ہے امام کے لیے یہ سکتہ اس لیے مسنون ہے کہ ماموم کو سورۂ فاتحہ کے پڑھنے کا موقع ملے اور رکوع سے پہلے۔

اختلاف۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مصلی کو اختیار ہے کہ سورۂ فاتحہ عربی میں پڑھے یا فارسی میں لیکن ابو یوسف اور محمد رحمۃ اللہ علیہما نے اس قول میں ترمیم کی ہے کہ اگر مصلی عربی میں سورۂ فاتحہ اچھی طرح پڑھ سکتا ہو تو اس کے لیے عربی کے بجائے دوسری زبان میں اس کا ترجمہ پڑھنا صحیح نہیں ہے اور اگر عربی میں اچھی طرح

فاتحہ میں بشمول بسم اللہ جملہ چودہ تشدید ہیں۔ ایاک میں یاء کے تشدید کو ترک نہ کرے۔ اعراب کی ایسی تبدیلی نہ ہو جس سے معنی میں تبدیلی واقع ہو۔ انعمت کی تاء کے زبر کو پیش کر دے تو مخاطب کے عوض متکلم کے معنی ہو جائیں گے۔ اعراب کی ایسی تبدیلی جس سے معنی میں تغیر نہ ہو اس سے کوئی ہرج نہیں جیسا کہ نعبد کے باء کو پیش کے عوض زیر یا زبر سے پڑھنے سے معنی نہیں بدلتے لیکن عمداً ایسا عمل حرام ہے ایسی طرز میں نہ پڑھے جس سے معنی میں تغیر پیدا ہو کسی لفظ کو تبدیل نہ کرے۔ پوری آیتیں پڑھے سورۂ فاتحہ کے آغاز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی ایک آیت ہے۔ دارقطنی نے ابو ہریرہؓ سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ اِذَا قَرَأْتُمُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاقْرَأُوْا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اِنَّمَا اُمُّ الْقُرْآنِ وَاُمُّ الْكِتَابِ وَالسَّبْعُ الْمَثَانِيْ۔ جب تم سورۂ الحمد پڑھو تو بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی پڑھو اس لیے کہ وہ اُمّ القرآن اور اُمّ الکتاب اور سبع مثانی ہے۔ اُمّ سلمہؓ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ایک آیت اور الحمد للہ رب العالمین سے آخر تک چھ آیتیں شمار کی تھیں۔ قرآن مجید میں جتنی سورتیں ہیں ان سب میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اولین پوری آیت ہے سوائے سورۂ برأۃ کے اجماع اس پر ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم کے زمانہ میں قرآن مجید جس خط اور سیاہی میں لکھا جاتا تھا اسی خط اور سیاہی میں ہر ایک سورے کے آغاز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی لکھا جاتا تھا بخلاف اعشار وغیرہ کی علامتوں کے جو دوسرے خط اور سیاہی میں لکھی جاتی تھیں اگر بسم اللہ الرحمن الرحیم کے لکھنے سے مقصود صرف دو سورتوں کے درمیان فصل کو ظاہر کرنا ہوتا تو سورۂ برائت کے پہلے بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا جاتا اور سورۂ فاتحہ کے آغاز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا ہی نہ جاتا اس لیے کہ اس سے قبل کوئی سورہ ہی نہیں ہے جس سے فصل کا اظہار مقصود ہو۔ رملی کا قول ہے کہ تسمیہ کہنا سورۂ برائت کے آغاز میں مکروہ ہے اور درمیان میں مسنون۔ ابن حجر اور خطیب کا قول ہے کہ تسمیہ کہنا سورۂ برائت کے آغاز میں حرام اور درمیان میں مکروہ ہے۔ ابن عباسؓ کے سوال کے جواب میں علی رضی اللہ عنہ نے یہ توجیہ بیان کی تھی کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے مفہوم میں امان اور شفقت ہے اور سورۂ برائت میں امان نہیں ہے۔ یہ سورہ بہ نوکِ شمشیر نازل ہوا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم کے جزء قرآن ہونے کی نسبت سب کو اتفاق ہے مگر اختلاف اس بارے میں ہے کہ ہر سورے کا جزء نہیں ہے سورۂ فاتحہ عربی زبان ہی میں پڑھے جس زبان میں کہ نازل ہوا ہے۔ قرآن کا معجزہ یہی ہے کہ عربی زبان میں قایم رہے گا۔ دوسری کسی زبان میں اس کا ترجمہ پڑھنا ممنوع ہے سورۂ فاتحہ یاد نہ ہو اور اس کے سیکھنے کی کوئی تدبیر بھی نہ ہو تو اس کے عوض ذکر کیا جائے۔ جیسا کہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ۔ پھر اسی کو دُہرایا جائے یا اس پر اضافہ کیا جائے تاکہ سورۂ فاتحہ کے مساوی ہو۔ دعا بھی ذکر کی طرح ہے عربی میں کوئی دعا بھی یاد نہ ہو تو اپنی زبان میں

کے ترک کرنے سے نفل نماز باطل نہیں ہوتی۔

طمانینت اعتدال میں! اعتدال کی حالت میں اس قدر توقف کیا جائے کہ اعضاء کو سکون اور قرار حاصل ہو سجدہ میں جانے کے بعد شک ہو کہ اعتدال کی تکمیل ہوئی یا نہیں تو واجب ہے کہ اعتدال کی حالت میں آئے اور طمانینت کرے اور اس کے بعد سجدہ میں جائے۔

سجود دو مرتبہ۔ سجدہ کے معنی جھکنے کے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ انکساری کے۔ شرع میں سات اعضاء پیشانی، دونوں ہاتھوں، دونوں پاؤں اور دونوں گھٹنوں کا کچھ حصہ اس مقام پر ٹیکنے کے ہیں جہاں نماز پڑھی جا رہی ہو۔ سجدہ میں واجب ہے کہ سجدہ گاہ پر سر کا وزن پڑے۔ حدیث۔ اِذَا سَجَدْتَ فَمَكِّنْ جَبْهَتَكَ وَلَا تَنْقُرْ نَقْرًا۔ جب تم سجدہ کرو تو وزن ڈالو پیشانی پر اور نہ مارو ٹھونگ (مرغی کی)۔ یہ حکم صرف پیشانی کی نسبت ہے بقیہ اعضائے سجدہ کے متعلق نہیں ہے۔ سجدہ میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھلی ہوئی قبلہ کی رخ میں گھٹنوں کے مقابلہ میں زمین پر رکھنا اور ان پر اپنا وزن سنبھالنا مندوب ہے۔ واجب ہے کہ اس عمل سے سجدہ ہی مقصود ہو نہ کہ کوئی اور چیز۔ اگر اعتدال کی حالت سے یک لخت نیچے گر پڑے تو سجدہ نہ ہوگا۔ اس طرح سرنگوں ہونا کہ پیٹھ اور کمر وغیرہ اونچی اور سر اور مونڈھے نیچے ہو جائیں واجب ہے۔ اس کو عربی میں تنکیس کہتے ہیں۔ اگر کشتی میں نماز میں اس طرح سجدہ کرنے پر کشتی کے اُلٹ جانے کا ڈر ہو تو جس طرح ہو سکے نماز پڑھے اور اس نماز کا اعادہ کرے اس لیے کہ یہ عذر نادر ہے۔ عذرِ علالت کی وجہ سے اس طرح سجدہ نہ کر سکے تو اس نماز کا اعادہ نہیں ہے۔ اگر تکیہ رکھ کر اس پر سجدہ کرنے میں تنکیس حاصل ہوتی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ تکیہ پر سجدہ کرنا بے سود ہے۔ تنکیس حاصل نہ ہوتی ہو تو بغیر تکیہ کے جتنا جھک سکتا ہو جھکے۔ حاملہ عورت کے سجدہ کی نسبت بھی یہی حکم ہے۔ دونوں سجدوں کی نوعیت ایک ہے اس لیے ان کو ایک رکن شمار کیا گیا۔

اَقلِ سجدہ یہ ہے کہ سجدہ کے ساتوں اعضاء کا کچھ حصہ زمین کو لگے۔ خباب بن الارت نے بیان کیا ہے کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ دھوپ کی شدت سے ہماری پیشانی اور ہاتھ جلتے ہیں اور ہم یہ شکایت ہمیشہ کرتے ہی رہے۔ اس روایت کا نتیجہ یہ کہ اگر پیشانی کا موضع سجدہ کو لگنا واجب نہ ہوتا تو پیشانی کو ستر کرنے کی ہدایت فرمائی جاتی۔ پیشانی کا کھلی رکھنا واجب اور ہاتھوں اور پاؤں کا کھلے رکھنا مسنون ہے گھٹنوں کا ڈھانپنا واجب نہیں ہے بلکہ کھلا رکھنا مکروہ ہے۔ یہاں گھٹنے کا وہ حصہ مراد ہے جو ستر عورت میں داخل نہیں ہے۔ مجیرمی کا قول ہے کہ عورت کے لیے پاؤں کو بھی ستر کرنا واجب ہے۔ پیشانی اور سجدہ گاہ کے درمیان کوئی چیز حائل ہو تو سجدہ صحیح نہ ہوگا اور نہ ایسی چیز پر سجدہ ہو سکتا ہے جو مصلی کی حرکت کے ساتھ حرکت کرے جیسا کہ آستین اور دامن۔ گھٹنے، ہتھیلی اور پاؤں کی انگلیوں ہر ایک کا کچھ نہ کچھ حصہ زمین پر ٹیکا جائے۔ حدیث۔ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ الْجَبْهَةِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَاَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ۔ اگر سجدہ کی جگہ کوئی سخت چیز آ جائے جو پیشانی کو تکلیف دیتی ہو اور سر اٹھائے بغیر اس کو

نہ پڑھ سکتا ہو تو اپنی زبان میں ترجمہ پڑھ سکتا ہے۔ حنفیہ اسی مرجمہ قول کی اتباع کرتے ہیں۔ ائمہ ثلاثہ کا قول یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کی قرأت بغیر عربی اور نزولی زبان کے صحیح نہیں ہو سکتی۔

رکوع ۵ کے معنی جھکنے کے ہیں اور شرع میں **اقل رکوع** جو فرض بھی ہے یہ ہے کہ اس قدر سیدھا سامنے کی جانب جھکے کہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں دونوں گھٹنوں تک پہنچیں۔ یہ اس شخص کے لیے ہے جو کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہو اور رکوع میں جا سکتا ہو اور جس کی جسمانی ساخت میں کوئی نقص نہ ہو، ہاتھ اور گھٹنے صحیح سلامت ہوں۔ علیؓ سے روایت کی گئی ہے کہ معراج کے بعد دوسرے دن عصر کی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں رکوع کیا اور آپ کے ساتھ سبھوں نے رکوع کیا اور نماز کے بعد علی رضی اللہ نے سوال کیا کہ یہ کیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بھذا امرت۔ مجھ کو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے۔ عصر سے پہلے ظہر کی نماز بھی ہوئی تھی مگر اس میں رکوع نہیں کیا گیا پنج گانہ نمازوں کے فرض ہونے سے قبل نبی صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ اللیل پڑھتے تھے اور ان میں بھی رکوع نہیں کرتے تھے۔ ان واقعات سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ سابقہ امتوں کی نمازوں میں رکوع نہیں تھا اور رکوع اس امت کی خصوصیات میں سے ہے۔ رکوع میں سیدھا جھکنے سے مراد یہ ہے کہ ٹیڑھا بنگا، سر اٹھا ہوا، گردن مڑی ہوئی، سینہ نکلا ہوا اور کمر خمی ہوئی ہیئت میں نہ جھکے۔ **اکمل رکوع** جو مندوب ہے یہ ہے کہ پشت اور گردن ایک سلسلہ میں مسطح رہیں اور کہیں کوئی خم نہ ہو۔ گھٹنے سیدھے ہوں ہتھیلیں چپنی ہڈی پر ہو اور ہاتھ کی پنجہ سے گھٹنے کو اس طرح پکڑے کہ ہاتھوں کی انگلیاں کسی قدر کھلی ہوئی ہوں۔ **قاعد** یعنی بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے لیے اقل رکوع یہ ہے کہ اتنا جھکے کہ پیشانی گھٹنوں کے محاذی ہو جائے اور اکمل رکوع یہ ہے کہ پیشانی سجدہ کی جگہ کے محاذی ہو جائے مگر سجدہ گاہ کو چھوئے نہیں۔ اگر پیشانی سجدہ گاہ کو چھو جائے گی تو رکوع کے عوض سجدہ ہو جائے گا۔ **عذر** [illegible] طریقہ یا لا رکوع میں جھکنا ممکن نہ ہو تو جتنا ممکن ہو جھکے اور اگر جھک ہی نہ سکے تو سر سے اشارہ کرے اور سر سے اشارہ نہ ہو سکے تو آنکھوں سے کرے۔

طمانینت ۶ رکوع میں۔ طمانینت حرکت کے بعد سکون کو کہتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ دو حرکتوں کے درمیان سکون کو طمانینت کہتے ہیں۔ اقل طمانینت یہ ہے کہ رکوع کی حالت میں اعضاء کو سکون اور قرار حاصل ہو۔ بعض فقہا نے طمانینت کو مستقل نہیں بلکہ دوسرے رکن کے تابع قرار دیا ہے لیکن دونوں اقوال میں یہ شرط لازم ہے کہ طمانینت کے بغیر نماز صحیح نہیں ہو سکتی۔ اس لیے ان اقوال کے اختلاف کو لفظی تصور کیا گیا ہے۔ ارکان صلاۃ کی تعداد کے ضمن میں تفصیل سے اس بارے میں بحث کی گئی ہے۔

اعتدال ۷ رکوع کے بعد یعنی رکوع سے اٹھ کر بعد از رکوع سے قبل کی ہیئت میں واپس آنے کو اعتدال کہتے ہیں۔ رکوع کے بعد قائم قیام کی حالت میں اور قاعد قعود کی حالت میں واپس آئے گا۔ اعتدال کے لغوی معنی برابری اور استقامت کے راستی کے ہیں۔ اعتدال نفل نماز میں بھی رکن ہے بعض کا قول ہے کہ نفل میں اعتدال واجب نہیں ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ اعتدال

دونوں رانوں پر اس طرح رکھے کہ انگلیوں کے کنارے گھٹنوں پر ہوں اور انگلیاں کھلی ہوئی اور قبلہ کی رُخ میں ہوں۔ بیجوری نے لکھا ہے کہ دوسرے سجدہ تک ہاتھوں کو زمین پر قایم رکھنے میں بھی کوئی ہرج نہیں ہے۔ جلوس میں یہ دعا پڑھے۔ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَارْفَعْنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ۔ اے پروردگار مجھ کو بخش دے مجھ پر رحم کر (میری شکست کو) جبر کر دے مجھ کو بلند کر، مجھ کو رزق دے، مجھ کو ہدایت کر اور معاف کر۔ امام غزالیؒ نے اس پر وَاعْفُ عَنِّيْ کا اضافہ کیا ہے۔ قیدی کے لیے جو دشمن کی حراست میں ہے تنہا نماز پڑھے یا جماعت کے ساتھ مناسب ہے کہ اس دعا کا اضافہ کرے۔ رَبِّ هَبْ لِيْ قَلْبًا تَقِيًّا نَقِيًّا مِنَ الشِّرْكِ بَرِيًّا لَا كَافِرًا وَلَا شَقِيًّا۔ یا اللہ مجھ کو قلب تقویٰ والا اور پاک اور شرک سے بری نہ کافر نہ شقی۔ مگر شرط یہ ہے کہ امام مقتدیوں کی اجازت سے اس دعا کا اضافہ کر سکتا ہے۔ یہ دعا حدیث کے ذریعہ وارد ہوئی ہے دعائے وارده پر مزید اضافہ کرنا اتنا کہ اقل تشہد کے برابر ہو جائے اور جلوس میں طوالت ہو جائے تو صحیح نہیں ہے اور نماز کو باطل کرتا ہے! اعتدال کی بھی یہی صورت ہے۔ دعائے ماثورہ کے علاوہ بقدر سورۂ فاتحہ زیادتی کرنے اور طوالت دینے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ جلوس درمیان سجود اور اعتدال دونوں قصیر یعنی چھوٹے ارکان ہیں جن میں طوالت دینے سے نماز باطل ہو جاتی ہے! البتہ رکعتِ آخر کے اعتدال میں قنوت مطلوب ہونے سے طوالت ہو سکتی ہے۔ اگر پہلے سجدہ کے بعد سیدھا نہ بیٹھے بلکہ بیٹھنے کی ہیئت کے قریب پہنچ کر دوسرے سجدہ میں چلا جائے تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

اختلاف! امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ زمین سے سر کا تھوڑا سا اُٹھانا تلوار کی دھار کے مانند بھی کافی ہے۔

طمانینت[12] جلوس میں۔ طمانینت کی تعریف اس کے قبل بیان کی جا چکی ہے۔ طمانینت کے بعد پہلے سجدہ کی طرح دوسرا سجدہ کیا جائے۔

جلوسِ آخر واجب ہے۔ جلوسِ آخر اُس آخری نشست کو کہتے ہیں جس کے بعد سلام کی نوبت آتی ہے اور نماز ختم ہوتی ہے! اس جلوس میں ایک خاص ذکر تشہد کا پڑھنا ایسا ہی واجب ہے جیسا کہ قیام میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اس کا نتیجہ یہ کہ جلوسِ آخر اور تشہد دونوں نماز کے ارکان ہیں۔ جلوس اوّل جس میں سلام کی نوبت نہیں آتی مسنون ہیں اور اس میں تشہد پڑھنا بھی مسنون ہے بعض نمازوں میں صرف جلوسِ آخر ہوتا ہے جلوسِ اوّل نہیں ہوتا جیسا کہ صبح اور جمعہ کی نمازوں میں۔

تشہد[13] جلوسِ آخر میں واجب ہے تشہد دو شہادتوں کا نام ہے اور چونکہ اس میں دو شہادتیں ہوتی ہیں اس لیے اس کو تشہد کہا گیا۔ ہجرت کے دوسرے سال تشہد فرض کیا گیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ تشہد کے فرض ہونے سے قبل السلام علی اللہ السلام علی عباد اللہ، السلام علی جبریل السلام علی میکائیل کہتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا تقولوا السلام علی اللہ فان اللہ ھو السلام

نکال دیا جاسکے تو کوئی مضایقہ نہیں پیشانی طول میں دونوں کنپٹیوں کے درمیان اور عرض میں سر کے بالوں اور ابرؤں کے درمیان ہے۔

اکملِ سجدہ یہ ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت تکبیر کہے، رفعِ یدین نہ کرے، دونوں گھٹنے ٹیکے، پھر دونوں ہاتھ، پھر پیشانی اور ناک اعضاء کے ٹیکنے میں اسی ترتیب کا لحاظ رکھے! البتہ ناک پیشانی کے ساتھ بھی جا سکتی ہے۔ تکبیر اس طرح کہی جائے کہ جھکنے کے آغاز سے لے کر سجدہ میں پہنچنے تک جاری رہے۔

شرائطِ صحتِ سجود مجیدی نے سات بیان کیے ہیں۔ طمانینت[۱]۔ سجدہ سے غیر سجدہ مقصود نہ ہو۔[۲] تمام اعضاء کو وقت واحد میں قرار اور سکون ہو۔[۳] پیشانی پر سر کا بوجھ پڑے۔[۴] سر نگوں ہو اور کمر اونچی ہو۔[۵] پیشانی کھلی ہو[۶] ایسی متصل چیز پر سجدہ نہ کیا جائے جو مصلی کے ساتھ حرکت کرے۔

فضیلت۔ سجدہ کو دیگر ارکان پر فضیلت ان وجوہ پر مبنی ہے آدمی کے بدن کا بالائی حصہ سر اور سینہ اور کندھے بدن کے پائین حصہ پر شرف رکھتا ہے اس لیے اس حصۂ بدن کو زمین جیسی رذیل ترمقام پر ٹیکنے میں تواضع اور انکساری کا زیادہ اظہار ہوتا ہے اور اسی لیے نماز میں سجدہ کی تکرار کی جاتی ہے اور سجدہ رکوع سے افضل ہے۔ سجدہ میں شیطان کی تذلیل ہوتی ہے شیطان نے باوجود حکم کے سجدہ نہیں کیا اور آدمی کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو اس نے دو مرتبہ سجدہ کیا۔

حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو شیطان رونے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ افسوس ہے مجھ پر! آدمی کو سجدہ کرنے کے لیے حکم دیا گیا اور اس نے سجدہ کیا اور اس کے لیے جنت ہے۔ مجھ کو سجدہ کرنے کے لیے حکم دیا گیا اور میں نے سجدہ نہیں کیا اور میرے لیے دوزخ ہے۔ حدیث۔ اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ۔ بندہ سجدہ کی حالت میں پروردگار سے زیادہ نزدیک ہوتا ہے۔ سجدہ کے دو ہونے میں یہ حکمت مضمر ہے کہ آدمی رکوع میں عبودیت کا اظہار کرتا ہے تو دو سجدے اس واقعہ کے دو گواہ ہوتے ہیں۔

طمانینت سجدہ میں۔ حرکت کے بعد سکون کو یا دو حرکتوں کے درمیان سکون کو طمانینت کہتے ہیں سجدہ میں طمانینت اس طرح مطلوب ہے کہ سجدہ میں جھکنے اور سجدہ سے اٹھنے کی حرکتوں کے درمیان اعضاء کو سکون اور قرار حاصل ہو۔

جلوس دو سجدوں کے درمیان ہر ایک رکعت میں فرض ہو یا نفل واجب ہے بعض کا قول ہے کہ نفل نماز میں یہ جلوس واجب نہیں ہے صحیحین میں یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سر اٹھاتے تو پھر سجدہ میں نہیں جاتے جب تک کہ سیدھے نہ بیٹھ جائیں۔ بغیر کسی عذر کے لیٹ کر نفل نماز کے پڑھنے والے کے لیے واجب ہے کہ سجدہ کے لیے اٹھ بیٹھے اور پہلے سجدہ کے بعد بیٹھے اور پھر دوسرا سجدہ کرے۔

اقلِ جلوس یہ ہے کہ سیدھا بیٹھ جائے۔

اکملِ جلوس یہ ہے کہ سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے تکبیر کہے، بغیر رفعِ یدین کے اور افتراش[۱] کی ہیئت میں بیٹھے، دونوں ہاتھ

جل جاتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ خطابِ الٰہی کے مقام تک پہنچیں تو اپنے پروردگار پر سلام بھیجیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اس مقام پر پہنچے تو آپ نے کہا اَلتَّحِیَّاتُ الْمُبَارَکَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّیِّبَاتُ لِلّٰہِ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ اس خیال سے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو اس مقام سے بھی کچھ حصہ ملے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ۔ اس آسمان کے رہنے والوں نے کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اس مقام پر جو مشقت اور عدمِ طاقت جبریل کو حاصل ہوئی تھی وہ نبی کو حاصل نہیں ہوئی اس لیے کہ نبی مراد اور مطلوب تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس مقام کے برداشت کرنے کی قوت اور قابلیت عنایت کی تھی۔ اسی لیے جب اللہ تعالیٰ کی تجلی کوہ طور پر پڑی تو پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اور پہاڑ زمین میں دھس گیا، موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہوکر گر پڑے۔ لِاَنَّ مُوْسٰی طَالِبٌ وَمُرِیْدٌ اس لیے کہ موسیٰ طلب اور تلاش میں تھے وَمُحَمَّدٌ مَطْلُوْبٌ وَمُرَادٌ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلائے گئے تھے۔ ان دونوں مقامات میں بڑا فرق ہے۔

شرائطِ تشہد چھ ہیں۔ خود سُن سکے۔ موالاۃ سے پڑھے یعنی مسلسل اور بغیر خلل کے۔ جلوس کی حالت میں پڑھے سوائے اس کے کہ کوئی عذر ہو۔ عربی میں پڑھے بصورتِ قدرت۔ عدمِ صارف یعنی تشہد کے ارادے کے علاوہ کسی اور ارادے سے نہ پڑھے۔ حروف، الفاظ اور تشدیدوں کی رعایت رکھے۔ تشہد میں ترتیب مشروط نہیں ہے اس لیے کہ عدمِ ترتیب سے معنی کا تبدیل ہونا لازم نہیں ہے۔ اگر معنی تبدیل ہوجائیں تو صحیح نہ ہوگا اور نماز باطل ہوگی۔

درود نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جلوسِ آخر میں، تشہد کے بعد واجب ہے۔ آیت۔ صَلُّوْا عَلَیْہِ میں صَلُّوْا امر کا صیغہ ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا نماز میں واجب ہے اور نماز کے باہر واجب نہیں ہے۔ درود بمنزلۂ دعا کے ہے اور دعا کا موقع آخر میں ہوتا ہے اس لیے نماز میں بھی درود کا موقع آخر میں ہے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ جب درود واجب ہے تو اس کی اتباع میں قعود بھی واجب ہے۔ تشہد اور درود میں ترتیب ضروری ہے، درود تشہد کے بعد پڑھا جائے گا۔

اقل درود یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔

اکمل درود یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ

اے اللہ نازل کر رحمت کو ہمارے سردار محمد پر اور ہمارے سردار محمد کی آل پر جیسا کہ رحمت نازل کی تو نے

عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی

ہمارے سردار ابراہیم اور ہمارے سردار ابراہیم کی اولاد پر اور برکت دے ہمارے سردار محمد پر اور ہمارے

ولکن قولوا التحیات للہ الخ۔ مت کہو سلام اللہ پر اس لیے کہ بے شک اللہ تعالیٰ خود سلام ہے لیکن کہو التحیات للہ آخر تک۔ ابن مسعود کا یہ بیان کہ تشہد کے فرض ہونے سے قبل کا یہ واقعہ ہے ظاہر کرتا ہے کہ تشہد فرض کیا گیا اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ایسا کہو امر کا صیغہ ہے اور تشہد کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ نماز کے فرض ہونے کا صحیح تر زمانہ ہجرت سے ڈیڑھ برس پہلے گزرا اور تشہد ہجرت کے دوسرے سال یعنی نماز کے فرض ہونے کے تقریباً تین سال کے بعد فرض ہوا۔

اقل تشہد یہ ہے۔ التحیات للہ سلام علیك ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ۔

اکمل تشہد یہ ہے۔ اَلتَّحِیَّاتُ الْمُبَارَکَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّیِّبَاتُ لِلّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّہَا النَّبِیُّ

تمام علامات تعظیم جو پیدا ہوتے ہیں اور تمام نمازیں و نیک اعمال اللہ کیلئے ہیں۔ اے نبی تم پر سلامتی ہو

وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

اور اللہ کی رحمت اور برکتیں۔ سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے

وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

اور گواہی دیتا ہوں کہ بیشک محمد اللہ کے رسول ہیں۔

تحیات تحیۃ کی جمع ہے اور تحیۃ اُس قول اور فعل کو کہتے ہیں جس سے دوسرے کی تعظیم کی جاتی ہے۔ تحیۃ اللہ کی طرف منسوب ہو تو اس کے معنی اللہ کی تعریف اور ثنا کے ہیں۔ مبارکات کے معنی نمو پانے والوں کے ہیں طیبات سے مراد نیک اعمال ہیں۔ سلام کے معنی نقایص اور آفتوں سے سلامتی کے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام سلام ہے۔ برکت کے معنی کسی چیز کی نیکی کے بھی ہیں۔ السلام علینا میں ہم سے مراد امام، ماموم، ملائکہ، انسان اور جنات جملہ حاضرین ہیں۔ صالحین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کے حقوق اور اسکے بندوں کے حقوق پر قایم ہیں۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ صالحین سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کی طاعت میں اپنی عمر اور اس کی مرضی پر اپنے مال کو صرف کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم پاک محمد کے ساتھ سید کا لفظ کہنا بلحاظ ادب اولیٰ اور افضل ہے بعض نے حدیث میں وارد ہوئے الفاظ پر اکتفا کرتے ہوئے سید کے لفظ کو ترک کرنے کو اولیٰ تصور کیا ہے لیکن معتمد پہلا قول ہے۔ مجیدی نے حفنی کے حوالے سے لکھا ہے کہ معراج کی رات میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ سے آگے بڑھے تو آپ پر نور کا ابر چھا گیا۔ جبریل علیہ السلام وہیں ٹھہر گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دیا تو آپ نے فرمایا کیا تم میرا ساتھ چھوڑ دوگے اور میں تنہا جاؤں گا تو جبریل نے جواب دیا کہ ہر ایک کے لیے ایک مقام مقرر ہے۔ آپ نے فرمایا ذرا تو بڑھو ایک قدم ہی سہی۔ جبریل ایک قدم آگے بڑھے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے نور اور جلال اور ہیبت سے قریب تھا کہ

موڑنا مسنون ہے کہ داہنا رخسار نظر آئے اور دوسرے سلام میں بائیں جانب اس طرح موڑنا چاہیے کہ بایاں رخسار نظر آئے۔ سلام سے خبر مقصود نہ ہو بلکہ نماز کو ختم کرنا مقصود ہو یا نماز کو ختم کرنے کے ارادے کے ساتھ خبر دینا بھی مقصود ہو یا مطلق طور پر عمل کرے بغیر کسی خاص ارادے کے مطلق خبر دینے کے ارادے کے ساتھ سلام کرے تو نماز باطل ہوگی۔ قعود یعنی بیٹھنے کی حالت میں سلام کرے۔ کم از کم اتنی آواز میں السلام علیکم کے الفاظ کہے کہ خود سن سکے۔

اقلِ سلام۔ السلام علیکم کے الفاظ کا ایک مرتبہ کہنا واجب ہے۔ ان میں سے ایک حرف کا چھوڑنا یا تبدیل کرنا جائز نہیں ہے۔ علیکم السلام کہنا جائز ہے مگر کراہت کے ساتھ۔ چونکہ ترتیب کے بغیر بھی معنی ادا ہوتے ہیں اس لیے الفاظ کی ترتیب مشروط نہیں ہے۔

اکملِ سلام یہ ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ پہلے مرتبہ داہنی اور دوسری مرتبہ بائیں جانب کہا جائے۔ معتمد یہ ہے کہ وَبَرَكَاتُهُ کا اضافہ عام نمازمیں یا نمازِ جنازہ میں مستحب نہیں ہے۔ سبکی نے اس بارے میں تین قول بیان کیے ہیں اور لکھا ہے کہ غلبہ اسی طرف ہے کہ مسنون نہیں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مسنون ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ پہلے سلام میں وَبَرَكَاتُهُ مسنون ہے نہ کہ دوسرے میں۔ ماموم کے لیے مسنون ہے کہ امام کے دونوں سلاموں سے فارغ ہونے تک سلام نہ کرے۔ سلام کے لیے سر کو قبلے کے رُخ سے اتنا موڑے کہ داہنا رخسار پیچھے کے لوگوں کو نظر آئے اور پھر سر کو قبلے کے رُخ میں واپس لائے اور اسی طرح دوسرا سلام بائیں جانب کرے لیکن دونوں سلاموں میں سینہ قبلے کے رُخ میں قائم رہے۔ دونوں سلاموں کے درمیان سکتہ کے لیے فصل پیدا کرنا مسنون ہے۔ اگر پہلے سلام کے بعد حدث واقع ہو تو دوسرا سلام حرام ہے۔ دوسرا سلام اگرچہ نماز میں داخل نہیں ہے لیکن نماز کے مکملات اور توابع سے ہے اور مسنون ہے۔

ترتیب۔ ارکان میں حسبِ صراحتِ بالا یہاں تک کہ تشہدِ آخر اور درود میں بھی ترتیب واجب ہے۔ ترتیب کے رکن شمار کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ترتیب فرض ہے۔ اس لیے کہ اصول یہ ہے کہ ارکان عبادت کے جزو ہوتے ہیں اور جزو امرِ وجودی ہوتا ہے یعنی کوئی قول ہوگا یا فعل۔ قرأت جزوِ قولی اور رکوع جزوِ فعلی ہے۔ ترتیب نہ قول ہے اور نہ فعل ہے اس لیے امرِ وجودی نہیں ہے بلکہ ایک اضافی اور عدمی امر ہے لیکن ارکان کی اکثریت کا لحاظ کرتے ہوئے اس کو بھی رکن کہا گیا۔ ترتیب کے فرض ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ۔ نماز پڑھو جیسا کہ تم نے مجھ کو نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ اگر نماز کے ارکان میں ترتیب ملحوظ نہ رکھی جائے۔ تو نماز باطل ہوتی ہے۔ اگر کسی جزوِ فعلی کو دوسرے جزوِ فعلی یا قولی کے پہلے خلافِ ترتیب جان بوجھ کر ادا کیا گیا تو نماز باطل ہو جاتی ہے جیسا کہ رکوع سے پہلے سجدہ کیا گیا یا سورۂ فاتحہ کی قرأت سے پہلے رکوع کی گئی۔ البتہ سلام کا رکن ایسا ہے جو نماز سے خارج کر دیتا ہے۔ اس لیے سلام کی تقدیم کی وجہ سے نماز باطل ہو جائے گی۔ تشہدِ اخیر اور درود دونوں کے درمیان ترتیب ہے مگر ان دونوں اور جلوس کے درمیان ترتیب نہیں ہے بعض کا قول ہے کہ صرف آغاز میں ترتیب ہے اور اس کے بعد مقارنت ہے اور یہی تکمیل

آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ
سردار محمد کی اولاد پر جیسا کہ برکت دی ہمارے سردار ابراہیم پر اور ہمارے سردار ابراہیم کی اولاد پر عالمین میں
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ بیشک تو تعریف کیا ہوا بزرگ ہے۔ درود میں خاص طور پر ابراہیم علیہ السلام کے ذکر کی وجہ
یہ ہے کہ ان کے سوائے کسی اور نبی کے لیے قرآن مجید میں ایک ہی جگہ رحمت اور برکت کی دونوں نعمتیں جمع نہیں کی گئیں
آیت۔ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت۔ یہ قول قرآن کی حد تک ہے ورنہ عام طور پر ہر ایک نبی
کے لیے رحمت اور برکت دونوں چیزیں ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل بنی ہاشم اور بنی مطلب ہیں اور ابراہیم
علیہ السلام کی آل اسمٰعیل اور اسحٰق اور ان کی اولاد ہیں۔ ابراہیم کے بعد جتنے انبیا گزرے ہیں اسحٰق کی اولاد سے ہیں سوائے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ صَلِّ عَلٰی کے معنی یہ ہیں اے اللہ اُتار رحمت کو محمد پر جلوس
آخر میں آل پر درود واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے جلوس آخر کے سوائے پہلے اور درمیانی جلوس میں آل پر درود اس لیے
مسنون نہیں ہے کہ اس میں تخفیف مطلوب ہے۔

دعا۔ درود کے بعد اور سلام سے پہلے اس دعا کا پڑھنا مندوب ہے۔ گو یہاں ارکان بیان کیے جا رہے ہیں مگر اس
دعائے مندوب کا ذکر یہاں استطراداً کیا گیا ہے۔ دعا۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ
اے اللہ بیشک میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے اور دوزخ کے عذاب سے اور فتنہ سے زندگی اور موت کے
وَمِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ۔ اور فتنہ مسیح دجال کے۔ ہیئات صلاۃ کے آخر تتمہ میں مزید تفصیل درج ہے۔

تسلیم اوّل یعنی پہلے سلام کا حالت قعود میں واقع ہونا واجب ہے مسلم کی روایت کردہ حدیث ہے کہ تَحْرِیْمُھَا
التَّکْبِیْرُ وَتَحْلِیْلُھَا التَّسْلِیْمُ۔ تحریم کے معنی احرام کرنے اور عبادت میں داخل ہونے کے اور تحلیل کے معنی عبادت
سے خارج ہونے کے ہیں اور حدیث کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ تکبیر کہہ کر نماز میں داخل ہونا اور تسلیم کہہ کر نماز سے خارج
ہونا چاہیے۔ سلام میں حکمت یہ ہے کہ مصلّی نماز کی حالت میں عامۃ الناس سے غافل تھا اور نماز کے ختم ہونے پر سلام کرتے
ہوئے عامۃ الناس کی جانب متوجہ ہوا۔

شرائطِ صلاۃ دو ہیں۔ لفظِ سلام معرف ہو یعنی اس پر ال ہو۔ لفظِ سلام تنوین کے ساتھ نکرہ اور بغیر معرف ہوتا ہے
اس لیے السَّلَامُ کے عوض سَلَامٌ کہنا جائز نہیں ہے۔ خطاب ہو حاضرین سے نہ کہ غائبین سے یعنی علیکم کے
عوض علیہم نہ کہے۔ اتصال ہو السلام علیکم کے دونوں لفظوں میں اور ان کے درمیان دوسرا لفظ نہ کہے۔
جمع کی ضمیر کہے نہ کہ واحد کی۔ علیکم کے عوض علیک نہ کہے۔ موالات یعنی دونوں لفظوں کے درمیان سکوت نہ ہو۔
سلام کرتے وقت مصلّی کا سینہ قبلہ کے رُخ میں ہی رہے سینے کو نہ موڑے۔ پہلے سلام میں داہنی جانب سر کو اس طرح

خارج ہو جاتی ہے جو فرضِ کفایہ ہے۔ اذان اور اقامت دونوں سنّتِ کفایہ ہیں۔ ایک وقت اور ایک مقام پر ایک شخص کے اذان دینے اور اقامت کہنے کے بعد اس جماعت کے دوسرے اشخاص کے لیے اذان دینا اور اقامت کہنا مندوب نہیں ہے۔ جماعت کے لیے اذان اور اقامت دونوں سنّتِ کفایہ ہیں لیکن منفرد کے لیے سنّتِ عین ہیں۔

ایک مقام پر ایک شخص کے اذان دینے کے بعد اُسی نماز کے وقت کے اندر دوسروں کو اُسی نماز کے لیے اذان دینا مسنون نہیں ہے تاکہ اُن لوگوں کو غلط فہمی نہ پیدا ہو جنھوں نے پہلے نماز پڑھی تھی۔ غلط فہمی اس بارے میں کہ انھوں نے وقت سے پہلے نماز پڑھی تھی یا یہ کہ دوسری نماز کا وقت آگیا۔ **سُنَنِ کفایہ** وہ امور جو ہر ایک کے لیے مسنون ہیں مگر ایک کا قول یا عمل دوسروں کے لیے کافی ہے چھ ہیں۔ اذان[1] اور اقامت۔ تشمیت[2] چھینکنے پر الحمد للہ کہنا۔ جنازہ[3] کے ساتھ جانا۔ کھانا[4] شروع کرتے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنا۔ قربانی[5] دینا گھر کے تمام متعلقین کی طرف سے اور سلام[6] کی ابتدا۔

ابو داؤد نے عبد اللہ بن زیدؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کرنے کے لیے ناقوس لانے کے لیے فرمایا۔ عبد اللہ بن زیدؓ رات میں سو رہے تھے۔ خواب میں ایک شخص کو ناقوس لے جاتے دیکھا اور اُس سے ناقوس خریدنا چاہا تو اُس نے جواب دیا کہ ہم تم کو نماز کے لیے مسلمانوں کو جمع کرنے کے لیے اس سے بہتر طریقہ بتاتے ہیں یہ کہا اور اذان کے الفاظ اللہ اکبر اللہ اکبر سے آخر تک سُنا دیے اور پھر ذرا ہٹ کر کھڑا رہا اور اقامت کے الفاظ اللہ اکبر اللہ اکبر سے آخر تک کہے۔ سویرے عبد اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور خواب میں جو کچھ دیکھا اور سُنا تھا بیان کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند کیا اور فرمایا بے شک یہ رویائے حق ہے۔ بلال کی آواز بلند تر ہے۔ تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور جو کچھ سنا ہے کہتے جاؤ۔ اس طرح بلالؓ نے پہلی اذان صبح کی دی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں یہ آواز سنی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے۔ اس سوال کا جواب کہ شرعی احکام رویا (خواب) سے ثابت قرار نہیں دیے جا سکتے یہ ہے کہ رویا وحی کے موافق تھا اور حکم وحی پر صادر ہوا نہ کہ رویا پر۔

بلال رضی اللہ عنہ اسلام کے پہلے موذّن تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ نے سوائے ایک مرتبہ کے پھر کبھی اذان نہیں کہی اور وہ بھی ادھوری رہی۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم کی خواہش اور اصرار پر بلالؓ اُسی مقام پر اذان دینے کے لیے کھڑے ہوئے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں اذان دیا کرتے تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ بلالؓ اذان دیتے ہوئے زار و قطار رونے لگے اور اذان پوری نہ کر سکے۔ اس واقعہ کے بعد انھوں نے اپنی زندگی بھر اذان دینے کی جرأت نہیں کی۔ اسی ضمن میں ایک دوسرا واقعہ بھی لائقِ ذکر ہے۔ ایک مرتبہ صبح کی نماز کے وقت بلالؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آرام فرماتے دیکھا اور بہت سوچا کہ کس طرح بیدار کریں۔ آخر یہ فقرہ آپ کے ذہن میں آیا اور آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے آہستہ سے کہا۔ اَلصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ۔ نماز نیند سے بہتر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

قیام اور قرأت کی ہے۔ نماز کی نیت اور تکبیرِ احرام کے درمیان کوئی ترتیب نہیں ہے بلکہ نیت تکبیر کے ساتھ مقارن ہونا واجب ہے۔

نیتِ خروج۔ ابو شجاع نے سلام کے ساتھ، نماز سے خارج ہونے کی نیت کو بھی رکن شمار کرکے جملہ ارکان کی تعداد اٹھارہ قرار دی تھی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نماز کی ہر دو جانب ذکر یعنی دو رکن قولی واجب ہیں جس طرح نماز کی ایک جانب تکبیر کا ذکر واجب ہے اسی طرح دوسری جانب سلام کا ذکر واجب ہے اور جب سلام کا ذکر واجب ہے تو اس کے ساتھ نماز سے خروج کی نیت بھی واجب ہے۔ ابن قاسم، خطیب، بیجوری اور بجیرمی نے اس قول کو مرجوح قرار دیا ہے اور بیان کیا ہے کہ اصح یہ ہے کہ نماز سے خروج کی نیت واجب نہیں ہے تمام عبادتوں کا اصول یہ ہے کہ عبادت کے عمل کے آغاز کرنے کے لیے نیت کی ضرورت ہے، عبادت کے عمل کے ختم کرنے یا اس کے ترک کرنے کے لیے کسی نیت کی ضرورت نہیں ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ نماز کے آغاز میں جو نیت کی گئی وہ پوری نماز پر شروع سے آخر تک شامل ہے اس لیے خروج کی نیت کی حاجت نہیں ہے لیکن وجوب کے قول کی رعایت کرتے ہوئے سلام کرتے وقت، نماز سے خارج ہونے کی نیت کرنا مسنون ہے اگر خروج کی نیت نہ کی جائے تو سنت فوت ہوگی لیکن نماز باطل نہ ہوگی اور یہی قول معتمد ہے۔ بجیرمی کا قول ہے کہ مطلق نفل نماز میں زیادہ رکعتوں کی نیت کرنے کے بعد اس سے کم رکعتوں پر نماز کو ختم کرنا چاہے تو البتہ خروج کی نیت واجب ہوتی ہے۔

اذاں اور اقامت

اذاں کے معنی اعلان کرنے اور آگاہ کرنے کے ہیں۔ آیت۔ (۳ [illegible])۔ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ یعنی اعلان اور آگاہی ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے۔ آیت۔ (۲ ۱/۱۷)۔ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ اور آگاہ کردو لوگوں کو حج کے بارے میں۔ شرع میں موقتی فرضِ عین نماز کے لیے، خاص الفاظ کے ذکر کو اذاں کہتے ہیں۔ ہجرت کے پہلے سال اور بعض کا قول ہے کہ دوسرے سال اذاں شریعت میں داخل ہوئی۔ سیوطی نے لکھا ہے کہ اذاں اور اقامت اس امت کی خصوصیات میں سے ہے۔

سُنَنِ صلاۃ دو ہیں ۱۔ اذاں اور ۲۔ اقامت۔ نماز میں داخل ہونے سے پہلے، بطور کفایہ یہ دو امور اذاں اور اقامت مسنون ہیں۔ آیت۔ (۲ ۶/۱۳)۔ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ جب تم پکارے جاؤ نماز کے لیے۔ حدیث۔ اِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ۔ جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے ایک اذاں دے اور جو بزرگ تر ہو امامت کرے۔ یہاں نماز سے مراد خاص فرض نماز ہے اس لیے کہ اذاں اور اقامت فرض نماز کے لیے مسنون ہے بخلاف نماز کے ارکان کے جو ہر ایک نماز پر حاوی ہے فرض ہو یا نفل۔ فرضِ عین کی قید کی وجہ سے نمازِ جنازہ

کے الفاظ میں تکرار نہیں ہے اور نہ زیادہ بلند آواز میں پکارنے کی ضرورت ہے۔ اقامت کے الفاظ کو جلدی سے ادا کرنا مسنون ہے۔ دو دو کلموں کو ایک ایک آواز سے کہا جائے سوائے آخری کلمہ کے جو ایک ہی آواز سے کہا جائے گا اس کو ادراج یا اسراع کہتے ہیں۔

الفاظِ اقامت۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اقامت کا خاص کلمہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ ہے جس کے معنی ہیں "نماز کے قیام کا وقت قریب آیا" عربی میں لفظ قد زمانہ کی قربت کا اظہار کرتا ہے۔ اقامت کے جملہ فقرے گیارہ ہیں۔

شرائطِ اذان واقامت۔ اذاں اور اقامت کی صحت کے لیے آٹھ شرائط ہیں! اسلام۔ کافر کی اذاں صحیح نہ ہوگی۔ اگر کافر اذاں دے تو اس کی اذان سے اسلام لانے کا حکم لگایا جائے گا اس لیے کہ اس نے توحید اور رسالت دونوں کی تصدیق کی۔ تمیز۔ کم سن لڑکے کی اذاں اور اقامت میں کراہت ہے۔ ترتیب! اذاں اور اقامت کے الفاظ جس ترتیب سے مقرر ہیں اسی ترتیب سے کہے جائیں۔ ولاء۔ اذاں اور اقامت کے فقروں کے درمیان طویل سکوت یا گفتگو نہ ہو۔ اقامت اور نماز کے درمیان بھی طویل فصل نہ ہو۔ عدم لحن! غیر مقصود اذاں اور اقامت جو کوئی دوسری چیز مقصود نہ ہو۔ اتنی آواز میں کہے جائیں کہ جماعت میں سے کم از کم ایک شخص سن سکے۔ دخول وقت۔ نماز کا وقت ہونے پر کہے جائیں گے سوائے صبح کی اذاں کے جس کا وقت نصف شب سے شروع ہوتا ہے۔ ذکورت۔ عورت پر حرام ہے کہ بلند آواز میں اذاں دے۔ عورت کے لیے اذاں دراصل اذاں نہیں ہے بلکہ بمنزلۂ ذکر ہے۔ عورت، عورت کے لیے اذاں اور اقامت کہہ سکتی ہے! اسلام تمیز اور ذکورت کی شرائط کا تعلق اذاں اور اقامت کہنے والے کی ذات سے ہے اور بقیہ شرائط کا تعلق ذاتِ اذاں اور اقامت سے ہے۔

سُننِ اذان واقامت۔ اذاں اور اقامت کہنے والے کے لیے مسنون ہے کہ کھڑا رہے اور ضرورت ہو تو اذاں کیلئے بلند مقام پر کھڑے رہنا بھی مسنون ہے۔ اقامت کیلئے بلند مقام پر کھڑے رہنا مسنون نہیں ہے سوا اس کے کہ مسجد بہت بڑی ہو۔ قبلہ کی طرف رُخ کیا جائے۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ کہتے ہوئے گردن کو داہنی جانب اذاں میں دو مرتبہ اور اقامت میں ایک مرتبہ موڑے اور اسی طرح حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہتے ہوئے گردن کو بائیں جانب موڑے لیکن سینے اور پاؤں کو قبلہ کے رُخ میں رکھے۔ ہر ایک مرتبہ گردن کو قبلہ کے رُخ سے جس قدر موڑنا ممکن ہو موڑے تاکہ اس جانب کا رُخسار نظر آسکے۔ مؤذن اور مقیم عدل ہوں شہادت میں، بلند اور اچھی آواز رکھتے ہوں۔ گواہی دینے کے لیے شرع میں جن صفات کی ضرورت ہے وہ صفات اُس میں پائی جائیں۔ حدث کی حالت میں اذاں دینا مکروہ ہے اور جنابت میں کراہت میں شدت ہے! اذاں کی حالت میں حدث واقع ہو جائے تو افضل یہ ہے کہ اذاں کی تکمیل کرے! اقامت چونکہ نماز سے قریب تر ہوتی ہے! اس لیے

بیدار ہوئے اور اس فقرہ کو آپ نے پسند فرمایا اور بلال کو حکم دیا کہ آئندہ سے اس فقرہ کو فجر کی اذان میں اضافہ کر دیں۔

الفاظِ اذان۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْهَدُ
اللہ بزرگ تر ہے — میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے
اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ حَیَّ
میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک محمد اللہ کے رسول ہیں — آؤ
عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ
نماز کے لیے — آؤ بھلائی کے لیے
اِلَّا اللّٰہُ۔ صرف فجر میں الفلاح کے بعد تثویب یعنی اَلصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ۔ اَلصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ
نماز بہتر ہے نیند سے۔ کہا جائے۔ اذان کے الفاظ اکثر دوہرے ہیں۔ استثنا یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے الفاظ چار مرتبہ اور توحید آخر کے الفاظ ایک مرتبہ ہیں۔ اذان کے الفاظ جہاں دوہرے ہیں وہاں اقامت کے الفاظ اکہرے ہیں۔ حدیث اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ یَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَیُوْتِرَ الْاِقَامَةَ۔ بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے الفاظ جفت میں اور اقامت کے الفاظ طاق میں کہیں۔ اذان سے مقصود یہ ہے کہ غائب اشخاص کو آگاہ کیا جائے جس کیلئے الفاظ کی تکرار زیادہ فصیح ہے۔

ترتیل، ترجیع عام طور پر ہر اذان میں اور تثویب صبح کی اذان میں مسنون ہے۔ ترتیل اذان کے ہر ایک کلمہ کو ایک ایک آواز میں کہنے کو کہتے ہیں سوائے تکبیر کے۔ دو تکبیروں کو ایک آواز میں کہا جائے۔ ترجیع دو کلمات شہادت کو پکارنے سے پیشتر دو مرتبہ آہستہ کہنے کو کہتے ہیں۔ اذان کے جملہ کلمات، ترجیع کو ملا کر اُنیس [19] اور تثویب کو شامل کر کے اکیس [21] ہیں۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ اذان کے کلمات ایمان کے عقلی اور سماعی دونوں عقاید پر شامل ہیں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ ہر ایک شے سے بزرگ ترین ہے۔ ان الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی ذات کا اثبات اور اس کے کمال کا اظہار ہوتا ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی مقصود ہے۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق مراد ہے۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ کے معنی یہ ہیں کہ نماز کی طرف بڑھو سستی مت کرو۔ غرض یہ ہے کہ نماز کے لیے بلایا جائے۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے معنی ہیں آؤ فلاح کے وسیلے کے حصول کے لیے۔ فلاح بہبودی، کامیابی اور غلبہ کو کہتے ہیں اور نماز سبب فلاح ہے۔ ان الفاظ سے امور آخرت کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد الفاظِ تکبیر کو تعظیماً دہراتے ہوئے کلمۂ توحید پر اذان کو ختم کیا جاتا ہے اس لیے کہ ہر ایک چیز کا مدار توحید پر ہے۔

اقامت۔ اقامت کے معنی کھڑے رہنے کے ہیں اور شرع میں فرض عین نماز کے لیے حاضرین کو تیار کرنے کے لیے، خاص الفاظ کے ذکر کو اقامت کہتے ہیں۔ اقامت سے غرض یہ ہے کہ حاضرین کو نماز پر آمادہ کیا جائے اسی لیے اقامت

جس مقام پر اُمّت کی شفاعت اور سفارش نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے اُس کو مقام محمود کہا جاتا ہے۔ حدیث۔ اَلدُّعَاءُ لَا یُرَدُّ بَیْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ۔ اذان اور اقامت کے درمیان دعا کرنے سے کوئی خلل واقع نہیں ہوتا اس لیے دعا مسنون ہے اور اس دعا میں تاکید یہ ہے کہ دُنیا اور آخرت میں عافیت چاہی جائے۔

فضیلت۔ تنہا اذان اِمامت سے افضل ہے۔ حدیث۔ اِنَّ الْمُؤَذِّنَ اَمِیْنٌ وَالْاِمَامَ ضَمِیْنٌ۔ علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ لَوْلَا الْخِلِّیْفِیْ مَا تَرَکْتُ الْاَذَانَ۔ خلافت کے فرائض نہ ہوتے تو اذان کو ترک نہ کرتا۔ بعض نے کہا ہے کہ اذان اور اِقامت دونوں مل کر اِمامت سے افضل ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ امامت انجام دیتے تھے، اذان اور اِقامت کہتے نہیں تھے، البتہ ایک مرتبہ سفر میں آپ نے اذان دی تھی۔ حدیث۔ مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ۔ جس نے نیکی کی طرف رہنمائی کی اس کو اس نیکی کے کرنے والے کے اَجر کے موافق اَجر ملے گا۔ اس حدیث سے استنباط ہوتا ہے کہ مؤذن کو اُن مُصلیوں کے اَجر کے موافق اَجر ملے گا جنھوں نے اس کی اذان کی آواز سُن کر نماز پڑھی۔ حدیث۔ اَلْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ قیامت کے دن مؤذنوں کی گردنیں دوسروں کی گردنوں سے زیادہ لمبی ہوں گی۔ گردن کے لمبی ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ زیادہ کامیاب اور سُرخرو رہیں گے۔ بعض نے اس کو حقیقی معنی میں اس لیے لیا ہے کہ عام طور پر لوگ قیامت کے دن سرنگوں رہیں گے۔

متفرق۔ اذان ہونے کے بعد نماز پڑھنے سے پیشتر بغیر کسی عُذر کے مسجد سے باہر جانا مکروہ ہے۔ میت کے قبر میں اُتارنے کے وقت اذان دینا مسنون نہیں ہے۔ نماز کے علاوہ بھی بعض مواقع پر اذان دینا مسنون ہے۔ اُس شخص کے کان میں اذان دینا مسنون ہے جو نہایت ہی غصہ یا غم یا شرارت کی حالت میں ہو۔ شرارت کی حالت میں جانور کے کان میں بھی اذان دیجائے۔ فوج کے حملہ آور ہونے کے وقت، جلے ہوئے شخص پر، مرگی کی بیماری سے بے ہوش شخص پر اور جب جنات اور شیاطین مختلف اَشکال میں نظر آئیں۔ نومولود کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا مسنون ہے تاکہ پہلی چیز جو نومولود کے کانوں میں پہنچے وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو۔ شوہاری کا قول ہے کہ دایہ بھی یہ اذان دے سکتی ہے۔ مسافر کے سفر پر روانہ ہونے کے بعد اذان دیجائے۔

نِداء۔ فرض کے سوائے نفل نمازوں کے لیے جن کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کے لیے حکم ہے جماعت کے ساتھ پڑھی جائیں یہ نِداء (آواز) دیجائے گی۔ اَلصَّلٰوةَ جَامِعَةً۔ صلاة مبتدا اور جامعة خبر۔ اَلصَّلٰوةَ جَامِعَةً۔ حاضر ہو نماز کو جمع ہوکر۔ اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ۔ صلاة مبتدا جملہ فعلیہ اُحْضُرُوْهَا خبر محذوف اور جَامِعَةً حال۔ اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ یعنی حاضر ہو نماز کو اور جامعة خبر ہے جس کا مبتدا ہی محذوف ہے۔ جتنے اعراب کے ساتھ یہ فقرہ صحیح ہو سکتا تھا درج کر دیے گئے ہیں۔ ایسی نفل نماز جس میں جماعت مطلوب ہے مگر جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی جا رہی ہے تو پھر یہ نِداء بھی نہ دی جائے گی۔ اسی طرح جس نفل نماز میں جماعت مطلوب ہی نہیں ہے جیسا کہ ضحیٰ یعنی چاشت کی نماز میں بھی نِداء نہ دی جائیگی

حدث کی حالت میں اقامت کہنے میں کراہت میں شدت ہے۔ حدیث۔ لَا يُؤَذِّنْ إِلَّا وَأَنْتَ مُتَوَضِّئٌ۔ مسنون ہے کہ اذان دینے کے بعد مقامِ اذان سے مقامِ اقامت پر آئے اور اذان اور اقامت کے درمیان اتنی دیر بیٹھے کہ لوگ جمع ہو جائیں سوائے مغرب کے مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان نہایت تھوڑا فصل کیا جائے اس لیے مغرب کا وقت تنگ ہے۔

سامع۔ سامع کے معنی سننے والے کے ہیں اس میں دونوں اشخاص شریک ہیں وہ شخص جو ارادے کے ساتھ سن رہا ہو اور وہ شخص جو بغیر ارادے کے سن رہا ہو مگر جہاں ارادہ شامل ہو وہاں تاکید بھی ہے۔ اذان اور اقامت کے سننے والے کے لیے مسنون ہے کہ اذان اور اقامت کے الفاظ دہرائے سوائے حیعلتین، تثویب اور کلماتِ اقامت کے۔ حدیث۔ إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ۔ حیعلتین، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کو کہتے ہیں ان کے جواب میں حوقل یعنی لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ کہا جائے۔ تثویب، اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کو کہتے ہیں جو صبح کی اذان میں کہی جاتی ہے اس کے جواب میں صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ (سچ کہا تو نے اور نیکی کی تو نے) کہنا چاہیے۔ کلماتِ اقامت قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ کو کہتے ہیں اس کے جواب میں کہنا چاہیے۔ أَقَامَهَا اللهُ وَأَدَامَهَا وَجَعَلَنِي مِنْ صَالِحِي أَهْلِهَا۔ قائم رکھے اس (نماز) کو اللہ تعالیٰ اور ہمیشہ رکھے اور بنا دے مجھ کو اس (نماز) کے نیک لوگوں میں سے۔ سامع کے لیے درمیان میں بات چیت کرنا مکروہ نہیں ہے۔ نماز کی حالت میں اذان اور اقامت کا جواب نہیں دیا جائے گا۔

دعاء۔ مؤذن اذان دینے والے، مقیم اقامت کہنے والے اور سامع سننے والے کے لیے مسنون ہے کہ اذان اور اقامت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجے اور یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ سَيِّدَنَا مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ

اے اللہ اے رب اس دعوت تامہ اور صلاۃ قائمہ کے دے تو ہمارے سردار محمد کو وسیلہ (اللہ اور بندے کے درمیان)

وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ۔

اور بزرگی اور بلند مرتبہ اور بھیج انھیں مقام محمود کو جس کا تو نے وعدہ کیا ہے۔

بعض نے یہ بھی اضافہ کیا ہے۔ وَاَوْرِدْنَا حَوْضَهٗ وَاسْقِنَا مِنْ يَدِهِ الشَّرِيْفَةِ شَرْبَةً هَنِيْئَةً

اور اتار ہم کو اس (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے حوض پر اور پلا اور سیراب کر ہم کو اس کے شریف ہاتھ سے گھونٹ خوشگوار

مَرِيْئَةً لَا نَظْمَأُ بَعْدَهَا اَبَدًا يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔

اور خوش کن کہ ہم اس کے بعد کبھی پیاسے نہ ہوں اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔

جنت کی ایک منزل کا نام وسیلہ ہے۔ قیامت کے دن فصلِ قضا، سزا و جزا کی تجویز کی جانے کے وقت

آل پر تشہدِ آخر کے بعد اور اس کے لیے قعود[7]۔ قنوت[8] اور اس کے لیے قیام۔ درود[9] نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قنوت کے بعد اور اسکے لیے قیام[10]۔ اس کے بعد درود[11] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر اور اس کے لیے قیام[12]۔ اس کے بعد[13] درود صحابہ پر اور اس کے لیے قیام[14]۔ اس کے بعد سلام[15] نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس کے لیے قیام[16]! اس کے بعد سلام[17] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر اور اس کے لیے قیام[18]! اس کے بعد سلام[19] صحابہ پر اور اس کے لیے قیام[20]۔ درود کو تشہدِ اوّل میں شامل کرلیا جائے اور قعود کو تابع تصور کیا جائے تو تشہدِ اوّل میں ابتدائی چار ابعاض داخل ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح قنوت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اور اصحاب پر درود اور سلام کو شامل کرلیا جائے اور قیام کو ان کے تابع قرار دیا جائے تو قنوت میں آخری چودہ[14] ابعاض داخل ہوجاتے ہیں۔ پہلے چار[4] اور یہ چودہ[14] ملا کر اٹھارہ[18] ابعاض ہوگئے۔ اب رہ گئے صرف دو ابعاض، درود آلِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تشہد آخر میں اور اس کے لیے قعود جو ابوشجاع کی تقسیم میں داخل نہیں ہوسکتے۔ ان مذکورہ بیس[20] ابعاض میں سے کسی ایک کے بھی ترک ہونے پر سجودِ سہو کرنا مسنون ہے۔ ابعاض خواہ کتنے ہی ترک ہوجائیں سجودِ سہو کی تعداد دو ہی ہے۔

تشہدِ اوّل۔ دو سے زیادہ رکعت والی نماز میں پہلی دو رکعت کے بعد تشہد التحیات المبارکات سے اللھم صلِّ علی سیدنا محمد تک پڑھنا مسنون ہے۔ یہ تشہد وہی ہے جو نماز کے ختم پر آخری نشست میں پڑھا جاتا ہے۔ ارکانِ صلاة[159] میں اس تشہد کو تحریر کیا گیا ہے یہاں پھر اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ مگر فرق یہ ہے کہ نشستِ آخر میں یہ تشہد واجب ہے اور نشستِ اوّل میں مسنون۔ تشہدِ اوّل کے بعد آلِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا مسنون نہیں ہے۔ بلکہ آل پر درود بھیجنے میں کراہت اور اولویت کے خلاف ہے اس لیے کہ تشہدِ اوّل میں تخفیف مقصود ہے۔ اگر ماموم تشہد سے فارغ ہوجائے اور امام اگر سستی وغیرہ کی وجہ سے ابھی تشہد سے فارغ نہ ہو تو ماموم کے لیے مسنون ہے کہ آل پر بھی درود بھیجے۔

قنوت کے معنی دعائے خیر کے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ مطلق دعا کو قنوت کہتے ہیں۔ شرع میں قنوت ایک خاص ذکر کو کہتے ہیں جو دعا اور ثنا دونوں پر شامل ہے۔ جیسا کہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ یَاغَفُوْرُ میں اغفرلی دعا ہے اور یا غفور ثنا ہے۔ اسی طرح اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ یَا رَحِیْمُ اور اَللّٰھُمَّ الْطُفْ بِیْ یَا لَطِیْفُ۔ قنوت کے ارادے سے ایسی آیت بھی پڑھی جا سکتی ہے جس میں دعا اور ثنا دونوں شریک ہیں۔ آیت۔ (حشر[28] آیت آخر) رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ پروردگار ہمارے! بخش دے ہم کو اور ہمارے اُن بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور نہ قایم رکھ ہمارے دل میں کینہ ان لوگوں کی طرف جو ایمان لائے ہیں۔ ہمارے پروردگار بے شک تو مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔ اسی طرح سورۂ بقرہ کا آخری حصہ۔ لیکن وہ قنوت جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوا ہے اکمل ہے اور اس کا پڑھنا افضل ہے۔

تراویح کی نمازیں یہ قول بھی نداء کا کام دیتا ہے۔ صَلَاۃُ الْقِیَامِ اَثَابَکُمُ اللّٰہُ۔ رات کی نماز ہے خدا تم کو ثواب دے۔ ابن حجر کا قول ہے کہ یہ فقرہ اذان اور اقامت دونوں کا کام دیتا ہے اور دو مرتبہ کہا جائیگا۔ ایک مرتبہ وقت کے داخل ہونے پر تاکہ لوگ جمع ہو جائیں اور دوسری مرتبہ عین نماز کے وقت اقامت کے لیے۔ رملی کا قول ہے کہ نہیں، یہ نداء صرف اقامت کی بدل ہے اور اسی پر عمل ہے۔

خلاصہ یہ کہ اذان اور اقامت کے تعلق کے لحاظ سے نماز کی چار صورتیں ہیں۔ ۱۔ اذان اور اقامت دونوں مطلوب ہیں فرض نمازیں سوائے اس کے کہ چند فرض نمازیں ادا اور قضا ایک دوسرے کے ساتھ اور ملا کر پڑھی جا رہی ہوں۔ اقامت۲ مطلوب ہے اور اذان مطلوب نہیں ہے اس صورت میں جب کہ اذان اور اقامت کے بعد ایک فرض نماز پڑھی گئی اور اس کے بعد ہی دوسری فرض نماز پڑھی گئی تو صرف اقامت کہی جائے گی۔ نداء۳ دی جائے گی الصلاۃ جامعۃ نفل نمازوں میں جن میں جماعت مطلوب ہے اور جماعت کے ساتھ پڑھی جائے۔ وہ۴ نمازیں جن میں اذان اقامت اور نداء تینوں مطلوب نہیں ہیں جیسا کہ عام سُنن راتبہ اور دیگر نوافل جن میں جماعت مطلوب نہیں ہے اس میں وہ نفل نماز بھی داخل ہے جس میں جماعت مطلوب ہے مگر تنہا پڑھی جا رہی ہے۔

سُنن صلاۃ

اَبعاض

نماز میں داخل ہونے کے بعد اور نماز کی حالت میں دو قسم کی سُنتیں ہیں۔ ایک قسم کو ابعاض کہتے ہیں اور دوسری قسم کو ہیئات۔ ابعاض نماز کی وہ سُنتیں ہیں جن کے ترک ہونے یا فوت ہونے پر سجودِ سہو سے تلافی کیجاتی ہے اور ہیئات اُن سنتوں کا نام ہے جن کے فوت ہونے پر سجودِ سہو نہیں کیے جاتے۔

اَبعاض سُنن صلاۃ دو ہیں تشہد اوّل اور قنوت۔ ابو شجاع نے اپنے متن میں ابعاض کی تعداد صرف دو درج کی ہے۔ ابن قاسم نے اسی تعداد پر اکتفا کیا ہے لیکن خطیب۔ اشربینی نے ان کی ذیلی تقسیم کر کے ابعاض کی تعداد آٹھ لکھی ہے۔ بیجوری نے ذیلی تقسیم میں اضافہ کرتے ہوئے جملہ تعداد بیس بیان کی ہے اور بجیرمی نے مزید تجزی کرتے ہوئے تعداد میں اور اضافہ کیا ہے مگر ظاہر ہے کہ سوائے دو کے جملہ اقسام یا تو تشہد اوّل میں شامل ہوتے ہیں یا قنوت میں۔ صرف دو اقسام ایسے ہیں جن کا تعلق تشہد آخر سے ہے۔ بیجوری کے قول کے لحاظ سے بیس ابعاض یہ ہیں تشہد۱ اوّل اور اُس کیلئے قعود۲۔ اس کے بعد درود۳ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس کے لیے قعود۴۔ اس کے بعد درود۵ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ۔ وَبَارِكْ لِيْ (لَنَا) فِيْمَا أَعْطَيْتَ ۔ وَقِنِيْ (قِنَا) شَرَّ مَا قَضَيْتَ۔
ان لوگوں کے ساتھ جن کی تو نے سرپرستی کی۔ برکت دے بھلائی میں اس چیز کی جو تو نے عطا کی ۔ اور بچا تو مجھ کو (ہم کو) بُرے اثرات سے اس چیز کے جو تو نے مقرر کیا
فَإِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ۔ وَإِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ۔ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ۔ تَبَارَكْتَ
بیشک تو حکم دیتا ہے اور تجھ پر کسی کا حکم نہیں چلایا۔ وہ شخص ذلیل نہیں ہوتا جس کا تو دوست بنا۔ وہ شخص عزت نہیں پاتا جس نے تجھ سے دشمنی کی۔ تو برکت والا ہے
رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ۔ فَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى مَا قَضَيْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ (نَسْتَغْفِرُكَ) وَأَتُوْبُ (نَتُوْبُ) إِلَيْكَ۔
اے رب ہمارے اور بلند و بالا ہے۔ پس تیرا شکر ہے اس پر جو تو نے مقرر کیا ہے میں بخشش چاہتا ہوں (ہم بخشش چاہتے ہیں) تجھ سے میں توبہ کرتا ہوں (ہم توبہ کرتے ہیں) تجھ سے۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ۔ بیجوری نے لکھا ہے کہ درود میں امر کا صیغہ صَلِّ اور ماضی کا صیغہ صَلّٰی دونوں کہے جا سکتے ہیں امر کے صیغہ کیلئے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا کہا جائیگا اور ماضی کے صیغہ کیلئے وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا کہا جائیگا ہدایت کے معنی ایسے راستے کی رہنمائی کرنے کے ہیں جو منزلِ مقصود کو پہنچا دے۔ فِيْمَنْ هَدَيْتَ فِيْمَنْ عَافَيْتَ اور فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ میں فِیْ مع کے معنی میں ہے۔ مگر چونکہ فی وارد ہے اس لیے فی کے عوض مع کہا جائے تو سجودِ سہو کرنے ہونگے۔ فِيْمَا أَعْطَيْتَ میں فی اپنے اصلی معنی میں ہے اس قنوت کے کلمات شرع میں ثابت ہیں اس لیے اس کا کوئی کلمہ تبدیل نہیں ہو سکتا۔ کسی کلمہ کے تبدیل ہونے کی صورت میں سجودِ سہو کرنا ہو گا۔

جماعت میں امام قنوت جہر سے پڑھے امام طور پر اور منفرد آہستہ پڑھے قنوت کے تین اجزا دعا، ثنا اور درود ہیں ان میں سے امام جب دعا پڑھے تو ماموم آمین کہے جہر سے۔ ثنا کی نسبت تین اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ امام کے ثنا پڑھنے کے ساتھ ماموم بھی ثنا آہستہ آواز میں پڑھے اور امام کے ساتھ شرکت کرے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ماموم امام کی ثنا کو صرف سنتا رہے اور مشارکت نہ کرے اور تیسرا قول یہ ہے کہ امام کے ثنا پڑھنے پر ماموم أَشْهَدُ کہے یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہے۔ پہلا قول اَولیٰ ہے۔ درود میں بھی دو اقوال ہیں ایک تو یہ کہ دعا کی طرح درود میں ماموم آمین کہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ثنا کی طرح امام کے ساتھ ماموم بھی درود پڑھے اور مشارکت کرے لیکن اَولیٰ یہ ہے کہ ماموم آمین کہے اور درود بھی پڑھے اور مشارکت کرے۔ قنوتِ نازلہ امام جہر سے پڑھے اگرچہ کہ نماز سِرّی ہو اسی طرح منفرد بھی قنوتِ نازلہ ہر ایک نماز میں جہر سے پڑھے۔ جماعت میں امام جمع کے صیغے جو قوسین میں لکھے گئے ہیں پڑھے ورنہ منفرد واحد کے صیغے پڑھے۔ تبارکت ربنا کے ربنا میں جمع کا صیغہ منفرد کے لیے بھی قائم رہیگا۔ منفرد ربنا ہی کہے گا اور اس کے بجائے ربی نہیں کہے گا۔

قنوتِ عمر یہ ہے جیسا کہ رملی نے لکھا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ یہ ابن عمر کا قنوت ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ یا ابنِ عمر رضی اللہ عنہ دونوں میں سے کسی کی طرف منسوب کیا جائے صحیح ہے اور یکساں ہے۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَهْدِيْكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ
اے اللہ ہم تجھ سے مدد اور ہدایت چاہتے ہیں اور مغفرت چاہتے ہیں تجھ سے اور ایمان لاتے ہیں تجھ پر اور ہم توکل کرتے ہیں تجھ پر ہم تیری ثنا کرتے ہیں

محلِ قنوت۔ آخری رکعت میں رکوع کے بعد اعتدال کی حالت میں سجدہ سے پہلے قنوت پڑھا جاتا ہے۔ قنوت پڑھنے کے لحاظ سے نماز کی تین قسمیں ہیں۔ صبح، وتر اور ہر ایک فرض نماز میں قنوتِ نازلہ۔ **صبح**۔ صبح کی فرض نماز کی دوسری رکعت کی رکوع کے بعد اعتدال کی حالت میں سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنے کے بعد قنوت پڑھا جائے گا۔ صبح کی نماز میں قنوت کے پڑھنے کے وجوہ بجیرمی نے یہ بیان کیے ہیں کہ صبح کی نماز کو شرف ... ہے۔ صبح کی اذان وقت سے پہلے دی جاتی ہے۔ صبح کی اذان میں تثویب ... ہے۔ صبح کی نماز ... مخصوص ہے۔ **وتر**۔ رمضان کے مہینے کے آخری نصف حصہ میں۔ وتر کی آخری رکعت کے اعتدال میں قنوت پڑھنا مسنون ہے۔ یہ قنوت بھی صبح کی طرح سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنے کے بعد پڑھا جائے گا۔ اگر رمضان کے مہینے کے آخری نصف حصہ کے سوائے کسی دوسری تاریخ جیسے گیارھویں اور بارھویں رات میں وتر میں قنوت پڑھا جائے تو سجودِ سہو کرنا ہوگا۔ اسی طرح اگر رمضان کے آخری نصف حصہ کی وتر میں قنوت ترک ہو جائے تو بھی سجودِ سہو کرنا ہوگا۔ رمضان کی وتر کی قید ہے۔ غیر رمضان کی وتر، رمضان میں قضا کی جائے تو قنوت نہ پڑھا جائے گا۔ اسی طرح رمضان کی وتر غیر رمضان میں قضا کی جائے تو بھی قنوت نہیں ہے جیسا کہ عید کی قضا میں تکبیر نہیں ہے۔ رمضان کی وتر میں قنوت پڑھنے کے لیے تراویح کے پڑھنے یا نہ پڑھنے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ **نماز پنجگانہ**۔ ہر ایک فرض نماز کی آخری رکعت کے اعتدال میں کسی م... وبلا کے نازل ہونے پر قنوت پڑھنا مسنون ہے اس کو قنوتِ نازلہ کہتے ہیں۔ نازلہ صفت کا ... ہے جس کے معنی ہیں اس مصیبت کے جو نازل ہوئی ہے جیسا کہ قحط، وبا، طاعون اور دشمن کی ... ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بئر معونہ میں قرآن پڑھنے والے اصحاب کے قتل کیے جانے پر قاتلین کے خلاف بد دعا کے طور پر ایک مہینہ تک نماز میں قنوت پڑھتے رہے۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے مصیب... کے دوسرے مواقع پر قنوت کو مسنون قرار دیا گیا۔ قنوتِ نازلہ کے لیے کوئی خاص الفاظ نہیں بتائے گئے ہیں۔ اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ قنوتِ نازلہ وہی قنوت ہے جو نمازِ صبح میں پڑھا جاتا ہے۔ ابن حجر کا قول ہے کہ ہر ایک م... کی نوعیت و کیفیت کی مناسبت ... دعا کرنا اولیٰ ہے۔ قنوتِ نازلہ ابعاض میں شریک نہیں ہے اسی لیے اگر کسی فرض نماز میں قنوتِ نازلہ ترک ہو جائے تو اس کے سجدۂ سہو نہیں ہیں۔ نفل نمازوں میں اور جنازہ کی نماز میں یا نذر کی ہوئی نماز میں قنوت پڑھنا مسنون نہیں ہے۔ امام قنوتِ نازلہ ہمیشہ جہر سے پڑھے گا، نماز جہری ہو یا سری، ادا ہو یا قضا اور منفرد ہمیشہ اسرار سے پڑھے گا اگرچہ کہ نماز جہری ہو۔

قنوتِ نبی۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوا ہے اور اکمل و افضل ہے یہ ہے۔ شافعیہ میں مطلق قنوت کہنے سے مراد یہی قنوت ہے۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ (جمع۔ اهْدِنَا) فِيْمَنْ هَدَيْتَ۔ وَعَافِنِيْ (عَافِنَا) فِيْمَنْ عَافَيْتَ۔ وَتَوَلَّنِيْ (تَوَلَّنَا)

یا اللہ ہدایت دے مجھ کو (ہم کو) انکے ساتھ جنکو تو نے ہدایت دی ہے۔ اور عافیت دے مجھ کو (ہمکو) انکے ساتھ جنکو تو نے عافیت دی۔ اور حمایت کر میری (ہماری)

کرے اور اگر قنوت کے محل پر قنوت پڑھے تو سجودِ سہو نہ کرے۔ شافعیہ قنوت وارده پڑھتے ہیں اور حنفیہ قنوتِ عمر۔ سجودِ سہو فرض اور نفل نمازوں میں کیے جاتے ہیں نہ کہ نمازِ جنازہ میں۔

ہیئات

ہیئاتِ صلاۃ پندرہ ہیں۔ رفع یدین۔ ہاتھ باندھنا۔ توجُّہ۔ استعاذہ۔ جہر اور اسرار۔ تامین۔ قرائتِ سورہ تکبیراتِ انتقالی تسمیع و تحمید تسبیح۔ ہاتھ رانوں پر رکھنا اور انگلی سے توحید کا اشارہ کرنا۔ افتراش تورّک اور تسلیم دوم۔ تعداد کے شمار کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جہر اور اسرار کو ایک اور تسبیح میں تسبیحِ رکوع اور تسبیحِ سجود کو دو شمار کیا۔ ہیئات جمع ہے اور اس کا واحد ہیئت ہے۔ کسی شئے کی صفت کو کہتے ہیں جیسا کہ سفیدی جو کسی جسم پر قایم ہے۔ شرع میں ہیئت اُس سنت کو کہتے ہیں جو بعض نہیں ہے اور جس کے ترک ہونے پر سجودِ سہو نہیں کیے جاتے اس لیے کہ شرع میں اس کے تدارک و تلافی کے لیے کوئی حکم نہیں دیا گیا ہے۔ اگر کسی سنتِ ہیئت کے ترک ہونے پر جان بوجھ کر سجودِ سہو کیے جائیں تو نماز باطل ہوتی ہے۔ ہیئاتِ نماز میں نماز سے مراد ہر ایک نماز ہے فرض ہو یا نفل۔ ابو شجاع نے ہیئات کی تعداد پندرہ درج کی ہے مگر اس تعداد پر حصر نہیں ہے اس سے زیادہ ہے۔

رَفعِ یدین۔ رَفع کے معنی اُٹھانے کے ہیں۔ یَدَین یَد کا تثنیہ ہے جس کے معنی دو ہاتھوں کے ہیں۔ ابن عمرؓ نے روایت کی ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نماز کے شروع کرنے کے وقت اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے تھے۔ بخاری نے روایت کی ہے کہ سترہ صحابہ نے رفعِ یدین کی روایت کی اور کسی صحابی کے قول سے اس کے خلاف ثابت نہیں ہوا۔ رفعِ یدین کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اس طرح اُٹھایا جائے کہ انگلیوں کے کنارے کان کے اوپر کے حصّہ کے مقابلہ میں اور انگوٹھے کان کی لولکیوں کے مقابلہ میں ہتھیلیاں قبلہ کے رُخ میں کندھوں کے مقابلہ میں انگلیاں کھلی ہوئیں (مکشوفہ) اور اوسط طور پر پھیلی ہوئیں اور ہتھیلی کی طرف ذرا خمی ہوئی ہوں۔ رَفعِ یدین کا یہ عمل مرد اور عورت دونوں کے لیے عام ہے۔ بعض کا قول ہے کہ عورت سینے تک ہاتھ اُٹھائے۔ رَفعِ یدین امام ماموم منفرد سب کے لیے مسنون ہے۔ بیٹھ کر نماز پڑھنے اور لیٹ کر نماز پڑھنے میں بھی رَفعِ یدین کیا جائے گا۔ نماز میں داخل ہونے کے اظہار کے لیے دو علامتیں ہیں قولی اور فعلی۔ قولی علامت تکبیرِ احرام ہے اور فعلی علامت رَفعِ یدین۔ اندھا شخص تکبیرِ احرام کو سن کر اور بہرہ شخص رَفعِ یدین کو دیکھ کر سمجھ سکتا ہے کہ مُصلّی نماز میں داخل ہوا اسی لیے تکبیرِ احرام کو آواز سے کہنے کی ضرورت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کفّارِ اسلام کے ابتدائی زمانے میں اپنی بغل میں بُتوں کو دبائے ہوئے نماز پڑھتے تھے اس لیے رَفعِ یدین کا حکم دیا گیا۔ رَفعِ یدین سے اشارہ اس طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا سب کو ترک کر کے پورے طور پر اللہ کی عبادت کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ بھی اشارہ ہے کہ بندہ اور معبود کے درمیان حجاب برخاست ہو گیا۔ محلِ رَفعِ یدین چار مقامات پر کیا جاتا ہے۔ تکبیرِ احرام کے وقت، رکوع میں جاتے ہوئے،

الْخَیْرَ کُلَّهٗ نَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّکْفُرُکَ۔

بالکلیہ خیر سے ہم تیرا شکر بجا لاتے ہیں ہم تجھ سے انکار نہیں کرتے ہیں اور چھوڑ دیتے ہیں اور ترک کرتے ہیں انکو جو تجھ سے انکار کرتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ نَرْجُوْا رَحْمَتَکَ

اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی لیے نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف دوڑتے ہیں اور جلدی کرتے ہیں ہم امید کرتے ہیں تیری رحمت کی

وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ الْجِدَّ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ اَللّٰهُمَّ عَذِّبِ الْکَفَرَۃَ وَالْمُشْرِکِیْنَ

اور ڈرتے ہیں تیرے عذاب سے بیشک تیرا عذاب حق ہے کافروں کو پہنچے گا۔ اے اللہ عذاب دے کافروں اور مشرکوں کو

اَعْدَاءَکَ اَعْدَاءَ الدِّیْنِ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِکَ وَیُکَذِّبُوْنَ رُسُوْلَکَ وَیُقَاتِلُوْنَ

تیرے دشمن دین کے دشمن ہیں جو لوگ تیرے رستے سے روکتے ہیں اور جھٹلاتے ہیں تیرے پیغمبر کو اور قتل کرتے ہیں

اَوْلِیَاءَکَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ

تیرے ولیوں کو اے اللہ بخش دے مومنین اور مومنات کو اور مسلمین اور مسلمات کو جو زندہ ہیں ان میں سے اور جو مر چکے ہیں

اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِهِمْ وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَاجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَالْحِکْمَةَ وَثَبِّتْهُمْ

اے اللہ درستی کر ان کے درمیان تعلقات اور ان کے دلوں میں محبت پیدا کر اور کر دے ان کے دلوں میں ایمان اور حکمت اور ثابت رکھ

عَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِکَ وَاَوْزِعْهُمْ اَنْ یُّوْفُوْا بِعَهْدِکَ الَّذِیْ عَاهَدْتَّهُمْ عَلَیْهِ وَانْصُرْهُمْ

تیرے پیغمبر کے مذہب پر اور کر دے ان کو کہ پورا کریں اس وعدہ کو جو تو نے ان سے لیا ہے اور کامیاب کر

عَلٰی عَدُوِّکَ وَعَدُوِّهِمْ اِلٰهَ الْحَقِّ وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔

تیرے دشمنوں پر اور ان کے دشمنوں پر اے سچے معبود اور کر دے ہم کو ان میں سے۔

وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ۔

فضیلت۔ قنوتِ واردہ اور قنوتِ عمر دونوں کا پڑھنا منفرد کے لیے مسنون ہے اور فضیلت اس میں ہے کہ قنوتِ واردہ کے بعد قنوتِ عمر پڑھے۔ دونوں میں سے ایک پر اکتفا کرنے کی صورت میں قنوتِ واردہ پر اکتفا کرنے میں فضیلت ہے۔ جماعت میں امام دونوں قنوت صرف اس صورت میں جمع کر کے پڑھ سکتا ہے جبکہ دشمن کی قید میں ہوں اور قنوت کی طوالت پر رضامند ہوں۔ قنوت میں طوالت اسی طرح مکروہ ہے جس طرح کہ تشہدِ اول میں مکروہ ہے مگر قنوتِ واردہ کے ساتھ قنوتِ عمر کا جمع کرنا مسنون ہے۔ قنوت کے وقت ہاتھوں کا اٹھانا مسنون ہے[1] خیر کے حصول کے لیے ہتھیلیوں کا رخ آسمان کی طرف اور شر کے دور کرنے کے لیے ہاتھ کے پنجوں کی پشت آسمان کی طرف ہو۔ اسی طرح عام دعاؤں میں عمل کیا جائے۔ نماز میں قنوت کے بعد ہاتھوں سے چہرے کا چھونا مسنون نہیں ہے بلکہ نہ چھونا اولیٰ ہے۔ نماز کے باہر دعا کے بعد چہرہ کا چھونا مسنون ہے نہ کہ سینے کا۔ مالکیہ کے نزدیک رکوع سے پہلے قنوت پڑھے یا بعد میں لیکن قنوت کو ترک کرے تو سجدہ سہو

[1] بیجوری

مگر اس سے پوری ذات مراد ہے۔ فَطَرَ کے معنی بغیر کسی مثال کے جدید طور پر پیدا کرنے کے ہیں۔ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ کے عوض وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ بھی کہہ سکتے ہیں جو آیتِ قرآنی میں ہے مگر اس سے یہ ارادہ نہ کرنا چاہیے کہ درحقیقت اسلام لانے والوں میں وہ پہلا شخص ہے اس لیے کہ اس سے سابق میں گزرے ہوئے مسلمانوں کے اسلام کی نفی لازم آتی ہے۔ حنیف کے معنی باطل دینوں سے روگرداں ہوکر دینِ حق کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ حنیف اُس شخص کو کہتے جو ابراھیم علیہ الصلاۃ والسلام کی ملت پر ہو۔ مُسلِماً آیتِ قرآنی میں نہیں ہے مگر حدیث سے وارد ہوا ہے۔ نسک کے معنی عبادت کے ہیں۔ دعائے توجہ، فرض اور نفل دونوں نمازوں میں پڑھی جا[ئے]۔ امام، ماموم، منفرد یا عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ عورت بھی وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ، وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اور حنیفاً کے عام الفاظ کہے جو حدیث میں وارد ہوئے ہیں۔ تشہد کی طرح دعائے توجہ میں بھی ترتیب اور موالات کا لحاظ رکھا جائے۔ آسمان اور زمین میں فضیلت کس کو ہے اس بارے میں اختلاف ہے۔ رملی کا قول ہے کہ آسمان سے زمین افضل ہے اس لیے کہ وہ انبیاء اور علماء کا مقام ہے۔ ابن حجرؒ کا قول ہے کہ زمین سے آسمان افضل ہے اس لیے کہ آسمان میں کبھی اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی نہیں ہوتی لیکن اُس قطعۂ زمین کی [بابت] جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ مبارک راحت فرما ہے سب کو اتفاق ہے کہ یہ قطعہ [ہر شے] سے افضل ہے یہاں تک کہ عرش اور کرسی پر بھی فضیلت رکھتا ہے۔ اسی طرح وہ قطعات جہاں دوسرے انبیاء علیہ السلام استراحت فرما رہے ہیں۔

دیگر ادعیہ۔ نماز کی افتتاح کے لیے آیتِ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ ہی پڑھنے کی قید نہیں ہے اس کے عوض کوئی دوسری دعا جو افتتاح کے بارے میں وارد ہوئی پڑھی جا سکتی ہے۔ دیگر دعائیں یہ ہیں۔

۲۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔

پاک ہے اللہ تعالیٰ تمام تعریف ہے اللہ ہی کیلئے اور نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور اللہ بزرگ تر ہے۔

۳۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔

اللہ تعالیٰ بزرگ تر ہے بلحاظ بزرگی کے تعریف ہے اللہ کیلئے بہت سی اور پاک ہے اللہ تعالیٰ صبح اور شام۔

۴۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ۔

تعریف ہے اللہ کے لیے بہت سی تعریف پاک اور برکت والی۔

۵۔ اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ

یا اللہ دوری کر میرے اور میری گناہوں کے درمیان جیسا کہ دوری کی تونے مشرق اور مغرب کے درمیان یا اللہ تو پاک کر

مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْنِيْ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ۔

مجھ کو گناہوں سے جیسا کہ پاک کیا جاتا ہے سفید کپڑا میل سے۔ یا اللہ دھو دے مجھ کو پانی، اولے اور برف سے۔

رکوع سے اٹھتے ہوئے اور تشہدِ اوّل سے اُٹھتے ہوئے۔ تکبیرِ احرام کے آغاز کے ساتھ ہاتھ اُٹھانا شروع کرے تکبیر کے ختم ہونے تک ہاتھ کو بھی اُٹھایا جائے۔ تکبیرِ احرام اور رفعِ یدین دونوں ایک ساتھ شروع ہو کر ایک ساتھ ختم ہوتے ہیں۔ تکبیر کے پوری ہونے سے قبل ہاتھوں کو اُٹھالینا سنت کے خلاف ہے۔ رکوع میں جاتے ہوئے رکوع کی ابتداء اور رفعِ یدین کی ابتداء دونوں ایک ساتھ ہیں مگر رفعِ یدین پہلے ختم ہوگا اور رکوع کا فعل اور تکبیر کا قول دونوں جاری رہیں گے۔ رکوع سے اور تشہدِ اوّل سے اُٹھ کر قیام کی حالت میں آتے ہوئے رفعِ یدین کیا جائے۔ رکعتوں کی تعداد کا لحاظ مصلّی کی نماز کے لحاظ سے ہے نہ کہ امام کی نماز کے لحاظ سے۔ **جلسۂ استراحت** کے بعد قیام میں آتے ہوئے رفعِ یدین نہ کیا جائے۔ پہلی اور تیسری رکعت کے سجود کے بعد قیام سے قبل کی مختصر نشست کو جلسۂ استراحت کہتے ہیں۔ بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز پڑھنے کی صورت میں بھی تشہدِ اوّل کے بعد رفعِ یدین کیا جائے۔ مقررہ محل پر رفعِ یدین کا نہ کرنا اور بے محل رفعِ یدین کرنا دونوں مکروہ ہیں۔

اختلاف ۔ رفعِ یدین میں شافعیہ اور حنابلہ میں اتفاق ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اُٹھتے ہوئے رفعِ یدین مسنون نہیں ہے۔

ہاتھ باندھنا ۔ ہاتھ باندھنے کے تین طریقے ہیں۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے پہنچے کی پشت پر سینے اور ناف کے درمیان رکھے اور داہنے ہاتھ کے پہنچے سے بائیں ہاتھ کے پہنچے اور کلائی کے کچھ حصّہ کو پکڑے۔ اور افضل یہی طریقہ ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں پہنچے کے عرض میں پھیلا کر رکھے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی کی طرف لمبی رکھے۔ دوسرا طریقہ بھی بہتر ہے۔ ہاتھ باندھنے سے غرض یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو سکون رہے اگر ہاتھ نیچے چھوڑ دیے جائیں اور بے کار نہ ہلاتے رہیں تو بھی کوئی مضایقہ نہیں مگر ہاتھ باندھنے میں سنّت حاصل ہوتی ہے۔ سینے اور ناف سے مراد تمام وہ جگہ ہے جو سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر ہے۔

اختلاف ۔ حنفیہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں اور مالکیہ کے پاس ہاتھوں کو نیچے چھوڑنے میں فضیلت ہے۔

دعاءُ التوجُّہ ۔ توجّہ کے معنی کسی چیز کی طرف متوجہ ہونے کے ہیں اور اس سے مراد دعاءِ توجہ ہے اس کو دعاءِ افتتاح یا استفتاح بھی کہتے ہیں۔ افتتاح اور استفتاح کے معنی ابتداء کرنے کے ہیں۔ تکبیرِ احرام کے بعد اور تعوّذ اور قراءت سے پہلے اس دعا کا پڑھنا مسنون ہے۔

وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَآ أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ

میں نے اپنے چہرے کو پھیر لیا اسکی طرف جس نے بنایا آسمانوں اور زمینوں کو ایک سو ہو کر اسلام لا کر اور میں نہیں ہوں شرک کرنے والوں میں سے

إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ

بیشک میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کیلئے ہے جو پروردگار ہے تمام دنیاؤں کا کوئی اس کا شریک نہیں ہے اور اسی کیلئے مجھ کو حکم دیا گیا ہے

وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اور میں اسلام لانے والوں میں سے ہوں۔ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ کے معنی چہرے سے متوجہ ہونے کے ہیں

کے معنی پر شامل ہو مگر افضل وہی الفاظ ہیں جو وارد ہوئے ہیں۔ ہر ایک نماز میں تعوّذ اسرار سے پڑھا جائے نماز جہری ہو یا سری، نماز کے باہر قرائت جس آواز میں پڑھی جائے گی اسی آواز میں تعوّذ پڑھا جائے گا۔ تعوّذ قرائت سے پیشتر پڑھا جائے گا۔ اگر تعوّذ سے پیشتر قرائت شروع کر دی جائے تو تعوّذ فوت ہو جائے گا اور نہ پڑھا جائے گا۔ اگر نماز میں دعائے افتتاح اور تعوّذ میں سے کسی ایک کے پڑھنے کی گنجائش ہو تو تعوّذ پڑھے۔ اگر جماعت کے ساتھ ایسے وقت میں ملے کہ سورۂ فاتحہ کو پورا نہ کر سکنے کا ڈر ہو تو تعوّذ کو ترک کرے۔ امام کے ساتھ جلوس میں شریک ہو کر قیام میں آئے یا امام کے سلام کے بعد قیام میں آئے تو تعوّذ پڑھے اس لیے کہ تعوّذ ہر قرائت کے پہلے مسنون ہے۔ دوسرے مسنون اذکار کی طرح افتتاح اور تعوّذ دونوں آہستہ پڑھے جائیں گے، نماز سری ہو یا جہری۔ **شیطان** ہر ایک متمرّد اور سرکش کو کہتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ جنس شیطان کے ہر ایک فرد کو شیطان کہتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ شیطان ابلیس کا نام ہے۔ بعض کا قول ہے کہ شیطان سے مراد قرین کے ہیں۔ قرین کے معنی ساتھ رہنے والے کے ہیں۔ ابن عقیل حنبلی نے لکھا ہے کہ جنّ کی جنس کے گناہ گار افراد کو جو ابلیس کی اولاد سے ہیں شیطان کہا جاتا ہے۔ ابن عبد البر نے بیان کیا ہے کہ اہلِ کلام کے پاس جنّ کے کئی مراتب ہیں۔ اگر خالی جنّ مراد ہو تو جنّی کہلائیں گے۔ اگر مراد اس سے ہو جو انسان کے ساتھ رہتا ہو تو اس کو عامر کہیں گے۔ اگر اس سے مراد وہ ہے جو بچوں پر عارض ہوتا ہے تو اس کو ارواح کہتے ہیں اور مراد خبیث ہو تو اس کو شیطان کہتے ہیں اور خباثت میں شدت ہو تو عفریت کہتے ہیں۔

متفرق! استعاذہ نماز میں ترک ہو جائے تو نماز باطل نہیں ہوتی۔ نماز میں یا بیرونِ نماز ہر دو حالت میں قرائت کے ساتھ استعاذہ مسنون ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ استعاذہ کا تعلق قرائت قرآن سے ہے! استعاذہ ہر ایسی چیز سے قلب کو پاک کرتا ہے جو انسان کے قلب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھیرے۔

سکناتِ مسنونہ نماز میں چھ[6] ہیں۔ تکبیرِ تحریمہ[1] اور توجّہ کے درمیان۔ توجّہ[2] اور تعوّذ کے درمیان۔ تعوّذ[3] اور بسملہ کے درمیان۔ سورۂ[4] فاتحہ اور آمین کے درمیان۔ آمین[5] اور سورہ کے درمیان۔ سورہ[6] اور تکبیرِ رکوع کے درمیان۔ سکتہ کے معنی سکوت اور خاموشی کے ہیں۔ سکتہ اس مقدار میں مسنون ہے کہ سبحان اللہ کہا جا سکے سوائے اُس سکتہ کے جو آمین اور سورہ کے درمیان ہو۔ یہ سکتہ جہری نماز میں ہو تو امام آمین کہنے کے بعد اتنی دیر توقّف کرے کہ ماموم سورۂ فاتحہ پڑھ لے۔ امام کے لیے مسنون ہے کہ اس اثنا میں کوئی قرائت یا دعا پڑھتا رہے لیکن قرائت کا پڑھنا اولیٰ ہے۔

جہر و اسرار۔ نماز میں قرائت بعض جگہ جہر سے مسنون ہے اور بعض جگہ اسرار سے مسنون ہے۔ بیجوری اور بجیرمی نے لکھا ہے کہ بعض جگہ متوسط آواز میں قرائت پڑھنا بھی مسنون ہے۔ اِسرار اتنی آواز سے پڑھنے کو کہتے ہیں کہ خود سُن سکے۔ بغیر آواز کے، محض زبان کو ہلانا کافی نہیں ہے۔ جہر اتنی آواز میں پڑھنے کو کہتے ہیں جس کو خود کے علاوہ قریب کا شخص بھی سن سکے۔ متوسط آواز جہر اور اسرار کی درمیانی آواز کو کہتے ہیں جو خود کے سننے سے کسی قدر زیادہ ہو مگر دوسرا شخص

ان جملہ دعاؤں کو جمع کر کے پڑھنا منفرد کے لیے مستحب ہے لیکن امام کے لیے مستحب صرف اس شرط پر ہے کہ قیدیوں کی جماعت کو نماز پڑھا رہا ہو اور جماعت والے طوالت پر رضامند بھی ہوں۔ قیدیوں کی جماعت کا امام اس ذکر کا بھی اضافہ کر سکتا ہے۔

۶۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاعْتَرَفْتُ

اے اللہ تو ہی بادشاہ ہے نہیں ہے کوئی معبود سوائے تیرے تو میرا پروردگار ہے اور میں تیرا بندہ ہوں ظلم کیا میں نے میرے نفس پر اور اقرار کیا میں

بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ جَمِيْعًا فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَاهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ

میری گناہ کا پس بخش دے مجھ کو میری گناہیں پوری پس بے شک نہیں بخشتا ہے گناہوں کو سوائے تیرے اور ہدایت کر مجھ کو عمدہ اخلاق کی طرف

فَاِنَّهٗ لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا فَاِنَّهٗ لَا يَصْرِفُ سَيِّئَهَا

پس بے شک کوئی ہدایت نہیں کرتا عمدہ اخلاق کی طرف سوائے تیرے اور پلٹا دے مجھ سے برے اخلاق کو پس بے شک نہیں پلٹاتا برے اخلاق کو

اِلَّا اَنْتَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِيْ يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ اَنَا بِكَ

سوائے تیرے۔ میں تیری عوت کی اجابت پر قایم ہوں اور میں تیرا پورا احترام کرتا ہوں نیکی ساری تیرے ہاتھ میں ہے اور برائی تیری طرف نہیں ہے میں تجھ سے

وَاِلَيْكَ تَبَارَكْتَ رَبِّيْ وَتَعَالَيْتَ فَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى مَا قَضَيْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ

اور تیری طرف ہوں۔ برکت والا ہے میرا پروردگار اور بلند ہے پس تیری ہی لیے ہے تعریف اس چیز پر جو تو نے مقرر کی ہے میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور رجوع کرتا ہوں تیری طرف۔

شرائط۔ دعائے افتتاح کے استحباب کے لیے پانچ[5] شرائط ہیں۔ نماز[1] نمازِ جنازہ نہ ہو۔ نمازِ جنازہ میں دعائے افتتاح نہیں پڑھی جاتی اور نہ قبر پر بخلاف تعوذ کے۔ نمازِ جنازہ میں تعوذ مسنون ہے۔ وقت[2] کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو۔ اگر ایک رکعت بھی اندرونِ وقت واقع ہونے کا احتمال ہو تو دعائے افتتاح پڑھی جائے گی ورنہ نہیں۔ ماموم[3] کو سورۂ فاتحہ کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو۔ امام[4] کو غیر قیام کی حالت میں نہ پایا ہو۔ اگر اعتدال کی حالت میں امام کے ساتھ ملے تو دعائے افتتاح نہیں پڑھے گا۔ اگر امام کو تشہد کی حالت میں ملائے اور امام سلام پھیر دے یا کھڑا ہو جائے قبل اس کے کہ وہ بیٹھے تو دعائے افتتاح پڑھنا مسنون ہے۔ تعوذ[5] اور قراءت نہ شروع کی ہو۔

استعاذہ[6]۔ نماز میں ہر ایک رکعت میں قراءت سے پہلے اور پہلی رکعت میں دعائے توجہ کے بعد اسرار کے ساتھ تعوذ کا پڑھنا مسنون ہے۔ آیت۔ (۱۶/۹۸)۔ فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ جب تم قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو تو پناہ مانگو اللہ تعالیٰ سے پھٹکارے ہوئے شیطان سے! استعاذہ کے معنی پناہ مانگنے کے ہیں اور استعاذہ کے لیے جو کلمات بولے جاتے ہیں ان کو تعوذ کہتے ہیں۔ تعوذ یہ ہے۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ نسائی کی روایت کردہ حدیث کی بنا پر بعض نے السمیع العلیم کا اضافہ کلمات تعوذ کے درمیان میں کیا ہے۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ نووی نے یہ کلمات معین کیے ہیں اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ استعاذہ ہر ایسے الفاظ سے حاصل ہوتا ہے جو تعوذ

رات میں جہر سے قضاء کیا جائے اور صبح کو دن میں اِسرار سے قضا کیا جائے۔ صبح کی پہلی رکعت وقت میں اور دوسری رکعت وقت کے باہر واقع ہو تو پہلی رکعت جہر سے اور دوسری رکعت اِسرار سے پڑھی جائے گی۔ عید کی نماز کو دن کے وقت جہر سے پڑھنے کا حکم ہے اس لیے عید کی قضاء نماز، دن کو بھی جہر سے پڑھی جائے گی۔ عام اصول یہ ہے کہ فرض نماز کی قضاء غروب سے طلوع تک جہر سے اور اس کے سوائے اِسرار سے پڑھی جائے گی۔

تامین۔ آواز سے آمین کہنا، سورۂ فاتحہ کے بعد، نماز میں یا نماز کے باہر، قاری اور سامع دونوں کے لیے مسنون ہے لیکن نماز میں تاکید ہے۔ مأموم بھی امام کے ساتھ آمین کہے۔ جس طرح سورۂ فاتحہ سے قبل افتتاح اور تعوذ دو سُنّتیں ہیں اسی طرح فاتحہ کے بعد بھی تامین اور ضمّ سورہ دو سُنّتیں ہیں۔ تامین مصدر ہے اور اس کے معنی آمین کہنے کے ہیں۔ آمین کی نسبت مشہور قول یہ ہے کہ اسم فعل ہے جس کے معنی ہیں استجب یا اللہ قبول کر یا اللہ۔ بعض کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم آمین ہے۔ سورۂ فاتحہ کے بعد ہی آمین کہنے کی قید ہے۔ اگر سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی اور لفظ زبان سے سہواً بھی نکل جائے یا رکوع کو آغاز کر دیا جائے تو آمین کہنے کا موقع فوت ہو جائے گا۔ جہری نماز میں، امام کے ساتھ، مأموم بھی آمین جہر سے کہے۔ سِرّی نماز میں امام کے ساتھ مأموم آمین جہر سے کہے۔ نماز میں سوائے آمین کے کسی اور چیز میں، امام کے ساتھ مأموم کی مقارنت مطلوب نہیں ہے۔ حدیث۔ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّ مَنْ وَافَقَ تَاْمِیْنُهٗ تَاْمِیْنَ الْمَلَائِکَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ۔ جب امام آمین کہے تو آمین کہو۔ جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ واقع ہوگی اس کی پچھلی اور اگلی گناہ اللہ بخش دے گا۔ یہاں امام کے آمین کہنے سے مراد یہ ہے کہ آمین کہنے کے محل پر آمین کہو اگرچہ کہ امام آمین نہ کہے یا آمین کہنے میں تاخیر کرے۔ جہری نماز میں، امام، مأموم اور منفرد آمین بھی جہر سے کہیں گے، سِرّی نماز میں آمین بھی اِسرار سے کہیں گے۔

مواقعِ جہر جہاں مأموم بھی امام کے پیچھے آواز سے بولتا ہے، پانچ[۵] ہیں۔ آمین سورۂ فاتحہ کے بعد[۱]۔ آمین صبح کی قنوت میں[۲]۔ آمین وِتر نصف آخر رمضان کی قنوت میں[۳]۔ آمین پانچوں نمازوں کی قنوتِ نازلہ میں[۴] اور جبکہ امام کو لقمہ دیوے[۵]۔

قرائتِ سورہ، سورۂ فاتحہ کے بعد، پہلی دو رکعتوں میں مسنون ہے۔ سورہ کے معنی شہر کی فصیل کے ہیں جس سے شہر کی حدود معیّن ہوتی ہیں۔ قرآن کے سورہ میں بھی ابتداء اور انتہا کی حدود معیّن ہیں اس لیے اس کو سورہ کہا گیا۔ قرائتِ سورہ میں سورہ سے مراد اس سے زیادہ عام مفہوم ہے۔ سورہ قرآنِ مجید کے ہر ایسے ٹکڑے کو کہتے ہیں جس میں کم از کم تین آیتیں ہوں۔ اعتماد اس پر ہے کہ کامل سورہ کسی سورہ کے بعض حصہ سے افضل ہے اور زیادہ آیتوں والا اکثر کم آیتوں والے کامل سورہ سے افضل ہے جیسا کہ آیت دَین۔ (۲؍۱۳) یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ... اِلٰی آخرها سورۂ الکوثر سے افضل ہے۔ ابن حجر کا قول اس کے خلاف یہ ہے کہ کامل سورہ کو عام طور پر ترجیح حاصل ہے۔ ایک بڑی آیت بھی تین آیتوں کے مساوی ہو سکتی ہے جیسا کہ آیت الکرسی۔ قرائتِ سورہ کے معنی دوسرے سورہ کے

نہ سُن سکے۔ زرکشی نے متوسط آواز کی تعریف یہ کی ہے کہ قرأت کبھی جہر سے اور کبھی اسرار سے پڑھی جائے۔ آیت (ﷲ تعالیٰ) وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا۔ نہ بلند آواز سے پڑھو اپنی نماز کو اور نہ آہستہ آواز سے بلکہ درمیانی راستہ اختیار کرو یعنی نہ تو پوری نماز آواز سے پڑھو اور نہ پوری نماز آہستہ پڑھو بلکہ کچھ حصّہ آواز سے اور کچھ حصّہ آہستہ پڑھو۔ بجیرمی نے یہ حکمت ظاہر کی ہے کہ رات کا وقت تنہائی اور سکون کا ہوتا ہے اور آواز سے قرأت کرکے پڑھنے میں ایک خاص لذت حاصل ہوتی ہے اور دن کا وقت کاروبار اور مصروفیت کا ہوتا ہے اس لیے دن کی نمازوں کو آہستہ پڑھنے کے لیے حکم دیا گیا۔ نمازوں کے جہر اور اسرار میں سب کو اتفاق ہے۔ نمازمیں صرف قرأت کا حصّہ جہر سے پڑھا جائے گا۔ سورۂ فاتحہ اور دوسرے سورہ کے پڑھنے کو قرأت کہتے ہیں اور ان دونوں سورتوں میں تسمیہ یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی داخل ہے تسمیہ بھی جہر سے پڑھی جائے گی۔ جہری نماز میں امام اور منفرد قرأت جہر سے پڑھیں گے! امام کے پیچھے ماموم ہمیشہ اسرار سے پڑھے گا۔ بجیرمی نے لکھا ہے کہ جہری نماز کی پہلی دو رکعتوں میں امام کے سورۂ فاتحہ سے فارغ ہونے تک ماموم سورۂ فاتحہ نہ پڑھے۔ سرّی نماز میں بھی ماموم اس انداز سے سورۂ فاتحہ پڑھے کہ امام سورۂ فاتحہ سے فارغ ہو جائے۔ عورت کے لیے مسنون ہے کہ اجنبی مرد کی موجودگی میں اتنی آواز میں پڑھے کہ اجنبی مرد نہ سُن سکے کسی دوسرے شخص کو تکلیف ہوتی ہو تو جہر سے پڑھنا مکروہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ حرام ہے۔ جس نماز میں جہر مسنون ہے اسرار سے پڑھنا اور جہاں اسرار مسنون ہے جہر سے پڑھنا بغیر کسی عذر کے مکروہ ہے۔ مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں جہر ترک ہو جائے تو مغرب کی آخری رکعت اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں جہر سے پڑھ کر تدارک نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ ان رکعتوں کا اسرار سے پڑھنا مسنون ہے۔ بخلاف اس کے اگر پہلی رکعتوں میں ضمِ سورہ ترک ہو جائے تو بقیہ رکعتوں میں ضمِ سورہ کے تدارک کیا جائیگا۔ کیونکہ اس سے صفتِ نماز میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

صَلاۃِ جہر۔ فرض نمازوں میں صبح کی دو رکعت، مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعت اور جمعہ کی دو رکعت، نوافل میں عیدین، استسقاء، خسوفِ قمر اور طواف کی دو رکعتیں، تراویح اور رمضان کی وتر جہر سے پڑھنا مسنون ہے۔ استسقاء کی نماز دن میں بھی جہر سے پڑھی جائے گی۔ طواف کی دو رکعتوں کی نسبت یہ حکم ہے کہ رات میں جہر سے پڑھی جائیں گی۔ رمضان کی وتر منفرد بھی جہر سے پڑھے گا۔ قنوت امام مطلق طور پر جہر سے اور منفرد مطلق طور پر اسرار سے پڑھے گا۔

صَلاۃِ اِسرار۔ فرض نمازوں میں ظہر اور عصر کی پوری نمازیں، مغرب کی آخری ایک رکعت اور عشاء کی آخری دو رکعت اور نوافل میں جملہ سُنن راتبہ جو فرض کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں، کسوفِ شمس اور دن کی مطلق نوافل کو اسرار سے پڑھنا مسنون ہے۔

صَلاۃِ متوسط۔ رات کی مطلق نوافل کو جہر اور اسرار کے درمیان متوسط آواز میں پڑھنا مسنون ہے بشرطیکہ کسی دوسرے شخص کی نیند میں یا دوسرے مصلی کی نماز میں یا طالب علم کے مطالعہ میں خلل انداز نہ ہو۔

قضا۔ قضا نماز دن میں اسرار سے اور رات میں جہر سے پڑھی جائے گی اگرچہ اصل فرض اسرار سے پڑھی جائے۔ ظہر کو

تیمم۔ اگر پانی نہ ملے یا میت ایسی جلی ہوئی ہو کہ غسل نہ دیا جا سکے تو میت کو غسل کے عوض تیمم کرائے۔ تیمم کی نیت واجب نہیں مندوب ہے بعض کا قول ہے کہ تیمم کی نیت اس لیے واجب ہے کہ تیمم کمزور طہارت ہے لہٰذا اس کی تقویت کی ضرورت ہے۔ میت کی جنس کے اشخاص یا غیر جنس کے محرم رشتہ دار موجود نہ ہوں تو بھی میت کو غسل کے عوض تیمم کرائے اور وہ بھی حایل کے ذریعہ۔ **کم سن** لڑکے کو جو حدِ شہوت کو نہ پہنچا ہو مرد اور عورت دونوں غسل دے سکتے ہیں۔

غاسل غسل دینے والے کو کہتے ہیں۔ مرد کی میت کو مرد کا غسل دینا اولیٰ ہے اور عورت کی میت کو عورت کا غسل دینا اولیٰ ہے۔ مرد اپنی زوجہ کی میت کو اور عورت اپنے شوہر کی میت کو غسل دے سکتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ مس نہ کریں۔ مس کرنے سے غاسل کا وضو ٹوٹتا ہے۔ اگر میت کے جنس کے لوگ موجود نہ ہوں یعنی میت مرد کی ہو اور اجنبی عورت موجود ہو یا میت عورت کی ہو اور اجنبی مرد موجود ہو یعنی محرم رشتہ دار نہ ہو تو میت کو غسل نہ کرائے بلکہ حایل کے ذریعہ تیمم کرائے لیکن بدن پر نجاست غیر معفو عنہا پائی جائے تو اس کو دھو کر زایل کرے۔ غاسل کی طہارت کی قید نہیں ہے۔ جنابت یا حیض کی حالت میں غسل دینا مکروہ نہیں ہے۔

مدارج غاسل۔ مرد کی میت کو غسل دینے میں وہ شخص اولیٰ ہے جو نماز جنازہ پڑھانے میں امامت کے لیے اولیٰ ہے۔ مرد کی میت کے غسل دینے میں، اجنبی عورت کے مقابلہ میں مرد غاسل کا غسل دینا واجب ہے اور محرم عورت کے مقابلہ میں مندوب ہے۔ اسی طرح عورت کی میت کے غسل دینے میں، اجنبی مرد کے مقابلہ میں، عورت غاسل پر غسل دینا واجب ہے اور محرم مرد کے مقابلہ میں مندوب ہے۔ غسل دینے اور نماز پڑھانے میں اولویت کے مدارج یہ ہیں۔ سب سے پہلے نسب میں **عصبہ** کا رشتہ رکھنے والے مردوں کا درجہ ہے۔ پہلے باپ اور اس کے بعد دادا اور اسی طرح اوپر تک۔ پھر بیٹا پھر پوتا اور اسی طرح نیچے تک اور پھر حقیقی بھائی اور پھر علاتی بھائی پھر حقیقی بھائی کا بیٹا اور پھر علاتی کا بیٹا۔ پھر حقیقی چچا پھر علاتی چچا پھر حقیقی چچا کا بیٹا اور پھر علاتی چچا کا بیٹا۔ اس کے بعد موالات کے رشتہ دار اسی ترتیب سے اس کے بعد امام یا امام کا نائب۔ اس کے بعد **ذوی الارحام** کا درجہ ہے۔ ذوی الارحام میں اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ کا اصول ہوگا یعنی قربت کو ترجیح دی جائے گی پہلے ماں کا باپ پھر ماں کا بھائی پھر بیٹی کا بیٹا پھر خالو پھر ماں کا چچا ذوی الارحام کے بعد اجنبی مردوں کا درجہ ہے، پھر زوجہ اور پھر محرم عورتیں۔ رشتہ میں اس شخص کو ترجیح دی جائے گی جو غسل کے مسایل سے زیادہ واقف ہو۔ نماز میں قرابت کے ساتھ سن میں بزرگی کو تقدیم دی جائے گی اس لیے کہ سن کی وجہ سے قلب میں رقت ہوتی ہے اور رقت کی وجہ سے اس کی دعا اجابت سے قریب ہوتی ہے۔

عورت کی میت کو غسل دینے کے لیے اس کے قریب کی عورت رشتہ داروں کو اولویت ہے اور ان میں بھی ان عورتوں کو ترجیح ہے جو محرم رشتہ رکھتے ہیں۔ عورتوں میں محرم رشتہ سے مراد یہ ہے کہ اگر اس کو مرد فرض کریں تو نکاح نہ ہو سکتا ہو جیسا کہ بیٹی، ماں اور بہن بخلاف چچا زاد بہن کے۔ ان کے بعد اجنبی عورتوں کا درجہ ہے اور ان

ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر دونوں شرم گاہیں دھوئے۔ اس کے بعد کپڑا نکال کر اپنا بایاں ہاتھ دھولے اور پھر دوسرا کپڑا لپیٹ کر شہادت کی انگلی سے میت کے دانت اور نتھنے صاف کرے اور میت کو وضو کرائے۔ اگر غسل کے بعد مزید نجاست خارج ہو تو اس کو بھی نماز سے قبل دھونا واجب ہے اور نماز کے بعد مندوب ہے۔ اگر نجاست کا سلسلہ منقطع نہ ہو تو غسل اور نماز دونوں ویسے ہی صحیح ہوں گے جیسے کہ زندہ شخص کو سلسل بول کا عارضہ ہو لیکن محلِ نجاست پر کپڑا باندھ کر نماز میں ممکنہ عجلت کی جائے۔ بقولِ منہاج بدن سے بیرونی نجاست کا ازالہ بھی مشروط ہے تاکہ غسل کا پانی سارے بدن کو پہنچ سکے۔

وضو میت کو وضو کرانا مسنون ہے جیسا کہ زندہ کے لیے غسل سے پہلے وضو مسنون ہے۔ وضو مسنون ہے گر وضو کی نیت واجب ہے اس لیے کہ وضو **تعبُّدی** امر ہے اور تعبُّدی امر نیت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ حدیث۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ میت کو وضوئے مسنون کرانے کی نیت کی جائے۔ نَوَیْتُ وُضُوْءًا [illegible] لِهٰذَا الْمَیِّتِ۔ وضو کے اعضا تین تین مرتبہ دھوئے مضمضہ اور استنشاق بھی کرائے۔ مضمضہ غرارہ کرنے اور استنشاق ناک میں پانی لینے کو کہتے ہیں میت کا منہ اور ناک صاف کرتے وقت میت کے سر کو جھکا دے تاکہ اندر پانی نہ جائے۔ اسی لیے میت کے مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ مندوب نہیں ہے۔ وضو کے بعد میت کو غسل دے۔

غسل میت کا غسل واجب ہے مگر غسل کی نیت مسنون ہے بخلاف وضو کے۔ میت کے پانی میں ڈوبنے سے غسل کا فرض کفایہ ادا نہیں ہوتا اس لیے کہ یہ فعل مکلف نہیں ہے۔ غسل **امر تعبُّدی** ہے جو مکلف کے فعل سے ادا ہوتا ہے۔ بخلاف اس کے تکفین اور تدفین امرِ تعبُّدی نہیں ہیں اور انسانی فعل کے بغیر بھی ان کی تکمیل ہو سکتی ہے۔ اگر کسی نے اپنی میت کو آپ اپنی کرامت سے غسل دے لیا ہو تو کافی ہے اس لیے کہ وہ مکلف کا فعل ہے جو میت کے عجز کی وجہ سے دوسرے کے ذمہ عاید ہوا۔ **سید احمد** بدوی اور **عبداللہ** المنافی نے اپنے آپ کو غسل دے لیا تھا سیدتنا **فاطمۃ الزہرا**ؓ کو جب کشف کے نور سے معلوم ہوا کہ آپ کی روح قبض ہو چکی ہے تو آپ نے اپنے کو غسل دیا اور خوش بو لگایا، اچھے کپڑے پہنے اور کہا کہ غسل نہ دیا جائے۔

نیت۔ امام ابو حنیفہؓ اور امام شافعیؒ کا قول ہے کہ غاسل کے لیے تخصیصِ میت کی نیت واجب نہیں ہے اس لیے کہ غسل سے صفائی مقصود ہے اور صفائی بغیر نیت کے بھی حاصل ہوتی ہے! امام مالکؒ کا قول ہے کہ نیتِ غسل بھی واجب ہے اس لیے کہ غاسل طہارت میں میت کی جانب سے نیابت کرتا ہے اور طہارت عملِ صالح ہے اور کوئی عملِ صالح بغیر نیت کے حاصل نہیں ہوتا۔ امام شافعیؒ نے نیت کو مندوب اس لیے قرار دیا کہ امام مالکؒ کے خلاف نہ ہو جنھوں نے واجب تصور کیا۔ نیتِ غسل۔ نَوَیْتُ اَدَاءَ الْغُسْلِ عَنْ هٰذَا الْمَیِّتِ۔ یا نَوَیْتُ اِسْتِبَاحَةَ الصَّلٰوةِ عَلٰی هٰذَا الْمَیِّتِ۔

تیمم۔ اگر پانی نہ ملے یا میت ایسی جلی ہوئی ہو کہ غسل نہ دیا جاسکے تو میت کو غسل کے عوض تیمم کرائے۔ تیمم کی نیت واجب نہیں مندوب ہے بعض کا قول ہے کہ تیمم کی نیت اس لیے واجب ہے کہ تیمم کمزور طہارت ہے اور اس کی تقویت کی ضرورت ہے۔ میت کی جنس کے اشخاص یا غیر جنس کے محرم رشتہ دار موجود نہ ہوں تو بھی میت کو غسل کے عوض تیمم کرائے اور وہ بھی حایل کے ذریعہ۔ **کم سن** لڑکے کو جو حدِ شہوت کو نہ پہنچا ہو مرد اور عورت دونوں غسل دے سکتے ہیں۔

غاسل غسل دینے والے کو کہتے ہیں۔ مرد کی میت کو مرد کا غسل دینا اولیٰ ہے اور عورت کی میت کو عورت کا غسل دینا اولیٰ ہے۔ مرد اپنی زوجہ کی میت کو اور عورت اپنے شوہر کی میت کو غسل دے سکتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ مس نہ کریں۔ مس کرنے سے غاسل کا وضو ٹوٹتا ہے۔ اگر میت کے جنس کے لوگ موجود نہ ہوں یعنی میت مرد کی ہو اور اجنبی عورت موجود ہو یا میت عورت کی ہو اور اجنبی مرد موجود ہو یعنی محرم رشتہ دار نہ ہو تو میت کو غسل نہ کرائے بلکہ حایل کے ذریعہ تیمم کرائے لیکن بدن پر نجاست غیر معفو عنہا پائی جائے تو اس کو دھو کر زایل کرے۔ غاسل کی طہارت کی قید نہیں ہے۔ جنابت یا حیض کی حالت میں غسل دینا مکروہ نہیں ہے۔

مدارج غاسل۔ مرد کی میت کو غسل دینے میں وہ شخص اولیٰ ہے جو نماز جنازہ پڑھانے میں امام ہونے کے لیے اولیٰ ہے۔ مرد کی میت کے غسل دینے میں اجنبی عورت کے مقابلہ میں مرد غاسل کا غسل دینا واجب ہے اور محرم عورت کے مقابلہ میں مندوب ہے۔ اسی طرح عورت کی میت کو غسل دینے میں اجنبی مرد کے مقابلہ میں عورت غاسل پر غسل دینا واجب ہے اور محرم مرد کے مقابلہ میں مندوب ہے۔ غسل دینے اور نماز پڑھانے میں اولویت کے مدارج یہ ہیں۔ سب سے پہلے ان میں **عصبہ** کا رشتہ رکھنے والے مردوں کا درجہ ہے۔ پہلے باپ اور اس کے بعد دادا اور اسی طرح اوپر تک۔ پھر بیٹا پھر پوتا اور اسی طرح نیچے تک اور پھر حقیقی بھائی اور پھر علاتی بھائی پھر حقیقی بھائی کا بیٹا اور پھر علاتی کا بیٹا۔ پھر حقیقی چچا پھر علاتی چچا پھر حقیقی چچا کا بیٹا اور پھر علاتی چچا کا بیٹا۔ اس کے بعد موالات کے رشتہ دار اسی ترتیب سے۔ اس کے بعد امام یا امام کا نائب۔ اس کے بعد **ذوی الارحام** کا درجہ ہے۔ ذوی الارحام میں اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ کا اصول ہوگا یعنی قریب کو ترجیح دی جائے گی پہلے ماں کا باپ پھر ماں کا بھائی پھر بیٹی کا بیٹا پھر خالو پھر ماں کا چچا۔ ذوی الارحام کے بعد اجنبی مردوں کا درجہ ہے، پھر زوجہ اور پھر محرم عورتیں۔ رشتہ میں اس شخص کو ترجیح دی جائیگی جو غسل کے مسایل سے زیادہ واقف ہو۔ نماز میں قرابت کے ساتھ سن میں بزرگی کو تقدیم دی جائے گی اس لیے کہ سن کی وجہ سے قلب میں رقت ہوتی ہے اور رقت کی وجہ سے اس کی دعا اجابت سے قریب ہوتی ہے۔

عورت کی میت کو غسل دینے کے لیے اس کے قریب کی عورت رشتہ داروں کو اولویت ہے اور ان میں بھی ان عورتوں کو ترجیح ہے جو محرم رشتہ رکھتے ہیں۔ عورتوں میں محرم رشتہ سے مراد یہ ہے کہ اگر اس کو مرد فرض کریں تو نکاح نہ ہو سکتا ہو جیسا کہ بیٹی، ماں اور بہن بخلاف چچازاد بہن کے۔ ان کے بعد اجنبی عورتوں کا درجہ ہے اور ان

ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر دونوں شرم گاہیں دھوئے۔ اس کے بعد کپڑا نکال کر اپنا بایاں ہاتھ دھولے اور پھر دوسرا کپڑا لپیٹ کر شہادت کی انگلی سے میت کے دانت اور نکپڑے صاف کرے اور میت کو وضو کرائے۔ اگر غسل کے بعد مزید نجاست خارج ہو تو اس کو بھی نماز سے قبل دھونا واجب ہے اور نماز کے بعد مندوب ہے۔ اگر نجاست کا سلسلہ منقطع نہ ہو تو غسل اور نماز دونوں ویسے ہی صحیح ہوں گے جیسے کہ زندہ شخص کو سلسلۂ بول کا عارضہ ہو لیکن محلِ نجاست پر کپڑا باندھ کر نماز میں ممکنہ عجلت کی جائے۔ بقولِ منہاج بدن سے بیرونی نجاست کا ازالہ بھی مشروط ہے تاکہ غسل کا پانی سارے بدن کو پہنچ سکے۔

وضو میت کو وضو کرانا مسنون ہے جیسا کہ زندہ کے لیے غسل سے پہلے وضو مسنون ہے۔ وضو مسنون ہے گر وضو کی نیت واجب ہے اس لیے کہ وضو **تعبّدی** امر ہے اور تعبّدی امر نیت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ حدیث۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ۔ میت کو وضوئے مسنون کرانے کی نیت کی جائے۔ نَوَیْتُ وُضُوْءًا مَسْنُوْنًا لِهٰذَا الْمَیِّتِ۔ وضو کے اعضا تین تین مرتبہ دھوئے۔ مضمضہ اور استنشاق بھی کرائے۔ مضمضہ غرارہ کرنے اور استنشاق ناک میں پانی لینے کو کہتے ہیں۔ میت کا منھ اور ناک صاف کرتے وقت میت کے سر کو جھکا دے تاکہ اندر پانی نہ جائے۔ اسی لیے میت کے مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ مندوب نہیں ہے۔ وضو کے بعد میت کو غسل دے۔

غسل میت کا غسل واجب ہے مگر غسل کی نیت مسنون ہے بخلاف وضو کے میت کے پانی میں ڈوبنے سے غسل کا فرض کفایہ ادا نہیں ہوتا اس لیے کہ یہ فعل مکلف نہیں ہے غسل **امر تعبّدی** ہے جو مکلف کے فعل سے ادا ہوتا ہے۔ بخلاف اس کے تکفین اور تدفین امرِ تعبّدی نہیں ہیں اور انسانی فعل کے بغیر بھی ان کی تکمیل ہو سکتی ہے اگر کسی نے اپنی میت کو آپ اپنی کرامت سے غسل دے لیا ہو تو کافی ہے اس لیے کہ وہ مکلف کا فعل ہے جو میت کے عجز کی وجہ سے دوسرے کے ذمہ عاید ہوا۔ سید **احمد** بدوی اور **عبداللہ** المنافی نے اپنے آپ کو غسل دے لیا تھا سیدتنا **فاطمۃ الزہرا** رضی کو جب کشف کے نور سے معلوم ہوا کہ آپ کی روح قبض ہو چکی ہے تو آپ نے اپنے کو غسل دیا اور خوش بو لگایا، اچھے کپڑے پہنے اور کہا کہ غسل نہ دیا جائے۔

نیت۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا قول ہے کہ غاسل کیلئے غسلِ میت کی نیت واجب نہیں ہے اس لیے کہ غسل سے صفائی مقصود ہے اور صفائی بغیر نیت کے بھی حاصل ہوتی ہے۔ امام مالکؒ کا قول ہے کہ نیتِ غسل بھی واجب ہے اس لیے کہ غاسل طہارت میں میت کی جانب سے نیابت کرتا ہے اور طہارت عملِ صالح ہے اور کوئی عملِ صالح بغیر نیت کے حاصل نہیں ہوتا۔ امام شافعیؒ نے نیت کو مندوب اس لیے قرار دیا کہ امام مالکؒ کے خلاف نہ ہو جنھوں نے واجب تصور کیا۔ نیتِ غسل۔ نَوَیْتُ اَدَاءَ الْغُسْلِ عَنْ هٰذَا الْمَیِّتِ۔ یا نَوَیْتُ اِسْتِبَاحَةَ الصَّلَاةِ عَلٰی هٰذَا الْمَیِّتِ۔

تیمم۔ اگر پانی نہ ملے یا میت ایسی جلی ہوئی ہو کہ غسل نہ دیا جا سکے تو میت کو غسل کے عوض تیمم کرائے۔ تیمم کی نیت واجب نہیں مندوب ہے بعض کا قول ہے کہ تیمم کی نیت اس لیے واجب ہے کہ تیمم کمزور طہارت ہے اور اس کی تقویت کی ضرورت ہے۔ میت کی جنس کے اشخاص یا غیر جنس کے محرم رشتہ دار موجود نہ ہوں تو بھی میت کو غسل کے عوض تیمم کرائے اور وہ بھی حایل کے ذریعہ۔ **کم سن** لڑکے کو جو حدِ شہوت کو نہ پہنچا ہو مرد اور عورت دونوں غسل دے سکتے ہیں۔

غاسل غسل دینے والے کو کہتے ہیں۔ مرد کی میت کو مرد کا غسل دینا اولیٰ ہے اور عورت کی میت کو عورت کا غسل دینا اولیٰ ہے۔ مرد اپنی زوجہ کی میت کو اور عورت اپنے شوہر کی میت کو غسل دے سکتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ مس نہ کریں۔ مس کرنے سے غاسل کا وضو ٹوٹتا ہے۔ اگر میت کے جنس کے لوگ موجود نہ ہوں یعنی میت مرد کی ہو اور اجنبی عورت موجود ہو یا میت عورت کی ہو اور اجنبی مرد موجود ہو یعنی محرم رشتہ دار نہ ہو تو میت کو غسل نہ کرائے بلکہ حایل کے ذریعہ تیمم کرائے لیکن بدن پر نجاست غیر معفو عنہا پائی جائے تو اس کو دھو کر زایل کرے۔ غاسل کی طہارت کی قید نہیں ہے۔ جنابت یا حیض کی حالت میں غسل دینا مکروہ نہیں ہے۔

مدارجِ غاسل۔ مرد کی میت کو غسل دینے میں وہ شخص اولیٰ ہے جو نماز جنازہ پڑھانے میں امامت کے لیے اولیٰ ہے۔ مرد کی میت کے غسل دینے میں، اجنبی عورت کے مقابلہ میں مرد غاسل کا غسل دینا واجب ہے اور محرم عورت کے مقابلہ میں مندوب ہے۔ اسی طرح عورت کی میت کے غسل دینے میں، اجنبی مرد کے مقابلہ میں، عورت غاسل پر غسل دینا واجب ہے اور محرم مرد کے مقابلہ میں مندوب ہے۔ غسل دینے اور نماز پڑھانے میں اولویت کے مدارج یہ ہیں: سب سے پہلے نسب میں **عصبہ** کا رشتہ رکھنے والے مردوں کا درجہ ہے۔ پہلے باپ اور اس کے بعد دادا اور اسی طرح اوپر تک۔ پھر بیٹا پھر پوتا اور اسی طرح نیچے تک اور پھر حقیقی بھائی اور پھر علاتی بھائی پھر حقیقی بھائی کا بیٹا اور پھر علاتی کا بیٹا۔ پھر حقیقی چچا پھر علاتی چچا پھر حقیقی چچا کا بیٹا اور پھر علاتی چچا کا بیٹا۔ اس کے بعد موالات کے رشتہ دار اسی ترتیب سے اس کے بعد امام یا امام کا نائب اس کے بعد **ذوی الارحام** کا درجہ ہے۔ ذوی الارحام میں اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ کا اصول ہوگا یعنی قریب تر کو ترجیح دی جائے گی پہلے ماں کا باپ پھر ماں کا بھائی پھر بیٹی کا بیٹا پھر خالو پھر ماں کا چچا ذوی الارحام کے بعد اجنبی مردوں کا درجہ ہے، پھر زوجہ اور پھر محرم عورتیں۔ رشتہ میں اُس شخص کو ترجیح دی جائے گی جو غسل کے مسایل سے زیادہ واقف ہو۔ نماز میں قرابت کے ساتھ سن میں بزرگی کو تقدیم دی جائے گی اس لیے کہ سن کی وجہ سے قلب میں رقت ہوتی ہے اور رقت کی وجہ سے اس کی دعا اجابت سے قریب ہوتی ہے۔

عورت کی میت کو غسل دینے کے لیے اس کے قریب کی عورت رشتہ داروں کو اولویت ہے اور ان میں بھی ان عورتوں کو ترجیح ہے جو محرم رشتہ رکھتے ہیں۔ عورتوں میں محرم رشتہ سے مراد یہ ہے کہ اگر اس کو مرد فرض کریں تو نکاح نہ ہو سکتا ہو جیسا کہ بیٹی، ماں اور بہن بخلاف چچا زاد بہن کے ان کے بعد اجنبی عورتوں کا درجہ ہے اور ان

ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر دونوں شرم گاہیں دھوئے۔ اس کے بعد کپڑا نکال کر اپنا بایاں ہاتھ دھولے اور پھر دوسرا کپڑا لپیٹ کر شہادت کی انگلی سے میت کے دانت اور نکیڑے صاف کرے اور میت کو وضو کرائے۔ اگر غسل کے بعد مزید نجاست خارج ہو تو اس کو بھی نماز سے قبل دھونا واجب ہے اور نماز کے بعد مندوب ہے۔ اگر نجاست کا سلسلہ منقطع نہ ہو تو غسل اور نماز دونوں ویسے ہی صحیح ہوں گے جیسے کہ زندہ شخص کو سلسلۂ بول کا عارضہ ہو لیکن محلِ نجاست پر کپڑا باندھ کر نماز میں ممکنہ عجلت کی جائے۔ بقولِ منہاج بدن سے بیرونی نجاست کا ازالہ بھی مشروط ہے تاکہ غسل کا پانی سارے بدن کو پہنچ سکے۔

وضو میت کو وضو کرانا مسنون ہے جیسا کہ زندہ کے لیے غسل سے پہلے وضو مسنون ہے۔ وضو مسنون ہے گر وضو کی نیت واجب ہے اس لیے کہ وضو **تعبّدی** امر ہے اور تعبّدی امر نیت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ حدیث۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ میت کو وضوئے مسنون کرانے کی نیت کی جائے۔ نَوَیْتُ وُضُوْءًا مَسْنُوْنًا لِهٰذَا الْمَیِّتِ۔ وضو کے اعضا تین تین مرتبہ دھوئے۔ مضمضہ اور استنشاق بھی کرائے۔ مضمضہ غرارہ کرنے اور استنشاق ناک میں پانی لینے کو کہتے ہیں۔ میت کا منہ اور ناک صاف کرتے وقت میت کے سر کو جھکا دے تاکہ اندر پانی نہ جائے۔ اسی لیے میت کے مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ مندوب نہیں ہے۔ وضو کے بعد میت کو غسل دے۔

غسل میت کا غسل واجب ہے گر غسل کی نیت مسنون ہے بخلاف وضو کے۔ میت کے پانی میں ڈوبنے سے غسل کا فرض کفایہ ادا نہیں ہوتا اس لیے کہ یہ فعل مکلف نہیں ہے۔ غسل **امر تعبّدی** ہے جو مکلف کے فعل سے ادا ہوتا ہے۔ بخلاف اس کے تکفین اور تدفین امر تعبّدی نہیں ہیں اور انسانی فعل کے بغیر بھی ان کی تکمیل ہو سکتی ہے۔ اگر کسی نے اپنی میت کو آپ اپنی کرامت سے غسل دے لیا ہو تو کافی ہے اس لیے کہ وہ مکلف کا فعل ہے جو میت کے عجز کی وجہ سے دوسرے کے ذمہ عاید ہوا۔ **سید احمد** بدوی اور **عبد اللہ** المنانی نے اپنے آپ کو غسل دے لیا تھا سیدتنا **فاطمۃ الزہرا** رضی کو جب کشف کے نور سے معلوم ہوا کہ آپ کی روح قبض ہو چکی ہے تو آپ نے اپنے کو غسل دیا اور خوشبو لگایا، اچھے کپڑے پہنے اور کہا کہ غسل نہ دیا جائے۔

نیت۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا قول ہے کہ غاسل کیلئے غسلِ میت کی نیت واجب نہیں ہے اس لیے کہ غسل سے صفائی مقصود ہے اور صفائی بغیر نیت کے بھی حاصل ہوتی ہے! امام مالکؒ کا قول ہے کہ نیتِ غسل بھی واجب ہے اس لیے کہ غاسل طہارت میں میت کی جانب سے نیابت کرتا ہے اور طہارت عملِ صالح ہے اور کوئی عملِ صالح بغیر نیت کے حاصل نہیں ہوتا۔ امام شافعیؒ نے نیت کو مندوب اس لیے قرار دیا کہ امام مالکؒ کے خلاف نہ ہو جنھوں نے واجب تصور کیا۔ نیتِ غسل۔ نَوَیْتُ اَدَاءَ الْغُسْلِ عَنْ هٰذَا الْمَیِّتِ یا نَوَیْتُ اِسْتِبَاحَةَ الصَّلٰوةِ عَلٰی هٰذَا الْمَیِّتِ۔

تأمین میں مقارنت مسنون ہے۔ سورۂ فاتحہ کی حد تک ماموم کی قرائت کی مقارنت امام کی قراءت کے ساتھ واجب ہے بشرطیکہ ماموم کو خوف ہو کہ امام کی قرائت کے بعد سورۂ فاتحہ کی قرائت کے لیے گنجایش نہ رہے۔ بقیہ صورتوں میں مقارنت مباح ہے۔

تتمہ تشہدِ آخر کے بعد عذاب اور فتنۂ حشر سے پناہ مانگنا بھی مسنون ہے۔ حدیث۔ اِذَا تَشَهَّدَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنْ اَرْبَعٍ فَيَقُوْلُ جب تم میں سے کوئی تشہد پڑھے تو پناہ مانگے اللہ سے چار باتوں سے اور کہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ

اے اللہ بے شک میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے اور دوزخ کے عذاب سے اور جینے اور مرنے کے فتنہ سے

وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ اور مسیح دجال کے فتنہ سے۔ اس کے عوض دوسری دعا بھی مانگی جا سکتی ہے جیسا کہ

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ

اے اللہ بخش دے مجھ کو جو (گناہ میں) پہلے کر چکا اور جو بعد میں کروں گا اور جو پوشیدہ کیا اور جو برملا کیا۔ تو ہی مقدم ہے

وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ

اور تو ہی آخر میں آنیوالا ہے نہیں ہے کوئی معبود سوا تیرے بخش دے مجھ کو بخشش اپنے پاس سے اور رحم کر مجھ پر بے شک تو ہی بڑا بخشنے والا

الرَّحِيْمُ رحم کرنے والا ہے۔ نماز کے بعد ان اذکار اور دعاؤں کا پڑھنا بھی مسنون ہے جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں اس لیے کہ نماز کے بعد دعا مقبول ہے۔

اختلاف۔ حنفیہ کے پاس عام طور پر اِفتراش کی نشست اور مالکیہ کے پاس عام طور پر تورک کی نشست نماز میں مسنون ہے۔

اختلافِ ہیئات مرد اور عورت میں پانچ امور میں ہے۔ مرد دونوں کہنیاں پہلو سے اور پیٹ رانوں سے رکوع اور سجود میں جدا رکھے۔ جہر کے موقع پر جہر سے پڑھے تسبیح پڑھے جب نماز میں کوئی کام پڑے۔ مرد کی ستر گاہ ناف اور گھٹنے کے درمیان ہے۔ تعداد کے شمار کرنے میں کہنیوں کے جدا رکھنے کو پہلا امر اور پیٹ کو جدا رکھنے کو دوسرا امر شمار کیا جائے تو مرد اور عورت میں پانچ امور میں اختلاف ہوتا ہے اور اگر کہنیوں اور پیٹ دونوں کو جدا رکھنے کے عنوان کے تحت ایک شمار کیا جائے تو امورِ اختلافی چار رہتے ہیں۔ صرف اعداد کے شمار کرنے میں فرق ہے ورنہ اصل مسایلِ اختلافی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مرد اور عورت کے درمیان فرق نماز کی ہیئات یا صفات کے لحاظ سے ہے ارکان اور شرایط کے لحاظ سے مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ روزے میں یہ اختلاف ہے کہ عورت حیض اور نفاس کے زمانے میں روزہ نہیں رکھ سکتی۔ حج میں یہ اختلاف ہے کہ عورت سر کو ڈھانپے اور چہرے کو کھلا رکھے۔ البتہ زکاۃ میں جس کا تعلق صرف مال سے ہے مرد اور عورت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہیئات کے اختلاف کے لیے مرد اور عورت کی عمر کی قید نہیں ہے۔ کم سن لڑکا

تورّک کی نشست صرف نماز کے اختتام کے لیے ہے اور بقیہ ساری نشستیں جو اندرون نماز ہیں ان میں اِفتراش کی نشست مسنون ہے۔ اِفتراش اِن چھ نشستوں میں مسنون ہے! استراحت کی نشست میں جو دوسرے سجدے کے بعد اور قیام سے قبل بیٹھی جاتی ہے اور اس کے بعد تشہد نہیں ہوتا اس نشست کی پابندی مستحب ہے۔ نماز میں سجدۂ تلاوت کے بعد یہ نشست مستحب نہیں ہے۔ افضل ہے کہ استراحت کی نشست میں تشہدِ اوّل کی نشست سے زیادہ دیر تک بیٹھے لیکن اس میں طوالت دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ رملی نے طوالت کو مکروہ قرار دیا ہے بخلاف ابن حجر کے۔ یہ نشست کسی رکعت کا جز نہیں ہے بلکہ دو رکعتوں کے درمیان حدِ فاصل ہے۔ دو سجدوں کے درمیان کی نشست میں تشہدِ اوّل کی نشست میں۔ بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے لیے قرأت کی نشست میں مسبوق کی نشست میں۔ مسبوق وہ شخص ہے جو کسی رکعت کے بعد جماعت میں شریک ہو۔ ساہی کی نشست میں۔ ساہی اس شخص کو کہتے ہیں جس کو سجدۂ سہو کرنا ہے۔ نماز میں جملہ چار نشستیں ہیں جن میں سے دو واجب ہیں سجدوں کے درمیان کی نشست اور آخری تشہد کی نشست۔ دو نشستیں مسنون ہیں استراحت کی نشست اور تشہدِ اوّل کی نشست۔

تورّک آخری نشست میں مسنون ہے۔ صفحہ ۴۴ پر تورّک کی صراحت کی گئی ہے۔ آخری نشست وہ ہے جس کے بعد سلام کیا جاتا ہے۔ اِفتراش اور تورّک کی نشستوں میں اس لیے امتیاز کیا گیا ہے کہ ماموم امام کی نماز کی نوبت سے واقف ہو سکے کہ امام تشہدِ اوّل میں ہے یا تشہدِ آخر میں۔ آخری نشست میں امام تورّک کی نشست میں بیٹھے اور مسبوق جس کو بعض رکعت کا تدارک کرنا ہے یا ساہی جس کو سجدۂ سہو کرنا ہے تورّک کی نشست میں نہ بیٹھے بلکہ اِفتراش کی۔ نماز کے باہر سجدۂ تلاوت اور سجدۂ شکر کے بعد اور سلام سے پہلے تورّک کی نشست مسنون ہے۔

تسلیمِ دوم نماز میں مسنون ہے۔ تسلیم سلام کرنے کو کہتے ہیں۔ پہلا سلام ارکان میں داخل ہے اور ارکان میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور یہ دوسرا سلام ہے جو مسنون ہے اگر پہلے سلام کے بعد کوئی امر ایسا پیدا ہو جس کی وجہ سے دوسرا سلام نہ کیا جا سکتا ہو تو دوسرا سلام کرنا مسنون نہیں ہے جیسا کہ نماز جمعہ کا وقت گزر چکا ہو یا مسح کی مدت گزر چکی ہو۔ اگر امام دوسرا سلام ترک کرے تو ماموم کے لیے دوسرا سلام کرنا مسنون ہے۔ دو سلاموں کے درمیان فصل کرنا مسنون ہے۔ پہلا سلام داہنی جانب اور دوسرا سلام بائیں جانب کیا جائے۔ سلام کا خطاب فرشتوں اور مومن جناتوں اور مسلمانوں کی طرف ہوگا مگر غیر مصلی پر اس کا جواب دینا واجب نہیں ہے۔ ماموم کے سلام میں امام اور دیگر ماموین کے سلام کا جواب بھی مراد ہوگا۔ ماموم کے لیے مسنون ہے کہ امام کے دونوں سلاموں سے فراغت پانے تک سلام نہ کرے اگر امام کے ساتھ ماموم بھی سلام کرے تو کراہت کے ساتھ جائز ہے نماز کے دوسرے ارکانوں کی طرح۔ امام کے ساتھ ماموم کی **مقارنت** کی نسبت مختلف احکام ہیں جن کا خلاصہ بحوالہ بجیرمی درج کیا جاتا ہے۔ تکبیر تحریمہ میں امام کے ساتھ ماموم کی مقارنت حرام ہے اور ماموم کی نماز کو باطل کرتی ہے! افعال اور سلام میں مقارنت مکروہ ہے۔

شرم گاہیں ستر کے لایق ہیں۔

عورت کُہنی کو پہلو سے اور پیٹ کو ران سے رکوع اور سجود میں ملائے رکھے۔ آواز کو پست کرے اجنبی مرد کی موجودگی میں تالی بجائے جب نماز میں کوئی کام پڑے سوائے چہرے اور ہاتھ کے عورت کا سارا بدن ستر کے لایق ہے۔ اجنبی مرد کی موجودگی میں آواز کو اتنی پست کرے کہ اجنبی مرد نہ سُن سکے۔ یہ حکم تو نماز کی بابت ہے مگر عام اور واضح قول یہ ہے کہ عورت کی آواز کو پردہ نہیں ہے۔ عورت کی آواز کو سننا خواہ گانے کی کیوں نہ ہو حرام نہیں ہے سوائے اس کے کہ کسی فتنہ کے برپا ہونے کا خوف ہو۔ اگر اجنبی مرد نہ ہوں، عورت تنہا ہو یا عورتوں یا محرم مردوں کی صحبت میں ہو تو جہر کے موقع پر جہر سے ہی نماز پڑھے۔

تصفیق۔ عورت کے لیے تالی بجا کر اشارہ کرنا موقع کی نوعیت اور ارادے کے لحاظ سے مباح، مندوب یا واجب ہے۔ تالی بجانے میں داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر یا اس کے برعکس بائیں ہاتھ کی پشت داہنے ہاتھ کی ہتھیلی پر مارے یا داہنے ہاتھ کی پشت بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر یا اس کے برعکس یا داہنے ہاتھ کی پشت بائیں ہاتھ کی پشت پر یا اس کے برعکس مارے۔ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر یا اس کے برعکس نہ مارے اس لیے کہ کھیل میں اس طرح تالی بجانے کی عادت ہے۔ خلاصہ یہ کہ تالی بجانے کی جملہ آٹھ صورتیں ہو سکتی ہیں جن میں سے چھ صورتیں مطلوب ہیں اور دو غیر مطلوب۔ نماز میں ہتھیلی پر ہتھیلی مار کر لہو و لعب کے ارادے سے تالی بجانے سے نماز ٹوٹتی ہے اور اگر لہو و لعب کا ارادہ شامل نہ ہو تو نماز نہیں ٹوٹتی۔ بیجوری کا قول ہے کہ تالی بجانے کی اجازت صرف اس صورت میں ہے جب کہ عورت تنہا ہو یا صرف دوسری عورتوں یا محرم مردوں کے ساتھ ہو۔ اجنبی مرد کی موجودگی میں تالی بجانے کے عوض عورت بھی تسبیح کہے گی۔ اس کے خلاف بجیرمی کا قول ہے کہ عورت کو نماز میں کام پڑے تو تالی ہی بجانا چاہیے اگرچہ اجنبی مرد وہاں موجود نہ ہو۔ بلحاظ ضرورت تالی ایک بار سے زیادہ یا مسلسل بجانے میں کوئی مضایقہ نہیں ہے۔ معتمد یہ ہے کہ تالی محض آگاہ کرنے کے ارادے سے بجائے تو بھی نماز نہیں ٹوٹتی بخلاف تسبیح کے۔ وجہ یہ ہے کہ تسبیح میں ذکر کی صلاحیت ہے جو تالی میں نہیں ہے۔

ستر گاہ۔ ابو شجاع نے عورت کا سارا بدن سوائے چہرے اور ہاتھ کے پنجوں کے ستر کے لایق ظاہر کیا ہے۔ ابن قاسم نے اس کو نماز کی حد تک محدود کر کے بیرونِ نماز عورت کا سارا بدن ستر کے لایق ظاہر کیا ہے۔ ہاتھ میں انگلیوں کی نوک سے پہونچے تک اس کا ظاہری اور باطنی حصہ داخل ہے۔ آیت۔ (۲۴: ۳۱) وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا اور نہ ظاہر کریں اپنی زینت کو سوائے اس کے جو ظاہر ہوتا ہو۔ ابن عباس اور عایشہ رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس آیت میں إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے مراد چہرہ اور دونوں کف (ہتھیلیاں) ہیں۔ اجنبی مرد کے سامنے عورت کا سارا بدن ستر کے لایق ہے مسلمان عورت اور محرم کے سامنے ناف سے گھٹنے تک کا حصہ ستر کے لایق ہے

اور لڑکی جو سِنِ تمیز کو نہ پہنچے ہوں ان پر بھی یہ احکام صادق آئیں گے۔

مرد کہنی کو پہلو سے اور پیٹ کو ران سے رکوع اور سجود میں اسی صورت میں جُدا رکھے جبکہ سترگاہ کا ستر حاصل ہو ورنہ عدم ستر کی صورت میں ان اعضاء کو عورت کی طرح ملا کر رکھے اگرچہ تنہائی میں ہو۔ کہنی پہلو سے جُدا رکھے رکوع اور سجود دونوں میں۔ قلیوبی کا قول ہے کہ یہی حکم قیام کی نسبت بھی ہے اور بیجوری نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ پیٹ کو ران سے علیٰحدہ رکھنے میں عبادت میں سُستی دور ہوتی ہے اور مستعدی کا اظہار ہوتا ہے اور محلِ سجدہ پر پیشانی کا بوجھ پڑتا ہے آیت۔ ($\frac{۵}{۱۸}$ ۱) وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى۔ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سُستی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں جہر کے موقع کے تعیّن کی وجہ سے جہر کے سوائے دوسرے موقع پر مرد اسرار سے نماز پڑھے گا۔

تسبیح سُبْحَانَ اللّٰهِ کو کہتے ہیں مصلّی کو نماز میں تین نوعیت کے کام پیش آسکتے ہیں جن کے لیے تسبیح کہی جاتی ہے۔ کام کی نوعیت کے لحاظ سے تسبیح کی نسبت بھی احکام ہیں۔ گھر میں داخل ہونے کے لیے کوئی شخص اجازت چاہے تو تسبیح پڑھنا مباح ہے امام کو سہو سے آگاہ کرنے کے لیے تسبیح پڑھنا مندوب ہے۔ اندھے کو خطرہ سے آگاہ کرنے کے لیے تسبیح پڑھنا واجب ہے۔ ہلاکت کا خطرہ بات کیے یا عمل کیے بغیر رفع نہ ہوسکتا ہو تو قول اور فعل دونوں واجب ہوجاتے ہیں اور واقع یہ ہے کہ اس صورت میں نماز ٹوٹتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ تسبیح امر مباح کے لیے مباح، مندوب کے لیے مندوب اور واجب کے لیے واجب ہے۔ حدیثِ صحیحین۔ مَنْ نَابَهٗ شَيْءٌ فِيْ صَلَاتِهٖ فَلْيُسَبِّحْ۔ جس کو نماز میں کوئی کام پڑے تو تسبیح کہے۔ اگر مرد تسبیح کہنے کے عوض تالی بجائے تو اولویت کے خلاف ہے اور معتمد یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے۔ تسبیح ذکر کے ارادہ سے کہے یا ذکر کے ارادے کے ساتھ اطلاع کی نیت کو بھی شریک کرے محض اطلاع کی نیت سے تسبیح کہے یا بغیر کسی ارادے کے تسبیح کہے تو نماز باطل ہوتی ہے۔ ابو شجاع کا قول ہے کہ بغیر کسی ارادہ کے مطلق طور پر تسبیح کہے تو نماز باطل نہیں ہوتی۔ یہ قول ضعیف ہے مگر عوام کے لیے سہولت کا باعث ہے۔ عالم شخص جان بوجھ کر محض اطلاع کے ارادے سے تسبیح کہے تو نماز ٹوٹتی ہے ورنہ ناواقف شخص کی نماز نہیں ٹوٹتی۔ بجیرمی نے لکھا ہے کہ تسبیح سے تنبیہ (آگاہ کرنا) مقصود ہے۔ تنبیہ کے لیے سُبْحَانَ اللّٰه کہے یا کچھ اور جیسا کہ آیت۔ ($\frac{۱۴}{۳}$ ۲) اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ۔ داخل ہو سلامتی کے ساتھ۔ آیت۔ ($\frac{۱۶}{۴}$ ۱۳)۔ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ۔ اے یحییٰ لو کتاب کو۔ ان دونوں آیتوں سے کنایۃً اجازت کا اظہار ہوتا ہے۔

سترگاہ۔ مرد کو بدن کے اُس حصّہ کو ڈھانپنا چاہیے جو ناف اور گھٹنے کے درمیان ہے۔ ستر کے لائق بدن کے حصّہ کو شرع کی اصطلاح میں عورت کہتے ہیں۔ ناف اور گھٹنا سترگاہ میں داخل نہیں ہیں لیکن ناف اور گھٹنے کے کچھ نہ کچھ حصّہ کا ستر کرنا واجب ہے اصول یہ ہے کہ جس چیز کے بغیر واجب کی تکمیل نہیں ہوتی وہ بھی واجب ہے۔ مَا لَا يَتِمُّ الْوَاجِبُ اِلَّا بِهٖ فَهُوَ وَاجِبٌ۔ ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصّہ نماز، طواف، عام مردوں کی صحبت میں اور محرم عورتوں کے سامنے ستر کے لائق ہے لیکن اجنبی عورتوں کے سامنے مرد کا پورا بدن ستر کے لائق ہے اور تنہائی میں صرف دونوں

البتہ طبیعت کے غلبہ کی وجہ سے یا مجبوری کی حالت میں کچھ الفاظ نکل جائیں تو مضایقہ نہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہما اور بعض فقہائے شوافع کا قول ہے کہ آخرت کے خوف سے روئے یا آہ کھینچے تو نماز نہیں ٹوٹتی۔ عمداً سے مراد یہ ہے کہ تحریم کے علم کے ساتھ اور اس علم کے ساتھ کہ وہ نماز کی حالت میں ہے بات کی جائے تو نماز ٹوٹتی ہے۔ اگر کوئی بات زبان سے بے ساختہ نکل جائے تو نماز نہ ٹوٹے گی۔ بجیرمی نے لکھا ہے کہ جاہل کو رعایت کے طور پر معذور ٹھیرایا گیا ہے نہ کہ جہل کی وجہ سے۔ ورنہ جہل علم سے بہتر تصور کیا جاتا۔ اگر ایسا کلام بولے جو عرفِ عام میں قلیل کہلایا جائے تو کوئی نقصان نہیں۔ چھ کلمات یا اس سے کم کو عرفِ عام میں قلیل کہتے ہیں یہ رخصت **ذوالیدین** کے واقعہ پر مبنی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ظہر کی نماز میں دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرے اور چند قدم چلے اور مسجد کے بازو ایک درخت کی پیڑ کو ٹیکا دے کر کھڑے تھے کہ ذوالیدین نے عرض کیا۔ اَقُصِرَتِ الصَّلٰوۃُ اَمْ نَسِیْتَ۔ کیا آپ نے قصر کیا نماز کو یا فراموش کیا۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کُلُّ ذٰلِکَ لَمْ یَکُنْ یہ سب نہیں۔ اس پر ذوالیدین نے پھر عرض کیا۔ بَعْضُ ذٰلِکَ قَدْ کَانَ۔ اس میں سے کچھ نہ کچھ ہوا اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے استفسار فرمایا۔ اَحَقٌّ مَا یَقُوْلُ ذُوالْیَدَیْنِ۔ کیا یہ واقعہ ہے جو ذوالیدین کہتے ہیں۔ فَقَالُوْا نَعَمْ۔ تو صحابہ نے عرض کیا ہاں۔ اتنی بات ہوئی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یاد آگیا اور قبلہ رُو ہو کر کھڑے ہوئے اور بقیہ دو رکعت ادا کیں اور سجدۂ سہو کیے اور سلام پھیرے۔ اس واقعہ میں چھ الفاظ شمار کیے جاتے ہیں۔ اگر چھ کلمات سے زیادہ بات کی جائے تو نماز کا اصل قائم نہیں رہتا۔ کلام کثیر میں زبان سے نکل جانے یا بھول جانے کا کوئی عذر لحاظ کے قابل اس لیے نہیں ہے کہ نماز کی مصروفیت میں نسیان قیاس سے بعید ہے بخلاف روزے کے۔ اصح قول یہ ہے کہ روزے میں بھول کر زیادہ کھانا کھالے یا پانی زیادہ پی لے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ وہ کلام جو آدمیوں کے درمیان گفتگو میں ہوتا ہے مُبطِلِ نماز ہے۔ اس قید کا نتیجہ یہ کہ قرآن، ذکر اور دُعا اس سے خارج ہیں۔ حدیثِ قدسی، توراۃ اور انجیل کے دو حروف بھی کہے جائیں تو نماز ٹوٹتی ہے اس لیے کہ یہ معجزہ نہیں ہیں اور کلام الناس ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ذکر اور دعا کا خطاب اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو نماز نہیں ٹوٹتی۔ اگر ان دونوں کے سوائے کسی اور کی طرف خطاب ہو تو نماز ٹوٹتی ہے جیسا کہ کسی کے چھینکنے پر یَرْحَمُکَ اللّٰہُ۔ اللہ تجھ پر رحم کرے کہنا بخلاف اس کے اللہ کی طرف خطاب کر کے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ذکر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب کر کے اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کہے تو نماز نہیں ٹوٹتی۔ اگر کسی شخص نے کسی چیز کے لینے کی اجازت چاہی تو قرأت اور اجازت دونوں کے ارادے سے

ـــہ ذوالیدین کا نام خرباق تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی بہت دنوں زندہ رہے۔ یا تو آپ کے ہاتھ دراز تھے یا آپ بہت دینے والے تھے جس کی وجہ سے آپ کو ذوالیدین پکارا گیا۔

اور تنہائی میں بھی عورت کا یہی ستر ہے۔

متفرق۔ رملی کا قول ہے کہ مرد کے پاؤں اور گھٹنے آپس میں جدا اور ایک بالشت کے فصل سے رہیں اور عورت کے پاؤں اور گھٹنے ملے رہیں لیکن ابن قاسم کا قول اس کے خلاف ہے کہ عورت کے پاؤں اور گھٹنے بھی مرد کی طرح ایک بالشت کی فصل سے رہیں۔ بیجوری نے اپنے رجحان کا اظہار نہیں کیا ہے لیکن مجیرمی نے ابن قاسم کے قول کی تائید کی ہے جس کا نتیجہ یہ کہ پاؤں اور گھٹنوں کے فصل میں مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں ہے سجود کی ہیئت میں، مرد اور عورت دونوں کے لیے مسنون ہے کہ ہاتھوں کی کلائیاں زمین سے اٹھا کر رکھیں۔

مُبطلاتِ صلاۃ

مُبطلاتِ صلاۃ گیارہ ہیں۔ کلام، عملِ کثیر، ... نجاست، انکشافِ عورت، تبدیلِ نیت، ... استدبارِ قبلہ، اکل و شرب، قہقہہ اور ردّت۔ نماز کو توڑنے والے امور کو مُبطلاتِ صلاۃ کہتے ہیں۔ اگر یہ امور نماز کی ابتدا کے ساتھ واقع ہوں تو نماز قایم نہ ہوگی اور اگر نماز کے قایم ہونے کے بعد وقوع میں آئیں تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ نماز میں فرض اور نفل شامل ہیں۔ اکل و شرب کو علٰحدہ شمار کرنے سے گیارہ کی تعداد ہوتی ہے ورنہ دس جیسا کہ متن کے بعض نسخوں میں درج ہے۔ ابوشجاع نے مُبطلات کی تعداد گیارہ لکھی ہے مگر اس تعداد پر حصر نہیں ہے مُبطلات اس سے زیادہ ہیں۔ آخر میں بعض کا اضافہ کیا جائے گا۔

کلام۔ عمداً ایسے کلام سے جیسا کہ آدمیوں کے درمیان ہوتا ہے، اس کا تعلق نماز کی مصلحت سے ہو یا نہ ہو، نماز ٹوٹتی ہے نماز میں بات نہ کرنے کا حکم اس امت کی خصوصیات میں سے ہے جو قدیم شریعتوں میں نہ تھا۔ زید بن ارقمؓ نے بیان کیا ہے کہ ہم نماز میں باتیں کیا کرتے تھے، یہ آیت نازل ہوئی۔ (۲/۱۵ ۳) وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ (ای) سَاكِتِيْنَ۔ اور کھڑے ہو (نماز میں) اللہ تعالیٰ کے لیے خاموش۔ حدیث۔ معاویہ بن الحکم السلمیؓ نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک شخص کے چھینکنے پر میں نے یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہا۔ سب کی آنکھیں میری طرف لگ گئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ هٰذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ۔ بے شک یہ نماز ہے اس میں آدمیوں کی گفتگو نہیں ہو سکتی۔ کلام سے مراد ہر ایسا لفظ ہے جس میں فقط دو حرف بے معنی یا ایک حرف بامعنی ہو جیسا کہ عربی میں وقایہ سے امر کا صیغہ قِ اور وعی سے عِ۔ بے معنی حرف، نماز کے توڑنے کے ارادے سے کہا جائے تو نماز ٹوٹتی ہے ورنہ نہیں۔ کلام کی قید سے وہ آواز جس سے حروف نہ بنتے ہوں خارج ہو جاتی ہے بشرطیکہ آواز دل لگی کی طور پر نہ نکالی گئی ہو۔ ہنسنے، آہ کھینچنے اور رونے سے اگرچہ کہ آخرت کے خوف سے رونے اور کھیلنے اور کراہنے، منہ اور ناک سے ہوا پھونکنے اور کھانسنے چھینکنے سے نماز ٹوٹتی ہے بشرطیکہ اس سے دو حرف بے معنی یا ایک حرف بامعنی ظاہر ہو ورنہ نہیں

جان بوجھ کر نماز میں ایک رکوع کا اضافہ کرے۔ عملِ قلیل میں عمداً و سہواً دونوں برابر ہیں لیکن عمل قلیل دائمی کے طور پر کیا جائے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ بجیرمی نے لکھا ہے کہ بعض عمل قلیل مستحب ہے جیسا کہ نماز پڑھتے پڑھتے بچھو کو مارنا یا مسواک کرنا۔

حدثِ اکبر یا اصغر کے واقع ہونے سے نماز ٹوٹتی ہے۔ معتمد یہ ہے کہ **فاقد الطہورین** کی نماز بھی حدث کے واقع ہونے سے ٹوٹ جاتی ہے اس لیے کہ اس کی نماز بھی شرعی ہے اور ان ہی امور سے ٹوٹتی ہے جن سے دوسروں کی نماز ٹوٹتی ہے۔ اسنوی کا قول ہے کہ چونکہ فاقد الطہورین کو پہلے سے طہارت ہی نہیں ہے اس لیے حدث سے اس کی نماز کے ٹوٹنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ فاقد الطہورین اس شخص کو کہتے ہیں جس نے پانی یا مٹی سے طہارت نہ کی ہو۔ مقعد کے غیر ممکن ہونے کی حالت میں نیند واقع ہو جائے تو بھی نماز ٹوٹتی ہے۔ ممکّن، مقعد کے زمین پر ٹکی ہوئی حالت کو اور غیر ممکن زمین پر نہ ٹکی ہوئی حالت کو کہتے ہیں۔ نماز کے ٹوٹنے کا محل پہلے سلام سے قبل ہے۔ اگر پہلے سلام کے بعد اور دوسرے سلام سے قبل حدث واقع ہو تو کوئی نقصان نہیں، اس لیے کہ پہلے سلام کے ساتھ نماز ختم ہو گئی اور حدث اس کے بعد واقع ہوا۔ پہلے سلام کے بعد حدث واقع ہو تو دوسرا سلام حدث کی حالت میں کرنا حرام ہے۔ حدث کے واقع ہونے سے طہارت ٹوٹ جاتی ہے اور اس پر اجماع ہے۔ شافعیہ میں طہارت کے ٹوٹنے کی وجہ سے نماز بھی ٹوٹ جاتی ہے بخلاف امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے جن کا قول نماز کی صحت کی [illegible] ہے کہ جب حدث واقع ہوئی تو طہار[illegible] کرے اور جہاں سے نماز چھوٹی تھی وہاں سے شروع کر کے ختم کرے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول قدیم بھی یہی تھا۔ **دائم الحدث** کو نماز کی حالت میں کسی دوسری قسم کی حدث واقع ہو تو اس کی بھی نماز ٹوٹتی ہے۔ نماز میں جس شخص کو حدث واقع ہو ناک پکڑ کر چلے اور جائے۔

نجاستِ غیر معفو عنہا لگے تو نماز ٹوٹتی ہے۔ آیت۔ (۲۹/۵ ۵) وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ۔ اور اپنے لباس کو پاک کر۔ معفو عنہا سے وہ نجاست مراد ہے جو معاف ہے اور وہ نجاست جو معاف نہیں ہے غیر معفو عنہا کہلاتی ہے۔ معفو عنہا نجاست کے لگنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ بدن اور لباس دونوں کی نسبت یکساں حکم ہے۔

انکشافِ عورت۔ جس حصۂ بدن کا ستر لازم ہے اس کے کھول دینے سے نماز ٹوٹتی ہے۔ پورے ستر کے کھل جانے کی قید نہیں ہے بعض حصۂ ستر بھی کھل جائے تو نماز ٹوٹتی ہے۔ عمداً ستر کے کھول دینے سے نماز ٹوٹتی ہے اگر سہواً یا ہوا کی وجہ سے ستر کھل جائے اور فوراً درست کر دیا جائے تو مضایقہ نہیں۔

تبدیلِ نیت۔ نماز سے خروج کا ارادہ کرنے سے نماز ٹوٹتی ہے۔ ایک فرض نماز کو پڑھتے ہوئے دوسری فرض نماز کا ارادہ کرنے سے بھی نماز ٹوٹتی ہے۔ بجیرمی نے بیان کیا ہے کہ فرض نماز کو مطلق نفل نماز میں تبدیل کیا جا سکتا ہے اور اس کے لیے پانچ شرائط درج کیے ہیں۔ جماعت کا امام ایسا ہو جس کی اقتدا میں کراہت نہ ہو۔ وقت کے اندر نماز کے ختم ہونے کا امکان ہو۔ نماز تین یا چار رکعتوں والی ہو۔ تیسری رکعت کے لیے ابھی کھڑا نہ ہوا ہو ورنہ تبدیل مندوب نہیں ہے بلکہ جائز ہے۔ اسی نماز میں جماعت مطلوب ہو۔ حاصل یہ کہ نماز کا تبدیل کرنا بعض وقت مسنون، بعض وقت واجب

آیت ۔ (پ ۱۶ ع ۱۳) یَا یَحْیٰی خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّۃٍ کے کہنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ اگر محض اجاز ۔ کے ارادے سے کہے تو نماز ٹوٹتی ہے مصلحتِ نماز کی مثال یہ ہے کہ امام ایک زاید رکعت کے لیے کھڑا ہو تو اس کو کہا جائے "نہ کھڑے رہو، بیٹھ جاؤ" نماز کو باطل کرے گا۔ ایسا کلام جو مصلحتِ نماز میں شامل نہ ہو بالاجماع نماز کو توڑتا ہے۔ والدین کی ندا پر جواب دینا فرض نماز میں حرام اور نفل نماز میں جایز ہے۔ اگر جواب نہ دینا والدین پر شاق گزرے تو اَولیٰ یہ ہے کہ جواب دیا جائے اور جواب دینے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ چونکہ نفل نماز کا بغیر سبب کے توڑنا جایز ہے اس لیے نفل نماز میں جواب دینا جایز ہے۔

عملِ کثیر متوالی عمداً یا سہواً کیا جائے تو نماز ٹوٹتی ہے۔ عملِ کثیر زیادتیِ عمل کو کہتے ہیں اور عمل کے معنی کام کے ہیں۔ کثیر سے مراد اتنی تعداد ہے جس کو عرفِ عام میں کثیر کہا جائے اور جس میں تین یا اس سے زیادہ مرتبہ عمل کیا جائے۔ ایک ہی عضو سے تین مرتبہ عمل کرنے کی قید نہیں ہے۔ متعدد اعضا کے تین اعمال بھی عملِ کثیر میں داخل ہیں جیسا کہ سر کو ہلائے اور دونوں ہاتھوں کو حرکت دے۔ ہاتھ کو ہٹائیں اور پھر اپنی جگہ لائیں تو ایک ہی عمل شمار ہوگا بشرطیکہ ہٹانے اور واپس لانے کے درمیان سکون نہ ہو۔ اسی طرح پاؤں کا اُٹھانا اور پھر واپس رکھنا اُسی جگہ پر یا ہٹ کر ایک عمل ہے لیکن پاؤں کا ہٹا کر زمین پر رکھنا اور پھر واپس لانا دو اعمال شروع کیے جائیں گے۔ کودنا بھی عملِ کثیر میں داخل ہے۔ پورے بدن کو یا بدن کے بالائی بڑے حصہ کو حرکت دینا عملِ کثیر ہے اگرچہ دونوں پاؤں اپنی جگہ پر قایم ہوں۔ اُن ہی اعضا کا عمل موثر ہوگا جو بڑے ہوں کسی چھوٹے عضو سے عمل کیا جائے تو نماز نہ ٹوٹے گی۔ ہتھیلی کو ہلائے بغیر تسبیح کے پھیرنے یا گرہ کے باندھنے یا کھولنے میں صرف انگلیوں کو حرکت دینے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ ایسی خفیف حرکا ۔۔۔ سے نماز کے خشوع اور تعظیم میں خلل واقع نہیں ہوتا اس لیے اس کو عملِ قلیل تصور کیا گیا۔ عمل میں کثیر کی قید ہے جو کلام میں نہیں ہے۔ عمداً قلیل بات کر ۔ سے بھی نماز ٹوٹتی ہے۔ بخلاف اس کے قلیل عمل عمداً بھی کیا جائے تو نماز نہیں ٹوٹتی۔ قلیل عمل اس لیے معاف ہے کہ اس سے احتراز کرنا دشوار ہے۔ متوالی عمل سے مراد وہ عمل ہے جو عُرفِ عام میں ۔ ل سمجھا جائے اس طرح کہ دوسرا عمل پہلے عمل سے منقطع نہ ہو اور تیسرا عمل دوسرے عمل سے۔ اور اعتماد اسی پر ہے۔ بعض نے متوالی کی تعریف یہ کی ہے کہ دو عمل کے درمیان اتنا وقت گزرے جو نماز کی خفیف ترین رکعت ۔ کے ادا کر ۔ کے لیے کافی ہو سکے۔ بعض نے کہا ہے کہ دو عمل کے درمیان طمانینت نہ ہو۔ طمانینت اس مقدار میں سکون کرنے کو کہتے ہیں جس میں سُبحَانَ اللہ کہا جائے۔ متوالی کی قید کی وجہ سے غیر ۔ ل عمل شمار نہ ہوگا۔ غیر متوالی عمل خواہ کتنے ہی مرتبہ وقوع میں آئے کوئی اثر نہیں رکھتا۔ عملِ کثیر کی مثال تین قدم چلنا ہے تین قدم چلنے سے نماز ٹوٹتی ہے۔

عملِ قلیل سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ عملِ قلیل کی مثال یہ ہے کہ لباس کو برابر کرے۔ عملِ قلیل سے نماز اُسی صورت میں نہیں ٹوٹتی جبکہ وہ عمل نماز کی نوعیت ۔ سے نہ ہو۔ اگر کوئی عمل نماز کی نوعیت کا عمداً زیادہ کیا جائے تو نماز ٹوٹتی ہے جیسا کہ

تطویل[12] **رکنِ قصیر**۔ نماز کے چھوٹے اور مختصر ارکان میں طوالت دینے سے نماز ٹوٹتی ہے۔ نماز کے یہ ارکان قصیر اور مختصر کہلاتے ہیں اعتدال یعنی رکوع کے بعد قیام۔ دو سجدوں کا درمیانی جلوس۔ اعتدال میں جس ذکر کے پڑھنے کی ہدایت دی گئی ہے اس کے علاوہ اتنی دیر طوالت دینے سے نماز ٹوٹتی ہے جس میں سورۂ فاتحہ پڑھا جا سکے۔ سجدوں کے درمیان کے جلوس میں بھی مقررہ ذکر کے علاوہ اتنی دیر کرنے سے نماز ٹوٹتی ہے جس میں تشہدِ اول پڑھا جا سکے۔

تخلف[13]۔ بغیر کسی عذر کے ماموم کا امام کے اتنا پیچھے رہ جانا کہ امام دو ارکان آگے بڑھ جائے۔

تقدم[14]۔ بغیر کسی عذر کے ماموم کا امام کے اتنا آگے بڑھ جانا کہ امام دو ارکان پیچھے رہے۔

بلغم[15]۔ کا نگلنا ایسی صورت میں جبکہ بلغم حدِ ظاہر تک آگیا ہو اور اس کو تھوک دینا ممکن ہو۔ نووی کا قول ہے کہ حدِ ظاہر سے مراد حاء کا مخرج ہے اور رافعی کا قول ہے کہ خاء کا مخرج ہے۔

چھلانگ[16] مارنا اور کودنا۔

مکروہاتِ صلاۃ

مکروہاتِ صلاۃ یہ ہیں۔ التفات[1]، ارتفاعِ نظر[2]، بالوں[3] اور کپڑوں کو سمیٹنا[4]، منہ پر ہاتھ رکھنا[5]، ایک پاؤں پر کھڑے رہنا، حوائج کو روکنا، کھانے پینے کو ملتوی کرنا، آگے اور داہنی جانب تھوکنا[9]، کمر پر ہاتھ رکھنا، سر کو زیادہ جھکانا، رکوع میں اتمام وغیرہ میں نماز پڑھنا، قبر کی طرف استقبال، دھاٹہ باندھنا اور نقاب چھوڑنا، پیشانی سے گرد صاف کرنا، کنکریوں کو برابر کرنا، ترتیبِ قراءتِ سورہ الٹا دینا، طوالتِ جلسۂ استراحت، مقارنتِ امام کے ساتھ، جہر اور اسرار کی خلاف ورزی، نیند کے غلبہ میں[21] اور دوسرے شخص[22] کے استقبال کی حالت میں۔ شیخ ابو شجاع نے اپنے متن میں مکروہاتِ صلاۃ کے نام سے کوئی بیان نہیں لکھا ہے اور نہ ابن قاسم غزی کی شرح میں اور نہ بیجوری کے حاشیہ میں اس کا ذکر ہے۔ خطیب شربینی نے اپنی شرح میں اس کا اضافہ کیا ہے اور اس پر بجیرمی کا حاشیہ ہے۔ منہاج اور اس کی شرح میں مستقل طور پر اس کا ذکر ہے۔ ان ہی کتب سے یہ مسائل یہاں درج کیے گئے ہیں۔

التفات[1]۔ چہرے اور سر کو پھیر کر داہنی اور بائیں جانب بغیر ضرورت کے دیکھنا مکروہ ہے۔ ضرورت پر دیکھنا مکروہ نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نماز میں التفات کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا۔ ھُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ۔ شیطان بندہ کی نماز کے ثواب سے کچھ حصہ چھین لیتا ہے۔ حدیث۔ لَا يَزَالُ اللّٰهُ مُقْبِلًا عَلَى الْعَبْدِ فِي صَلَاتِهِ مَا لَمْ يَلْتَفِتْ فَإِذَا الْتَفَتَ أَعْرَضَ عَنْهُ۔ بندہ جب نماز میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف اس وقت تک متوجہ رہتا ہے جب تک کہ وہ منہ نہ موڑے اور جب منہ موڑا تو اس نے بھی منہ موڑ لیا۔ نماز میں التفات اسی صورت میں مکروہ ہے جبکہ دل لگی کے طور پر نہ ہو۔ اگر التفات دل لگی کے طور پر

۱۱: شرط

بعض وقت حرام اور بعض وقت جائز ہے۔ نفل نماز کو ایک رکعت کے بعد بھی ختم کر کے جماعت میں شرکت کی جا سکتی ہے۔

قبلہ[۸] سے انحراف سے مراد یہ ہے کہ قبلے کے رُخ سے سینہ ذرا بھی داہنی یا بائیں جانب مُڑ جائے تو نماز ٹوٹتی ہے اگر نا واقفیت کی بنا پر یا بھول کر غلط رُخ میں نماز پڑھی جا رہی ہو اور فوراً علم ہوتے ہی صحیح رُخ پر آ جائے تو نماز باطل نہیں ہوتی قبلہ سے انحراف دو صورتوں میں جائز ہے۔ سفر میں نفل نمازیں اور شدتِ خوف میں جیسا کہ نماز کی شرایط میں بیان کیا گیا ہے۔ ضرورت کے بغیر چہرے کو داہنی یا بائیں جانب موڑنا مکروہ ہے مگر ضرورت پر مکروہ نہیں ہے۔ استدبارِ قبلہ، قبلہ کی طرف پشت کرنے کو کہتے ہیں۔ ابو شجاع نے استدبارِ قبلہ کو مُبطلِ نماز ظاہر کیا ہے مگر استدبار کی قید نہیں ہے، سینے کا انحراف بھی کافی ہے۔

اَکل[۸] تھوڑا کھانے سے بھی نماز ٹوٹتی ہے۔ کھانے کا فعل عمل کثیر میں داخل ہے۔ نماز اور روزے میں یہ فرق ہے کہ نماز ترتیب وار افعال کا مجموعہ ہے اور فعل کثیر سے اس کی ترتیب میں خلل واقع ہوتا ہے بخلاف روزے کے جس میں صرف بعض چیزوں سے باز رہنا مقصود ہے۔

شُرب[۹] پینے کو کہتے ہیں اور شرب بھی اَکل کے مانند ہے۔ خطیب کا قول ہے کہ ہر وہ چیز جو روزے کو توڑتی ہے نماز کو بھی توڑتی ہے۔

قہقہہ[۱۰] آواز کے ساتھ ہنسنے کو کہتے ہیں۔ بیجوری کا قول ہے کہ یہاں قہقہہ سے ایسی ہنسی مراد ہے جس سے دو یا زیادہ حروف کی مقدار تصور کی جائے۔ ہنسی سے نماز صرف اُس صورت میں ٹوٹتی ہے جبکہ اس سے دو یا زیادہ حروف ظاہر ہوتے ہوں یا ایک حرف بامعنی۔ اس اصول کے لحاظ سے نماز کے ٹوٹنے کی اصل علت کلام قرار پاتی ہے اگر طبیعت کے غلبہ کی وجہ سے تھوڑی ہنسی آ جائے تو نماز نہیں ٹوٹتی لیکن بہت ہنسی باوجود غلبہ کے نماز کو توڑتی ہے۔ ہنسی کی قید سے مسکرانا خارج ہے۔ مسکرانے سے نماز نہیں ٹوٹتی اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ نماز میں مسکرائے اور دریافت پر فرمائے کہ میکائیل مجھ پر سے ہنستے ہوئے گزرے تو میں مسکرایا۔

رِدّت[۱۱] خدا پناہ میں رکھے ایسی بات کہنا یا ایسا کام کرنا یا ایسا مستقل ارادہ کرنا جس سے اسلام سے انحراف متصور ہو۔ رِدّت سے نماز ٹوٹتی ہے۔ آیت۔ (۲/۱۱) ۔ وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ۔ اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے منحرف ہو جائے اور مر جائے درآنحالیکہ وہ کافر ہے پس اس کے سارے اعمال غارت ہو جاتے ہیں۔ رِدّت کی مثالیں یہ ہیں، اللہ تین میں کا ایک ہے۔ رِدّتِ فعل، بُت کو سجدہ کرنا۔ عزم یعنی مستقل ارادہ کرنا کہ کل کافر ہو گا۔

دیگر مُبطلاتِ صلاۃ۔ ابو شجاع نے مُبطلاتِ صلاۃ کی تعداد گیارہ لکھی ہے مگر اس تعداد پر حصر نہیں ہے بعض امور اور بھی ہیں جن سے نماز ٹوٹتی ہے۔

ان امور کی وجہ سے فرض نماز کو توڑنا جائز نہیں ہے تاوقتیکہ ان کے روکنے میں ضرر کا خوف ہو۔

کھانے پینے کی چیزوں کی طرف شدید رغبت ہونے کی حالت میں کھائے پیے بغیر نماز پڑھنا مکروہ ہے بشرطیکہ وقت میں گنجایش ہو۔ ان چیزوں کے بقدرِ ضرورت کھانے اور پینے سے کراہت زایل ہوتی ہے۔

تھوکنا آگے اور داہنی جانب نماز میں مکروہ ہے۔ حدیث۔ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ۔ جب تم نماز میں ہو اور مناجات کرتے ہو پروردگار عزّ وجل سے تو اپنے آگے اور داہنی جانب نہ تھوکو لیکن بائیں جانب تھوکو۔ کراہت کا یہ حکم عام جگہ کی نسبت ہے ورنہ مسجد میں تھوکنا حرام ہے۔ حدیث۔ اَلْبُصَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا بَلْ يَبْصُقُ فِي طَرَفِ ثَوْبِهِ مِنْ جَانِبِهِ الْأَيْسَرِ۔ مسجد میں تھوکنا غلطی ہے اور اس کا کفارہ اس کو دفن کر دینا ہے۔ بلکہ اپنی بائیں جانب کے کپڑے پر تھوک لینا چاہیے۔ نماز کے باہر بھی اپنے آگے اور داہنی جانب اور قبلہ کے رُخ تھوکنا مکروہ ہے۔

کمر پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنا بغیر ضرورت کے مکروہ ہے اس لیے کہ یہ عمل کبر و غرور کی علامت ہے۔ ہر نماز کے باہر بھی یہ عمل مکروہ ہے۔

رکوع میں سر کو پیٹھ سے زیادہ جھکانا یا بلند کرنا مکروہ ہے خطابی نے سر کے جھکانے میں مبالغہ کرنے میں کراہت ظاہر کی تھی مگر مجیری نے بغیر مبالغہ کے محض سر کو پیٹھ سے زیادہ پست کرنے کو مکروہ قرار دیا۔

مقاماتِ[11] **مکروہ**۔ نماز پڑھنا مکروہ ہے بازاروں میں راستوں میں آبادی یا صحرا میں مسجد سے باہر کھلی جگہ میں حمام میں کوڑے کرکٹ کی جگہ پر کمیلے میں دوسروں کی عبادت گاہوں میں اونٹوں کے جمع ہونے کی جگہ پر مقبروں میں۔ حدیث۔ لَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ۔ مت بناؤ قبروں کو سجدیں۔ انبیا علیہم السلام کے مقبرے اس سے مستثنیٰ ہیں اس لیے وہ زندہ ہیں کعبۃ اللہ کی چھت کے اوپر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

استقبال[12] قبر کی طرف مکروہ ہے۔ قبر کو قبلہ کی رُخ میں رکھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے شیخ عمیرہ نے شرح منہاج میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مزارِ مبارک کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا حرام ہے۔

ڈھاٹا[13] باندھ کر نماز پڑھنا مرد کے لیے اور نقاب ڈال کر نماز پڑھنا عورت کے لیے مکروہ ہے (۱۳ تا ۲۱۔ بافضل)۔

گرد[14] پیشانی سے صاف کرنا نماز کے ختم کرنے سے قبل مکروہ ہے۔

کنکریوں[15] کو سجدہ گاہ کی برابر کرنا نماز میں سجدہ کے وقت مکروہ ہے۔

قرأت[16] سورہ کا ترک کرنا پہلی اور دوسری رکعت میں مکروہ ہے۔

ٹیکا[17] دینا نماز میں اس طرح کہ ٹیکے کی چیز کے گرنے سے گر جائے مکروہ ہے۔

جلسہ[18] استراحت میں اقلِ جلوس بین السجدتین سے زیادہ طوالت دینا تشہدِ اول میں طوالت دینا آل پر درود پڑھتے ہوئے یا دعا کرتے ہوئے اور تشہدِ آخر میں دعا کا ترک کرنا مکروہ ہے۔

ہو تو حرام ہے اور نماز کو باطل کرتا ہے بکراہت چہرے کے التفات میں ہے سینہ کو قبلہ کی طرف سے موڑنا حرام ہے اور اس سے نماز ٹوٹتی ہے۔[1] التفات کسی ضرورت پر ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ سامان کی حفاظت کے خاطر، نماز پڑھتے وقت منہ موڑ کر دیکھنا مکروہ نہیں ہے۔ ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور منہ پھیر کر اس پہاڑی راستے کی طرف دیکھ رہے تھے جس کی حفاظت کے لیے آپ نے ایک سوار کو روانہ کیا تھا (محلی)۔[1]

ارتفاع نظر۔ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا مکروہ ہے۔ حدیث۔ مَا بَالُ اَقْوَامٍ یَرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَی السَّمَاءِ فِیْ صَلَاتِهِمْ لَیَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ اَوْ لَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ۔ یہ کیسا کام ہے اُن لوگوں کا جو نماز میں اپنی نظر آسمان کی طرف اُٹھاتے ہیں۔ وضو کے بعد دعا پڑھتے وقت، نظر کا آسمان کی طرف اٹھانا مسنون ہے۔ نماز اور وضو ان دونوں کے سوائے دعا کے دوسرے مواقع پر آسمان کی طرف نظر کو اُٹھانا جائز ہے مگر بعض نے اس کو بھی مکروہ قرار دیا ہے۔

سمیٹنا اور ہٹانا بالوں کو یا کپڑوں کو نماز میں مکروہ ہے۔ بالوں کو ہاتھ سے ہٹانا یا عمامہ میں ٹھونسنا مکروہ ہے۔ حدیث۔ اُمِرْتُ اَنْ لَّا اَكُفَّ الشَّعْرَ وَالثِّیَابَ۔ مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ بالوں یا کپڑوں کو نہ سمیٹوں۔ یہ حکم سجدہ والی نماز میں ہے، ورنہ نمازِ جنازہ، طواف اور اعتکاف میں بالوں اور کپڑوں کا سمیٹنا جائز ہے۔ بالوں کے سمیٹنے میں کراہت مرد کے لیے ہے ورنہ عورت کے لیے مکروہ نہیں ہے۔ آستین چڑھا کر اور لباس کو لپیٹ کر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ بغیر کسی ضرورت کے کمر باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ ضرورت پر کمر باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ پاجامہ میں ازاربند یا لنگ پر کمربند کا باندھنا اس حکم میں داخل نہیں ہے بلکہ لباس کے قایم رکھنے کے لیے اس کی ضرورت ہے اور واجب ہے۔ عمامہ کی دُم کو عمامہ میں اٹکانا مکروہ ہے۔ یہ کراہت بیرونِ نماز بھی ہے۔ حدیث۔ اِنَّ اللّٰهَ یَكْرَهُ الْعِمَامَةَ الصَّمَّاءَ بے شک اللہ تعالیٰ نفرت کرتا ہے بے دُم کے عمامے سے۔ عمامہ کی دُم کو کھلی چھوڑنا مسنون ہے۔

ہاتھ بغیر ضرورت کے، نماز میں، منہ پر رکھنا مکروہ ہے، ضرورت پر مکروہ نہیں۔ جمائی آنے پر بائیں ہاتھ کو منہ پر رکھنا مسنون ہے۔ حدیث۔ اِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فَلْیُمْسِكْ بِیَدِهٖ عَلٰی فِیْهِ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَدْخُلُ۔ تم جمائی لو تو منہ پر ہاتھ رکھو ورنہ شیطان داخل ہوتا ہے۔

ایک پاؤں پر بغیر کسی عذر کے کھڑے رہنا، نماز میں مکروہ ہے اس لیے کہ یہ خشوع اور آدابِ نماز کے خلاف ہے۔ درد وغیرہ کی وجہ سے ایک پاؤں پر کھڑا رہنا مکروہ نہیں ہے۔

حوائج یعنی پاخانہ پیشاب یا ریح کو روک کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اس لیے کہ یہ امور توجہ کو ہٹاتے ہیں اور خشوع میں خلل ڈالتے ہیں۔ اگر وقت میں گنجائش ہو تو ان امور سے فارغ ہو کر نماز پڑھنا چاہیے اگرچہ جماعت فوت ہو جائے۔

دھاری اپنے سامنے طول میں کھینچ کر نماز پڑھنا مسنون ہے جبکہ دیوار، عصا یا جانماز نہ ہو۔ لکیر لمبی کھینچنا اَولیٰ ہے گر چوڑی لکیر کھینچنے سے بھی سنّت حاصل ہوتی ہے۔ نماز پڑھنے والے کی جانب سے قبلہ کی جانب طول میں لکیر کھینچی جائے۔

مقدارِ ساتر مقدار میں صرف لمبائی کی شرط ہے چوڑائی کی شرط نہیں ہے۔ دیوار یا ستون کی بلندی دو تہائی ہاتھ کے برابر ہو یا اس سے زیادہ ہونا چاہیے۔ دو تہائی ہاتھ سولہ[16] انگل کے مساوی ہے اور مروّجہ پیمانہ کے لحاظ سے بارہ[12] انچ یا ایک فٹ کے مساوی ہے۔ عصا، تیر یا کوئی اور چیز یا سامان جو سامنے جمایا جائے اس کی بلندی بھی کم سے کم ایک فٹ ہونا چاہیے۔ یہ بھی شرط ہے کہ ساترِ مُصَلّی سے زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ یعنی ساڑھے چار فٹ فصل پر ہو۔ ساڑھے چار فٹ سے کم فصل پر ہو تو مضایقہ نہیں گر ساڑھے چار فٹ سے زیادہ فاصلہ پر ہو تو وہ ساتر معتبر نہ ہوگا۔ اس فصل کی ضرورت سجدہ کر لینے کے لیے ہے اور یہی فصل دو صفوں کے درمیان چاہیے۔

مزاحمت حسبِ صراحتِ بالا چاروں ساتر کے سہارے سے جو شخص نماز پڑھ رہا ہو اس کے لیے مسنون ہے کہ ساتر اور اپنے درمیان سے کوئی شخص گزرنا چاہے تو اس کو روکے۔ حدیث۔ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ اِلٰی شَیْئٍ یَسْتُرُہٗ مِنَ النَّاسِ فَاَرَادَ اَنْ یَّجْتَازَ بَیْنَ یَدَیْہِ فَلْیَدْفَعْہُ۔ جب تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کو لوگوں سے ساتر بنا کر نماز پڑھے اور کوئی سامنے سے گزرنا چاہے تو اس کو روکے۔ روکنے کے لیے شرط ہے کہ روکنے میں متوالی اور مسلسل تین افعال وقوع میں نہ آئیں۔ تین متوالی افعال کے وقوع میں آنے سے نماز ٹوٹتی ہے۔ روکنے کے لیے نماز پڑھنے والے کے لیے جو اجازت ہے وہی دوسرے شخص کو بھی حاصل ہے۔

مُرُور ساتر اور مُصَلّی کے درمیان سے عمداً گزرنا گناہ اور واقف کار کے لیے حرام ہے۔ حدیث۔ لَوْ یَعْلَمُ الْمَارُّ بَیْنَ یَدَیِ الْمُصَلِّیْ مَاذَا عَلَیْہِ مِنَ الْاِثْمِ لَکَانَ اَنْ یَّقِفَ اَرْبَعِیْنَ خَرِیْفًا خَیْرًا لَّہٗ مِنْ اَنْ یَّمُرَّ بَیْنَ یَدَیْہِ۔ نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گزرنے میں کتنا گناہ ہے معلوم ہو تو آدمی چالیس برس تک توقف کرنا بہتر سمجھتا بہ نسبت اس کے کہ سامنے سے گزرے۔ مُصَلّی اور ساتر کے درمیان سے گزرنا حرام ہے اور گناہِ کبیرہ میں داخل ہے اگرچہ کوئی دوسرا راستہ نہ ہو۔ اگر ساتر میں کوئی نقص ہو تو سامنے سے گزرنا حرام نہیں ہے لیکن نہ گزرنا اَولیٰ ہے۔ اگر کوئی شخص بغیر ساتر کے نماز پڑھ رہا ہو یا ساتر تین ہاتھ سے زیادہ دور ہو اور ساتر کی شرعی صفات اس میں نہ ہوں تو گزرنے سے روکنے کا حق نہیں ہے۔ اگر اگلی صف میں اپنے آگے جگہ چھوڑ کر نماز پڑھے تو اس خالی جگہ پر سے گزرنا حرام نہیں ہے۔ گزرنے کے لیے پورے بدن سے گزرنا ضروری نہیں ہے، بدن کا کوئی حصہ، ہاتھ وغیرہ سامنے آجائے تو کافی ہے۔ سامنے بیٹھنا، پاؤں پھیلانا یا لیٹ جانا بھی گزرنے میں داخل ہے۔

استثنا کسی شخص کو ہلاکت سے بچانے کے لیے گزرنا جائز ہے بلکہ واجب ہے۔ نماز و معرفات کا وقت گزر رہا ہو اور بغیر گزرے کے چارہ نہ ہو تو بھی گزر سکتا ہے۔

متفرق۔ نماز میں ساتر کو داہنی جانب یا بائیں جانب رکھے ٹھیک چہرے کے مقابل نہ رکھے۔ حدیث میں آمام

مُقارنت[19] امام کے ساتھ نماز کے افعال اور اقوال میں کروہ ہے۔

خلافِ ورزی[20] کرنا جہر یا اسرار میں یا امام کے پیچھے جہر سے پڑھنا مکروہ ہے۔

نیند[21] کے غلبہ کے وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے بشرطیکہ وقت میں گنجایش ہو اور اندرونِ وقت بیدار ہونے کی نسبت یقین ہو ورنہ نماز کو ملتوی کرکے سونا حرام ہے۔

مُستقبل[22] مرد یا عورت کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھنا مکروہ ہے مستقبل وہ شخص ہے جس کا رُخ اپنی طرف ہو۔ (شیخ عمیرہ حاشیہ محلی)۔

سُترۃُ المصلّی

سُترۃُ المُصلّی۔ سُترۃ ڈھانپنے اور مُصلّی نماز پڑھنے والے کو کہتے ہیں اور شرع میں اُس چیز کو کہتے ہیں جس کو آگے رکھ کر یا جس کی آڑ میں نماز پڑھی جائے۔

نماز دیوار کی طرف یا تیر کو گاڑھ کر یا جا نماز کو بچھا کر یا لکیر کھینچ کر پڑھنا اور اس کے درمیان سے گزرنے والے کو روکنا مسنون ہے مُصلّی کے سامنے سے گزرنا حرام ہے۔ یہ بیان عبداللہ بافضل کے مختصر اور منہاج اور خطیب شربینی کی شرح سے اخذ کیا گیا ہے۔ ابو شجاع کے متن میں اس کا ذکر نہیں ہے شیخین نے روایت کی ہے کہ کسی چیز کی آڑ سے نماز پڑھنا مسنون ہے۔ حاکم کی روایت کردہ حدیث یہ ہے۔ اِسْتَتِرُوْا فِی صَلَاتِکُمْ وَلَوْ بِسَهْمٍ آڑ پکڑو نماز میں اگرچہ ایک تیر سے یہ حکم فرض، نفل اور نمازِ جنازہ کے لیے عام ہے۔ سجدۂ تلاوت اور شکر کے لیے بھی اس پر عمل کرنا مسنون ہے کسی چیز کی آڑ سے نماز پڑھنے کو استتار اور اُس چیز کو جس کی آڑ سے نماز پڑھی جاتی ہے ساتر کہتے ہیں۔

مدارجِ ساتر۔ ساتر کے چار درجے ہیں اور ان میں ترتیب بھی مسنون ہے۔ حدیث۔ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلْیَجْعَلْ اَمَامَ وَجْهِهٖ شَیْئًا فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ فَلْیَنْصِبْ عَصًا فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ مَعَهٗ عَصًا فَلْیَخُطَّ خَطًّا ثُمَّ لَا یَضُرُّهٗ مَا مَرَّ اَمَامَهٗ۔ تم نماز پڑھو تو سامنا کرو کسی چیز کا۔ اگر کوئی چیز نہ ہو تو گاڑھو اپنی چھڑی کو اور اگر چھڑی ساتھ نہ ہو تو ایک لکیر کھینچو اور پھر کوئی سامنے سے گزرے تو مضایقہ نہیں اس حدیث میں ساتر کے صرف تین مدارج بیان کیے گئے ہیں مگر فقہا نے خط یعنی لکیر پر قیاس کرتے ہوئے مُصلّی اور سجادہ کو بھی شامل کیا ہے اور اس کو ترتیب میں خط پر ترجیح دی ہے۔ دیوار[1] یا کھم کو سامنے کرکے نماز پڑھنا مسنون ہے۔ یہ مستقل ساتر ہیں۔ ان کی موجودگی میں دوسرے کسی ساتر کے پیچھے نماز پڑھی جائے تو سنت حاصل نہ ہوگی۔ عصا[2] وغیرہ کو زمین میں اپنے آگے گاڑھ کر یا کسی چیز کو سامنے رکھ کر یا سامان کو سامنے جما کر نماز پڑھنا مسنون ہے بشرطیکہ دیوار یا کھم کے سہارے سے نماز پڑھنے میں سہولت نہ ہو۔ مُصلّی[3] کو بچھا کر نماز پڑھنا بھی مسنون ہے جبکہ دیوار یا عصا نہ ہو مُصلّی، سجادہ اور جانماز کو کہتے ہیں خط[4] یعنی لکیر یا

تشہدات - صبح میں ایک تشہد اور بقیہ چار نمازوں میں دو دو تشہد تو جملہ نو تشہد ہوئے۔ ان میں سے نمازکے آخر کے پانچ تشہد واجب ہیں اور چار تشہد جو چار نمازوں کے درمیان پڑھے جاتے ہیں مسنون ہیں۔ صبح کی نماز میں صرف آخری تشہد ہے، تشہدِ اول نہیں ہے۔

سلامین - ہر فرض نماز میں دو سلام ہیں اس لیے پانچ نمازوں کے دس سلام ہوئے۔ ان میں سے پہلے پانچ سلام واجب ہیں اور دوسرے پانچ سلام مسنون۔

تسبیحات - تسبیحوں کی تعداد ایک سو پینتیس ادنی کمال ہے۔ یعنی یہ تعداد کمتل اور کم سے کم ہے۔ ہر ایک رکعت میں نو تسبیحیں، تین رکوع میں، تین پہلے سجدہ میں اور تین دوسرے سجدہ میں۔ رکعتوں کی تعداد سترہ کو نو میں ضرب دیا جائے تو ایک سو پینتیس تسبیحیں ہوئیں۔ صبح میں اٹھارہ، مغرب میں ستائیس اور ظہر، عصر اور عشاء ہر ایک میں چھتیس تسبیح میں کمال کی اعلیٰ تعداد گیارہ ہے اور ہر ایک رکعت میں تینتیس تسبیحیں اور سترہ رکعتوں کی جملہ تسبیحیں پانسو اکسٹھ ہونگی۔

نماز میں جملہ ارکان دو سو تنتالیس ہیں۔ صبح میں اکتیس، مغرب میں تینتالیس اور ظہر، عصر اور عشاء ہر ایک میں پچپن۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ ہر ایک رکعت کے عام ارکان بارہ ہیں۔ قیام۔ قرأت فاتحہ۔ رکوع۔ رکوع میں طمانیت۔ اعتدال۔ اعتدال میں طمانیت۔ پہلا سجدہ۔ پہلے سجدہ میں طمانیت۔ جلوس دو سجدوں کے درمیان اور اس جلوس میں طمانیت۔ دوسرا سجدہ اور دوسرے سجدہ میں طمانیت۔ یہ ارکان عام ہیں ہر ایک رکعت میں ہونگے۔ ان پر سات ایسے ارکان کا اضافہ ہوتا ہے جو ہر ایک رکعت کے لیے لازم نہیں ہیں۔ نیت اور تکبیرِ احرام جو ہر نماز کے آغاز میں ہوتے ہیں۔ جلوسِ آخر اور جلوسِ آخر میں تشہد۔ درود نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ پہلا سلام اور ارکان میں ترتیب۔ اس حساب سے صبح کی دو رکعتوں میں عام ارکان چوبیس اور دوسرے ارکان سات جملہ اکتیس۔ مغرب کی تین رکعتوں میں عام ارکان چھتیس اور دوسرے ارکان سات جملہ تینتالیس اور ظہر، عصر اور عشاء ہر ایک میں عام ارکان اڑتالیس اور دوسرے ارکان سات جملہ پچپن اور ان سب کی میزان دو سو اُنتالیس ہوئی۔ یہ اعداد خطیب، بیجوری اور بجیرمی سے درج کیے گئے ہیں۔

ابو شجاع نے ارکان کی تعداد ایک سو چھبیس تحریر کی ہے۔ ترتیب کو اس لیے شمار نہیں کیا کہ اس پر عمل کرنے میں احساس نہیں ہوتا اور پھر چار رکعت والی تین نمازیں ظہر، عصر اور عشاء میں سے صرف ایک نماز کے اعداد شمار کیے۔ ۱۲۶ ارکان کا حساب یوں ملتا ہے۔ صبح میں تیس، مغرب میں بیالیس اور ظہر، عصر اور عشاء ہر ایک میں چوّن۔

وَجْهِهِ کے الفاظ سے مراد آنگا اور سامنے کے ہیں نہ کہ چہرے کے مقابل تک۔ چونکہ آدمی میں ساتر ہونے کی صلاحیت نہیں ہے اس لیے بعض صف دوسری صف کے لیے ساتر نہیں ہے۔ اسی سے صفوں کے درمیان گزرنے کے جواز کا مسئلہ لیا گیا ہے۔

رکعتِ صلاۃ

رکعاتِ صلاۃ فرض سترہ ہیں۔ صبح میں دو، ظہر میں چار (جمعہ میں دو)، عصر میں چار، مغرب میں تین اور عشاء میں چار پنج وقتہ فرض نمازوں کی جملہ رکعتیں سترہ ۱۷ ہیں۔ امام رازی نے بیان کیا ہے کہ دن اور رات میں تقریباً سات گھنٹے نیند کے اور سترہ گھنٹے ۱۷ بیداری کے ہیں اور ان بیداری کی ساعتوں کی گناہوں کے کفارہ کے لیے سترہ رکعتیں فرض کی گئیں۔ فرض نماز سے مراد وہ نماز ہے جو اصلیت میں فرض ہے ورنہ نذر کرنے کے بعد منذورہ نماز بھی فرض ہو جاتی ہے اور اس کی تعداد معین نہیں ہے۔ رکعتوں کی یہ تعداد ایک دن اور ایک رات کی نمازوں کی ہے۔ دن اور رات کا وقت حقیقی ہوتا ہے اور تقدیری بھی۔ **وقت تقدیری** اُس وقت کو کہتے ہیں جس کا قیاس کیا جائے جیسا کہ ایامِ دَجّال ملعون کے تین دن اور وہ رات جبکہ مغرب سے سورج طلوع ہوگا۔ ان دونوں موقعوں پر حقیقی دن اور رات کے موافق تقدیری دن اور رات کا قیاس کیا جائے گا۔ جن ممالک میں دن اور رات غیر معمولی طور پر لمبے یا چھوٹے ہوتے ہیں ان کے اوقات بھی تقدیری ہونگے۔ رکعتوں کی یہ تعداد اقامت یعنی غیر سفر کی حالت میں ہے ورنہ سفر میں قصر کیا جائے تو جملہ رکعتیں گھٹ کر گیارہ رہ جاتی ہیں۔ صبح، عصر، ظہر اور عشاء ہر ایک کی دو رکعت اور مغرب کی تین رکعت۔ جمعہ کی دو رکعت فرض ہیں اس لیے جمعہ کے ساتھ ظہر نہ پڑھی جائے تو جمعہ کے روز جملہ تعداد پندرہ رکعت ہوگی۔ اگر جمعہ کے ساتھ ظہر پڑھی جائے تو جملہ رکعتوں کی تعداد اُنیس ۱۹ ہوگی۔

اِن میں چونتیس ۳۴ سجدے، چورانوے ۹۴ تکبیریں، نو ۹ تشہد، دس ۱۰ سلام اور ایک سو تریپن ۱۵۳ تسبیحیں ہیں تفصیل یہ ہے۔

سجدات۔ ہر ایک رکعت میں دو سجدے کے حساب سے سترہ رکعتوں میں چونتیس سجدے ہوئے۔ صبح میں چار، ظہر، عصر اور عشاء ہر ایک میں آٹھ اور مغرب میں چھ۔

تکبیرات۔ ہر رکعت میں پانچ تکبیریں ہیں۔ رکوع میں جاتے ہوئے۔ پہلے سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے سجدہ سے اُٹھتے ہوئے دوسرے سجدہ میں جاتے ہوئے اور دوسرے سجدہ سے اُٹھتے ہوئے۔ ان پانچ تکبیروں کو سترہ رکعتوں میں ضرب دیا جائے تو پچاسی ۸۵ ہوئے۔ ان میں پانچ نمازوں کی پانچ تکبیرِ احرام اور چار تکبیریں جو ظہر، عصر، مغرب اور عشاء میں تشہدِ اوّل کے بعد قیام کرتے ہی جاتی ہیں شامل کیا جائے تو چورانوے ۹۴ ہوئے۔ صبح میں گیارہ ۱۱، مغرب میں سترہ ۱۷ اور ظہر، عصر و عشاء ہر ایک میں بائیس ۲۲۔ ان چورانوے تکبیروں کی مزید تفصیل یہ ہے کہ احرام کی پانچ تکبیریں واجب ہیں اور بقیہ ہیئات ہیں۔

ان کو بھی دل میں جاری کرے۔ دل میں ارکان کو جاری کرنے سے مراد یہ ہے کہ دل میں ان ارکان کا خیال کرے۔ نماز کی سنتوں کو بھی اسی طرح دل میں جاری کرے۔ بہر حال جب تک **عقل** ثابت ہے نماز کو ترک نہ کرے عقل شرعی تکلیف کی حد ہے اور جب تک عقل ہے نماز ساقط نہیں ہوتی۔ (عقل کے لیے صفحہ ۴، اور تکلیف کے لیے صفحہ ۴۴ ملاحظہ کیجیے)۔ عذر کی وجہ سے جو نماز اس طرح پڑھی جائے اس کی قضا نہیں ہے اور نہ اس کے ثواب میں کمی ہے۔

فائدہ شیخ عز الدین بن عبد السلام سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص شبہا ... سے محفوظ رہنے کے لیے ایسا پرہیز کرے کہ رمق جان کے بچانے کے لیے ساگ پات وغیرہ کھا کر جیے اور اس کے باعث اتنا کمزور ہو جائے کہ فرایض میں قیام نہ کر سکے اور نمازِ جمعہ یا نمازِ جماعت میں شرکت نہ کر سکے تو آپ نے فرمایا۔ لَا خَيْرَ فِي وَرَعٍ يُؤَدِّي إِلَى تَرْكِ فَرَائِضِ اللّٰهِ تَعَالَى۔ ایسی پرہیزگاری میں کوئی خوبی نہیں ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فرض کیے ہوئے امور ترک ہو جائیں۔

متروکاتِ صلاۃ

متروکاتِ صلاۃ تین[۳] ہیں۔ فرض[۱]، ... [۲] اور ہیئت[۳]۔ متروکاتِ صلاۃ سے مراد وہ امور ہیں جو نماز میں ترک ہو جائیں۔ ترک ہونے میں عمداً اور سہواً دونوں داخل ہیں۔ امور سے مراد وہی ہیں جو نماز کے جزو ہیں اور نماز کی ہیئت میں داخل ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ کہ نماز کی شرائط خارج ہو جاتی ہیں اس لیے کہ شرائط نماز کا جزو نہیں ہیں۔ نمازِ جنازہ اس میں داخل نہیں ہے۔ نماز کی تکمیل کے لیے جو امور انجام پاتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں ارکان اور سنن ارکان وہ ہیں جو فرض ہیں سنن پھر دو قسم کی ہیں ایک وہ جن کے ترک ہونے پر سجودِ سہو سے تدارک کیا جائے گا۔ اس کو **بعض** کہتے ہیں دوسرے وہ جن کے ترک ہونے پر سجودِ سہو نہیں ہے اس کو **ہیئت** کہتے ہیں۔ قولی اور فعلی دونوں قسم کے امور متروکاتِ صلاۃ میں داخل ہیں اور فرض اور نفل دونوں نمازوں میں حکم یکساں ہے جس کام کے لیے نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے کرنے کا وہی اثر ہے جو حکم دیے ہوئے کام کے نہ کرنے کا ہے۔ ایک رکوع یا سجدہ کا زیادہ کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ مقررہ رکوع یا سجدہ کا ترک کرنا ہے۔

فرض کی تکمیل سجودِ سہو سے نہیں ہو سکتی بلکہ جب یاد آئے اور زمانہ قریب ہو اس کو ادا کرے اور سجودِ سہو کرے۔ فرض سے مراد رکن ہے اور رکن اس فرض کو کہتے ہیں جو نماز کی ماہیت میں داخل ہے اور نماز کا جزو ہے اس قید سے نماز کی شرائط خارج ہو جاتی ہیں جو فرض ہیں مگر نماز کی جزو نہیں ہیں۔ یہاں سہواً ترک مراد ہے ورنہ کوئی رکن عمداً ترک کیا ہو تو اس کا تدارک نہیں ہو سکتا اور نماز باطل ہوتی ہے یاد آنے سے مراد یہ ہے کہ ترک ہونے کا علم ہو تک

صلاۃِ مریض

نمازِ فرض میں قیام سے عاجز ہو تو بیٹھ کر اور بیٹھنے سے عاجز ہو تو کروٹ لیٹ کر پڑھے۔ عمران بن حصین رض بواسیر میں مبتلا تھے۔ ان کے سوال پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صَلِّ قَائِماً فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِداً فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ۔ نماز پڑھو کھڑے رہ کر، اگر نہ ہو سکے تو بیٹھ کر اور اگر نہ ہو سکے تو کروٹ۔ نسائی نے اس پر اضافہ کیا ہے۔ فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَمُسْتَلْقِياً لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً إِلَّا وُسْعَهَا۔ اگر نہ ہو سکے تو چت لیٹ کر۔ اللہ تعالیٰ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر اس کی طاقت کے موافق۔ فرض میں پنج وقتہ فرض نماز وں کے علاوہ فرضِ کفا اور منذور نمازیں بھی داخل ہیں۔ یہی حکم فائتہ یعنی فوت شدہ نماز کی قضا کی نسبت ہے۔ نفل اس سے خارج ہے اس لیے کہ نفل میں قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر اور بیٹھنے پر قدرت کے باوجود کروٹ لیٹ کر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن باوجود قدرت چت لیٹ کر نماز پڑھنا نفل میں بھی جائز نہیں ہے۔ قیام نماز کے اور ارکان کی طرح ہے۔ دوسرے ارکان کو چھوڑ کر صرف قیام کی نسبت حکم لگانے کی وجہ یہ ہے کہ قیام کی نسبت اکثر ایسا عذر پیدا ہوتا ہے۔ عجز یا عذر سے مراد یہ ہے کہ کھڑے رہ کر نماز پڑھنے میں ایسی تکلیف محسوس کی جائے کہ جس سے خشوع میں خلل واقع ہو۔ رافعی نے تکلیف کی شدت کی قید عاید کر کے کہا ہے کہ عجز سے مراد صرف عدم امکان نہیں ہے بلکہ ایسی تکلیف مراد ہے جو زیادتی مرض یا شدید تکلیف میں طوالت کی باعث ہو۔ بیٹھنے میں یہ اختیار حاصل ہے کہ جس ہیئت میں چاہے بیٹھے۔ بیٹھنے کی ساری [illegible] میں اس میں داخل ہیں لیکن افتراش کی ہیئت میں بیٹھنا افضل ہے سوائے آخری [illegible] کہ جس میں تورک افضل ہے۔ افتراش تربع سے افضل ہے۔ اقعاء کی [illegible] نماز میں مکروہ ہے۔ ان نشستوں کی صراحت صفحہ ۱۴۴ پر درج ہے۔ بیٹھنے سے عاجز ہو تو کروٹ لیٹ کر نماز پڑھے۔ یہاں بھی عجز سے مراد یہ ہے کہ بیٹھنے میں تکلیف محسوس کی جائے۔ داہنی کروٹ پر لیٹ کر نماز پڑھنا افضل ہے کروٹ لیٹ کر نماز پڑھنے میں چہرے اور بدن کے بالائی حصہ کو قبلہ کے رُخ میں رکھنا واجب ہے۔ اسی [illegible] میں میت کو قبر میں داہنی کروٹ پر لٹایا جاتا ہے۔ اگر تکلیف نہ ہو تو رکوع اور سجود کو بیٹھنے کے بعد ادا کرنا واجب ہے۔ کروٹ لیٹ کر نماز پڑھنے سے عاجز ہو تو پیٹھ پر چت لیٹ کر نماز اس طرح پڑھے کہ پاؤں کے تلوے قبلہ کی طرف ہوں۔ اگر اس سے بھی عاجز ہو تو صرف رکوع اور سجود کے لیے سر سے اشارہ کرے۔ سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارہ سے زیادہ [illegible] ہونا چاہیے۔ اگر سر سے اشارہ نہ کر سکے تو آنکھوں اور پلکوں سے اشارہ کرے اور دل سے نیت کرے جبکہ زبان سے نیت کے الفاظ نہ بول سکے اس لیے کہ قدرت کی صورت میں نیت کے الفاظ کا بولنا مسنون ہے۔ واجب ہے کہ سر کے نیچے کوئی چیز رکھ کر قبلہ کی طرف منہ کرے اگر یہ نہ ہو سکے تو تلوؤں کو قبلہ کے رخ کرنا واجب ہے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو قولی ارکان زبان سے بولے اور فعلی ارکان دل ہی جاری کرے اور اگر قولی ارکان بھی زبان سے نہ بول سکے تو

سے پہلے یا نماز ہی سے پہلے کسی شرط کی نسبت شک پیدا ہوا تو نماز میں خلل واقع ہوگا۔ نماز شروع کرنے سے پہلے طہارت کی بابت شک ہوا تو نماز شروع ہی نہیں کرنا چاہیے لیکن شک سے پیشتر طہارت کا علم ہو تو نماز شروع کرنا جائز ہے جیسا کہ امام غزالیؒ کی رائے ہے۔

سنت ترک ہو جائے اور فرض میں مصروف ہو جائے تو عود نہ کرے لیکن سجودِ سہو کرے۔ سنت کی دو قسمیں ہیں اَبعاض اور ہیئات۔ **اَبعاض** اُن سنتوں کو کہتے ہیں جن کے ترک ہونے پر سجودِ سہو کے لیے حکم دیا گیا ہے۔ **ہیئات** اُن سنتوں کو کہتے ہیں جن کے ترک ہونے پر سجودِ سہو کے لیے حکم نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں سنت سے مراد سنتِ بعض ہے۔ اَبعاض چھ ہیں۔ تشہدِ اول[1] اور اس کے لیے قعود[2]۔ قنوت[3] اور اس کے لیے قیام[4]۔ درودِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تشہدِ اول میں[5]۔ درودِ آلِ نبی پر تشہدِ آخر میں[6]۔ اختصار کے لیے یہاں چھ اَبعاض شمار کیے گئے ہیں ورنہ اَبعاض کے بیان میں معلوم ہو چکا ہے کہ ان کی تعداد بیس بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ قنوت اور تشہدِ اول ان اقسام کے اصول ہیں اور بقیہ ان کی فروعات ہیں۔ ترک ہونے میں عمداً اور سہواً دونوں داخل ہیں۔ فرض کی ادائی میں مصروف ہو جانے کے بعد متروک شدہ سنت کی ادائی کے لیے عود کرنا جائز نہیں ہے بلکہ سنت کے لیے فرض کو چھوڑنا حرام ہے لیکن اس کے تدارک کے لیے سجودِ سہو کرے۔ فرض دو قسم کے ہیں فعلی اور قولی اور بجیرمی نے بیان کیا ہے کہ یہاں فرض سے مراد فرضِ فعلی ہے فرضِ فعلی میں مصروفیت شروع ہو جانے کے بعد سنت کی طرف عود نہیں کیا جا سکتا بخلاف اس کے فرضِ قولی کی مصروفیت منقطع ہو سکتی ہے۔ سورۂ فاتحہ آغاز کرنے کے بعد دعائے استفتاح یا تعوّذ کے لیے سورۂ فاتحہ منقطع ہو سکتا ہے۔ کسی چیز کو اُس کے محل پر ترک کرنے کے بعد بے محل اس پر عمل کرنے کو عَود کرنا کہتے ہیں۔ اگر فرضِ قولی بے محل پڑھا جائے جیسا کہ سورۂ فاتحہ کو رکوع میں پڑھے تو سجودِ سہو کرے۔ ہیئت ہو تو سجودِ سہو نہ کرے سنت کے ترک ہونے کے بعد اگر فرض کی مصروفیت سے پہلے یاد آجائے تو عود کرے۔ مُصلّی کی دو حالتیں ہیں۔ ایک وہ جو مستقل اور آزاد ہے جیسا کہ امام یا منفرد۔ دوسرا وہ جو مستقل اور آزاد نہیں ہے جیسا کہ ماموم۔ پہلے ہم امام اور منفرد کی نسبت تشہدِ اول اور قنوت کی تفصیلی صورتیں ذیل میں بیان کرتے ہیں۔

امام اور منفرد سے تشہدِ اول ترک ہو جائے اور اعتدال میں سیدھا کھڑا ہونے کے بعد یاد آئے تو تشہد کی طرف عود نہ کرے۔ رملی اور خطیب نے دو صورتیں بیان کی ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ قیام اور اقلِ رکوع دونوں میں سے قیام سے قریب تر حالت کو پہنچ گیا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ قیام اور اقلِ رکوع دونوں کے درمیان مساوی حالت میں ہو۔ اس حالت کو پہنچنے سے قبل یاد آجائے تو عود کرے۔ مگر سجودِ سہو اس صورت میں ادا کرے جبکہ قیام اور قعود دونوں میں سے قیام کی طرف قریب تر ہو کر عود کرے۔ **قنوت** ترک ہو جائے اور سجدہ میں جھک جانے کے بعد یاد آئے تو قنوت کی طرف عود نہ کرے۔ سجدہ میں جانے سے مراد یہ ہے کہ پورے اعضائے سجود تحامل کے ساتھ زمین پر ٹیکے جا چکیں

اس سے خارج ہے۔ کسی رکن کے ترک کے یاد آنے کی دو صورتیں ہیں سلام سے پہلے یا سلام کے بعد۔ سلام کے بعد کی حالت کی بھی دو قسمیں ہیں۔ سلام کے بعد قریب زمانہ میں یاد آئے یا دیر سے یاد آئے۔ اس طرح جملہ تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ سلام سے پہلے اور نماز کی حالت میں علم ہو کہ کوئی رکن ترک ہو گیا ہے تو واجب ہے کہ فوراً رکنِ متروک کو ادا کرے اور اس کے بعد بقیہ نماز کو پوری کرے جبکہ تنہا نماز پڑھ رہا ہو۔ اگر متروک کے تدارک کرنے میں کوئی زیادتی نہ ہوئی ہو تو سجودِ سہو کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی نے آخری رکعت میں دوسرے سجدہ کو بھولا اور پھر سلام سے پہلے یاد کیا تو فوراً اس سجدہ کو ادا کرے اور سجودِ سہو نہ کرے اس لیے کہ کسی رکن کی زیادتی نہیں ہوئی اور اگر متروک رکن کے ادا کرنے میں کسی رکن کی زیادتی متصور ہو تو سجودِ سہو بھی کرنے ہوں گے جیسا کہ رکوع کرنے سے پہلے بھول کر سجدہ میں چلا جائے اور پھر یاد آ جائے تو کھڑا ہو کر رکوع کرے اور سجدہ میں جائے اور نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے۔ اگر امام کے تابع نماز پڑھ رہا ہو تو امام کی اتباع واجب ہے۔ امام کے سلام کرنے کے بعد اس متروکہ رکن کے تدارک کے لیے ایک رکعت نماز پڑھے اور سجودِ سہو کرے۔ سلام کے بعد قریب زمانہ میں یاد آئے کہ کوئی رکن ترک ہوا ہے تو اس کو ادا کرے اور اس کو بناء قرار دے کر بقیہ نماز کو پوری کرے اور سجودِ سہو کرے۔ زمانہ کے قریب ہونے یا دیر ہونے کی نسبت عُرفِ عام پر اعتبار کیا جائے گا۔ اور بعض کا قول ہے کہ مدت کا اعتبار **ذوالیدین** کی بیان کردہ حدیث سے ہوگا۔ جو صفحہ ۱۰۰ پر درج کی گئی ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرے اور اپنی جگہ سے ہٹ کر مسجد کے ایک درخت کو ٹیکا دے کر کھڑے تھے کہ ذوالیدین نے آپ کو یاد دلایا اور آپ نے فوراً قبلہ رُو ہو کر بقیہ دو رکعت ادا کی اور سجودِ سہو کیے اور سلام پھیرا۔ سلام کے بعد تھوڑی گفتگو کرنے اور قبلہ سے رُخ پھیر لینے کے باوجود قریب زمانہ تصور کیا جا سکتا ہے۔ سجودِ سہو کے ادا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نماز پوری ہونے سے قبل سلام پھیرا تھا۔ سلام کے بعد دیر سے یاد آئے کہ کوئی رکن ترک ہوا تو نماز ہی کو دوبارہ پڑھے۔ کونسی مدت قریب یا دیر شمار ہوگی عُرفِ عام کا لحاظ کیا جائے گا یا اُس مدت کو معیار بنایا جائے گا جو ذوالیدین کے قصہ میں گزری۔

شک۔ اگر کسی ایسے رکن کے ترک ہونے کی نسبت شک ہو جس سے نماز شروع ہوتی ہے جیسا کہ نیت یا تکبیرِ احرام تو نماز کو شروع سے دوبارہ پڑھے اس لیے کہ نیت اور تکبیرِ احرام کے بغیر نماز ہی منعقد نہیں ہوتی۔ اگر شک اس بارے میں ہو کہ فرض کی نیت کی تھی یا نفل کی تو بھی نماز شروع سے پڑھے۔ عام طور پر امام کی اتباع کی نیت میں شک ہو تو مضایقہ نہیں بخلاف نمازِ جمعہ کے۔ اگر کسی دوسرے رکن کے ترک ہونے کی نسبت سلام کے بعد شک پیدا ہو تو ایسے شک کا کوئی اثر نہیں ہے اگرچہ فصل بھی مختصر ہو۔ اگر سلام سے پہلے شک ظاہر ہو تو اس کو اسی طرح ادا کرے جس طرح کہ متروک کا علم ہونے پر ہے۔ یہ تو ارکان کی نسبت ہوا۔ اگر شک نماز کی شرائط کی نسبت سلام کے بعد پیدا ہوا تو اس کا بھی کوئی اثر نہیں سلام

کی طرف عَود کرے اور ماموم تخلّف کرے اور پیچھے رہ جائے قعود کی حالت میں تو ماموم بھی امام کی اتباع میں فوراً کھڑا ہو جائے مگر جان بوجھ کر تشہدِ اوّل کی طرف امام کی طرح عَود نہ کرے۔ اگر عَود کرے تو نماز باطل ہوگی۔ سہو سے عود کرے تو مضایقہ نہیں۔ امام[3] اور ماموم تشہدِ اوّل کو ترک کرکے کھڑے ہو جائیں اور پھر امام عَود کرے تو ماموم اس کا ساتھ نہ دے۔ ماموم بھول کر کھڑا ہو جائے اور امام بیٹھا ہے تو ماموم کو چاہیے کہ عَود کرے۔ ماموم[4] عمداً کھڑا ہو جائے تو ماموم کے لیے مسنون ہے کہ عَود کرے۔

متفرق۔ ماموم نے سجدہ سے سر اُٹھایا اور امام کو سجدہ میں دیکھ کر تصوّر کیا کہ امام دوسرے سجدہ میں ہے اور اس تصوّر میں ماموم دوسرے سجدہ میں چلا گیا اور بعد میں معلوم ہوا کہ امام پہلے ہی سجدہ میں تھا تو ماموم کا دو سجدوں کے درمیان کا جلوس اور دوسرا سجدہ دونوں محسوب نہ ہونگے بلکہ امام کی پیروی کرنا ہوگا۔ اور امام ماموم کے سہو کو برداشت کرے گا۔ اتباع کی حالت میں ماموم سے جس قدر سہو واقع ہو اس کو امام برداشت کرلیتا ہے۔ اور ماموم کی نماز میں کوئی خلل باقی نہیں رہتا۔ امام صرف اُسی صورت میں ماموم کی سہو کو برداشت کرتا ہے جبکہ اس کی اقتدا صحیح ہو۔ سہو کے علاوہ بعض دوسرے امور بھی امام ماموم کی جانب سے برداشت کرتا ہے جیسا کہ جہری نماز میں جہر، ضمِ سورہ، قنوت اور بعض صورت میں تشہدِ اوّل وغیرہ۔

ہَیئت کے ترک ہونے پر عَود نہ کرے اور نہ سجودِ سہو کرے۔ ہیئت اُس ت... کو کہتے ہیں جس کے ترک ہونے پر عَود نہیں کیا جاتا اور نہ سجودِ سہو کیے جاتے ہیں۔ تسبیحات، تکبیراتِ انتقالی، دعائے افتتاح، تعوّذ اور قراتِ سورہ وغیرہ کو ہیئات کہا جاتا ہے۔ (صفحہ ۱۷۱)۔ ان کے ترک ہونے پر نہ عَود کرنے کی ضرورت ہے اور نہ سجودِ سہو کی۔ ترک ہونے میں عمداً اور سہواً، امام، ماموم یا منفرد سب مساوی ہیں۔ ہیئت کے ترک ہونے پر سجودِ سہو کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر جان بوجھ کر سجودِ سہو کرے تو نماز باطل ہوگی اور اگر سہواً سجودِ سہو کرے تو نماز باطل نہ ہوگی مگر ان سجودِ سہو کی وجہ سے جو خلل واقع ہوا اس کا تدارک دوسرے سجودِ سہو سے نہ ہوگا۔ اصول یہ ہے کہ سجودِ سہو خود اپنی ذات کی اصلاح نہیں کرسکتے البتہ اُن سے پہلے اور اُن کے بعد اور اُن کے اثنا[2] میں جو سہو ہوگا اس کی اصلاح ان سے ہو جاتی ہے۔ اوّل کی مثال تو عام ہے کہ کسی نے ذرا سی بات غلطی سے کی اور نماز کے آخر میں سجودِ سہو کیے۔ دوم کی مثال یہ ہے کہ کسی نے نماز کے آخر میں سجودِ سہو بھی کر لیے مگر سلام سے پیشتر ذرا سی بات کی اور سوم کی مثال یہ ہے کہ سجودِ سہو کے درمیان میں بھول کر ذرا سی بات کی۔ ان تینوں شکلوں کے لیے مکرر سجودِ سہو نہیں ہیں ورنہ تسلسل[1] لازم آئے گا۔ اسی طرح

۱۔ ابو یوسف اور محمد امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد تھے جو صاحبین کہلاتے ہیں۔ فقہ حنفی ان ہی صاحبین کے تو[illegible] سے پہنچا ہے۔ اسی زمانہ میں علمِ ادب میں کسائی اہلِ کوفہ کا امام اور سیبویہ اہلِ بصرہ کے امام مانے جاتے تھے۔ کسائی کا دعویٰ تھا۔ مَنْ تَبَحَّرَ فِيْ عِلْمٍ اِهْتَدٰى بِهٖ اِلٰى سَائِرِ الْعُلُوْمِ۔ کسی کو ایک علم میں کمال حاصل ہو تو۔ بقیہ حاشیہ پر صفحہ ۲۰۶

اگرچہ کہ طمانیت نہ حاصل ہو۔ تحامل سے یہاں مراد یہ ہے کہ بدن کا وزن زمین پر پڑے۔ اگر اعضائے سجود زمین پر تحامل کے ساتھ ٹیکے نہ گئے ہوں تو قیام کی طرف عود کرنا جائز ہے مگر سجودِ سہو صرف اس صورت میں ادا کرے جبکہ جھکتے ہوئے اقلِ رکوع کی حالت تک پہنچ کر عود کرے۔ صبح کی دوسری رکعت کے اعتدال میں اور رمضان کے آخری نصف میں وتر کی آخری رکعت کے اعتدال میں قنوت پڑھا جاتا ہے۔ اگر امام حنفی کی اتباع میں قنوت کو ترک کرے تو سجودِ سہو کرے اور قنوت پڑھے تو بھی سجودِ سہو کرے۔ قنوتِ نازلہ اس میں داخل نہیں ہے اور اس کے لیے سجودِ سہو بھی نہیں ہے۔ قنوت کے لیے قیام مسنون ہے اس لیے اُس مُصَلّی کو بھی جس کو قنوت یاد نہ ہو اعتدال کی حالت میں اُتنی دیر کھڑا رہنا چاہیے جتنی دیر میں قنوت پڑھا جا سکتا ہے۔ قنوتِ نبی، قنوتِ عمر اور قنوتِ نازلہ کی تفصیل صفحہ ۱۶۰ تا ۱۷۰ پر درج ہے۔

ماموم یعنی امام کے تابع نماز پڑھنے والے کے لیے واجب ہے کہ امام کی پیروی کرے اور امام کے عود کرنے کے ساتھ خود بھی عود کرے اس لیے کہ فرض کی مصروفیت کے مقابلہ میں امام کی متابعت کی زیادہ تاکید ہے۔ اگر امام کے عود کرنے کے باوجود جان بوجھ کر ماموم عود نہ کرے تو ماموم کی نماز باطل ہو گی۔ البتہ امام سے مفارقت کی نیت کرے تو نماز باطل نہ ہو گی۔ ماموم، بھول کر، امام سے پہلے رکوع میں چلا جائے تو اس کو اختیار ہے کہ عود کرے یا اُسی حالت میں امام کا انتظار کرے۔ اگر امام سے پہلے، ماموم عمداً رکوع میں چلا گیا ہو تو اس کے لیے مسنون ہے کہ عود کرے۔ یہی شکل ہے جبکہ ماموم تشہدِ اول کو ترک کرے اور امام تشہدِ اول کو ترک نہ کرے۔ اگر امام تشہدِ اول کو ترک کرے اور ماموم ترک نہ کرے تو ماموم کے لیے تخلّف یعنی امام سے پیچھے رہ جانا جائز نہیں ہے۔ اگر عمداً تخلّف کرے تو نماز باطل ہو گی۔ امام کے تشہد کو ترک کرنے پر ماموم پر واجب ہے کہ تشہد کو ترک کرے۔ امام قنوت کو ترک کرے تو ماموم کے لیے مندوب ہے کہ اس طرح تخلّف کرے کہ قنوت پڑھ کر امام کو پہلے سجدہ میں ملا لے۔ دو سجدوں کے درمیانی جلوس میں بھی ملا لینا جائز ہے۔ اگر یہ علم ہو کہ قنوت پڑھ کر دوسرے سجدہ سے پہلے امام کو نہیں ملا سکے گا تو اس پر واجب ہے کہ قنوت کو ترک کر دے یا مفارقت اور علٰحدگی کی نیت کرے۔ قنوت کے تخلّف اور تشہد کے تخلّف میں فرق ہے۔ قنوت میں ماموم کی جانب سے جو عمل ہوا ہے امام کی جانب سے بھی ہوا ہے یعنی رکوع کے بعد اعتدال کی حالت میں دونوں آئے تھے۔ تشہد میں ماموم کی جانب سے جو عمل ہوا ہے امام کی جانب سے نہیں ہوا اس لیے کہ امام تشہدِ اول کے بغیر قیام کی حالت میں چلا گیا۔ اگر تشہد کے ختم ہونے سے پہلے امام سجدۂ سہو کرے تو ماموم بھی سجودِ سہو کرے۔ اگر ماموم جان بوجھ کر امام کے ساتھ سجودِ سہو نہ کرے تو اس کی نماز باطل ہو گی ورنہ سہواً تخلّف کرنے سے نماز باطل نہ ہو گی۔ اس حکم میں ماموم میں مسبوق بھی داخل ہے۔ مسبوق اُس شخص کو کہتے ہیں جو جماعت میں پہلی رکوع کے بعد شریک ہوا۔

خلاصہ یہ کہ ماموم کی پانچ حالتیں ہیں: ۱۔ امام تشہدِ اول کے بغیر کھڑا ہو جائے تو ماموم بھی امام کی پیروی کر کے کھڑا ہو جائے یا مفارقت کی نیت کرے ورنہ نماز باطل ہو گی۔ ۲۔ امام تشہدِ اول کو بھول کر سیدھا کھڑا ہو جائے اور پھر یاد کر کے تشہدِ اول

چیز کی صورت قوتِ مُدرکہ اور قوتِ حافظہ دونوں سے ایک ساتھ زائل ہو جائے تو نسیان کہتے ہیں۔ حواس دس ہیں۔ پانچ ظاہری، سماعت، بصارت، ذائقہ، شامّہ اور لامسہ اور پانچ باطنی حسِ مشترک اور حسِ مُدرک یہ دونوں سر کے اگلے حصہ میں اور حسِ واہمہ اور حسِ حافظہ یہ دونوں سر کے پچھلے حصہ میں اور پانچواں حسِ مفکرہ ہے جو سر کے وسط میں ہے۔

سہوِ انبیا۔ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے حق میں بھی سہو جائز ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی وقوع میں آیا۔ عام انسانوں سے سہو اس طرح وقوع میں آتا ہے کہ ان کا قلب دیگر امور کی طرف متوجہ اور نماز سے غافل ہوتا ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کے سہو کی نسبت فقہا نے یہ تعبیر کی ہے کہ ان کے قلوب بعض اوقات ماسوی اللہ اللہ تعالیٰ کے سوائے ہر ایک چیز سے غایب ہو کر اللہ تعالیٰ کی عظمت میں مشغول و منہمک ہو جاتے ہیں اور ماسوی اللہ کی نسبت ان سے سہو ہو سکتا ہے۔ اسی مضمون کا اظہار ذیل کے اشعار میں کیا گیا ہے۔

يَا سَائِلِي عَنْ رَسُولِ اللهِ كَيْفَ سَهَا ۔۔۔ وَالسَّهْوُ مِنْ كُلِّ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهِي

اے شخص جو مجھ سے سوال کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا سہو ہوا ۔۔۔ حالانکہ سہو ایسے قلب سے ظاہر ہوتا ہے جو غافل اور لہو میں ہو

قَدْ غَابَ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ سِرُّهُ فَسَهَا ۔۔۔ عَمَّا سِوَى اللهِ فِي التَّعْظِيمِ لِلّٰهِ

بعض وقت آپ کا قلب ہر ایک چیز سے سوائے اللہ تعالیٰ کے غایب اور ۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں مشغول ہو گیا اور اس وجہ سے آپ سے سہو واقع ہوا

محی الدین ابن عربیؒ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ مرتبہ سہو ہوا اور آپ نے سجودِ سہو کیے۔ ایک مرتبہ رکعتوں کی تعداد کی نسبت شک ہوا۔ دوسری مرتبہ دو رکعتوں کے بعد تشہد کے بغیر آپ کھڑے ہو گئے۔ تیسری مرتبہ دو رکعت پڑھنے کے بعد آپ نے سلام پھیرا اور پھر سجود کیا۔ چوتھی مرتبہ تین رکعت پڑھ کر سلام پھیرا اور سجود کیا اور پانچویں مرتبہ سہواً پانچویں رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے۔ سجودِ سہو اس امت کی خصوصیات سے ہیں لیکن اس کا پتہ نہیں چلا کہ کس سنہ میں یہ شروع کئے گئے۔

سجودِ سہو دو ہیں اور ان کی تعداد دو ہے تعدد یا سہو کے باوجود اور ان کا محل نماز کے آخر میں اور سلام سے پہلے ہے۔

سجودِ سہو مسنون ہیں واجب نہیں ہیں۔ صحیح میں ترکِ واجب کا جبر ہو جاتا ہے اور نماز میں واجب ترک ہو جائے تو اُس کا ادا کرنا ضروری ہے۔ جنازہ کی نماز میں اگر کوئی سہو ہو جائے تو اس کے لیے سجودِ سہو نہیں ہیں اس لیے کہ جنازہ کی نماز میں خود تخفیف مقصود ہے۔ سجدۂ تلاوت اور سجدۂ شکر میں سہو ہو جائے تو سجودِ سہو کرنا چاہیے۔ جابر مجبور سے زیادہ ہونے میں کوئی منافات نہیں۔ مجبور وہ امر جو ترک ہو گیا اور جابر وہ امر جس کے ذریعہ جبر کیا جاتا ہے کسی چیز کا تدارک اس کی مقدار سے زیادہ کے ساتھ کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔ تلاوت یا شکر کا سجدہ ایک ہے اور سہو کے سجدے دو ہیں۔ تلاوت اور شکر کے سجدہ میں سہو اس طرح ہو سکتا ہے کہ سجود میں طمانینت نہ کرے اور سجدہ سے اُٹھ جائے تو پھر سجدہ میں جائے اور اس کے بعد سجودِ سہو کرے۔ سجودِ سہو سنت ہیں اور ان کے ترک ہونے پر نماز باطل نہیں ہوتی۔ امام اگر سجودِ سہو کرے تو ماموم پر سجدۂ سہو واجب ہو جاتے ہیں۔ امام کے ساتھ سجودِ سہو ماموم نہ کرے اور امام کے سلام کے بعد ماموم بھی سہواً سلام

اگر کسی نے غلطی سے سہو کے سجدے تین کیے تو پھر دوبارہ سجودِ سہو نہیں کرے گا۔

پڑھی ہوئی رکعتوں کی تعداد میں شک ہو تو یقین پر عمل کرے جو کم تعداد ہے اور سجودِ سہو کرے۔ عام اصطلاح میں دو امور کے درمیان تردّد کی مساوی حالت کو **شک** کہتے ہیں مگر یہاں ایسا مطلق تردّد مراد ہے جو وہم اور ظن دونوں پر شامل ہے۔ رکعتوں کی تعداد کی نسبت شک یوں بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ ایک شخص جماعت میں رکوع میں شریک ہوا اور شک کیا کہ آیا امام کے ساتھ اس کو رکوع ملی یا نہیں تو صحیح رائے یہ ہے کہ شک کی وجہ سے وہ رکعت شمار نہ ہوگی۔ اس لیے اس رکعت کو ادا کرکے سجودِ سہو کیے جائیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایسی رکعت ادا کیجائے جس کی زیادتی کا احتمال بھی ہو جیسا کہ چار رکعتوں والی نماز میں شک ہو کہ چار رکعتیں پڑھیں یا تین تو اس تعداد پر عمل کرے جو یقین کے درجہ کو پہنچی ہوا ور وہ اقل تعداد تین ہے۔ اسی طرح تین رکعتوں والی نماز میں شک ہو کہ تین رکعتیں پڑھیں یا دو اور دو رکعتوں والی نماز میں شک ہو کہ دو رکعت پڑھی یا ایک تو علی الترتیب دو رکعتوں اور ایک رکعت پر عمل کرے اور مزید ایک رکعت پڑھے اگر شک پیدا ہونے کے بعد اور زیادہ رکعت پڑھنے سے پیشتر شک زائل ہو جائے تو سجودِ سہو نہ کرے۔ اگر شک پیدا ہونے کے بعد دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہونے کے بعد یاد آئے تو سجودِ سہو کرے اصول یہ ہے کہ کوئی رکعت تردّد کے ساتھ پڑھی جائے یا کسی رکعت کی زیادتی کا احتمال ہو تو سجودِ سہو کیے جائیں گے ورنہ نہیں کسی دوسرے کے قول پر سوائے **تواتر** کے عمل نہ کرے بمعنی یہ ہے کہ تواتر پر عمل ہو سکتا ہے۔ تواتر متعدد اشخاص کے بیان کو کہتے ہیں رکعتوں کی تعداد کی نسبت ظنِ غالب کوئی چیز نہیں ہے۔

سجودِ سہو

سہو کے معنی کسی چیز کو فراموش کرنے یا کسی چیز سے غفلت کرنے کے ہیں اور شرع میں نماز میں کسی چیز سے غفلت کرنے کو سہو کہتے ہیں کسی چیز کی صورت قوتِ مدرکہ سے زائل ہو جائے مگر قوتِ حافظہ میں باقی رہے تو سہو کہتے ہیں اور کسی

بقیہ حاشیہ ص۲۰۵۔ دوسرے علوم میں اس سے مدد لے سکتا ہے۔ ابو یوسف کو کسائی کا یہ دعویٰ ناگوار گزرتا تھا۔ انھوں نے ایک مرتبہ کسائی سے کہا۔ اَنْتَ اِمَامٌ فِی النَّحْوِ وَالْاَدَبِ فَهَلْ تَهْتَدِیْ اِلَی الْفِقْهِ۔ تم نحو اور ادب میں امام ہو کیا فقہ میں بھی دسترس رکھتے ہو؟ کسائی نے جواب دیا۔ سَلْ مَا شِئْتَ۔ جو چاہو پوچھ لو۔ اس پر ابو یوسف نے ایک پیچیدہ فقہی سوال کیا۔ لَوْ سَجَدَ سُجُوْدَ السَّهْوِ ثَلَاثًا هَلْ یَسْجُدُ ثَانِیًا اگر سہو کے سجدے تین کیے تو کیا پھر دوبارہ سجودِ سہو کیے جائیں گے کسائی نے جواب دیا کہ لا لِاَنَّ الْمُصَغَّرَ لَا یُصَغَّرُ نہیں اس لیے کہ اسم کی ایک مرتبہ تصغیر ہونے کے بعد اس کی تصغیر دوبارہ نہیں ہو سکتی۔ ایک مستند صرفی مسئلہ کی طرف اشارہ کرکے کسائی نے جواب دیا کہ سجودِ سہو کے اختتام میں اگر سہو واقع ہو تو پھر دوبارہ سجودِ سہو نہیں کیے جائیں گے

تو نماز باطل ہوتی ہے۔ امام کے سجودِ سہو کے وقت ماموم تشہد اور درود سے فارغ نہ ہوا ہو تو اس پر تخلّف واجب ہے۔ ان دونوں امور کو پورا کرنے کے بعد سجودِ سہو کرنا اُس پر واجب ہے اس لیے کہ امام نے سجودِ سہو کیے تھے۔ نماز کے قولی یا فعلی امور کے ادا کرنے میں امام سے پیچھے رہ جانے کو تخلّف کہتے ہیں تخلّف امام کے دوسرے سجدہ میں جانے تک کر سکتا ہے نہ کہ اس سے زیادہ۔ سلام کرنے کے بعد زیادہ وقت گزر جائے تو سجودِ سہو فوت ہو جائیں گے اگر سہواً سلام کیا ہو اور وقت کم گزرا ہو تو اختیار ہے کہ سجودِ سہو کرے یا نہ کرے۔

واجبات و مسنونات۔ سجودِ سہو میں وہی چیزیں واجب اور مسنون ہیں جو نماز کے سجدوں میں واجب اور مسنون ہیں جیسا کہ پیشانی اور بقیہ دوسرے اعضاء کا زمین پر ٹیکنا، طمانینہ، تحامل (بوجھ ڈالنا) تنکیس (اوندھے منہ جھکنا) اور نماز کے سجدہ کی تسبیح پڑھنا۔

تسبیح سجودِ سہو۔ سجودِ سہو میں نماز کے سجدہ کی تسبیح پڑھی جا سکتی ہے مگر زیادہ موزوں یہ تسبیح ہے۔ سُبْحَانَ مَنْ لَا یَنَامُ وَلَا یَسْھُوْ۔ پاک ہے اللہ تعالیٰ جو نہ سوتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔ اگر سہو کا اصل سبب مکروہ رفع کرنے کا ارادہ کرے تو استغفار پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ دو سجدوں کے درمیان کیا ذکر کرنا چاہیے کسی نے بیان نہیں کیا ہے مگر اذرعی کا قول ہے کہ عام سجدوں کے درمیان جو ذکر پڑھا جاتا ہے اس میں بھی پڑھا جائے۔

اسبابِ سجودِ سہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ پانچ اسباب کی بنا پر سجودِ سہو کیے جاتے ہیں۔ جب کسی سنتِ بعض کے ترک ہونے کا یقین ہو۔ جب کسی سنتِ بعض کے ترک ہونے میں شک ہو۔ جب کسی فعل منہی عنہ کے سہواً عمل میں آنے کا یقین ہو۔ جب کسی فعل منہی عنہ کی زیادتی کا احتمال ہو شک کے ساتھ۔ کوئی مطلوبِ قولی غیر محل پر عمل میں آئے۔ منہی عنہ کے عمل میں لانے کا وہی اثر ہے جو مامور بہ کے ترک کرنے کا ہے۔ مامور بہ اس امر کو کہتے ہیں جس پر عمل کرنے کے لیے حکم دیا گیا ہے اور منہی عنہ اس امر کو کہتے ہیں جس کو عمل میں لانے سے منع کیا گیا ہے۔

اختلاف۔ امام احمدؒ اور حنفیہ کے پاس سجودِ سہو واجب ہیں! امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے مسنون بتایا ہے۔ امام مالکؒ کا قول ہے کہ سجودِ سہو نقصان کی صورت میں واجب اور زیادتی کی صورت میں مسنون ہیں۔ امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ سجودِ سہو مطلق طور پر مسنون ہیں۔ حنفیہ میں سلام کے بعد سجودِ سہو کیے جاتے ہیں۔ مالکیہ کے پاس نقصان میں سلام سے پہلے اور زیادتی میں سلام کے بعد اور نقصان اور زیادتی دونوں میں سلام سے پہلے سجودِ سہو کیے جاتے ہیں! امام شافعیؒ کا قولِ جدید یہ ہے کہ سلام سے پہلے سجودِ سہو کیے جائیں ورنہ قولِ قدیم دو تھے۔

۱ نقص ہو تو سلام سے پہلے زیادتی ہو تو سلام کے بعد۔

۲۔ تقدیم اور تاخیر میں اختیار ہے۔

پھیر دے تو اس کو سجودِ سہو کے لیے عود کرنا چاہیے۔ اگر فصل زیادہ ہوگیا تو نماز کا اعادہ کرنا ہوگا اس لیے کہ امام کی اتباع میں ماموم پر سجودِ سہو واجب ہیں مسبوق پر لازم نہیں ہے کہ امام کے ساتھ سجودِ سہو کرے اس لیے کہ امام کی اتباع ختم ہوجاتی ہے مسبوق اس شخص کو کہتے ہیں جس کی کم از کم ایک رکعت امام کے ساتھ چھوٹ جائے۔ اگر مسبوق بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیرے اور قریب میں یاد آئے تو نماز پوری کرے اور آخر میں سجودِ سہو کرے ورنہ فصل زیادہ ہوجائے تو نماز کا اعادہ کرے۔ امام سلام سے پہلے سجودِ سہو کرے تو ماموم پر سجودِ سہو واجب ہوجاتے ہیں۔ اگر امام سلام کے بعد سجودِ سہو کرے تو ماموم پر سجودِ سہو اس لیے واجب نہیں ہیں کہ امام کے سلام کے ساتھ ماموم پر اس کی اتباع ختم ہوجاتی ہے اور سجودِ سہو ماموم کے لیے مسنون رہ جاتے ہیں جیسا کہ حنفی امام سلام کے بعد سجودِ سہو کرے۔ اگر امام سجودِ سہو ترک کردیا اور سلام پھیر دیا تو ماموم بطور سنّت سجودِ سہو کرسکتا ہے۔

نیّت سجودِ سہو کے لیے نیّت دل میں ضروری ہے مگر زبان سے نہ بولے۔ اگر نیّت کے بغیر سجودِ سہو کرے یا نیّت کے الفاظ زبان سے بولے تو نماز باطل ہوتی ہے۔ ماموم چونکہ امام کے تابع نماز پڑھتا ہے اس لیے سجودِ سہو کے لیے ماموم پر نیّت لازم نہیں ہے۔

تعدادِ سہو کتنے ہی مرتبہ ہو مگر سہو کے سجدے دو ہیں۔ اجماع اس پر ہے کہ سجودِ سہو میں تکرار نہیں ہے۔ اگر کمی کے ارادہ سے جان بوجھ کر ایک ہی سجدہ کرے تو نماز باطل ہوگی۔ نماز میں زیادتی یا کمی یا دونوں کی وجہ سے خلل واقع ہو تو سجودِ سہو دو ہی ہونگے۔ سجودِ سہو کے وقت کسی خاص خلل کے رفع کرنے کی نیّت کرے تو وہی خلل رفع ہوگا اور دوسرا کوئی خلل ہو تو باقی رہے گا۔ سجودِ سہو کے خلاف سجودِ تلاوت ہر ایک تلاوت کی آیت کے لیے ایک سجدہ علٰحدہ ہے سجودِ سہو اُس سارے خلل کو رفع کرتے ہیں جو اُن کے قبل یا اُن کے اثناء میں یا ان کے بعد واقع ہو۔ اگر کسی نے سجودِ سہو کیے اور سلام سے پہلے سہو آیات وغیرہ کی یا یہ کہ سہو کے تین سجدے کیے تو پھر دوبارہ سجودِ سہو نہ کرے اس لیے کہ تسلسل ہوگا۔

ذوالیدین [صفحہ ۱۸۱] کے واقعہ سے ظاہر ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم ظہر کی نماز میں دو رکعت کے بعد سلام پھیرے چند قدم چلے اور بات کی اور ان تینوں اسباب کے لیے آپ نے سجودِ سہو صرف دو ہی کیے۔

محل سجودِ سہو کا محل نماز کے آخر اور سلام سے پہلے ہے۔ سجودِ سہو کو بھول کر سلام پھیرے اور وقت زیادہ نہ گزرے تو اختیار ہے کہ سجودِ سہو کرے یا نہ کرے شیخان نے روایت کی ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم ظہر کی نماز میں پہلی دو رکعتیں پڑھنے کے بعد بیٹھے نہیں اور کھڑے ہوگئے اور آپ کے ساتھ دوسرے لوگ بھی کھڑے ہوگئے اور نماز کے پوری ہونے پر لوگ سلام کا انتظار کر رہے تھے کہ بیٹھے ہوئے ہی آپ نے تکبیر کہی اور سلام سے پہلے دو سجدے کیے اور پھر سلام پھیرا۔ یہ واقعہ آخر میں ہوا اور اس کے قبل سلام کے بعد آپ نے سجودِ سہو کیے تھے۔ اصول یہ ہے کہ عملِ آخر سے عملِ متقدم کی تنسیخ ہوتی ہے۔ سجود کا محل تشہد اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم پر درود کے پورا ہونے کے بعد ہوتا ہے اگر ان دونوں سے پیشتر سجودِ سہو کرے

سلسلہ	نام جزو	نام سورہ	رکوع	آیت	آخر آیت	کیفیت
۱	قَالَ الْمَلَأُ ۹	اَلْاَعْرَافُ ۷	۲۴	۲۰۶	وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ آخرِ سورہ	
۲	وَمَا اُبَرِّئُ ۱۳	اَلرَّعْدُ ۱۳	۲	۱۵	بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ	
۳	رُبَمَا ۱۴	اَلنَّحْلُ ۱۶	۶	۵۰	يُؤْمَرُوْنَ	
۴	سُبْحَانَ الَّذِي ۱۵	بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ يا اَلْاِسْرَاء ۱۷	۱۲	۱۰۹	وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا	
۵	قَالَ اَلَمْ اَقُلْ ۱۶	مَرْيَمُ ۱۹	۴	۵۸	خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا	
۶	اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ ۱۷	اَلْحَجُّ ۲۲	۲	۱۸	مَا يَشَاءُ	
۷	”	”	۱۰	۷۷	تُفْلِحُوْنَ	حنفیہ میں اس آیت پر سجدہ نہیں ہے۔
۸	قَالَ الَّذِيْنَ ۱۹	اَلْفُرْقَانُ ۲۵	۵	۶۰	وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا	
۹	”	اَلنَّمْلُ ۲۷	۲	۲۶	اَلْعَظِيْمُ	
۱۰	اُتْلُ مَا اُوْحِيَ ۲۱	الٓمّٓ تَنْزِيْلُ يا سورۃ السجدۃ ۳۲	۲	۱۵	لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ	
۱۱	فَمَنْ اَظْلَمُ ۲۴	حٰمٓ السجدۃ یا حٰمٓ	۵	۳۸	يَسْأَمُوْنَ	مالکیہ میں اس آیت پر سجدہ نہیں ہے۔
۱۲	قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ ۲۷	اَلنَّجْمُ ۵۳	۳	۶۲	وَاعْبُدُوْا۔ آخر سورہ	
۱۳	عَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ ۳۰	اَلْاِنْشِقَاقُ ۸۴	۱	۲۱	لَا يَسْجُدُوْنَ	
۱۴	”	اَلْعَلَقُ يا اِقْرَاْ ۹۶	۱	۱۹	وَاقْتَرِبْ	

حکم۔ پڑھنے والے اور سننے والے دونوں پر سجدہ مسنون ہے۔ سننے والے میں وہ شخص بھی داخل ہے جو سننے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور آیتِ سجدہ سنی ہو مگر فرق یہ ہے کہ ارادے سے جس نے سنی ہے اس پر سجدہ کی تاکید ہے۔

شرائطِ سجدہ۔ چھ شرطوں کی موجودگی میں سجدہ مسنون ہے۔ قرأت شرع کے موافق ہو جیسا کہ نماز میں قیام کی حالت میں۔ قرأت حرام نہ ہو جیسا کہ مسلم کی قرأت جنابت کی حالت میں۔ قرأت مکروہ نہ ہو جیسا کہ رکوع میں۔ ممیز لڑکے اور عورت کی قرأت شرعی ہے۔ قرآنی آیت جو عربی میں نازل ہوئی ہے اسی پر سجدہ مسنون ہے کسی دوسری زبان میں ترجمہ پڑھا جائے تو سجدہ مسنون نہیں ہے۔ قرأت ارادے سے ہو۔ پوری کی پوری آیت کی قرأت پر سجدہ مسنون ہے۔ نامکمل آیت کی قرأت پر سجدہ نہیں ہے۔ ہر ایک آیتِ سجدہ پر ایک سجدہ مسنون ہے۔ ایک ہی آیت سجدہ کو بار بار دہرایا جائے تو ہر ایک مرتبہ کی قرأت پر ایک سجدہ مسنون ہے۔ آیتِ سجدہ کی قرأت اور سجدہ کے درمیان طویل فصل نہ ہو۔ اگر زیادہ وقت گزر جائے

سجدۂ تلاوت

سجدۂ تلاوت چودہ آیتوں پر مسنون ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ اِعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِي يَقُولُ يَا وَيْلَتِي أُمِرَ ابْنُ آدَمَ بِالسُّجُودِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَأُمِرْتُ بِالسُّجُودِ فَعَصَيْتُ فَلِيَ النَّارُ۔ جب ابنِ آدم آیتِ سجدہ پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان رو کر کہتا ہے "ہائے وائے افسوس"! ابنِ آدم کو سجدہ کے لیے حکم دیا گیا اور اس نے سجدہ کیا اور اس کے لیے جنت ہے۔ مجھ کو سجدہ کرنے حکم دیا گیا، میں نے نافرمانی کی اور میرے لیے دوزخ ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے قرآن پڑھتے اور جب سجدہ کی آیت آتی تو تکبیر کہتے اور ہم اُن کے ساتھ سجدہ کرتے تھے۔ سجدۂ تلاوت کے عدمِ وجوب کی دلیل یہ ہے کہ زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورۃ والنجم (۲۷/۵) پڑھی اور سجدہ نہیں کیا۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے صراحت فرمائی کہ منبر پر خطبہ میں سجدہ واجب نہیں ہے۔ آیت۔ (۳۰/۹ ۲۱)۔ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ۔ جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا تو سجدہ نہیں کرتے۔ اس آیت میں کفار کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، وجوبِ سجدہ کی دلیل نہیں ہے۔

سجدہ کی آیتوں کا عام اصول یہ ہے کہ ستائش کی نعمت سے سرفراز کرتے ہوئے سرزنش سے محفوظ رکھا جائے۔ بعض میں سجدہ کرنے والوں کی، صاف طور پر ستائش کرتے ہوئے، ضمنی طور پر سجدہ نہ کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہے یا اس کے برعکس سجدہ نہ کرنے والوں کی کھلے بند مذمت کرتے ہوئے ضمنی طور پر سجدہ کرنے والوں کی ستائش کی گئی ہے۔

ہمارے لیے چودہ آیتوں پر سجدہ کرنا مسنون ہے ورنہ ان کے سوائے بعض دوسری آیتیں بھی ہیں جن پر صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنے کے لیے حکم دیا گیا تھا جیسا کہ الحجر اور ھل اتی کی سورتوں کی آخری آیتیں۔ ان آیتوں پر ہم سے سجدہ مطلوب نہیں ہے۔ اُن آیتوں پر سجدہ کیا جاتا ہے جن کے مفہوم میں عمومیت ہے۔ آیت۔ (۴/۳ ۱۳) يَتْلُونَ آيَاتِ اللهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ۔ اور لیکن وہ لوگ رات میں خدا کی نشانیاں پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں۔ اس آیت میں اہلِ کتاب کی ایک خاص جماعت کی فضیلت بیان کی گئی ہے جنھوں نے ایمان لایا تھا اس لیے اس پر سجدہ نہیں ہے۔ آیت۔ (۳۰/۲۱ آخر)۔ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۔ ہرگز اُس کی بات نہ سنو اور سجدہ کرو اور نزدیک ہو جاؤ۔ گو اس آیت کا خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے لیکن ہم سب سجدہ کرتے ہیں۔

آیاتِ سجدہ۔ سجدہ کی آیتوں کی تفصیل، جزو، سورہ، رکوع اور آیت کے حوالے کے ساتھ ذیل کی جدول میں درج کی جاتی ہے۔

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ. میرا چہرہ جھکا اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے اس کو پیدا کیا، اس کی صورت بنائی اور اس کی سماعت اور بصارت کھول دی، اپنی طاقت اور قوت سے۔ کیا ہی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ اور سب پیدا کرنے والوں میں اچھا ہے۔ سجدۂ تلاوت میں، خواہ نماز میں ہو یا بیرونِ نماز، اس تسبیح کو پڑھنا مسنون ہے۔ نووی کا قول ہے کہ سورۂ ص کے سجدۂ شکر میں اس دعا کا اضافہ کرنا بھی مسنون ہے۔ اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِيْ بِهَا عِنْدَكَ اَجْرًا وَضَعْ بِهَا عَنِّيْ وِزْرًا وَاجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا وَتَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ. یا اللہ اس کا اجر اپنے پاس میرے لیے لکھ دے اور اس کی وجہ سے مجھ سے بوجھ کو اتار دے اور جمع رکھ اس کو اپنے پاس میرے لیے اور اس کو قبول کر میری طرف سے جیسا کہ تو نے اپنے بندہ داؤد سے قبول کیا تھا۔

سجدۂ شکر

سجدۂ شکر مسنون ہے کسی نعمت کے حاصل ہونے یا تلف ہونے یا کسی مرض میں مبتلا ہونے یا اس سے شفا پانے یا کسی ایسے شخص پر نظر پڑنے سے جو کسی مرض یا گناہ میں مبتلا ہو۔ نعمت میں مال اور مرتبہ اور لڑکے کا تولد ہر قسم کی نعمت داخل ہے جو خلافِ توقع حاصل ہوئی ہو یا دشمن پر غلبہ پائے، امساکِ باراں کی وجہ سے قحط بسالی ہو اور مینہ برس جائے، ڈوبتا ڈوبتا بچے، جلتا جلتا بچ نکلے تو سجدۂ شکر کا ادا کرنا مسنون ہے۔ کسی شخص کو کسی غیر معمولی بلا اور مصیبت میں گرفتار یا علانیہ گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرتا دیکھے تو اس سے محفوظ رہنے کے شکر میں سجدہ کرے۔ اگر مختلف اسباب ایک وقت جمع ہو جائیں تو بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہر ایک کے لیے ایک سجدہ کرے ورنہ سب کے عوض ایک سجدہ سے بھی سنت حاصل ہو جاتی ہے۔

سجدۂ شکر کیفیت اور شرائط میں سجدۂ تلاوت کے مانند ہے۔ سجدۂ شکر کے لیے بھی طہارت، ستر عورت اور استقبالِ قبلہ کی شرط ہے مگر فرق یہ ہے کہ سجدۂ شکر صرف بیرونِ نماز ادا کیا جاتا ہے۔ سورۂ ص کی آیتِ سجدہ پر سجدہ بطورِ شکر کیا جاتا ہے بیرونِ نماز۔ نماز میں اگر سجدۂ شکر ادا کیا جائے تو نماز باطل ہوتی ہے۔ فصل طویل ہونے سے بھی یہ سجدہ فوت ہو جاتا ہے۔ نووی کا قول ہے کہ سجدۂ تلاوت کی دعا کے بعد اس دعا کا سجدۂ شکر میں اضافہ کیا جائے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِيْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ خَلْقِهٖ تَفْضِيْلًا. تمام تعریف ہے اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے مجھ کو عافیت دی اس چیز سے جس میں تجھ کو مبتلا کیا اور فضیلت دی مجھ کو اپنی بہت سی مخلوق پر۔

صدقہ دینا سجدۂ شکر کے ساتھ مسنون ہے۔

له ایک مرتبہ داؤد علیہ السلام کے دل میں خطرہ آیا کہ ان کا وزیر اوریا فوت ہو جائے تو اس کی زوجہ کے ساتھ آپ نکاح کریں گے۔ یہ خیال اولویت کے خلاف تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (۲۴-۳۸) وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے اس کی آزمائش کی تھی، فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ. یہ خیال آیا تھا کہ داؤد سجدہ میں گر پڑے توبہ کیا اور پروردگار سے خواستگار معافی ہوئے۔

تو سجدہ فوت ہوجاتا ہے اور فوت ہونے کے بعد اُس سجدہ کی قضا نہیں ہے اگر طہارت نہ ہو اور دیر کے طہارت کرکے سجدہ کیا جائے تو اس کو طویل فصل نہ کہا جائے گا اگر آیت کی تکرار کی وجہ سے فصل طویل ہو جائے تو ثلقیہ مرتبہ کی قرأت کی نسبت بھی سجدہ مسنون ہے۔ قرأت ایک شخص کی زبانی ہو۔ ایک آیت کے چند ٹکڑے ایک سے زیادہ اشخاص پڑھیں تو سجدہ مسنون نہیں ہے۔ قرأت نمازِ جنازہ میں نہ ہو۔ نمازِ جنازہ میں سجدہ نہیں ہو سکتا۔ آیتِ سجدہ کی قرأت سورۂ فاتحہ کے عوض نہ ہو۔ سورۂ فاتحہ کے یاد نہ رہنے کی وجہ سے آیتِ سجدہ پڑھی جائے تو سجدہ مسنون نہیں ہے۔

ارکانِ سجدہ بیرونِ نماز چار ہیں۔ تکبیرِ احرام نیت کے ساتھ، سجدہ، جلوس اور سلام۔ تکبیر کہی جائے نیت کے ساتھ اور تکبیر کے وقت رفعِ یدین بھی کیا جائے۔ سجدہ میں جاتے ہوئے اور سجدہ سے اُٹھتے ہوئے بھی تکبیر کہی جائے بغیر رفعِ یدین کے۔ جلوس کو بعض نے ترک کیا ہے مگر جلوس واجب ہے۔ جلوس میں تشہد کی نشست جو تشہد میں بیٹھی جاتی ہے مسنون ہے۔

مصلّی، نماز پڑھنے والے پر، امام ہو یا منفرد سجدہ میں جانے کے وقت، سجدۂ تلاوت کی نیت دل میں کرنا واجب ہے۔ زبان سے نیت کے اور تکبیرِ احرام کے الفاظ نہ کہے جائیں۔ اس حکم سے ماموم اور مقتدی خارج ہیں۔ تکبیرِ انتقالی سجدہ میں جاتے ہوئے اور سجدہ سے اُٹھتے ہوئے بغیر رفعِ یدین کے مسنون ہے۔ سجدہ کے بعد استراحت نہیں ہے۔ سجدہ کے بعد کی اور قیام سے پیشتر کی نشست کو استراحت کہتے ہیں۔ مصلّی اپنی قرأت پر سجدہ کرے گا نہ کہ دوسرے کی ورنہ نماز باطل ہوگی۔ ماموم امام کے سجدہ کرنے پر سجدہ کرے گا اگرچہ کہ امام کی قرأت نہ سنی ہو۔ امام آیتِ سجدہ پڑھ کر سجدہ نہ کرے تو ماموم بھی سجدہ نہ کرے گا۔ امام کے سجدہ کرنے پر ماموم سجدہ کرے گا! اس کا نتیجہ یہ کہ ماموم محض امام کی قرأت پر سجدہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح ماموم کسی غیر امام کی قرأت پر بھی بدرجۂ اولیٰ سجدہ نہیں کر سکتا۔

شرائطِ صحتِ سجدۂ تلاوت وہی ہیں جو نماز میں ہیں۔ طہارت، سترِ عورت، استقبالِ قبلہ اور دخولِ وقت۔ یہاں دخولِ وقت سے مراد یہ ہے کہ سجدہ کی آیت پوری ہو چکی ہو۔ آیتِ سجدہ کے حروف کے پورے ہونے سے پہلے سجدہ جائز نہیں ہے۔

سورۂ ص اڑتیسواں سورہ، جزو تیئیس وَمَالِیَ میں سورہ کی دوسری رکوع میں چوبیسویں آیت ہے۔ جو اَناب پر ختم ہوتی ہے اور بعض کا قول ہے کہ پچیسویں آیت ہے جو مَآب پر ختم ہوتی ہے اس آیت پر سجدۂ شکر، شافعیہ میں بیرونِ نماز مسنون ہے۔ نماز میں اس پر سجدہ جائز نہیں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہ سجدہ غیر مؤکد ہے۔ حنفیہ میں نماز میں بھی اس آیت پر سجدہ واجب ہے۔ اگر حنفی امام اس آیت پر سجدہ کرے تو شافعی ماموم کو اختیار ہے کہ مفارقت کرے یا انتظار کرے اور انتظار مفارقہ سے اولیٰ ہے۔ نماز میں اس آیت پر سہواً سجدہ کرے تو اس کی تلافی کے لیے سجودِ سہو کرے۔

دعائے سجدۂ تلاوت۔ سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ

اس میں کراہت تنزیہی ہے اور وہ بھی ایسی صورت میں جبکہ ایسے وقت میں دفن کرنے کے لیے انتظار کیا جائے۔

سبب کے لحاظ سے نماز کی چار قسمیں ہیں۔ نماز کے لیے کوئی سبب ہو یا سبب نہ ہو اور پھر سبب کی تین قسمیں ہیں سببِ متقدم، مقارن یا متاخر۔ ان ہی اسباب کے لحاظ سے احکام بھی مختلف ہیں۔ سببِ متقدمہ ہو تو ان اوقات میں نماز جائز ہے جیسا کہ فائتہ یعنی فوت شدہ نماز۔ فائتہ کا سبب یہ ہے کہ اس کی ادا کا وقت زمانۂ ماضی میں گزر چکا۔ فائتہ عام ہے فرض ہو یا نفل۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھیں اور فرمایا کہ یہ دو رکعتیں ظہر کی تھیں۔ نمازِ جنازہ، نمازِ منذور، نمازِ طواف، نمازِ معاد، سنتِ وضوء، تحیۃ المسجد اور سجودِ تلاوت و شکر بھی اسی طرح ہیں۔ نمازِ جنازہ کا سبب غسلِ میت سے فارغ ہونے پر، نمازِ منذور کا نذر کے بعد، نمازِ طواف کا سبب طواف سے فراغت پر، نمازِ معاد کا سبب فاقد الطہورین کی نماز کے بعد پانی کی دستیابی پر، سنتِ وضوء کا سبب وضوء سے فراغت پر، تحیۃ المسجد کا سبب مسجد میں داخل ہونے کے بعد، سجدۂ تلاوت کا سبب سجدہ کی آیت کی تلاوت پر اور سجدۂ شکر کا سبب کسی نعمت کا حصول ہے۔ مگر ان جملہ امور میں کراہت اسی صورت میں نہیں ہے جبکہ خاص طور پر وقتِ کراہت پر ادا کرنے کے ارادے سے ملتوی نہ کر رکھا ہو۔ مسجد میں داخل ہونے کے لیے فرصت تھی مگر داخل نہ ہو کر کراہت کے وقت تک انتظار کر کے کراہت کے وقت میں اس ارادے سے داخل ہو کہ تحیۃ المسجد پڑھے یا وقتِ مکروہ میں سجدہ کرنے کے ارادہ سے سجدہ کی آیت پڑھے اور سجدہ کرے تو دونوں باتیں حرام ہیں۔ سببِ مقارن ہو تو اوقاتِ مکروہ میں نماز جائز ہے۔ مقارن والی نماز اس نماز کو کہتے ہیں جس کا سبب اور نماز دونوں ایک ساتھ واقع ہوں جیسا کسوف اور استسقاء کی نمازیں۔ مقارن کے معنی نزدیک ہونے کے ہیں اور نزدیکی زمانے سے ہو سکتی ہے اور وقت سے بھی۔ کسوف کا سببِ مقارن یہ ہے کہ سورج یا چاند میں گہن کی وجہ سے تغیر واقع ہو۔ وقتِ کراہت میں کسوف واقع ہو تو کسوف کی نماز پڑھنے میں کراہت نہیں ہے اسی طرح استسقاء کا سببِ مقارن یہ ہے کہ مینھ کی حاجت ہو۔ سببِ متاخر ہو تو وقتِ مکروہ میں نماز پڑھنے میں کراہتِ تحریمی ہے۔ سببِ متاخر کی مثال احرام اور استخارہ کی نمازیں ہیں۔ ان نمازوں میں نماز کے بعد احرام یا استخارہ کی نیت کی جاتی ہے۔ نماز پہلے اور مقصد بعد واقع ہوتا ہے۔ غیرِ سبب کی نماز اوقاتِ مکروہ میں پڑھنے میں کراہتِ تحریمی ہے۔ غیر سببی نماز اس نماز کو کہتے ہیں جس کے لیے کوئی سبب ہی نہ ہو جیسا کہ مطلق نفل نماز جس کی مثال صلاۃ التسابیح ہے۔ حدیث۔ مَنْ نَامَ عَنْ صَلَاةٍ أَوْ نَسِيَهَا فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا۔ جو شخص سو گیا یا بھول گیا نماز کو تو جب یاد آ جائے نماز پڑھ لے۔ یہاں قضاء نماز مراد ہے جو اوقاتِ مکروہ میں جائز ہے۔ فوت شدہ نمازیں فرض کے بعد فرض پڑھی جا سکتی ہیں۔ حدیث۔ لَا تَحَرَّوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا۔ سورج کے طلوع اور غروب کے وقت نماز کا ارادہ مت کرو۔ مگر جنازہ کی نماز میں تاخیر کرنے اور عصر کے بعد اس امید میں پڑھنا کہ نمازیوں کی تعداد میں زیادتی ہو جائے اگرچہ اولویت اس میں ہے کہ عصر سے پہلے نمازِ جنازہ پڑھی جائے۔ اسی طرح

تنبیہ - ابن حجر کا قول ہے کہ بغیر سبب کے، صرف تقرب الی اللہ کے خیال سے سجدہ کرنا حرام ہے۔ سجدہ کی شرعی صورتیں یہ ہیں۔ سجودِ نماز۔ سجودِ سہو۔ سجدۂ تلاوت، سجدۂ شکر۔ ان سجدوں کے سوائے دوسری کسی نیت سے سجدہ کرنا ممنوع ہے۔ وقتِ کراہت میں سجدۂ تلاوت حرام ہے۔ اوقاتِ مکروہ کی تفصیل آگے آئیگی۔

اختلاف - سجدۂ تلاوت حنفیہ میں واجب ہے اور وقت کے گزرنے پر فوت بھی نہیں ہوتا۔ سورۂ ص کی آیت پر سجدہ نماز میں حنفیہ کے پاس واجب ہے۔ سورۂ الحج کی دوسری آیت تفلحون پر حنفیہ میں اور حم السجدۃ کی آیت یسأمون پر مالکیہ میں سجدہ نہیں ہے۔

اوقتِ مکروہ

پانچ اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے سوائے نماز سب [illegible] کے۔ بعد نماز صبح، بوقتِ طلوع، بوقتِ استواء، بعد نماز عصر اور بوقتِ غروب۔ مسلم نے عقبہ بن عامرؓ سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَانَا أَنْ نُصَلِّيَ فِيهِنَّ أَوْ نَقْبُرَ فِيهِنَّ مَوْتَانَا حِينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتَّى تَرْتَفِعَ وَحِينَ يَقُومُ قَائِمُ الظَّهِيرَةِ حَتَّى تَمِيلَ الشَّمْسُ وَحِينَ تَضَيَّفُ لِلْغُرُوبِ تین وقتوں میں ہم کو نماز پڑھنے سے اور مُردوں کو قبر میں رکھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا جبکہ سورج نکلتا ہو یہاں تک کہ بلند ہو جائے اور جبکہ سورج سر پر ہو یہاں تک کہ ڈھل جائے اور جبکہ غروب کی طرف مایل ہو۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ اِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ وَمَعَهَا قَرْنُ الشَّيْطَانِ فَإِذَا ارْتَفَعَتْ فَارَقَهَا فَإِذَا اسْتَوَتْ قَارَنَهَا فَإِذَا زَالَتْ فَارَقَهَا فَإِذَا دَنَتْ لِلْغُرُوبِ قَارَنَهَا فَإِذَا غَرَبَتْ فَارَقَهَا۔ سورج طلوع ہوتا ہے تو شیطان اس کے ساتھ ہوتا ہے اور جب بلند ہوتا ہے تو علحدہ ہو جاتا ہے پھر جب استواء پر آتا ہے تو قریب آتا ہے پھر جب زوال کرتا ہے تو دور ہو جاتا ہے پھر جب غروب کی طرف مایل ہوتا ہے تو قریب آتا ہے پھر جب غروب کرتا ہے تو دور ہو جاتا ہے۔ ان دونوں حدیثوں سے صرف تین اوقات کی کراہت کا اظہار ہوتا ہے اور بقیہ دو کی نسبت صحیحین کی حدیث ہے۔

کراہت کی دو قسمیں ہیں۔ کراہتِ تحریمی اور تنزیہی۔ کراہتِ تحریمی میں گناہ ہے اور تنزیہی میں گناہ نہیں ہے۔ قول معتمد یہ ہے کہ ان اوقات میں نماز پڑھنے میں کراہتِ تحریمی ہے۔ حرام اور کراہتِ تحریمی دونوں میں گناہ ہے مگر فرق یہ ہے کہ حرام وہ ہے جو قرآن، سنت، اجماع یا قیاس کی ایسی قطعی دلیل سے ثابت ہے جس میں تاویل کا احتمال نہیں ہے اور کراہتِ تحریمی وہ ہے جو ایسی دلیل سے ثابت ہے جس میں تاویل کا احتمال ہے۔ ان اوقات میں نماز پڑھنا اسی طرح مکروہ ہے کہ نماز منعقد ہی نہیں ہوتی۔ حدیث اول الذکر میں قبر میں رکھنے سے جو منع کیا گیا ہے

مزید تفصیل تحتِ بیانِ زوال صفحہ ۲۱۲ پر درج ہے۔

بعدِ عصر۔ نمازِ عصر کے بعد سے سورج کے غروب ہونے تک نماز پڑھنے میں کراہتِ تحریمی ہے۔ اگر قصر میں جمع کر کے ظہر اور عصر دونوں کو ظہر کے وقت پڑھے تو بھی عصر کی نماز کے بعد کسی اور نماز کا پڑھنا مکروہ ہے۔ کراہت جاری رہتی ہے پورے طور پر سورج کے غروب ہونے تک جس میں اِصفرار کا وقت بھی داخل ہے۔ اِصفرار سورج میں زردی آنے کو کہتے ہیں۔ اِصفرار کے بعد دونوں قسم کی کراہتیں بہ تعلقِ نماز اور بہ تعلقِ وقت جمع ہو جاتی ہیں۔

وقتِ غروب۔ سورج کے عین غروب کے قریب نماز پڑھنے میں کراہتِ تحریمی ہے اور یہ کراہت جاری رہتی ہے سورج کے پورے طور پر غروب ہو جانے تک۔ غروب کے قریب سے مراد اِصفرار کا وقت ہے اگر چہ کہ عصر نہ پڑھی ہو۔ اگر عصر بھی پڑھ لی ہے تو دونوں کراہتیں بہ تعلقِ وقت و نماز جمع ہو جائیں گی۔ اگر عصر نہیں پڑھی ہے تو صرف کراہتِ وقت واقع ہو گی۔ کراہت کا یہ وقت اِصفرار سے سورج کے غروب تک ہے۔

حرمِ مکہ۔ حرمِ مکہ میں اوقاتِ مکروہ میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ حدیثِ ترمذی۔ يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ لَا تَمْنَعُوا أَحَدًا طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ وَصَلّٰى أَيَّةَ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ۔ عبد مناف کے خاندان والو! مت روکو کسی کو اس گھر کا طواف کرنے اور نماز پڑھنے سے، رات اور دن کے جس وقت چاہے۔ حرمِ مکہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے یہ استثناء صرف نمازِ طواف سے متعلق نہیں ہے بلکہ تمام نمازوں سے متعلق ہے۔ مسجد، شہرِ مکہ اور حرمِ مکہ تینوں کے حدود خاص اور عام کی [illegible] رکھتے ہیں۔ مسجدِ حرم کی وُسعت سب سے کم ہے اور اس سے وسیع تر شہرِ مکہ ہے اور شہرِ مکہ سے وسیع تر حرمِ مکہ ہے جس کی تفصیل حج کے بیان میں آئے گی۔ جمعہ کے روز صرف وقتِ استواء کی کراہت کا استثناء ہے اور حرمِ مکہ کے لیے جملہ اوقات کی کراہت کا استثناء ہے۔ اوقاتِ مکروہ میں حرمِ مکہ میں نماز پڑھنا جائز ہے مگر اَولویت کے خلاف ہے تاکہ امام مالک اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما سے صریح اختلاف نہ ہو۔ حرمِ مکہ کی قید کی وجہ سے حرمِ مدینہ اور بیت المقدس اس حکم سے خارج ہیں۔ حرمِ مدینہ اور بیت المقدس میں اوقاتِ مکروہ میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

متفرق۔ خطیب شربینی نے لکھا ہے کہ یہ کراہت بلحاظِ اوقا[illegible] ہے ورنہ نماز کی اقام[illegible] کے وقت، خطبۂ جمعہ کے لیے امام کے منبر پر چڑھنے کے وقت بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ منبر پر امام کے چڑھنے اور منبر پر بیٹھنے کے بعد سے خطبہ کے ختم ہونے تک کسی فرض یا نفل نماز کا پڑھنا حرام ہے۔ یہ امتناع حرمِ مکہ پر بھی شامل ہے۔ غیر جمعہ کے خطبہ کے وقت نماز پڑھنے میں صرف کراہت ہے۔ خطبہ سے قبل نماز شروع کی ہو تو امام کے منبر پر بیٹھنے کے ساتھ ہی نماز میں تخفیف کر دی جائے۔

اختلاف۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اوقاتِ مکروہ میں نماز پڑھنے میں مطلق کراہت ہے یہاں تک کہ حرمِ مکہ میں بھی اِن اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اسی لیے شافعیہ نے بالآخر اس کو خلافِ اَولیٰ قرار دیا۔

نمازِ جمعہ سے پہلے نمازِ جنازہ کا پڑھنا اولیٰ ہے اور عام طور پر نمازِ جمعہ کے بعد نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے جو خلافِ اولیٰ ہے۔ نمازِ عصر میں اس طرح تاخیر کی جائے کہ اِصفرار کے وقت ادا کرے تو جائز ہے اس لیے کہ اندرونِ وقت ہے۔ اِصفرار اُس وقت کو کہتے ہیں جبکہ سورج میں زردی آجائے۔ وقتِ کراہت سے پہلے معینہ مقدار میں نماز کے لیے احرام کرے اور اس کے بعد کراہت کا وقت آجائے تو اس مقدارِ معینہ کو پوری کرے ورنہ معتمد یہ ہے کہ جس قدر چاہے پڑھے۔ قلیوبی کا قول ہے کہ اگر تعیین نہ کیا ہو تو دو رکعتوں پر اکتفا کرے۔

اوقاتِ مکروہ۔

بعدِ صبح۔ نمازِ صبح کے بعد سے سورج کے طلوع تک نماز پڑھنے میں کراہتِ تحریمی ہے۔ یہ حکم صحیحین کی حدیث پر مبنی ہے صبح کی نماز کے بعد سورج کے طلوع ہونے سے قبل کسی دوسری نماز کے پڑھنے میں صرف ایک نوعیت کی کراہت ہے جس کا تعلق نماز سے ہے مگر سورج طلوع ہو جائے تو نماز کے پڑھنے میں کراہت کی دونوں نوعیتیں جمع ہو جائیں گی، نماز کے تعلق سے اور وقت کے تعلق سے۔ یہ کراہت جاری رہتی ہے اُس وقت تک جبکہ سورج پورے طور پر طلوع اور ایک نیزہ برابر بلند ہو جائے۔ ایک نیزہ سے مراد اتنی مسافت ہے جو آدمی کے ساتھ ہاتھ کے برابر ہے اور حالیہ پیمانہ کے لحاظ سے اس کے ساڑھے دس فٹ ہوتے ہیں۔ آسمان پر سورج کی ایک نیزہ بلندی سے مراد ایسی بلندی ہے جو معمولی طور پر ظاہر آنکھوں سے دکھائی دے ورنہ اصل میں یہ مسافت بہت زیادہ ہے۔

وقتِ طلوع۔ سورج کے طلوع ہوتے وقت نماز پڑھنے میں کراہتِ تحریمی ہے یہاں تک کہ پورے طور پر طلوع ہونے کے بعد ایک نیزہ بلند ہو جائے۔ طلوع سے مراد یہ ہے کہ سورج کا طلوع ہونا شروع ہو جائے۔ مطلقاً سورج کے طلوع کے وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے، اس سے تعلق نہیں کہ صبح کی نماز پڑھی تھی یا نہیں۔ اگر نمازِ صبح پڑھی تھی تو دونوں کراہتیں جمع ہو جائیں گی اور اگر نہیں پڑھی تھی تو صرف کراہتِ وقت ہوگی۔ یہ کراہت جاری رہتی ہے جب تک سورج پورے طور پر طلوع ہو کر ایک نیزہ برابر بلند ہو جائے۔ نیزہ سے مراد ساتھ ہاتھ یعنی ساڑھے دس فٹ کی مقدار ہے۔

وقتِ اِستواء۔ آسمان کے وسط میں سورج کے ہونے کے وقت نماز پڑھنے میں کراہتِ تحریمی ہے جو وسطِ آسمان سے سورج کے ڈھل جانے تک جاری رہتی ہے۔ وسطِ آسمان سے ڈھلنے سے مراد یہ ہے کہ سورج آسمان کے وسط سے مغرب کی طرف ڈھل جائے۔ وقتِ اِستواء ایک مختصر اور نازک وقت ہے جس کا احساس دشوار ہے مگر ٹھیک وقتِ اِستواء پر تکبیرِ تحریمہ واقع ہو تو نماز ہی منعقد نہ ہوگی۔ جمعہ کا روز اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ سورج کے اِستواء پر ہونے کے باوجود جمعہ کی نماز کے پڑھنے میں کراہت نہیں ہے۔ حدیث میں جمعہ کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ دوسری حدیث یہ ہے۔ اِنَّ جَهَنَّمَ لَا تُسْجَرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔ دوزخ جمعہ کے روز نہیں بھڑکائی جاتی۔ معتمد یہ ہے کہ جمعہ کے روز مطلق کراہت نہیں ہے۔ یہ قید نہیں ہے کہ جمعہ کے لیے حاضر ہو۔ جمعہ کے روز نماز صحیح ہو سکتی ہے جبکہ سورج عین اِستواء پر ہو۔

نہیں ہوتی۔ جماعت کے حصول میں، جماعت کی قلت اور کثرت دونوں برابر ہیں لیکن کثرت میں فضیلت ہے بعض وقت قلت کو کثرت پر فضیلت دیجاتی ہے جیسا کہ بڑی جماعت کے امام کے عقاید ٹھیک نہ ہوں یا بعض واجبات کے مندوب ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو۔ چھوٹی جماعت کا امام فضیلت کے وقت نماز پڑھتا ہو تو اس کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے۔ کثیر جماعت کے ساتھ آخر وقت نماز پڑھنے سے قلیل جماعت کے ساتھ اوّل وقت نماز پڑھنا افضل ہے۔ نماز کے لیے جائے تو سکون کی چال چلے۔ البتہ نماز کا وقت یا جمعہ کے فوت ہونے کا خوف ہو تو تیز چال چلنا واجب ہے جس شخص کے ذمہ کسی مسجد کی امامت مقرر ہے اس کے لیے واجب ہے کہ فضیلت کے وقت نماز پڑھے اگرچہ کوئی حاضر نہ ہو۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں یہ حکمت مضمر ہے کہ گناہ گار اپنے مالک کے پاس عذرخواہی کرتا ہے اور دوسروں سے سفارش کرواتا ہے تاکہ اس کی عذرخواہی قبول ہو۔

مسجد میں مختصر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا، غیر مسجد گھر وغیرہ میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ حدیث۔ صَلُّوْا اَیُّهَا النَّاسُ فِیْ بُیُوْتِكُمْ فَاِنَّ اَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِیْ بَیْتِهٖ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ۔ اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو۔ بے شک مرد کی نماز اپنے گھر میں افضل ہے سوائے مفروضہ نمازوں کے یعنی مفروضہ نمازیں مسجد میں افضل ہیں۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں شرف ہے اور اسلامی شعار کا اظہار بھی ہوتا ہے۔

شعار شعیرہ کی جمع ہے جس کے معنی علامت کے ہیں اور اس سے مقصود یہ ہے کہ اہالیانِ شہر پر نماز کے لیے اجتماع کا اظہار ہو۔ ہر ایک چھوٹے قریہ میں اور بڑے شہر کے ہر ایک محلہ میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں شعارِ اسلامی کا اظہار ہوتا ہے۔ اگر نماز مکانوں میں پڑھی جائے تو شعارِ اسلامی کا اظہار نہ ہوگا اور فرض ساقط نہ ہوگا شعار کے اظہار کے لیے ضابطہ یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز میں شرکت کے لیے مشقت نہ ہو، سہولت ہو، بڑے چھوٹے کا امتیاز نہ ہو۔ بڑے شہر میں اگر ایک ہی جگہ جماعت ہو جہاں دور کے رہنے والے کو پہنچنے میں مشقت ہو یا خانگی مکان میں جماعت ہو جہاں غیر شخص کو داخل ہونے میں تامل ہو تو شعار کا اظہار نہ ہوگا اور فرض ساقط نہ ہوگا۔ اگر مسلمان جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے رک جائیں تو امام یا اس کا نائب لڑائی کا اعلان کرے گا۔ انفرادی طور پر کسی شخص کو بطور خود یہ اختیار نہ ہوگا۔

حکم۔ نمازِ جماعت کی نسبت چار اقوال ہیں۔ فرضِ عین، فرضِ کفایہ، سنتِ عین اور سنتِ کفایہ لیکن زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ فرض نماز پڑھنا فرضِ کفایہ ہے۔ حدیث۔ مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِیْ قَرْیَةٍ اَوْ بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِیْهِمُ الْجَمَاعَةُ اِلَّا اسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطَانُ فَعَلَیْكَ بِالْجَمَاعَةِ۔ فَاِنَّمَا یَاْكُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِیَةَ۔ کوئی تین آدمی کسی قریہ یا جنگل میں ہوں اور ان میں جماعت کے ساتھ نماز نہ ہوتی ہو تو ان پر شیطان غالب آتا ہے پس تم جماعت کی پابندی کرو۔ بیشک بھیڑیا بھٹکی ہوئی بکری کو کھا جاتا ہے۔ لَا تُقَامُ کا لفظ فرضِ کفایہ پر

جماعت

حکم، شعار، نیت، عذراتِ ترکِ جماعت، مراتبِ امامت، شرائطِ اقتداء، تصنیف۔

جماعت کے معنی فرقہ اور ٹکڑی کے ہیں اور شرع میں امام اور ماموم کی نمازوں میں ربط پیدا کرنے کو جماعت کہتے ہیں۔ ابن سراقہ نے بیان کیا ہے کہ نمازِ جماعت اس امت کی خصوصیات سے ہے ورنہ نماز تنہا پڑھنے کا طریقہ پہلے سے جاری تھا۔ جمعہ، عیدین، کسوفین اور استسقاء کی نمازیں بھی اس امت کی خصوصیات سے ہیں۔ مکہ کے قیام کے زمانہ میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اپنے اپنے گھروں میں بغیر جماعت کے نماز پڑھتے تھے۔ حضرت علی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے۔ ابن درید کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے جماعت کے ساتھ صبح کی نماز غار سے نکلنے کے بعد پڑھی تھی۔ مگر حکم کی بنا پر علانیہ طور پر مدینۂ طیبہ میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔

جماعت کے ساتھ فرض نماز ادا کرنا فرض کفایہ ہے۔ آیت۔ (۵/۱۲) وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ۔ جب تم ان کے ساتھ ہو اور ان کے ساتھ نماز پڑھو تو ان میں سے ایک فرقہ تمہارے ساتھ نماز پڑھے۔ یہ آیت لڑائی کے وقت نازل ہوئی اور جب لڑائی کے خوف کی حالت میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے حکم دیا گیا تو امن کی حالت میں یہ حکم بدرجۂ اولیٰ صادق آتا ہے۔ حدیث۔ صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً وَفِي رِوَايَةٍ بِخَمْسٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ افضل ہے اور ایک روایت پچیس درجہ۔ احیاء میں لکھا ہے جماعت کے ساتھ نماز فوت ہونے سے گناہ لازم آتا ہے۔ سلفِ صالح کا دستور تھا کہ اگر کسی نے امام کے ساتھ تکبیرِ احرام فوت کی تو تین دنوں تک اس کے ساتھ تعزیت کرتے اور اگر کسی نے نمازِ جماعت فوت کی تو سات دنوں تک تعزیت کرتے۔ الفاظِ تعزیت یہ ہیں۔ لَيْسَ الْمُصَابُ مَنْ فَارَقَ الْأَحْبَابَ بَلِ الْمُصَابُ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ۔ دوستوں سے جدا ہونا مصیبت نہیں ہے بلکہ ثواب سے محروم ہونا بڑی مصیبت ہے۔ جماعت کی ترکیب دو یا زیادہ سے ہوتی ہے۔ حدیث۔ اَلْجَمَاعَةُ إِمَامٌ وَمَأْمُومٌ۔ جماعت امام اور ماموم کو کہتے ہیں۔ مرد اپنے بیٹے یا زوجہ کے ساتھ نماز پڑھے تو جماعت ہو جائے گی۔ اَلِاثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ۔ دو اور اس سے زیادہ جماعت کہلاتے ہیں۔ جماعت کے لیے دو کی تعداد امرِ شرعی ہے اور جمع کے لیے تین کی اقل تعداد امرِ لغوی ہے۔ حنفیہ میں اقل تعداد تین ہے۔ دو یا تین کی اقل تعداد عام نمازوں کی جماعت کے لیے ہے ورنہ جمعہ کی نماز چالیس کی تعداد کے بغیر

جمعہ کی جماعت میں شریک ہوا تو جمعہ کی نیت کرے مگر فرضِ ظہر کی تکمیل کرے۔

تخفیف۔ امام کے لیے مسنون ہے کہ نماز میں تخفیف کرے لیکن تخفیف کے معنی یہ ہیں کہ ابعاض اور ہیئاتِ نماز کو ادا کرے یعنی جملہ واجبات اور مستحبات کے ساتھ نماز ادا کرے۔ تسبیح وغیرہ میں نہ اقل پر اکتفا کرے اور نہ اکمل پر عمل کرے ورنہ مکروہ ہوگا بلکہ ادنیٰ کمال پر عمل کرے۔ تین مرتبہ تسبیحات کا پڑھنا ادنیٰ کمال ہے۔ حدیث۔ اِذَا اَمَّ اَحَدُکُمُ النَّاسَ فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ فِیْهِمُ الضَّعِیْفَ وَالسَّقِیْمَ وَذَا الْحَاجَةِ وَاِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْیُطِلْ مَاشَاءَ۔ اگر تم لوگوں کی امامت کرو تو تخفیف کرو۔ اس لیے کہ ان میں ضعیف بھی ہوں گے اور بیمار اور صاحبِ ضرورت بھی اور جب تم تنہا نماز پڑھو تو جس قدر چاہو طوالت دو۔

انتظار۔ دوسروں کی شرکت کے انتظار میں نماز میں طوالت دینا مکروہ ہے۔ اگر امام کو رکوع میں یا آخری تشہد میں یہ معلوم ہوا کہ کوئی شخص جماعت میں شرکت کی غرض سے نماز کے مقام پر داخل ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے انتظار کرے مگر انتظار میں مبالغہ نہ کرے اور داخل ہونے والے اشخاص کی حیثیت میں امتیاز نہ کرے۔ حیثیت کا انتظار کرنا مکروہ ہے۔ **شرائطِ انتظارِ امام** نو ہیں۔ انتظار[۱] رکوع میں یا تشہدِ آخر میں کیا جائے۔ وقت[۲] کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو۔ جس[۳] شخص کا انتظار کیا جائے گا مقامِ نماز میں داخل ہوا ہو، خارج نہ ہو۔ انتظار[۴] اللہ تعالیٰ کے لیے کیا جائے ورنہ مکروہ ہوگا۔ انتظار[۵] میں مبالغہ نہ کیا جائے ورنہ مکروہ ہوگا۔ داخلین[۶] کی حیثیت میں امتیاز نہ کیا جائے۔ داخل[۷] ہونے والے کی نماز میں شرکت کا ظن ہو۔ رکوع[۸] کے ملنے سے رکعت کے ملنے کا ظن ہو اور تکبیرِ[۹] احرام میں شرکت کا ظن ہو۔

ادراک۔ جماعت میں رکوع میں بحالتِ طمانینت شریک ہوا تو رکعت پا لے گا۔ اگر رکعت نہ پائے مگر پہلے سلام سے پیشتر شرکت کرے تو جماعت کی فضیلت پائے گا۔ ماموم کی شرکت کے وقت امام نے سلام شروع کر دیا ہو تو تین اقوال ہیں۔ رملی کا قول ہے کہ ماموم کی نماز انفرادی طور پر قایم ہوگی اور میدانی کا قول ہے کہ ماموم کی نماز ہی منعقد نہ ہوگی اور ابن حجر کا قول ہے کہ ماموم کو جماعت حاصل ہوگی۔ بعد میں شریک ہونے والے کے مقابلہ میں اس شخص کو زیادہ فضیلت حاصل ہوگی جس نے شروع سے شرکت کی۔ امام کی تکبیرِ احرام کے ساتھ ہی ماموم کا شریک ہو جانا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ حدیث۔ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا۔ امام مقرر کیا گیا ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے پس جب امام تکبیرِ احرام کہے تو اس کے بعد ہی تکبیرِ احرام کہو۔ اگر طہارت وغیرہ ایسے امور میں بھی جو مصالحِ نماز سے ہوں تاخیر کی جائے تو بھی وہ فضیلت فوت ہو جائے گی جو امام کے ساتھ تکبیرِ احرام کے وقت شرکت میں حاصل ہوتی۔ **ادراکِ جماعت** کی چار قسمیں ہیں۔ ادراکِ[۱] فضیلتِ جماعت۔ ادراکِ[۲] جمعہ۔ ادراکِ[۳] رکعت اور ادراکِ[۴] فضیلتِ تحرّم۔

عذراتِ ترکِ جماعت۔ عذرِ شرعی کی بناء پر جماعت کے ترک کرنے کو رخصت کہتے ہیں۔ رخصت کے

دلالت کرتا ہے۔ اگر فرضِ عین مقصود ہوتا تو لا یُقیمُون کہا جاتا۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مردوں کے لیے فرضِ کفایہ ہے مگر عورتوں کے لیے قطعی طور پر سنّت ہے۔ شیخ ابو شجاع اور رافعی نے سنّتِ موکّدہ ظاہر کیا تھا مگر نووی نے فرضِ کفایہ قرار دیا اور ابن قاسم اور بیجوری نے اسی قول کی تائید کی ہے۔ کم سن لڑکے کو مسجد میں حاضر ہونا اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے حکم دیا جائے گا تاکہ اس کو نمازِ جماعت کی عادت ہو جائے۔ **نفل** نمازیں دو قسم کی ہیں ایک وہ جن میں جماعت مسنون ہے جیسا کہ عیدین، کسوفین، استسقاء اور تراویح اور رمضان کے نصف آخر میں وتر کی نمازیں دوسری وہ نفل نمازیں جن میں جماعت مسنون نہیں ہے بلکہ انفراداً پڑھنا مسنون ہے جیسا کہ چاشت اور تہجد کی نماز، غیر رمضان میں وتر کی نماز اور سُننِ راتبہ وہ سنّت نمازیں جو فرض نمازوں کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔

شرائط فرضِ کفایہ یہ ہیں کہ مرد ہو، آزاد ہو، مقیم ہو، ستر کا لباس رکھتا ہو، معذور نہ ہو اور پہلی رکعت ہو۔ عورت کے کے لیے واجب نہیں ہے مگر مسنون ضرور ہے۔ مسافر کے لیے واجب نہیں ہے بلکہ مسنون ہے۔ اُن لوگوں کے لیے جن کے پاس ستر کا لباس نہ ہو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ جماعت کے ساتھ اور انفراداً دونوں ان کے حق میں مساوی ہیں مگر تاریکی میں جماعت مستحب ہے۔ **اِعادہ** فرض نماز کا، دوسرے شخص کے ساتھ، اندرونِ وقت مسنون ہے اگرچہ ایک ہی ہو۔ اِعادہ کی صحت کے لیے وقت کی شرط ہے اگرچہ ایک رکعت کے لیے ہو مگر جماعت شروع سے آخر تک ہوگی۔ اعادہ کی نمازیں جماعت کے لیے شرط یہ ہے کہ پہلی نماز صحیح ہو اور ایسے شخص کے ساتھ پڑھے جو اِعادہ کو جائز یا مندوب تصوّر کرتا ہو۔ حنفیہ اور مالکیہ میں اِعادہ جائز نہیں ہے۔ اِعادہ ایک دفعہ ہو سکتا ہے اور رملی کا قول ہے کہ پچیس ۲۵ دفعہ۔ اِعادہ فرض نمازیں یا ایسی سنّت نمازیں ہو، ہر جس میں جماعت مسنون ہے سوائے وتر کے حدیث۔ لَا وِتْرَانِ فِي لَيْلَةٍ۔ ایک رات میں دو وتر نہیں ہوتیں۔ فرضِ عین میں اِعادہ ہو سکتا ہے نہ کہ فرضِ کفایہ میں اس لیے کہ نمازِ جنازہ میں اِعادہ مسنون نہیں ہے، اگر اِعادہ کیا گیا تو نفلِ مطلق ہو جائے گی۔ نمازِ جمعہ میں اِعادہ مسنون ہے اگر معذوری کی وجہ سے ظہر پڑھی ہو اور جمعہ کی جماعت کو پائے تو جمعہ کی جماعت میں شرکت مسنون ہے۔

رکعتِ اُولیٰ۔ پہلی رکعت میں جماعت واجب ہے۔ پہلی رکعت کے سوائے دوسری رکعتوں میں جماعت واجب نہیں ہے۔

قضا نمازیں جماعت واجب نہیں ہے مگر مسنون ہے اس شرط کے ساتھ کہ امام کی قضا نماز اور ماموم کی قضا نماز ایک ہو۔ امام ظہر کی قضا نماز پڑھتا ہو تو ماموم اس کے پیچھے ظہر کی قضا پڑھ سکتا ہے مگر عصر کے پیچھے ظہر پڑھنا مسنون نہیں ہے۔

جمعہ۔ نمازِ جمعہ کی پہلی رکعت میں جماعت فرضِ عین ہے۔ کم از کم ایک رکعت امام کے ساتھ ملے بغیر جمعہ کی نماز حاصل نہیں ہوتی۔ گویا کہ جمعہ کی جماعت میں دو امور امتیازی ہیں۔ جماعت اور ایک رکعت۔ جمعہ میں جماعت فرضِ عین ہے اور دوسری فرض نمازوں میں فرضِ کفایہ۔ جمعہ میں جماعت کے ساتھ کم سے کم ایک رکعت کا حاصل ہونا لازم ہے اور دوسری نمازوں میں بغیر رکعت کے بھی جماعت حاصل ہوتی ہے۔ بافضل کا قول ہے کہ اگر دوسری رکعت کی طمانینت کے بعد

نہ ہو۔ حرام ہے جبکہ وقت تنگ ہو اور منفرد وقت کے اندر پڑھ سکے۔ جمعہ میں جماعت فرض عین ہے بطور بقیہ فرض نمازوں میں فرض کفایہ، بعض مسنون نمازوں میں مسنون اور قضا نمازوں میں اختلاف کے ساتھ مکروہ ہے، بے پڑھے کے لیے مباح اور تنگ وقت میں حرام ہے۔

ماموم پر واجب ہے کہ امام کے تابع نماز پڑھنے کی نیت کرے نہ کہ امام کے لیے۔ تبعیت امام کی پیروی کرنے کو کہتے ہیں۔ تبعیت عمل ہے اور عمل کے لیے نیت کی ضرورت ہے، اس کا نتیجہ یہ کہ تبعیت کے لیے نیت کی ضرورت ہے نیت نہ کرنے پر نماز قایم ہو جائے گی مگر انفرادی طور پر نہ کہ جماعت کے ساتھ۔ مگر جمعہ کی نماز جماعت کی نیت کے بغیر قایم ہی نہیں ہوسکتی اس لیے کہ جمعہ کی نماز جماعت پر موقوف ہے! البتہ وہ نمازیں جو جماعت کے بغیر بھی ادا ہوسکتی ہیں ان میں اگر جماعت کی نیت نہ کی جائے تو نماز ادا ہو جاتی ہے۔ مگر ماموم اثنائے نماز میں امام کے تابع نماز پڑھنے کی نیت کرے تو نماز صحیح ہو جائے گی مگر کراہت کے ساتھ اور جماعت کی فضیلت حاصل نہ ہوگی۔ امام کے تابع نماز پڑھنے کے لیے نیت کے الفاظ یہ ہیں۔ تَابِعًا لِلْاِمَامِ یا مُؤْتَمًّا یا مُقْتَدِیًا یا مَامُوْمًا یا جَمَاعَۃً کہے۔ امام کے نام کا تعین کرنا واجب نہیں ہے۔ واقعی طور پر امام کی اقتدا کافی ہے اگرچہ اس کو نہ جانتا ہو۔ اگر امام کے نام کا تعین کرے اور غلط نام کہے تو نماز باطل ہوگی۔ اصول یہ ہے کہ جن امور میں اجمالی اور تفصیلی دونوں طور پر یا صرف اجمالی طور پر بغیر تفصیل کے تعریض واجب ہے ان میں غلطی کی جائے تو نقصان ہوگا بخلاف ان امور کے جن میں تعریض نہ اجمالی طور پر واجب ہے و نہ تفصیلی طور پر۔ ماموم مفارقت کی نیت کر کے جماعت کو منقطع کر سکتا ہے مگر مکروہ ہے سوائے اس کے کہ بیماری کا عذر ہو یا امام طوالت دے یا سنتِ مقصودہ تشہدِ اول وغیرہ کو ترک کرے۔ سنتِ مقصودہ سے مراد وہ سنتیں ہیں جن کے لیے سجودِ سہو مقرر ہیں۔

امام کے لیے امامت یا جماعت کی نیت صرف نماز جمعہ میں واجب ہے، دوسری نمازوں میں واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اگر امام امامت کی نیت نہ کرے تو صرف امام کو جماعت کی فضیلت حاصل نہ ہوگی اس لیے کہ اصول یہ ہے کہ لَیْسَ لِلْمَرْءِ اِلَّا مَا نَوٰی۔ آدمی کے لیے وہی چیز ہے جس کی وہ نیت کرے۔ امام کے امامت کی نیت نہ کرنے کی وجہ سے ماموم کے لیے فضیلت کے حصول میں کوئی خلل واقع نہ ہوگا، ماموم کو جماعت کی فضیلت حاصل ہوگی اگر امام نے اثنائے نماز میں امامت کی نیت کی تو نیت کے بعد سے اس کو فضیلت حاصل ہوگی اور اس میں کوئی کراہت بھی نہیں ہے۔ امام پر واجب نہیں ہے کہ امامت کی نیت میں ماموم کا تعین کرے اس لیے اگر ماموم کا تعین کرے اور تعین کرنے میں غلطی کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ جن امور میں اجمالی طور پر یا تفصیلی طور پر تعریض واجب نہیں ہے ان میں غلطی کرے تو مضایقہ نہیں۔ امام تکبیر احرام کے ساتھ امامت کی نیت کرسکتا ہے اگرچہ فی الوقت اس کے پیچھے کوئی نہ ہو مگر توقع ہو کہ دوسرا شخص عنقریب شریک ہوگا۔ اگر کسی کی شرکت کا امکان نہ ہو تو بھی امامت کی نیت کرنے میں کوئی

لغوی معنی سہولت اور آسانی کے ہیں اور اصطلاحِ شرع میں کسی اصلی دلیل کے خلاف جو حکم لگایا جاتا ہے اس کو رخصت کہتے ہیں بعض نے لکھا ہے کہ کسی عذر کی بناء پر سختی سے آسانی کی طرف منتقلی کو رخصت کہتے ہیں باوجود کہ اصلی حکم اپنی جگہ قایم ہے۔ رخصت کا اثر یہ ہے کہ جماعت کی فرضیت کے قول کے لحاظ سے ترکِ جماعت کی حرمت اور سنیت کے قول کے لحاظ سے ترک جماعت کی کراہت ساقط ہوتی ہے۔ شعایر اسلام پر عمل کرنے سے جو گناہ یا ملامت کا مستوجب ہوا تھا وہ زایل ہو جاتا ہے بلکہ جس نے عذر کی بناء پر جماعت ترک کی اس کو جماعت کی فضیلت حاصل ہوگی بشرطیکہ عذر نہ ہوتا تو جماعت میں شرکت کا ارادہ رکھتا۔ حدیث۔ اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ اَوْسَافَرَ کُتِبَ لَہٗ مِنَ الْعَمَلِ مَاکَانَ یَعْمَلُہٗ صَحِیْحًا مُقِیْمًا۔ جب بندہ بیمار رہا یا سفر کیا تو اس کے لیے لکھے گئے اعمال جن پر تندرست یا مقیم ہونے کی حالت میں عمل کرتا۔ ترکِ جماعت کے عذرات دو قسم کے ہیں عام اور خاص۔ عام عذرات پانچ اور خاص عذرات گیارہ جملہ سولہ[16] عذرات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں مگر اس تعداد پر حصر نہیں ہے اسی اصول کے تحت مزید عذرات بھی ہو سکتے ہیں۔

عذراتِ عام پانچ یہ ہیں۔ بارش[1] کی وجہ سے زحمت ہو۔ راستے[2] میں ہوا کی شدت ہو۔ کیچڑ[3] کی شدت۔ گرمی[4] اور سردی[5] کی شدت۔ **عذراتِ خاص** گیارہ[11] یہ ہیں۔ بھوک[1] اور پیاس کی شدت کھانے پینے کے اشیاء کی موجودگی میں۔ بیوی کے ساتھ جماعت کی خواہش کو بھی اسی میں شمار کیا گیا ہے۔ مرض[2] کی تکلیف۔ رفع حاجت[3] کی ضرورت پیشاب اور ہوا کے اخراج کی ضرورت بھی اس میں داخل ہے۔ معصوم[4] بچے کو نقصان پہنچنے کا خوف۔ قرض[5] خواہ کا خوف۔ ایسی[6] سزا کا خوف جس کی معافی کا امکان ہو۔ ساتھیوں[7] کے چھوٹ جانے کا خوف۔ موزوں[8] لباس کی عدمِ موجودگی۔ موزوں سواری کی عدم موجودگی[9] بھی اس میں شامل ہے۔ پیاز[10] وغیرہ جیسے بدبودار اشیاء کے کھانے سے منہ میں بدبو پیدا ہو جائے اور زایل نہ ہو سکے کیونکہ بو والے اشیاء کا کھانا مکروہ ہے اور اس بو کے ساتھ دوسرے اشخاص کی صحبت میں بیٹھنا بھی مکروہ ہے۔ منہ، بدن یا لباس کی ایسی بدبو کے ساتھ جس سے دوسروں کو اذیت پہنچتی ہو، مسجد کے علاوہ دوسرے اشخاص کی صحبت میں جانا مکروہ ہے۔ اسی اصول پر علماء کی رائے ہے کہ مجذوم اور ابرص کو دوسرے لوگوں سے ملنے جلنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ مسجد میں حاضری سے اور جمعہ کی شرکت سے بھی ان کو روکا جائے گا۔ مریض[11] کی موجودگی۔ **دیگر عذرات**۔ دوسرے عذرات بھی ایسے ہیں جن کی بناء پر جماعت کی شرکت سے معاف کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ زلزلہ، نیند کا غلبہ، غیر معمولی ضیامت اور اندھاپن۔ امام شروع پر طوالت دے اور قصداً سنتوں کو ترک کرے یا مبتدع اور معتزلی ہو جس کی اقتداء میں کراہت ہو تو ایسے امام کی جماعت میں شرکت سے معاف کیا جا سکتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جماعت کے احکام پانچ ہیں۔ واجب[1] ہے جماعت ہر مسلمان پر جو بالغ آزاد اور عاقل ہیں۔ مکروہ[2] ہے مبتدع کے پیچھے۔ مستحب[3] ہے برہنہ لوگوں کے لیے جبکہ اندھے ہوں یا تاریکی ہو اور مباح[4] ہے جبکہ اندھے نہ ہوں یا تاریکی

اقتداء

شرائطِ اقتداء - اقتداء کی صحت کے لیے بارہ[12] شرائط ہیں۔ موافقت[1]، تبعیت[2]، علم[3]، اجتماع[4]، مخالفت[5]، عدمِ تقدیم[6]، نیت[7]، صحتِ نماز[8]، تکمیلِ نماز[9]، عدمِ اقتداء[10]، [illegible][11]، صفتِ[12] امام۔ ان میں سے بعض کا ذکر ابو شجاع نے کیا ہے مگر ہم یہاں خطیب، مجیرمی اور بیجوری کی شروح سے پوری شرائط تفصیل سے درج کرتے ہیں۔

موافقت[1]: امام اور ماموم دونوں کی نمازوں کے نظم میں افعالِ ظاہری کے لحاظ سے موافقت ہو۔ نماز کے نظم سے مراد نماز کی ظاہری صورت اور ہیئت ہے۔ افعال کی قید سے اقوال خارج ہو جاتے ہیں۔ اقوال میں موافقت مشروط نہیں ہے۔ امام سورۂ فاتحہ پڑھے اور ماموم بوجہ معذوری سورۂ فاتحہ کا بدل پڑھے۔ ظاہری کی قید سے باطنی افعال خارج ہو جاتے ہیں اور ان میں موافقت کی قید نہیں ہے جیسا کہ اقتداء، ادا اور قضاء کی نیت، نفل کے پیچھے فرض، قضا کے پیچھے ادا اور قصیر کے پیچھے طویل نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ قصیر کم رکعتوں والی اور طویل زیادہ رکعتوں والی نماز کو کہتے ہیں۔ مگر چونکہ اختلافِ نوعیت کے ساتھ نمازِ جماعت مسنون نہیں ہے اس لیے بعض نے مکروہ قرار دیا ہے اور انفراد کو ترجیح دی ہے۔ امام اور ماموم کی نیت میں اختلاف ہو تو مضایقہ نہیں اس لیے کہ نیت قلب کا فعل ہے اور اس میں فاش مخالفت ظاہر نہیں ہوتی۔

تبعیتِ[2] امام - ماموم امام کی پیروی اس طرح کرے کہ امام کی تکبیرِ احرام کے بعد ماموم تکبیرِ احرام کہے۔ کوئی دو رکن فعلی کی مقدار میں امام پر سبقت نہ کرے اور نہ تخلف کرے۔ **سبقت** آگے بڑھ جانے کو اور **تخلف** پیچھے رہنے کو اور **مقارنت** ساتھ ساتھ عمل کرنے کو کہتے ہیں۔ تکبیرِ احرام میں سبقت کرے یا مقارنت کرے تو نماز ہی صحیح نہ ہوگی اور بقیہ ارکان میں بغیر کسی عذر کے سبقت یا تخلف کرے تو بھی نماز باطل ہوگی جیسا کہ امام قرائت میں قایم ہو اور ماموم سجدہ میں چلا جائے یا یہ کہ امام سجدہ میں جائے اور ماموم قرائت میں قایم رہے۔ تکبیرِ احرام کے علاوہ دیگر ارکان میں مقارنت میں کوئی مضایقہ نہیں لیکن افعال میں امام کے ساتھ مقارنت کردہ ہے اور جماعت کی فضیلت کو زایل کرتی ہے۔ سبقت یا تخلف کسی عذر کی بنا پر ہو تو نماز باطل نہ ہوگی۔ سبقت میں بھول لینا یا ناواقفیت کا عذر ہو سکتا ہے۔ تخلف میں یہ عذر ہو سکتا ہے کہ ماموم قرائت میں [illegible] ہو اور امام معتدل تو ماموم قرائت کی تکمیل کے لیے تخلف کر سکتا ہے لیکن اس کا لحاظ ہے کہ امام تین طویل ارکان سے زیادہ آگے نہ بڑھ جائے جیسا کہ رکوع اور دو سجدے۔ اعتدال اور دو سجدوں کے درمیان کا جلوس حساب میں شمار نہ ہوگا۔ امام اس قدر جلد قرائت پڑھے کہ ماموم معتدل ہونے کے باوجود سورۂ فاتحہ نہ پڑھ سکے تو ماموم پر واجب ہے کہ امام کے ساتھ رکوع میں چلا جائے اور سورۂ فاتحہ کو ترک کرے۔ اگرچہ پہلی چند رکعات میں ہو۔ موافق [illegible] کو کہتے ہیں جو امام کے قیام سے اتنا وقت پائے

صحیح نہیں ہے مگر مستحب بھی نہیں ہے۔ امام کے لیے جمعہ کی نماز میں تکبیرِ احرام کے ساتھ امامت کی نیت واجب ہے اگر امام نے امامت کی نیت ترک کی تو اس کی جمعہ ہی نہ ہوگی خواہ جماعت کے اشخاص چالیس ہوں یا زیادہ۔

جائز ہے کہ آزاد شخص غلام کے پیچھے اور بالغ ممیز کے پیچھے نماز ادا کرے۔ مرد کے لیے عورت کی اقتداء اور قاری کے لیے اُمّی کی اقتداء صحیح نہیں۔ ماموم کی اقتداء صحیح نہیں۔ آزاد شخص غلام کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے مگر افضل اور اَولیٰ یہ ہے کہ آزاد شخص امامت کرے سوائے اس کے کہ غلام فقہ سے زیادہ واقف ہو مگر نمازِ جنازہ میں آزاد شخص ہی کو ترجیح ہے۔ ممیز وہ لڑکا ہے جو سنِ بلوغ کے قریب پہنچا ہو اور جس میں قوتِ تمیز پیدا ہو چکی ہو۔ بالغ ممیز کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے مگر اجماع اس پر ہے کہ صحتِ اقتدا کے لیے بالغ اَولیٰ ہے غیر ممیز لڑکے کی امامت صحیح نہیں۔ بینا اور نابینا دونوں امامت کے لیے مساوی ہیں۔ وضو کیا ہوا شخص تیمم والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے، وضو میں پاؤں دھویا ہوا خُفّین پر مسح کرنے والے کے پیچھے، کھڑا رہنے والا بیٹھے ہوئے کے پیچھے۔

مراتبِ امامت۔ حاکم کو اپنی حدود ارضی میں امامت کے لیے دوسروں پر ترجیح اُس صورت میں حاصل ہے جبکہ اُس کے فرائض میں نماز کی تولیت بھی شامل ہے۔ حاکم کے بعد اُس شخص کا درجہ ہے جو امامت کی خدمت کے لیے مقرر ہے۔ اس کے بعد وہ شخص جو فقہ سے واقف ہو اور پھر وہ شخص جو قاری ہو، پھر زاہد اور پھر متورع، پھر مہاجر، پھر مُسن، پھر صاف ستھرا شخص بلحاظ لباس و بدن و پیشہ اور پھر خوش گلو۔ **قاری** وہ شخص ہے جو سورۂ فاتحہ صحتِ مخارج اور صحتِ صفات کے ساتھ پڑھے، کسی تشدید یا حرف میں غلطی نہ کرے۔ گو فقہا نے سورۂ فاتحہ کی تخصیص کی ہے مگر عُرفِ عام میں قاری سے وہ شخص مراد ہے جو قرآن صحت کے ساتھ پڑھے۔ **اُمّی** اُم سے ہے۔ اُم کے معنی ماں کے ہیں اور اُمّی سے مراد وہ شخص ہے جو ایسا ناواقف ہو جیسا کہ پیدائش کے وقت تھا۔ شرعاً اُمّی وہ شخص ہے جو سورۂ فاتحہ صحت کے ساتھ نہ پڑھ سکے۔ غلط پڑھنے والے کے پیچھے نماز صحیح نہیں ایسی غلطی میں جس سے معنی نہ بدلتے ہوں فقط کراہت ہے۔

ماموم مسجد میں امام کے تابع نماز پڑھے اور امام کی نماز سے باخبر ہو اور امام سے آگے نہ ہو تو کافی ہے۔ امام مسجد میں ہو اور ماموم بیرونِ مسجد مگر قریب اور باخبر ہو اور درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو تو جائز ہے۔ مسجد کے لیے کسی خاص علامت کی قید نہیں ہے۔ مسجد ہونے کا قرینہ بھی کافی ہے۔ رحبہ مسجد کا صحن بھی مسجد میں داخل ہے۔ صحن میں وہ سب جگہ شامل ہے جو مسجد کے باہر اور مسجد کے اطراف اور مسجد کی غرض کے لیے ہے۔ حریم اس جائے کو کہتے ہیں جو مسجد سے خارج اور مسجد سے متصل ہے اور مسجد کے مصالح کا انصاب الماء وطرح القمامات فیہ، پانی کی بندش اور کوڑے کرکٹ کے لیے ہو۔ حریم مسجد کے حکم میں داخل نہیں ہے۔ وقف کرتے وقت لازم ہے کہ رحبہ اور حریم میں تمیز کے لیے کوئی علامت قایم کی جائے۔

دیکھ رہا ہو جو امام کے پیچھے ہو۔ ماموم امام کی تکبیروں کی آواز سن رہا ہو یا مُبلّغ کی تکبیروں کی آواز اس کو سنائی دیتی ہو۔ مبلّغ اس شخص کو کہتے ہیں جو امام کے بعد تکبیروں کو پکار کر کہے۔

اجتماع: امام اور ماموم کا اجتماع ایک مقام پر ہو۔ اجتماع کی چار صورتیں ہیں! امام اور ماموم دونوں مسجد میں ہوں۔ دونوں مسجد میں نہ ہوں بلکہ کھلی جگہ یا عمارت میں ہوں۔ امام مسجد میں ہو اور ماموم بیرونِ مسجد یا ماموم مسجد میں اور امام بیرونِ مسجد۔ امام اور ماموم دونوں مسجد میں ہوں تو تین شرائط ہیں۔ ماموم امام کی نماز سے باخبر ہو۔ ماموم امام سے آگے نہ ہو اور ماموم کے لیے یہ ممکن ہو کہ امام تک پہنچ سکے! امام اور ماموم کا ایک سطح پر ہونا ضروری نہیں ہے۔ ایک نیچے اور دوسرا اونچے مقام پر ہو سکتا ہے مگر اس میں کراہت ہے سوائے اس کے کہ ضرورت ہو۔ مبلّغ بلند مقام پر کھڑا رہے امام کے لیے نماز کی کیفیت وغیرہ بیان کرتے وقت کھڑے رہنا مسنون ہے! امام اور ماموم دونوں کے درمیان کوئی دیوار وغیرہ حایل نہ ہو۔ کوئی عمارت درمیان میں ہو مگر اس میں سے راستہ ہو تو مضایقہ نہیں ایسی دو متصل مسجدیں جن کی باہمی آمد و رفت کے لیے دروازہ اور راستہ ہو ایک ہی مسجد میں داخل ہیں۔ جماعت کے ثواب کا حصول موقوف ہے اس امر پر کہ ماموم امام سے تین ہاتھ سے زیادہ فاصلہ پر نہ ہو۔ امام کے برابر نہ ہو اور صف سے جُدا نہ ہو ورنہ جماعت کی فضیلت فوت ہوگی۔ امام سے آگے ہونے یا نہ ہونے کا تعین پاؤں کی ایڑھی سے ہوگا۔ پاؤں کی انگلیاں آگے ہوں تو مضایقہ نہیں۔ بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں کولھے سے حساب ہوگا۔

کعبہ میں امام کے لیے مسنون ہے کہ مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھے اور ماموین کعبہ کے اطراف حلقہ بنائیں امام کی سمت کے علاوہ دیگر اسمات میں ماموم کعبہ سے زیادہ قریب ہو جائے تو مضایقہ نہیں۔ ایک ہی جہت میں ماموم امام کے آگے نہیں ہو سکتا۔ امام کعبہ میں ہو اور ماموم باہر ہو تو ماموم جس جہت میں چاہے توجہ کر سکتا ہے۔ ماموم کعبہ میں ہو اور امام باہر ہو تو ماموم اُس جہت کی طرف توجہ نہ کرے گا جس جہت کی طرف امام توجہ کرے تاکہ ایک ہی جہت میں ماموم امام کے آگے نہ ہو جائے۔ اگر ماموم نماز کی ابتدا ہی میں امام سے آگے ہو تو ماموم کی نماز صحیح نہ ہوگی اور اگر نماز کے اثناء میں آگے ہو جائے تو نماز باطل ہوگی۔ ماموم امام کے برابر ہو تو امام کی پیروی ہو جائے گی۔ مگر اس میں کراہت ہے اور جماعت کی فضیلت فوت ہوگی۔ مندوب ہے کہ ماموم امام سے ذرا یعنی تین ہاتھ یا اس سے کم پیچھے رہے اور اس طرح پیچھے رہنے سے منفرد نہیں ہوتا اور نہ جماعت کی فضیلت کھوتا ہے۔ اگر تین ہاتھ سے زیادہ پیچھے رہے تو جماعت کی فضیلت فوت ہوگی۔

اقامت۔ اقامت کہنے والے کے لیے مسنون ہے کہ کھڑا ہو کر اقامت کہے اور جو شخص اقامت کہنے کے وقت داخل ہو اس کے لیے افضل ہے کہ کھڑا ہی رہے۔ عام طور پر جماعت کے لیے حکم ہے کہ اقامت کے ختم ہونے کے بعد ہی کھڑے ہو جائیں تاکہ تکبیرِ احرام کے وقت امام کے ساتھ شرکت کی فضیلت حاصل ہو۔ اقامت کے آغاز کے بعد کسی نفل نماز میں مصروف ہونا مکروہ ہے خواہ وہ تحیۃ المسجد ہو یا سُنن راتبہ۔ اگر اقامت کے وقت کوئی شخص نفل میں مصروف ہو تو اس کو

جس میں ایک معتدل قاری کے لیے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی گنجائش ہو کسی رکعت میں بھی مسبوق اس کے خلاف وہ شخص ہے جس کو امام کے قیام سے اتنا وقت نہ ملے جس میں سورۂ فاتحہ پڑھ سکے۔ ماموم موافق ہو مگر دعائے افتتاح وغیرہ کی سنتوں میں اتنا مصروف رہے کہ قراءت نہ پڑھ سکے تو قراءت کی تکمیل کے لیے تخلف کرے۔ ماموم مسبوق ہو تو اس کے لیے مسنون ہے کہ سنت میں مشغول نہ ہو بلکہ سورۂ فاتحہ جتنا ہو سکے پڑھے اور امام کے ساتھ وجوباً رکوع میں چلا جائے سورۂ فاتحہ سے جو کچھ باقی رہ گیا ساقط ہو گا۔ اگر مسبوق فاتحہ نہ پڑھ سکا اور کسی سنت میں بھی مصروف نہ رہا تو امام کے ساتھ رکوع میں جانا اس پر واجب ہے اگر کسی سنت میں مصروف رہا ہو تو اسی قدر فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اگر مسبوق قراءت کی تکمیل میں تخلف کرے یہاں تک کہ امام رکوع سے اٹھ جائے تو رکعت فوت ہو جائے گی اور ماموم امام کی پیروی کرے گا اور امام کے سلام کے بعد چھوٹی ہوئی رکعت کو مسبوق کی طرح ادا کرے گا۔ مسبوق کو نماز کا جو حصہ ملے گا وہی اس کی نماز کی ابتداء ہے۔ حدیث۔ مَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا۔ جو نماز مل جائے پس پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اس کو پوری کرو کسی چیز کا اتمام اس کے آغاز کے بعد ہوتا ہے اس لیے صبح کی دوسری رکعت میں ماموم قنوت کا اعادہ کرے گا اور مغرب کی دوسری رکعت میں تشہد اول کا اعادہ کرے گا۔ اگر مسبوق کو امام کے ساتھ چار رکعت والی فرض نماز کی آخری دو رکعت ملیں تو مسبوق اپنی آخری دو رکعتوں میں ضم سورہ کرے گا تاکہ اس کی نماز ضم سورہ سے خالی نہ ہو۔ بخلاف مالکیہ کے جنکے پاس ماموم کی نماز کا حصہ وہی ہو گا جو امام کی نماز کا ہے اور فوت شدہ حصہ کی تکمیل ماموم کرے گا۔ اگر مسبوق امام کو رکوع میں پالے اور امام کے رکوع سے اٹھنے کے قبل ماموم کو طمانینت بھی حاصل ہو تو رکعت مل جائے گی۔ مسبوق نیت باندھنے کے لیے تکبیر احرام کہے گا اور رکوع میں جانے کے لیے دوسری تکبیر کہے گا۔ امام کے سلام پھیرنے کے بعد مسبوق کھڑا ہونے کے لیے تکبیر کہے گا۔ مسبوق کے لیے مسنون ہے کہ امام کے دونوں سلام پھیرنے سے پہلے کھڑا نہ ہو مگر پہلے سلام کے بعد جائز ہے۔

استنابت۔ امامت میں نیابت جائز ہے جس طرح عام کاروبار میں، واقف کی اجازت یا کسی عذر کی موجودگی کی ضرورت نہیں بشرطیکہ ایسے شخص کو مقرر کرے جو مساوی درجہ رکھتا ہو یا اس سے بہتر ہو۔ پورا مقررہ مشاہرہ مستنیب پائے گا اور نائب کو اسی قدر دے گا جس کا قرار داد ہوا۔

مقارنت۔ نماز کے افعال اور اقوال میں امام کے ساتھ بالکل ساتھ داری کرنے کو مقارنت کہتے ہیں۔ مقارنت کی نسبت پانچ احکام ہیں۔ حرام ہے مقارنت تکبیر احرام میں۔ ماموم کی نماز ہی منعقد نہ ہوگی۔ مندوب ہے مقارنت تامین یعنی آمین کہنے میں۔ مکروہ ہے افعال اور سلام میں۔ اس کی وجہ سے جماعت کی فضیلت فوت ہوتی ہے۔ مباح ہے دیگر صورتوں میں۔ واجب ہے مقارنت جب معلوم ہو کہ اگر امام کے ساتھ ساتھ سورۂ فاتحہ نہ پڑھے گا تو اس کے لیے وقت نہ ملے گا۔

علم۔ ماموم امام کی نماز سے باخبر ہو۔ امام ایک رکن سے دوسرے رکن میں جائے تو اس کا علم ماموم کو ہوتا ہے تاکہ امام کی اتباع کر سکے۔ امام کی حرکات اور سکنات کی واقفیت کے لیے چار ذرائع ہیں۔ ماموم امام کو دیکھتا ہو یا بعض صف کو

کی نماز مکروہ ہوگی اور اس کو جماعت کی فضیلت حاصل نہ ہوگی۔ ماموم کے لیے مسنون ہے کہ پہلی صف میں جگہ پانے کے لیے عجلت کرے تاکہ امام کی قرائت سن سکے کسی شخص کو صفِ اوّل کی طرف سبقت کرنے سے روکنا جائز نہیں ہے سوائے اس کے کہ اس کے پاس کریہہ بو ہو جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے۔ عورت کو صفِ اوّل سے روکا جائے گا۔ جاہل شخص کو امام کے پیچھے کھڑے رہنے سے روکا جائے گا اس لیے کہ ضرورت کے وقت امام کی جگہ لینے کے لیے اس میں صلاحیت نہیں ہے۔ حدیث۔ لِيَلِنِي مِنْكُمْ أُولُوا الْأَحْلَامِ وَالنُّهَى ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ۔ تم میں سے سمجھ دار لوگ میرے نزدیک ہوں اور پھر وہ لوگ جو ان صفات میں قریب ہوں۔ ماموم کے لیے صف سے علیحدگی مکروہ ہے بلکہ صف میں گنجایش ہو تو داخل ہو جائے۔ حدیث۔ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوفِ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ۔ صفوں کا برابر کرنا نماز کی تکمیل میں سے ہے۔ امام کے لیے مسنون ہے کہ نماز کی نیت نہ باندھے جب تک کہ صفیں برابر نہ ہو جائیں اگر ماموم صف میں گنجایش نہ پائے تو نماز کی نیت کرے اور اس کے بعد ایک شخص کو اگلی صف سے اپنی طرف کھینچ لے تاکہ اس کے ساتھ ہو جائے اور کھینچے ہوئے شخص کے لیے مندوب ہے کہ اس کی تعمیل کرے۔ احرام سے قبل کھینچنے میں کراہت ہے۔ صف سے ایک شخص کے چلے جانے سے جو خلل واقع ہوگا اس کو ملا لینا چاہیے۔ کھینچنے کے استحباب کے لیے چار شرطیں ہیں۔ وہ شخص جس کو کھینچے موافق ہو۔ مرد عورت کو نہ کھینچے اور نہ عورت مرد کو کھینچے۔ جس صف سے کسی شخص کو کھینچا جا رہا ہو اس صف میں دو سے زیادہ اشخاص ہوں اور احرام کے بعد اور قیام کی حالت میں کھینچے اگر صفوف اور اشخاص بہت زیادہ ہوں تو دو صفوں یا دو اشخاص کے درمیان تین سو ہاتھ کا فاصلہ نہ ہو مسجد کے آخری حصہ اور آخری شخص کے درمیان میلوں کا فصل ہو تو مضایقہ نہیں بشرطیکہ امام کے انتقالات سے باخبر رہے امام اور ماموم کے درمیان کوئی چیز حایل نہ ہو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ماموم امام تک آسانی سے پہنچ سکے۔ مسجد کا وہ آخری حصہ مراد ہے جو ماموم سے قریب ہے۔ اگر ماموم مسجد میں ہو اور امام مسجد کے باہر ہو تو مسافت کے تعین میں مسجد کا وہ آخری حصہ مراد ہوگا جو امام سے قریب ہے۔

مخالفتِ فحش۔ ماموم امام کی مخالفت ایسی سنتوں میں نہ کرے جس میں مخالفت علانیہ ظاہر ہو جائے جیسا کہ سجدۂ تلاوت۔ امام کے ساتھ سجدۂ تلاوت میں فعل اور ترک دونوں میں موافقت کرنا واجب ہے امام سجدہ کرے تو ماموم بھی سجدہ کرے امام سجدہ نہ کرے تو ماموم بھی سجدہ نہ کرے۔ سجودِ سہو میں فعل میں موافقت واجب ہے نہ کہ ترک میں اگر امام سجودِ سہو ترک کرے تو ماموم کے لیے مسنون ہے کہ امام کے سلام کے بعد اور اپنے سلام سے پہلے سجودِ سہو کرے۔ تشہدِ اوّل میں ترک میں موافقت واجب ہے نہ کہ فعل میں امام تشہدِ اوّل ترک کرے تو ماموم کے لیے واجب ہے کہ تشہدِ اوّل ترک کرے اور اگر امام تشہدِ اوّل عمل میں لائے تو ماموم کے لیے جایز ہے کہ تشہدِ اوّل کو ترک کر کے عمداً قیام کی حالت میں آجائے، اگر امام کی اتباع کی خاطر تشہدِ اوّل کی طرف عود کرنا ماموم کے لیے مسنون ہے۔ قنوت میں امام کی موافقت نہ فعل میں واجب ہے نہ ترک میں اگر امام قنوت پڑھے تو ماموم کے لیے جایز ہے کہ ترک کرے اور اگر امام ترک کرے تو ماموم کے لیے جایز ہے کہ قنوت پڑھے ایسی سنتوں میں

پوری کرنا مندوب ہے اگر یہ خوف ہو کہ امام سلام پھیرے اور امام کی نماز ختم ہو جائے تو نفل پڑھنے والے کے لیے مندوب ہے کہ اپنی نفل نماز کو منقطع کرے اور جماعت میں داخل ہو جائے (نفل کی قید سے فرض نماز خارج ہو جاتی ہے۔ فرض نماز مؤدی ہو تو اس کو قطع کرنا مکروہ ہے اور قضا ہو تو اس کو منقطع کرنا اولویت کے خلاف ہے۔

تصفیف! امام کی داہنی جانب مرد کھڑا ہوگا اور بطور ادب ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوگا اس کے بعد دوسرا مرد آئے تو بائیں جانب کھڑا رہ کر تکبیر احرام کہے گا اور نیت باندھے گا اور پھر یا تو امام آگے بڑھ جائیگا یا دونوں مقتدیان پیچھے ہٹ جائینگے امام سے ذرا پیچھے ہٹ کر ماموم کے کھڑے رہنے میں شرط یہ ہے کہ تین ہاتھ سے زیادہ فصل نہ ہو ورنہ جماعت کی فضیلت فوت ہوگی۔ اگر دوسرے شخص کے لیے امام کی بائیں جانب جگہ نہ ہو تو امام کے پیچھے نیت باندھے اور نیت باندھنے کے بعد اس شخص کو پیچھے کھینچ لے جو داہنی جانب تھا۔ اگر پہلا شخص امام کی بائیں جانب نیت باندھ کر کھڑا ہو تو امام اس کو پکڑ کر داہنی جانب کھڑا کرے گا۔

اسی اصول پر یہ حکم ہے کہ مقتدین میں سے اگر کوئی سنت کے خلاف عمل کرے تو امام کے لیے مستحب ہے کہ ہاتھ وغیرہ کے ذریعہ سمجھا کر عمل کروائے۔ یہ عمل فعل قلیل کی کراہت سے مستثنیٰ ہے۔ آگے بڑھنے اور پیچھے ہٹنے کا عمل قیام، رکوع اور اعتدال میں کیا جائے گا۔ تشہد آخر میں یہ عمل اس لیے نہ ہوگا کہ نشست کی حالت میں تقدیم اور تاخیر میں عمل کثیر اور مشقت واقع ہوتی ہے۔ ماموین کا پیچھے ہٹنا امام کے آگے بڑھنے سے افضل ہے اس لیے کہ امام متبوع ہے اور متبوع کے لیے نقل مقام مناسب نہیں ہے۔ اگر ماموین کو پیچھے ہٹنے کی جگہ نہ ہو اور امام کے آگے جگہ ہو تو امام آگے بڑھ جائے گا۔ بہر حال اصول یہ ہے کہ ممکن پر عمل ہوگا۔ امام کے پیچھے دو مرد یا دو لڑکے یا ایک مرد اور ایک لڑکا کھڑے ہوں گے۔ امام اور ان دونوں کے درمیان تین ہاتھ سے زیادہ فصل نہ ہوگا اور یہی فصل ہر دو صفوں کے درمیان ہوگا۔ عورت ایک آئے یا زیادہ مردوں کے پیچھے کھڑی ہوگی، محرم ہو یا زوجہ۔ اگر امام کے ساتھ ایک مرد اور ایک عورت ہو تو امام کی داہنی جانب مرد اور اس مرد کے پیچھے عورت کھڑی ہوگی۔ اگر دو مرد اور ایک عورت آئیں تو دو مرد امام کے پیچھے اور عورت ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہوگی۔ مردوں کے بعد کم سن لڑکے کھڑے ہوں گے اور اگر مردوں کی صف میں گنجائش ہو تو اس کی تکمیل کریں گے اور ان کے بعد عورتیں کھڑی ہوں گی۔ عورتیں اگلی صفوں کی کمی کی تکمیل نہ کریں گی۔ عورتوں کی امامت عورت ہی کرے تو پہلی صف کی وسط میں کھڑی ہوگی اور اگر امام مرد ہو تو صف کے آگے مقررہ فصل کے ساتھ کھڑا ہوگا۔

فضیلت۔ مردوں کی صفوں میں افضل پہلی صف ہے اس کے بعد اس کے پیچھے کی صف اور اسی طرح صف میں افضل جائے داہنی جانب ہے۔ اَلرَّحْمَةُ تَنْزِلُ عَلَى الْإِمَامِ ثُمَّ عَلَى يَمِيْنِهِ الْأَوَّلِ امام پر رحمت نازل ہوتی ہے پھر اس کی داہنی جانب کے اول شخص پر۔ نماز جنازہ میں صفوف کی تعداد کی قید ہے اس لیے جملہ صفوف کی حیثیت مساوی ہے۔ صف بندی میں مندوب ہے کہ صف میں جگہ خالی نہ چھوڑی جائے اور ایک صف کی تکمیل کے بغیر دوسری صف شروع نہ کی جائے۔ کوئی شخص صف میں داخل ہو تو اس کو جگہ دی جائے۔ اگر ان مسنون امور کے خلاف عمل کیا جائے تو عمل [illegible]

قصر

قصر، شرائطِ قصر، جمع بقصر، جمع بمطر۔

قصر کے معنی کم کرنے اور چھوٹا کرنے کے ہیں اور شرع میں چار رکعتوں والی فرض نمازوں میں دو رکعت پڑھنے کو قصر کہتے ہیں۔ ابن کثیر کا قول ہے کہ ہجرت کے چوتھے سال قصر کا حکم ہوا۔ دولابی کہتے ہیں کہ ہجرت کے دوسرے سال ماہ ربیع الثانی میں اور بعض کا خیال ہے کہ ہجرت کے چالیس روز کے بعد شروع ہوئی۔ سفر میں قصر کی اجازت غالباً اس وجہ سے دی کہ سفر میں ایک گونہ کلفت ہے۔ حدیث۔ اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ۔ سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے۔ یہاں عذاب سے مراد کلفت و ملال ہے۔ کلفت پیدل چلنے یا سواری پر بھی سفر کرنے میں لاحق ہوتی ہے اور وطن مالوف کے ترک کرنے میں ایک نوع کا ملال ہوتا ہے۔

قصر جائز ہے مسافر کے لیے چار رکعت والی نمازوں میں دس شرائط کے ساتھ۔ قصد کر لیا ہو مسافت سولہ فرسخ ہو۔ ادا نماز ہو۔ نیتِ قصر نماز کے احرام کے وقت کی جائے۔ متم کے تابع نہ پڑھی جائے۔ نماز سفر میں ادا ہو۔ منزلِ مقصود کا علم ہو۔ کوئی عمل منافی قصر نہ ہو۔ غرض صحیح ہو۔ جوازِ قصر کا علم ہو۔ آخری پانچ شرائط خطیب و شیخ بیجوری سے اخذ کیے گئے ہیں۔ سفر میں قصر کی نسبت چاروں ائمہ کا اجماع ہے۔ آیت۔ (۵/۱۰۱)۔ وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ۔ جب تم سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر نماز میں قصر کرو۔ سفر خشکی اور تری کے دونوں سفر داخل ہیں۔ یعلی بن امیہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قصر کی اجازت اس صورت میں دی ہے جبکہ خوف کا مقام ہو اور اب لوگ امن کی حالت میں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مجھ کو بھی اس بارے میں تعجب ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا۔ صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوا صَدَقَتَهُ۔ یہ صدقہ (انعام) ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے پس قبول کرو اس کے صدقہ کو، یعنی امن کے باوجود قصر کی اجازت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک انعام ہے۔ خوف کی حالت کی قید نہیں ہے۔ ابن ابی شیبہ سے مروی ہے۔ إِنَّ خِيَارَ أُمَّتِي مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ إِذَا أَحْسَنُوا اسْتَبْشَرُوا وَإِذَا أَسَاءُوا اسْتَغْفَرُوا وَإِذَا سَافَرُوا قَصَرُوا۔ بیشک میری امت کے نیک لوگ وہ ہیں جو گواہی دیتے ہیں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے اور بیشک محمد اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور جب احسان کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب برائی کرتے ہیں تو مغفرت مانگتے ہیں اور جب سفر کرتے ہیں تو قصر کرتے ہیں۔

جوازِ قصر کے معنی یہ ہیں کہ اتمام میں فضیلت ہے جبکہ مسافت دو منزل یعنی اڑتالیس میل ہو مگر سفر کی مسافت تین منزل

امام سے اختلاف میں مضایقہ نہیں ہے جس میں علانیہ مخالفت کا اظہار نہ ہوتا ہو جیسا کہ ... مذ استراحت ۔

۶ **عدمِ تقدیم**۔ جلسے نماز پر ماموم امام کے آگے نہ ہو پیچھے ہو یا برابر۔ اگر ماموم امام سے آگے رہے تو نماز باطل ہوگی۔ اگر ماموم امام سے اثنائے نماز میں آگے بڑھ جائے تو اس کی نماز باطل ہوگی اور اگر تکبیر احرام کے وقت ہی آگے بڑھا ہوا ہو تو اس کی نماز قایم نہ ہوگی۔ البتہ جنگ میں خوف کی حالت میں جو نماز پڑھی جائے اس حکم سے مستثنیٰ ہے! امام اور ماموم آگے اور پیچھے ہو سکتے ہیں۔ جنگ میں بھی انفراد کے مقابلہ میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں فضیلت ہے سوائے اس کے کہ جنگ کی مصلحت انفراداً نماز پڑھنے کی تائید کرے۔ بجیرمی کا قول ہے کہ ماموم امام کے برابر رہنے میں کراہت ہے اور اس سے جماعت کی فضیلت فوت ہوتی ہے۔ مسنون یہ ہے کہ ماموم امام سے ذرا پیچھے رہے۔ قیام کی حالت میں آگے اور پیچھے ہونے کا شمار پاؤں کی ایڑھی سے ہوگا نہ کہ انگلیوں یا گھٹنے سے۔ قعود میں سُرین یعنی چوتڑ سے ہوگا اور سجود میں انگلیوں کے سر سے اور یہی عمل سوار کے لیے ہوگا۔

۷ **نیتِ اقتداء**۔ اس سے قبل اصلِ متن کی شرح کے ضمن میں اقتداء اور امامت کی نیت کی نسبت تفصیل سے بحث کی جاچکی ہے۔

۸ **صحتِ نماز**۔ امام کی نسبت ماموم کو اعتقاد بھی ہو۔ ماموم کو یہ علم ہو کہ اس کے عقیدہ کے موافق امام کی نماز باطل ہے تو اس امام کے پیچھے ماموم کا نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ شرم گاہ کو چھونے سے شافعیہ کے پاس وضو ٹوٹتا ہے اور اس کے برخلاف حنفیہ کے پاس وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس لیے شافعی ایسے حنفی کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا جس نے شرم گاہ کو چھوا ہے۔ اسی طرح دو برتنوں میں پانی ہو اور اس کے طاہر یا نجس ہونے کی نسبت دو اشخاص میں اجتہادی اختلاف ہو تو ایک دوسرے کی اقتداء نہیں کر سکتا۔

۹ **تکمیلِ نمازِ امام**۔ امام کی نماز ایسی ہو جس کے اعادہ کی ضرورت نہ ہو۔ جس امام کے ذمہ اعادہ لازم ہو اس کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہو سکتی جیسا کہ امام نے محض سردی کے عذر سے تیمم کیا ہو۔

۱۰ **عدمِ اقتداء**۔ امام خود مقتدی نہ ہو اس لیے کہ ایک ہی شخص تابع اور متبوع نہیں ہو سکتا۔ رافعی نے منہاج کی شرح میں لکھا ہے کہ امام کے سلام کے بعد مسبوق کی اقتداء ایسی ہے جیسے غیر مسبوق کی۔

۱۱ **جنسیت** کے لحاظ سے امام ماموم سے ادنیٰ نہ ہو۔ عورت کے پیچھے مرد نماز نہیں پڑھ سکتا۔

۱۲ **صفتِ امام**۔ اُمی کے پیچھے قاری نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اس کی تفصیل بیان کی جاچکی ہے۔

ابتدائی سات شرائط کا تعلق ماموم سے اور آخری پانچ شرائط کا تعلق امام سے ہے۔

مدارجِ فضیلتِ جماعت۔ جمعہ کی جماعت سب سے افضل ہے اس کے بعد صبح جمعہ کی جماعت اور پھر عشاء کی، اس کے بعد عام صبح کی اور پھر عشاء کی اور اس کے بعد عصر کی۔ ظہر اور مغرب کی جماعتوں کا درجہ مساوی ہے۔

برخاست ہو جاتی ہے اگر پہلے سے کوئی ارادہ نہ کیا جائے اور کسی مقام کو پہنچ کر کسی ایسے کام کی وجہ سے ٹھہر جائے جس کی نسبت یہ علم ہو کہ چار روز میں ختم نہ ہو سکے گا تو بھی قصر کی اجازت برخاست ہو گی اگر بغیر کسی کام کے ٹھیرے تو چار روز گزر جانے کے بعد ختم ہو گا اگر کسی کام پر ٹھیرے اور یہ خیال کرے کہ چار روز میں کام ختم ہو جائے گا تو سفر ختم نہ ہو گا اور نماز قصر کی جائے گی اگر ہر وقت کام کے ختم ہونے کی توقع ہو اور قیام کی مدت کا تعین نہ ہو سکے تو کامل اٹھارہ روز تک نماز قصر ہو سکتی ہے۔ وطن یا غیر وطن میں قیام کے ارادے والے کے ساتھ ہی قصر کا حکم برخاست ہو گا اور نماز قصر نہ کی جائے گی۔

وہاں سے پھر اگر سفر کیا جائے تو جدید سفر ہو گا اور وہ سفر طویل ہو تو قصر ہو گا ورنہ نہیں۔

نماز سے ایسی نماز مراد ہے جو اصل میں فرض ہے۔ فرض کی قید سے نفل نمازیں اور اصل کی قید سے نذر کی ہوئی نماز خارج ہو جاتی ہیں۔ اعادہ کی نماز میں قصر اس صورت میں ہو گا جبکہ اصل نماز قصر کی گئی ہو۔ قصر صرف چار رکعت والی نمازوں میں ہو گا۔ دو یا تین رکعت والی نمازوں میں قصر نہ ہو گا۔ شافعیہ میں ایک قول تین رکعت والی نماز میں بھی قصر کی نسبت ہے گر یہ قول ضعیف ہے۔ حدیث مسلم۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ فُرِضَتْ فِی الْخَوْفِ رَكْعَةً۔ بے شک نماز فرض کی گئی ہے خوف میں ایک رکعت۔ ابن عبد السلام نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے یہ رائے اخذ کی ہے کہ یہ حدیث عام ہے۔ خوف اور غیر خوف کی حالت میں صبح کی نماز میں بھی قصر ہو گا لیکن بعض نے اس کو صرف خوف کی حد تک محدود کیا ہے اور اکثروں نے یہ تعبیر کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ خوف کی حالت میں امام کے ساتھ ایک رکعت اور تنہا ایک رکعت پڑھی جائے گی جس کی تفصیل صلاۃ خوف میں آ چکی ہے۔

شرطِ قصر

معصیت[1] کے لیے سفر نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ غیر معصیت کی غرض سے سفر کیا گیا ہو اگرچہ اس سفر میں کوئی گناہ سرزد ہو جائے کسی نے تجارت کے لیے سفر کیا اور اس سفر کے اثناء میں شراب پی تو اس کے لیے قصر اور دیگر سہولتیں جائز ہیں اس لیے کہ سفر معصیت کے سبب کی بناء پر نہیں کیا گیا بلکہ معصیت اثناء سفر میں وقوع میں آئی معصیت کے امتناع کی[4] چار صورتیں ہیں سفر[1] واجب ہو جیسا کہ قرض کی ادائی یا حج کے لیے سفر[2] مندوب ہو جیسا کہ مزار نبوی کی زیارت یا رشتہ داروں پر احسان کرنے کے لیے سفر[3] مباح ہو جیسا کہ تجارت کے لیے سفر[4] مکروہ ہو جیسا کہ کسی شخص کا تنہا سفر یا صرف دو آدمیوں کا سفر۔ حدیث۔ اَلْمُسَافِرُ شَيْطَانٌ وَالْمُسَافِرَانِ شَيْطَانَانِ وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ۔ ایک مسافر شیطان ہے اور دو مسافر دو شیطان ہیں اور تین مسافر جماعت ہیں۔ تنہا سفر کرنے میں کراہت صرف اسی صورت میں ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُنس نہ رکھتا ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مؤانست کی صورت میں کوئی کراہت نہیں ہے جیسا کہ صالحین کا سفر۔ مجیرمی نے لکھا ہے کہ رات کے وقت تنہا سفر کرنے میں کراہت ہے اور وہ بھی اس

یعنی تین دن تین رات سے کم کا سفر) تو قصر میں نفع ہے اس لیے کہ اس میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف نہ ہوگا انہوں نے تین دن کے سفر میں قصر کو واجب قرار دیا ہے۔ سفر کی وجہ سے نماز میں قصر کرنا اور روزے کا افطار کرنے میں فرق یہ ہے کہ سفر میں روزے کو قایم رکھنا یعنی روزہ رکھنا روزے کو افطار کرنے کے افضل ہے مطلق طور پر سوائے اس کے کہ کسی مضرت کا خوف ہو۔ اس لیے کہ روزہ رکھنے میں روزے کی ذمہ داری باقی نہیں رہتی اور افطار کرنے میں ذمہ داری باقی رہتی ہے۔ اگر قصر اور جماعت دونوں میں تضاد واقع ہو تو قصر کو ترجیح دی گئی ہے اس لیے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس قصر واجب ہے۔ ملاح کیلئے جو ہمیشہ سمندر میں کشتی رانی کرتا ہے اور دایم سفر کرنے والے کے لیے اِتمام افضل ہے۔ تاکہ امام احمد رضی اللہ عنہ کے خلاف نہ ہو جنھوں نے اِتمام کو واجب قرار دیا ہے۔ اس صورت میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے کی رعایت اس لیے نہیں کی گئی کہ امام احمد رضی اللہ عنہ کی رائے اصل کے موافق ہے جو اِتمام کی ہے۔ شافعیہ کے یہاں بھی بعض صورتوں میں قصر واجب ہے جبکہ نماز میں اتنی تاخیر کی جائے کہ پوری نماز کے لیے وقت نہ رہے اور صرف قصر کی گنجایش ہو۔ اس لیے کہ پوری نماز پڑھنے سے نماز کا بعض حصہ بیرونِ وقت ہو جائے گا۔ بعض صورتوں میں قصر اور جمع دونوں ایک ساتھ واجب ہوتی ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جمع کی نیت کے ساتھ نمازِ ظہر میں عصر کے وقت تک تاخیر کی جائے اور عصر کا وقت بھی اتنا گزر جائے کہ صرف چار رکعتوں کے پڑھنے کی گنجایش باقی رہے ایسی صورت میں قصر اور جمع دونوں واجب ہیں۔ ایسا امر بھی مراد لیا جا سکتا ہے جو امتناع کے مقابل ہے اور جس میں وجوب بھی شامل ہے۔ مسافر سے مراد وہ شخص ہے جو سفر سے متلبّس ہو اور سفر کی حالت میں ہو۔ وہ شخص مراد نہیں ہے جو سفر کا ارادہ رکھتا ہو۔ سفر کے آغاز کے ساتھ ہی سفر کی حالت شروع ہو جاتی ہے اور قصر جایز ہے مسافت کے طے کرنے پر موقوف نہیں ہے۔

ابتدائے قصر: منزلِ مقصود کی سمت میں شہر یا گاؤں کی فصیل، خندق یا پل سے گزر جانے پر سفر کی ابتدا ہوتی ہے۔ اگر یہ سب کچھ نہ ہوں تو آبادی کو طے کر لینے کے بعد سفر شروع ہوگا۔ شہر کے ملحقہ باغوں اور کھیتوں کو طے کرنے کی شرط نہیں ہے۔ دو یا دو سے زیادہ گاؤں جو آپس میں متصل ہوں اور درمیان میں حدِ فاصل نہ ہو ایک ہی گاؤں کی تعریف میں داخل ہیں۔ ڈیرے یا عارضی قیام گاہ میں رہنے والوں کے لیے مقامِ مسکونہ اور اس کی ملحقات کچرا کوڑا پھینکنے اور بچوں کے کھیلنے کی جگہ سے گزرنے پر سفر کی ابتدا ہوتی ہے۔

انتہائے سفر: اس مقام پر پہنچنے سے سفر ختم ہوتا ہے جہاں سے آغاز ہوا تھا اور جس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ وطن کی واپسی کی صورت میں وطن کو پہنچتے ہی سفر ختم ہوگا اقامت کی نیت کی جائے یا نہ کی جائے۔ غیر وطن کو سفر کرنے کی صورت میں قیام کے ارادے کے بعد اس مقام کی فصیل وغیرہ کو پہنچنے پر سفر ختم ہوگا۔ قیام کا ارادہ مستقل ہو سکتا ہے یا عارضی۔ آمد و رفت کے دنوں کے علاوہ علاوہ چار یوم کے عارضی قیام کے ارادے سے قصر کی اجازت

سفر کے مساوی ہو۔ واپسی کا سفر اس میں شامل نہیں ہے۔ اگر ایسے مقام کا سفر ہو جو ایک منزل کے مساوی ہو اور ارادہ کیا جائے کہ بغیر قیام کے واپس ہو جائے تو سفر پر جاتے ہوئے اور سفر سے واپس ہوتے ہوئے دونوں مرتبہ نماز میں قصر نہیں ہو سکتا، اگرچہ مجموعی طور پر آمد و رفت کا سفر دو منزل کے مساوی ہے اور دو منزل کے سفر میں جو زحمت و کلفت لاحق ہوتی ہے اس میں بھی لاحق ہوئی ہے۔ اسی طرح اگر دو منزل کے سفر کی مسافت ایک ہی روز یا ایک گھڑی میں طے ہو سکے تو بھی نماز میں قصر ہوگا۔ اس لیے کہ قصر امر **توقیف** ہے۔ توقیف اس امر کو کہتے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا گیا یا جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عمل کرتے ہوئے دیکھا گیا۔ اس امر کو اجتہاد سے تعلق نہیں اور نہ اس میں قیاس کو دخل ہے۔ حنفیہ میں قصر کے لیے تین منزل کے سفر کی مسافت مقرر کی گئی ہے مگر ہر ایک منزل کا سفر پورے دن پر شامل نہیں ہے بلکہ فجر سے زوال تک اور اس کی جملہ مقدار ساٹھ میل ہے۔

۳ **ادا** نماز ہو یعنی نماز کے ادا کرنے کے وقت نماز ادا کی جائے۔ جو نماز قیام کی حالت میں فوت ہو اس کی قضا میں قصر نہ ہوگا بلکہ پوری نماز پڑھی جائے گی خواہ سفر میں پڑھی جائے یا قیام میں۔ جو نماز سفر میں فوت ہو اور سفر ہی میں قضا پڑھی جائے تو قصر ہوگا اگرچہ یہ سفر پہلے سفر سے جداگانہ ہو لیکن سفر میں فوت شدہ نماز کی قضا قیام کی حالت میں کی جائے تو پوری نماز پڑھی جائے گی۔

۴ **نیت** — قصر کی تکبیر احرام کے ساتھ کی جائے۔ اعتماد اس پر ہے کہ تکبیر کے کسی جزء کے ساتھ قصر کی نیت کا اقتران ہو۔ نَوَیْتُ اُصَلِّی الظُّهْرَ مَقْصُوْرَۃً۔ نَوَیْتُ اُصَلِّی الظُّهْرَ رَکْعَتَیْنِ۔ اگر ایسا نہ کہا اور پوری نماز کی نیت کرے یا مطلق طور پر چھوڑ دے اور کوئی ذکر ہی نہ کرے تو پوری نماز پڑھے۔ اگر نیت کے متعلق شک کرے کہ پوری نماز کی نیت کی تھی یا قصر کی تو پوری نماز پڑھنا واجب ہے۔ اگر تکبیرِ احرام کے بعد قصر کی نیت کرے تو کوئی فائدہ نہیں۔

۵ **عدمِ اتباعِ مُتِم**۔ مُتِم کے تابع نماز نہ پڑھے۔ مُتِم پوری نماز پڑھنے والے کو کہتے ہیں۔ مُقیم تو مُتِم ہے ہی مگر مسافر بھی مُتِم ہو سکتا ہے جو سفر کی حالت میں قصر کے عوض پوری نماز پڑھے۔ مُتِم کی اتباع میں پوری نماز پڑھی جائے گی۔ مُتِم کے پیچھے نماز کے کسی جزء میں شرکت کرے تو قصر نہ ہوگا جیسا کہ مُتِم کی نماز کے آخری جزء میں شریک ہو یا مُتِم کے پیچھے نماز شروع کرنے کے بعد امام کو حدث واقع ہو تو مسافر کو پوری نماز پڑھنا چاہیے۔

۶ **مداومتِ سفر**۔ پوری نماز میں سفر کی حالت قائم رہے۔ اگر نماز کے اثناء میں سفر ختم ہو جائے جیسا کہ کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور کشتی یا سواری قیام گاہ کو پہنچ جائے تو پوری نماز پڑھی جائے گی اس لیے کہ سہولت کی وجہ باقی نہیں رہی وہ شخص جو سفر کے دوران میں چار روز سے کم قیام کرے حکماً مسافر کہلائے گا اور قصر کرے گا۔

۷ **علمِ منزلِ مقصود**۔ منزلِ مقصود کا علم ہو صرف اس حد تک کہ کس سمت میں منزلِ مقصود واقع ہے کسی مقام کے تشخص کی قید نہیں ہے۔ چاروں سمات میں سے کسی ایک سمت میں دو منزل کے سفر کا ارادہ کرے تو قصر کر سکتا ہے۔ کسی شہر کے تعین کی فضا

صورت میں جبکہ ساتھیوں سے اتنا دور رہے کہ فریاد کی آواز نہ پہنچ سکے۔ ابن قاسم غزی نے کراہت کی صورت کو ترک کیا ہے اور اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مباح میں یہ صورت داخل ہے۔ سفر معصیت کی غرض سے ہو تو قصر جائز نہیں ہے اور نہ جمع جائز ہے جیسا کہ رہزنی وغیرہ کے لیے۔ قصر میں جمع کا بیان آگے آئے گا۔

رخصت۔ شرع میں کوئی عام حکم دیا گیا ہو اور اس کے خلاف خاص حالات میں کسی آسان طریقہ پر عمل کرنے کے لیے اجازت دی گئی ہو تو اس کو رخصت کہتے ہیں اور اس کا ترجمہ اردو میں "سہولت" کے لفظ سے کرنا زیادہ مناسب ہے اس لیے کہ اردو میں رخصت کے مروجہ معنی دوسرے ہیں۔ سفر طویل ہو تو آٹھ سہولتیں دی گئی ہیں۔ نماز میں قصر، دو نمازوں کی جمع۔ روزہ کا افطار۔ مسح خفین تین روز تک۔ ترک جمعہ جبکہ جمعہ کی فجر سے پہلے سفر کیا گیا ہو۔ اکل میتہ یعنی مردار کھانے کی اجازت اضطرار کی حالت میں۔ اکل میتہ کی ضرورت بغیر سفر کے بھی لاحق ہو سکتی ہے مگر چونکہ اس کا زیادہ تر وقوع سفر میں ہوتا ہے اس لیے اس کو سفر کی سہولتوں میں شمار کیا گیا۔ استقبال قبلہ کا ترک نفل نماز میں اس کی تفصیل صفحہ ۱۴۹ پر درج کی گئی ہے۔ تیمم جس سے فرض کی ادائی ہو جائے۔ یہ صورت بھی سفر کے لیے مخصوص نہیں ہے اس لیے کہ بغیر سفر کے حضر میں بھی پانی کا فقدان ہو سکتا ہے اور تیمم کی ضرورت لاحق ہو سکتی ہے مگر چونکہ بالعموم پانی کا فقدان سفر میں ہوتا ہے اس لیے اس کو بھی سفر کی سہولتوں میں شمار کیا گیا۔ سفر طویل نہ ہو اور مختصر ہو تو صرف آخری چار سہولتوں سے استفادہ کی اجازت ہے اور ابتدائی چار سہولتیں طویل سفر کے لیے مخصوص ہیں۔ شرعی سہولتوں پر عمل اسی صورت میں جائز ہے جبکہ خاص حالات کسی معصیت کے تعلق سے نہ پیدا ہوئے ہوں۔ اَلرُّخَصُ لَا تُنَاطُ بِالْمَعَاصِیْ۔ معصیت کی غرض سے سفر کیا جائے تو قصر نہیں ہو سکتا لیکن سفر معصیت کی غرض سے نہ کیا جائے اور سفر کی اثنا میں کوئی معصیت وقوع میں آئے تو اس سفر میں قصر ہو سکتا ہے اس لیے کہ معصیت کا تعلق اصل سفر سے نہیں ہے۔

مسافت۔ سفر کی مسافت کامل سولہ فرسخ یک طرفہ ہو۔ اس مسافت میں واپسی کا سفر شامل نہیں ہے۔ ایک فرسخ کے تین میل کے حساب سے اڑتالیس میل ہوتے ہیں میل سے ہاشمی میل مراد ہیں۔ ایک میل کے چار ہزار خطوہ اور ایک خطوہ کے تین قدم۔ خطوہ اونٹ کی چال کی مقدار کو کہتے ہیں اور قدم سے مراد آدمی کے پاؤں کے پنجے کا طول ہے۔ دو قدم ایک ایک ہاتھ کے مساوی ہیں۔ یہ مسافت اس قدر ہے کہ دو معتدل دنوں یا دو معتدل راتوں یا ایک دن اور ایک رات میں کھانا، پینا، نماز پڑھنے اور آرام لینے کی عام ضروریات کی تکمیل کے ساتھ طے کی جا سکے۔ اڑتالیس میل کی مسافت تحدیدی ہے اس میں تھوڑی سی کمی سے بھی خلل واقع ہو گا اور قصر نہ ہو گا لیکن زیادتی میں کوئی مضایقہ نہیں ہے اس لیے کہ قصر اصل حکم کے خلاف ہے اور خلاف حکم اصل عمل کرنے کے لیے زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے لیکن اس کے لیے بھی گمان غالب کافی ہے یقین کی شرط نہیں ہے۔ بخلاف اس کے امام اور ماموم کے درمیان کی مسافت اور قلتین کی مقدار تقریبی ہے تحدیدی نہیں ہے تقریبی مقدار میں تھوڑی سی کمی ہو تو مضایقہ نہیں ہے۔ مسافت میں شرط یہ ہے کہ یک طرفہ مسافت دو منزل کے

پڑھے یا دونوں میں قصر کرے یا ایک کو پوری اور دوسری میں قصر کرے۔

جمع تقدیم و جمع تاخیر۔ دو نمازوں میں سے پہلی نماز کے وقت جمع کرنے کو جمع تقدیم اور دوسری نماز کے وقت جمع کرنے کو جمع تاخیر کہتے ہیں۔

جمع تقدیم کی پانچ شرایط ہیں۔ ترتیب[1]، نیت[2]، موالات[3]، دوامِ[4] سفر اور صحت[5] نمازِ اوّل۔ **ترتیب[1]**۔ ظہر کو عصر سے پہلے اور مغرب کو عشاء سے پہلے پڑھے اس کے برعکس عصر کو ظہر سے پہلے اور عشاء کو مغرب سے پہلے پڑھے تو عصر اور عشاء کی نمازیں صحیح نہ ہوں گی۔ **نیت[2] جمع**۔ جمع کی نیت پہلی نماز کے آغاز میں اس طرح کرے کہ احرام کے ساتھ جمع کی نیت واقع ہو اور فضیلت اسی میں ہے۔ احرام سے پہلے یا نمازِ اوّل کے سلام کے بعد نیت نہیں ہو سکتی۔ نمازِ اوّل کے اثناء میں جمع کی نیت جایز ہے۔ **موالات[3]**۔ پہلی نماز کے بعد ہی دوسری نماز پڑھی جائے۔ دونوں نمازوں کے درمیان طویل فصل نہ ہو۔ اگر فصل اتنا ہو کہ معمولی طور پر اس کو طویل کہا جائے تو دوسری نماز میں اس کا وقت آنے تک تاخیر کی جائے۔ موالات میں تھوڑا فصل ہو تو مضایقہ نہیں۔ ان دونوں نمازوں کے درمیان نفل یا جنازہ کی نمازوں کے پڑھنے سے فصل واقع ہوتا ہے۔ درمیان میں پڑھنے کے عوض نفل نمازیں دونوں نمازوں کے بعد پڑھی جائیں گی۔ طویل فصل ذو خفیف رکعتوں کی مقدار ہے۔ فصل کے لیے مصلحتِ نماز اور غیرِ مصلحتِ نماز کے امور مساوی ہیں۔ **دوامِ[4] سفر**۔ سفر کی حالت دوسری نماز کی نیت کرنے تک قایم رہے۔ دوسری نماز کی نیت سفر کی حالت میں واقع ہو جائے تو کافی ہے۔ نماز کے ختم ہونے تک سفر کی حالت کا باقی رہنا مشروط نہیں ہے۔ اگر دوسری نماز کی نیت سے پہلے سفر ختم ہو جائے تو جمع نہیں ہو سکتی اس لیے کہ سفر جو جمع کا سبب تھا زایل ہو گیا۔ **صحتِ[5] نمازِ اوّل**۔ پہلی نماز کا صحیح ہونا جمع کرنے کے لیے ضروری ہے اگرچہ اس کا اعادہ لازم ہو۔ **فَائِدُ الطَّهُورَيْن** دو نمازیں جمع کر سکتا ہے جس **جمعہ** کے ساتھ ظہر کو ادا کرنے کی ضرورت ہو اس جمعہ کے ساتھ عصر کو جمع نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ جمعہ کی صحت کا یقین نہیں۔ اگر جمعہ کی شرایط پوری ہوں اور ظہر پڑھنے کی ضرورت نہ رہے تو جمعہ میں بھی جمع تقدیم جایز ہے۔

جمع تاخیر۔ دوسری نماز کے ساتھ جمع کرنے کے لیے پہلی نماز کے وقت کے اندر جمع تاخیر کی نیت کرے۔ جمع تاخیر میں ترتیب، موالات اور نیت واجب نہیں ہیں اس لیے کہ ترتیب کے خلاف عصر کو ظہر سے پہلے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس لیے کہ عصر اپنے وقت میں ادا ہو رہی ہے۔ عدمِ وجوب سے مراد ہے کہ اس میں بھی ترتیب اور موالات مسنون ہیں۔ جمع کی نیت کے عدمِ وجوب کے معنی یہ ہیں کہ پہلی نماز کے پڑھنے کے وقت جمع کی نیت کرنا لازم نہیں ہے اصل شرط جو پہلی نماز کے وقت کے اندر جمع تاخیر کی نیت کرنے کی تھی وہ باقی رہے گی۔ **جمعہ** میں جمع تاخیر نہیں ہو سکتی اس لیے کہ جمعہ صرف ظہر کے وقت میں ادا ہوتی ہے۔ **فضیلت** کے لحاظ سے تقدیم اور تاخیر میں فرق ہے اگر پہلی نماز کے وقت سکون کی حالت ہو اور دوسری نماز کے وقت حرکت کی حالت ہو تو جمع تقدیم کو فضیلت ہے اگر پہلی نماز کے وقت حرکت کی حالت اور دوسری نماز کے وقت سکون کی

نہیں۔ ہاں جو بغیر کسی غرض کے بے راہ گھومتا رہے اس کے لیے قصر نہیں ہے۔ اس کی دو وجوہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کو مسافت کا علم نہیں اور دوسری وجہ یہ کہ اس کا سفر معصیت کا سفر ہوگا۔ اس لیے کہ بغیر کسی غرض کے نفس کو تکلیف دینا حرام ہے۔ کسی کھوئی ہوئی چیز کو ڈھونڈنے والا اگر یہ سمجھے کہ دو منزل کی مسافت طے کرنے سے قبل وہ چیز دستیاب نہ ہوگی تو قصر کر سکتا ہے۔ وہ شخص جو دوسرے کے تابع سفر کرتا ہو اور اس کو منزلِ مقصود یا مسافت کا علم نہ ہو تو دو منزل کے سفر کے بعد قصر کر سکتا ہے نہ کہ اس سے پہلے۔

منافیِ قصر۔ نماز کے قصر کے دوران میں کوئی ایسا عمل نہ کرے جو قصر کی نیت کے خلاف ہو جیسا کہ نماز کے دوران میں اتمام کا ارادہ کرے یا تردد کرے کہ اتمام کرے یا قصر کرے تو اس کے لیے بھی قصر نہیں ہے۔

غرضِ صحیح۔ سفر کسی صحیح غرض کے لیے ہو جیسا کہ حج یا زیارت یا تجارت کے لیے نہ کہ خالص تفریح کے لیے۔ ابن حجر کی رائے میں سیر و تفریح کے لیے بھی سفر جائز ہے اس لیے کہ نفس کی کدورت کو دور کرتا ہے۔ منزلِ مقصود کی مسافت طویل نہ ہو مگر غرض صحیح کی بناء پر یا راستہ کی سہولت یا امن کے لحاظ سے طویل راستہ اختیار کیا جائے تو بھی قصر ہوگا۔

علمِ جوازِ قصر۔ نماز میں قصر جائز ہونے کے علم کے ساتھ قصر کرے۔ اگر لوگوں کو قصر کرتے دیکھ کر اور خود جانے بوجھے بغیر نماز میں قصر کرے تو صحیح نہیں ہے۔

جمع بہ قصر

مسافر کے لیے جائز ہے کہ ظہر اور عصر کو اور اسی طرح مغرب اور عشاء کو دونوں میں سے کسی ایک کے وقت جمع کرے۔ شیخان نے تین روایتیں بیان کی ہیں۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں جلدی کرتے تو مغرب اور عشاء کو جمع کرتے تھے۔ معاذؓ نے روایت کی ہے کہ ہم جنگ تبوک کے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کیے تھے۔ تیسری روایت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ظہر اور عصر کو جمع کرتے تھے۔ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ جمع دراصل رخصت ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جمع نہ کرنے میں فضیلت ہے۔ جمع کے جواز کے بھی یہ معنی ہیں کہ جمع نہ کرنے میں فضیلت ہے اس لیے کہ بعض ائمہ کو اس سے اختلاف ہے اس بناء پر کہ نماز کے بعض اوقات عبادت سے خالی ہو جاتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے عرفہ اور مزدلفہ میں دو نمازوں کے جمع کرنے کو جائز قرار دیا ہے اور اس بارے میں ہر چہار ائمہ کا اتفاق ہے اس لیے جمع میں فضیلت ہے۔ سفر سے مراد طویل سفر ہے جس میں قصر کی اجازت ہے۔ اگر کسی شخص نے ظہر کی نماز پڑھنے میں تاخیر اس ارادے سے کی کہ عصر کے وقت پڑھے اور عصر کا وقت اتنا نہ رہے کہ ان دونوں نمازوں کو پوری کر سکے تو اس صورت میں جمع اور قصر دونوں واجب ہیں۔ دو نمازوں کے جمع کرنے سے مراد یہ ہے کہ ایک نماز کو دوسری نماز کے ساتھ دونوں میں سے کسی ایک کے وقت ادا کرے۔ دونوں نمازیں پوری

اس حکم سے خارج ہے۔ مسجد کو آنے کے وقت بارش کا وجود لازم نہیں ہے بلکہ ایسا شخص جو مسجد میں موجود ہو اور بارش واقع ہو تو دو نمازوں کو جمع کر سکتا ہے۔

مرض۔ روضہ میں لکھا ہے کہ مرض کی وجہ سے جمع تقدیم جائز ہے۔ ابنِ مقری نے اس قول کی تائید کی ہے۔ آیت۔ (۲۲/۱۷) ۔ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ۔ اللہ تعالیٰ نے دین میں تم پر کوئی سختی نہیں کی ہے۔ یہ اصول، شریعتِ محمدی کے محاسن میں داخل ہے اور اس کی تقلید جائز ہے۔ اپنی ضروریات کا لحاظ کرنا مسنون ہے۔ اگر کسی شخص کو دوسری نماز کے وقت بخار رہتا ہو تو جمعِ تقدیم کرے اور اگر پہلی نماز کے وقت اس کو بخار رہتا ہو تو جمعِ تاخیر کرے۔

جمعہ

شرایطِ وجوب، شرایطِ صحت، خطبہ، نماز، ہیئات اور آداب۔

جُمعہ جیم کے پیش اور میم کے پیش یا سکون کے ساتھ ہفتے کے ساتھ دنوں میں سے ایک دن کا نام ہے۔ چونکہ جمعہ کے دن میں نیکیاں جمع کی گئی ہیں اس لیے اس کو جمعہ کہا گیا۔ بعض نے کہا ہے کہ اس دن آدم علیہ السلام کی خلقت ہوئی تھی اور بعض نے کہا ہے کہ روئے زمین پر آدم اور حوا علیہما السلام کے نازل ہونے کے چالیس دنوں کے بعد سراندیپ پر یہ دونوں جمعہ کے دن ملے تھے۔ اس دن میں نیکیوں کی زیادتی کی وجہ سے اس کو یومِ مزید بھی کہتے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں جمعہ کے روز کو یومُ العَرُوْبَة کہتے تھے۔ جمعہ کو جمعہ کا نام دینے والا پہلا شخص کعب بن لؤی ہے جس نے مکہ میں لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارت دی اور مشورہ دیا تھا کہ آپ کے ظاہر ہونے پر آپ کی پیروی کریں۔

جمعہ کی نماز معراج کی رات میں مکہ میں فرض کی گئی مگر مکہ میں نہیں پڑھی گئی اس لیے کہ مکہ میں تعداد کی تکمیل نہیں ہوئی تھی یا یہ کہ جمعہ کی نماز کا شعار اظہار ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ہنوز اس شعار کا اظہار نہ کر سکتے تھے۔ اسعد بن زرارہ رضی پہلے شخص ہیں جنھوں نے ہجرت سے پہلے مدینہ میں نقیع الخضمات کے مقام پر جو مدینہ سے ایک میل ہے نمازِ جمعہ پڑھی تھی۔ نمازِ جمعہ امتِ محمدی کی خصوصیات میں سے ہے۔

فضیلتِ جمعہ ہفتہ کے سات دنوں میں سب سے افضل جمعہ ہے۔ جو شخص جمعہ کے دن فوت ہوا اس کو شہادت کا اجر ملیگا اور قبر کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔ فتنہ سے مراد منکر نکیر کے پریشان کن سوالات ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ فتنہ سے مراد بندہ کا وہ رکتا ہوا، ہچکچاتا ہوا جواب ہے جو منکر نکیر کو دیا جاتا ہے۔ جمعہ کی رات بھی ہفتے کے دوسرے دنوں کی راتوں سے افضل ہے لیکن سال کے جملہ دنوں میں عرفہ کا روز افضل ہے اور جملہ راتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی رات افضل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حالت یا دونوں نمازوں کے وقت حرکت کی حالت یا دونوں نمازوں کے وقت سکون کی حالت ہو تو بقول رملی جمع تاخیر میں فضیلت ہے اور بقولِ ابنِ حجر دونوں نمازوں کے اوقات میں حرکت کی حالت ہو یا سکون کی حالت ہو تو جمع تقدیم کو فضیلت ہے اس لیے کہ نماز کی ذمہ داری سے جلد تر سبکدوشی حاصل ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ بقولِ رملی تقدیم میں ایک صورت میں اور تاخیر میں تین صورتوں میں فضیلت ہے اور بقولِ ابنِ حجر تاخیر میں ایک صورت میں اور تقدیم میں تین صورتوں میں فضیلت ہے۔

اختلاف۔ شافعیہ میں طویل سفر میں جمع جائز ہے اور مالکیہ میں سفر مختصر میں بھی جمع جائز ہے لیکن حنفیہ میں صرف عرفہ اور مزدلفہ میں جمع جائز ہے۔

جمع بمطر

مَطَر بارش کو کہتے ہیں اور بارش کے عذر سے دو نمازوں کے جمع کرنے کو جمع بمطر کہتے ہیں۔

مقیم کے لیے جائز ہے کہ بارش میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی دو دو نمازیں پہلی نماز کے وقت جمع کرے۔ دوسری نماز کے وقت جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ صحیحین میں ابنِ عباسؓ سے روایت کی گئی ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مدینۂ طیبہ میں ظہر و عصر کو اور مغرب و عشاء کو ملا کر پڑھی تھی۔ مسلم نے یہ اضافہ کیا ہے کہ ان نمازوں کو ایسی حالت میں جمع کیا گیا تھا جبکہ جنگ یا سفر کی حالت نہ تھی۔ شافعیؒ اور مالکؒ کا قول ہے کہ یہ واقعہ مینہ کے وقت وقوع میں آیا۔ بارش کی مقدار کی نسبت شرط ہے کہ اس سے اوپر کا لباس یا نعل کے نیچے کا حصہ بھیگے۔ بارش کی زیادتی کی قید نہیں ہے۔ خفیف بارش بھی کافی ہے۔ اولے اور برف باری کی نسبت بھی یہی حکم ہے۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے ترشح اور تقاطر کے ساتھ چلیں تو بھی اس میں داخل ہیں۔ کیچڑ اور زلزل وغیرہ ایسے عذر ہیں جو نمازِ جمعہ اور نمازِ جماعت کے ترک کے لیے کافی ہیں مگر یہ عذرات جمع کے لیے جائز نہیں ہیں۔ بارش کی حالت میں جمعِ تاخیر اس لیے جائز نہیں ہے کہ بارش کا جاری رہنا غیر اختیاری ہے۔ جمعِ تقدیم کی شرائط جمع بمطر میں بھی قائم ہیں اور ان پر اضافہ یہ ہے کہ دو نمازوں میں سے پہلی نماز کے وقت اور دو نمازوں کے درمیان میں بارش پائی جائے۔ پہلی نماز یا دوسری نماز کے اثناء میں یا دوسری نماز کے شروع کرنے کے بعد بارش کے منقطع ہونے سے کوئی حرج نہیں ہے۔ جمع بمطر کے لیے جماعت سے نماز پڑھنے کی شرط ہے۔ تنہا نماز پڑھنے والا بارش کے عذر کی بناء پر دو نمازوں کو جمع نہیں کر سکتا۔ جماعت کی قید دوسری نماز کے لیے ہے نہ کہ پہلی نماز کے لیے اس لیے کہ پہلی نماز اپنے وقت پر واقع ہونے سے اس کی صحت میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ جماعت کے لیے مسجد کی قید نہیں ہے۔ ہر ایک مقام جہاں جماعت سے نماز پڑھی جائے اس میں داخل ہے البتہ شرط یہ ہے کہ مقامِ جماعت گھر سے اتنا دور ہو کہ آمد و رفت میں زحمت ہو۔ اگر کوئی شخص گھر میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہو یا مقامِ جماعت قریب ہو تو

گمان غالب رکھتا تھا کہ وقت سے خارج ہونے سے پیشتر بیدار ہو جائیگا تو اس پر بھی گناہ نہیں ہے۔ آزادی کی شرط کی وجہ سے غلام پر جمعہ واجب نہیں اس لیے کہ وہ اپنے مالک کی خدمت گزاری میں مصروف ہے۔ ذکورت کی شرط کی وجہ سے عورت پر جمعہ واجب نہیں صحت کی شرط سے مراد یہ ہے کہ ترکِ جماعت کی اجازت دینے والے عذرات موجود نہ ہوں۔ مرض بھی ایک اہم عذر ہے۔ دیگر عذرات یہ ہیں۔ گرمی، سردی، کیچڑ، بھوک، پیاس، معصوم کے مال سامان یا بدن کو مضرت کا خوف، رفاقت چھوٹ جانے سے مضرت کا خوف، برہنگی، منھ میں بدبو کی موجودگی بدبودار چیز کے کھانے کی وجہ سے، امام کی طوالت اس شخص کے لیے جو صبر نہ کر سکتا ہو، میت کی تجہیز و تکفین میں مصروفیت، موزوں سواری کا فقدان جبکہ ضرورۃً ہو۔ اقامت کی حالت میں جمعہ واجب ہے۔ سفر کی حالت میں جمعہ واجب نہیں یا سفر کا طویل ہونا مشروط نہیں، مختصر سفر میں بھی جمعہ واجب نہیں ہے اتنی مسافت کا سفر جہاں جمعہ کی ندا نہ پہنچے شرعی سفر کہلاتا ہے۔ حدیث۔ لَا جُمُعَةَ عَلٰی مُسَافِرٍ (مسافر پر جمعہ نہیں ہے) ابن عمرؓ نے روایت کی ہے وَيَحْرُمُ عَلٰى مَنْ تَلْزَمُهُ الْجُمُعَةُ السَّفَرُ بَعْدَ فَجْرِ يَوْمِهَا إِلَّا إِذَا أَمْكَنَهُ فِعْلُهَا فِي مَقْصَدِهِ أَوْ طَرِيقِهِ أَوْ تَضَرَّرَ بِتَخَلُّفِهِ عَنِ الرُّفْقَةِ۔ جس شخص پر جمعہ واجب ہے اس پر جمعہ کی صبح کے بعد سفر حرام ہے سوائے اس کے کہ راستے میں نمازِ جمعہ مل سکتی ہو یا یہ کہ ساتھیوں سے پیچھے رہ جانے میں ضرر پہنچنے کا خوف ہو۔ اور بیجوری نے آیت نودی للصلاۃ سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سارے کاروبارِ تجارت اور صنعت و حرفت وغیرہ کا انجام دینا زوال کے بعد سے اذان تک مکروہ ہے اور اذان کے بعد حرام ہے۔ یہاں اذان سے مراد وہ اذان ہے جو خطبہ سے پہلے خطیب کے روبرو کہی جاتی ہے۔ حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ إِنَّ الْمُسَافِرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَدْعُو عَلَيْهِ مَلَكَانِ يَقُولَانِ لَا نَجَّاهُ اللّٰهُ مِنْ سَفَرِهِ۔ جو شخص جمعہ کو سفر کرتا ہے اس کے لیے اس کے دو فرشتے بددعا دیتے ہیں کہ اس کے سفر میں کامیابی نہ ہو۔ جس شخص کو جمعہ لازم نہ ہوا ور ظہر صحیح ہو سکتی ہو تو اس کی جمعہ صحیح ہو سکتی ہے اور ظہر سے سبکدوش کرتی ہے جیسا کہ لڑکا، غلام، عورت، مریض اور مسافر۔ ان سات شرطوں کی موجودگی میں جمعہ کی نماز واجب ہوتی ہے کسی ایک شرط کی عدم موجودگی میں جمعہ کی نماز واجب نہیں ہے۔ پہلے تین شرائط جمعہ کے لیے مخصوص نہیں ہیں بلکہ جملہ نمازوں کے لیے عام ہیں۔

احکامِ جمعہ ۔ جمعہ کے لحاظ سے لوگوں کی چھ قسمیں ہیں۔ پہلا وہ شخص جس پر جمعہ واجب ہے اور جس سے جمعہ منعقد ہوتی ہے اور جس میں وجوب جمعہ کی جملہ شروط پائی جاتی ہیں۔ دوسرا وہ شخص جس پر جمعہ واجب ہے مگر جس سے جمعہ منعقد نہیں ہوتی مگر اس کی جمعہ صحیح ہوتی ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو مقیم ہے مگر متوطن نہیں اور جس نے جمعہ کی اذان کسی دوسرے مقام سے سُنی۔ تیسرا وہ شخص جس پر جمعہ واجب ہے مگر جس سے جمعہ منعقد نہیں ہوتی اور نہ صحیح ہوتی ہے وہ مرتد ہے۔ چوتھا وہ شخص جس پر جمعہ واجب نہیں اور جس سے جمعہ منعقد نہیں ہوتی اور نہ صحیح ہوتی ہے اس کی مثال کافرِ اصلی، کمسن

کے ظہور کی وجہ سے عام فوائد اور برکات بندگانِ خدا کو ہوئی ہیں۔ امام احمد رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ عام طور پر جملہ دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے یہاں تک کہ عرفہ کے روز سے بھی اور جمعہ کی رات عام راتوں سے افضل ہے یہاں تک کہ لیلۃ القدر سے۔ خلاصہ یہ کہ شافعیہ میں جملہ ایام میں عرفہ کا دن افضل ہے اور اس کے بعد جمعہ کا دن پھر عید اضحیٰ کا دن پھر عید الفطر کا دن۔ جملہ راتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد کی رات افضل ہے اور اس کے بعد شب قدر پھر شب جمعہ پھر معراج کی رات وغیرہ۔ کہ یہ مدارج تو ہم امتیوں کے تعلق سے ہیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے معراج کی رات جملہ راتوں میں افضل ہے اس لیے کہ صحیح قول یہ ہے کہ آپ نے رب العزت کو عَیْنَیْ رَاْسِہٖ (سر کی آنکھوں) سے دیکھا تھا۔ عام طور پر رات دن سے افضل ہے۔ جس طرح دن جمعہ کہلایا گیا اسی طرح نمازِ جمعہ کو بھی جمعہ کہا گیا جس کے لیے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ نمازِ جمعہ جملہ نمازوں میں افضل ہے۔

فرضِ عین ہے جمعہ۔ آیت۔ (پ ۲۸ ۱۲) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ۔ ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے تو جلدی کرو اللہ کے ذکر کی طرف اور چھوڑ دو خرید و فروخت۔ پکارنے سے مراد دوسری اذان ہے جو امام کے سامنے دی جاتی ہے۔ جلدی کرنے کا حکم دینے کے معنی یہ ہیں کہ جلدی کرنا واجب ہے اور جب جلدی کرنا واجب ہے تو جس غرض سے جلدی کی جائے وہ بھی واجب ہے۔ بیچنے سے جو مباح تھا منع کیا گیا اور کسی امر مباح سے منع نہیں کیا جاتا جب تک کہ کوئی واجب مقصود نہ ہو۔ حدیث۔ رَوَاحُ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ۔ جمعہ کے لیے جانا ہر ایک بالغ پر واجب ہے۔ جب جمعہ کی طرف جانا واجب ہے تو جمعہ خود بطریق اولیٰ واجب ہے۔

رکعاتِ جمعہ جمعہ کی نماز کی دو رکعتیں فرض ہیں۔ یہ دو رکعتیں ظہر کی قصر کی رکعتیں نہیں ہیں بلکہ خود ایک مستقل نماز ہے۔ امام احمد رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے کہا تھا۔ اَلْجُمُعَةُ رَكْعَتَانِ تَمَامٌ غَیْرُ قَصْرٍ عَلٰى لِسَانِ نَبِیِّكُمْ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى۔ جمعہ کی دو رکعتیں ہیں بطور تمام بغیر قصر کے تمہارے نبی کی زبان سے اور تحقیق کہ مایوس ہوا جس نے جھوٹ کہا۔

شرائطِ وجوبِ جمعہ

شرائطِ وجوبِ جمعہ سات ہیں۔ اسلام، بلوغ، عقل، آزادی، ذکورت، صحت اور اقامت۔ اسلام کی شرط کی وجہ سے غیر مسلم اور کافر پر جمعہ واجب نہیں ہے۔ بلوغ کی شرط کی وجہ سے تمیز والے لڑکے پر بھی جمعہ واجب نہیں ہے مگر اس کی جمعہ صحیح ہو سکتی ہے۔ عقل کی قید کی وجہ سے مجنون اور بے ہوش پر جمعہ واجب نہیں ہے سوئے ہوئے شخص کی تفصیل یہ ہے کہ اگر وقت سے قبل سویا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر وقت ہونے کے بعد سویا ہے اور

وہاں جمعہ صحیح نہیں **متوطن** سے مراد ایسے اشخاص ہیں جو مستقل سکونت رکھتے ہیں۔ تجارت وغیرہ کی ضرورت کے بغیر نقلِ مقام نہیں کرتے۔ اگر کسی آبادی کے مکانات منہدم ہو چکے ہوں اور ان کی تعمیر کا ارادہ ہو تو وہ مقام دار الاقامہ کی تعریف میں داخل ہے مگر کوئی ایسا جدید مقام جس کے بسانے کا ارادہ ہو اس تعریف میں داخل نہیں ہوتا جب تک کہ اس میں عمارتوں کی بنیاد نہ پڑے۔ اگر آبادی سے باہر مسجد بنائی جائے تو بوجہ انفصال اس میں نمازِ جمعہ نہیں پڑھی جا سکتی۔

صحیحین نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے زمانہ میں جمعہ کا دن عرفہ پہنچے تو آپ نے جمعہ نہیں پڑھی اور بروایت مسلم ظہر اور عصر کو جمع تقدیم کے ساتھ پڑھا تھا حالانکہ عرفہ کے بعد مکہ میں چند دن آپ کا قیام کا ارادہ بھی تھا اس واقعہ سے شافعیہ کا استدلال یہ ہے کہ آپ سفر کی حالت میں تھے اور عرفہ میں مستقل آبادی اور عمارتیں نہ تھیں اس لیے آپ نے جمعہ نہیں پڑھی اور ظہر اور عصر میں جمع تقدیم کی اور حنفیہ کا استدلال یہ ہے کہ مکہ میں قیام کا ارادہ تھا اور آپ مقیم تھے اور صرف مناسک حج کے لیے جمع تقدیم کی تھی۔

تعداد[2] جمعہ میں کم سے کم چالیس اشخاص شریک ہوں جو جمعہ کے اہل یعنی مکلف، مرد، آزاد اور ایسے مقیم ہوں جو اپنے وطن اور اقامت گاہ سے گرما اور سرما میں تجارت وغیرہ کی عارضی ضرورت کے بغیر باہر نہ جائیں۔ چالیس کی تعداد میں امام بھی شریک ہے۔ ان چالیس میں اگر کوئی اُمّی ہو تو بھی نمازِ جمعہ صحیح ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ سیکھنے میں اس نے غفلت نہ کی ہو۔ قلیوبی کا یہ قول ضعیف ہے کہ ان چالیس میں سے ہر ایک امامت کا اہل ہو۔ ممیز لڑکے، مسافر اور غلام کے پیچھے نمازِ جمعہ صحیح ہو سکتی ہے بشرطیکہ یہ لوگ چالیس کی تعداد کے علاوہ ہوں۔ چالیس کی تعداد کے وجوہ یہ ہیں کہ جہاں چالیس مسلمان جمع ہوں گے ان میں کوئی نہ کوئی خدا رسیدہ ہوگا۔ چالیس کی تعداد اکمل تعداد ہے انسان چالیس کی عمر تک بڑھتا ہے۔ نبی چالیس سال کے فصل سے بھیجا گیا۔

اختلاف۔ جماعتِ جمعہ کے افراد کی تعداد کی تعیین میں علماء میں کثیر اختلاف ہے۔ جملہ ۱۵ اقوال ہیں۔

ابنِ حزم[1] کا قول ہے کہ ایک شخص سے بھی جمعہ ہو سکتی ہے اور اس قول کے لحاظ سے جماعت کی شرط ہی باقی نہیں رہتی۔

نخعی[2] کا قول ہے کہ دو آدمیوں سے جمعہ کی جماعت ہو سکتی ہے۔

ابو یوسف[3] اور محمد اور لیث کا قول ہے کہ بشمولِ امام دو آدمی ہوں تو کافی ہے۔

ابو حنیفہ[4] اور سفیان اور ثوری کا قول ہے کہ بشمولِ امام تین آدمی کافی ہیں۔

عکرمہ[5] کا قول ہے کہ سات کی تعداد کافی ہے۔

ربیعہ[6] کا قول نو کی تعداد کی ہے۔

امام مالک[7] کا قول بارہ کی ہے، یہ اور یہی ان کا مذہب ہے۔

اسحٰق[8] کا قول ہے کہ امام کے سوائے بارہ اشخاص ہوں۔

میتر لڑکا، مجنون اور بے ہوش ہے۔ پانچواں وہ شخص جس پر جمعہ واجب نہیں ہے اور نہ اس سے جمعہ منعقد ہوتی ہے مگر صحیح ہوتی ہے جیسا کہ میتر لڑکا، غلام، عورت اور مسافر۔ چھٹا وہ شخص جس پر جمعہ واجب نہیں ہے مگر منعقد ہوتی ہے اور صحیح ہے جیسا کہ مریض اور دیگر اشخاص جن کو ترکِ جماعت کے مرخصہ عذرات حاصل ہیں۔

شرائطِ صحتِ جمعہ

شرائطِ صحتِ جمعہ آٹھ ہیں۔ دار الاقامہ ہو، اہلِ جمعہ کی تعداد چالیس ہو، ظہر کا وقت ہو، خطبۂ اولیٰ، خطبۂ ثانیہ دو رکعت نماز جماعت سے، دوامِ تعداد اور عدمِ سابقت۔ شیخ ابو شجاع نے اپنے متن میں دار الاقامہ اہلِ جمعہ کی چالیس کی تعداد اور وقتِ ظہر کے تین امور کو شرائطِ جمعہ کے تحت اور دونوں خطبوں اور دو رکعت نماز جماعت کو فرائضِ جمعہ کے تحت بیان کیا تھا مگر خطیب، شربینی، بیجوری اور بجیرمی نے یہ استدلال کرتے ہوئے کہ شرائط اور فرائض میں کوئی فرق نہیں ہے اور دونوں کے بغیر فرضِ جمعہ ادا نہیں ہو سکتا ان دونوں کو ایک جگہ جمع کیا اور ان پر دو مزید شرائط دوامِ تعداد اور عدمِ سابقت کا اضافہ کر کے جملہ آٹھ شرائط درج کیے ہیں۔

دار الاقامہ سے مراد ایسا شہر یا گاؤں ہے جس میں نمازِ جمعہ کے اہل اشخاص متوطن ہوں۔ عارضی قیام گاہیں اور خیمہ جات اس سے خارج ہیں۔ اگر صحرا میں خیمہ جات وغیرہ میں قیام کیا جائے تو ان خیموں میں جمعہ صحیح نہیں ہو سکتی۔ مدینہ کے اطراف عرب کے بہت سے قبیلے خیموں میں قیام کرتے تھے اور جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے تھے گو چونکہ فصل اتنا تھا کہ وہ لوگ جمعہ کی اذان نہیں سن سکتے تھے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جمعہ کے لیے حکم نہیں دیا۔ آبادی کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ **مدینہ**، **مصر** یا **شہر** ایسی آبادی کو کہتے ہیں جہاں حاکمِ شرعی اور حاکمِ شرطی (کوتوال) موجود ہو اور خرید و فروخت کے لیے بازار قائم ہو۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی صحت کے لیے مصر کی قید عاید کی ہے۔ جامع صغیر میں بخاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا تَسْكُنِ الْكُفُوْرَ فَإِنَّ سَاكِنَ الْكُفُوْرِ كَسَاكِنِ الْقُبُوْرِ۔ کفور سے ایسا گاؤں مراد ہے جو شہر اور علماء سے دور ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گاؤں میں رہنے والوں کو قبروں میں رہنے والوں سے تشبیہ دی ہے۔ **بلد** یا **قصبہ** ایسی آبادی کو کہتے ہیں جس میں ان تینوں چیزوں میں سے بعض موجود ہوں اور بعض موجود نہ ہوں اور **قریہ** یا **گاؤں** ایسی آبادی کو کہتے ہیں جہاں یہ تینوں چیزیں موجود نہ ہوں۔ دار الاقامہ سے وہ مقام خارج ہے جہاں سے سفر شمار ہوتا ہے اور نماز قصر کی جاتی ہے۔ نمازِ جمعہ آبادی کے اندر کھلے مقام پر بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ اگر آبادی کے اندر خالی مقامات پر کچھ لوگ خیموں میں سکونت رکھتے ہوں اور متوطن ہوں تو ان پر جمعہ واجب ہے اور ان کو جمعہ کی تعداد میں شمار کیا جاتا ہے۔ ضابطہ یہ ہے کہ جس مقام پر نماز قصر نہیں کی جاتی وہاں جمعہ صحیح ہوگی اور جس مقام پر نماز قصر کی جاتی ہے

پہلے نماز کے بعد خطبہ کہا جاتا تھا۔

خطبات مشروعہ دس ہیں۔ خطبۂ[1] جمعہ۔ خطبۂ[2] عیدالفطر۔ خطبۂ[3] عیدالاضحیٰ۔ خطبۂ[4] کسوف۔ خطبۂ[5] خسوف۔ خطبۂ[6] استسقاء۔ ساتویں[7] ذی الحجہ یوم الزینۃ کا خطبہ مکہ میں۔ نویں[8] ذی الحجہ یوم عرفہ کا خطبہ نمرہ میں۔ دسویں[9] ذی الحجہ یوم نحر کا خطبہ منیٰ میں۔ بارھویں[10] ذی الحجہ یوم النفر کا خطبہ منیٰ میں۔ آخری چار خطبوں کا تعلق مناسک حج سے ہے۔ جمعہ اور عرفہ کے خطبے تو نماز سے پہلے اور استسقاء کا خطبہ نماز سے پہلے یا نماز کے بعد اور بقیہ خطبے نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ ہر ایک موقع پر دو دو خطبے پڑھے جاتے ہیں سوائے حج کے بقیہ تین خطبوں کے جن میں ایک خطبہ پڑھا جاتا ہے۔

ارکان خطبات پانچ ہیں اور یہ ارکان ہر ایک خطبہ کے لیے لازمی ہیں۔ حمد[1] خدا یعنی الحمد للہ جس کے معنی ہیں تمام تعریف ثابت ہے اللہ تعالیٰ کے لیے کسی ایک آیت کے ضمن میں بھی خدا کی تعریف بیان کی جا سکتی ہے جیسا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ (۲/۶)۔ حمد کا لفظ صرف مادہ کی حد تک معین ہے اس کے مشتقات بھی استعمال کیے جا سکتے ہیں لیکن لفظ اللہ معین ہے اس لیے کہ وہ ایسا نام ہے جس کے ذکر میں سارے صفاتِ کمالی سمجھ میں آتی ہیں۔ مثال۔ حَمِدْتُ اللّٰہَ۔ اَنَا حَامِدٌ لِلّٰہِ۔ درود[2] نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جیسے اَلصَّلَاۃُ عَلٰی نَبِیِّنَا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے آل اور اصحاب پر بھی درود بھیجنا مسنون ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ پر درود بھیجتے تھے۔ صلاۃ کا لفظ بھی بلحاظ مادہ کے معین ہے اس کے مشتقات بھی استعمال کیے جا سکتے ہیں جیسا کہ اَنَا مُصَلٍّ یا اُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ وصیت[3] تقویٰ۔ پرہیزگاری کی نسبت نصیحت کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی طاعت کی طرف ترغیب دلانا اور گناہ سے روکنا۔ تقویٰ کے یہ معنی ہیں کہ اوامر پر عمل کرے اور مناہی سے اجتناب کرے۔ ابن حجر کا قول ہے کہ ان دونوں میں سے ایک امر کا بیان کرنا کافی ہے نصیحت میں الفاظ کی قید نہیں ہے۔ ہر وہ لفظ جو اس معنی کو ادا کرے استعمال کیا جا سکتا ہے جیسا کہ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَاقِبُوْہُ۔ حمد، درود اور وصیت ان تینوں ارکان کی ترتیب مسنون ہے اور یہ تینوں ارکان دونوں خطبوں میں مشروط ہیں۔ مسلم نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں پابندی کے ساتھ تقویٰ کا شوق دلاتے تھے۔ جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ دیتے تو آپ کی دونوں آنکھیں سرخ ہو جاتیں آواز بلند اور غضبناک ہوتی گویا کہ آپ فوج کو خطاب کر رہے ہیں۔ آپ نے ایک مرتبہ اپنی دو انگلیوں کو ملا کر بتایا اور فرمایا۔ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ۔ میں اور قیامت دونوں ایسا ساتھ ساتھ بھیجے گئے ہیں جیسا کہ یہ دو انگلیاں)۔ قرأت[4] آیت۔ کم سے کم ایک مفہمہ آیت کسی ایک خطبہ میں پڑھے اور پہلے خطبہ میں اس کا پڑھنا افضل ہے۔ مفہمہ ایسی آیت کو کہتے ہیں جس کے مفہوم میں وعدہ، وعید اور وعظ شامل ہو۔ مسلم نے روایت کی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ میں منبر پر سورۂ ق پڑھتے تھے اس لیے سورۂ ق کا کچھ حصہ پڑھنے سے سنت کی تکمیل ہوتی ہے

ابنِ[9] حبیب نے امام مالکؒ سے روایت کی ہے کہ بیس کی تعداد کی ضرورت ہے۔

ایک[10] قول تیس کی تعداد کی نسبت ہے۔

امام[11] شافعیؒ کا ایک قول یہ ہے کہ بشمولِ امام چالیس کی تعداد کافی ہے اور یہ قول دوسرے قول کی بہ نسبت صحیح تر ہے۔

امام[12] شافعیؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ امام کے علاوہ چالیس کی تعداد ہو اور اس کی تائید عمر بن عبد العزیزؒ اور ایک جماعت نے کی ہے۔

امام[13] احمدؒ کی ایک روایت کی رو سے پچاس کی ضرورت ہے۔

مازری[14] نے اسّی کی ضرورت ظاہر کی ہے۔

فتح[15] الباری میں بغیر کسی قید کے ایک کثیر جماعت کی ضرورت بتائی گئی ہے۔

وقت[16]۔ ظہر کی نماز کے وقت کے اندر جمعہ کی نماز پڑھی جائے گی اس لیے کہ جمعہ اور ظہر کا وقت یکساں ہے۔ حدیث صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ ۔ نماز پڑھو تم جیسا کہ تم نے مجھ کو نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ وقت تنگ ہو یا شرائط پوری نہ ہوں تو ظہر کی نماز پڑھی جائے گی۔ نمازِ ظہر کا وقت باقی رہنے کی نسبت یقین یا گمان ہو۔ ظہر کا وقت فوت ہونے کے بعد جمعہ کی قضا نہ اس روز ہوگی اور نہ دوسری جمعہ کو۔ اس کا نتیجہ یہ کہ جمعہ فوت ہو تو بطورِ جمعہ قضا نہ ہوگی بلکہ ظہر قضا پڑھی جائے گی۔ ظہر کے وقت کے اندر پوری جمعہ کا واقع ہونا ضروری ہے۔

خطبہ

خطبۂ[1] اُولیٰ اور ثانیہ[2]۔ خطیب کو چاہیے کہ دونوں خطبوں میں قیام کرے اور ان کے درمیان بقدرِ طمانینت بیٹھے صحیحین کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز دو خطبے کہتے اور ان دونوں کے درمیان بیٹھتے تھے اور یہ دونوں خطبے اسلام کے آغاز میں نماز کے بعد کہے جاتے تھے۔ دحیۃ الکلبی جو تجارت کے لیے ملکِ شام کو گئے تھے واپس ہوئے۔ قافلہ والے دف اور تالی بجاتے اور خوشی میں شور و غل کرتے اپنے قبیلہ کو آ رہے تھے۔ یہ وقت ایسا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز کے بعد خطبہ دے رہے تھے۔ اکثر حاضرینِ جماعت شور و غل سن کر تماشا دیکھنے کے لیے بھاگ نکلے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ میں صرف بارہ یا آٹھ یا چالیس اشخاص باقی رہ گئے۔ آپ نے فرمایا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوِ انْصَرَفُوْا جَمِيْعًا لَأَضْرَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْوَادِيَ نَارًا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر یہ لوگ سب چلے جاتے تو اللہ تعالیٰ ان کی وادی پر آگ بھڑکاتا۔ اس اثنا میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (۲۸/۱۲ ۳) وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا إِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا اور جب تجارت یا کھیل دیکھتے تو اس کی طرف دوڑ جاتے اور تم کو کھڑا چھوڑ دیتے۔ اس واقعہ کے بعد سے خطبہ کو نماز کے پہلے کر دیا گیا اور اس سے

خطبہ کے ارکان کا عربی میں ہونا مشروط ہے۔ عربی کا سیکھنا بطورِ فرضِ کفایہ ۔ پر واجب ہے اس لیے کسی ایک شخص کا عربی سے واقف ہونا بھی واجب ہے۔ اگر کوئی شخص عربی سے واقف نہ ہو تو سب پر اس کا گناہ ہوگا۔

ذکورتِ خطیب ۔ خطیب کا مرد ہونا مشروط ہے عورت خطبہ نہیں دے سکتی۔ **قیام** خطبہ میں بصورتِ قدرت قیام کی ضرورت ہے۔ بوجہ مجبوری بیٹھ کر یا کروٹ لیٹ کر خطبہ دیا جا سکتا ہے۔ **جلوس** دو خطبوں کے درمیان اگر سہواً بھی جلوس کو ترک کرے تو خطبہ صحیح نہ ہوگا۔ بیٹھ کر خطبہ دینے کی صورت میں خطبوں کے درمیان صرف سکوت کافی ہوگا۔

اولیت ۔ دونوں خطبے نماز سے پہلے پڑھے جائیں۔ **وقت** ۔ دونوں خطبے ظہر کی نماز کے وقت کے اندر واقع ہوں نماز بھی ظہر کے وقت کے اندر ادا کی جائے۔ **مقام** ۔ خطبۂ جمعہ ایسے مقام پر دیا جائے جہاں آبادی ہو۔

مسنوناتِ خطبہ ۔ خطبہ بلند مقام سے یا منبر سے دیا جائے خطیب ۔ اُن لوگوں کو سلام کرے جو منبر کے قریب ہوں اور منبر پر چڑھنے کے بعد حاضرین کی طرف متوجہ ہو اور سلام کر کے بیٹھ جائے ۔ ایک شخص اذان دیوے۔ خطبہ فصیح اور ایسے الفاظ میں دیا جائے جو آسانی سے سمجھ میں آ سکے۔ رکیک اور گرے ہوئے اور پیچیدہ اور نادر الفاظ استعمال نہ کیے جائیں۔ خطبہ کی مقدار متوسط ہو۔ نہ اتنا طویل ہو کہ جی اُکتا جائے اور نہ اتنا مختصر ہو کہ مطلب فوت ہو جائے۔ مسلم کی حدیث اَطِیلُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَقْصِرُوا الْخُطْبَۃَ ۔ طوالت در نماز میں اور کمی کر دو خطبہ میں سے مراد یہ ہے کہ نماز کی بہ نسبت خطبہ میں کمی کرو اس طور پر کہ خطبہ بجائے خود متوسط ہو۔ خطبہ میں شروع سے آخر تک حاضرین کی طرف رُخ کر کے خطبہ کہے ادھر اُدھر منھ نہ موڑے۔ حاضرین کو چاہیے کہ متوجہ رہیں اور سنتے رہیں خطیب کا بایاں ہاتھ تلوار وغیرہ پر اور سیدھا ہاتھ منبر کے کنارے پر رہے۔ دو خطبوں کے درمیان بقدرِ سورۂ اخلاص بیٹھے اور سورۂ اخلاص پڑھے خطبہ ختم ہونے کے ساتھ ہی مؤذن کھڑا ہو جائے اور خطیب محراب کی طرف نماز پڑھانے کے لیے چلا جائے۔ **قرائت**

پہلی رکعت میں امام سورہ الفاتحہ کے بعد سورہ الجمعہ اور دوسری رکعت میں الفاتحہ کے بعد المنافقین یا پہلی رکعت میں سبّح اسم ربّك الاعلیٰ اور دوسری میں هل اتاك حديث الغاشيه جہر سے پڑھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہی دو دو سورے پڑھتے تھے جس شخص کو امام کی قرائت نہ سنائی دے ان میں سے بعض سورے یا آیۃ الکرسی پڑھے خطیب کسی عذر کی وجہ سے قیام پر قادر نہ ہو تو بیٹھ کر یا کروٹ لیٹ کر خطبہ دے سکتا ہے اور اس کی اقتدا جائز ہے۔ بیٹھ کر خطبہ دینے کی صورت میں دو خطبوں کے درمیان سکتہ یعنی خاموش رہنا کافی ہے ایسا نہیں ہو سکتا کہ لیٹ جائے

دو رکعت نماز ایسی جماعت کے ساتھ جو جمعہ کی اہل ہو۔ جماعت کی شرط پہلی رکعت کے لیے ہے لیکن تعداد اشخاص اہلِ جمعہ کی شرط شروع سے آخر تک قایم رہے گی۔ نمازِ جمعہ خطبوں کے بعد ہوگی۔ جمعہ اور غیر جمعہ کی جماعت کی شرائط یکساں ہیں سلطان کی حضوری اور اِذن (اجازت) کی شرط نہیں ہے سُنن راتبۂ جمعہ کی تفصیل صفحہ ۱۲۱ پر درج ہے۔ جو شخص دوسری رکوع کی طمانینت کے بعد جمعہ میں شریک ہوا اس کو چاہیے کہ جمعہ کی نیت کرے لیکن نمازِ ظہر

خطبۂ اولیٰ یا ثانیہ میں آیت پڑھی جا سکتی ہے لیکن خطبۂ اولیٰ میں اس کا پڑھنا اس لیے اولیٰ ہے کہ دوسرے خطبہ میں مومنین اور مومنات کے لیے دعا کی جائے تو دونوں خطبے مساوی ہو جاتے ہیں اور ہر ایک خطبہ چار ارکان پر شامل ہوتا ہے۔ دعا[۵] مومنین اور مومنات کے لیے دوسرے خطبہ میں جیسا کہ رَحِمَكُمُ اللهُ۔ رحم کرے تم پر اللہ تعالیٰ اکمل دعا یہ ہے کہ اس میں تعمیم ہو اور اخروی ہو نہ کہ دنیوی۔ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ خطبہ میں کسی شخص کی تخصیص کر کے دعا کرنا مکروہ ہے لیکن مجموع میں لکھا ہے کہ اس میں مضایقہ نہیں مگر تعریف میں مبالغہ کرنا کسی صورت میں جائز نہیں ائمۂ مسلمین اور ارباب صلاح وفلاح اور اعانتِ حق اور قیامِ عدل کے لیے دعا کرنا مسنون ہے خطیب شربینی کا قول ہے کہ سلطان کے لیے تخصیص کے ساتھ دعا کرنے میں مضایقہ نہیں۔ بخاری نے عایشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا تَشْغَلُوا قُلُوبَكُمْ بِسَبِّ الْمُلُوْكِ وَلٰكِنْ تَقَرَّبُوْا إِلَى اللهِ تَعَالٰى بِالدُّعَاءِ لَهُمْ يَعْطِفُ اللهُ قُلُوْبَهُمْ عَلَيْكُمْ۔ اپنے دلوں کو بادشاہوں (اور اربابِ اقتدار) کو برا کہنے میں مشغول نہ کرو بلکہ اُن کے لیے دعائے خیر کر کے اللہ تعالیٰ سے قُربت حاصل کرو اللہ تعالیٰ ان کے قلوب کو تمہاری طرف مہربان کرے گا۔ اگر اس دعا کو پہلے خطبہ میں پڑھا جائے تو شمار نہ ہوگی۔ ان پانچوں ارکان کی ترتیب سنت ہے اور واجب اس لیے نہیں ہے کہ ترتیب کے بغیر بھی مقصد حاصل ہوتا ہے۔

شرایطِ خطبات بارہ[۱۲] ہیں **خطیب**[۱] اتنی بلند آواز میں خطبہ پڑھے کہ خطبہ کے ارکان اُن چالیس اشخاص کو سنائی دیں جو جمعہ کے اہل ہیں ارکانِ خطبہ کا سنانا واجب ہے غیر ارکان کا سنانا واجب نہیں۔ **حاضرین**[۲] خطبہ کو سنیں اگرچہ کہ سمجھ میں نہ آئے اسی لیے خطبہ کا اسرار کے ساتھ پڑھنا یا حاضرین کا بغیر سننے کے خالی بیٹھے رہنا کافی نہیں ہے۔ سلام کا رد کرنا واجب ہے اگرچہ کہ خطبہ کے وقت سلام کرنا خود مکروہ ہے۔ چھینکنے والے کے لیے تشمیت (الحمدللہ) کہنا مسنون ہے۔ حاضرین کے لیے بات کرنا مکروہ ہے ائمۂ ثلاثہ کے پاس بات کرنا حرام ہے **موالات**[۳] خطبہ کے کلمات کے باہم اور دونوں خطبوں کے درمیان موالات مشروط ہے۔ خواہ کسی عذر سے ہو خطبہ کے کلمات میں یا دو خطبوں کے درمیان تفریق خطبہ کو باطل کرتی ہے خطبہ میں وعظ یا قرائتِ قرآن کی وجہ سے فصل نہیں پیدا ہوتا خطبوں اور نماز کے درمیان بھی موالات مشروط ہے۔ **ستر**[۴] عورت کی شرط خطیب کے لیے ہے نہ کہ سامعین کے لیے۔ دو خطبے دو رکعتوں کے مساوی ہیں اور ان میں مصروف ہونے کے لیے ستر عورت کی شرط ہے۔ **طہارت**[۵] خطیب کے لیے خطبہ میں حدث اور نجاست سے بدن لباس اور مکان کی طہارت مشروط ہے اگر خطبہ میں حدث واقع ہو تو طہارت کے بعد امام کو خطبہ کو شروع سے پڑھنا ہوگا اس لیے کہ خطبہ واحد عبادت ہے جس کی تجزی نماز کی طرح نہیں ہو سکتی۔ **عربیت**[۶] خطبہ۔ خطبہ عربی زبان میں ہو بشرطیکہ جماعت میں کوئی شخص عربی سے واقف ہو ورنہ کسی دوسری زبان میں بھی ہو سکتا ہے لیکن آیتِ قرآنی کی حد تک عربی کی شرط قایم رہے گی۔ بیجوری نے صراحت کی ہے کہ امام صاحبین کی اتباع کیلئے کم سے کم

غسل: ہر شخص مرد، عورت، مقیم اور مسافر کے لیے جو جمعہ میں شرکت کا ارادہ رکھتا ہو غسل مسنون ہے۔ حدیث۔ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ۔ جب تم جمعہ کے لیے آؤ تو غسل کرو۔ حدیث۔ غُسْلُ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ۔ جمعہ کا غسل ہر بالغ پر موکد ہے۔ یہاں وجوب سے مراد تاکید ہے بعض حنفیہ کا قول ہے کہ غسل جمعہ ابتدائے اسلام میں واجب تھا اور پھر اس حکم کی تنسیخ کی گئی۔ حدیث۔ مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ وَمَنِ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ أَفْضَلُ۔ جس نے جمعہ کے روز وضو کیا ٹھیک کیا اور جس نے غسل کیا (وضو کے ساتھ) تو غسل افضل ہے (بہ نسبت اس کے کہ وضو پر اکتفا کرے)۔ حدیث۔ اِغْتَسِلُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلَهُ كَفَّارَةٌ مَا بَيْنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ۔ جمعہ کے روز غسل کرو پس بے شک جس نے جمعہ کے روز غسل کیا تو اس کے لیے کفارہ ہے ایک جمعہ سے دوسری جمعہ کے درمیان اور تین دنوں کا اضافہ ہے۔ وضو غسل جمعہ کے لیے بھی ایسا ہی مسنون ہے جیسا کہ دوسرے غسلوں کے لیے۔ نماز جمعہ کا ارادہ نہ ہو تو غسل جمعہ مسنون نہیں ہے بخلاف عید کے غسل کے جو ہر حال میں مسنون ہے غسل جمعہ اور غسل عید میں فرق یہ ہے کہ غسل جمعہ سے مقصود بدن کی صفائی ہے تاکہ میلے پن کی وجہ سے دوسروں کو اذیت نہ پہنچے اور عید کا غسل زینت اور مسرت کے اظہار کے لیے ہے۔ نماز جمعہ کے وجوب اور عدم وجوب کی وجہ سے غسل کی مسنونیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ **وقتِ غسل** غسل کا وقت جمعہ کی صبح صادق سے شروع ہوتا ہے مگر نماز کے لیے جانے کے قریب غسل کرنا افضل ہے۔ غسل کرنے سے معذور ہو تو غسل جمعہ کی نیت سے تیمم کرے۔ اس لیے کہ غسل سے دو امور مقصود ہیں صفائی اور عبادت۔ اگر مجبوراً صفائی کی غرض فوت ہو جائے تو عبادت کی نیت باقی رہے۔ نیت۔ نَوَيْتُ التَّيَمُّمَ بَدَلًا عَنْ غُسْلِ الْجُمُعَةِ۔ نیت کرتا ہوں میں غسل جمعہ کے بدلے تیمم کی۔

ابو ھریرہ، حسن بصری اور مالک رضی اللہ عنہم نے حدیث کے ظاہری الفاظ پر غسل جمعہ کے وجوب کی رائے دی ہے۔ اور جمہور نے مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ کی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے غسل جمعہ کو مسنون قرار دیا ہے۔ **تنظیفِ بدن** غسل جمعہ میں بدن کو صاف کرنا مسنون ہے بغل وغیرہ سے بدبو دور کرے۔ تنظیف کے معنی میل کو دور کرنے کے ہیں۔ جس طرح بدن کو صاف کرنا مسنون ہے اسی طرح لباس کو صاف کرنا دھونا دھلانا مسنون ہے۔ ان امور کا لحاظ ہر اس شخص کے لیے مسنون ہے جو کسی مجمع میں شرکت کا ارادہ رکھتا ہو تاکہ دوسرے لوگوں کو اس کی گندگی سے اذیت نہ پہنچے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ مَنْ نَظَّفَ ثَوْبَهُ قَلَّ هَمُّهُ وَمَنْ طَابَ رِيحُهُ زَادَ عَقْلُهُ۔ جس نے اپنا لباس صاف رکھا اس کے افکار کم ہوئے جس نے خوشبو لگائی اس کی عقل میں اضافہ ہوا۔ ابو شجاع اور ابن قاسم نے تنظیفِ بدن کو ایک علیحدہ ہیئت شمار کی تھی مگر بیجوری اور بجیرمی کی رائے کے لحاظ سے اس کو غسل میں شامل کیا گیا۔

یا تکمیل کرے اس لیے کہ جمعہ ایک رکعت کے بغیر نہیں مل سکتی۔

دوامِ تعداد۔ جمعہ کے اہل چالیس اشخاص کی تعداد خطبہ کے آغاز سے نماز کے ختم ہونے تک قایم رہے اگر خطبہ کے وقت یا نماز کے وقت اس تعداد میں کمی ہو تو ایک رکن فوت ہو جائے گا اور جمعہ صحیح نہ ہوگی۔

عدمِ مسابقت۔ کسی دوسری جماعت کی جمعہ کی تکبیرِ تحریمہ اسی شہر میں، اس کے آگے یا اس کے ساتھ نہ ہوئی ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے ایک جمعہ کے سوائے دوسری کوئی جمعہ کی نماز قایم ہونے نہیں دی اس کے علاوہ ایک جمعہ پر اکتفا کرنے میں اجتماع اور اتفاق کے شعار کا بخوبی اظہار ہوتا ہے! البتہ آبادی کی تعداد اتنی ہو کہ ایک مقام پر اُن کا جمع ہونا دشوار ہو تو یہ صورت جداگانہ اور مستثنیٰ ہے۔ آبادی میں کوئی ایسی وسیع جگہ نہ ہو جہاں سب کو جمع کیا جا سکے تو اظہر قولین یہ ہے کہ تعددِ جمعہ جائز ہے اور معتمد یہی قول ہے۔ امام شافعیؒ جب بغداد آئے تو جمعہ کی نمازیں دو تین مقامات پر ہوتی تھیں اور آپ نے اس سے اختلاف نہیں کیا بعض کی یہ رائے ہے کہ تعددِ جمعہ جائز ہی نہیں ہے اگرچہ کہ ضرورت ہو۔ اس قول کی اتباع میں، جہاں جمعہ کا تعدد ہو جمعہ کے بعد ظہر پڑھنے کی ضرورت ہے۔ امام شافعیؒ کا پہلا قول عدمِ تعددِ جمعہ کی بہ نسبت تھا اور دوسرا قول جوازِ تعدد کی نسبت ہے! اور اسی کی پیروی کی جاتی ہے۔

تعددِ جمعہ کی پانچ حالتیں ہیں۔ (۱) دو جمعہ ایک وقت ادا ہوں تو دونوں باطل ہیں۔ اگر وقت میں گنجایش ہو تو دونوں فریق پر واجب ہے کہ ایک جگہ جمع ہوں اور نمازِ جمعہ کا اِعادہ کریں۔ (۲) دو جمعہ ایک دوسرے کے بعد ادا ہوں تو جو جمعہ پہلے ادا ہوئی صحیح ہے اور بعد کی جمعہ باطل ہے اس لیے بعد کی جماعت پر ظہر کا پڑھنا واجب ہے (۳) مسابقت یا مقارنت کی نسبت شک ہو تو دونوں فریق پر واجب ہے کہ ایک جگہ جمع ہو کر جمعہ کا اعادہ کریں (۴) مسابقت کی نسبت علم ہو مگر کس نے آگے پڑھا تعین نہ ہو سکے تو ظہر پڑھنا واجب ہے (۵) مسابقت کا علم ہو اور کس نے مسابقت کی اس کا بھی علم ہو مگر بھول گیا ہو تو جمعہ کے بعد ظہر پڑھنا واجب ہے جیسا کہ مصر میں۔ خلاصہ یہ کہ جمعہ کے بعد ظہر کی نماز واجب ہوگی یا مستحب یا ممنوع۔ واجب کی مثال بڑے شہروں میں مل سکتی ہے اور مستحب کی مثال وہ شہر ہے جہاں بقدرِ حاجت جمعہ کا تعدد ہونا چاہیے اور ممنوع کی مثال ایسا شہر ہے جہاں ایک ہی جمعہ ہوتی ہے۔

ہیئات

ہیئاتِ جمعہ آٹھ ہیں غسل کرنا، سفید لباس پہننا، ناخن ترشوانا، خوشبو لگانا، قرأت سورۂ کہف، دعا، درود اور تکبیر۔ ہیئات سے مراد وہ سنتیں ہیں جو جمعہ میں مطلوب ہیں اور جمعہ کی نماز سے خارج ہیں۔ ابو شجاعؒ نے صرف چار ہیئات، غسل، لباس، ناخن اور خوشبو کا ذکر کیا ہے خطیب اور دیگر شروح سے بقیہ ہیئات کا اضافہ کیا گیا۔

جس نے جمعہ کے روز غسل کیا اور اچھا لباس پہنا اور خوشبو میسر ہو تو لگایا، جمعہ کی نماز کے لیے آیا اور لوگوں کی گردنوں پر سے نہیں پھاندا پھر نماز پڑھی جو فرض کی گئی اس پر اور پھر خاموش رہا امام کے آنے کے بعد سے امام کے نماز سے فارغ ہونے تک تو یہ کفارہ ہوگا اِس جمعہ سے اُس جمعہ تک جو اس سے پہلے گزرا۔

قرائتِ کہف۔ جمعہ کے دن اور رات میں سورۂ کہف کا پڑھنا مسنون ہے۔ حدیث۔ مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ اَضَاءَ لَهُ مِنَ النُّوْرِ مَا بَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ۔ جس نے جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھا تو اس کے لیے دو جمعہ کے درمیان کی مدت نور سے روشن ہوگئی۔

دعاء۔ جمعہ کے دن اور رات میں کثرت سے دعا کرنا مسنون ہے اس لیے کہ جمعہ کے دن میں ایک گھڑی ایسی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔

درود نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جمعہ کے دن اور رات میں مسنون ہے۔ حدیث۔ اَكْثِرُوْا مِنَ الصَّلَاةِ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةَ الْجُمُعَةِ فَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا۔ جمعہ کے دن اور رات میں مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے۔

تبکیر۔ نهاية المحتاج میں لکھا ہے کہ بکر کے معنی گھر سے سویرے روانہ ہونے کے ہیں اور تبکیر کے معنی نماز کے لیے اول وقت پہنچنے کے ہیں اور ابتکر کے معنی خطبہ کو ابتداء میں پہنچنے کے ہیں۔ تبکیر بکرۃ سے ہے اور بکرہ دن کے اول وقت کو کہتے ہیں۔ حدیثِ شیخین۔ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ اَيْ كَغُسْلِهَا ثُمَّ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْاُوْلٰى فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا اَقْرَنَ وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً۔ جس نے جمعہ کے روز غسلِ جنابت کی طرح غسل کیا اور پہلی ساعت میں روانہ ہوا گویا کہ اُس نے اونٹ کی قربانی دی اور جو دوسری ساعت میں روانہ ہوا اس نے گائے کی قربانی دی اور جو تیسری ساعت میں روانہ ہوا اس نے سینگ والے دُنبے کی قربانی دی اور جو چوتھی ساعت میں روانہ ہوا اس نے مرغ کی قربانی دی۔ حدیثِ موصوف میں جمعہ کے سویرے سے نماز کے اول وقت تک کے اوقات کو چار حصوں میں تقسیم کرکے ہر ایک ساعت کی فضیلت کو ترتیب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ تبکیر غیر امام کے لیے مسنون ہے اور تاخیر امام کے لیے۔

خطبۂ جمعہ

مسنون ہے کہ خاموش رہے اور خطبہ سنے۔ جب مسجد میں داخل ہوا اور امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو دو خفیف رکعتیں تحیۃ المسجد کی پڑھے اور بیٹھ جائے۔ دونوں خطبوں کی بابت ایک ہی حکم ہے۔ آیت۔ (پ۹ ع۱۲) وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ

سفید لباس کا پہننا مسنون ہے اور شملہ بھی لباس میں داخل ہے۔ لباس کا جدید ہونا مسنون ہے اور جدید نہ ہو تو جدید کے قریب ہو اور زیادہ کہنہ نہ ہو۔ حدیث۔ اِلْبَسُوْا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَاِنَّهَا خَيْرُ ثِيَابِكُمْ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ۔ سفید لباس پہنو اس لیے کہ وہ تمہارا بہتر لباس ہے اور تمہاری میتوں کو اسی (سفید لباس) میں کفن کرو۔ سفید کے بعد اُس لباس کو ترجیح دی گئی ہے جو بُنوٹ سے پہلے رنگا گیا ہو۔ کپڑا رنگ کر پہننا اَولویت کے خلاف [illegible] ہے اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا رنگ کر نہیں پہنا۔ اس کی تردید یوں کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا لباس اور عمامہ وَرس سے رنگتے تھے۔ مجموع میں لکھا ہے کہ سیاہ لباس کا ترک کرنا اَولیٰ ہے بلکہ سیاہ لباس کے پہننے میں پابندی کرنا بدعت ہے۔ تردیداً یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ فتح مکہ کے بعد نبی صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں سیاہ عمامہ پہن کر داخل ہوئے اور اُسی کے ساتھ آپ نے خطبہ دیا اور خیبر کی لڑائی پر بھیجتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو سیاہ عمامہ باندھا لیکن یہ سب واقعات فعلی ہیں ورنہ آپ کا حکم قطعاً سفید لباس پہننے کی [illegible] ہے۔

ناخن اور بال بڑھے ہوں تو ان کا نکالنا مسنون ہے بغل اور ناف کے نیچے کے بالوں کا نکالنا مسنون ہے مگر اُس شخص کے لیے نہیں جو حج یا عمرہ کے لیے احرام کی حالت میں ہو یا عشرۂ ذی الحجہ میں قربانی دینے سے پہلے اس لیے کہ ان اشخاص کے لیے بالوں اور ناخنوں کا کاٹنا حرام ہے۔ جمعہ کے علاوہ دوشنبہ اور پنجشنبہ بھی ایسے دن ہیں جو اس غرض کے لیے مسنون بتائے گئے ہیں۔ **ترتیب**۔ ناخن تراشنے میں مختلف ترتیب بتائی گئی ہے اور یہاں ان کے منجملہ صرف ایک ترتیب کا ذکر کیا جاتا ہے جس پر اعتماد کیا گیا ہے اور ذہن نشین رکھنے میں سہولت بھی ہے۔ داہنے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے شروع کر کے کن اُنگلی تک اور پھر اسی ہاتھ کا انگوٹھا اور پھر بائیں ہاتھ کی کن اُنگلی سے انگوٹھے تک اور داہنے پاؤں کی کن اُنگلی سے بائیں پاؤں کی کن اُنگلی تک ناخن نکالے جائیں۔ ناخن نکالنے کے بعد انگلیوں کے سِروں کو دھونا مسنون ہے اس لیے کہ اُنگلیوں کو دھوئے بغیر ناخنوں سے بدن کے کھجانے میں نقصان کا خوف ہے۔ مونچھ کاٹنا ہونٹ پر مسنون ہے اتنا کہ ہونٹ کی سرخی نظر آئے لیکن اس کے مونڈھنے میں کراہت ہے۔ تین مواقع پر سر مونڈھنا مسنون ہے۔ حج میں (۱)، پیدائش (۲) کے ساتویں دن، اور جب (۳) کافر اسلام لائے۔ حج میں تین بالوں کا مونڈھنا تو فرض (رکن) ہے مگر پورے سر کا مونڈھنا مسنون ہے۔

خوش بو کا استعمال مسنون ہے اور مشک بہتر ہے بشرطیکہ روزے سے یا احرام کی حالت میں نہ ہو۔ خوش بو کا استعمال روزہ دار کے لیے مکروہ اور مُحرِم کے لیے حرام ہے۔ حدیث۔ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَبِسَ مِنْ اَحْسَنِ ثِيَابِهٖ وَمَسَّ مِنْ طِيْبٍ اِذَا كَانَ عِنْدَهٗ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ وَلَمْ يَتَخَطَّ اَعْنَاقَ النَّاسِ ثُمَّ صَلّٰى مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ ثُمَّ اَنْصَتَ اِذَا خَرَجَ اِمَامُهٗ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِهٖ كَانَ كَفَّارَةً لِمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الَّتِيْ قَبْلَهَا

فرض نماز کیوں نہ ہو خطبہ سنائی نہ دے تو بھی ایسے وقت نماز پڑھنا حرام ہے۔ نووی نے شرح مہذب میں اس کی نسبت تحریم کا حکم دیا ہے اور اجماع اسی پر ہے۔

تخطی۔ جماعت میں لوگوں کے کندھوں پر سے پھاندتے ہوئے جانا مکروہ ہے اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ایسا کرتے دیکھ کر فرمایا۔ اِجْلِسْ فَقَدْ آذَيْتَ وَآنَيْتَ۔ بیٹھ جاؤ تحقیق کہ تو نے اذیت دی اور تاخیر کی۔ صفوں کو چیر کر جانے کی اجازت صرف امام اور بزرگ شخص کے لیے ہے کہ لوگ ان کی تعظیم کرتے ہیں اور ان کے اس عمل کو برا نہیں سمجھتے۔ اگر لوگ صفوں میں جگہ خالی چھوڑ کر بیٹھے ہوں تو ان کی تکمیل کے لیے آگے بڑھنے میں کراہت نہیں ہے۔

تتمہ۔ جس کو امام کے ساتھ ایک رکعت ملی اس کی جمعہ فوت نہیں ہوئی۔ امام کے سلام کے بعد ایک رکعت پڑھ کر اپنی نماز کی تکمیل کرے۔ اس دوسری رکعت کیلئے مسنون ہے کہ آواز سے پڑھے۔ حدیث۔ مَنْ اَدْرَكَ مِنْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ رَكْعَةً فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلَاةَ۔ جس نے نماز جمعہ کی ایک رکعت پائی اس نے نماز پائی۔ اگر امام کے ساتھ ایک رکعت سے کم نماز ملی تو اس کی جمعہ فوت ہو گئی۔ اس کو چاہیے کہ امام کے سلام کے بعد ظہر کی تکمیل کرے لیکن جماعت میں شرکت کے وقت اس پر واجب ہے کہ جمعہ کی نیت کرے تاکہ امام سے اختلاف نہ ہو اور پھر نماز جمعہ سے مایوس نہیں ہو سکتا جب تک کہ امام سلام نہ پھیرے۔ اس لیے کہ امام کو کوئی فوت شدہ رکن یاد آجائے تو ایک رکعت مزید پڑھے گا اور اس طرح مقتدی کو جمعہ مل جائے گی۔ اگر امام کی نماز باطل ہو تو نماز کے باطل ہونے سے قبل جائز ہے کہ اپنے قریب کے کسی مقتدی کو اپنی جگہ امام قایم کرے۔ اس لیے کہ یکے بعد دیگرے دو اماموں کے پیچھے نماز جائز ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت کے زمانہ میں ابوبکرؓ نماز پڑھا تے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مرض میں تخفیف پائے اور نماز کے لیے پہنچ گئے۔ ابوبکر صدیقؓ امامت کر رہے تھے پیچھے آگئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آگے کر دیا اور خود امامت سے خارج ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی۔ عبدالوہاب شعرانی کا قول ہے کہ جس نے نماز کے بعد ان دو بیتوں کے پڑھنے کی عادت کی تو اس کی وفات اسلام پر ہوگی۔

اِلٰهِي لَسْتُ لِلْفِرْدَوْسِ اَهْلًا — وَلَا اَقْوٰى عَلٰى نَارِ الْجَحِيْم

یا اللہ میں جنت کے اہل نہیں ہوں — اور نہ دوزخ کی آگ کی برداشت کی طاقت رکھتا ہوں

فَهَبْ لِيْ تَوْبَةً وَاغْفِرْ ذُنُوْبِيْ — فَاِنَّكَ غَافِرُ الذَّنْبِ الْعَظِيْم

پس مجھ کو توبہ عنایت کر اور میری گناہ بخش دے — بے شک تو بڑے بڑے گناہ بخشتا ہے۔

فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا۔ جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سُنو اور خاموش رہو مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت خطبہ کے بارے میں نازل ہوئی اور اس میں قرآن سے مراد قرآنی آیتیں ہیں جو خطبہ میں پڑھی جاتی ہیں۔ سکوت مسنون قرار دیا گیا اور واجب اس لیے نہیں قرار دیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے سوال کیا مَتَی السَّاعَةُ، قیامت کب ہوگی؟ آپ نے اُلٹا سوال کیا۔ مَاذَا اَعْدَدْتَ لَهَا۔ تو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اُس نے جواب دیا۔ حُبَّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی محبت۔ تو آپ نے فرمایا۔ اِنَّكَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ۔ بے شک تو اس کے ساتھ ہے جس سے تو نے محبت کی۔ قیامت ایک غیبی امر ہے جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اس بارے میں سایل کا سوال ہی عبث تھا اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کے جواب سے اعراض کرتے ہوئے ایک ایسے امر کی جانب رہنمائی فرمائی جو ہر بندہ کے لیے اہمیت رکھتا ہے۔ اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے کہ خطبہ کے دوران میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بات کرنے سے انکار نہیں فرمایا۔ جس کو خطبہ سنائی نہ دے اس کو چاہیے کہ قرائت اور ذکر میں مصروف رہے ایسی مصروفیت سکوت سے بہتر ہے۔ امام شافعیؒ کا قولِ قدیم یہ تھا کہ ارکان کے ذکر کے وقت بات کرنا حرام ہے مگر قولِ جدید یہ ہے کہ صرف خاموش رہنا مسنون ہے۔

مستثنیات خاموش رہنے کے حکم کے مقابلہ میں بعض مستثنیات بھی ہیں۔ خطبہ کے وقت کسی نے سلام کیا تو اس کا جواب دینا واجب ہے اگرچہ سلام کی ابتدا ایسے وقت مکروہ ہے۔ چھینکنے والے کو الحمدللہ کہنا مسنون ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر بہ آوازِ بلند درود بھیجنا مسنون ہے۔ اندھے کو ہلاکت سے روکنا واجب ہے۔

تحیۃ المسجد۔ جب مسجد میں داخل ہوا اور امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو دو خفیف رکعتیں تحیۃ المسجد کی پڑھے اور بیٹھ جائے۔ مسجد کی قید سے وہ مقام خارج ہو گیا جو مسجد کی تعریف میں داخل نہیں ہے اس لیے کہ تحیہ (خیر مقدم) صرف مسجد کے لیے ہے۔ اگر کوئی شخص ایسے وقت داخل ہو کہ تحیۃ المسجد کی گنجایش نہ رہے اور امام کے ساتھ تکبیرِ احرام نہ ملنے کا خوف ہو تو جماعت کے انتظار میں کھڑا رہے اور نہ بیٹھے۔ اگر امام نے کسی کو نماز پڑھتے دیکھا تو خطبہ میں ذرا طوالت دیدے۔ اگر سنت جمعہ گھر میں پڑھ چکا ہو تو صرف تحیۃ المسجد کی نیت کرے ورنہ تحیۃ المسجد اور سنت قبل جمعہ دونوں کی نیت کرے تو دونوں سنتیں حاصل ہو جائیں گی لیکن کسی صورت میں دو رکعت سے زیادہ نہ پڑھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ سُلَیکؓ غطفانیؓ آئے اور بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا یَا سُلَیْكُ قُمْ فَارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَتَجَوَّزْ فِيْهِمَا۔ اے سُلیک اُٹھو اور دو رکعت پڑھو اور اس میں تخفیف کرو۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اِذَا جَاءَ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَلْيَتَجَوَّزْ فِيْهِمَا۔ خفیف رکعتوں سے مراد یہ ہے کہ طوالت نہ دے اور بعض نے کہا ہے کہ صرف واجبات پر کفایت کرے نہ کہ نماز میں جلدی کرے۔ جو شخص مسجد میں موجود ہو اور خطبہ شروع ہو چکا ہو تو اس کو اثنائے خطبہ میں کسی نماز کے لیے اٹھنا نہیں چاہیے خواہ فوت شدہ

کر لیدھی مسنون ہے بشرطیکہ شوہر نے اجازت دی ہو۔ **جماعت** کے ساتھ عید کی نماز عام طور پر مسنون ہے مگر حاجی کے لیے منیٰ میں جماعت کے ساتھ پڑھنا مسنون نہیں ہے بلکہ منفرد پڑھنا مسنون ہے اور جماعت کے ساتھ پڑھنا خلافِ سنت ہے اس لیے کہ حاجی مناسکِ حج میں مصروف رہتا ہے، جماعت اور خطبہ کی پابندی اس پر عاید کی جائے تو حج کے اشغال میں حرج واقع ہوگا منفرد کے لیے جماعت اور خطبہ کی شرط نہیں ہے **مقام**۔ عید کی نماز مسجد میں پڑھنا افضل ہے سوائے اس کے کہ مسجد تنگ ہو اور سب لوگوں کو نہ سما سکے۔ ایک مقام پر سب کا جمع ہونا مسنون ہے اور بغیر حاجت کے متعدد مقامات پر عید کی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ غیر مسجد یعنی عیدگاہ وغیرہ کو جانے کی صورت میں امام کے لیے مسنون ہے کہ بستی میں اپنے خلیفہ کو چھوڑے تاکہ بستی میں عید کی نماز مسجد میں پڑھائے اور خطبہ دے جیسا کہ علیؓ نے ابو مسعودؓ انصاری کو خلیفہ بنایا تھا۔

وقت۔ عید کی نماز کا وقت سورج کے طلوع اور زوال کے درمیان ہے لیکن مستحب ہے کہ سورج کے ایک نیزہ برابر بلند ہونے تک انتظار کرے۔ عید کے وقت کے لیے سورج کا کچھ حصہ برآمد ہونا تو کافی ہے مگر نیزہ برابر بظاہر بلند ہونے تک توقف کرنا مسنون ہے۔ بعض کا قول ہے کہ سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے کے بعد نماز کا وقت آغاز ہوتا ہے۔ نمازوں کو اوّلِ وقت پڑھنے کی فضیلت کی بابت جو عام حکم ہے اس سے عید کی نماز مستثنیٰ ہے۔ تاخیر نہ کرکے اوّلِ وقت عید کی نماز پڑھنا خلافِ اولیٰ ہے۔ عید کی نماز سے قبل نفل پڑھنا مکروہ نہیں ہے اور نماز کے بعد نفل صرف اُس صورت میں پڑھی جا سکتی ہے جبکہ خطبہ نہ سنائی دے البتہ امام کے لیے عید کی نماز سے پہلے یا بعد نفل نماز پڑھنا قطعاً مکروہ ہے اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھی تھی۔ **قضاء**۔ عید کی نماز فوت ہو تو اس کی قضاء مسنون ہے اس لیے کہ نفلِ موقتی کی قضا مسنون ہے۔ اگر غروب کے بعد رویتِ ہلال کی شہادت ملے یا رویتِ ہلال کا تصفیہ کیا جائے تو دوسری صبح میں نماز ادا پڑھی جائے گی ورنہ زوال کے بعد قضاء پڑھی جائے گی۔

فضیلت۔ عیدِ اضحیٰ، عیدِ فطر سے افضل ہے اس لیے کہ اس کا ذکر قرآنِ مجید میں ہے۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ عیدِ اضحیٰ کے بعد عیدِ فطر کا درجہ ہے۔ اصح قول یہ ہے کہ رمضان کا ہر ایک دن یوم فطر پر فضیلت رکھتا ہے۔

نماز۔ عید کی دو رکعت ہیں۔ پہلی رکعت میں تکبیرِ احرام کے بعد سات مرتبہ تکبیر اور دوسری رکعت میں تکبیرِ قیام کے بعد پانچ مرتبہ تکبیر کہے۔ عید کی نماز کی دو رکعت ہونے کے متعلق ائمہ کا اجماع ہے۔ ارکان، شرائط اور سنتوں میں عید کی نماز بھی عام نمازوں کی طرح ہے۔ اگر عید کی اقلِ نماز کا ارادہ ہو تو دو رکعت سنتِ وضو کی طرح پڑھے اور اگر اکملِ نماز کا ارادہ ہو تو تکبیروں کے ساتھ پڑھے جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ امام اور منفرد دونوں عید کی نماز بالجہر یعنی آواز سے پڑھیں گے۔ عید کی قضاء نماز بھی بالجہر پڑھی جائے گی دن کا وقت ہو یا رات کا اس لیے کہ عید کی نماز دن کی نماز ہونے کے باوجود جہر سے پڑھنے کے لیے حکم ہے بخلاف دوسری نمازوں کے جو دن کے وقت اسرار کے ساتھ پڑھی

عیدین

حکم، مقام، وقت، تکبیراتِ مُرسل و مقید، خطبہ، تشریق، مسنونات۔

عید، عَود سے مشتق ہے جس کے معنی کوٹانے اور دوبارہ کرنے کے ہیں۔ اور چونکہ عید ہر سال آتی ہے اس لیے اس کو عید کہا گیا۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ عید کے روز ہر سال بندوں کے گناہ بخشتا ہے اور مسرت اور خوشی عطا کرتا ہے۔ اس بارے میں دو مشہور مقولے یہ ہیں۔ لَيْسَ الْعِيْدُ لِمَنْ لَبِسَ الْجَدِيْدَ، اِنَّمَا الْعِيْدُ لِمَنْ طَاعَاتُهٗ تَزِيْدُ عید اُس کی نہیں ہے جس نے نیا لباس پہنا، بے شک عید اُس کی ہے جس کی نیکیاں زیادہ ہوئیں۔ لَيْسَ الْعِيْدُ لِمَنْ تَجَمَّلَ بِاللِّبَاسِ وَالْمَرْكُوْبِ، اِنَّمَا الْعِيْدُ لِمَنْ غُفِرَتْ لَهُ الذُّنُوْبُ۔ عید اُس کی نہیں ہے جس نے لباس اور سواری سے زینت حاصل کی، بے شک عید اُس کی ہے جس کے گناہ بخشے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے دنیا میں ہر سال دو عیدیں مقرر کی ہیں اور یہ دونوں عیدیں عبادت کی تکمیل کے بعد واقع ہوتی ہیں۔ عیدِ فطر رمضان کے روزوں کے بعد اور عیدِ اضحیٰ حج کی تکمیل کے بعد۔ ہر ہفتہ میں ایک دن عید جمعہ بھی ہے۔ جنت میں مسلمانوں کی عید اُس وقت ہے جبکہ پروردگار کا دیدار نصیب ہوگا۔

استسقا اور کسوفین کی نمازوں کی طرح، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازیں اس امت کی خصوصیات سے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے عید الفطر کی نماز، ہجرت کے دوسرے سال مدینہ میں، آبادی کے باہر منزلِ حاجِ مصری میں پڑھی تھی۔ عید الاضحیٰ بھی اُسی سال شریعت میں داخل ہوئی۔

عید کی نمازیں سنتِ مؤکدہ ہیں۔ جماعت کے ساتھ یا منفرد، مسافر یا مقیم اور مرد یا عورت کے لیے آیت ($\frac{30}{44}$ ۲)۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ پس نماز پڑھو اپنے رب کے لیے اور قربانی دو۔ شرائط جو جماعت، خطبہ اور جمعہ میں ہیں عیدین میں نہیں ہیں۔ البتہ خطبوں سے پیشتر کا جلوس مسنون ہے۔ ہر دو عید کی نمازیں سنت اور مؤکدہ اس لیے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کیا تھا اور پابندی کی تھی۔ سائل کے اس سوال پر کہ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا یعنی مفروضہ پانچ وقت کی نمازوں کے علاوہ بھی کوئی نماز مجھ پر فرض ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ نہیں سوائے اس کے ثواب مقصود ہو۔ قولِ امام شافعیؒ مَنْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ وَجَبَ عَلَيْهِ الْعِيْدُ میں وجوب سے مراد تاکید ہے۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ سے عید کے وجوب کی نسبت اس لیے استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ اس میں قربانی بھی شریک ہے جس کے واجب نہ ہونے کی نسبت اجماع ہے۔ عید کی نماز کا ترک کرنا مکروہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کو منیٰ میں، مصروفیت کی بنا پر ترک کیا اور بہت ممکن ہے کہ آپ نے تنہا عید کی نماز پڑھی۔ ممیّز لڑکے کے لیے عید کی نماز مسنون ہے۔ شرائط جو جماعت، خطبہ اور جمعہ میں ہیں عیدین میں نہیں ہیں۔ اس لیے عید کی نماز مسافر، غلام اور عورت

خطبہ پڑھے تو بیکار ہوگا اور نماز کے بعد اس کا اعادہ کرنا ہوگا جیسا کہ سنتِ راتبہ جو فرض کے بعد پڑھی جاتی ہے فرض سے پہلے پڑھی جائے تو بیکار ہوگی اور فرض کے بعد اس کو دوبارہ پڑھنا ہوگا۔ عید کے خطبہ کے ارکان وہی ہیں جو جمعہ کے خطبہ کے ہیں البتہ جمعہ کے خطبہ میں جو امور مشروط ہیں وہ عید کے خطبہ میں مستحب ہیں خطبہ اس طرح پڑھے کہ دوسروں کو سنائی دے اور حاضرین خاموشی کے ساتھ خطبہ سنیں خطبہ عربی میں ہو اور خطیب مرد ہو۔ تکبیرات خطبہ سے خارج ہیں اور خطبہ کی جزء نہیں ہیں اس لیے اگر تکبیرات کو ترک کرکے خطبہ کے ارکان میں مصروف ہو جائے تو تکبیریں فوت ہو جائیں گی جملہ خطبے شرعی دس ہیں جن کی تفصیل خطبۂ جمعہ میں بیان کی جا چکی ہے۔ خطبہ کی تکبیروں میں موالات مسنون ہے۔ دو تکبیروں کے درمیان طویل فصل نہ ہو۔ تکبیروں کی افراد بھی مسنون ہے تکبیروں کو علٰحدہ علٰحدہ پڑھنا چاہیے۔ ایک سے زیادہ تکبیروں کو نہ ملایا جائے۔ خطیب کے لیے مندوب ہے کہ خطبہ سے پہلے استراحت کر لیے بیٹھے نہ کہ اذان کے انتظار میں اس لیے کہ عید کے خطبہ کیلئے کوئی اذان نہیں ہے خطیب کے لیے مستحب ہے کہ عید الفطر کے خطبہ میں فطرہ کے احکام اور عید الاضحٰی کے خطبہ میں قربانی کے احکام بیان کرے۔

متفرق: اگر کوئی شخص خطبہ کے وقت داخل ہوا اور وہ مقام کھلا ہوا ور مسجد نہ ہو اور نماز کا وقت باقی رہے تو بیٹھ جائے اور خطبہ سنے اور اگر وقت گزر رہا ہو تو نماز پڑھ لے۔ اگر خطبہ کا مقام مسجد ہو تو نماز عید اور تحیۃ المسجد دونوں ملا کر دونوں کی نیت کر کے نماز پڑھے۔

تکبیر کہنا سنت ہے عید الفطر کے قبل کی رات کو سورج کے غروب ہونے کے بعد سے عید کی نماز تک۔ عید الاضحٰی میں نماز کے بعد عرفہ کے دن کی صبح سے تشریق کے روزِ آخر کی عصر تک۔ یہاں وہ تکبیر مراد ہے جو نماز اور خطبہ سے خارج ہے۔ اس تکبیر کی دو قسمیں ہیں۔ تکبیرِ مرسل یا مطلق اور تکبیرِ مقید لیکن دونوں میں صیغۂ تکبیر ایک ہی ہے۔

تکبیرِ مرسل اس تکبیر کو کہتے ہیں جس کے لیے نماز کے بعد ہونے کی قید نہیں ہے۔ یہ تکبیر عید الفطر کے قبل کی شام کو سورج کے غروب کے بعد سے امام کے عید کی نماز میں مصروف ہونے تک کہی جاتی ہے۔ مرد اور عورت، حاضر اور مسافر، منزل میں اور راستے میں، مسجد میں اور بازار میں یہ تسبیح کہتے رہیں۔ عید الفطر کی تکبیرِ احرام کے ساتھ اس تکبیر کا وقت ختم ہو جاتا ہے عید الفطر کی رات کو نمازوں کے بعد تکبیر سنت نہیں ہے لیکن نووی نے اس کو بھی سنت بتایا ہے۔

تکبیرِ مقید وہ تکبیر ہے جو عید الاضحٰی میں عرفہ کی صبح سے تشریق کے آخری روز کی عصر تک ہر ایک نماز کے بعد بلند آواز سے کہی جاتی ہے۔ حاجی اس سے مستثنیٰ ہے۔ اس لیے کہ حاجی کا شعار تلبیہ ہے اور حاجی تحلیل تک تلبیہ کہتا ہے اور البتہ تحلیل کے بعد حاجی بھی تکبیر کہے گا۔ نماز کے بعد فصل واقع ہونے سے یہ تکبیر فوت نہیں ہوتی۔ اس تکبیر کا تعلق ان خاص ایام سے ہے۔ اگر دوسرے ایام کی نمازیں ان ایام میں پڑھی جائیں گی تو ان کے بعد بھی تکبیر کہنا ہوگا اسی طرح اگر ان ایام کی نمازیں ان کے بعد قضا کی جائیں تو تکبیر نہ کہی جائے گی۔ تکبیر فرض، سنت [illegible]

جاتی ہیں۔ نیت میں ضرورت ہے کہ عید فطر یا عید اضحیٰ کا تعین کرے۔ نَوَيْتُ اُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ سُنَّةَ عِيْدِ الْفِطْرِ اَللهُ اَكْبَرُ یا نَوَيْتُ اُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ سُنَّةَ عِيْدِ الْاَضْحٰى اَللهُ اَكْبَرُ۔ **افتتاح**۔ نیت کے بعد دعائے افتتاح وَجَّهْتُ وَجْهِيَ الخ پڑھے اگر دعائے افتتاح کے بغیر تکبیر کہے تو دعائے افتتاح فوت نہ ہوگی لیکن تَعَوُّذ کہنے کے بعد دعائے افتتاح فوت ہو جائے گی اس لیے کہ تَعَوُّذ سے قرائت شروع ہو جاتی ہے جو فرض ہے اور فرض میں مصروف ہونے کے بعد سنت کی طرف عود نہیں کیا جا سکتا۔ **تکبیرات**۔ دعائے افتتاح کے بعد پہلی رکعت میں سات مرتبہ اور دوسری رکعت میں تکبیر قیام کے بعد پانچ مرتبہ تکبیر کہے اور تکبیروں کے بعد قرائت پڑھے۔ تکبیروں کو بلند آواز میں کہے اگرچہ کیا موم ہو یا قضا پڑھ رہا ہو، اس لیے کہ قضا بھی ادا کے مشابہ ہے۔ آیت۔ (ع۲۳) وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللهَ۔ یعنی رمضان کے روزوں کی مدت پوری کرو اور اس کے بعد تکبیر پکارو۔ یہ حکم عید الفطر کی نسبت ہے اور اسی پر عید الاضحیٰ کو محمول کیا گیا۔ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرے اور سینے کے نیچے ہاتھ باندھے تکبیروں کا ترک کرنا مکروہ ہے۔ اگر ترک ہو جائیں تو ان کے لیے سجدۂ سہو نہیں ہیں اس لیے کہ تکبیرات نہ فرض ہیں اور نہ ابعاض میں سے ہیں جس کے ترک ہونے پر سجدۂ سہو کیے جائیں۔ دعائے افتتاح اور تَعَوُّذ کی طرح تکبیرات ہیئات ہیں۔ تکبیروں کی تعداد ترمذی کی روایت پر مبنی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں پہلی رکعت میں قرائت سے پہلے سات مرتبہ اور دوسری رکعت میں قرائت سے پہلے پانچ مرتبہ تکبیر کہی تھی۔ تکبیروں کی تعداد کی نسبت اگر شک ہو تو رکعتوں کی تعداد کی طرح اقل پر عمل کرے۔ تکبیروں میں امام کی اتباع کرے تکبیریں خواہ کم ہوں یا زیادہ۔ اسی طرح مسبوق جس نے تاخیر کے ساتھ جماعت میں شرکت کی امام کی تکبیروں کی اتباع کرے۔ تکبیروں کی تعداد میں پہلی رکعت میں تکبیرِ احرام اور تکبیرِ رکوع اور دوسری رکعت میں تکبیرِ قیام اور تکبیرِ رکوع شمار نہیں کی جاتیں۔ امام مالکؒ، مزنی اور ابو ثورؒ نے ان تکبیروں کو بھی شمار کیا ہے۔ **تسبیح**۔ دو تکبیروں کے درمیان کے فصل میں اسرار کے ساتھ یعنی آہستہ آواز میں تسبیح پڑھے۔ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ۔ اس تسبیح کا ترک کرنا مکروہ ہے۔

قرائت۔ تکبیروں کے بعد پہلی رکعت میں تَعَوُّذ، سورۂ فاتحہ اور سورۂ ق اور دوسری رکعت میں بھی تکبیروں کے بعد تَعَوُّذ، سورۂ فاتحہ اور سورۂ اقتربت جہر سے پڑھے۔ ان سورتوں کے عوض الکافرون اور ھل اتاک یا الاخلاص بھی پڑھ سکتے ہیں۔ دعائے افتتاح اور تَعَوُّذ اسرار سے پڑھے۔ ہر دو رکعتوں میں ترتیب یکساں ہے۔

خطبہ۔ نماز کے بعد دو خطبے پڑھے۔ پہلے میں نو اور دوسرے میں سات مرتبہ تکبیر کہے۔ خطبہ پڑھنا مسنون ہے جبکہ عید کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جائے۔ ورنہ منفرد کے لیے خطبہ مسنون نہیں ہے۔ عورتوں کی جماعت کے لیے بھی خطبہ مسنون نہیں ہے۔ اگر عورتوں میں سے کوئی عورت کھڑی ہو اور وعظ و نصیحت کے طور پر کچھ کہے تو مضائقہ نہیں۔ **خطبہ**۔ صفحہ ۲۴۴ پر جمعہ کے ضمن میں خطبہ کے احکام تفصیل سے درج کیے گئے ہیں۔ عید کا خطبہ عید کی نماز کے بعد پڑھا جائے گا۔ اگر نماز سے قبل

موندھ گئیں۔ گھوڑے میخوں سے چھوٹ کر سراسیمہ دوڑتے رہے اور اس پر طرہ یہ کہ اطراف سے فرشتوں کی اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی آواز گونجی۔ طلحہ ابن خلید اسدی نے پکار کر کہا اَمَّا مُحَمَّدٌ فَقَدْ رَمَاكُمْ بِالسِّحْرِ فَالنَّجَاءَ النَّجَاءَ (نعوذ باللہ) شاید کہ محمد نے تمہیں جادو سے مارا۔ پس پناہ میں جاؤ، پناہ میں جاؤ۔ یہ سنکر دشمن کی بارہ ہزار کی فوج راہِ فرار اختیار کی۔ یہ آیت نازل ہوئی۔ (۲۱/۱۸) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا۔ (سورۂ احزاب)۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم پر لشکر کشی ہوئی تو ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور ایسی فوج بھیجی جو تم کو دکھائی نہ دیتی تھی۔

مسنوناتِ عیدین۔ **اَکل۔** عید الفطر میں نماز سے پہلے کچھ کھانا مسنون ہے۔ بہتر ہے کہ ایک یا تین یا طاق تعداد میں کھجور کھائیں اور عید الاضحیٰ میں کچھ نہ کھائیں نماز عید پڑھنے تک تاکہ سلف کی اتباع ہو اور ہر دو عیدوں میں امتیاز قائم رہے۔ آغازِ اسلام میں فطر سے پہلے کھانا حرام تھا مگر اس کی تنسیخ کی گئی۔ **تاخیر و تعجیل۔** عید الفطر میں تاخیر کرنا اور نماز سے پہلے کچھ کھانا اولیٰ ہے اور عید الاضحیٰ میں جلدی کرنا بہتر ہے۔ بیہقی نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمروؓ کو جبکہ بحرین کی ولایت پر مامور تھے لکھا تھا۔ عَجِّلِ الْاَضْحٰی وَاَخِّرِ الْفِطْرَ۔ تعجیل کرو عید الاضحیٰ میں اور تاخیر کرو عید الفطر میں۔ **تبکیر** یعنی صبح سویرے غسل کرکے نماز عید کے مقام پر پہنچ جانا اور نماز کے لیے انتظار کرنا مسنون ہے لیکن امام کے لیے نماز کے وقت آنا مسنون ہے۔ **غسل** دونوں عیدوں کے لیے مسنون ہے۔ اگرچہ عید کی نماز کی جماعت میں شرکت کا ارادہ نہ ہو اس لیے کہ عید کے روز زینت مقصود ہے۔ غیر ممیز لڑکے کے لیے بھی عید کا غسل مسنون ہے چونکہ عید کے دن زینت مقصود ہے اس لیے حیض اور نفاس میں بھی عورت غسلِ احرام کی طرح عید کا غسل کرے گی۔ عید کے غسل کا وقت آدھی رات سے شروع ہوتا ہے لیکن فجر کے بعد افضل ہے۔ عید کے دن کے غروب کے بعد غسل کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ **خوشبو۔** مرد کے لیے خوشبو کا استعمال اور عمدہ لباس پہننا مسنون ہے اور افضل لباس سفید ہے۔ اگر سفید سے بہتر کوئی لباس موجود ہو تو اس کا پہننا افضل ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار ہو سکے۔ **راستہ۔** عید کی نماز کے لیے بڑے اور طویل راستے سے پیادہ اور سہولت اور سکون کے ساتھ جانا اور قریب کے راستے سے واپس ہونا مسنون ہے جیسا کہ جمعہ میں۔

تہنیت۔ عید اور ایسے دوسرے مواقع پر مصافحہ کے ساتھ مبارکباد دینا مسنون ہے۔ مرد کو مرد اور عورت کو عورت تہنیت دیں گے نہ کہ مرد عورت کو یا اس کے برعکس۔ تہنیت کا جواب دینا بھی مسنون ہے جیسا کہ تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنْكُمْ قبول کرے تم سے اللہ تعالیٰ۔ اَحْيَاكُمُ اللّٰهُ لِاَمْثَالِهٖ كُلَّ عَامٍ وَاَنْتُمْ بِخَيْرٍ۔ زندہ رکھے تم کو اللہ تعالیٰ ایسے مواقع کے لیے ہر سال در آنحالیکہ تم خیریت سے ہو۔

اِحیائے لیل۔ ہر دو عید کی راتوں میں بیدار رہنا اور عبادت کرنا مسنون ہے۔ مَنْ اَحْيَا لَيْلَتَيِ الْعِيْدِ

نمازِ جنازہ ہر ایک نماز کے بعد کہی جائے گی۔ جملہ نمازیں جن کے بعد یہ تکبیر کہی جائے گی تیئیس ۲۳ ہیں۔ دو مختلف وجوہ کی بناء پر ان تکبیروں کو ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ تکبیرِ مُرسَل کی تائید میں یہ آیت ہے۔ (۲/۳) ۔ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ۔ تکبیرِ مقیّدہ کو اس لیے فضیلت ہے کہ نماز کے بعد کہی جاتی ہے اور متبوع کے شرف کے لحاظ سے تابع کو شرف حاصل ہے۔ تکبیر کہنے میں آواز کا بلند کرنا مسنون ہے اس لیے کہ آواز بلند کرنے سے عید کے شعار کا اظہار ہوتا ہے لیکن اجنبی مردوں کی موجودگی میں عورت اپنی آواز بلند نہ کرے۔ شبِ عید اور شبِ جمعہ دونوں مل کر واقع ہوں تو تکبیر کو درود پر ترجیح ہے۔

ایامِ تشریق دسویں ذی الحجہ کے متصل تین دنوں کو ایامِ تشریق کہتے ہیں۔ تشریق معنی میں سورج کی دھوپ میں گوشت کے سکھانے کو کہتے ہیں اس لحاظ سے عید اضحیٰ کے ایام جن میں تکبیر مسنون ہے پانچ ہیں۔ امام مالکؒ کے پاس ایامِ تشریق دو ہیں

صیغۂ تکبیر۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ

اللہ سب سے بڑا ہے بزرگی میں اور سب تعریف اللہ ہی کیلئے ہے پاکی بیان کرتا ہوں میں اللہ کی صبح اور شام (ہر وقت) نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے جو اکیلا ہے

صَدَقَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَاَعَزَّ جُنْدَهُ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ ۔ بقولِ بیجوری یہ اضافہ

پورا کیا اپنے وعدے کو اور مدد کیا اپنے بندے کی اور غالب کیا اسکے لشکر کو تنہا شکست دی (مخالف) جماعتوں کو۔

بھی مسنون ہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ ۔

اور ہم نہیں عبادت کرتے مگر اسکی خالص کرکے اس کے لیے دین کو اور اگرچہ کہ بُرا مانیں کافر لوگ ۔

خطیب شربینی نے صیغۂ تکبیر کی یہ ترتیب بیان کی ہے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ صَدَقَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ۔ دن کے اوّل وقت کو بکرۃ اور آخر وقت کو اصیل کہتے ہیں اور ان دو اوقات کے ذکر سے مراد عام اوقات صبح سے شام تک ہیں۔

وعدہ سے مراد وہ وعدہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنوں پر غلبہ دلانے کی بابت اللہ تعالیٰ نے کیا تھا احزاب سے مراد قریش، غطفان، قریظہ اور نضیر کے وہ قبیلے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کے لیے آئے تھے اور جن کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حملہ کی اطلاع پا کر مدینہ کے باہر خندق کھدوائی اور تین ہزار مسلمانوں کے ساتھ ان کے مقابلہ کے لیے نکلے۔ ہر دو جانب فوجیں ایک مہینہ تک صف آراء رہیں اور ایک دوسرے پر تیر اور پتھر برساتی رہیں مگر راست تصادم نہیں ہوا۔ جاڑے کی رات تھی شدت سے گرد و آندھی کا طوفان آیا۔ آگ بجھ گئی۔ خیمے اکھڑ گئے۔ آنکھیں مٹی سے

حیا... رسے تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ حجاج کے زمانہ میں سورج گہن ہوا تو لوگوں نے خیال کیا کہ حجاج کے لیے گہن ہوا۔ اس کی تردید حدیث موصوف نے صاف الفاظ میں کردی ہے۔ گہن میں ان لوگوں کی تنبیہ مقصود ہے جو سورج اور چاند کی پرستش کرتے ہیں۔ گہن ایک ایسا نقص ہے جو ان کی بے بسی پر دلالت کرتا ہے۔ **سنّتِ موکّدہ**۔ گہن کی دونوں نمازیں سنّتِ موکّدہ ہیں۔ احادیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان مواقع پر نماز کی پابندی کی تھی اس لیے نمازیں سنّتِ موکّدہ ہیں اور ان کا ترک کرنا مکروہ ہے۔ واجب اس لیے نہیں ہے کہ صحیحین کی مشہور حدیث کی رو سے صرف پانچ نمازیں واجب ہیں۔ گہن کی نماز کے لیے گہن کی نسبت یقین ہونے کی ضرور... ہے۔ اگر گہن کی نسبت شک ہو تو نماز نہ پڑھے اس لیے کہ اصل میں انجلاء یعنی عدم کسوف ... ہے۔ **غسل** گہن کی نماز کے لیے مسنون ہے لیکن بال مونڈھنا اور ناخن نکالنا مسنون نہیں ہے اس لیے کہ وقت میں کمی ہوتی ہے۔ گہن کی نماز کے لیے غریبانہ لباس میں جانا مسنون ہے جیسا کہ نمازِ استسقاء کے لیے۔ ان دونوں نمازوں کا اقتضاء انکساری ہے۔ **جماعت** ان دونوں نمازوں میں مسنون ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ انفراداً بھی صحیح ہے۔

وقت گہن کے آغاز سے گہن کے کھلنے تک نماز کا وقت ہے۔ **کسوف** کی نماز سورج سے گہن کے کھل جانے یا گہن کے ساتھ سورج کے غروب ہو جانے پر فوت ہوتی ہے۔ گہن کے کھلنے میں شرط یہ ہے کہ سورج کا پورا حلقہ گہن سے یقینی طور پر نکل جائے۔ اگر سورج کا کچھ حصّہ گہن سے نکلے اور کچھ حصّہ پر گہن باقی ہو تو نماز فوت نہ ہوگی اور پڑھی جائے گی جس طرح کہ گہن کے آغاز میں پڑھی جاتی ہے جبکہ سورج کا کچھ حصّہ گہن میں آتا ہے اور کچھ حصّہ باہر رہتا ہے۔ اگر مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے گہن کے کھلنے یا نہ کھلنے کی نسبت شک ہو تو بھی نماز پڑھی جائے گی اس لیے کہ اصل عدمِ انجلاء یعنی گہن کی موجودگی ہے۔ **خسوف** کی نماز چاند سے گہن کے کھل جانے یا سورج کے طلوع ہونے پر فوت ہوتی ہے۔ فجر کے طلوع ہونے یا گہن کے ساتھ ابر میں چاند کے غایب ہونے پر فوت نہیں ہوتی۔ نماز کے فوت ہونے کے لیے چاند کا پورا حلقہ گہن سے یقینی طور پر خالی ہو جانے کی ضرورت ہے لیکن سورج کے طلوع کے ... سورج کا بعض حصّہ بھی نمودار ہو جائے تو چاند گہن کی نماز فوت ہو جائے گی۔

قضاء کسوف اور خسوف کی نمازیں فوت ہو جائیں تو قضاء نہیں کی جائیں گی۔ یہ نمازیں سببی ہیں اور سبب کے فوت ہونے پر مسبّب بھی فوت ہو جاتا ہے۔ وقت کے فوت ہونے پر ان نمازوں کا پڑھنا ممنوع ہے۔ یہ حکم نماز کی نسبت ہے ورنہ خطبہ گہن کے کھلنے کے بعد بھی پڑھا جاتا ہے جیسا کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پڑھا تھا۔

نماز کسوف اور خسوف پر ہر ایک کے لیے دو دو رکعت مسنون ہے۔ ہر رکعت میں دو مرتبہ قیام کرے اور طویل سورے پڑھے اور دو مرتبہ رکوع کرے اور رکوع اور سجود میں طویل تسبیحیں پڑھے۔ گہن کی نماز کی تین کیفیتیں ہیں۔ اقلّ نماز دو معمولی رکعتیں ہیں سنّتِ ظہر وغیرہ کی طرح۔ ادنی الکمال یہ ہے کہ ہر رکعت میں دو رکوع اور دو قیام کرے اور قرائت میں طوالت نہ دے۔

أَحْيَا اللّٰهُ قَلْبَهُ يَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ ۔ احیائے قلب سے مراد یہ ہے کہ دنیا کی محبت میں قلب مصروف نہ ہو جائے اور موتِ قلب سے مراد یہ ہے کہ دنیا کی محبت میں قلب مشغول ہو جائے۔

اختلاف۔ عید کی نمازیں شافعیہ اور مالکیہ کے پاس مسنون ہیں اور حنفیہ کے پاس واجبِ عینی اور حنبلیہ کے پاس واجبِ کفایہ۔

تنبیہ۔ فطرۂ عید الفطر کا بیان زکات میں اور قربانیِ عید الاضحیٰ کا بیان ذبیحہ کی ضمن اضحیہ میں مذکور ہے۔

کسوف وخسوف

حکم، وقت، نماز، خطبہ، زلزلہ

کسوف مشتق ہے کسف سے اور کسف کے معنی چھپانے کے ہیں اور چونکہ سورج اپنی ذات سے روشن ہے اور اس کے اور زمین کے درمیان چاند کے حایل ہونے سے چھپ جاتا ہے اس لیے سورج گہن کے لیے کسوف کا لفظ استعمال کیا گیا ان ہر سہ اجرام کے محلِ وقوع کے لحاظ سے سورج گہن عموماً ماہِ ہلالی کے آخری حصہ میں واقع ہوتا ہے **خسوف** مشتق ہے خسف سے اور خسف کے معنی بیٹھنے کے ہیں اور چاند کا جرم سیاہ صیقل زدہ آئینے کے مانند ہے جو سورج کے مقابل ہونے سے چمکتا ہے اور سورج اور چاند کے درمیان زمین کے حایل ہونے سے سورج کی روشنی چاند پر نہیں پڑتی اور تاریک نظر آتا ہے اسی لیے چاند گہن کو خسوف کہا گیا۔ چاند گہن عموماً ماہِ ہلالی کے وسط میں ہوتا ہے۔ سورج گہن کی نماز ہجرت کے دوسرے سال اور چاند گہن کی نماز ہجرت کے پانچویں سال جمادی اُخریٰ میں مقرر کی گئی۔

کسوف اور خسوف کی نمازیں سنت موکدہ ہیں۔ مرد وعورت، مسافر ومقیم، آزاد وغلام، جماعت کے ساتھ اور منفرد کے لیے۔ ان نمازوں میں جماعت بھی مسنون ہے۔ آیت۔ (۲۴ ۵ ۱) لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ۔ نہ سجدہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور سجدہ کرو اُس خدا کو جس نے اُن کو پیدا کیا اگر تم اُسی کی عبادت کرتے ہو۔ یہاں سجدہ سے مراد نماز ہے۔ حدیث۔ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهِ فَاِذَا رَاَيْتُمْ ذَالِكَ فَصَلُّوْا وَادْعُوْا حَتّٰى يَنْكَشِفَ مَا بِكُمْ۔ بے شک سورج اور چاند نشانیاں ہیں ان نشانیوں میں سے جو اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہیں۔ کسی کی موت یا حیات پر اُن کو گہن نہیں آتا پس جب تم کو ایسا نظر آئے تو نماز پڑھو اور دعا مانگو جب تک کہ وہ خوف جو تم پر طاری ہوا ہے دور ہو جائے یعنی گہن کھل جائے۔ جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم کا انتقال ہوا سورج گہن واقع ہوا۔ لوگوں نے گمان کیا کہ ان کی موت کے سبب گہن ہوا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ گہن کو کسی کی موت یا کسی کی

نماز واجب ہو جاتی ہے۔ خطبہ صرف اس صورت میں مشروط ہے جبکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جائے۔ منفرد کے لیے اور عورتوں کی جماعت کے لیے خطبہ مسنون نہیں ہے۔ عورتوں میں سے ایک عورت کھڑی ہو اور پند و نصائح کے الفاظ کہے تو مضائقہ نہیں۔ خطبہ میں یہ شروط ہیں کہ مرد خطبہ دے اور ایسی آواز میں خطبہ دے کہ دوسروں کو سنائی دے اور حاضرین خاموشی کے ساتھ خطبہ سنیں اور خطبہ عربی میں ہو۔ ان خطبوں میں قیام، دو خطبوں کے درمیان جلوس اور طہارت مشروط نہیں ہیں گو مسنون ہیں۔

زلزلہ، بادل کی کڑک، بجلی کی چمک اور طوفانِ باد و باراں کے وقت گھر میں دو رکعت پڑھنا مسنون ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب شدت کی آندھی چلتی تو یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَهَا وَخَیْرَ مَا فِیْهَا وَخَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِیْهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِیَاحًا وَّلَا تَجْعَلْهَا رِیْحًا۔ یا اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے اس کی بھلائی اور بھلائی جو اس میں ہے اور بھلائی اس چیز کی جو مجھ کو بھیجی گئی اور پناہ مانگتا ہوں تجھ سے اس کی برائی سے اور برائی سے جو اس میں ہے اور برائی سے اس چیز کی جو مجھ کو بھیجی گئی۔ یا اللہ اس کو سود مند ہوا بنا اور مضرت رساں طوفان نہ بنا۔

استسقاء

حکم، توبہ، صدقہ، اجابتِ دعا، وسیلۂ سنہ، نماز، خطبہ، دعا، تسبیح رعد و برق

استسقاء کے معنی لغت میں پانی مانگنے کے ہیں اور شرع میں حاجت کے وقت اللہ تعالیٰ سے پانی مانگنے کو استسقاء کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں استسقاء کا ذکر اس آیت میں ہے۔ (پ ۱) وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ اور جبکہ موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی طلب کیا۔ یہ آیت ہمارے لیے اس لیے دلیل نہیں ہے کہ سابقہ شریعتیں ہماری شریعت میں اُس وقت تک داخل نہیں ہوتیں جب تک کہ صریحاً ہمیں اس کی ہدایت نہ کی جائے۔ استسقاء کی نماز ہماری شریعت میں ہجرت کے چھٹے سال داخل ہوئی۔ جو کیفیت استسقاء کی نماز کے لیے بتائی گئی ہے وہ اس اُمت کی خصوصیات میں سے ہے۔

استسقاء کی نماز سنت مؤکدہ ہے۔ استسقاء کے تین طریقے ہیں۔ پہلا یا اقل طریقہ یہ ہے کہ تنہا یا جماعت کے ساتھ بارانِ رحمت کے لیے دعا کی جائے۔ دوسرا اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ فرض اور سنت نمازوں اور جمعہ کے خطبہ وغیرہ کے بعد بارش کے لیے دعا مانگی جائے۔ تیسرا اور سب سے افضل طریقہ استسقاء کی نماز ہے جس کی کیفیت آئندہ بیان کی جائے گی۔ **سنت مؤکدہ** اس لیے ہے کہ اس نماز کو جماعت سے ادا کرنا مسنون ہے۔ امام کے حکم کے بعد یہ نماز

اور اعلیٰ کمال یہ ہے کہ ہر رکعت میں دو رکوع اور دو قیام کرے اور قرائت میں طوالت نہیں دے۔ ابو شجاع نے اپنے متن میں صرف اعلیٰ کمال کی کیفیت درج کی ہے۔ **نیت** میں تعین کی ضرورت ہے کسوف یا خسوف کے تعین کے ساتھ نیت کی جائے۔ نیت کے بعد **دعائے افتتاح** وجہت وجہی الخ پڑھے اور اس کے بعد **قرائت** یعنی تعوذ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور اس کے بعد سورۂ فاتحہ اور ایک سورہ پڑھے پھر دوبارہ رکوع کرے جو پہلی رکوع سے خفیف تر ہو، پھر اعتدال میں آئے اور سجدہ میں جائے اور بمعمول دو سجدے کرے۔ اسی طرح دوسری رکعت دو قیام، دو رکوع، دو اعتدال اور دو سجدوں کے ساتھ پڑھے۔ چاروں قیام میں طویل سورتیں اور رکوع اور سجود میں طویل تسبیحیں پڑھے۔ رکوع، سجود، اور اعتدال میں طمانیت کرے اور طمانینت میں طوالت نہ کرے۔ رکوع کی تعداد میں اضافہ ہے اور سجود کی دو کی عام تعداد قائم ہے **تطویل قیام**۔ ایک رکعت میں دو قیام تو دو رکعت میں چار قیام ہوتے ہیں۔ امام شافعیؒ نے الاُمّ میں ختم سورہ کی نسبت لکھا ہے کہ پہلے قیام میں سورۂ بقرہ، دوسرے میں آل عمران، تیسرے میں نساء اور چوتھے میں مائدہ پڑھنا چاہیے۔ امام شافعیؒ کے خلیفہ یوسف ابن یعقوب (ف ۲۳۲ھ) نے بویطی میں لکھا ہے کہ پہلے قیام میں بقرہ، دوسرے میں اسی کی دو سو معتدل آیتوں کے مساوی، تیسرے میں ڈیڑھ سو آیتوں کے مساوی اور چوتھے میں سو آیتوں کے مساوی پڑھے۔ ان دونوں اقوال کا نتیجہ یہ کہ دوسرے قیام کے مقابلہ میں تیسرے قیام میں زیادہ طوالت بھی ہو سکتی ہے اور کمی بھی اور ان دونوں امور میں مقتدی کو اختیار حاصل ہے **تطویل رکوعات** اس طرح ہوگی کہ پہلی رکوع میں بقرہ کی سو آیتوں کے موافق تسبیح پڑھے اور دوسری میں اسّی آیتوں کے موافق، تیسری میں ستّر کے موافق اور چوتھے میں پچاس کے موافق تسبیح پڑھے اور یہ تعداد کی مقدار **تقریبی** ہے **تحدیدی** نہیں ہے۔ **تطویل سجود** بھی رکوع کی طرح ہے پہلے سجدہ میں سو آیتوں کے موافق تسبیح پڑھے دوسرے میں اسّی، تیسرے میں ستّر اور چوتھے میں پچاس آیتوں کے موافق تسبیح پڑھے۔ اعتدال اور دو سجدوں کے درمیانی جلوس میں طوالت نہ دے۔

جہر و اسرار کسوف کی نماز اسرار سے اور خسوف کی نماز جہر سے پڑھے۔ اس لیے کہ کسوف دن میں ہوتا ہے اور دن کی نمازیں اسرار سے پڑھی جاتی ہیں اور خسوف رات میں ہوتا ہے اور رات کی نمازیں جہر سے پڑھی جاتی ہیں۔ مصلّی نماز میں ہو اور سورج گہن کی حالت میں غروب کرے تو مصلّی بقیہ نماز جہر سے پڑھے گا۔ اسی طرح مصلّی نماز میں ہو اور چاند گہن کی حالت میں ہو اور سورج طلوع ہو جائے تو مصلّی بقیہ نماز اسرار کے ساتھ پڑھے۔ بہرحال نتیجہ یہ کہ دن کے وقت اسرار سے اور رات کے وقت جہر سے نماز پڑھی جائے گی خواہ کسوف ہو یا خسوف۔

خطبہ۔ نماز کے بعد امام دو خطبے پڑھے۔ عیدین کے خطبوں کی طرح، مگر بغیر تکبیروں کے۔ دونوں خطبوں میں گناہوں سے توبہ کرنے، صدقہ دینے اور نیک کام کرنے کی ترغیب دلائے۔ توبہ اگر مسنون تھا تو امام کے حکم کے بعد واجب ہو جاتا ہے اسی طرح امام روزہ رکھنے کے لیے حکم دے تو ایک روز کا روزہ واجب ہو جاتا ہے اور نماز پڑھنے کا حکم دے تو دو رکعت

توبہ کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو محبوب رکھتا ہے جو اس کے پاس الحاح وزاری کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی گناہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ گناہ کبیرہ ہے۔ گناہوں سے توبہ کرنا واجب ہے مگر امام کے حکم کے بعد اس کے وجوب میں تاکید ہو جاتی ہے۔

صدقہ دینا مسنون ہے اور امام کے حکم کے بعد ایسی مقدار میں صدقہ دینا واجب ہے جس کی استطاعت ہو اور جس کا ذکر زکاتِ فطر میں آئے گا۔ آپس کی وہ عداوت حرام ہے جس کا تعلق امر دنیوی سے ہو۔ امر دنیوی میں خصوصیت تین دن سے زیادہ حرام ہے۔ امر دینی سے اس حکم کو تعلق نہیں ہے۔ روزہ تین روز ... ل رکھا جائے ان روزوں کے وقت نذر، قضاء اور کفارہ کے روزوں کی نیت بھی شریک کی جائے تو دونوں مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ ان روزوں کی نیت میں تبییت واجب ہے۔ تبییت رات میں نیت کرنے کو کہتے ہیں۔ ایسا غریبانہ لباس پہن کر استسقاء کے لیے جائے جس سے انکساری کا اظہار ہوتا ہو۔ زینت نہ کریں اور نہ خوشبو استعمال کریں۔ ایک راستہ سے جائیں اور دوسرے راستہ سے واپس آئیں۔ اگر زحمت نہ ہو تو پیادہ جائیں لیکن واپسی میں پیادہ اور سوار مساوی ہیں۔ سر برہنہ اور پا برہنہ جانا مکروہ ہے۔ بلحاظ مصلحت، جن مسنون یا مباح امور پر عمل کرنے کے لیے امام حکم دے اس کی تعمیل مستحب واجب ہے۔ امام کا حکم شرع کے خلاف واجب التعمیل نہیں ہے۔ جو امور بذاتہم واجب ہیں ان کی ... امام کے حکم دینے کے بعد وجوب میں تاکید ہو جاتی ہے۔ آیت۔ (۵ آخر)۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ۔ اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اور اہلِ حکومت کی۔ استسقاء کے لیے جاتے ہوئے بوڑھوں، بچوں اور بے زبان جانوروں کو بھی ہمراہ لے جائیں۔ بخاری کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ هَلْ تُرْزَقُونَ وَتُنْصَرُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ کیا تم کو رزق دیا جاتا ہے یا تم کو کامیاب کیا جاتا ہے سوائے بوڑھوں کے؟ بوڑھے آدمی کے قلب میں رقت ہوتی ہے اور بچے معصوم ہیں اور اسی طرح جانور بھی بے زبان اور معصوم ہیں۔ جانوروں کے بچوں کو اُن کی ماؤں سے جدا کرنا چاہیے تاکہ چیخیں اور چلائیں۔ حدیث۔ لَوْلَا بَهَائِمُ رُتَّعٌ وَشُيُوخٌ رُكَّعٌ وَأَطْفَالٌ رُضَّعٌ لَصُبَّ عَلَيْكُمُ الْعَذَابُ صَبًّا۔ چرنے والے مویشی اور بوڑھے خمیدہ پشت یا عبادت کرنے والے اور بچے دودھ پینے والے نہ ہوتے تو تم پر عذاب ڈھا جاتا یعنی قحط کی مصیبتوں میں مبتلا ہوتے۔ سلیمان علیہ السلام کے قصہ سے جانوروں کی دعا کی اجابت کی توضیح ہوتی ہے۔ دعا کی اجابت میں استغفار اور

ا‌ے سلیمان علیہ السلام ا... تمار کی دعا کے لیے اپنی قوم کے ساتھ نکلے۔ راستہ میں ایک چیونٹی ملی جو اُلٹ کر اپنے اگلے دو پاؤں ہاتھ کی جگہ پر آسمان کی طرف اُٹھائی اور دعا کی۔ یہ دیکھتے ہی سلیمان علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو واپسی کی ہدایت کی اور کہا کہ اس چیونٹی کی دعا قبول ہو چکی ہے۔ چیونٹی کی دعا یہ تھی۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ خَلَقْتَنَا فَارْزُقْنَا وَاِلَّا فَاَهْلِكْنَا۔ یا اللہ تو نے ہم کو پیدا کیا ہے پس رزق دے ہم کو ورنہ ہم کو ہلاک کر دے۔ دوسری روایت یہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَنَا خَلْقٌ مِنْ خَلْقِكَ۔ بقیہ حاشیہ ۲۶۶

واجب ہوجاتی ہے۔ حاجت کے وقت استسقاء کی نماز پڑھنا مسنون ہے۔ حاجت کے اسباب یہ ہوسکتے ہیں کہ بارش رُک جائے یا کنویں کا پانی خشک ہوجائے، پانی جو میٹھا تھا کھارا ہوجائے، اور جو زیادہ تھا کم ہوجائے، دریا کا پانی زیادتی کے زمانہ میں کم ہوجائے۔ بغیر حاجت کے استسقاء کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ ایک طبقہ مسلمین کو پانی کی تکلیف ہو تو دوسرے مسلمین کے لیے بھی مسنون ہے کہ اُن کے لیے دعا کریں۔ مسلمانانِ عالم جسمِ واحد ہیں۔ ایک عضو کو تکلیف پہنچے تو دوسرے عضو کو اس تکلیف کا احساس ہو۔ استسقاء کی نماز مسنون ہے مقیم اور مسافر، آزاد اور غلام، بالغ اور نابالغ، مرد اور عورت کے لیے، جماعت کے ساتھ پڑھے یا منفرد۔ استسقاء کی نماز دو یا زیادہ مرتبہ اس وقت تک پڑھی جائے گی جب تک کہ اللہ تعالیٰ قبول کرے اور پانی برسائے۔ بندہ کی شان یہ ہے کہ اپنی دعا میں اصرار کرے۔ حدیث میں آیا ہے۔ مَنْ لَمْ يَسْأَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ بِخِلَافِ ابْنِ آدَمَ فَإِنَّهُ يَغْضَبُ عِنْدَ سُؤَالِهِ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اُس سے ناخوش ہوتا ہے بخلاف بنی آدم کے جو سوال کرنے پر غصہ ہوتا ہے۔ اگر نمازِ استسقاء کے قبل ہی پانی برس جائے تو جمع ہو کر نماز پڑھیں اور امام خطبہ دے تاکہ خدا کی درگاہ میں شکر بھیجے اور مزید بارش کے طلبگار رہیں۔ آیت۔ (۱ ۱۳/۱۴)۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ۔ اگر تم شکر بھیجو تو میں تم کو ضرور زیادہ دونگا۔ اگر اثنائے نماز میں پانی برسے تو نماز کو پوری کرے۔ امام ابوحنیفہؒ کو نمازِ استسقاء سے اختلاف تھا۔ آپ کو وہ احادیثِ صحیحہ دستیاب نہ ہوئی تھیں جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا ثابت ہے۔ اسی لیے صاحبین نے آپ سے اختلاف کیا۔ عمرؓ نے عباسؓ کے ساتھ نماز پڑھی اور کسی نے آپ سے اختلاف نہیں کیا تھا۔

امام کے لیے مسنون ہے کہ توبہ کرے، صدقہ دینے، ظلم ترک کرنے، آپس کی عداوت کو مٹانے اور تین دن روزہ رکھنے کا حکم دے اور چوتھے روز سب کو ساتھ لے کر روزے کی حالت میں غریبانہ لباس پہن کر خشوع اور خضوع کے ساتھ نکلے توبہ کے معنی رجوع کرنے کے ہیں اور شرع میں گناہ کو ترک کرنے، سابقہ گناہ پر نادم ہونے اور آئندہ ایسا عمل نہ کرنے کی نسبت مستقل ارادہ کرنے کو توبہ کرنا کہتے ہیں۔ شرع میں توبہ کے تین ارکان ہیں عام ازیں کہ گناہ حق اللہ کے بارے میں سرزد ہوا ہو یا حق النّاس کے تعلق سے۔ اگر گناہ کا تعلق کسی شخص کے حق سے ہو تو اُس حق سے برائت اور سبکدوشی کی بھی ضرورت ہے۔ اُس کے دو طریقے ہیں۔ یا تو وہ شخص معاف کردے یا اس کو حق ادا کردیا جائے۔ اگر یہ دونوں طریقے ناممکن ہوں تو اللہ پر بھروسہ کرے اور دعا کرے کہ قیامت میں فریقِ ناراض کو راضی کرے۔ توبہ کا دروازہ اُس وقت تک کھلا ہوا ہے جب تک کہ انسان کو نزع کی حالت نہ پیدا ہو یا سورج مغرب سے طلوع نہ کرے۔ ایک دن ایسا آئے گا کہ سورج مغرب تک پہنچ کر رُکے گا اور پھر لوٹے گا۔ یہ قیامت کی نشانی ہے۔ اس نشانی کے ظاہر ہونے کے بعد توبہ قبول نہ ہوگی۔ آیت (۱۶۸/۸) يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ۔ جس روز کہ تمہارے پروردگار کی بعض نشانیاں ظاہر ہوجائیں گی تو کسی کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا جس نے اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو

ہے جبکہ کفار سے لڑائی ہو رہی ہو، بارش ہو رہی ہو، نماز قائم ہو اور کعبہ نظر آئے۔

عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں قحط سالی ہوئی۔ رعایا کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خطیب وفد نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین ہم آپ کے پاس اپنی حاجت لے کر آئے ہیں۔ غذا نہ ملنے سے ہماری کھال ہمارے بدن پر سوکھ رہی ہے۔ بیت المال کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اگر یہ مال اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے غنی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لیے ہے تو ہم اللہ کے بندے ہیں اور اگر آپ کا ہے تو ہم کو صدقہ دیجئے، اللہ صدقہ دینے والوں کو جزاء دے گا۔ عمر بن عبد العزیز بہت روئے اور ہر ایک کو اس کی ضرورت کے موافق بیت المال سے دلوائے اور خطیب سے فرمائش کی جس طرح تم نے اپنی حاجت ہمارے سامنے پیش کی اسی طرح میری حاجت کو اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کیجئے۔ خطیب نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا۔ یا اللہ جس طرح عمر نے اپنی رعایا کے ساتھ احسان کیا ہے اسی طرح تو اس کے ساتھ احسان کر۔ خطیب کی دعا ختم نہ ہونے پائی تھی کہ ابر منڈلایا اور برسنے لگا۔ حاکم عادل کی یہ بہترین مثال ہے۔ **دعائے کافر**۔ کافر کی دعا کی نسبت اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے کہ قبول ہو سکتی ہے۔ آیت (۱۳/۱۴) وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ کی تعبیر یوں کرتے ہیں کہ یہاں دعا سے مراد کافروں کی عبادت ہے اس لیے اس آیت سے کافروں کی دعا کی تردید نہیں ہوتی۔ بعض فقہاء اسی آیت کے ظاہری الفاظ سے استدلال کرتے ہیں کہ کافروں کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ کافر کی دعا کی اجابت کے معنی یہ ہیں کہ اس نے جو مانگا استدراجاً اس کو دیا گیا جیسا کہ ابلیس کے سوال کی نسبت آیت (پ ۸ ۲ - ۱۱/۷ - ۱۴/۱۵) أَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ میں آیا ہے۔ یہاں استجابت سے مراد صرف دیا جانا ہے۔ استجابت اس معنی میں کہ اثابت اور ثواب کے طور پر دیا گیا ابلیس کے حق میں قطعی طور پر منفی ہے۔ کافروں کے معصوم بچوں کی نسبت بھی اختلاف ہے۔ اکثروں کی یہ رائے ہے کہ کافروں کے بچے دوزخ میں جائیں گے اور بعض نے اس بارے میں محض لاعلمی کا اظہار کیا ہے لیکن محققین کی یہ رائے ہے کہ بچے غیر مکلف ہیں فطرت پر پیدا ہوتے ہیں اس لیے جنت میں جائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ دنیوی احکام میں کفار کے بچے بھی کفار ہیں۔ ان کے مرنے پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے گی اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں ان کو دفن کیا جائے گا لیکن آخرت میں مسلمانوں کے حکم میں ہوں گے اور جنت میں جائیں گے۔ یہ تعبیر امتِ محمدی کے کفار کی نسبت ہے ورنہ دوسری امتوں کے کفار دوزخ میں جائیں گے۔ **وسیلہ حسنہ**۔ جو لوگ استسقاء کے لیے دعا کریں ان کو چاہیے کہ اگر کوئی نیک کام کیا ہے تو اس کو وسیلہ بنائیں اور اس کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ سے رحم کے طالب ہوں جیسا کہ حدیث میں اُن تین اشخاص کا ذکر ہے جنہوں نے ایک غار میں پناہ لی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ تین آدمی روزگار کی تلاش میں روانہ ہوئے راستہ میں بادِ سموم نے انہیں گھیرا۔ پناہ کے لیے ایک غار میں چلے گئے۔ ان کا غار میں داخل ہونا تھا کہ ایک چٹان گری اور غار کا دہانہ بند ہو گیا۔ آپس میں مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس سے

توبہ کو بڑا دخل ہے۔ آیت۔ (۱۲/۵ ۳) اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا۔ بخشش چاہو اپنے پروردگار سے پھر توبہ کرو اور رجوع کرو اس کی طرف تم پر پانی برسائے گا موسلا دھار۔ بیہقی نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ لَا مَنَعَ قَوْمٌ الزَّكَاةَ اِلَّا حُبِسَ عَنْهُمُ الْمَطَرُ۔ کوئی قوم زکات کو ادا نہیں کی سوائے اس کے کہ ان سے بارش روک لی گئی۔ ترمذی نے حدیث بیان کی ہے۔ ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ حَتّٰى يُفْطِرَ وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ وَالْمَظْلُوْمُ تین اشخاص کی دعا مسترد نہیں ہوتی۔ روزہ دار کی دعا افطار کرنے تک اور حاکم عادل اور مظلوم کی۔ ظلم کی مذمت میں یہ دو اشعار نقل کیے جاتے ہیں۔

لَا تَظْلِمَنَّ اِذَا مَا كُنْتَ مُقْتَدِرًا ۔۔۔ فَالظُّلْمُ آخِرُهُ يَاْتِيْكَ بِالنَّدَمِ

ظلم نہ کرو جب کہ تم بر سر حکومت ہو ۔۔۔ ظلم آخرکار تم پر شرمندگی لائے گا

نَامَتْ جُفُوْنُكَ وَالْمَظْلُوْمُ مُنْتَبِهٌ ۔۔۔ يَدْعُوْ عَلَيْكَ وَعَيْنُ اللّٰهِ لَمْ تَنَمِ

تمہاری آنکھیں سو جائیں گی اور مظلوم بیدار رہے گا ۔۔۔ تم کو بد دعا دیتا رہے گا اور اللہ نہیں سوتا

توبہ کے ضمن میں موسیٰ علیہ السلام کا قصہ لائق ذکر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے استسقاء کے لیے دعا کی لیکن بارش نہیں ہوئی تو آپ نے کہا اے پروردگار! ہم بارش سے کیوں محروم ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے موسیٰ تمہاری قوم میں ایک گنہ گار ایسا ہے جو چالیس سال سے مجھ سے مبارزت کرتا ہے یعنی میرے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ یہ سنتے ہی موسیٰ علیہ السلام ایک اونچے ٹیلے پر چڑھے اور پکار کر کہا۔ اے گنہ گار ہم تیری وجہ سے بارش سے محروم ہیں۔ تو ہم میں سے نکل جا۔ وہ شخص جس کی طرف اشارہ تھا چو طرف دیکھا مگر کسی شخص کو اس جماعت سے باہر جاتے ہوئے نہیں دیکھا اس پر سمجھ گیا کہ گنہ گار سے مطلوب وہی ہے۔ سوچا کہ میں اگر نکل جاؤں تو اس سارے مجمع میں میری فضیحت ہوگی اور اگر نہ نکلوں تو میری وجہ سے یہ سب بارش سے محروم رہیں گے۔ آخر دل میں کہنے لگا۔ اے پروردگار میں توبہ کرتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں قبول کر۔ بارش ہوئی اور سب سیراب ہو گئے۔ موسیٰ کو تعجب ہوا اور کہا۔ اے پروردگار عالم تو نے پانی سے سیراب تو کیا مگر ہم میں سے کوئی شخص خارج نہیں ہوا تھا۔ جواب ملا۔ اے موسیٰ جس شخص کی وجہ سے تم بارش سے محروم تھے اس نے توبہ کی۔ موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اس شخص کو بتا دے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا۔ میں نے تم کو چغلی سے منع کیا اور میں خود چغلی کروں؟

اجابت دعا۔ حدیث میں آیا ہے۔ اِنَّ الدُّعَاءَ مُسْتَجَابٌ فِيْ اَرْبَعَةِ مَوَاطِنَ۔ عِنْدَ الْتِقَاءِ الصُّفُوْفِ وَنُزُوْلِ الْغَيْثِ وَاِقَامَةِ الصَّلَاةِ وَرُؤْيَةِ الْكَعْبَةِ خُصُوْصًا۔ چار مواقع پر دعا قبول ہوتی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۵۔ لَا غِنٰى لَنَا عَنْ رِزْقِكَ فَلَا تُهْلِكْنَا بِذُنُوْبِ بَنِيْ آدَمَ۔ یا اللہ ہم تیری مخلوق ہیں سے ہیں ہم تیرے رزق کے حاجت مند ہیں پس ہم کو ہلاک مت کر بنی آدم کی گناہوں کے سبب۔

دیر ہوئی۔ میرے آنے تک ماں باپ سو چکے تھے۔ میں حیران تھا کہ نیند لگی ہے کیسے جگاؤں اور دوسری طرف بکریوں کی حفاظت کا خیال تھا۔ اسی سوچ میں دودھ کا برتن ہاتھ میں لیا ہوا ماں باپ کے سرہانے کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہوئی اور ماں باپ بیدار ہوئے، انھیں دودھ پلایا۔ یا اللہ اگر میرا یہ سلوک خالص تیری رضامندی کے لیے تھا تو ہم پر رحم کر اور ہمارا راستہ کھول دے۔ اس پر غار کا پورا دہانہ کھل گیا اور تینوں مسافر اپنا راستہ لیے۔

صالحین کو وسیلہ بنانا چاہیے استسقاء کے لیے۔ صالحین کی دعا کے قبول ہونے کا امکان زیادہ ہے اس بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرباء کا وسیلہ ضروری ہے جیسا کہ عمرؓ نے عباسؓ کا وسیلہ اختیار کیا تھا اور دعا کی تھی

اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا اِذَا قَحِطْنَا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا فَيُسْقَوْنَ

یا اللہ جب قحط ہوتا تو ہم ہمارے نبی کا وسیلہ اختیار کرتے اور پانی سے سیراب ہوتے تھے اور اب ہم اپنے نبی کے چچا کو اپنا وسیلہ گردانتے ہیں پس سیراب کر ہم کو۔ اس پر سیراب ہوے۔ طبرانی نے روایت کی ہے کہ عبد المطلب استسقاء کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہمراہ لے گئے اور آپ کو وسیلہ کر کے دعا مانگی تھی۔

نمازِ استسقاء[۱۷۲] کی دو رکعتیں ہیں عیدین کی طرح۔ امام دو رکعت نماز سب کے ساتھ پڑھے۔ دعائے[۱۱] افتتاح کے بعد پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیریں رفع یدین کے ساتھ کہے اور اس کے بعد قرائت پڑھے دو رکعت کی تعداد معین ہے، دو سے زیادہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ نماز میں سنتِ استسقاء کی نیت کی جائے۔ عیدین کی تمثیل سے مراد یہ ہے کہ استسقاء کی نماز میں تکبیریں اور ان کے درمیان آیتِ معتدل کے موافق فصل اور اس فصل میں ذکر کرنا، قرائت کو جہر سے پڑھنا، پہلی رکعت میں سورۂ ق یا سبح اسم، دوسری میں اقتربت یا ھل اتاک حدیث الغاشیہ یا انا ارسلنا نوحاً پڑھنا مسنون ہے۔ دونوں رکعتوں میں تکبیروں کی جو تعداد مقرر کی گئی ہے وہ پہلی رکعت میں تکبیرِ احرام اور دوسری رکعت میں تکبیرِ قیام کے سوائے ہے۔ رفع یدین میں دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائے۔

خطبہ۔ نماز کے بعد امام دو خطبے پڑھے اور اپنی چادر کو تحویل کرے اور استغفار بھیجے اور کثرت سے دعا مانگے۔ خطبوں کے ارکان وہی ہیں جو عیدین کے خطبہ میں ہیں لیکن فرق یہ ہے کہ خطبوں کے آغاز میں تکبیروں کے عوض استغفار پڑھے، پہلے خطبہ میں نو مرتبہ اور دوسرے میں سات مرتبہ کہے۔ تکبیر کے عوض استغفار صرف خطبہ میں کہا جائے گا نہ کہ نماز میں۔ نماز میں تکبیریں ہی کہی جائیں گی۔ خطبے نمازِ ا[illegible] نماز کے پہلے بھی پڑھنا جائز ہے بخلاف عیدین کے لیکن افضل یہ ہے کہ نماز کے بعد خطبہ پڑھے جائیں۔ خطبے دو ہوں گے، ایک خطبہ کافی نہیں ہے۔ مسنون یہ ہے کہ امام منبر پر چڑھتے ہی بیٹھے اور پھر کھڑا ہو کر خطبہ دے مگر خطبہ میں قیام واجب نہیں ہے۔

دعائے کرب۔ کرب تکلیف اور [illegible] کو کہتے ہیں۔ دعائے کرب کثرت سے پڑھنا مسنون ہے۔ دعائے کرب یہ ہے

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ

جو نیک کام ہو اس کا ذکر کرے تو شاید اللہ تعالیٰ ہمارا راستہ کھول دے۔

ایک نے کہا: میں نے ایک شخص کے ساتھ نیکی کی تھی۔ چند آدمیوں سے دن بھر کی اُجرت پر کام لے رہا تھا کہ ایک شخص آدھا دن گزرنے کے بعد آیا میں نے اُس کو بھی کام پر لگا دیا۔ اس آخری شخص نے بقیہ دن میں اتنا ہی کام کیا جتنا کہ دوسرے نے دن بھر میں کیا تھا۔ میں نے اس کو پوری اُجرت دی۔ اس پر دوسرے شخص نے اعتراض کیا کہ آدھے دن کے لیے جتنی اُجرت دی گئی اتنی ہی اُجرت سارے دن کے کام کے لیے دی گئی۔ میں جواب دیا "میں نے تمہاری اُجرت سے کوئی کمی نہیں کی۔ میرا مال ہے جس طرح چاہا خرچ کیا تمہیں اعتراض کا حق نہیں۔" معترض اپنے اعتراض پر قائم رہا اور اپنی اُجرت نہ لے کر غصہ میں چلا گیا۔ میں نے اُس کی اُجرت امانت رکھی اور اس سے ایک گائے کی بچھڑی خریدی اور اللہ کی قدرت سے اس میں ترقی ہوئی۔ یہ ہوا ہی تھا کہ اتنے میں ایک پیرانہ سال شخص میرے پاس آیا اور اپنا حق طلب کیا۔ میں نے اس کو پہچانا نہیں۔ اس نے اپنا ماجرا بیان کیا اور اپنی امانتی اُجرت طلب کی۔ میں اُس کو پہچان لیا اور کہا کہ یہ جانوروں کا منڈا تمہارا ہے لے جاؤ۔ اس نے جواب دیا۔ اللہ کے بندے صدقہ نہ دیتے ہو نہ دو مگر میرا حق دیدو، مع... ۔ کا مارا ہوں دِل لگی نہ کرو۔ میں نے کہا اس میں دِل لگی کی کیا بات ہے۔ یہ جانوروں کا منڈا تمہاری اُجرت کا نتیجہ ہے۔ اس میں میرا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ کہہ کر مویشی کا سارا منڈا اس کے حوالہ کر دیا۔ یا اللہ اگر یہ کام میں نے محض تیری رضا جوئی کے لیے کیا تھا تو مجھ پر رحم کر اور میرا راستہ کھول دے۔ غار کا دہانہ ایک تہائی کھل گیا۔

دوسرے نے کہا میں نے بھی ایک نیک کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دولت و ثروت سے مجھ کو نوازا تھا۔ قحط سالی ہوئی اور لوگ پریشان ہوئے ایک عورت آئی اور مجھ سے صدقہ مانگی میں نے کہا دونگا مگر اس شرط پر کہ تم میری خواہش کو پوری کرنے کے لیے راضی ہو جاؤ۔ اس نے انکار کیا اور چلی گئی۔ پھر دوسرے دن آئی، میں نے وہی سوال کیا اور اس نے انکار کیا اور چلی گئی۔ مگر جانے کے بعد اپنے شوہر سے واقعہ بیان کیا۔ اس نے کہا "راضی ہو جاؤ اور اپنے بچوں کو بچالو ورنہ بھوکوں مرینگے۔" عورت تیسری بار آئی اور اللہ کا واسطہ دیکر مجھ سے صدقہ طلب کی۔ میں نے وہی پرانی شرط پیش کی اس نے خاموشی کے ساتھ سر جھکا دیا۔ مگر جب نوبت بمطلب رسید تو وہ کانپنے اور لرزنے لگی۔ میں نے وجہ دریافت کی تو کہا "پروردگار عالم کے قہر سے ڈرتی ہوں" ان الفاظ نے میرے دل کو ایسا پسیجا کہ میں اُٹھ کھڑا ہو گیا۔ "تو مصیبت میں اللہ کے قہر سے ڈرتی ہے اور میں اس آسایش میں نہ ڈروں!" یہ کہا اور جو کچھ بلحاظ حالات دینا تھا دیکر اس کو رخصت کیا۔ یا اللہ اگر میرا یہ فعل تیری خوشنودی کے لیے تھا تو رحم کر اور ہمارا راستہ کھول دے۔ اس پر دوسرا تہائی راستہ کھل گیا اور روشنی نمودار ہوئی۔

تیسرے نے بیان کیا۔ میں نے بھی ایک نیک کام کیا ہے۔ میرے ماں باپ نہایت بوڑھے اور اپاہج تھے اور میرے پاس بکریاں تھیں۔ بکریوں کو چراتا اور ماں باپ کی خدمت کرتا تھا۔ ایک مرتبہ بارش کی وجہ سے میری واپسی میں

جہر سے اور اسرار سے دعا مانگے۔ **تحویل ردا** یعنی چادر کو اُلٹنے کا طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ سے چادر کا بائیں جانب کا نچلا حصہ اٹھا کر داہنے مونڈھے پر ڈالے اور یہی عمل بائیں ہاتھ سے برعکس کرے۔ تحویل ردا سے انکساری کا اظہار اور حالت کی تبدیلی کی نسبت فالِ نیک مطلوب ہے۔ آیت۔ (۱۳/۴) اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔ بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہیں بدلتے۔ امام کے ساتھ دوسرے مرد لوگ بھی یہ عمل کریں۔ عورتیں ایسا عمل نہ کریں۔

استغفار امام کثرت سے کرے اور اس آیت کو پڑھے۔ آیت۔ (۲۹/۹ ۱۱) اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا۔ مغفرت چاہو اپنے پروردگار سے بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ بھیجے گا تم پر موسلا دھار بارش اور مدد کرے گا تمہاری مال سے اور اولاد سے اور بنا دے گا تمہارے لیے جنتیں اور نہریں۔

دعا۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اَمَرْتَنَا بِدُعَائِكَ وَ وَعَدْتَنَا بِاِجَابَتِكَ وَقَدْ دَعَوْنَاكَ كَمَا اَمَرْتَنَا فَاَجِبْنَا كَمَا وَعَدْتَنَا۔ اے اللہ تو نے ہم کو حکم دیا کہ ہم تجھ سے دعا کریں اور تو نے وعدہ کیا ہم سے اپنے قبول کرنے کا اور تحقیق کہ پکارے ہم تجھ کو جیسا کہ تو نے حکم دیا پس قبول کر ہماری دعا کو جیسا کہ تو نے وعدہ کیا۔

دعائے آدم علیہ السلام۔ (۹/۸ ۱۳) رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اگر تو ہمیں نہ بخشے اور رحم نہ کرے تو ہم بڑے نقصان میں رہیں گے۔

دعائے موسیٰ علیہ السلام۔ (۲۰/۵ ۳) رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ۔ میرے پروردگار بے شک میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے پس معاف کر مجھ کو۔

دعائے یونس علیہ السلام (۱۷/۶ ۱۱) لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے تیرے اور تو پاک ہے۔ بے شک میں ظالموں میں سے ہوں۔

دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا اور پنجوں کی پشت آسمان کی طرف کرنا مسنون ہے ورنہ عام دستور یہ ہے کہ مانگنے کے الفاظ کہتے وقت ہتھیلی کو آسمان کی طرف اور دور کرنے کے الفاظ کہتے وقت پنجے کی پشت کو آسمان کی طرف کیا جائے۔ اس لیے کہ کسی چیز کے لینے کے وقت کفِ دست دراز کیا جاتا ہے اور کسی چیز کے انکار کرنے کے وقت پُشتِ دست سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ امام آہستہ دعا کرے تو سب آہستہ دعا کریں اور جب امام پکار کر دعا کرے تو سب آمین کہیں۔ **پہلی بارش** کا پانی بہے تو اس میں غسل اور وضو کریں۔ پہلی بارش میں بدن کو کھول کر بارش کے پانی سے بھیگنے دینا مسنون ہے۔ **کثرتِ بارش** کی وجہ سے نقصان پہنچ رہا ہو تو جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھے بلکہ تنہا بارش کے بند ہونے کی نیت سے۔

السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ۔ یہ دراصل ثناء ہے مگر چونکہ آگے آنے والی دعا کا
مقدمہ ہے اس لیے اس کو بھی دعا کہا گیا۔ **صیغۂ استغفار**۔ اقل استغفار۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ہے ورنہ اکمل
یہ ہے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ تَوْبَةَ عَبْدٍ
ظَالِمٍ لِنَفْسِهٖ لَا يَمْلِكُ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا مَوْتًا وَّلَا حَيَاةً وَّلَا نُشُوْرًا۔ بخشش چاہتا ہوں میں اللہ
تعالیٰ سے جو بزرگ ہے نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے۔ ہمیشہ زندہ ہے اور ہمیشہ قائم ہے اور رجوع کرتا
ہوں میں اس کی طرف ایک ایسے بندہ کی طرح جس نے اپنے نفس کے ساتھ ظلم کیا ہے اور جو قدرت نہیں رکھتا
مضرت کی اور نہ فائدہ پہنچانے کی اور نہ موت کی اور نہ حیات کی اور نہ مرنے کے بعد زندہ ہونے کی۔

خطبۂ اولیٰ میں امام یہ دعا مانگے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی تھی۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا سُقْيَا رَحْمَةٍ وَّلَا سُقْيَا عَذَابٍ وَّلَا مَحْقٍ وَّلَا بَلَاءٍ وَّلَا هَدْمٍ وَّلَا غَرَقٍ
اے اللہ بنا تو اس بارش کو رحمت کی سیرابی نہ کہ عذاب کی سیرابی اور نہ ہلاکت اور نہ بلا اور نہ عمارتیں گر جانے والی اور نہ غرق کرنے والی
اَللّٰهُمَّ عَلَى الظِّرَابِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ۔ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا۔
اے اللہ برسا ٹیلوں پر اور درختوں کے اگنے کے مقامات پر اور وادیوں کے شکم میں۔ اے اللہ برسا ہمارے اطراف اور نہ ہمارے خلاف
اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا هَنِيْئًا مَرِيْئًا مَرِيْعًا سَحًّا عَامًّا غَدَقًا طَبَقًا مُجَلَّلًا دَائِمًا
اے اللہ بارش برسا تکلیف دور کرنے والی برکت والی خوشگوار شاداب کرنے والی عام شیریں تہ بہ تہ ڈھانپنے والی ہمیشہ
اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا الْغَيْثَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّ بِالْعِبَادِ وَالْبِلَادِ
قیامت کے دن تک اے اللہ ہم کو بارش سے سیراب کر اور نہ کر ہم کو مایوس اے اللہ بیشک بندوں اور شہروں میں
مِنَ الْجَهْدِ وَالْجُوْعِ وَالضَّنْكِ مَا لَا نَشْكُوْ اِلَّا اِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ اَنْبِتْ لَنَا الزَّرْعَ وَاَدِرَّ لَنَا الضَّرْعَ
مشقت بھوک اور تنگی ہے جس کی فریاد نہیں کرتے ہم سوائے تیرے اے اللہ اگا دے ہمارے لیے کھیتی اور جانوروں کے تھن سے دودھ بہتا کر
وَاَنْزِلْ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِ السَّمَاءِ وَاَنْبِتْ لَنَا مِنْ بَرَكَاتِ الْاَرْضِ۔ اَللّٰهُمَّ ارْفَعْ عَنَّا الْجَهْدَ
اور ہم پر اتار آسمان کی برکتیں اور اگا ہمارے لیے زمین کی برکتیں اے اللہ دور کر ہم سے مشقت
وَالْجُوْعَ وَالْعُرْیَ وَاكْشِفْ عَنَّا مِنَ الْبَلَاءِ مَا لَا يَكْشِفُهٗ غَيْرُكَ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ
بھوک اور برہنگی اور کھول دے ہم سے بلا۔ جس کو نہیں کھولتا کوئی تیرے سوا اے اللہ ہم مغفرت مانگتے ہیں
اِنَّكَ كُنْتَ غَفَّارًا فَاَرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْنَا مِدْرَارًا
تجھ سے بیشک تو غفار ہے پس بھیج ہم پر موسلا دھار بارش۔

خطبۂ ثانیہ کا ایک ثلث حصہ گزرنے کے بعد امام قبلہ کا رخ کرے اور اپنی چادر کو تحویل کرے اور کثرت سے

بقیہ نماز آپ تمام کرے اور دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے اور دوسرا فرقہ آئے اور امام اس کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور یہ فرقہ اپنی نماز کی تکمیل کرے اور امام اس فرقہ کے ساتھ سلام پھیرے۔ رقاع کے معنی پارچہ کی پٹیوں کے ہیں چونکہ اس جنگ میں صحابہؓ کے پاؤں زخمی ہونے کی وجہ سے پاؤں کو پٹیاں باندھی گئی تھیں اس لیے اس جنگ کو ذَاتُ الرِّقَاع کہا گیا۔ چونکہ اس جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ سے نماز پڑھی تھی اس لیے اس نماز کو صلاۃِ ذَاتُ الرِّقَاع کے نام سے موسوم کیا گیا۔ دوسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ذَاتُ الرِّقَاع ایک موضع کا نام ہے جو غطفان کے قطعہ میں واقع ہے اور غطفان سرزمین نجد میں ہے۔ دشمن کے جہتِ قبلہ میں نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ نماز کی حالت میں نمازیوں کو دشمن نظر نہ آسکے ایسی شکل بھی داخل ہے جہاں دشمن قبلہ کی جہت میں ہو مگر کوئی چیز ایسی حایل ہو کہ نمازیوں کی نظر سے دشمن غایب ہوں۔ دوسری شرط: ہر کہ مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو اس سے مطلب صرف اسی قدر ہے کہ دشمن کی تعداد مسلمانوں سے زیادہ نہ ہو یعنی مسلمان اور کفار تعداد میں مساوی ہوں۔ کفار دو سو ہوں تو مسلمان بھی دو سو۔ ایسی صورت میں امام مسلمانوں کو سو سو کے دو فرقوں میں تقسیم کرے اور سو کے ایک فرقہ کے ساتھ امام نماز پڑھے اور سو کا دوسرا فرقہ دشمنوں کی حفاظت کرے جن کی تعداد دو سو ہوگی اور دو کافر اور ایک مسلمان کا تناسب ہوگا۔ یہ مسلمانوں کی کثرتِ تعداد کی اقلِ صورت ہے ورنہ آغازِ اسلام میں دس اور ایک کا تناسب تھا۔ دس کافروں کا مقابلہ ایک مسلمان پر فرض تھا۔ دشمن کے مقابلہ سے مراد یہ ہے کہ دشمن کی اس طرح حفاظت کرے کہ امام یا اس کے ساتھیوں پر حملہ نہ کر سکے۔ امام نماز کے لیے ایسے مقام پر کھڑا ہو جو دشمن کی تیروں کی زد کے باہر ہو۔ دو رکعت والی نماز میں امام ایک فرقہ کے ساتھ ایک رکعت اور دوسرے فرقہ کے ساتھ دوسری رکعت پڑھے۔ تین رکعت والی مغرب کی نماز میں پہلے فرقہ کے ساتھ دو رکعت اور دوسرے فرقہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے دوسرے فرقہ کی شرکت کا انتظار تیسری رکعت کے قیام کی حالت میں کرے اور قیام کی حالت میں انتظار کرنا افضل ہے بہ نسبت اس کے کہ تشہد کے جلوس میں انتظار کرے۔ مغرب کی نماز کا افضل طریقہ یہی ہے ورنہ پہلے فرقہ کے ساتھ ایک رکعت اور دوسرے فرقہ کے ساتھ دو رکعت بھی پڑھ سکتا ہے۔ چار رکعت والی نماز میں ہر ایک فرقہ کے ساتھ دو دو رکعت نماز امام پڑھے۔ چار رکعت والی نماز میں جماعت کو امام چار فرقوں میں تقسیم کرے اور ہر ایک فرقہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے تو بھی جایز ہے مگر چونکہ غیر انتظار کے محل پر انتظار کیا اس لیے سجود سہو کرے۔ بقیہ نماز کی تکمیل کے لیے پہلے فرقہ کو امام سے مفارقت کی نیت کرنا مندوب ہے اور اس کی تخفیف کے ساتھ اور بغیر طوالت کے پڑھنا بھی مندوب ہے تاکہ دوسرے فرقہ کے انتظار میں طوالت نہ ہو۔ امام کے لیے مسنون ہے کہ پہلی رکعت میں لڑائی کے حالات کا لحاظ کرتے ہوئے تخفیف کرے البتہ دوسری رکعت کے قیام میں سورۂ فاتحہ کے بعد طویل سورہ پڑھ کر

تسبیح رعد - بادل کی گرج پر تسبیح پڑھے۔ (۱۳/۱۳) يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهٖ
بادل تسبیح پڑھتا ہے اس کی تعریف میں اور فرشتے تسبیح پڑھتے ہیں اُس کے خوف سے۔
تسبیح برق - بجلی کی چمک پر تسبیح پڑھے۔ سُبْحَانَ مَنْ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا۔ پاک ہے وہ ذات جو دکھاتی ہے تم کو بجلی خوف و رجا کی حالت میں۔ بجلی کو چمکتے ہوئے نہ دیکھنا مسنون ہے اس لیے کہ بینائی کو کمزور کرتی ہے۔ آیت۔ (۳/۱۸) يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ۔ بجلی کی چمک آنکھوں کو چندھیانے کے قریب ہے۔

صلاۃِ خوف

خوف کی حالت میں جو نماز پڑھی جاتی ہے اس کو صلاۃِ خوف کہتے ہیں کسی کروہ چیز کے لاحق ہونے یا کسی مرغوب چیز کے سلب ہونے سے قلب میں جو بے چینی پیدا ہوتی ہے اس کو خوف کہتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ بندہ مخلوقات کے بارے میں فکر کرتا ہے۔ خوف امن کا ضد ہے۔ صلاۃِ خوف کا حکم وہی ہے جو صلاۃِ امن کا ہے صلاۃِ خوف کے ارکان، شرائط وغیرہ وہی ہیں جو دوسری نمازوں میں مقرر ہیں لیکن اس کو علیحدہ اس لیے بیان کیا ہے کہ خوف کی حالت کی نمازمیں نماز کی ادائی کے ایسے طریقے وضع کیے گئے ہیں جو دوسری نمازوں میں اختیار نہیں کیے جاسکتے۔ یہ نماز بھی اس امت کی خصوصیات میں سے ہے اور ہجرت کے چھٹے سال شروع کی گئی۔ آیت۔ (۴/۱۰۲) وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ۔ جب تم ان کے درمیان ہو تو قائم رکھو ان کی نماز کو۔ احادیث سے ان نمازوں کے طریقے مقرر ہوئے ہیں اور ان کی تائید میں یہ عام حدیث بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي۔ تم نماز پڑھو جس طرح کہ مجھ کو نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ صلاۃِ خوف حضر میں بھی جائز ہے بشرطیکہ خوف کی حالت پائی جائے لیکن امام مالکؒ کو اس سے اختلاف ہے ان کے پاس حضر میں صلاۃِ خوف جائز نہیں ہے۔

اشکال صلاۃِ خوف - خوف کی حالت میں نماز پڑھنے کے جملہ سولہ[16] طریقے ہیں جن کے منجملہ امام شافعیؒ نے چار طریقے اختیار کیے اور ان میں سے ایک کو چھوڑ کر تین کا ذکر ابو شجاع نے اپنے متن میں کیا۔ اگرہم یہاں اس چوتھے طریقہ کو بھی درج کرتے ہیں۔ ایک طریقہ کی نماز دوسرے طریقہ پر ادا نہیں کی جائے گی۔

صلاۃِ ذات الرقاع - جب دشمن قبلہ کی جہت میں نہ ہو تو امام جماعت کو دو فرقوں میں تقسیم کرے۔ ایک فرقہ دشمن کے مقابلہ میں کھڑا رہے اور دوسرا امام کے پیچھے اور امام اس کے ساتھ ایک رکعت پڑھے۔ پھر یہ فرقہ اپنی

صاحبِ مال کی لڑائی غاصب کے ساتھ جو ظلم سے حاصل کرنا چاہے مباح ہے۔ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہو سواری کا جانور چھوٹ جائے اور اس کے گم ہونے کا خوف ہو تو نماز کی حالت میں تعاقب کر سکتا ہے لیکن ... کے زائل ہونے کے ساتھ ہی نماز کو اسی جگہ پوری کرے۔ اس طریقہ سے نماز آخر وقت میں پڑھے جبکہ امن کی توقع ہو ورنہ اوّلِ وقت پڑھا جائز ہے۔ فاقدُ الطّہورین کی نماز سے اس مسئلہ پر قیاس کیا گیا۔ رکوع اور سجود سے عاجز ہو تو اشارہ سے کام لے اور سجود کا اشارہ رکوع کے اشارہ سے زیادہ ... کرے تاکہ دونوں میں امتیاز رہے۔ لڑائی میں ہتیار وغیرہ کے استعمال میں کثیر اعمال کی ضرورت ہو تو معاف ہیں اور کسی کو دشمن کی زد سے بچانے کے لیے گفتگو کرنا جائز ہے۔

صلاۃِ بطنِ نخل۔ دشمن قبلہ کی جہت میں نہ ہو تو امام جماعت کو دو فرقوں میں تقسیم کرے۔ ایک فرقہ دشمن کا مقابلہ کرے اور دوسرا فرقہ امام کے پیچھے پوری نماز پڑھے اور پھر یہ فرقہ دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے اور دوسرا فرقہ آئے اور پوری نماز امام کے پیچھے پڑھے۔ بطنِ نخل ایک موضع کا نام ہے جو غطفان میں سرزمینِ نجد میں واقع ہے۔ ذات الرّقاع بھی اسی غطفان میں ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بطنِ نخل میں اسی طریقہ پر نماز پڑھی تھی اس لیے اس نماز کو اس نام سے موسوم کیا گیا۔ اس طریقہ سے نمازِ خوف کے علاوہ امن کی حالت میں بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

جنایز

غسل، کفن، نماز، دفن۔

جنایز جنازہ کی جمع ہے۔ جنازہ مشتق ہے جَنْز سے جس کے معنی ستر کرنے اور ڈھانپنے کے ہیں اور اصطلاحِ شرع میں جنازہ اُس میّت کو کہتے ہیں جو نعش میں رکھی گئی ہو اور **نعش** اُس چوبی ڈولے یا تابوت کو کہتے ہیں جس میں میّت اُٹھائی جاتی ہے۔ میّت کا لفظ مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے عام ہے۔ **موت** بدن سے روح کے جدا ہونے کو کہتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ موت اُس حالت کو کہتے ہیں جو حیات کے متضاد ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ موت ایسی چیز کے عدمِ حیات کا نام ہے جس میں حیات کی صلاحیت ہے۔ موت ... بڑی مصیبت ہے اور اس سے غفلت اور بھی زیادہ مصیبت ہے اس لیے موت کو کثرت سے یاد کرنا مسنون ہے۔ حدیث۔ اَکْثِرُوا مِنْ ذِکْرِھَا۔ زیادہ کرو اُس (موت) کا ذکر۔ موت کا اظہار کرنا مندوب ہے تاکہ ... نمازِ جنازہ کے لیے جمع ہو جائیں ... میّت کے مآثر اور مفاخر بیان کرنا مذموم ... طریقہ رائج تھا۔ مآخر ذاتی ... مآثر خاندانی

والف) د) تاکہ دوسرا فرقہ جماعت میں شریک ہو۔ یہ دوسرا فرقہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھنے کے بعد امام کو تشہد کے جلوس میں چھوڑ کر کھڑا ہو کر دوسری رکعت پڑھے اور امام تشہد کے جلوس میں اس کا انتظار کرے اور اس فرقہ کے ساتھ سلام پھیرے اس لیے دوسرے فرقہ کو دوسری رکعت میں تخفیف کرنا چاہیے۔ دوسرے فرقہ کو اپنی نماز کی تکمیل کے لیے امام سے مفارقت کی نیت نہیں کرنا پڑا ہے۔

صلاۃ عسفان۔ دشمن قبلہ کی جہت میں ہو تو امام جماعت کی دو صفیں بنائے اور ان سب کے ساتھ احرام (تحریمہ) امام کے ساتھ ایک صف پہلی رکعت میں دونوں سجدے کرے اور دوسری صف کے لوگ اس صف کی حفاظت کریں اور جب امام سجدوں سے سر اٹھائے تو دوسری صف کے لوگ سجدے کرکے قیام میں آجائیں اور دوسری رکعت کے سجدے امام کے ساتھ کریں اور پہلی صف کے لوگ خود سجدے کرکے امام کے ساتھ مل جائیں۔ عسفان ایک موضع کا نام ہے جو حاجی مصری کے راستہ میں واقع ہے۔ مکہ معظمہ سے حاج مصری تک دو دن کے سفر کی مسافت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عسفان کی جنگ میں اس طرح نماز پڑھی تھی مشرکین نے جنگ خالد بن ولید کی سرکردگی میں کی تھی اس کے بعد ہی خالد بن ولید نے اسلام قبول کیا۔ دشمن قبلہ کی جہت میں اس طرح ہو کہ مسلمانوں کی نظر سے ان کو چھپانے کے لیے کوئی چیز درمیان میں حایل نہ ہو اور دشمن کی تعداد قلیل اور مسلمانوں کی تعداد کثیر ہو اور دشمن کی جانب سے نماز کی حالت میں حملہ کرنے کا خوف ہو اور امام مسلمانوں کو دو صفوں میں تقسیم کرے اس طریقۂ نماز میں فرق صرف سجدوں کی حد تک ہے۔ پہلی صف امام کے ساتھ سجدوں میں جائے تو دوسری صف اعتدال میں کھڑی رہے اور دشمن کی نگرانی کرے۔ پہلی صف سجدوں سے اٹھے تو دوسری صف سجدوں میں جائے۔ چونکہ دشمن قبلہ کی جہت میں ہے اور سب کی نظروں کے سامنے ہے اس لیے قیام رکوع اعتدال اور تشہد وغیرہ کی حالتوں میں کسی تفریق کی ضرورت نہیں۔ البتہ سجدہ کی ایک حالت ایسی ہے جس میں دشمن پر نظر قایم نہیں رہتی اس لیے صرف سجدہ کی حد تک حفاظت کی تدبیر اختیار کرنے کی ضرورت ہوئی۔ دو صفوں کی تعداد محدود نہیں ہے چار صفیں بھی بنائی جا سکتی ہیں۔ یہی طریقہ دو، تین اور چار رکعت والی نمازوں میں ہوگا۔

جنگ میں شدید خوف ہو تو ہر شخص جس طرح ممکن ہو اپنی نماز فرداً فرداً ادا کرے، پیادہ ہو یا سوار، قبلہ رو ہو سکے یا نہ ہو سکے لڑائی کو روکنا ممکن نہ ہو، سوار سواری سے اتر نہ سکے، پیادہ ٹھہر نہ سکے تو ہر ایک شخص جس طرح ممکن ہو اپنی نماز آپ پڑھے۔ آیت۔ (۲/۲) فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا پس اگر تم ڈرو تو پیدل یا سوار (نماز پڑھ سکتے ہو)۔ اثنائے نماز میں متواتر وار کرنے اور ضرب لگانے کی وجہ سے جو کثیر اعمال وقوع میں آئیں ان سے معذور رہے گا۔ ہر ایک لڑائی میں جو واجب یا مباح ہو یہ طریقہ جائز ہے۔ حاکم عادل کی لڑائی باغی کے ساتھ

یہ امور احرام کی حالت میں ممنوع ہیں اور موت کی وجہ سے احرام کی حالت ختم نہیں ہوتی اور باقی رہتی ہے احرام کی حالت صرف تحلیل کی وجہ سے برخاست ہوتی ہے۔ مُحرِم وہ شخص ہے جس نے حج یا عمرہ کے لیے احرام کیا اور ابھی تحلیل نہیں کی۔ **تحلیل** مناسکِ حج سے فراغت پانے کو کہتے ہیں۔ مُحرِم احرام کی حالت میں تحلیل سے قبل فوت ہو تو قیامت کے دن لبّیک کہتا ہوا اُٹھیگا۔ حدیث۔ اِنَّ الْمُحْرِمَ یَاتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مُلَبِّیاً۔

مصارفِ تجہیز میں پانی کی قیمت، نہلانے کی اُجرت، کفن کی قیمت، میّت کے لے جانے اور قبر کے کھودنے اور بھرنے کی اُجرت داخل ہیں۔ تجہیز کے مصارف کا بار اوّلاً میّت کی متروکہ جایداد پر ہے سوائے زوجہ کے جس کی تجہیز کا بار شوہر پر ہے جس پر اس کے نفقہ کی ذمّہ داری ہے بشرطیکہ استطاعت رکھتا ہو۔ یہاں استطاعتِ فطرہ مراد ہے جو ایک دن اور ایک رات کی قوت بسری سے زیادہ ہو۔ عَینِ جائداد متروکہ پر اوّلاً اُس رہن اور زکات کا بار ہوگا جو اُس جائداد پر قایم ہے اِس کے بعد تجہیز کے مصارف کا درجہ ہے اور مصارفِ تجہیز کے بعد قرض کی ادائی اور اس کے بعد وصیت کی تعمیل اور پھر میراث کی تقسیم ہوگی۔ اگر مصارفِ تجہیز سے ورثا انکار کریں تو حاکم جبراً وصول کرے گا۔ اگر میّت کوئی متروکہ نہ چھوڑے تو تجہیز کا بار اس شخص پر ہوگا جس کے ذمّہ زندگی میں میّت کا نفقہ تھا اور یہ بھی نہ ہو تو اُس جایداد سے انتظام کیا جائے گا جو اس کام کے لیے وقف کی گئی ہے اس کے بعد بیت المال سے مصارف برداشت کیے جائیں گے اور پھر تونگر مسلمانوں پر ذمّہ داری ہوگی اگرچہ میّت کافر ذمّی کی ہو تاکہ اپنی ذمّہ داری کو مسلمان پوری کریں۔

اختلاف۔ شافعیہ میں عورت کی تجہیز کا بار ... شوہر پر ہے اگرچہ عورت خود بھی مستطیع ہے اور حنفیہ میں مفتیٰ بہا یہ مسئلہ ہے کہ عورت کی تجہیز کا بار مطلق طور پر شوہر پر ہے اور مالکیہ اور حنابلہ میں عورت کی تجہیز کا بار اُسی کی جائداد پر ہے۔

غُسل

میّت کو طاق مرتبہ نہلائے۔ پہلے میں بیری کا پتّا اور آخر میں تھوڑا کافور استعمال کیا جائے۔ مُسلم ... پہلا غسل واجب ہے۔ اَقلِ غسل یہ ہے کہ میّت کے سارے بدن کو ایک مرتبہ پانی پہنچائے ورنہ اکملِ غسل یہ ہے کہ پہلے ازالۂ نجاست کرے اور پھر وضو کرائے اور غسل دے۔

ازالۂ نجاست میّت کو مقامِ غسل پر لانے کے بعد اندرونی نجاست کے ازالہ کے لیے اس طرح بٹھلائے کہ ذرا پیچھے کی طرف جھکا رہے۔ داہنا ہاتھ میّت کی گردن کے نیچے دے اور انگوٹھے سے گردن کے منکے کو سنبھالے تاکہ سر پیچھے نہ ڈھلے ... کی پیٹھ کے نیچے اپنے داہنے گھٹنے سے ٹیکہ دے اور بائیں ہاتھ کو ... پیٹ پر بار بار ہلکا اس طرح پھرائے کہ پاخانہ اور پیشاب کا فضلہ احشاء میں ہو تو خارج ہو جائے اس کے بعد ... کو لٹا دے اور بائیں

اوصاف کو کہتے ہیں۔ **رُوح** متکلمین کے پاس ایک شیٔ لطیف کا نام ہے جو بدن کے ساتھ ایسی ملی جلی ہے جیسے ہری ڈالی میں پانی ملا جلا ہے۔ ان کا قول ہے کہ رُوح کو بقا ہے، فنا نہیں۔ مومنین کی ارواح **علیین** میں ہوتی ہیں اور اس کا نور بدن سے متصل ہوتا ہے بخلاف اس کے کفار کی ارواح **سجین** میں ہوتی ہیں اور ان کا اتصال بدن سے ہوتا ہے۔ تحقیق سے یہ ثابت ہے کہ راحت اور عذاب، روح اور بدن دونوں سے ایک ساتھ متعلق ہیں۔ ارواح کی پانچ قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ ارواحِ[1] انبیاء بدن سے نکلتے ہی جنت میں پہنچ جاتی ہیں اور اس کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوتی ہیں۔ اسی طرح ارواحِ[2] شہدا بھی بدن سے نکلتے ہی جنت کی نعمتوں سے مستفید ہوتی ہیں۔ ارواحِ[3] مومنین صالحین بھی جنت میں پہنچ کر جنت کا نظارہ کرتی ہیں مگر جنت کی نعمتوں سے استفادہ نہیں کر سکتیں۔ ارواحِ[4] مومنین عصاۃ (گنہگاروں) آسمان اور زمین کے درمیان ہوا میں معلق ہوتی ہیں۔ ارواحِ[5] کفار سجین میں ہوتی ہیں۔ سجین ساتویں زمین کے نیچے کے طبقے کو کہتے ہیں۔

تقبیل وجہ اہلِ میت اور اس کے عزیز دوست میت کے چہرہ کو بوسہ دے سکتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان ابن مظعونؓ کی موت کے بعد اُن کے چہرہ کو بوسہ دیا تھا۔ بخاری نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابوبکر صدیقؓ نے آپ کے چہرۂ مبارک کو بوسہ دیا تھا۔ سبکی نے اہلِ میت اور عزیز دوستوں کی حد تک تقبیل کو مندوب اور مردِ صالح کی میت کی نسبت تقبیل کو جائز اور اُن کے علاوہ تقبیل کو مکروہ قرار دیا ہے۔ تقبیل میں اتحادِ جنس یا محرمیت کی شرط ہے۔ محلِ سجدہ یعنی پیشانی کا بوسہ دینا اَولیٰ ہے۔ جو لوگ رنج و غم سے بے قابو ہو جائیں اور ضبط نہ کر سکیں ان کے لیے تقبیل حرام ہے۔

میت کے بارے میں چار چیزیں فرضِ کفایہ ہیں: غسل[1]، کفن[2]، نماز[3] اور دفن[4]۔ میت کے احکام اُس صورت میں عاید ہوتے ہیں جبکہ موت کی نسبت یقین ہو۔ اگر موت کی نسبت شک ہو تو موت کا یقین ہونے تک تاخیر کرنا واجب ہے۔

فرضِ کفایہ ایسا فرض ہے جو بعض کے عمل کرنے سے باقی اشخاص کے ذمہ سے ساقط ہو جائے۔ اگر میت کا علم ایک ہی شخص کو ہو تو چاروں اُمور کی تکمیل اُسی کے ذمہ ہوگی۔ اُس پر ان چاروں امور کا فرضِ کفایہ افعال کی حد تک محدود ہوگا اور اَعیان یعنی مصارفِ تجہیز کا تعلق متروکہ سے ہوگا جس کی تفصیل آگے آئےگی۔ فرضِ کفایہ کا تعلق مکلفین سے ہے۔ **تکلیف** شرعی احکام کے تعمیل کی ذمہ داری کو کہتے ہیں۔ جس پر ایسی ذمہ داری عاید ہوتی ہے اس کو **مکلف** کہتے ہیں۔ انسان اور جنات مکلف ہیں، فرشتے مکلف نہیں ہیں۔

مُحرِم کی میت کے بارے میں بھی چاروں امور فرضِ کفایہ ہیں مگر فرق یہ ہے کہ مُحرِم مرد کا سر اور مُحرِم عورت کا چہرہ کفن میں کھلا رکھا جائے اور ان کے کفن میں سیا ہوا کپڑا استعمال نہ کیا جائے۔ ان کی میت میں خوش بو کا استعمال بھی حرام ہے۔ خوش بو کی چیزیں نہ تو مُحرِم کے بدن پر اور نہ غسل کے پانی میں اور نہ کفن میں استعمال کی جائیں اسلیے

تیمم۔ اگر پانی نہ ملے یا میت ایسی جلی ہوئی ہو کہ غسل نہ دیا جا سکے تو میت کو غسل کے عوض تیمم کرائے۔ تیمم کی نیت واجب نہیں مندوب ہے بعض کا قول ہے کہ تیمم کی نیت اس لیے واجب ہے کہ تیمم کمزور طہارت ہے اور اس کی تقویت کی ضرورت ہے۔ میت کی جنس کے اشخاص یا غیر جنس کے محرم رشتہ دار موجود نہ ہوں تو بھی میت کو غسل کے عوض تیمم کرائے اور وہ بھی حایل کے ذریعہ۔ **کم سن** لڑکے کو جو حد شہوت کو نہ پہنچا ہو مرد اور عورت دونوں غسل دے سکتے ہیں۔

غاسل غسل دینے والے کو کہتے ہیں۔ مرد کی میت کو مرد کا غسل دینا اولیٰ ہے اور عورت کی میت کو عورت کا غسل دینا اولیٰ ہے۔ مرد اپنی زوجہ کی میت کو اور عورت اپنے شوہر کی میت کو غسل دے سکتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ مس نہ کریں۔ مس کرنے سے غاسل کا وضو ٹوٹتا ہے۔ اگر میت کے جنس کے لوگ موجود نہ ہوں یعنی میت مرد کی ہو اور اجنبی عورت موجود ہو یا میت عورت کی ہو اور اجنبی مرد موجود ہو یعنی محرم رشتہ دار نہ ہو تو میت کو غسل نہ کرائے بلکہ حایل کے ذریعہ تیمم کرائے لیکن بدن پر نجاست غیر معفو عنہا پائی جائے تو اس کو دھو کر زایل کرے۔ غاسل کی طہارت کی قید نہیں ہے۔ جنابت یا حیض کی حالت میں غسل دینا مکروہ نہیں ہے۔

مدارج غاسل۔ مرد کی میت کو غسل دینے میں وہ شخص اولیٰ ہے جو نماز جنازہ پڑھانے میں امامت کے لیے اولیٰ ہے۔ مرد کی میت کے غسل دینے میں اجنبی عورت کے مقابلہ میں مرد غاسل کا غسل دینا واجب ہے اور محرم عورت کے مقابلہ میں مندوب ہے۔ اسی طرح عورت کی میت کے غسل دینے میں اجنبی مرد کے مقابلہ میں عورت غاسل کا غسل دینا واجب ہے اور محرم مرد کے مقابلہ میں مندوب ہے غسل دینے اور نماز پڑھانے میں اولویت کے مدارج یہ ہیں سب سے پہلے ... ہیں **عصبہ** کا رشتہ رکھنے والے مردوں کا درجہ ہے پہلے باپ اور اس کے بعد دادا اور اسی طرح اوپر تک۔ پھر بیٹا پھر پوتا اور اسی طرح نیچے تک اور پھر حقیقی بھائی اور پھر علاتی بھائی پھر حقیقی بھائی کا بیٹا اور پھر علاتی کا بیٹا۔ پھر حقیقی چچا پھر علاتی چچا پھر حقیقی چچا کا بیٹا اور پھر علاتی چچا کا بیٹا۔ اس کے بعد موالات کے رشتہ دار اسی ترتیب سے اس کے بعد امام یا امام کا نائب اس کے بعد **ذوی الارحام** کا درجہ ہے۔ ذوی الارحام میں اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ کا اصول ہوگا یعنی قربت کو ترجیح دی جائے گی پہلے ماں کا باپ پھر ماں کا بھائی پھر بیٹی کا بیٹا پھر خالو پھر ماں کا چچا ذوی الارحام کے بعد اجنبی مردوں کا درجہ ہے، پھر زوجہ اور پھر محرم عورتیں۔ رشتہ میں اس شخص کو ترجیح دی جائیگی جو غسل کے مسایل سے زیادہ واقف ہو۔ نماز میں قرابت کے ساتھ سن میں بزرگی کو تقدیم دی جائے گی اس لیے کہ سن کی وجہ سے قلب میں رقت ہوتی ہے اور رقت کی وجہ سے اس کی دعا اجابت سے قریب ہوتی ہے۔

عورت کی میت کو غسل دینے کے لیے اس کے قریب کی عورت رشتہ داروں کو اولویت ہے اور ان میں بھی ان عورتوں کو ترجیح ہے جو محرم رشتہ رکھتے ہیں۔ عورتوں میں محرم رشتہ سے مراد یہ ہے کہ اگر اس کو مرد فرض کریں تو نکاح نہ ہو سکتا ہو جیسا کہ بیٹی، ماں اور بہن بخلاف چچا زاد بہن کے ... ان کے بعد اجنبی عورتوں کا درجہ ہے ... اور ان

ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر دونوں شرم گاہیں دھوئے۔ اس کے بعد کپڑا نکال کر اپنا بایاں ہاتھ دھولے اور پھر دوسرا کپڑا لپیٹ کر شہادت کی انگلی سے میت کے دانت اور نکپڑے صاف کرے اور میت کو وضو کرائے۔ اگر غسل کے بعد مزید نجاست خارج ہو تو اس کو بھی نماز سے قبل دھونا واجب ہے اور نماز کے بعد مندوب ہے۔ اگر نجاست کا سلسلہ منقطع نہ ہو تو غسل اور نماز دونوں ویسے ہی صحیح ہوں گے جیسے کہ زندہ شخص کو سلسل بول کا عارضہ ہو لیکن محلِ نجاست پر کپڑا باندھ کر نماز میں ممکنہ عجلت کی جائے۔ بقولِ منہاج بدن سے بیرونی نجاست کا ازالہ بھی مشروط ہے تاکہ غسل کا پانی سارے بدن کو پہنچ سکے۔

وضو میت کو وضو کرانا مسنون ہے جیسا کہ زندہ کے لیے غسل سے پہلے وضو مسنون ہے۔ وضو مسنون ہے گر وضو کی نیت واجب ہے اس لیے کہ وضو **تعبُّدی** امر ہے اور تعبُّدی امر نیت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ حدیث۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ میت کو وضوئے مسنون کرانے کی نیت کی جائے۔ نَوَیْتُ وُضُوْءًا مَسْنُوْنًا لِهٰذَا الْمَیِّتِ۔ وضو کے اعضا تین تین مرتبہ دھوئے۔ مضمضہ اور استنشاق بھی کرائے۔ مضمضہ غرارہ کرنے اور استنشاق ناک میں پانی لینے کو کہتے ہیں۔ میت کا منہ اور ناک صاف کرتے وقت میت کے سر کو جھکا دے تاکہ اندر پانی نہ جائے۔ اسی لیے میت کے مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ مندوب نہیں ہے۔ وضو کے بعد میت کو غسل دے۔

غسل میت کا غسل واجب ہے مگر غسل کی نیت مسنون ہے بخلاف وضو کے میت کے پانی میں ڈوبنے سے غسل کا فرض کفایہ ادا نہیں ہوتا اس لیے کہ یہ فعل مکلف نہیں ہے۔ غسل **امر تعبُّدی** ہے جو مکلف کے فعل سے ادا ہوتا ہے۔ بخلاف اس کے تکفین اور تدفین امرِ تعبُّدی نہیں ہیں اور انسانی فعل کے بغیر بھی ان کی تکمیل ہو سکتی ہے اگر کسی نے اپنی میت کو آپ اپنی کرامت سے غسل دے لیا ہو تو کافی ہے اس لیے کہ وہ مکلف کا فعل ہے جو میت کے عجز کی وجہ سے دوسرے کے ذمہ عاید ہوا۔ سید احمد بدوی اور عبداللہ المنافی نے اپنے آپ کو غسل دے لیا تھا سیدتنا **فاطمۃ الزہرا**رض کو جب کشف سے نور سے معلوم ہوا کہ آپ کی روح قبض ہو چکی ہے تو آپ نے اپنے کو غسل دیا اور خوش بو لگایا، اچھے کپڑے پہنے اور کہا کہ غسل نہ دیا جائے۔

نیت۔ امام ابو حنیفہ رض اور امام شافعی رح کا قول ہے کہ غاسل کے لیے غسلِ میت کی نیت واجب نہیں ہے اس لیے کہ غسل سے صفائی مقصود ہے اور صفائی بغیر نیت کے بھی حاصل ہوتی ہے! امام مالک رض کا قول ہے کہ نیتِ غسل بھی واجب ہے اس لیے کہ غاسل طہارت میں میت کی جانب سے نیابت کرتا ہے اور طہارت عملِ صالح ہے اور کوئی عملِ صالح بغیر نیت کے حاصل نہیں ہوتا۔ امام ... خلاف نہ ہو جنھوں نے واجب تصور کیا۔ نیتِ غسل۔ نَوَیْتُ اَدَاءً ... اِسْتِبَاحَةَ الصَّلٰوةِ عَلٰى هٰذَا الْمَيِّتِ

پتے اور صابون کے اثر کو زایل کیا جائے۔ اس غسل کو مُزِیلہ یعنی زایل کرنے والا کہتے ہیں۔ تیسرے مرتبہ کے غسل میں خالص پانی سے
دھویا جائے جس میں تھوڑا سا کافور ملایا جائے۔ کافور میت کے بدن کو تقویت پہنچاتا ہے اور حشرات الارض اور
سڑاوٹ کو روکتا ہے۔ یہ تعداد اُس صورت میں کافی ہے جبکہ بدن کی صفائی ہو جائے ورنہ بدن کی صفائی کے لیے جتنے
مرتبہ ضرورت ہو اُتنے مرتبہ بیری کا پتا یا صابون کا استعمال کیا جائے۔ اگر طاق کی تعداد میں صفائی نہ ہو تو طاق تک
نہلانا بھی مسنون ہے۔ مثلاً صفائی چوتھے مرتبہ کے غسل میں حاصل ہو تو پانچویں مرتبہ کا نہلانا مسنون ہے خالص پانی
میں کافور اُس صورت میں ملایا جائے جبکہ میت مُحرِم کی نہ ہو۔ مُحرِم کی میت میں تحلیلِ اول تک کافور ملانا حرام ہے
کافور بھی خوش بو میں داخل ہے جس کا استعمال احرام کی حالت میں ممنوع ہے تحلیلِ اول کے بعد موت واقع ہو تو اس
میت پر عام میت کے احکام مطابق ہوں گے۔ کافور کے قلیل مقدار کی قید اس لیے ہے کہ پانی متغیر نہ ہو۔
آمیزش کے لحاظ سے اشیاء کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو پانی میں حل ہو جائے جس کو **مخالط** کہتے ہیں اور دوسری وہ
جو پانی میں حل نہ ہو بلکہ اصلی حالت میں قایم رہے جس کو **مجاور** کہتے ہیں۔ قلیل مقدار کی قید صرف مخالط کے لیے
ہے نہ کہ مجاور کے لیے۔ **بال**۔ وضو کے بعد پہلے میت کا سر اور داڑھی بیری کے پتے یا صابون وغیرہ سے دھوئے اگر
بالوں میں پیچ پڑا ہو تو کھلے دندانوں والے کنگھے کے ذریعہ سہولت کے ساتھ پیچ کھولے اور کنگھا کرے اور اس طرح
جو بال نکلیں ان کو کفن میں رکھ دینا یا قبر میں دفن کرنا مندوب ہے۔ اگر کفن یا دفن سے چھوٹ جائیں تو ان کو علٰحدہ
دفن کرنا واجب ہے۔ انسان کے بدن کا کوئی عضو علٰحدہ ہو جائے اور اس کے بعد ہی موت واقع ہو تو اس عضو کے ساتھ
بھی یہی عمل ہوگا۔ **ترتیب**۔ میت کو چت لٹا کر پہلے بدن کے داہنے حصہ کو اور پھر بائیں حصہ کو بیری کے پتے یا صابون
وغیرہ سے دھوئے اور پھر بائیں کروٹ لٹا کر عقبی داہنے حصہ کو دھوئے اور پھر داہنی کروٹ لٹا کر عقبی بائیں حصہ کو
اسی طرح دھوئے۔ اس کے بعد صابون وغیرہ کے اثر کو زایل کرنے کے لیے سر سے پاؤں تک دھوئے۔ اس غسل کو مُزِیلہ کہتے ہیں۔
اس کے بعد خالص پانی سے جس میں تھوڑا سا کافور ملا ہوا ہو سر سے پاؤں تک دھوئے۔ یہ تینوں ملا کر ایک مرتبہ کا غسل ہوگا
اس لیے کہ آخری خالص پانی کا غسل، غسل میں شمار ہوتا ہے۔ اسی طرح دوسرے اور تیسرے مرتبہ کا غسل مسنون ہے۔
تین کو تین سے ضرب دینے سے جملہ تعداد نو ہو جاتی ہے جس میں خالص پانی کے غسل کی تعداد تین ہی رہتی ہے جو شمار
کے لائق ہے۔ غسل میں میت کو اَوندھی لٹانا حرام ہے۔ **تعمیم**۔ بدن کے دھونے میں عورت کی شرم گاہ کا وہ حصہ بھی داخل
ہے جو ثیبہ عورت کے رفعِ حاجت کے لیے بیٹھنے کے وقت ظاہر ہوتا ہے۔ غیر ختنہ شدہ مرد کے ختنہ کے چمڑے کے نیچے کا حصہ
بھی داخل ہے۔ اس حصہ کو بھی دھونا چاہیے۔ اگر یہ حصہ نہ دھویا جا سکے اور اندرونی نجاست باقی رہ جائے تو اس کے لیے
بقول ابنِ حجر تیمم کرایا جائے تا کہ اس میت پر نمازِ جنازہ پڑھی جا سکے ورنہ بقول رملی نجاست باقی رہنے کی وجہ سے
تیمم نہیں کرایا جا سکتا اور نہ نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ ابنِ حجر کے قول کی تقلید اس لیے مناسب ہے کہ نماز پڑھنے سے

سب کے بعد شوہر کا درجہ ہے اور اس کے بعد محرم مردوں کا درجہ ہے۔ اگر دو مساوی درجہ کے اشخاص میں اختلاف ہو تو قرعہ ڈال کر انتخاب کیا جائے۔

آدابِ غسل۔ خلوت[1] میں یعنی لوگوں کی نظر سے بچا کر غسل دیا جائے۔ غسل دینے والے اور اس کو مدد دینے والے اور میت کے ولی کے سوائے کوئی اس جگہ بغیر ضرورت داخل نہ ہو۔ سقف[2] یعنی چھت کے نیچے غسل دینا افضل ہے نہ کہ زیرِ سما۔ مرتفع[3] مقام پر میت کو غسل دیا جائے تاکہ چھینٹے نہ اڑیں جیسا کہ تخت وغیرہ پر۔ قمیص[4] میت کا پرانا ہو اس میں سے پانی سرایت کر سکے تو اس قمیص میں ہی میت کو غسل دیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیتے وقت گھر کے اندر سے ندا آئی تھی کہ آپ کے جسدِ مبارک سے قمیص نہ نکالیں۔ قمیص نہ ہو تو سترِ عورت کے ساتھ غسل دیا جائے۔ ٹھنڈے[5] اور کھارے پانی سے نہلائے سوائے اس کے کہ گرم پانی کا احتیاج ہو۔ اس لیے کہ ٹھنڈا پانی میت کے بدن کو سخت کرتا ہے اور کھارا پانی تعفّن کو روکتا ہے۔ ٹھنڈے پانی کے استعمال سے بلحاظ موسم غاسل کو زحمت ہوتی ہو یا میت کے بدن سے میل کے زائل کرنے میں گرم پانی کی ضرورت ہو تو گرم پانی استعمال کیا جائے۔ آبِ زمزم سے میت کو نہلانا مکروہ ہے اس قول کی رعایت سے جو میت کے نجس ہونے کی نسبت ہے۔ ستر[6] وجہ میت کو مقامِ غسل پر لاتے ہی میت کے چہرے کو کسی کپڑے سے ڈھانپنا مستحب ہے۔

آدابِ غاسل۔ غاسل کے لیے مندوب ہے کہ جہاں تک ممکن ہو میت سے نظر بچائے اور مس کرنے سے احتراز کرے بلکہ میت کے بدن کے لائقِ ستر (عورت) حصہ پر نظر ڈالنا اور بغیر حائل کے اس حصۂ بدن کو مس کرنا حرام ہے سوائے زوجین کے۔ زوجیت کے حقوق موت سے بھی منقطع نہیں ہوتے۔ اس کی دلیل میراث ہے۔ زوجین کے لیے بغیر شہوت کے مس اور نظر دونوں جائز ہیں اور بعض کا قول ہے کہ مس نہ کرنا اور نظر نہ کرنا مندوب ہے۔ غاسل کے لیے مسنون ہے کہ امین اس طرح ہو کہ اگر کوئی خوبی میت میں دیکھے جیسا کہ چہرے کو منور دیکھے یا خوش بو پائے تو اس کا ذکر کرے۔ میت کے محاسن کا ذکر کرنا مسنون ہے۔ اس کے خلاف چہرے کو تاریک یا بو کو متغیر پائے تو اس کا ذکر کرنا بغیر کسی مصلحت کے حرام ہے۔ حدیث صحیح مسلم۔ مَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ حدیث ترمذی اُذْكُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ وَكُفُّوْا عَنْ مَسَاوِيْهِمْ۔ حدیث مستدرک۔ مَنْ غَسَلَ مَيِّتاً وَكَتَمَ عَلَيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ أَرْبَعِيْنَ مَرَّةً۔ مصلحت کی دو صورتیں ہیں۔ کسی بدعتی کی میت میں کوئی خوبی پائے تو اس کا ذکر مسنون نہیں ہے بلکہ پوشیدہ رکھے تاکہ لوگ اس کی بدعت کی پیروی نہ کریں۔ اگر بدعتی کی میت میں کوئی برائی دیکھے تو اس کا ذکر اس نیت سے کرے کہ لوگ اس بدعت سے پرہیز کریں۔

طریقۂ غسل۔ میت کو طاق مرتبہ یعنی تین، پانچ، سات یا نو مرتبہ نہلانا مندوب ہے اور یہ بھی مندوب ہے کہ پہلے مرتبہ میں بدن سے میل صاف کرنے میں بیری یا خطمی کے پتے یا صابون وغیرہ سے مدد لی جائے۔ دوسرے مرتبہ کے نہلانے میں

اور لڑائی کے بعد فوت ہو جائے تو شہید کے حکم میں داخل ہے۔ کافروں کی لڑائی میں بغیر لڑائی کے سبب کے، مرض وغیرہ کے سبب فوت ہو تو شہید نہیں ہے۔ **حیاتِ مستقرہ** میں حیوان کی بینائی، آواز اور حرکت تینوں اختیاری ہوتی ہیں اس حالت میں حیوان کچھ وقت یا کچھ دن زندہ رہ سکتا ہے **حرکتِ مذبوح** میں بینائی، آواز اور حرکت تینوں اختیاری نہیں ہوتیں بلکہ اضطراری ہوتی ہیں اور حیوان کی موت فی الحال واقع ہوتی ہے۔

حکم۔ شہید کا غسل اور اس پر نماز حرام ہے مگر تکفین اور تدفین واجب ہے۔ شہید کے بدن پر شہادت کا اثر قایم رکھنے کے لیے غسل کو حرام قرار دیا گیا۔ شہید کو یہ عظمت اس لیے دی گئی کہ شہادت کی طرف ترغیب وتحریض ہو۔ حدیث۔ اِنَّ رَائِحَتَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ تَکُوْنُ کَرَائِحَةِ الْمِسْكِ۔ بے شک اس کی بُو قیامت کے دن مشک کی بُو کے مانند ہو گی۔ بخاری نے جابرؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہیدوں کو اُن کے زخموں کے خون کے ساتھ دفن کرنے، غسل نہ دینے اور ان پر نماز نہ پڑھنے کے لیے حکم دیا تھا۔ حدیث سے شہید کی یہ کرامتیں ثابت ہیں۔ پہلے خون کے قطرے پر اُس کی بخشش ہوتی ہے۔ شہید موت کی حالت میں ہوتا ہے اور جنت میں اُس کا مقام معین ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ روئے زمین پر اُس کا جانشین قایم کرتا ہے۔ شہید ایمان کے زیور سے آراستہ اور قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔ فزعِ اکبر (قیامت) سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ اس کے ستر اہل واقارب کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ حیاتِ طیبہ پاتا ہے۔ آیت۔ (۳/۱۴) وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ۔ اُن لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مارے گئے مُردہ مت سمجھو بلکہ وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں اور روزی پاتے ہیں۔ موت سے قبل جنابت یا حیض اور نفاس کی حالت میں ہو تو بھی غسل دینا حرام ہے البتہ کوئی بیرونی نجاست لگی ہو تو اس کا زایل کرنا واجب ہے۔ شہید کی تکفین اور تدفین واجب ہے۔ اَولیٰ یہ ہے کہ خون آلود کپڑوں میں ہی تکفین کی جائے اگر وہ کافی نہیں ہیں تو اس قدر کپڑے سے تکمیل کی جائے جس سے پورے بدن کا ستر ہو سکے۔ وہی خون آلود لباس قایم رکھا جائے جو عام طور پر پہننے کا لباس ہے۔ سامانِ حرب خود، زِرہ بکتر، جوتے وغیرہ کو نکال دینا مندوب ہے۔

اقسامِ شہداء۔ شہداء کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ شَهِیْدُ الدُّنْیَا وَالْآخِرَة وہ شہید ہے جس نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے لڑائی کی۔ ۲۔ شَهِیْدُ الدُّنْیَا وہ شخص ہے جس نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے نہیں بلکہ مالِ غنیمت وغیرہ کے لیے لڑائی کی۔ ان دونوں قسم کے شہیدوں کی میت کو غسل نہیں دیا جاتا اور ان کی میت پر نماز نہیں پڑھی جاتی۔ ۳۔ شَهِیْدُ الْآخِرَة وہ شہید ہے جس کے لیے صرف آخرت میں زیادہ رتبہ ہے اور دنیا میں وہ غیر شہید کے مانند ہے اس کی میت کو غسل دیا جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے۔ ابو شجاع نے مشرکین کی لڑائی کی قید عاید کر کے اس قسم کو خارج کیا ہے۔ ان کی بہت سی قسمیں ہیں۔ عورت جو وضع حمل میں فوت ہو۔ وہ شخص جس کی موت غرقابی سے

میت کی بے حرمتی نہیں ہوتی۔ یہ حکم قطعی ہے کہ موت کے بعد ختنہ کا عمل حرام ہے۔ **پانچ مرتبہ** کے نہلانے میں پہلے مرتبہ بیری کا پتا اور دوسرے مرتبہ اسکو زایل کرنیکے لیے وبقیہ تین مرتبہ خالص پانی سے یا تیسرے مرتبہ بیری کے پتے سے اور چوتھے مرتبہ اس کو زایل کرنے کے لیے اور پانچویں مرتبہ خالص پانی سے نہلائے۔ **سات مرتبہ** کے نہلانے میں پہلے مرتبہ بیری کے پتے سے اور دوسرے مرتبہ اس کو زایل کرنے کے لیے اور تیسرے مرتبہ بیری سے اور چوتھے مرتبہ اس کو زایل کرنے کے لیے اور بقیہ تین مرتبہ خالص پانی سے یا تیسرے مرتبہ خالص پانی سے اور چوتھے اور پانچویں مرتبہ بیری سے اور چھٹے مرتبہ اس کے اثر کو زایل کرنے کے لیے اور ساتویں مرتبہ خالص پانی سے یا پہلے مرتبہ بیری سے اور دوسرے مرتبہ اس کو زایل کرنے کے لیے اور تیسرے مرتبہ بیری سے اور چوتھے مرتبہ اس کو زایل کرنے کے لیے اور پانچویں مرتبہ بیری سے اور چھٹے مرتبہ اس کو زایل کرنے کے لیے اور ساتویں مرتبہ خالص پانی سے نہلائے۔ **نو مرتبہ** کے نہلانے میں پہلے مرتبہ بیری سے اور دوسرے مرتبہ اس کو زایل کرنے کے لیے اور تیسرے مرتبہ خالص پانی سے، چوتھے مرتبہ بیری سے اور پانچویں مرتبہ اس کو زایل کرنے کے لیے چھٹے مرتبہ خالص پانی سے، ساتویں مرتبہ بیری سے، آٹھویں مرتبہ اس کو زایل کرنے کے لیے اور نویں مرتبہ خالص پانی سے نہلائے۔ خالص پانی میں ہمیشہ تھوڑا کافور شریک کیا جائے اور خالص پانی سے ہمیشہ مزیلہ کے بعد نہلائے بلکہ سب سے آخر میں بھی خالص پانی سے نہلائے۔

خلاصہ۔ اقل غسل ایک مرتبہ میت کے پورے بدن کو دھونا ہے۔ ادنیٰ کمال تین مرتبہ، اوسط پانچ یا سات مرتبہ اور اکمل نو مرتبہ نہلانا ہے۔

استثناء۔ شہید اور سقط کو غسل نہ دیا جائے اور نہ ان پر نماز پڑھی جائے۔ **شہید**۔ شہادت سے مشتق ہے جس کے معنی گواہی دینے کے ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے جنت کی گواہی دی ہے اس اعتبار سے شہید بمعنی مشہود لہ ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کی روح نے دوسروں سے قبل جنت کو دیکھا اور اس اعتبار سے شہید بمعنی شاہد ہے۔ شہید وہ شخص ہے جو کافروں کی لڑائی میں، لڑائی کی حالت میں لڑائی کے سبب سے فوت ہوا، اس کو کسی کافر نے قتل کیا ہو یا کسی مسلم نے خطاً قتل کیا ہو یا اُسی کا ہتھیار پلٹ کر لگا ہو، یا سواری سے گر کر فوت ہوا ہو یا اسی طرح اور کوئی صورت ہو۔ کافروں کی لڑائی میں کافروں نے کسی مسلم سے بدلی ہو اور اس مسلم کے ہاتھ سے کوئی مسلم مارا جائے تو وہ بھی شہید ہے۔ کفار کی لڑائی کی قید ہے، قاتل کون تھا اس کی قید نہیں ہے۔ لڑائی کی نسبت یہ شرط ہے کہ فرض کفایہ ہو یا مباح ہو۔ ایسے کافر ذمی سے لڑائی جس نے عہد شکنی نہیں کی حرام ہے۔ باغیوں کے ساتھ لڑائی میں فوت ہو تو شہید نہیں ہے۔ مگر باغیوں نے کسی کافر سے مدد لی ہو اور اس کافر کے ہاتھ سے قتل ہو تو شہید ہے۔ اگر لڑائی کے ختم ہونے کے بعد ایسے زخم سے فوت ہو جو لڑائی میں پہنچا ہو اور زخمی میں حیاتِ مستقرہ باقی رہی ہو تو اظہر قول یہ ہے کہ وہ شہید نہیں ہے۔ اگر لڑائی میں ایسا زخم پہنچا ہو کہ زخمی میں صرف حرکتِ مذبوح باقی رہی ہو

میں۔ بے شک وہ بہت جلد چھینا جاتا ہے یعنی بوسیدہ ہو جاتا ہے۔ اگر کفن کے لیے پاک کپڑا نہ مل سکے تو میت کی طہارت کے بعد میت پر نمازِ جنازہ پڑھے اور نماز کے بعد نجس کپڑے سے میت کی تکفین کرے۔

مقدارِ کفن ۔ مرد، عورت، بالغ یا نابالغ ان سب کی میت کے لیے تین لفافوں کا کفن واجب ہے۔ اور تینوں لفافے ہی ہونگے۔ ہر ایک لفافہ کی مقدار اتنی ہونی چاہیے کہ میت کے پورے بدن کو ڈھانپ سکے۔ مرد کے لیے ان ہی تین لفافوں کا کفن واجب ہے اور افضل بھی یہی ہے اس مقدار پر اضافہ کرنے میں کراہت نہیں اولویت کے خلاف ہے۔ اضافہ کرنے میں افضل صورت یہ ہے کہ تین لفافوں میں سے ایک لفافہ کم کرکے ازار، قمیص اور عمامہ کا اضافہ کیا جائے، جملہ پانچ کپڑے ہو جائیں گے مگر افضل وہی تین لفافے مرد کے لیے ہیں میت احرام کی حالت میں ہو تو قمیص اور عمامہ کا اضافہ نہ کیا جائے۔ عورت کے لیے تین لفافوں کا کفن واجب ہے مگر افضل پانچ کپڑوں کا کفن ہے۔ ازار، پھر اوڑھنی، پھر قمیص اور پھر دو لفافے۔ ازار اس کپڑے کو کہتے ہیں جو کمر پر باندھا جائے اور ناف اور گھٹنے کے درمیانی حصہ کو ڈھانپے۔ اوڑھنی وہ کپڑا ہے جو عورت کے سر کے بالوں کو ڈھانپے میت کے مال سے کفن کیا جائے تو مرد کے لیے واجب اور افضل تین لفافے اور عو۔۔ت کے لیے واجب تین لفافے اور افضل پانچ کپڑے لیکن میت کے مال سے تکفین نہ ہو بلکہ اس شخص کے مال سے ہو جس کے ذمہ اس کا نفقہ تھا، یا بیت المال سے تکفین کی جائے یا موقوفہ جائداد سے یا تونگر مسلمانوں کے صرفہ سے تو ایک کپڑے کا کفن واج۔ ۔ ہے جو پورے بدن کو ڈھانپ دے کفن میت کے مال سے ہو اور میت پر قرض کا بار ہو تو کفن ایک کپڑے کا وا۔ ۔ ہے اگرچہ قرض خواہ صرف ستر عورت کے کفن پر اصرار کرے۔ قرض خواہ کی رضامندی سے تین پارچوں کا کفن ہو سکتا ہے اصول یہ ہے کہ ستر عورت کا کفن خالص اللہ کا حق ہے اور ستر عورت سے بڑھ کر اور پورے بدن کا کفن حقِ میت۔ ۔ ہے اور اس میں حق اللہ کا بھی شائبہ ہے اور دوسرے اور تیسرے کپڑے کا کفن خالص حقِ میت ہے۔

خوش بو ۔ میت پر اور کفن میں کافور، عطر، صندل اور عبیر جیسی خوش بو کی چیزوں کا استعمال کرنا مسنون ہے بشرطیکہ میت محرم کی نہ ہو۔ چوتڑوں کے درمیان اور شرم گاہوں پر روئی رکھ کر اس پر خوش بو کی اشیاء ڈالی جائیں اور دونوں چوتڑوں کے اطراف پارچہ سے باندھ دیا جائے۔ بدن کے منافذ آنکھوں، نکپڑوں اور کانوں میں روئی رکھ کر اس پر خوش بو ڈالی جائے۔ سجدہ کے مقامات پیشانی، ہتھیلیوں اور انگلیوں کے درمیان، کہنیوں اور گھٹنوں اور پاؤں کے تلوؤں اور انگلیوں میں روئی رکھ کر ان پر خوش بو ڈالی جائے۔

طریقۂ تکفین مسنون ہے کہ سب سے بہتر پارچہ کے لفافہ کو پہلے نیچے مقامِ تکفین پر بچھائے اور بقیہ لفافے اس کے اوپر بچھائے اور ان سب کے اوپر میت کو چت لٹائے، دونوں ہاتھ سینے پر داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے یا دونوں ہاتھ دونوں طرف چھوڑ دے اور حسبِ صراحتِ بالا روئی رکھے اور خوش بو لگائے۔ مرد کو پہلے ازار پھر قمیص پہنائے اور عمامہ باندھے

واقع ہو اگرچہ غیر دانشمندی سے سمندر کا سفر کیا ہو اور خطرہ مول لیا ہو جیسا کہ چھوٹی اور ناقص کشتی میں سمندر میں نکل جائے۔ وہ شخص جو کسی عمارت وغیرہ کے گرنے سے دب کر فوت ہو جائے۔ وہ شخص جو جلنے سے فوت ہو جائے۔ وہ شخص جو غربت اور تنہائی میں فوت ہو۔ وہ شخص جو حصولِ علم میں فوت ہو جائے اگرچہ بستر پر اس کی موت واقع ہو۔ وہ شخص جو عشق میں فوت ہو جائے بشرطیکہ عفت قائم رکھے اور تخلیہ میں بھی حدودِ شرع سے تجاوز نہ کرے معشوق سے بھی اپنے عشق کو پوشیدہ رکھے اباحتِ شرعی کا امکان ہو مگر حصولِ مقصد دشوار ہو۔

سِقط سقوط سے مشتق ہے جس کے معنی گرنے اور زایل ہونے کے ہیں۔ سِقط بمعنی ساقط اُس چیز کو کہتے ہیں جو گر جائے اور شرع میں اُس حمل کو کہتے ہیں جو پوری ... سے پہلے وضع ہو۔ سقط کی تین قسمیں ہیں۔ وہ مولود جس میں ولادت کے بعد حیات کی علامتیں پائی جائیں جیسا کہ حرکت، تنفس اور نبض۔ ولادت کے بعد کا رونا لازم نہیں ہے۔ اِس مولود کے لیے چاروں امور غسل، کفن، نماز اور دفن واجب ہیں۔ وہ مولود جس میں ولادت کے بعد حیات کی علامتیں نہ پائی جائیں لیکن خلقت پائی جائے یعنی اعضا کی تخلیق ہو چکی ہو۔ اس قسم کے مولود کے لیے تین امور غسل، کفن اور دفن واجب ہیں۔ نماز واجب نہیں ہے۔ وہ مولود جس میں خلقت بھی ظاہر نہ ہوا اس مولود کے لیے کوئی چیز واجب نہیں ہے بلکہ اُس پر نماز حرام ہے ... یہ ہے کہ اس کو کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔ سقط کی نسبت رملی نے یہ قید عاید کی ہے کہ چھ مہینوں کی مدت ... کے اندر حمل وضع ہوا ہو اور بعض نے کہا ہے کہ ولادت کے بعد مولود رویا نہ ہو۔ بہرحال ابو شجاع کے متن کے لحاظ سے غسل اور نماز سے مستثنیٰ وہ مولود ہے جس میں خلقت ظاہر نہیں ہوئی۔

کفن

کفن تین سفید لفافوں کا واجب ... ہے اور مرد کے لیے افضل یہی ہے۔ عورت کے لیے اِزار پھر اُوڑھنی پھر قمیص اور پھر دو لفافے افضل ہیں۔ میت کی طہارت اور غسل یا تیمم کے بعد کفن پہنایا جاتا ہے۔

پارچۂ کفن ... ہے کہ کفن کا کپڑا جدید نہ ہو، دھویا ہوا سفید ہو۔ حدیث۔ اِلْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا خَيْرُ ثِيَابِكُمْ وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ۔ سفید لباس پہنو اس لیے کہ وہ تمھارا بہترین لباس ہے اور تکفین کرو اپنی موتاؤں کی اُسی میں۔ ایسے پارچہ میں میت کی تکفین کرنی چاہیے جس کا استعمال اس کی زندگی میں حلال یا جایز تھا اس کے سوا کسی اور پارچہ میں کفن کرنا مکروہ ہے۔ عورت کو ریشمی اور رنگین کپڑے میں کفن کرنا جایز مگر کراہت کے ساتھ۔ بوجہ معذوری ریشمی کپڑا کفن میں استعمال کیا جائے تو ایک ہی کپڑے پر اکتفا کیا جائے۔ کفن میں مبالغہ اور ضرورت سے زیادہ صرفہ کرنا مکروہ ہے۔ لَا تَغَالَوْا فِي الْكَفَنِ فَإِنَّهُ يُسْلَبُ سَرِيعًا۔ مت غلو کرو

فَيُصَلِّي عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوفٍ إِلَّا غُفِرَ لَهُ۔ کوئی بندۂ مسلم فوت ہو جائے اور اُس پر تین صفیں نماز پڑھیں تو اس کا بخشا جانا ضروری ہے۔ شافعیہ اور حنبلیہ میں اندرونِ مسجد نماز جنازہ جایز ہے اور حنفیہ اور مالکیہ میں کراہت اس لیے ہے کہ میت کی نجا... سے مسجد کی تلویث کا خو... ہے اگر میت ... سے نجاست جاری ہو تو ہر چہار امام متفق ہیں کہ کراہت تحریمی ہے۔ غائب پر بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی مگر شرط یہ ہے کہ وہی لوگ پڑھیں گے جو اس کی موت... کے وقت نماز کے اہل تھے کسی شخص کی موت کی اطلاع دوسرے شہروں میں پہنچے تو نماز جمعہ کے بعد یا کسی اور مجمع میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ ایک ہی شہر کی ایک جانب کسی کی موت ہو تو اس کی دوسری جانب بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے بلکہ بلحاظ سہولت ایک شہر کی متعدد مسجدوں میں بھی نماز جنازہ ہو سکتی ہے **عضوِ میت** اگر میت... کے بدن کا کچھ حصہ ملا تو اس کو غسل دینے اور ستر کرنے کے بعد اس پر نماز پڑھے اور حاضر کی میت کی طرح دفن کرے۔ یہ درا‌صل غایب پر نماز متصور ہو گی۔ **جماعت**۔ نماز جنازہ انفراداً اور جماعت میں دونوں طرح پڑھی جا سکتی ہے مگر جماعت مسنون ہے۔ ایک جماع... کے ختم ہونے پر اور لوگ جمع ہوں تو دوسری اور تیسری جماعت بھی ہو سکتی ہے اور یہی سلسلہ قبر پر بھی جاری رہ سکتا ہے۔ **قبر** پر بھی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے مگر واجب یہ ہے کہ دفن کرنے سے پیشتر نماز پڑھی جائے۔ دفن کے بعد جو لوگ حاضر ہوں تین دن تک نماز پڑھ سکتے ہیں۔ انبیاء کی قبر پر نماز جنازہ پڑھنا ممنوع ہے۔ حدیث۔ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ۔ یہود اور نصاریٰ پر خدا کی پھٹکار ہو کہ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنائی ہیں۔

امامت۔ میت کی نماز کے لیے باپ اولی ہے۔ باپ کے بعد دادا اور اسی طرح اوپر تک۔ اصول کے بعد فروع کا درجہ ہے بیٹا اور پھر پوتا اور اسی طرح نیچے تک۔ پھر باقی عصبہ میراث کی ترتیب... سے اور ان کے بعد ذوی الارحام نانا ماموں خالو پھر ماں کے چچا کا درجہ ہے۔ اگر ولی کسی اجنبی کو امام مقرر کرے تو جایز ہے۔ امام اور منفرد مرد کی میت کے سر کے مقابلہ میں اور عورت کی میت کی کمر کے مقابلہ میں کھڑا رہے نماز میں۔ مجیرمی نے تحفۃ الحبیب میں یہ بھی صراحت کی ہے کہ مرد کی میت کا سر امام کی بائیں جانب اور میت کے بدن کا اکثر حصہ امام کے داہنی جانب ہونا چاہیے حالانکہ موجودہ عمل اس کے خلاف... ہے۔ عورت کی میت کی ... صراحت کی ہے کہ امام عورت کی میت کی کمر کے پاس کھڑا رہے اور میت کا سر امام کی داہنی جانب رہے۔ بقول بیجوری عورت اور مرد کی میتوں کی نماز میں صرف امام کے کھڑے رہنے کے مقام میں فرق نہیں ہے بلکہ ان دونوں میتوں کے جنازہ کے رکھنے میں بھی فرق ہے۔ مرد کی میت کا سرھانا بائیں جانب اور پائیں داہنی جانب اور عو... کی میت کا سرھانا داہنی جانب اور پائیں بائیں جانب ہو گا۔ منفرد بھی اسی طرح کھڑا ہو گا۔

صفوف۔ جنازہ کی نماز میں کم سے کم تین صفیں بنائی جائیں اور مصلیوں کی تعداد زیادہ ہو تو طاق صفیں بنانا

اور پھر دونوں لفافے لپیٹے اور عورت کو پہلے ازار پھر قمیص پھر اوڑھنی اور پھر دونوں لفافے لپیٹے۔ لفافہ کا بایاں حصہ پہلے لپیٹے اور پھر داہنا حصہ اُسکے اوپر سے لپیٹے اور اسی طرح دوسرا لفافہ لپیٹے یا پارچہ کی لمبی چیری لیکر میت کے سر کے اوپر، کمر پر اور پاؤں کے نیچے باندھے تاکہ میت۔۔ کو لے جانے کے وقت میت۔۔ کے بدن میں انتشار نہ ہو اور بدن چھپے نہیں۔ محرم کی میت کو اس طرح نہ باندھے عورت کا چہرہ اور مرد کا سر کھلا رکھے۔ قبر میں میت کو لٹانے کے بعد پارچے کے بند حسن کھول دیں سوائے کمر کی بندش کے کفن پر قرآنی آیتیں یا اللہ۔۔ کا نام لکھنا حرام ہے تاکہ میت۔۔ کے سڑنے گلنے کی وجہ سے متبرک الفاظ کی بے حرمتی نہ ہو۔

نماز

نمازِ جنازہ۔ جنازہ کی نماز مدینۂ طیبہ میں ہجرت کے پہلے سال شروع کی گئی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور سکران جو سودہ ام المؤمنین کے چچا زاد برادر اور پہلے شوہر تھے، ان دونوں کا انتقال ہجرت۔۔ سے پہلے مکۂ مکرمہ میں ہوا مگر ان پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی گئی۔ ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینۂ طیبہ پہنچے تو براء بن معرور فوت ہو چکے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ ان کی قبر پر پہنچے اور نمازِ جنازہ پڑھی۔ اسلام میں یہی پہلی نماز ہے جو مدینۂ طیبہ میں پڑھی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تیس ہزار مسلمانوں اور ساٹھ ہزار فرشتوں نے نماز پڑھی تھی مگر عدمِ خلیفہ کی وجہ سے سبھوں نے یہ نماز انفراداً پڑھی۔

شرائطِ صحتِ نمازِ جنازہ۔ جنازہ کی نماز کی صحت۔۔ کے لیے وہی شرائط ہیں جو عام نمازوں کی صحت کے لیے مقرر ہیں اور ان کے علاوہ بھی بعض امور مشروط ہیں۔

طہارتِ[1] میت۔ نماز سے پہلے میت کا غسل واجب ہے۔ اگر غسل نہ کرایا جاسکے تو تیمم کرائے۔ اگر میت کی ختنہ نہ ہوئی ہو اور حشفہ کی نجاست نہ دور کی جاسکے تو بقولِ رملی اس پر بھی نماز نہیں پڑھی جائے گی۔ ابنِ حجر کا قول ہے کہ غسل کے بعد اس کو تیمم بھی کرایا جائے اور نماز پڑھی جائے۔ اس قول کی تقلید میں یہ فایدہ ہے کہ میت۔۔ کی حرمت قائم رہتی ہے۔

تکفین[2] کے بعد میت پر نماز پڑھنا مندوب ہے۔ تکفین کے پہلے بھی نماز صحیح ہو سکتی ہے مگر اس میں کراہت ہے۔

تدفین[3] سے پہلے نمازِ جنازہ پڑھنا واجب ہے۔ بغیر نماز کے میت دفن کر دی گئی ہو تو اس کو نکالنا نہیں چاہیے بلکہ قبر پر نماز پڑھی جائے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے براء بن معرور کی قبر پر پڑھی تھی۔ دفن کے بعد تین روز تک قبر پر نمازِ جنازہ وہ لوگ پڑھ سکتے ہیں جو بوقتِ موت اہلِ نماز میں سے تھے۔ اہلِ نماز سے مراد وہ لوگ ہیں جو عاقل اور بالغ اور مسلم اور طاہر تھے میت کی موت اور غسل کے وقت۔

مسجد[4] میں نمازِ جنازہ پڑھنا مسنون ہے تین یا زیادہ طاق صفوں میں۔ حدیث۔ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ یَمُوْتُ

مَنْ حَضَرَ مِنْ اَمْوَاتِ الْمُسْلِمِیْنَ مُسْتَقْبِلًا اِلَی الْکَعْبَۃِ لِلّٰہِ تَعَالٰی نام کے ساتھ تعیّن کرتے ہوئے میت کی طرف اشارہ کرے اور نام میں غلطی ہو تو مضایقہ نہیں مگر اشارہ کے بغیر نام میں غلطی کرے تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

تکبیرِ اوّل یعنی تکبیرِ احرام کے ساتھ نیّت کی مقارنت واجب ہے۔ امام کے لیے امامت کی نیّت واجب نہیں ہے مگر امامت کی نیّت کرنے میں امام کو جماعت کا ثواب بھی ملیگا ورنہ نہیں۔ مقتدی کے لیے اقتدا کی نیّت ضروری ہے۔

قیام بصورتِ قدرت واجب ہے۔ قیام نہ کرسکے تو بیٹھ کر اور بیٹھ نہ سکے تو کروٹ لیٹ کر یا چت نماز پڑھے۔

تکبیرات چار بشمول تکبیرِ احرام واجب ہیں۔ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا اور ہاتھ سینے کے نیچے باندھنا مسنون ہے۔ چاروں تکبیر ایک رکن شمار کی جاتی ہیں۔ امام چار تکبیروں کے عوض پانچ تکبیریں کہے تو زاید تکبیر میں امام کی اتباع ماموم کے لیے مسنون نہیں ہے۔ ماموم کو اختیار ہے کہ مفارقت کی نیّت کرکے سلام پھیرے یا امام کے سلام کا انتظار کرے اور امام کے ساتھ سلام پھیرے اور یہی افضل ہے۔ اگر زاید رکعت میں ماموم امام کا ساتھ دے تو بھی نماز باطل نہ ہوگی۔ نمازِ جنازہ میں سجودِ سہو نہیں ہیں۔

قرائت سورۂ فاتحہ پہلی تکبیر کے بعد واجب ہے۔ نماز دن میں پڑھے یا رات میں، امام ہو یا منفرد، قرائت اسرار سے پڑھے۔ امام صرف تکبیروں اور سلام کو جہر سے بولے منفرد اور ماموم تکبیروں اور سلام کو بھی اسرار سے بولے۔ اسرار ایسی آواز سے پڑھنے کو کہتے ہیں جس کو خود سُن سکے اور جہر ایسی آواز میں پڑھنے کو کہتے ہیں جس کو خود کے سوا دوسرا شخص بھی سن سکے۔ تسمیہ یعنی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تو سورۃ الفاتحہ کا جزو ہے۔ تسمیہ سے پہلے تعوّذ یعنی اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم کہنا اور سورۂ فاتحہ کے ختم پر تامین یعنی آمین کہنا مسنون ہے۔ نمازِ جنازہ میں تخفیف مطلوب ہے اس لیے دعائے افتتاح اور دوسرے سورہ کی قرائت مسنون نہیں ہے۔ قبر پر یا غایب پر بھی اسی طرح نماز پڑھے۔ **موافق** وہ شخص ہے جو تکبیرِ احرام کہتے ہی امام کے ساتھ شریک ہوا اور جو شخص اس کے بعد شریک ہو **مسبوق** کہلاتا ہے۔ مسبوق اپنی تکبیرِ احرام کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھے اگرچہ امام آگے بڑھ گیا ہو۔ مسبوق پر امام کی نماز کے نظم کی پابندی نہیں ہے۔ امام کے سلام کے بعد مسبوق پر واجب ہے کہ واجب امور کی تکمیل کرے اور مندوب ہے کہ مندوب امور کی تکمیل کرے۔ مسبوق کی نماز کی تکمیل تک جنازہ کو منتقل نہ کرنا مندوب ہے۔ سورۂ فاتحہ پہلی تکبیر کے بعد ہی پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ دوسری تکبیروں کے بعد درود یا دعا کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں۔

درود رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم پر دوسری تکبیر کے بعد پڑھنا واجب ہے۔ اس کے بعد آلِ رسول پر درود پڑھنا مسنون ہے۔ اقلِ درود اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ ہے۔ اکمل درود وہ ہے جو تشہد وسط و آخر میں پڑھا جاتا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی

مسنون ہے۔ چھ افراد کی تعداد میں تین صفیں اس طرح ہوں گی کہ امام کے ساتھ ایک شخص کھڑا ہوگا اور پھر دو پیچھے دو اور ان کے ذرا پیچھے دو کھڑے ہوں گے اور چونکہ نماز جنازہ میں صُفوف کی تعداد کی قید ہے اس لیے جملہ صُفوف کا درجہ فضیلت میں مساوی ہوگا۔ مسبوق جو نماز کے آغاز کے بعد جماعت میں شرکت کرے اس کو اختیار ہوگا کہ جس صف میں چاہے شریک ہو جائے۔

جمع متعدد جنازوں پر: اولیا کی رضامندی سے ایک نماز پڑھی جا سکتی ہے اس لیے کہ نماز سے حقیقت میں دعا مطلوب ہے۔ ممکن ہو تو ہر ایک جنازہ کے لیے علٰحدہ نماز پڑھنا اَولیٰ ہے۔ امام کے قریب وہ جنازہ ہوگا جو پہلے آیا اگرچہ بعد میں آیا ہوا جنازہ ذاتی طور پر کوئی فضیلت رکھتا ہو۔ البتہ مرد کے جنازہ کو عورت کے جنازہ پر تقدیم ہوگی۔

رکوع اور سجود نمازِ جنازہ میں اس لیے نہیں ہیں کہ نماز جنازہ میں میت مصلیوں کے آگے قبلہ کے رُخ میں ہوتی ہے۔ رکوع اور سجود میں جہلاء کو دھوکا ہوتا تھا کہ عیاذاً باللہ میت کو رکوع اور سجدہ کیا گیا۔ اس لیے اس اشتباہ کے رفع کرنے کے لیے رکوع اور سجود کا امتناع کیا گیا۔

فرضِ کفایہ ساقط ہوتا ہے ممیز لڑکے کے نماز پڑھنے سے اس لیے کہ حقیقت میں نماز سے میت کے لیے دعا مقصود ہے اور ممیز لڑکا دعا کی اجابت کے لیے قریب تر ہے۔ چار قسم کے فرضِ کفایہ ہیں جو لڑکے کی جانب سے تکمیل نہیں پا سکتے۔ ردِ سلام یعنی سلام کا جواب۔ جماعت کی تکمیل۔ حج یا عمرہ کے ذریعہ کعبہ مکرمہ کا احیاء یعنی آباد رکھنا۔ دوسرے فرائضِ کفایہ نمازِ جنازہ، جہاد، امر بالمعروف وغیرہ کاملین یعنی بالغ مردوں کی موجودگی کے باوجود، لڑکے کے عمل سے بھی تکمیل پاتے ہیں۔ مرد یا لڑکے کی موجودگی میں عورتوں کے نماز جنازہ پڑھنے سے فرضِ کفایہ کی تعمیل نہیں ہوتی اس لیے کہ عورت سے مرد نماز کے لیے اکمل ہے۔ البتہ مرد کی عدم موجودگی میں عورتوں سے اس فرض کی تکمیل ہو سکتی ہے۔

تقدیمِ میت۔ میت کی موجودگی میں، قیامِ نماز میں مُصلی میت سے آگے نہ رہے۔ قبر کی نسبت بھی یہی حکم ہے۔

مشتبہ مسلم۔ مسلم کی میت پر نماز پڑھے۔ کافر کی میت پر نماز حرام ہے۔ اگر مسلم کی میت، کافر کی میت کے ساتھ ملی ہوئی ہو تو سب پر نماز پڑھی جائے گی اور کہا جائے گا۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُسْلِمِ مِنْهُمَا۔ یا اللہ بخش دے ان دونوں میں سے جو مسلم ہو۔ علٰحدہ نماز پڑھنے کی صورت میں کہا جائے گا۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اِنْ كَانَ مُسْلِمًا۔ یا اللہ اگر وہ مسلم ہے تو بخش دے اس کو۔ بلحاظ ضرورت نیت میں تردد معاف ہے لیکن صورت اول افضل ہے۔ کافر کے غیر ممیز بچے پر بھی نماز حرام ہے۔

ارکان نمازِ جنازہ کے سات ارکان ہیں۔ نیت، قیام، چار تکبیرات بہ شمول تکبیر تحریمہ، قراءتِ فاتحہ، درود، دعا اور سلام۔

نیت۔ نمازِ جنازہ کا ارادہ اور فرضیتِ نماز کا تعین واجب ہے۔ مطلق فرضیت کی نیت کافی ہے۔ کفایہ کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ نَوَيْتُ الصَّلَاةَ عَلٰى هٰذَا الْمَيِّتِ فَرْضًا اَوْ عَلٰى مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ الْاِمَامُ اَوْ عَلٰى

فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابَهُ وَافْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ وَجَافِ الْأَرْضَ عَنْ جَنْبَيْهِ وَلَقِّهِ

قبر کے فتنہ اور اسکے عذاب سے اور کشادہ کر اس کی قبر کو اور دور کر زمین کو دونوں جانب سے اس کے اور سبب اپنی

بِرَحْمَتِكَ الْأَمْنَ مِنْ عَذَابِكَ حَتَّى تَبْعَثَهُ آمِنًا إِلَى جَنَّتِكَ بِرَحْمَتِكَ يَا

رحمت کے ملا اس کو امن سے اپنے عذاب سے یہانتک کہ بھیجے تو اسکو امن کے ساتھ تیری جنت کی طرف اپنی رحمت سے اے

أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

میت عورت کی ہو تو ابتدا میں إِنَّ هٰذِهِ أَمَتُكَ وَبِنْتُ عَبْدِكَ اور مذکر کی ضمیر کے عوض ھا کی ضمیر اور اسی طرح متعدد میتیں ہوں تو واحد کے عوض جمع کی ضمیریں ھُمَا استعمال کی جائیں۔ دعا کے دو حصے ہیں پہلا حصہ عام ہے اور دوسرا حصہ خاص جو میتِ حاضر سے تعلق رکھتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا سے فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ تک عام دعا ہے جو … ہے اور اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ اقل دعا اور اَللّٰهُمَّ إِنَّ هٰذَا عَبْدُكَ سے يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ تک اکمل دعا خاص میت کیلیے ہے اور … ہے اور ارکان میں داخل ہے۔

فتنۂ قبر سے اس دعا میں دو امور کی طرف اشارہ ہے۔ ضُمَّۃُ قبر اور سوالِ نکیرین۔ ضمۂ قبر، قبر کی دونوں جانبوں کے مل جانے اور انکے درمیان میت … کے دب جانے کو کہتے ہیں۔ یہ قبر کی … سے پہلی مصیبت ہے جو نکیرین کے سوالات سے پیشتر پیش آتی ہے۔ روایات سے ثابت ہے کہ اس مصیبت سے اللہ کے نیک بندوں اور گنہ گاروں دونوں کو دوچار ہونا پڑتا ہے۔ سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ انصار میں نہایت ارفع و اعلیٰ رتبہ رکھتے تھے۔ ان کی موت پر ان کی روح کے استقبال کے لیے مسرت میں عرش ہل گیا جس سے ان کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ باوجود ان مراتب کے سعد ابن معاذ ضمۂ قبر کی مصیبت سے نجات نہ پا سکے۔ مروی ہے کہ فاطمہ بنت اسد ضمۂ قبر سے نجات پائی تھیں۔ بچوں کو بھی ضمۂ قبر ہوگا۔ صرف انبیاء اس سے محفوظ ہے۔ نکیرین دو فرشتے ہیں جن کو منکر اور نکیر کہا جاتا ہے۔ منکو ناخوش گوار اور کریہہ چیز کو کہتے ہیں اور چونکہ ان فرشتوں کی صورت ڈراؤنی اور … ہوتی ہے اس لیے ان کو منکر اور نکیر کہا گیا۔ قبر میں دفن ہونے کے بعد میت سے یہ فرشتے چند سوالات کرتے ہیں میت بحالتِ پریشانی ان سوالات کے جوابات دینے میں گفتگو کرتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انبیاء، شہداء، … اور بچے اس سے مستثنیٰ ہیں۔ روایت کی گئی ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، امام الحرمین اور ہارون الرشید نکیرین کے سوالات سے محفوظ رہے ہیں۔ نکیرین اسی قبر میں داخل ہوتے ہیں جس قبر میں کہ میت کا حشر ہوتا ہے۔ عارضی طور پر آئندہ منتقلی کے ارادہ سے جس مقام پر میت کو دفن کیا جاتا ہے وہاں سوال نہیں کیا جاتا۔ بعض کا قول ہے کہ فرشتے نکیرین کی شکل میں کافر کی

سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ درود میں سلام مسنون نہیں ہے البتہ درود سے پہلے حمد پڑھنا مسنون ہے ۔ اس طرح اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ الخ ۔ درود دوسری تکبیر ہی کے بعد پڑھے نہ کہ تیسری یا چوتھی تکبیر کے بعد۔

دعا میت کے لیے تیسری تکبیر کے بعد واجب ہے ۔ حدیث ۔ اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی الْمَیِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ ۔

جب تم میت پر نماز پڑھو تو اس کے لیے خلوص کے ساتھ دعا کرو۔

اقل دعا ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ (لَهَا) ہے ۔

ادنیٰ اکمل یہ دعا ہے ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَ
یا اللہ بخش دے ہمارے زندہ اور ہمارے مردہ اور ہمارے حاضر اور ہمارے غائب اور ہمارے چھوٹے اور
کَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا ۔ اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ
ہمارے بڑے اور ہمارے مرد اور ہماری عورت کو ۔ یا اللہ جس کو جلائے ہم میں سے پس جلا اس کو اسلام پر اور جس کو وفات دے
مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ (لَهَا) وَارْحَمْهُ (هَا) ۔
ہم میں سے پس وفات دے اس کو ایمان پر ۔ یا اللہ بخش دے اس کو اور رحم کر اس پر ۔

اکمل دعا یہ ہے ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا سے فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ تک پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھے ۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ خَرَجَ مِنْ رَوْحِ الدُّنْیَا وَسَعَتِهَا وَمَحْبُوْبُهٗ وَ
یا اللہ یہ تیرا بندہ اور تیرے بندہ کا بیٹا نکلا ہے دنیا کی راحت اور وسعت سے درحالیکہ اسکی محبوب چیزیں اور
اَحِبَّاؤُهٗ فِیْهَا اِلٰی ظُلْمَةِ الْقَبْرِ وَمَا هُوَ لَاقِیْهِ کَانَ یَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ
اسکے دوست اسی میں ہیں قبر کی تاریکی کی طرف اور جو کچھ پیش آئے ۔ اس نے گواہی دی تھی کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے
وَحْدَكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنَّا ۔
تیرے اکیلے کے کوئی تیرا شریک نہیں ہے بیشک محمدؐ تیرے بندے اور تیرے پیغمبر ہیں اور تو اس (میت) کو ہم سے بہتر جانتا ہے
اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ نَزَلَ بِكَ وَاَنْتَ خَیْرُ مَنْزُوْلٍ بِهٖ وَاَصْبَحَ فَقِیْرًا اِلٰی رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ غَنِیٌّ
یا اللہ وہ بیشک تیرے پاس مہمان آیا ہے اور تو بہتر میزبان ہے اس کیلئے محتاج ہو کر آیا ہے تیری رحمت کی طرف اور تو غنی ہے
عَنْ عَذَابِهٖ وَقَدْ جِئْنَاكَ رَاغِبِیْنَ اِلَیْكَ شُفَعَاءَ لَهٗ ۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ
اس کے عذاب سے اور تحقیق ہم حاضر ہوئے ہیں تیرے سامنے اسکی شفاعت کے طلبگار ہو کر ۔ یا اللہ اگر وہ نیک تھا اضافہ کر
فِیْ اِحْسَانِهٖ وَاِنْ كَانَ مُسِیْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ وَلَقِّهٖ بِرَحْمَتِكَ رِضَاكَ وَقِهٖ
تو اسکی نیکی میں اور اگر وہ برا تھا تو اسکی برائیوں سے تجاوز کر اور ملا اسکو ... اپنی رحمت کے اپنی رضا سے اور بچا اس کو

کندھا دینا عیب نہیں ہے۔ کندھا دینے میں میت کی تعظیم اور توقیر کا اظہار ہوتا ہے۔ صحابہؓ اور تابعینؒ نے یہ عمل کیا تھا۔ جنازہ کے ساتھ پیادہ آگے اور نزدیک اس طرح چلنا کہ نظر جنازہ پر پڑ سکے افضل ہے۔ میت میں تغیر کا خوف ہو تو تیزی سے چلیں ورنہ سہولت کے ساتھ۔ حنفیہ کا قول ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلیں۔ میت کو لے جاتے ہوئے پیادہ اور واپسی میں پیادہ یا سواری پر آ سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کو جنازہ کے ساتھ سوار دیکھا تو فرمایا۔ اَلَا تَسْتَحْيُوْنَ اِنَّ الْمَلَائِكَةَ عَلٰى اَقْدَامِهِمْ وَاَنْتُمْ عَلٰى ظُهُوْرِ الدَّوَابِ۔ کیا تمھیں شرم نہیں آتی کہ فرشتے تو پیادہ اور تم چوپایوں کی پشت پر۔ جنازہ کے ساتھ چلتے ہوئے یہ کہنا مستحب ہے اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا۔ عثمان ابن عفانؓ یہ تسبیح پڑھتے تھے۔ سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ۔ میت کے چہرے کو ڈھانپنا چاہیے۔ حدیث۔ خَمِّرُوْا وُجُوْهَ مَوْتَاكُمْ وَلَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ وَفِيْ رِوَايَةٍ بِاَهْلِ الْكِتَابِ۔ ڈھانپو اپنی میتوں کے چہرے کو اور تشبہ مت کرو یہودیوں سے اور ایک روایت میں ہے اہل کتاب سے اس لیے کہ یہ لوگ اپنی میتوں کا چہرہ نہیں ڈھانپتے۔ جنازہ کے لیے کھڑے ہونا منسوخ ہے۔ حنفیہ میں افضل ہے کہ قبر میں مٹی ڈالنے تک نہ بیٹھیں۔ جنازہ کے ساتھ قرآنی آیتیں، ذکر یا درود بلند آواز سے پڑھتے ہوئے چلنا مکروہ ہے بلکہ موت کے بارے میں دھیان رکھنا مستحب ہے۔ ملا الجبی نے لکھا ہے کہ یہ حکم صدر اسلام میں تھا ورنہ اب میت کے شعار میں داخل ہے۔ موت کے بعد سے دفن کی تکمیل تک میت کے پاس بخور وغیرہ خوشبو کا جلانا مندوب ہے۔

دفن

لحد میں میت کو سیدھی کروٹ اور قبلہ رُو دفن کرے۔ قبر کا عمق قدِ آدم اور ہاتھ کی بلندی کے برابر ہو۔ قبر کو مسطح بنائے، اس پر عمارت تعمیر نہ کرے۔ انسان کے مدفن کو قبر کہتے ہیں۔ میت کو قبر میں دفن کرنا واجب ہے۔ اقلِ دفن یہ ہے کہ میت کی بدبو نہ پھیلے اور صحتِ عامہ میں خلل نہ ڈالے اور درندے وغیرہ میت کو گزند نہ پہنچائیں اور میت کی بے حرمتی نہ ہونے پائے۔ آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے قابیل نے دوسرے بیٹے ھابیل کو قتل کیا تو میت کے دفن کرنے کی صراحت اس آیت میں ہے۔ (۳۱/۵)۔ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْاَةَ اَخِيْهِ۔ پس اللہ نے بھیجا ایک کوے کو زمین میں کھودنے کے لیے تاکہ اس کو بتائے کہ بھائی کی میت کو کس طرح دفن کرے۔ اکملِ دفن یہ ہے کہ قبر کا عمق قدِ آدم اور ایک ہاتھ کی بلندی کے برابر ہو۔ رافعی نے اس عمق کو ساڑھے تین ہاتھ سے تعبیر کیا تھا، نووی نے اس کی ترمیم کر کے ساڑھے چار ہاتھ کی گہرائی تجویز

قبر میں اور مبشر اور بشیر کی شکل میں مومن کی قبر میں داخل ہوتے ہیں۔ ہر ایک فرشتہ اپنی اپنی زبان میں میت سے سوالات کرتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ زبانِ سریانی میں سوالات کرتے ہیں۔ ذیل کے چار سوالات بیان کیے گیے ہیں۔

۱۔ اترع ۔ قُم یا عبد اللّٰہ ۔ اٹھ اے اللہ کے بندے ۔ ۲ ۔ اترح ۔ فیمن کنتَ ۔ تو کن لوگوں میں تھا ۔ ۳۔ کاترا ۔ مَنْ رَّبُّكَ وَمَا دِيْنُكَ ۔ تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے ۔ ۴ ۔ صالحین ۔ مَا تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِي بُعِثَ فِيْكُمْ وَفِي الْخَلْقِ اَجْمَعِيْنَ ۔ تم کیا کہتے ہو اس شخص کے بارے میں جو تمہارے میں اور ساری خلق میں بھیجا گیا۔

صغیر یعنی لڑکے کی میت ہو تو میت کی دعا کے عوض اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ (ها) لِوَالِدَيْهِ (ها) فَرَطًا وَّ ذُخْرًا وَّ عِظَةً وَّ اعْتِبَارًا

یا اللہ بنا اسکو اسکے ماں باپ کیلئے فرط ذخیرہ نصیحت عبرت

وَّسَلَفًا وَّشَفِيْعًا وَّثَقِّلْ بِهٖ (بِهَا) مَوَازِيْنَهُمَا وَاَفْرِغِ الصَّبْرَ عَلٰى قُلُوْبِهِمَا

پیشرو سفارش کرنے والا اور بوجھل اس کے ذریعہ انکی نیکیوں کے وزن کو اور ان کے دلوں کو صبر سے بھر دے

وَلَا تَفْتِنْهُمَا بَعْدَهٗ (ها) وَلَا تَحْرِمْهُمَا اَجْرَهٗ (ها) پ ص ۔

اور نہ مبتلا کر ان کو فتنہ میں اسکے بعد اور نہ محروم کر ان کو اجر سے ۔

اگر میت لڑکی کی ہو تو تانیث کی 'ھا' کی ضمیر پڑھے۔

سلام ۔ چوتھی تکبیر کے بعد کوئی چیز واجب نہیں ہے ۔ مگر اس دعا کا پڑھنا مسنون ہے۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ (ها) وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ (ها) فَاغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ (ها)۔

اے اللہ ہم کو اسکے اجر سے محروم مت کر اور نہ اسکے بعد فتنہ میں ہم کو مبتلا کر پس بخش دے ہم کو اور اس کو۔

اس کے بعد پہلا سلام واجب اور رکن ہے ، دوسرا سلام مسنون ہے ۔ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کا اضافہ سلام میں مسنون ہے۔

چوتھی تکبیر کے بعد کوئی چیز واجب نہیں ہے اس لیے چوتھی تکبیر کے بعد ہی سلام پھیرنا جائز ہے۔ بعض کا قول ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد ان آیتوں کو پڑھے ۔ (۲۴ پ آخری آیات) ۔ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ سے العلیم تک میت کے اضمحلال کا خوف ہو تو نماز میں صرف ارکان پر اکتفا کرے اور سنن کو ترک کرے ۔

حمل جنازہ بذاتہ واجب ہے اگر مقام میت اور مقام دفن علاحدہ ہو ۔ جنازہ کو لے جانے کی بہتر تدبیر یہ ہے کہ دو لکڑیوں کے درمیان میت کو لے جائے ۔ آگے ایک آدمی دونوں کندھوں پر دونوں بازو دو لکڑیاں رکھے اور اپنا سر ان دو لکڑیوں کے درمیان رکھے اور پیچھے دو لکڑیاں دو آدمیوں کے کندھوں پر دو بازو سے رکھیں بعض کا قول ہے تربیع افضل ہے یعنی آگے دو آدمی اور پیچھے دو آدمی کندھوں پر جنازہ کو اٹھائیں اور عام دستور یہی ہے میت مرد کی ہو یا عورت کی ، مرد لوگ ہی جنازہ کو اٹھائیں ۔ مردوں کی عدم موجودگی میں عورتیں اٹھا سکتی ہیں ۔ جنازہ کو

کی سمت میں لحد کھودنا ضروری نہیں ہے۔ مقابل کی سمت کی دیوار میں بھی لحد کھود سکتے ہیں۔ البتہ میت کو قبلہ رُخ رکھنے کی شرط ہے اور یہ دونوں جانب ہو سکتا ہے۔ اگر قبر میں سے بدبُو کے پھیلنے یا میت کو درندوں کے گزند پہنچانے کا ڈر ہو تو حسب ضرورت قبر کی اصلاح واجب ہے۔

عمارت۔ قبر کی سطح مسطح کرے۔ قبر کا کوئی حصہ اونٹ کی کوہان کی طرح بلند نہ کرے۔ قبر کو پختہ نہ کرے اور نہ اس پر کوئی عمارت بنائے۔ قبر پر سایے کے لیے چھت ڈالنا بھی مکروہ ہے۔ عمرؓ نے قبر پر ایک قُبّہ دیکھ کر اس کو تڑوا دیا تھا اور کہا "چھوڑ دو اس کا عمل اس کو سایہ دیگا"۔ انبیاء، شہداء اور اولیاء کی قبروں کو بعض نے مستثنیٰ کیا ہے۔ ان پر عمارت یا گنبد بنائی جا سکتی ہے تاکہ زایرین کی زیارت سے آباد رہے۔ قبر کے سرہانے نشانی کے لیے پتھر یا لکڑی گاڑھنا مسنون ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان ابن مظعون کی قبر کے سرہانے پتھر گاڑھا اور فرمایا تھا کہ اس سے میرے بھائی کی قبر پہچانی جائے گی۔ یہاں دودھ بھائی مراد ہے ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی حقیقی بھائی نہ تھے بلکہ حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ کی آپ تنہا اولاد تھے۔ **چھڑکاؤ**۔ قبر میں مٹی بھر دینے کے بعد اس پر پانی چھڑکنا مسنون ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیمؑ کی قبر پر پانی چھڑکا تھا۔ عرقِ گلاب چھڑکنے میں مال رایگاں ہوتا ہے اس لیے مکروہ ہے۔ امام سبکی کا قول ہے کہ تھوڑا سا عرقِ گلاب چھڑکنے میں مضایقہ نہیں ہے اس لیے کہ فرشتے آتے ہیں اور خوش بُو کو پسند کرتے ہیں۔

غیر مولود۔ عورت کی میت حمل سے ہو اور بچے کے زندہ رہنے کی اُمید ہو تو بچے کے ساتھ میت کو دفن کرنا جایز نہیں ہے بلکہ واجب ہے کہ پیٹ چاک کر کے بچے کو نکال لیں۔ اگر بچے کے زندہ رہنے کی اُمید نہ ہو تو بچے کی حرکت بند ہونے تک میت کو دفن نہ کیا جائے۔

سترِ دفن۔ دفن کے وقت لوگوں کی نظر سے پردہ کرنے کی بڑی تاکید کی گئی ہے اور مسنون ہے میت مرد کی ہو یا عورت کی۔

مُدخِل۔ میت کو قبر کے اندر رکھنے والوں کی تعداد ایک یا تین بہرحال طاق ہو۔ عورت کی میت کو بھی مرد ہی قبر میں رکھیں گے۔ جو شخص جنازہ کی نماز پڑھانے میں مستحق ہے وہی میت کے رکھنے میں مستحق ہے۔ عورت کی میت کے رکھنے کے لیے شوہر کو ترجیح ہے۔ شوہر کے بعد محرم رشتہ دار کو ترجیح ہے اور انکے بعد مرد صالح کا درجہ ہے۔ یہ ترتیب مندوب ہے نہ کہ واجب۔ عورت کی نماز میں شوہر کو ترجیح نہیں ہے۔ میت کے غسل اور دفن میں فقہ سے واقف شخص کو سن رسیدہ شخص پر ترجیح ہے بخلاف نماز کے۔ نماز میں سن رسیدہ شخص کو ترجیح ہے اس لیے کہ نماز جنازہ سے مقصود دعا ہے اور سن رسیدہ شخص کی دعا بوجہ رقتِ قلب اجابت سے قریب ہے۔ میت کو قبر میں اتارتے وقت یہ کہنا مسنون ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

کی۔ قبر کی دو قسمیں ہیں۔ لحد اور شق۔ لَحَد لَحْد سے مشتق ہے جس کے معنی مائل ہونے اور جھکنے کے ہیں۔ شرع میں لحد اُس قبر کو کہتے ہیں جس کی تہہ میں قبلہ کی جانب اتنا کھود دیں کہ میت اُس میں سما سکے اور چھپ جائے۔ شق اُس قبر کو کہتے ہیں جو بالکل سیدھی اور پانی کی نالی کے مانند ہو۔ اگر زمین سخت ہو تو لحد میں دفن کرنا سنت اور افضل ہے۔ اگر زمین نرم ہو تو شق کی طرح کھود کر اُس کی دونوں جانب دیوار اُٹھائے اور اُس میں دفن کرے۔ دفن کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ میت کو زمین پر رکھ دیں۔ اگر کسی مقام پر زمین کا کھودنا ممکن نہ ہو تو البتہ میت کو زمین پر رکھ کر اُس کی چاروں طرف دیواریں اُٹھا کر قبر بنائی جائے۔ اس لیے شق کی قبر کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ صرف کھودنا کافی ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ چاروں طرف دیوار اُٹھائے اور تیسری صورت یہ ہے کہ کچھ کھودے اور کچھ دیوار اُٹھائے۔ **فرش**۔ قبر میں فرش بچھانا یا صندوق بنانا مکروہ ہے۔ اگر قبر میں رُطوبت یا نمی ہو تو فرش کرنا مکروہ نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اس سے مستثنیٰ ہے۔ حدیث۔ اِفْرِشُوا لِیْ قَطِیْفَتِیْ فِیْ لَحْدِیْ فَاِنَّ الْاَرْضَ لَمْ تُسَلَّطْ عَلیٰ اَجْسَادِ الْاَنْبِیَاءِ۔ میری چادر میری لحد میں بچھا دو تحقیق کہ زمین انبیاء کے جسموں پر قابو نہیں پاتی۔ چونکہ انبیاء کا جسد تغیر اور استحالہ سے آزاد ہے اس لیے اُن کی قبروں میں زندوں کی طرح فرش کرنا مناسب ہے۔

سمندر کے سفر میں موت واقع ہو اور ساحل قریب ہو تو دفن کے لیے خشکی کا انتظار کیا جائے۔ اور اگر خشکی دُور اور میت میں تعفن پیدا ہونے کا خوف ہو تو میت کو دو تختوں کے درمیان باندھ کر سطح سمندر پر بہا دیا جائے۔ ساحل پر کسی مسلمان کو میت ملے تو اس کو دفن کر دے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پتھر باندھ کر میت کو وزنی کر کے سمندر میں چھوڑ دیا جائے۔ تہہ پر جا کر قرار پکڑے گی۔

طریقۂ دفن۔ دفن کے لیے جنازہ کو قبر کے پائین میں رکھیں۔ میت کو سر کی جانب سے آہستگی سے اُٹھائیں اور قبر میں اس طرح دیں کہ سر اونچا اور پاؤں نیچے رہیں۔ سر کو نیچے کر کے میت کو قبر میں اُتارنا حرام ہے۔ میت کو قبر میں قبلہ رُو کر کے سیدھی کروٹ لٹائیں۔ افضل سیدھی کروٹ ہے جو زندگی میں نیند کے لیے سوتے وقت بھی افضل ہے۔ قبلہ رُو کر کے بائیں کروٹ بھی لٹا سکتے ہیں مگر مکروہ ہے۔ میت اگر قبلہ رُو نہ ہو تو اس کے لیے قبر کا کھولنا واجب ہے بشرطیکہ متغیر نہ ہوئی ہو۔ قبر میں لٹانے کے بعد کفن کے اوپر کے بندھن کھول دیے جائیں۔ میت کا سیدھا رُخسار کفن ہٹا کر راست مٹی پر رکھا جائے تا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ... کہ عجز وانکساری کا اظہار ہو سکے۔ میت کو قبر میں قبلہ رُو ... اس طرح لٹائے کہ سر اور پاؤں قبر کی دیوار کو لگیں اور پیٹھ کے پیچھے ڈھیلوں اور پتھر سے ٹیکا دیا جائے تا کہ میت ... اوندھی گر جائے نہ چت پڑ جائے۔ میت کو لحد میں رکھنے کے بعد میت کی ... ہے اور شق کی قبر میں میت سے ... اوپر کچی اینٹیں یا نرگے بچھا دیں اور ان کی درازوں کو بھی بند کر کے قبر کی پوری گہرائی میں مٹی بھر دیں۔ قبلہ

کون کرے گا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (۱۳/۱۶ آخر) ۔ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ ثابت قدم رکھتا ہے اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس پکی بات (کلمہ) کی
وجہ سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ تلقین کی نسبت حدیث ضعیف ہے اس لیے بعض نے اس کو بدعت ظاہر
کیا ہے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حدیث ضعیف بھی واجب التعمیل ہے جس سے فضائلِ اعمال کی طرف رہنمائی ہو تی ہو۔

تثبیت۔ دفن کے بعد کچھ آدمیوں کو چاہیے کہ قبر کے پاس ٹھیریں اور میت سے تثبیت کی سوالات کریں نبی صلی اللہ
علیہ وسلم میت کو دفن سے فارغ ہونے کے بعد قبر پر ٹھیرتے اور فرماتے۔ اِسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ وَاسْئَلُوْا لَهُ
التَّثْبِيْتَ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْئَلُ ۔ اپنے بھائی کے لیے مغفرت مانگو اور ثبات چاہو تحقیق کہ اس وقت اس سے
سوال کیا جاتا ہے۔

تلقین کے کلمات ذیل مجمع البحار حاوی اور حبیب محسن کی تالیفات سے اخذ کیے گئے ہیں۔
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ
ہر ایک چیز فنا ہوگی اور
يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۔ وَاِنَّمَا
صرف پروردگار کی ذات باقی رہے گی جو صاحب جلالت وکرامت ہے۔ ہر ایک نفس موت کا مزا چکھے گا۔ اور بے شک
تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۚ
پوری پوری جائیں گی تمہاری اجرتیں قیامت کے دن پس جو دوزخ سے دور کیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا سو وہ کامیاب ہوا
وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۔ مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ لِلْعَمَلِ وَالثَّوَابِ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ
دنیا کی زندگی کیا ہے سوائے دھوکے کے سامان کے ہم نے تم کو اس سے پیدا کیا عمل اور ثواب کے لیے اور ہم تم کو اس کی طرف لوٹائیں گے
لِلْقَبْرِ وَالتُّرَابِ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ لِلْبَعْثِ وَالْحِسَابِ تَارَةً اُخْرٰى ۔ يَا عَبْدَ اللّٰهِ يَا ابْنَ
قبر اور مٹی میں اور اسی سے تم کو نکالیں گے حشر اور حساب کے لیے دوبارہ۔ اے خدا کے بندے اے خدا کی
اَمَةِ اللّٰهِ اُذْكُرِ الْعَهْدَ الَّذِيْ خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنْ دَارِ الدُّنْيَا اِلٰى دَارِ الْاٰخِرَةِ وَهُوَ شَهَادَةُ
باندی کے بیٹے یاد کرو اس عہد کو جس کے ساتھ تم دارِ دنیا سے دارِ آخرت کی طرف نکلے ہو اور وہ شہادت ہے
اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ وَاَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَّاَنَّ النَّارَ حَقٌّ
اس بات کی کہ نہیں کوئی معبود سوا اللہ کے اور بے شک محمد اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ اور بے شک جنت حق ہے اور کوئی شک نہیں دوزخ حق ہے
وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۔ وَاِذَا جَاءَكَ
اور حقیقت قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ دوبارہ اٹھائیگا جو لوگ کہ قبروں میں ہیں جب تمہارے پاس

قبرستان۔ جہاں موت واقع ہوئی ہو وہاں کے قبرستان میں دفن کرنا مسنون ہے تاکہ زائرین کی دعا ملتی رہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں مدینہ طیبہ میں دفن کیے گئے۔ اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام کی خصوصیتوں میں سے ہے کہ جہاں فوت ہوتے ہیں وہیں دفن کیے جاتے ہیں جیسا کہ شہدائے معرکہ۔ ترمذی نے روایت کی ہے کہ ابوبکر صدیقؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا تھا۔ مَا يَقْبِضُ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا فِيْ مَوْضِعِ الَّذِيْ يُحِبُّ اَنْ يُدْفَنَ فِيْهِ۔ ہر ایک نبی کی روح اسی مقام پر قبض ہوتی ہے جہاں کہ اللہ تعالیٰ اُن کو دفن کروانا پسند کرتا ہے اسی پر ابوبکر صدیقؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کی نسبت کہا تھا۔ اُدْفُنُوْهُ فِيْ مَوْضِعِ فِرَاشِهٖ۔ مقامی قبرستان کو چھوڑ کر میت کو دور دراز مقام پر دفن کرنے کے لیے منتقل کرنا حرام ہے سوائے اس کے کہ مکہ، مدینہ، بیت المقدس یا کسی بزرگ کی قبر نزدیک ہو ایسی کہ وہاں پہنچنے تک میت متغیر نہ ہو۔ یہ حکم عام میت کی نسبت ہے ورنہ شہید کو جہاں قتل ہوا دفن کرنا افضل ہے۔

تلقین میت کی مسنون ہے۔ آیت۔ (۹۴)۔ وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ نصیحت کرتے رہو نصیحت ایمان والوں کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ ... کی تلقین مسنون ہے غیر مکلف کی تلقین مسنون نہیں ہے شہید کو تلقین نہیں دی جاتی۔ کلمات تلقین یہ ہیں۔

يَا عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ اَمَةِ اللّٰهِ اُذْكُرِ الْعَهْدَ الَّذِيْ خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةَ اَنْ لَّا
اے خدا کے بندے اے خدا کی باندی کے بیٹے۔ یاد کرو اس عہد کو جس کے ساتھ تم دنیا سے نکلے۔ گواہی ہے کہ نہیں ہے
اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَّاَنَّ النَّارَ حَقٌّ وَّاَنَّ الْقَبْرَ
کوئی معبود سوا اللہ کے اور بیشک محمد اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور بیشک جنت حق ہے اور بیشک دوزخ حق ہے اور بیشک قبر
حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ وَ
حق ہے اور درحقیقت قیامت آنے والی ہے اسمیں کوئی شک نہیں ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ دوبارہ اُٹھائیگا جو لوگ قبروں میں ہیں۔ اور
اَنَّكَ رَضِيْتَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا وَّرَسُوْلًا وَّ
بیشک تم نے پسند کیا اللہ تعالیٰ کو پروردگار اور اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اور پیغمبر اور
بِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا وَّبِالْكَعْبَةِ قِبْلَةً وَّبِالْمُؤْمِنِيْنَ اِخْوَانًا ط
قرآن کو امام اور کعبہ کو قبلہ اور ایمان والوں کو بھائی۔

کلمات تلقین کو تین مرتبہ دہرانا مسنون ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اکلوتے فرزند ابراہیم ایک سال دس مہینے کی عمر میں فوت ہوئے تو آپ نے اُن کے دفن کے بعد ان الفاظ میں تلقین کرایا تھا۔ قُلِ اللّٰهُ رَبِّيْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ اَبِيْ وَالْاِسْلَامُ دِيْنِيْ۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ معصوم لڑکے کی یوں تلقین فرماتے ہیں ہماری تلقین

ظاہر ہے کہ دفن کی گئی ہو اور متغیر نہ ہوئی ہو۔ میت کو غسل نہ دیا گیا ہو اور نہ تیمم کرایا گیا ہو تو قبر کھول کر غسل یا تیمم کرائیں۔ مغصوب زمین میں میت کو دفن کیا گیا ہو اور زمین کا مالک مطالبہ کرے تو باوجود تغیر کے قبر کھولی جائے۔ مالک کے لیے ترکِ مطالبہ مسنون ہے۔ قبر میں کوئی مال رہ گیا ہو تو باوجود تغیر کے قبر کھولی جائے تاکہ مال رائیگاں نہ جائے۔

میت قبلہ رُو نہ دفن کی گئی ہو اور متغیر نہ ہوئی ہو تو قبر کو کھول کر میت کو قبلہ رُو کریں۔ بغیر کفن کے میت دفن کی گئی ہو تو اس کو نہ کھولا جائے اس لیے کہ دفن کے بعد میت خود بخود مستور ہو گئی اور ستر کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

میت پر رونے میں مضایقہ نہیں لیکن چیخے چلائے نہیں اور نہ کپڑے پھاڑے۔ موت واقع ہونے کے پہلے یا بعد لیکن نہ رونا اولیٰ ہے۔ بلند آواز کے ساتھ مکروہ ہے۔ آواز کے رونا جس میں صرف آنسو بہیں جائز ہے۔ موت کے بعد میت پر رونا مکروہ ہے۔ حدیث۔ فَإِذَا وَجَبَتْ فَلَا تَبْكِيَنَّ بَاكِيَةٌ۔ پس جب موت آ گئی اور واقع ہو گئی تو کسی ... کو نہ رونا چاہیے۔ صبر جمیل ہے مگر رقت اور محبت کی وجہ سے رونے میں مضایقہ نہیں۔ کسی عالم یا مردِ صالح کی موت پر علم و صلاح و برکت کے فقدان کی وجہ سے رونا مستحب ہے مگر کسی کی موت کی وجہ سے ذریعۂ پرورش یا رزق و معاش کے مسدود ہونے کے خیال سے رونا مکروہ ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر عدمِ اعتماد کا اظہار ہوتا ہے۔ پانچ اشخاص کی موت پر رونا مندوب ہے۔ عالم، امامِ عادل، ولیِ صالح، شیخِ صادق اور سخی کی موت پر۔ میت کے محاسن بیان کرتے ہوئے چیخ کر اور چلا کر رونا گناہِ کبیرہ میں داخل اور حرام ہے۔ دو امور کا اجتماع حرام ہے۔ بلند آواز سے رونا اور میت کے محاسن بیان کرنا۔ ان دو امور میں سے ایک امر پایا جائے اور دوسرا امر نہ پایا جائے تو حرمت باقی نہیں رہتی۔ کپڑے پھاڑنا، سر اور سینہ پیٹنا، بال نوچنا، سر پر خاک ڈالنا، سیاہ کپڑے پہننا بہرحال ایسا عمل کرنا جو رضا اور قضا و قدر کے منافی ہو اور جس سے بے صبری اور بے چینی ظاہر ہوتی ہو حرام ہے۔ حدیث۔ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ مومنین کی صفات میں سے نہیں ہے کہ طمانچے ماریں گریبان چاک کریں اور زمانۂ جاہلیت کی آوازیں نکالیں۔ ان امور کی وجہ سے میت کو عذاب نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ بہ تعلقِ ازل قضا ہے اور وجہ معین پر اشیاء کی ایجاد قدر ہے۔

دفن سے تین روز تک میت کے قرابت داروں کے ساتھ تعزیت ادا کرے۔ تعزیت مصیبت پر صبر کرنے کی ہدایت دینے اور تسلی دینے کو کہتے ہیں۔ صبر کی ہدایت کریں۔ اِصْبِرْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ۔ صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ صبر پر ثواب کی امید دلائیں۔ میت کی مغفرت اور پس ماندوں کے رنج کی تلافی کے لیے دعا کریں۔ تعزیت مسنون ہے۔ حدیث۔ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُعَزِّيْ أَخَاهُ مِنْ مُصِيْبَةٍ إِلَّا كَسَاهُ اللّٰهُ مِنْ حُلَلِ الْكَرَامَةِ۔ مسلم اپنے بھائی کی مصیبت میں تعزیت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو زیورِ بزرگی سے آراستہ

ٱلْمَلَكَانِ الْمُوَكَّلَانِ فَلَا يُفْزِعَانِكَ وَلَا يُرَوِّعَانِكَ وَلَا يُرْهِبَانِكَ فَإِنَّمَا هُمَا خَلْقٌ مِنْ
مقررہ دو فرشتے آئیں تو تم کو پریشان نہ کریں اور نہ ڈرائیں اور نہ خوف دلائیں بے شک وہ بھی مخلوق ہیں
خَلْقِ اللّٰهِ تَعَالَى۔ فَإِذَا سَأَلَاكَ عَنْ رَبِّكَ وَعَنْ نَبِيِّكَ وَعَنْ دِيْنِكَ فَقُلْ لَهُمَا
اللہ تعالیٰ کی ۔ جب وہ پوچھیں تمہارے پروردگار کے بارے میں اور تمہارے نبی کے بارے میں اور تمہارے دین کے بارے میں تو کہہ دو اُن سے
اَللّٰهُ رَبِّيْ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيِّيْ وَالْإِسْلَامُ دِيْنِيْ وَالْكَعْبَةُ قِبْلَتِيْ وَالْقُرْآنُ
اللہ تعالیٰ میرا پروردگار ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی ہیں اور اسلام میرا دین ہے اور کعبہ میرا قبلہ ہے اور قرآن
إِمَامِيْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَانِيْ۝ ثَبَّتَكَ اللّٰهُ وَإِيَّانَا وَجَمِيْعَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ
میرا رہبر ہے ایمان والے سب میرے بھائی ہیں ثابت رکھے اللہ تعالیٰ تم کو اور ہم کو اور تمام ایمان والوں کو اس قول ثابت سے
يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ
ثابت رکھے گا اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو قول ثابت سے دنیا اور آخرت کی زندگی میں اور بھٹکا دیگا اللہ تعالیٰ
الظّٰلِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ۔ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْ إِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً
ظلم کرنے والوں کو اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اے نفس مطمئنہ! لوٹ جا اپنے پروردگار کی طرف ہنسی
مَرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝
خوشی سے۔ میرے بندوں کے زمرے میں داخل ہو اور میری جنت میں داخل ہو۔

دو میتوں کو ایک قبر میں دفن نہ کرے بغیر ضرورت کے بجز اس کے کہ زمین تنگ ہو اور میتوں کی کثرت ہو۔ دو میتوں کا ایک قبر میں دفن کرنا مکروہ ہے۔ بیجوری نے لکھا ہے کہ دو میتوں کو جمع کرنے میں کراہت اُس وقت ہے جبکہ اتحادِ جنس ہو یا محرمیت کا رشتہ ہو ورنہ باتفاق حرام ہے۔ بعض نے اِتحادِ جنس کے باوجود حرام قرار دیا ہے۔ جمع کی صورت میں دو کے درمیان حائل مثل مٹی وغیرہ کے رکھی جائے تاکہ ایک میت دوسری سے مس نہ ہو۔ خارجہ بن زید اور سعد بن الربیع کو ایک قبر میں' نعمان بن مالک اور عبد بن الخشخاش کو ایک قبر میں دفن کیا گیا تھا۔ بعض وقت تین میتوں کو بھی ایک قبر میں دفن کیا گیا۔ میتوں میں لحاظِ فضیلت تقدیم دی جاتی ہے۔ اتحادِ جنس کے ساتھ مطلق ضرورت پر دو میتوں کا ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہے اور اختلافِ جنس کے ساتھ شدید ضرورت پر دفن کر سکتے ہیں۔ اگر قبر کی کھدوائی کے آغاز میں معلوم ہو جائے کہ کوئی میت دفن ہے تو اُس کو بھر دیں اگر پوری قبر کھودنے کے بعد ہڈیاں ملیں تو اُن کو ایک بازو کر کے دوسری بازو میت کو دفن کریں۔

نبش۔ دفن کرنے کے بعد میت کو نکالنے میں میت کی ہتک ہے اس لیے میت کا نکالنا حرام ہے اگر چہ میت کو منتقل کرنے کے ارادے کے ساتھ ہو۔ ضرورت پر قبر کو کھول سکتے ہیں اور ضرورت کے وجوہ یہ ہیں میت بغیر

تمنائے موت۔ دنیوی امور میں کوئی جسمانی یا قلبی تکلیف پہنچے تو اُن کی وجہ سے موت کی آرزو کرنا مکروہ ہے۔ دین میں فساد واقع ہونے پر یا کسی غرضِ اُخروی کے لیے موت کی آرزو کرنا مسنون ہے جیسا کہ فی سبیل اللہ شہادت کی آرزو کرنا۔

زیارتِ قبور مندوب ہے تاکہ آخرت کی یاد تازہ ہو۔ عورتوں کے قلب کی کمزوری کی وجہ سے زیارتِ قبور مکروہ ہے۔ اگر اجنبی مردوں کا مجمع ہو تو عورتوں کے لیے زیارتِ قبور حرام ہے۔ مزارِ نبوی اس سے مستثنیٰ ہے۔ عورتوں کے لیے بھی آپ کی مزار کی زیارت مندوب ہے۔ حدیث۔ مَنْ حَجَّ وَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ۔ جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا کہ اس نے میری زندگی میں مجھ سے ملاقات کی۔ انبیاء اور اولیاء کی قبور کی نسبت ابن رفعہ کا قول یہی ہے۔ زیارت کرنے والے کے لیے مندوب ہے کہ کہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ ہ نَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا

تم پر سلامتی ہو ان قبور کے رہنے والے گروہِ مومنین بے شک خدا چاہے تو ہم قریب ہی تم سے ملیں گے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے ہماری

وَلَکُمُ الْعَافِیَةَ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُمْ۔

اور تمہاری عافیت چاہتے ہیں یا اللہ ان کے اجر سے ہمیں محروم نہ کر اور اُن کے بعد ہم کو پریشان نہ کر ہم کو اور ان کو بخش دے۔

یٰسین وغیرہ جیسی چند آیتوں کی تلاوت کرکے بخشیں اور اہلِ قبور کے لیے مغفرت کی دعا کریں اور اس ارادے سے خیرات دیں کہ اس کا ثواب اُنہیں پہنچے۔ قبر کے سرہانے سے سلام کریں۔ قبر یا تابوت کو بوسہ دینا یا ہاتھ لگا کر چومنا مکروہ ہے۔ اسی طرح زیارتِ اولیاء میں دہلیز کو بوسہ دینا بھی مکروہ ہے۔

ایصالِ ثواب۔ ہر سہ ائمہ کا قول ہے کہ قرأت کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور امام مالکؒ کا قول ہے کہ نہیں پہنچتا۔ آیت۔ (۵۳، ۳۹) لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی نہیں ہے انسان کے لیے سوائے اس کے جس کے لیے اس نے کوشش کی۔ بعض نے اس آیت کو منسوخ ظاہر کیا ہے اور بعض کا قول ہے کہ اس آیت کا تعلق قومِ ابراہیم اور قومِ موسیٰ سے تھا اور نہ اُمتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وہ ہے جس نے اس کی کوشش کی یا اس کے لیے دوسروں نے کوشش کی۔ مسلم نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک عورت نے اپنے بچے کو اُٹھا کر پوچھا کہ کیا اس بچے کے لیے حج ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نَعَمْ وَلَکِ اَجْرٌ۔ ہاں اور تمہارے لیے بھی ثواب ہے۔ مسلم نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ یا رسول اللہ میری ماں فوت ہوچکی ہے اگر میں اس کے لیے صدقہ دوں تو کیا اس کو فائدہ پہنچے گا تو آپ نے فرمایا۔ نعم، ہاں۔ درخت کی سبز پتیاں اور پھول قبر پر ڈالنا مسنون ہے اس لیے کہ جب تک تازہ رہتی ہیں میت کی بخشایش کے لیے دعا کرتی ہیں۔

کرتا ہے۔

صیغۂ تعزیت۔ اَعْظَمَ اللّٰہُ اَجْرَكَ وَاَحْسَنَ عَزَاكَ وَغَفَرَ لِمَیِّتِكَ وَجَبَرَ مُصِیْبَتَكَ اَوْ اَخْلَفَ عَلَیْكَ۔ اللہ تعالیٰ تمھیں بڑا اجر دے گا تمھارے غم کو بھلا کرے گا تمھاری میت کو بخشے گا اور تمھاری مصیبت کی ... کو جوڑ دے گا اور تم کو نعم البدل دے گا۔ تعزیت کی ابتدا سب سے ضعیف شخص سے شروع کی جائے اور ان سب کو تعزیت دی جائے جن کو رنج پہنچا ہے۔ اہلِ میت کے لیے مسنون ہے کہ ایک دوسرے کو تعزیت دیں کوئی چھوٹا واقعہ بھی ایسا گزرے جس سے رنج پہنچے اور طبیعت پر شاق گزرے تو تعزیت مسنون ہے۔ چھوٹے، بڑے مرد اور عورت سب کو تعزیت دی جائے۔ جوان عورتوں کو صرف اس کے محارم تعزیت دیں۔ اجابتِ تعزیت یعنی تعزیت کا جواب دینا مسنون ہے الفاظ یہ ہیں۔ جَزَاكَ اللّٰہُ خَیْرًا وَّتَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنْكَ وَمِنْهُ۔ اللہ تعالیٰ تمھیں جزائے خیر دے گا اور تمھاری اور اس کی طرف سے قبول کرے گا۔

مدتِ تعزیت۔ تین دن تک تعزیت مسنون ہے بشرطیکہ فریقین کی سکونت ایک ہو۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی غایب ہو تو اُس کی حاضری کے بعد تعزیت دی جائے۔ تعزیت دفن کے بعد اَولیٰ ہے، اس لیے کہ متعلقین تجہیز میت میں مصروف رہتے ہیں۔ شدتِ غم کی صورت میں، دفن سے پیشتر بھی، تسلی دینے کے لیے تعزیت اَولیٰ ہے۔ تین دنوں کی مدت کے بعد تعزیت اس لیے مکروہ ہے کہ بعد از وقت تعزیت سے غم تازہ ہوتا ہے۔ مدتِ تعزیت کا صحیح آغاز موت سے ہے۔ تعزیت بذریعہ کتابت بھی دی جا سکتی ہے۔

حاضری۔ ہمسایوں کے لیے مسنون ہے کہ اہلِ میت کے لیے اتنی غذا بھیجیں کہ ایک دن اور ایک رات کھا سکیں اس لیے کہ اہلِ میت غم و الم کی وجہ سے پکاتے نہیں اور بھوکے رہتے ہیں۔ اہلِ میت کو کھانا کھلانے میں اصرار کرنا اور سمجھانا بھی مندوب ہے تاکہ بھوک سے کمزور نہ ہو جائیں۔

علاج مرض مسنون ہے۔ حدیث۔ اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَضَعْ دَاءً اِلَّا جَعَلَ عَلَیْهِ دَوَاءً غَیْرَ الْهَرَمِ بے شک اللہ تعالیٰ کوئی ایسا مرض نہیں دیا جس کی دوا مقرر نہیں کی سوائے بڑھاپے کے۔ بیماری کے لیے رضا اس میں نہیں ہے کہ پانی تک کے لیے ہاتھ نہ بڑھائے۔ رضا کے معنی ترکِ اعتراض کے ہیں۔ عادی اسباب کو ترک نہ کریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم متوکلین کے سردار تھے۔ آپ کا مرض بڑھتا گیا، الیتہ آپ نے دوا دی اور علاج کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اشیاء میں خواص دیے ہیں جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

توبہ۔ گناہوں سے توبہ کرنے میں عجلت کرنا اور موت کے لیے ہر وقت تیار رہنا واجب ہے تاکہ اچانک موت کے واقع ہونے سے توبہ سے محروم نہ رہے۔

ذکرِ موت۔ موت کو یاد کرنا مندوب ہے۔ موت کو یاد کرنے سے دنیوی خواہشات میں کمی اور نیک کاموں میں اضافہ ہوتا ہے

ہے۔ زراعت کی پیداوار اور ثمر کے لیے حَول کی شرط نہیں ہے، سَوم کی شرط مویشی میں ہے۔ ان شرائط کی موجودگی میں زکات واجب ہوتی ہے۔ ایک شرط بھی مفقود ہو تو زکات واجب نہیں ہے۔

اسلام کی قید کی وجہ سے کافر اصلی پر زکات واجب نہیں ہے۔ ابوبکر صدیقؓ کا قول ہے کہ صدقہ ایسا فرض ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے۔ مسلمانوں پر فرض کرنے سے مراد یہ ہے کہ اسلام کی شرط ہے کافر پر عدمِ وجوب کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں کافر سے زکات کا مطالبہ نہ ہوگا مگر قیامت میں کافر پر عدمِ ادائی زکات کا گناہ ایسا ہی باقی رہے گا جیسا کہ بقیہ ارکانِ اسلام کی عدمِ تعمیل کا۔ مرتد کے مال پر زکات ملتوی رہے گی اگر اسلام کی طرف عود کرے تو زکات واجب ہوگی ورنہ نہیں۔ ردّت سے قبل جو زکات واجب ہو چکی، ردّت کے زمانہ میں نکالی جائے گی، خواہ بعد میں اسلام لائے یا نہ لائے۔ مرتد ردّت کے زمانہ کی زکات بھی ادا کرسکتا ہے جیسا کہ کفارہ کی تعمیل کرسکتا ہے بخلاف روزہ کے۔ ارتداد کے ساتھ ہی مرتد کا مال فَیْئ ہو جائے گا لیکن دوبارہ اسلام لانے پر عود کرے گا۔ ردّت کی حالت میں مرجائے تو پورا مال فَیْئ ہوگا۔ فَیْئ مالِ غنیمت کو کہتے ہیں۔

حُرِّیّت یعنی آزادی۔ غلام کے لیے زکات نہیں ہے اس لیے کہ غلام ملکیت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

ملکیت کامل ہو۔ ملکیت میں کوئی نقص ہو تو زکات واجب نہیں ہے۔ نابالغ، مجنون اور مُسرف (فضول خرچ) کے مال میں بھی زکات واجب ہے۔ زکات کے اخراج کے وقت ولی پر زکات کی نیت واجب ہے۔ چھینے ہوئے، چرائے ہوئے، گم شدہ مال میں بھی زکات کا حق قایم رہے گا مگر واجب اس وقت ہوگی جبکہ دستیاب ہو یا قابو میں آئے۔ جس چیز کی ملکیت معاوضہ کے سبب حاصل ہوئی مگر قبضہ نہیں ملا جیسا کہ کوئی چیز خریدی اور سال گزرا اور مال حاصل نہیں کیا یا کوئی چیز فروخت کردی مگر قیمت حاصل نہیں کی اور سال گزر گیا تو اس پر بھی زکات واجب ہوگی۔ زکات اور قرض جمع ہوں اور ترکہ دونوں کے لیے ناکافی ہو تو زکات کو تقدیم ہوگی اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا قرض ہے۔ حدیث۔ دَیْنُ اللّٰہِ اَحَقُّ بِالْقَضَاءِ۔

نِصاب اُس مقدارِ مقررہ کو کہتے ہیں جس پر زکات واجب ہوتی ہے اور اُس سے کم ہو تو زکات واجب نہیں ہوتی۔ ہر چیز کے لیے جداگانہ نصاب ہے۔

حَول پورے ایک برس کی مدت کے گزرنے کو کہتے ہیں۔ وَالْحَوْلُ سَنَۃٌ کَامِلَۃٌ۔ حدیث۔ لَا زَکَاۃَ فِیْ مَالٍ حَتّٰی یَحُوْلَ عَلَیْہِ الْحَوْلُ۔ مال میں زکات نہیں ہے جب تک کہ ایک برس نہ گزرے گا۔ ایک برس کی مدت میں کمی ہو تو زکات نہیں ہے۔ اگر برس کے اندر نصاب کا پورا مال یا بعض حصہ فروخت یا منتقل کرے تو مدت منقطع ہوگی اور اس کے بعد پھر دوبارہ خریدے تو جدید ملکیت ہوگی اور اس تاریخ سے مدت شمار ہوگی۔ صراف سکہ جات کا تبادلہ اور خریدی کرتے ہیں اس کے لیے بھی تمامیِ حول کی شرط ہے۔ یہ عمل محض زکات سے بچنے کی نیت سے کرنا

زکات

شرایط، اشیاء و نصاب زکات۔ فطرہ۔ مستحقین و ممنوعین زکات۔

زکات کے معنی زیادہ ہونے، برکت ہونے، نیکی کے بڑھنے، پاک ہونے اور مدح کرنے کے ہیں۔ اور شرع میں خاص نوعیت کہ مال سے، چند مقررہ اصول پر، معینہ شرح سے، بعض حصہ مال کے نکالنے اور ایک خاص طبقہ اشخاص پر اس کے صرف کرنے کو زکات کہتے ہیں۔ زکات کی وجہ سے مال میں زیادتی اور برکت ہوتی ہے، زکات لینے والوں کی دعا کے سبب سے نیکی میں زیادتی ہوتی ہے، زکات مال کو پاک کرتی ہے، زکات نکالنے والے کی مدح کرتی ہے اور اس کے ایمان کی صحت کی گواہی دیتی ہے۔ زکات نہ دینے سے مال کے تلف ہونے کا خطرہ رہتا ہے زکات کے لفظ میں لغوی اور شرعی دونوں معنی کی مناسبت ہے۔ آیت۔ (۱۱/۲ ۴)۔ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا۔ اُن کے مال میں سے صدقہ (زکات) لو تو پاک کرتا ہے اور پاکیزہ کرتا ہے ان کو اس کی وجہ سے۔ آیات۔ (۱/۲ ۴۔ ۱/۲ ۱۔ ۱/۱۲ ۷)۔ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ۔ زکات دو۔ حدیث۔ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ۔ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ الخ اسلام پانچ چیزوں پر قایم کیا گیا ہے۔ شہادت اس بارے میں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے اور بیشک محمد اللہ کے پیغمبر ہیں اور نماز کے قایم کرنے سے اور زکات کے دینے سے الخ۔ کلام مجید میں زکات کی نسبت مجمل طور پر حکم ہے اور تفصیلی احکام حدیث کے ذریعہ صادر ہوئے ہیں کہ کس قسم کے مال سے کتنی مقدار میں زکات نکالی جائے اور کن لوگوں کو دی جائے۔ زکات، اسلام کے پانچ ارکان میں سے ہے۔ زکات سے انکار تکفیر کا باعث ہے۔ زکات کی ادائی میں کوئی شخص مانع ہو تو اس سے لڑنے کا حکم ہے ہجرت کے دوسرے سال زکات فرض کی گئی البتہ اختلاف اس بارے میں ہے کہ شعبان میں یا شوال میں۔ صدقۂ فطر کے لیے بھی اسی سال حکم ہوا۔ زکات کا رواج قدیم شریعتوں میں بھی تھا۔ عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں نماز اور زکات کی وصیت کی تھی۔ زکات سے روزہ اور حج افضل ہیں مگر حدیث میں ارکان اسلام کی ترتیب کے لحاظ سے زکات کا بیان پہلے لکھا گیا۔

شرایطِ وجوبِ زکات چھ ہیں۔ اسلام، حریت، ملکیت، نصاب، حولان اور شوم۔ ہر چیز کا نصاب الگ

مویشی زندہ رہ سکتے ہیں تو ان پر بھی زکات واجب ہے ورنہ نہیں۔

اونٹ کا نصاب پانچ سے شروع ہوتا ہے۔ حدیث۔ لَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ الْخَمْسِ مِنَ الْاِبِلِ صَدَقَۃٌ۔ اونٹ پانچ سے کم ہوں تو زکات نہیں ہے۔ پانچ اونٹوں پر ایک بکری یا ایک مینڈی کی زکات واجب ہے بکری اور مینڈی میں نر اور مادہ دونوں کی اجازت ہے لیکن فرق یہ ہے کہ مینڈی میں ایک سالہ اور بکری میں دو سالہ عمر کی قید ہے۔ مینڈی سے مراد ضأن ہے جس کو فارسی میں گوسفند کہتے ہیں اور بکری سے مراد معز ہے جس کو فارسی میں بز کہتے ہیں۔ دس [۱۰] اونٹوں میں دو بکریاں، پندرہ [۱۵] میں تین، بیس [۲۰] میں چار بکریاں زکات دی جائیں۔ پچیس [۲۵] اونٹوں میں ایک سالہ ایک اونٹ، چھتیس [۳۶] میں دو سالہ ایک اونٹ، چھیالیس [۴۶] میں تین سالہ ایک اونٹ، اکسٹھ [۶۱] میں چار سالہ ایک اونٹ، چھہتر [۷۶] میں دو سالہ دو اونٹ، اکانوے [۹۱] میں تین سالہ دو اونٹ، ایک سو اکیس [۱۲۱] میں دو سالہ تین اونٹوں کی زکات واجب ہے۔ اس کے بعد ہر چالیس [۴۰] میں ایک دو سالہ اونٹ اور ہر پچاس [۵۰] میں ایک تین سالہ اونٹ کی زکات دی جائے مثلاً ایک سو چالیس [۱۴۰] میں تین سالہ دو اور دو سالہ ایک اونٹ، ایک سو پچاس [۱۵۰] میں تین سالہ تین، ایک سو ساٹھ [۱۶۰] میں دو سالہ چار اونٹ، ایک سو ستر [۱۷۰] میں دو سالہ تین اور تین سالہ ایک اونٹ، ایک سو اسی [۱۸۰] میں تین سالہ دو اور دو سالہ دو اونٹ، ایک سو نوے [۱۹۰] میں تین سالہ تین اور دو سالہ ایک اونٹ اور دو سو [۲۰۰] میں تین سالہ چار یا دو سالہ پانچ اونٹ زکات دیے جائیں۔ زکات کی تعداد نص کے لحاظ سے **تعبّدی** ہے ورنہ حساب سے یہ تعداد نہیں ہو سکتی۔

گائے کا نصاب تیس [۳۰] سے شروع ہوتا ہے تیس سے کم تعداد ہو تو کوئی زکات نہیں ہے۔ بیل بھینس بھی اس میں داخل ہیں۔ تیس [۳۰] گائے میں ایک سالہ ایک نر پاڑے کی زکات واجب ہے اگر نر پاڑے کے بجائے مادہ پاڑی زکات دیں تو اولیٰ ہے۔ چالیس [۴۰] میں دو سالہ ایک پاڑی یا ایک سالہ دو پاڑے، ساٹھ [۶۰] پر ایک سالہ دو پاڑے، ستر [۷۰] پر ایک سالہ ایک پاڑا دو سالہ ایک پاڑی، اسی [۸۰] میں دو سالہ دو پاڑیاں، نوے [۹۰] پر ایک سالہ تین پاڑے، سو [۱۰۰] پر دو سالہ ایک پاڑی اور ایک سالہ دو پاڑے، ایک سو دس [۱۱۰] پر دو سالہ دو پاڑیاں اور ایک سالہ ایک پاڑا اور ایک سو بیس [۱۲۰] پر دو سالہ تین پاڑیاں یا ایک سالہ چار پاڑے اور اسی طرح زکات دی جائے۔

بکری کا نصاب چالیس سے شروع ہوتا ہے۔ چالیس [۴۰] سے کم تعداد کے لیے کوئی زکات نہیں ہے۔ یہ نصاب بکری مینڈی نر و مادہ کے لیے عام ہے مگر فرق یہ ہے کہ مینڈی کی عمر ایک سال اور بکری کی عمر دو سال ہوگی۔ ایک سو اکیس [۱۲۱] میں دو بکریاں، دو سو ایک [۲۰۱] میں تین، چار سو [۴۰۰] میں چار اور پھر ہر سو [۱۰۰] میں ایک بکری کی زکات واجب ہوگی۔ یہ تعداد بھی **تعبّدی** ہے اور حساب پر موقوف نہیں ہے۔

اشتراک۔ باہمی شارکت کو خلط کہتے ہیں اور خلط کی دو قسمیں ہیں، خلطۂ جوار اور خلطۂ شیوع۔ خلطۂ جوار دو چیزوں کی ایسی شرکت کو کہتے ہیں جس میں باہمی امتیاز ہو سکے اور خلطۂ شیوع جس میں باہمی امتیاز نہ ہو سکے۔

کردہ ہے۔ پیداوارِ زراعت اور ثمرۂ درختاں کے لیے حول مشروط نہیں ہے۔

سَوم[1] چرائی کو کہتے ہیں جو مفت کی چراگاہ میں ہو یا ایسی چراگاہ میں جس کی قیمت بہت کم ہو اگر چراگاہ کی قیمت کافی ادا کرنا پڑے یا مویشی کو برس کے اکثر حصہ میں چارہ پر پالنا پڑے تو اُن کے لیے زکات نہیں ہے۔ اگر چارہ کی مقدار متقابلۃً قلیل ہو تو زکات واجب ہے ورنہ نہیں۔ سَوم کی شرط صرف مویشی کے لیے ہے۔

اَشیائے زکات نو ہیں۔ اونٹ، گائے، بکری، سونا، چاندی، غلّہ، کھجور، انگور اور مالِ تجارت۔ اشیائے زکات سے مراد وہ چیزیں ہیں جن پر زکات واجب ہے۔ سہولتِ مطالعہ کے خاطر نو کی تعداد تفصیل سے بیان کی گئی ہے ورنہ نو کی تقسیم منطقی نہیں ہے۔ کھجور اور انگور پھلوں کی قسم سے ہیں اور ان کے درمیان زکات کے تعلق سے کوئی فرق نہیں ہے پھل کے عنوان میں ان دونوں کا ذکر ہو سکتا ہے۔ اسی طرح مال تجارت کے لیے علٰحدہ عنوان کی ضرورت نہیں۔ زکات کے لیے مال تجارت کی قیمت کا تشخص سونے یا چاندی کے ذریعہ ہوتا ہے اس لیے مالِ تجارت کا شمار سونے اور چاندی کے تحت ہو سکتا ہے۔ ابو شجاع نے مویشی کے تحت اونٹ، گائے اور بکری کی تفصیل اور اشیائے قیمتی کے ضمن میں سونے اور چاندی کی تفصیل بیان کی ہے۔ تقسیم کا دوسرا طریقہ یوں ہو سکتا۔ وہ اشیا جس کے عین سے زکات نکالی جائے جیسے مویشی اور غلّہ اور دوسرے وہ اشیا جس کی قیمت سے زکات نکالی جائے جیسے مالِ تجارت

مویشی میں صرف اونٹ گائے اور بکری پر زکات واجب ہے۔ حدیث۔ فِي الْإِبِلِ صَدَقَتُهَا وَفِي الْغَنَمِ صَدَقَتُهَا وَفِي الْبَزِّ صَدَقَتُهُ۔ گھوڑوں پر زکات واجب نہیں ہے اگر تجارت کے لیے نہ ہوں اور خالی رکھے جائیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے گھوڑوں پر بھی زکات واجب قرار دی ہے۔ گائے میں بھینس بھی داخل ہے۔ بھینس پر زکات واجب ہے۔ مویشی پر زکات کے وجوب کے لیے سَوم کی شرط ہے یعنی چرائی کا بار نہ ہو۔ اگر کسی کے مویشی مختلف مقامات پر ہوں تو ان کی مجموعی تعداد شمار کر کے نصاب کا تعین کیا جائے۔ ایک مقام پر بیس مویشی اور دوسرے مقام پر بیس مویشی ہوں تو ان میں ایک بکری کی زکات ہو گی۔ اسی طرح ایک مقام پر چالیس اور دوسرے مقام پر چالیس بکریاں ہوں تو جملہ اسّی ہوں گی اور ان کی زکات ایک بکری ہو گی۔ نصاب کے لیے مویشی میں ان کے بچوں کو بھی شمار کیا جائے گا اگرچہ ان کے لیے ایک سال کی مدت نہ گزری ہو۔ مویشی کے دو نصابوں کی درمیانی تعداد کے لیے کوئی زکات نہ ہو گی۔ بُعدِ مسافت کا کوئی اثر نہ ہو گا۔ بخلاف امام احمدؒ کے جنکے پاس بُعدِ مسافت کی صورت میں علٰحدہ علٰحدہ نصاب شمار کیا جائے گا۔ حاملہ مویشی کی زکات مالک کی رضامندی سے لی جائے بخلاف قربانی کے جانور کے۔ حاملہ جانور کے گوشت کی حالت رَدی ہوتی ہے اس لیے قربانی میں جائز نہیں۔ مویشی پر زکات کے وجوب کے لیے سَوم یعنی مفت کی چرائی کی شرط ہے۔ جو مویشی برس کے اکثر حصہ میں چارے پر پالے جائیں اُن پر زکات نہیں ہے۔ اگر برس کے نصف یا اس سے کمتر زمانہ میں چارہ اس مقدار میں دیا جائے کہ اس کے بغیر بھی

مخصوص ہیں۔ شرائط وجوبِ زکات ان کے علاوہ ہیں۔ دودھ دوہنے کی جگہ، دودھ دوہنے والے یا دودھ دوہنے کے برتن کا ایک ہونا ضروری نہیں ہے۔

اشیائے قیمتی میں سونے اور چاندی پر زکات واجب ہے، سکہ کی شکل میں ہوں یا نہ ہوں۔ آیت۔ (۵ ۱/۱۱)۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ

جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے تم ان کو دردناک عذاب کی خبر سنا دو۔

کنز اُس مال کو کہتے ہیں جو زمین میں دفن کیا گیا ہو اور اُس سے فی الوقت کوئی فائدہ نہ اُٹھایا جائے لیکن شرع میں کنز اُس مال کو کہتے ہیں جس پر زکات نہیں دی گئی ہو۔ اشیائے قیمتی میں صرف سونے اور چاندی پر زکات واجب ہے، موتی، یاقوت اور جواہرات پر زکات نہیں ہے۔ سونا اور چاندی نقدین شمار کیے گئے ہیں، اور داد و ستد انہیں کے ذریعہ عمل میں آتی ہے اور دنیا کا نظام اُن پر قائم ہے۔ ان کے لینے اور دینے میں برکت ہے۔ اگر کسی نے بغیر استفادہ انکو اُٹھا رکھا تو نقدین کی اصلِ غایت فوت ہو جاتی ہے، اس لیے ان پر زکات واجب کی گئی۔ اشیائے قیمتی پر زکات کے وجوب کی وہی شرائط ہیں جو اس کے قبل بیان کی گئی ہیں سوائے سَوم یعنی چرائی کے جس کا تعلق مویشی سے ہے۔ اسلام، حُریت، ملکیت، نصاب اور حَول کی پانچوں شرائط قائم ہیں۔

کھیٹ اعلیٰ قیمت کی دھات کے ساتھ ادنیٰ قیمت کی دھات کی آمیزش کرنے کو کہتے ہیں جیسا کہ سونے کے ساتھ چاندی یا تانبا اور چاندی کے ساتھ گلٹ وغیرہ کو ملایا جائے۔ کھیٹ سونے اور چاندی پر زکات اُس وقت واجب ہوگی جبکہ اس کے خالص حصہ کا اندازہ ہو سکے اور وہ اندازہ نصاب کی مقدار کے موافق ہو۔ زکات میں خالص سونا یا چاندی نکال سکتے ہیں یا غیر خالص اس مقدار میں کہ اس سے خالص کی مقدار واجب برآمد ہو سکے۔

ضربِ سکہ امام کے فرائض سے ہے اور امام کے لیے مکروہ ہے کہ کھیٹ سکہ چلائے۔ حدیث۔ مَنْ غَشَّنَا لَيْسَ مِنَّا۔ امام کے سوائے دوسروں کے لیے خالص سکہ ڈھالنا مکروہ ہے اور کھیٹ کا سکہ ڈھالنا حرام ہے۔

زیورات سونے اور چاندی کے زیورات جن کا استعمال مباح ہے اور جو استعمال کیے جاتے ہیں یا کم از کم جن کے استعمال کا ارادہ ہے اُن پر زکات نہیں ہے لیکن اُن زیورات پر جن کا استعمال مباح نہیں ہے یعنی مکروہ یا حرام ہے زکات واجب ہے۔ سونے اور چاندی کے زیورات اور برتنوں کے استعمال کی بحث طہارت کے بیان میں تفصیل سے درج کی گئی ہے، ملاحظہ ہو صفحہ …۔ اگر زیورات متعدد، پہننے کے لیے نہیں بلکہ بطورِ مالِ محفوظ جمع کیے جائیں تو ان پر بھی زکات واجب ہے۔ معیار یہ ہے کہ زیور مباح ہو، استعمال کی نیت ہو اور اسراف نہ ہو تو اُس زیور پر زکات نہیں ہے۔ اگر زیورات میں وراثۃً حق پیدا ہوا ہو اگر اُس کا علم نہ ہوا اور ایک سال کی مدت گزر جائے تو اُس پر زکات واجب ہے اس لیے کہ ان زیورات کا علم ہی نہیں تھا تو استعمال کی نیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا اور ایسے مال پر زکات واجب

یہاں خلطۂ جوار کے احکام بیان کیے گئے ہیں جو خلطۂ شیوع پر بدرجۂ اولیٰ صادق آئیں گے۔ اشتراک مویشی (اونٹ، گائے، بکری)، سونے، چاندی، مالِ تجارت، زراعت، میوہ اور معدن میں مؤثر ہے۔ دو اشخاص کی نقد رقم ایک تھیلی یا ایک صندوق میں ہو، دو کھیت یا دو باغ ملے ہوئے ہوں، دو اشخاص کا مالِ تجارت ایک دوکان میں ہو، دو اشخاص بوقتِ واحد مالِ تجارت خریدیں، خزانہ، دوکان، نگہبان، نقدی نویس، صراف، تولنے والا، دلال، ترازو وغیرہ میں امتیاز نہ ہو۔ کھیت اور باغ میں محافظ، کھلے کی جگہ، میوہ سکھانے کا مقام ایک ہو تو اشتراک مؤثر ہے۔ اشتراک اسی صورت میں مؤثر ہے جبکہ جنس کا اتحاد ہو۔ جنس میں اختلاف ہو تو اشتراک غیر مؤثر ہے جیسا کہ ایک شخص کی گائے اور دوسرے کی بکریاں ہوں۔ شراکت کے لیے شرط ہے کہ دونوں اہلِ زکات سے ہوں۔ ایک مسلم اور دوسرا غیر مسلم ہو تو شراکت کا کوئی اثر نہیں۔ صرف اس شخص کے حصہ پر زکات لی جائے گی جو مسلم ہو۔ شراکت کی نیت مشروط نہیں ہے۔

دو مشترکہ اشخاص ایک شخص کی زکات دیں۔ دو آدمیوں کے مویشی مشترک ہوں تو دونوں کی مجموعی تعداد پر ایک شخص کی مویشی کی طرح زکات دی جائے اس بارے میں چاروں ائمہ کا اتفاق ہے۔ اشتراک کے چار مختلف اثرات ہیں۔ اشتراک دونوں کے لیے تخفیف کا باعث ہو سکتا ہے جیسا کہ دو کی مشترکہ مساوی ملکیت میں اسّی بکریاں ہوں تو ان میں ایک بکری کی زکات ہے۔ اگر علیحدہ ہوتے تو ہر ایک کے ذمہ ایک بکری کی زکات ہوتی۔ اشتراک دونوں کے لیے زیادتی کا باعث ہو سکتا ہے جیسا کہ دو کی مشترکہ مساوی ملکیت میں چالیس بکریاں ہوں تو ان میں ایک بکری کی زکات ہوگی اگر علیحدہ ہوتے تو ان کے ذمہ کوئی زکات ہی نہ ہوتی۔ شراکت ایک کے لیے تخفیف اور دوسرے کے لیے زیادتی کی باعث ہو سکتی ہے جیسا کہ دو کی مشترکہ ملکیت میں ساٹھ بکریاں جن میں سے ایک کی تہائی اور دوسرے کی دو تہائی بکریاں ہوں تو مجموعی طور پر ایک بکری کی زکات ہوگی جس میں سے ایک تہائی بکری کی زکات پہلے شخص کی جانب سے اور دو تہائی بکری کی زکات دوسرے شخص کی جانب سے ہوگی۔ اگر یہ علیحدہ ہوتے تو پہلے شخص کے ذمہ کوئی زکات ہی نہ ہوتی اور دوسرے شخص کے ذمہ ایک سالم بکری کی زکات ہوتی۔ شراکت سے نہ تخفیف ہو اور نہ زیادتی جیسا کہ دو کی مشترکہ مساوی ملکیت میں دو سو بکریاں ہوں تو مجموعی طور پر دو بکریوں کی زکات ہوگی۔ اگر علیحدہ ہوتے تو بھی ہر ایک کے ذمہ ایک بکری کی زکات ہوتی۔

شرائطِ شراکت چھ ہیں۔ رات کے بسیرے کی جگہ، صبح کو جمع کرنے کی جگہ، چراگاہ، چرواہا، سانڈھ اور پانی ایک ایک سے مراد یہ ہے کہ ان امور میں اشتراک اور اتحاد ہو اور امتیاز نہ ہو۔ مشترکہ مویشی دو تین مقامات پر رکھے جا سکتے ہیں مگر یہ عمل نہیں ہو سکتا کہ ایک کے مویشی ایک مقام پر اور دوسرے کے مویشی دوسرے مقام پر رکھے جائیں اسی طرح چرواہوں، سانڈھوں اور پانی کے مقامات کا تعدد ہو سکتا ہے حصہ داروں کی تخصیص کے بغیر یہ شرائط شراکت کے لیے

امانت رہے گا اور کسی تیسرے شخص کو پورا مثقال فروخت کر کے اس کی قیمت زکات لینے والا اور زکات دینے والا دونوں بانٹ لیں گے۔ اس لیے کہ زکات کے نصف مثقال کو خرید لینا یا خود بیچ لینا مکروہ ہے بیس مثقال سے زیادہ کی زکات بھی اسی حساب سے ہوگی پچیس ۲۵ مثقال سونا ہو تو بیس ۲۰ مثقال کی زکات نصف مثقال اور پانچ مثقال کی زکات ۱/۸ مثقال اور جملہ زکات ۵/۸ مثقال ہوگی۔ سونے اور چاندی دونوں کا نصاب جداگانہ ہے۔ سونے کے نصاب کی تکمیل کے لیے چاندی کو نہ ملائے۔

چاندی کا نصاب دو سو درہم یعنی ساڑھے باون تولے سے شروع ہوتا ہے اور اس کا چالیسواں حصہ پانچ درہم یعنی ایک تولہ تین ماشے اور پانچ رتی زکات ہے۔ زیادہ پر بھی یہی حساب ہوگا۔ حدیث۔ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ۔ اَوَاق اُوقِیہ کی جمع ہے اور اُوقِیہ چالیس درہم کے مساوی ہے۔ چاندی کی زکات سونے کی طرح، ہر سال نکالی جائے گی جب تک کہ نصاب باقی رہے۔

پیداوار میں زکات کے وجوب کے لیے مزید دو شرائط ہیں۔ آدمیوں نے بویا ہو اور غلہ کھانے کا ہو اور جمع کیا جا سکے غلہ کا نصاب بیس من کا ہوگا۔ آیت۔ (۲ ۲۶۷) أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ۔ اور خرچ کرو ان اچھی چیزوں میں سے جو تم نے حاصل کی ہیں اور جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کیے ہیں۔ پیداوار زراعت میں زکات کے وجوب کے لیے اسلام، حریت، ملکیت اور نصاب کی شرطیں بھی قایم ہیں۔ حول یعنی ایک سال کی مدت اور سوم یعنی چرائی کی شرطوں کو زراعت سے تعلق نہیں ہے۔ البتہ دانہ کے سخت ہونے اور بھوسے یا چھلکے کے نکال لینے کے بعد زکات واجب ہوگی۔ غلہ کی دو شرطیں ہیں کہ غذائی جنس سے ہو جس کو آدمیوں نے بویا ہو جیسے گیہوں، جوار، چنا، جو، باجری وغیرہ۔ اگر پانی کے بہا کر لانے یا ہوا کے اڑا کر لانے سے خود رو طریقہ پر اگ جائے تو اس میں زکات نہیں ہے۔ ہر جنس کی تیاری پر زکات واجب ہوگی خواہ کتنی ہی مدت صرف ہو۔ حول یعنی ایک برس کی مدت کی شرط نہیں ہے۔ غذائی اجناس کی شرط کی وجہ سے مصالحے اور دواؤں کے اجناس احکام زکات سے خارج ہو جاتی ہیں۔ زیرا، دھنیاں، تل، خشخاش، الائچی، لونگ وغیرہ مصالحے اور سونٹھ، سیاہ مرچ، سونف اور اجوان دواؤں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ غذائی اجناس ایسی ہوں جو ذخیرہ کی جا سکتی ہوں۔ وہ اشیاء جو ذخیرہ نہیں کی جا سکتی جیسا کہ بعض پھل تو اس پر زکات نہیں ہے۔ نصاب ایک جنس کے غلہ پر ہوگا، دو جنسوں کو ملا کر نصاب کا حساب نہیں کیا جائے گا۔ ایک ہی جنس کے غلہ کی مختلف قسمیں ہوں تو ان سب کو ملا کر نصاب کا تعین کیا جائے گا اور ان کے باہمی تناسب کے حساب سے یا اوسط درجہ سے زکات نکالی جائے گی۔ نصاب کے لیے ایک سال کی پیداوار کو دوسرے سال کی پیداوار سے نہ ملائے۔ ایک سال کی دو فصلوں کو ملائے۔ سال سے مراد بارہ مہینے قمری ہیں۔

ہے۔ اگر کوئی زیور ٹوٹ جائے اور قابل استعمال نہ ہو اور اسی حالت میں ایک سال کی مدت گزر جائے تو اس پر بھی زکات واجب ہے اگر ٹوٹنے کے باوجود استعمال کیا جا سکے تو اس پر زکات نہیں ہے۔ بہرحال مباح استعمال کی غرض پوری ہو سکے تو زکات نہیں ہے۔ حدیث۔ اُحِلَّ الذَّهَبُ وَالْحَرِيْرُ لِإِنَاثِ اُمَّتِيْ وَحُرِّمَ عَلٰى ذُكُوْرِهَا اِلَّا الْاَنْفَ اِذَا جُدِعَ۔ سونا اور ریشم میری اُمّت کی عورتوں پر حلال کیے گئے ہیں اور مردوں پر حرام سوائے ناک کے جب کٹ جائے۔ مرد کے لیے ایک مثقال چاندی کی انگوٹھی مسنون ہے۔ ایک مثقال چار ماشے اور چار رتی کے مساوی ہے۔ سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال حرام ہے اس لیے اس پر زکات واجب ہے۔ جس زیور پر زکات واجب ہو جائے اور اس کے وزن اور قیمت میں اختلاف ہو تو قیمت کے لحاظ سے زکات دی جائے نہ کہ وزن کے لحاظ سے۔

تمویہ کے معنی سونے اور چاندی کا ملمع کرنے کے ہیں۔ ملمع کیے ہوئے زیور کا استعمال اس لیے حرام ہے کہ اس میں مال رائیگاں ہوتا ہے۔

اختلاف۔ ائمہ شافعی، مالک اور حنبلی رضی اللہ عنہم کے پاس مباح زیورات پر زکات واجب نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ رضؓ کے پاس مطلق زیورات پر زکات واجب ہے۔

سونے کا نصاب بیس مثقال سے شروع ہوتا ہے اور اس کا چالیسواں حصہ نصف مثقال زکات ہے بیس مثقال کی مقدار **تحدیدی** ہے اگر بیس مثقال میں تھوڑی بھی کمی ہو تو اس پر زکات نہیں ہے۔ حدیث۔ لَيْسَ فِيْ اَقَلَّ مِنْ عِشْرِيْنَ دِيْنَارًا شَيْئٌ وَفِيْ عِشْرِيْنَ نِصْفُ دِيْنَارٍ۔ دینار اور مثقال مساوی بلکہ ایک سکہ کے دو نام ہیں مثقال ایک درہم کے مساوی ہے اور ہندوستان کے اوزان کے لحاظ سے ایک **مثقال** کا وزن تین ماشہ ایک رتی اور بیس مثقال کا وزن ساڑھے سات تولے ہے۔ مقدار نصاب کی نسبت یقین کی شرط ہے۔ نصاب کے مشکوک ہونے کی وجہ سے زکات نہ ہو گی۔ مکہ کے وزن کی نسبت یہ حدیث ہے۔ اَلْمِكْيَالُ مِكْيَالُ الْمَدِيْنَةِ وَالْوَزْنُ وَزْنُ مَكَّةَ۔ مثقال کا وزن زمانۂ جاہلیت اور اسلام دونوں میں ایک ہی تھا مگر درہم زمانۂ جاہلیت میں دو قسم کے رائج تھے ایک کا وزن آٹھ دانق اور دوسرے کا چار دانق تھا۔ عمر بن خطاب رضؓ کے زمانہ میں دونوں کا اوسط چھ دانق وزن مقرر کیا گیا اور بعض کا قول ہے کہ عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں یہ عمل ہوا۔ ایک ہی سونے کی مقدار سے ہر سال زکات نکالی جائے گی جب تک کہ نصاب باقی رہے حالانکہ غلطی سے ایک مرتبہ زکات نکالنے کے بعد اگر کئی سال نصاب کی مقدار باقی رہے تو دوبارہ اُس میں سے زکات نہ نکالی جائے گی۔ سونے، چاندی اور اُن کے سکوں کی نسبت حکم واحد ہے۔ زکات نصف مثقال نکالنا ہو اور نصف مثقال موجود بھی ہو تو نصف مثقال مستحقین کو دیا جائے اور اگر نصف مثقال موجود نہ ہو تو پورا مثقال دیا جائے جس میں سے نصف زکات میں محسوب ہو گا اور بقیہ نصف ،

تجارت کی نیت کے ساتھ، عوض کے بدلے مال کے رد و بدل کرنے کو تجارت کہتے ہیں۔ مالِ تجارت میں زکات کے جو
کے لیے سات شرائط ہیں۔ پانچ شرائط اسلام، حریت، ملکیت، نصاب اور حول یعنی ایک سال کی مدت کے وہی ہیں
جو سونے اور چاندی میں معتبر ہیں۔ مگر فرق یہ ہے کہ سونے اور چاندی میں نصاب کے لیے پوری مدت کا لحاظ کیا جاتا
ہے اور مالِ تجارت میں برس کی مدت کے آخر میں نصاب کا تعین کیا جاتا ہے۔ معاوضہ دو طرح ہو سکتا ہے۔
مالِ تجارت کسی عوض کے بدلے خریدا جائے یا نکاح، خلع یا دیت کا معاوضہ قرار دیا جائے۔ اس مال میں جو بغیر
معاوضہ کے حاصل ہو زکات نہیں ہے جیسا کہ ہبہ یا وصیت کے سبب سے۔ مالِ تجارت میں ہر تصرف کے وقت
تجارت کی نیت ہو جب تک کہ پورا سرمایہ ختم ہو جائے تاکہ تجارت کے سرمایہ اور بے کار سرمایہ میں امتیاز ہو سکے۔ پورا
سرمایہ ایک بار تجارت پر لگانے کے بعد تجارت کی نیت کی ضرورت باقی نہیں رہتی بلکہ یہ کافی ہے کہ رقم کو روک رکھنے
کی نیت نہ کرے۔ اگر ایسی نیت کرے تو مدت منقطع ہو گی اور تجارت کے لیے نیت کی تجدید لازم آئے گی۔ سال کے آخر
میں مالِ تجارت کی قیمت کا تشخص کیا جائے تاکہ یہ معلوم ہو کہ نصاب ہوا ہے یا نہیں۔ قیمت کا تشخص اُسی نقد میں کیا جائے
جس نقد سے کہ مالِ تجارت خریدا گیا۔ اگر مالِ تجارت بغیر نقد کے حاصل کیا گیا تھا تو سکۂ رائج الوقت میں مالیت کا تعین
کرے۔ اگر دو مختلف نقدوں سے مالِ تجارت خریدا گیا تھا اور ان دونوں کے نصاب کی تکمیل نہ ہوتی ہو تو زکات واجب
ہو گی۔ زکات چونکہ سال کے ختم پر واجب ہوتی ہے اس لیے قیمت کا تشخص بھی سال کے آخر میں ہو گا نہ کہ اس کے قبل یا
بعد۔ اگر سال کے اندر مالِ تجارت نقد میں بدلا گیا اور وہ نصاب کی مقدار میں ہو تو مدتِ حول جاری رہے گی اور
اگر نصاب سے کم ہو تو مدت منقطع ہو گی اور اس کے بعد اس نقد سے مالِ تجارت خریدے تو جدید [illegible] آغاز ہو گی۔ اصل
سرمایہ کی نسبت سال کی مدت گزرنے کے بعد زکات دی جائے اور نفع کی نسبت نفع کی مدت گزرنے کے بعد۔ اس کا
کوئی اثر نہ ہو گا کہ ابتدا میں مال کی خریدی کے وقت سرمایہ کی مقدار نصاب کے موافق تھی یا نہ تھی۔ اگر سال کے آخر میں
مالِ تجارت کی قیمت نصاب کے موافق ہو تو زکات قیمت سے ادا کی جائے۔ زکات میں عینِ مالِ تجارت کا دینا جائز
نہیں۔ قیمت کا تعین سونے یا چاندی میں ہوتا ہے اس لیے زکات بھی سونے یا چاندی میں دی جائے گی۔ اگر مالِ تجارت
مویشی یا پھلوں کی قسم سے ہو تو اتفاق اس پر ہے کہ دو قسم کی زکات عاید نہیں ہو گی۔ دونوں میں سے جس کے نصاب
کی تکمیل ہو اس کی زکات دی جائے جیسا کہ بکریوں کی تعداد چالیس ہے مگر ان کی قیمت نصاب کے موافق نہ ہو تو
مویشی کی زکات دی جائے یا یہ کہ بکریوں کی تعداد انتالیس ۳۹ ہو مگر قیمت نصاب کے موافق ہو تو قیمت پر زکات دی جائے
اگر دونوں نصاب پورے ہوں تو عین کی زکات کو قیمت کی زکات پر ترجیح ہے جیسا کہ چالیس بکریاں ہوں اور ان کی
قیمت بھی نصاب کے موافق ہو تو بکری کی زکات دی جائے۔

معادن سے عمل و قت جس قدر سونا اور چاندی برآمد ہو اس کا چالیسواں حصہ زکات ہے۔ اگر عمل اخراج

غلہ کا نصاب پانچ وسق تقریباً نو سو سیر سے شروع ہوتا ہے۔ نصاب کا تعین بھوسہ اور چھلکا نکالنے کے بعد ہوگا حدیث۔ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ۔ ایک وسق کے ساٹھ صاع تو پانچ وسق کے تین سو صاع ہوئے۔ ایک صاع کے چار مُد تو تین سو صاع کے بارہ سو مُد ہوئے۔ ایک مُد کا $1\frac{1}{3}$ رطل بغدادی تو بارہ سو مُد کے سولہ سو رطل بغدادی ہوئے۔ ایک رطل مساوی ہے ۱۲۸ درہم کے۔ درہم مساوی ہے تین ماشے ایک رتی کے۔ غلے کے نصاب کی مقدار تحدیدی ہے۔ نصاب میں کمی ہو یا شک ہو تو زکات واجب نہیں۔ اگر غلہ ایسا ہو جس کو بھوسہ کے ساتھ اٹھا کر رکھنے کی ضرورت ہو تو نصاب کے تعین کے لیے اس کے دانہ کی مقدار کا اندازہ کیا جائے۔

نصاب سے زیادہ غلہ کی زکات اسی حساب سے ہوگی۔

مینھ کے پانی یا بہتے ہوئے پانی سے آبیاری کی گئی تو دسواں حصہ اور اگر ڈول، موٹ، یا نہر، بنڈی یا جانور کے ذریعہ پانی پہنچایا جائے تو بیسواں حصہ زکات کی مقدار ہے اور علیٰ ہذا۔ حدیث۔ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ أَوِ الْعُيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ وَفِيمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ۔ زراعت کی محنت و مشقت کے تناسب سے زکات کی مقدار مقرر کی گئی ہے جس قسم کی زراعت میں محنت زیادہ ہو اس میں زکات کی مقدار کم اور جس میں محنت کم ہو اس میں زکات کی مقدار زیادہ ہے۔ کھیتی کی آبیاری بہتے پانی سے ہو تو پیداوار کا دسواں حصہ، اگر ڈول اور جانور کے ذریعہ پانی پہنچائے تو پیداوار کا بیسواں حصہ زکات واجب ہے۔ قدرتی پانی اور مشقت سے حاصل کیے ہوئے پانی کی مقدار مساوی ہو تو چالیسویں حصہ کا سہ چند حصہ زکات ہے۔

پھلوں میں کھجور اور انگور پر زکات واجب ہے۔ کھجور اور انگور جملہ پھلوں میں افضل شمار کیے گئے ہیں اور ان کے بعد انار کا درجہ ہے اور اس کے بعد بقیہ۔ پھلوں میں زکات کے وجوب کے لیے اسلام، حریت، ملکیت اور نصاب کی چار شرائط ہیں۔ ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو زکات واجب نہ ہوگی۔ پھلوں اور پیداوار زراعت کا نصاب ایک ہی ہے یعنی پانچ وسق جو نو سو سیر کے مساوی ہے۔ اگر کسی درخت کے سال میں دو فصل ہوں تو ان دونوں کو نصاب اور زکات کے لیے علیحدہ شمار کیا جائے۔ بمقدار پیداوار کی طرح زکات دسویں حصہ سے بیسویں حصہ تک ہوگی۔ بہ زمین اور موسم کے اختلاف کی وجہ سے ایک ہی قسم کے مختلف درختوں کے ثمرہ کے زمانہ میں اختلاف ہو تو ایک جگہ شمار کیا جائے۔ زکات سے قبل پیداوار اور پھلوں کی کوئی مقدار اجرت یا صدقہ میں صرف نہ کی جائے بخلاف امام احمدؒ کے۔ ان کا قول ہے کہ کھانے اور ہدیہ میں تصرف جائز ہے اور اس کا شمار نہ ہوگا۔

مالِ تجارت میں نصاب کے لیے مالیت کا تعین برس کے آخر میں خریدی ہوئی قیمت پر ہوگا اور قیمت کا چالیسواں حصہ زکات ہوگی۔ فائدہ کی غرض سے مال کے رد و بدل کرنے کو تجارت کہتے ہیں اور شرع میں فایدہ کی غرض سے

اپنے اور اپنے اہل و عیال کے عید کے دن کے نفقہ سے۔ ابنِ عمرؓ نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ زَکَاۃَ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ عَلَى النَّاسِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ عَلٰى كُلِّ حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرض کرنے سے مراد نہیں ہے کہ اپنی جانب سے یہ حکم دیا تھا بلکہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھا جس کو آپ نے بندوں تک پہنچایا۔ زکاتِ فطرہ کے وجوب کی فرضیت پر اجماع ہے۔ فطرہ دیتے وقت فطرہ کی نیت بھی واجب ہے تاکہ امتیاز ہو۔ ابو شجاع نے تین شرائط بیان کیے تھے خطیب اور بیجوری نے حرّیت کی شرط کا اضافہ کیا۔

اسلام: اصلی کافر پر فطرہ نہیں ہے اس لیے کہ فطرہ سے بدن کی پاکی مقصود ہے اور کافر کا بدن نجاستِ حکمی سے پاک نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے حدیثِ بالا میں مسلمین کی قید ہے۔ مرتد کا فطرہ ملتوی رہے گا، اسلام کی طرف عود کرے تو فطرہ واجب ہوگا ورنہ نہیں۔

حرّیت یعنی آزادی کی شرط ہے۔

وقت: رمضان کے آخری روز سورج کے غروب ہونے سے فطرہ واجب ہوتا ہے۔ فطرہ کے وجوب کے لیے ایسے وقت کی ضرورت ہے جس میں رمضان اور شوال دونوں مہینوں کے متصلہ اجزاء ملتے ہوں۔ رمضان کے آخری زمانہ اور شوال کے ابتدائی زمانہ سے اس کی ترکیب ہوتی ہے۔ فطرہ اُس شخص کے لیے دیا جائے گا جو غروب کے بعد فوت ہوا اور اس نومولود کے لیے نہیں دیا جائے گا جو غروب کے وقت یا غروب کے بعد پیدا ہو۔ مسنون ہے کہ عید کی نماز سے پہلے فطرہ نکالے عید کے دن کے آخر وقت تک فطرہ میں تاخیر کرنا مکروہ اور عید کے دن کے گزرنے تک تاخیر کرنا حرام ہے۔ **خلاصہ** یہ کہ فطرہ کے پانچ اوقات ہیں۔ وقتِ جواز[1] اوّل ماہِ رمضان ہے۔ وقتِ وجوب[2] جبکہ رمضان کے آخری روز سورج غروب کرے۔ وقتِ فضیلت[3] عید کی نماز کو روانہ ہونے سے پہلے۔ وقتِ کراہت[4] نماز سے فراغت پانے کے بعد سے دن کے غروب تک تاخیر کرنا۔ وقتِ حرمت[5] اتنی تاخیر کرنا کہ عید کا دن گزر جائے۔ زکاتِ فطرہ کا وقت نماز کے وقت کی طرح محدود ہے بخلاف مال کی زکات کے۔

زیادتیِ مال۔ مال کی ایسی زیادتی جو اپنے اور متعلقین کے عید کے دن اور رات کے نفقہ سے بآسانی ہو سکے جس شخص کو یہ سہولت حاصل نہ ہو اُس پر فطرہ واجب نہیں ہے۔ قرض سے فاضل ہونے کی شرط نہیں ہے مگر ابنِ حجر نے اس کو بھی شرط متقدم قرار دیا ہے۔ استطاعت کا تعین فطرہ کے وجوب کے وقت کیا جائے گا۔

مقدارِ فطرہ: شہر کے غلہ سے ایک صاع' تین سیر ہے اپنی اور ان لوگوں کی طرف سے جن کی پرورش اس کے ذمہ ہو۔ فطرہ اپنی طرف سے اور ان متعلقین کی طرف سے جو مسلمان ہوں دیا جائے۔ متعلقین میں سے کوئی مسلمان نہ ہو تو اس کے لیے فطرہ نہیں ہے اگرچہ ان کا نفقہ اُس پر واجب ہے اگر شہر میں متعدد اجناس بطور غذا استعمال کی جاتی ہوں تو

مال ایک ہی معدن سے بدفعات ہو تو مجموعی مقدار پر نصاب متقرر ہوگا۔ عمل میں فصل' آلہ کے بگڑنے یا عامل کے مرض کی وجہ سے ہو تو مضایقہ نہیں۔ اگر معدن مختلف ہو یا بغیر کسی عذر کے سلسلۂ عمل منقطع ہو تو مختلف دفعات کی مقداروں کو ایک جگہ جمع نہ کیا جائے۔ سونا اور چاندی دستیاب ہوتے ہی زکات واجب ہوتی ہے مگر تخلیص اور تنقیہ کے بعد زکات نکالی جائے۔ نصاب کی مقدار وہی ہے جو سونے اور چاندی کے لیے معین ہے۔ سونے کا نصاب بیس مثقال یعنی ساڑھے سات تولہ اور چاندی کا نصاب دو سو درہم یعنی ساڑھے باون تولے ہے۔ نصاب پر جس قدر زیادہ ہو اس کے تناسب سے زکات نکالی جائے۔ حدیث۔ وَفِي الرِّقَةِ رُبُعُ الْعُشْرِ لَيْسَ فِي أَقَلَّ مِنْ عِشْرِينَ دِينَارًا شَيْءٌ وَفِي عِشْرِينَ نِصْفُ دِينَارٍ۔ حول یعنی سال کی مدت کی شرط نہیں ہے۔ جس وقت سونا اور چاندی برآمد ہو زکات واجب ہوگی۔ عامل کے مسلم ہونے کی شرط بے وجوب زکات کے لیے دارالسلام میں کافر کو معدن کے نکالنے سے حاکم منع کرے گا۔

دفینہ کا پانچواں حصہ زکات ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ جو مال دستیاب ہو نصاب کی مقدار میں ہو۔ ایک سال کی مدت کی شرط دفینہ میں نہیں ہے جس طرح معدن میں نہیں ہے۔ دفینہ کا نصاب سونے اور چاندی کے نصاب کے موافق ہے جس مقام سے دفینہ برآمد ہو وہ مقام مملوک ہے یا اُفتادہ یا موقوفہ۔ مملوک اراضی سے دفینہ برآمد کیا جائے تو ملکیت کی نسبت کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اُفتادہ اراضی سے دفینہ برآمد ہو تو برآمد کنندہ ہی اس کا مالک ہوگا البتہ موقوفہ اراضی سے دفینہ برآمد ہو تو موقوف علیہ کا ہوگا۔ معدن کے مقابلہ میں دفینہ میں زکات کی مقدار اس لیے زیادہ ہے کہ دفینہ کی برآمدی میں محنت کم ہے۔ لقطہ وہ مال ہے جو مسجد میں یا راستہ میں پڑا ہوا بغیر محنت کے دستیاب ہو اور جس کے مالک کا علم نہ ہو۔ پانے والے کے لیے مسنون ہے کہ اس کا اعلان کرے اور مالک ظاہر ہو تو مالک کے حق میں مسترد کرے۔ اگر دارالحرب میں امان حاصل کر کے داخل ہوا اور لقطہ دستیاب ہو تو اس کے مالک کو مسترد کرنا واجب ہے اگر جبر سے حاصل کرے تو مالِ غنیمت ہے۔ اگر دارالحرب میں کافر حربی کی ملک سے حاصل کرے تو فیئ ہے۔

فطرہ

فطرت کے معنی خلقت کے ہیں اور زکاتِ فطرہ سے ایسی زکات مراد ہے جس سے خلقتِ انسانی کی صفائی اور پاکی مقصود ہے۔ فطرہ کی زکات ہجرت کے دوسرے سال عید الفطر سے دو روز پہلے واجب گردانی گئی۔ اس زکات سے غرض یہ ہے کہ اگر روزوں میں کوئی خلل واقع ہوا تو اس کی تلافی کرے جیسا کہ نماز کے نقص کا تدارک سجود سہو سے کیا جاتا ہے۔

فطرہ کی زکات کے وجوب کے لیے چار شرایط ہیں۔ اسلام، حریت، رمضان کے آخری روز سورج کا غروب ہونا یا اقامت

مساوی طور پر زکات دیا داۓ۔ ہ۔ اگر ان طبقوں میں سے بعض طبقوں کے اشخاص مفقود ہوں تو بقیہ طبقوں کے اشخاص کو زکات دی جائے اور اگر ۔ کر سب مفقود ہوں تو ان کے دستیاب ہونے تک زکات کو محفوظ رکھا جائے اور جب ان میں سے کوئی دستیاب ہو تو زکات دی جائے۔ زکات جملہ طبقوں پر مساوی مقدار میں تقسیم کی جائے، سوائے عاملین کے اگرچہ بعض طبقہ کی ضروریات دوسرے طبقوں کے مقابلہ میں زیادہ ہوں۔ ہر ایک طبقہ میں سے کم سے کم تین اشخاص کو زکات دی جائے مگر ان کے درمیان مساوات واجب نہیں ہے جبکہ مالکِ مال زکات تقسیم کرے۔ طبقۂ عاملین کو زکات ان کی محنت اور کارکردگی کے لحاظ سے دی جائے۔ طبقات میں مساوی تقسیم کے حکم سے صرف عاملین کا زمرہ مستثنیٰ ہے اس طبقہ میں تین اشخاص کی قید بھی نہیں ہے ایک شخص کو بھی د رسکتے ہیں۔ مالک کر راست زکات کی تقسیم کرنے کی صورت میں عاملین کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بلحاظِ زکات، مال کی دو قسمیں ہیں ظاہری اور باطنی۔ مویشی، پیداوار زراعت، دفینہ اور پھل مالِ ظاہری ہیں اور نقدین، معدن اور مالِ تجارت مالِ باطنی میں شمار کیے گئے ہیں۔ مالِ ظاہری کی زکات مالک کے خود تقسیم کرنے کے مقابلہ میں امام کے تفویض کرنا افضل ہے اس لیے کہ امام مستحقین سے واقف ہوتا ہے۔ امام عادل نہ ہو یا اعتماد کے لائق نہ ہو تو مالک خود تقسیم کرے یا وکیل کے ذریعہ تقسیم کرائے۔ امام پر چار چیزیں واجب ہیں ۱ جملہ طبقوں پر تقسیم کرے اگر پائے جائیں۔ ۲ جملہ افراد پر ہر ایک طبقہ ۔ کر تقسیم کروائے۔ ۳ طبقات میں مساوی طور پر تقسیم کرے اور ہر طبقہ کے افراد کو مساوی طور پر دے۔ مالِ زکات کا **انتقال محلِ زکا** ۔ سے حرام ہے۔ محلِ زکات پر مستحقین نہ پائے جائیں یا مستحقین کو تقسیم کرنے کے بعد زکات کا مال فاضل رہے تو دوسرے قریہ ۔ کر موضع کے مستحقین کو زکات دی جائے۔ محلِ زکات میں جو اشخاص موجود ہوں ان کو زکات دی جائے۔ مستحقین کر لیے یہ شرط نہیں ہے کہ محلِ زکات کے رہنے والے ہوں۔ مالک اور امام میں فرق یہ ہے کہ مالک زکات کو دوسرے مقام پر منتقل نہیں کر سکتا اور امام اور امام کا نائب منتقل کر سکتا ہے۔ **ابراء۔** جس طرح دَین کا ابراء ہو سکتا ہے زکات کا ابراء نہیں ہو سکتا۔ قرض دار قرض خواہ سے کہے کہ میں قرض معاف کر دیا تو قرض معاف اور قرض خواہ قرضہ سے سبکدوش ہوگا مگر مستحقینِ زکات مالک ۔ سے کہیں کہ ہم اپنی زکات کا حصہ معاف کر دئے تو زکات کی ذمہ داری سے مالک سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ مدیون داین سے کہے کہ تم مجھ کو زکات دو میں تمہارا قرضہ ادا کرتا ہوں۔ داین نے زکات دی تو زکات ۔ سے بری ہوا اگر مدیون پر قرضہ کی ادائی لازم نہیں آتی۔ داین مدیون سے کہے کہ قرضہ ادا کردو زکات دوں گا۔ مدیون نے قرضہ ادا کیا۔ داین کے لیے لازم نہیں ہے کہ مدیون ہی کو زکات دے۔ داین مدیون ۔ سے کہے کہ میرا قرضہ جو تجھ پر ہے اس کو زکات میں دیدیا تو زکات ادا نہ ہوگی۔ اس لیے کہ داین کو زکات ۔ کے مال پر قبضہ ہی حاصل نہیں ہوا بخلاف امانت کے امانت میں ایسا عمل ہو سکتا ہے۔ اس لیے امانت میں مالک کی ملکیت قایم رہتی ہے۔ **قبضہ۔** زکات کا مال لینے والے میں مال کے قبضہ کی صلاحیت ضروری ہے۔ نابالغ، مجنون اور فضول خرچ کو جس کو اصطلاحِ فقہ میں سفیہ

اُس جنس سے فطرہ دیا جائے جو اُس مُلک میں سال بھر میں غالب طور پر استعمال کی جائے۔ رواج سے بہتر غلہ بھی فطرہ میں دیا جاسکتا ہے نہ کہ بدتر۔ آیت۔ (۴/۱) لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ تم بھلائی حاصل نہ کروگے یہاں تک کہ اپنی پسندیدہ چیزوں کو اللہ کی راستہ میں خرچ کرو۔ بخلاف مال کی زکات کے جس میں چاندی کے عوض سونے کی زکات نہیں دی جاسکتی۔ قیمت کے لحاظ سے غلہ کی ترتیب یہ ہوسکتی ہے۔ گیہوں، جو، چاول، جوار، باجری وغیرہ۔ ہر مقام اور ہر زمانہ میں ترتیب بدلے گی۔ دو جنس کو شامل کرکے فطرہ نہ نکالے۔ عدمِ استطاعت کی صورت میں ایک صاع سے کم بھی فطرہ دے سکتے ہیں۔ حدیث۔ اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِاَمْرٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ۔ جب میں تم کو کسی بات کا حکم دوں تو اس کی تعمیل کرو اپنی استطاعت کے موافق۔ عدمِ استطاعت کے لحاظ سے فطرہ اس ترتیب سے نکالا جائے۔ پہلے اپنا فطرہ، پھر زوجہ کا، پھر کمسن اولاد کا، پھر باپ کا، پھر ماں کا، پھر بالغ فرزند کا اگر محتاج ہو۔

صاع کے چار مُد ہوتے ہیں اور ایک مُد ۱ ۱/۳ رطل اور اس طرح ایک صاع کے ۵ ۱/۳ رطل ہوئے۔ نووی نے رطل بغدادی کا وزن ایک سو اٹھائیس اور چار ساتویں ۱۲۸ ۴/۷ درہم اور رافعی نے ایک سو تیس ۱۳۰ درہم قرار دیا ہے لیکن میں نے مکہ کے ایک مُد کے پیمانہ کو ہندوستان میں وزن کیا تو تین پاؤ یعنی بارہ چھٹانک ہوا۔ اس لحاظ سے ایک صاع کے تین سیر ہوئے۔

مستحقینِ زکات

مستحقین زکات آٹھ ہیں۔ فقراء، مساکین، عاملین، مؤلفین، غلام، مقروضین، غزات اور مسافرین میں سے ہر طبقہ میں کم سے کم تین اشخاص کو زکات دی جائے سوائے عامل کے۔ آیت۔ (۱۰/۱۱) اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ۔ اس آیت میں صدقات سے مراد زکات ہے اور زکات میں زکاتِ مال اور زکاتِ فطرہ دونوں شامل ہیں۔ اِنَّمَا کے معنی بے شک اور تحقیق کے ہیں اور اس کا استعمال جملہ کے مضمون میں حصر پیدا کرتا ہے اور یہاں حصر سے مراد یہ ہے کہ زکات ان ہی آٹھ طبقوں کے اشخاص کو دی جائے، ان طبقوں سے خارج کسی کو زکات نہ دی جائے اور اس حد تک چاروں ائمہ میں اتفاق ہے مختلف طبقات کے درمیان جو واوِ عطف سے ربط پیدا کیا گیا ہے اس سے امام شافعیؒ نے استدلال کیا ہے کہ ان طبقوں میں سے ہر ایک طبقہ کو زکات دینا واجب ہے۔ لیکن ائمہ ثلاثہ کا یہ قول ہے کہ ان طبقوں میں سے کسی ایک طبقہ کو زکات دینا بھی جائز ہے۔ آیت کے ظاہری الفاظ کا اطلاق یہ ہے کہ ان آٹھوں طبقوں کے اشخاص پر زکات تقسیم کرنا واجب ہے مگر چونکہ اس پر عمل کرنا دشوار ہے اس لیے بعض فقہاء نے ایک طبقہ کو زکات دینا بھی جائز قرار دیا ہے اور حالیہ زمانہ میں اس پر عمل کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ ان آٹھوں طبقوں کے اشخاص، محلِ وجوبِ زکات پر زکات کے نکالنے کے وقت، موجود ہوں تو ان سب کے

اور امام مالک رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ فقیر سے مسکین کی حالت بدتر ہے۔ آیت۔ (۹۰ ۱۶) اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَۃٍ یا مسکین جس کی ناک کو مٹی لگی ہو یعنی بدحال۔ فقیر کی طرح مسکین بھی مالِ زکا۔۔ سے زمین یا آلاتِ ہنر خرید سکتا ہے یا امام یہ اسباب ۔ین کے لیے مہیا کر سکتا ہے۔ فرضِ کفایہ کی مصروفیت فقر و ۔ کنہ ۔ کے صفات کے مانع نہیں ہے مگر نوافل کی مصروفیت مانع ہے۔ علم شرعی کی تحصیل فرضِ کفایہ ہے اس لیے علم شرعی کے حصول میں مصروفیت کی وجہ سے کوئی شخص کسبِ معاش نہ کر سکے تو زکات اس کو دی جا سکتی ہے۔ فقہ، تفسیر اور حدیث علم شرعی میں شمار کیے گئے ہیں۔

عاملین[3] وہ اشخاص ہیں جن کو امام صدقا۔۔ کے وصول کرنے اور صدقات کو مستحقین پر تقسیم کرنے کے لیے مامور کرے۔ زکا۔۔ کے جمع کرنے والے کو ساعی تقسیم کرنے والے کو قاسم اور مستحقین کو جمع کرنے والے کو حاشر کہتے ہیں۔ انکو خدمت کا معاوضہ زکا۔۔ سے ملتا ہے اس لیے ان کی نسبت استطاعت کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔ ان اشخاص کو باوجود غنی ہونے کے زکات دی جاتی ہے۔ ان کی ۔۔ شرط ہے کہ مسلمان ہوں۔ حریت و ذکورت کی قید نہیں ہے۔

مؤلفین[4] تالیف سے ہے اور مؤلفین اُن نو مسلموں کو کہتے ہیں جن کو تالیفِ قلوب کے لیے زکات دی جاتی ہے۔ اُن کی چار قسمیں ہیں۔ ایک وہ شخص جس نے اسلام لایا مگر اس کے اسلام میں ضعف ہے اور زکات اس کے تالیفِ قلب کی باعث ہو سکے۔ دوسرا وہ شخص جس نے اسلام لایا اور ارادہ بھی قوی رکھتا ہے اور اس کو اپنی قوم میں ایسا شرف حاصل ہے کہ اس کی حوصلہ افزائی دوسرے کفار کو اسلام کی طرف ترغیب دلائے۔ تیسرا وہ شخص جو اطرا۔ کے کفار کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ چوتھا وہ شخص جو زکات کے مانعین کے شر سے مسلمانوں کو بچائے۔ ان سب کے لیے شرط ہے کہ مسلمان ہوں۔ بلحاظِ حالات و مناسبت، امام ان کو زکات دے گا۔ ایمان کے تعلق سے مسلمانوں کے تین مدارج ہیں۔ ایک درجہ عام انسانوں کا ہے جن کا ایمان کم اور زیادہ ہوتا رہتا ہے۔ دوسرا درجہ ملائکہ کا ہے جن کا ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم۔ تیسرا درجہ انبیا علیہم السلام کا ہے جن کا ایمان ہمیشہ زیادہ ہوتا رہتا ہے اور کم نہیں ہوتا۔

رِقاب[5] رقبہ کی جمع ہے جس کے معنی گردن کے ہیں اور اس سے مراد غلام کے ہیں اور غلاموں کے طبقہ سے مراد یہ ہے کہ غلاموں کو غلامی سے رہائی دلا۔۔ کے لیے زکات دی جائے۔ غلاموں سے وہ مکاتب مراد ہیں جن کے حق میں رہائی کی نسبت کتابت تحریر کی گئی ہو۔ ڈاکٹر حمید اللہ کا قول ہے کہ دشمن کے ہاتھ قید شدہ لوگوں کا فدیہ بھی اس زمرہ میں داخل ہے۔ اس مد میں مقدار زکات کا تعین مالکوں کی تصدیق پر ہوگا۔

غارِمین[6] غرم سے ہے جس کے معنی لزوم کے ہیں اور چونکہ داین اور مدیون ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں اس لیے دونوں کو غریم کہتے ہیں۔ یہاں غارمین سے مقروضین مراد ہیں جن کو ادائی قرضہ کے لیے زکات دی جائے۔ ان کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ شخص جس نے دو فرقوں کے درمیان برپا شدہ فتنہ کو رفع کرنے کے لیے قرض لیا ہے اور اس قرض کو ہنوز ادا نہیں کیا ہے، تو اس کا قرض اس گنجایش سے ادا کیا جائے۔ دوسرا وہ شخص جس نے اپنے یا اپنے اہل و عیال

کہتے ہیں، زکات دینا جائز نہیں ہے۔ البتہ ان کی جانب سے ولی مالِ زکات لے سکتا ہے۔

نیتِ زکات - هٰذِهٖ زَكَاتِيْ - هٰذَا فَرْضُ صَدَقَتِيْ - هٰذِهٖ صَدَقَةُ مَالِي الْمَفْرُوْضَةِ -

مالِ زکات کو علیحدہ کرتے وقت، اس کے بعد یا دیتے وقت نیت کافی ہے۔ نیت میں مال کا تعین واجب نہیں ہے لیکن تعین کرنے کے بعد اُسی مال کو زکات میں دینا ہوگا۔ **مجبور** کی طرف سے ولی نیت کرے گا۔ مجبور اُس شخص کو کہتے ہیں جس میں کوئی ناقابلیت ہو جیسا کہ نابالغ اور مجنون۔ مالک کی نیت کی ضرورت ہے، امام کی نیت کافی نہیں ہے سوائے اس کے کہ مالک نہ دے اور امام جبراً وصول کرے۔ بیلہ خاطر گرانی محسوس کیے بغیر زکات دینا مسنون ہے۔

فُقَرا، فقیر کی جمع ہے اور یہ مشتق ہے فِقار سے جس کے معنی پیٹھ کے منکوں کے ہیں اور فقیر کے معنی اس شخص کے ہیں جس کی پیٹھ کے منکے ٹوٹ جائیں اور اس معنی کو نقل کر کے ایسا شخص مراد لیا جاتا ہے جس کے پاس نہ مال ہو اور نہ ہُنر جس کے ذریعہ اپنی پرورش کر سکے۔ اگر اُس کے پاس مال یا ہُنر ہو تو اس کی مقدار ما یحتاج زندگی کی مالیت کے نصف یا نصف سے کم ہو۔ اسبابِ زندگی و پرورش میں غذا، لباس اور سکونت داخل ہیں۔ اگر کسی شخص کی پرورش کے لیے دس اکائیوں کی ضرورت ہے اور اس کے پاس ایک، دو، تین یا چار اکائیاں ہیں تو وہ فقرا کے زمرہ میں داخل ہے۔ بجیرمی نے لکھا ہے کہ مالِ مقبوضہ کے نصاب کے موافق یا نصاب سے کم یا زیادہ ہونے سے فقیر کی حالت زکات میں کوئی فرق نہیں آتا۔ فقراء کو مالِ زکات سے اتنا دیں کہ اُس کی غالبِ عمر کو کفاف کر سکے۔ غالب عمر کی مقدار تاریخ پیدائش سے باسٹھ (۶۲) سال قرار دی گئی ہے۔ زکات کے مال سے یہ لوگ زمین ایسی خریدیں کہ بقیۂ عمر اپنی روزی واصل کر سکیں۔ ہُنر اور پیشہ کی انجام دہی کے لیے آلات اور وسایلِ پیشہ بھی خرید سکتے ہیں۔ امام جس طرح غُزاۃ کو زمین دلاتا ہے مالِ زکات سے فقراء کو زمین دلاتا ہے۔ تجارت کی طرف مایل ہو تو تجارت کے اسباب خریدے جائیں۔ خلاصہ یہ کہ فقرا کی تین قسمیں ہیں۔ وہ شخص جس کے پاس نہ مال ہو اور نہ ہُنر جانتا ہو۔ دوسرا وہ شخص جس کے پاس مال ہو یا ہُنر جانتا ہو مگر حلال نہ ہو۔ تیسرا وہ شخص جس کے پاس مال یا ہُنر حلال ہو مگر کفاف نہ کر سکے۔ وہ شخص جس کے ہاتھ میں نقدینہ ہو مگر دیگر اسبابِ ما یحتاج کی موجودگی کی وجہ سے غنی ہو تو اس کو زکات نہ دی جائے گی۔

مَساکین، مسکین کی جمع ہے جو سکون سے مشتق ہے۔ مسکین ایسے شخص کو کہتے ہیں جو بوجہ فلاکت و افلاس بیٹھ گیا ہو۔ شرع میں مساکین ان لوگوں کو کہیں گے جو مال یا ہُنر رکھتے ہوں مگر اس کی مقدار ما یحتاج کی مالیت کی نصف یا نصف سے زیادہ ہو مگر غیر مکتفی ہے جیسا کہ مثال سابق میں ایک شخص کی پرورش کے لیے دس اکائیوں کی ضرورت ہے اور اس کے پاس پانچ، چھ، سات، آٹھ یا نو اکائیاں ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ دنیوی حالت میں مسکین سے فقیر کی حالت بدتر ہے۔ آیت (۱۸-۷۹) - اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ۔ لیکن کشتی مسکینوں کی تھی۔ امام ابو حنیفہ

حدیث۔ لَا اُحِلُّ لَكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ مِنَ الصَّدَقَاتِ شَيْئًا اِنَّ لَكُمْ فِي خُمُسِ الْخُمُسِ مَا يَكْفِيكُمْ اَوْ يُغْنِيكُمْ۔ اے اہلِ بیت صدقات میں سے کچھ بھی تمھارے لیے حلال نہیں ہے۔ بیشک تمھارے لیے خمس الخمس (پانچویں کے پانچویں) سے ایسا حصّہ مقرر ہے جو تم کو کافی ہے بلکہ زیادہ ہے۔ اصطخری کا قول ہے کہ اگر ان خاندانوں کے لوگ خمس الخمس سے حصّہ نہ پاتے ہوں تو ان کو زکات دینا جائز ہے۔ جمہور نے اس قول کو مسترد کیا ہے لیکن متاخرین کی رائے ہے کہ موجودہ زمانہ میں اس خاندان کی حالت کا لحاظ کرتے ہوئے اصطخری کی رائے کی تقلید مناسب ہے۔ ان کے آزاد کردہ غلاموں کو بھی زکات دینا جائز نہیں ہے۔ حدیث۔ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ۔ افرادِ خاندانِ بنی ہاشم اور بنی مطلب اخذِ زکات سے ممنوع گردانے گئے ہیں۔ زکات صدقۂ واجبہ ہے اس لیے صدقۂ تطوّع اس سے خارج ہے۔ صدقۂ تطوّع یہ لوگ بھی پا سکتے ہیں۔ صدقہ صدق سے مشتق ہے جس کے معنی سچائی کے ہیں اس کو صدقہ اس لیے کہا گیا کہ صدقہ دینے والے کا ایمان سچا ہوتا ہے۔ تطوّع فرض پر زیادتی کو کہتے ہیں اور صدقۂ تطوّع کو صدقۂ مندوبہ بھی کہتے ہیں۔ نووی کا قول یہ ہے کہ صدقۂ واجبہ اور صدقۂ مندوبہ دونوں آلِ نبی اور ان کے موالین پر حلال نہیں ہیں۔ نذرِ واجب، کفارۂ واجب، اُضحیۂ واجب اور اُضحیۂ تطوّع کے جزءِ واجب کی نسبت بھی یہی حکم ہے۔ صدقۂ تطوّع مسنون ہے۔ آیت۔ (۳۰/۲۲)۔ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ۔ جو شخص ایک مثقال کے برابر بھی نیک کام کرے تو اس کا اجر پائے گا۔ حدیث۔ اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ۔ آگ سے بچو اگرچہ ایک کھجور دے کر۔ پسندیدہ چیز کو صدقہ میں دینا مسنون ہے۔ آیت۔ (۴/۱)۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ۔ تم نیکی نہ پاؤ گے یہاں تک کہ خرچ کرو اس چیز کو جسکو تم پسند کرتے ہو۔ صدقہ دیکر احسان جتانا اسکے ثواب کو باطل کرتا ہے اور حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں پر جو احسان ہوتا ہے اسکا اظہار محمود ہے۔ صدقہ زیادہ دینا چاہیے رمضان مبارک میں، حاجتوں کے وقت، کسوف کے وقت، مرض کے وقت، سفرِ حج اور جہاد کے وقت، عاشورہ، ذی الحجہ میں، ایامِ عید میں، اور مکّہ اور مدینہ میں۔ صدقۂ تطوّع تونگروں، قرابت داروں، دشمنوں اور کافر کو بھی دے سکتے ہیں۔ صدقۂ تطوّع کو چھپا کر دینا اور صدقۂ واجبہ کو برملا دینا چاہیے۔ مایحتاج سے زیادہ کا صدقہ میں دینا مسنون ہے۔ مایحتاج کا صدقہ میں دینا حرام ہے اگر تنگی پر صبر نہ کر سکے ورنہ اس میں بھی حرمت نہیں ہے۔ صدقہ قرض دینے سے افضل ہے۔

کافر کو زکات دینا جائز نہیں ہے۔ حدیث۔ صَدَقَةٌ تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ۔ صدقہ (ایسی چیز ہے) جو ان مسلمانوں کے تونگروں سے لیا جاتا ہے اور ان (مسلمانوں) کے فقیروں پر بانٹ دیا جاتا ہے۔

اس شخص کو جو دوسرے کے زیرِ پرورش ہو زکات دینا جائز نہیں ہے اس لیے کہ وہ محتاج نہیں ہے۔ فقرا و مساکین کے زمرہ میں شریک کر کے بھی ان کو زکات دینا جائز نہیں۔ عاملین، مولفین، مسافرین، غزات یا مقروضین کے طبقہ میں شریک کر کے ان کو زکات دینا جائز ہے۔

کی مباح غرض کے لیے قرض لیا ہے۔ اس کو اتنی زکات دیجائے کہ قرض ادا کر سکے تیسرا وہ شخص جس نے دوسرے کی ضمانت کے لیے قرض لیا اور تنگ دست ہے تو اس کو بھی زکات کا مال دیا جائے۔ ان تینوں کو دائن کی تصدیق پر زکات دیجائے۔

سبیل اللہ کے معنی اللہ کے راستے کے ہیں اور اس سے مراد ایسا راستہ ہے جو اللہ تک پہنچائے اور وہ ہر ایک بندگی اور طاعت پر شامل ہے مگر عرف شرع میں اس سے مراد جہاد ہے اور اس طبقہ سے غزات کی امداد مطلوب ہے جن کے لیے کوئی معاوضہ مقرر نہیں ہے اس طبقہ کے لوگوں کو باوجود تونگر ہونے کے بقدر ضرورت زکات دی جائے۔ اس طبقہ کے افراد کے لیے نکوۃ کی قید ہے۔ غازی کو اس کی اور اس کے اہل و عیال کی پرورش، سفر، اقامت وغیرہ کی ضروریات کے موافق زکات دی جائے۔ غازی کا بیان بغیر یمین کے کافی ہے۔

ابن السبیل راستہ چلنے والے مسافر کو کہتے ہیں جس کا سفر معصیت کے لیے نہ ہوا اور فی الوقت تنگ دست ہو۔ اس طبقہ کے لوگوں کو اتنی زکات دی جائے جو ان کو منزل مقصود تک پہنچا دے۔ اس غرض کے لیے مسافر کا بیان کافی ہے بغیر یمین کے۔

ممنوعین زکات

ممنوعین زکات پانچ ہیں۔ تونگر مال یا ہنر کی وجہ سے، غلام، بنی ہاشم اور بنی مطلب، کافر اور وہ شخص جو دوسرے کے زیر پرورش ہو۔ ان پانچوں طبقوں کے لوگوں کو زکات دینا جائز نہیں ہے۔

تونگر کو زکات دینا جائز نہیں ہے خواہ مال کی وجہ سے تونگر ہو یا ہنر کی وجہ سے یا دونوں کی وجہ سے۔ غنی شاکر فقیر صابر سے افضل ہے، بخلاف بلقینی کے جن کا استدلال اس حدیث پر ہے کہ فقراء اغنیاء سے **قیامت** کے نصف روز پہلے جنت میں جائیں گے اس حدیث سے تضاد اس لیے واقع نہیں ہوتا کہ مفضول میں کوئی صفت ایسی بھی ہو سکتی ہے جو فاضل میں نہ ہو۔ قیامت کا دن ایک ہزار سال کا ہوگا اور اس کا نصف پانسو سال کے برابر ہے آیت (۹ $\frac{۱۷}{۱۲}$) . وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ۔ تمھارے پروردگار کے پاس کا دن تمھارے شمار سے ہزار برس کا ہوگا۔ جنت میں دن نہ ہوگا۔

غلام کو زکات دینا جائز نہیں ہے۔ یہاں غلام سے مراد غیر مکاتب ہے۔ مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس کی رہائی کے لیے کتابت صحیح عمل میں آئی ہو۔ مکاتب کو رہائی دلوانے کے لیے زکات دی جائے گی۔ بنی ہاشم اور بنی مطلب اور ان کے آزاد کردہ غلاموں کے خاندان کے اشخاص کو زکات دینا جائز نہیں ہے۔ مرد اور عورت دونوں ان میں شریک ہیں۔ حدیث۔ إِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ۔ بے شک صدقات لوگوں کے میل ہیں اور اس اعتبار سے محمد اور آل محمد کے لیے موزوں نہیں ہیں۔

اور حج کی وجہ سے کبیرہ اور صغیرہ دونوں گناہیں معاف ہو جاتی ہیں۔ مگر فقہ میں روزہ کو عام طور پر تقدیم اس لیے دی گئی ہے کہ روزہ کثرتِ افراد پر فرض ہے اور اُس کے مقابلہ میں حج کم لوگوں پر فرض ہے۔

فضیلتِ صیام۔ حدیث۔ أُعْطِيَتْ اُمَّتِیْ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ خَمْسًا لَمْ یُعْطَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِیْ

ماہِ رمضان میں میری اُمت کو پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں

اَمَّا الْاُوْلٰی فَاِنَّهٗ اِذَا کَانَ اَوَّلُ لَیْلَةٍ مِنْهُ نَظَرَ اللّٰهُ اِلَیْهِمْ وَ مَنْ نَظَرَ اِلَیْهِ

پہلی چیز یہ ہے کہ اس (رمضان) کی پہلی رات کو اللہ تعالیٰ اُنکی طرف دیکھتا ہے اور جسکی طرف وہ دیکھتا ہے

لَا یُعَذِّبُهٗ اَبَدًا۔ وَاَمَّا الثَّانِیَةُ فَاِنَّهُمْ یُمْسُوْنَ وَخُلُوْفُ اَفْوَاهِهِمْ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ

اسکو کبھی عذاب میں نہیں ڈالتا۔ دوسری چیز یہ ہے کہ جب وہ شام کرتے ہیں تو اُن کے منہ کی بُو اللہ کے پاس مشک کی بُو

مِنْ رِیْحِ الْمِسْكِ وَاَمَّا الثَّالِثَةُ فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَ لَیْلَةٍ

سے بہتر ہوتی ہے۔ تیسری چیز یہ ہے کہ بیشک فرشتے ان کی مغفرت کے لیے دن رات دعا کرتے ہیں۔

وَاَمَّا الرَّابِعَةُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ جَنَّتَهٗ فَیَقُوْلُ لَهَا اسْتَعِدِّیْ وَتَزَیَّنِیْ لِعِبَادِیْ اَوْشَكَ

اور چوتھی چیز یہ ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ جنت کو حکم دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تیار ہو جاؤ اور آراستہ ہو میرے بندوں کیلئے کہ دنیا کی تکلیف سے

اَنْ یَسْتَرِیْحُوْا مِنْ تَعَبِ الدُّنْیَا اِلٰی دَارِ کَرَامَتِیْ۔ وَاَمَّا الْخَامِسَةُ فَاِنَّهٗ اِذَا کَانَ اٰخِرُ لَیْلَةٍ

میری کرامت کے گھر میں آرام لینے کو عنقریب میں آئیں گے۔ اور پانچویں چیز یہ ہے کہ جب آخری رات ہوتی ہے

مِنْ رَمَضَانَ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُمْ جَمِیْعًا فَقَالَ رَجُلٌ اَهِیَ لَیْلَةُ الْقَدْرِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ لَا

رمضان کی تو اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے اِن سب کو۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وہ شبِ قدر ہے تو آپ نے فرمایا نہیں

اَلَمْ تَرَ الْعُمَّالَ یَعْمَلُوْنَ فَاِذَا فَرَغُوْا مِنْ اَعْمَالِهِمْ وُفُّوْا اُجُوْرَهُمْ

کیا تم نہیں دیکھتے کہ کام کرنے والے جب کام کرتے ہیں اور فراغت پاتے ہیں تو انکو پوری اُجرت ملتی ہے۔

یمسون مساء سے مشتق ہے اور مساء زوال کے بعد سے آدھی رات تک۔ اور زوال سے قبل کے وقت کو صبح کہتے ہیں

وقتِ وجوب۔ رمضان کا روزہ تین طرح فرض ہوتا ہے۔ اکثر مُدت پر۔ رُویتِ ہلال پر یا اجتہاد پر۔

اکثر مُدت۔ شرع میں مہینہ کی اکثر مُدت تیس دن ہے۔ شعبان کے مہینہ کے تیس دنوں کے پورے ہونے پر رمضان کا روزہ فرض ہوتا ہے رمضان کا چاند نظر آئے یا نظر نہ آئے مطلع صاف ہو یا ابر آلود۔ شعبان کے تیس دنوں کے گزرنے کے بعد کا دن رمضان کا پہلا دن ہوگا۔

رُویتِ ہلال۔ شعبان کے مہینہ کی تیسویں رات کو رُویتِ ہلال کے ثابت ہونے پر رمضان کا روزہ فرض ہوتا ہے۔ حدیث۔ صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِهٖ فَاِنْ غُمَّ عَلَیْكُمْ فَاَکْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ

صیام

رویت، شرائطِ صحت، شرائطِ وجوب، ارکان، مبطلات، مستحبات، ایامِ ممنوعہ، یومِ شک، توالی، کفارہ، صیامِ تطوع، اعتکاف۔

صِیام اور صَوْم کے معنی اِمساک اور رُکے رہنے کے ہیں۔ گفتگو سے رُکے رہنے اور بات چیت نہ کرنے کو بھی صوم کہتے ہیں جیسا کہ مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے کلام مجید میں یہ ذکر ہے۔ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے بات نہ کرنے کی نذر کی ہے۔ شرع میں ایک خاص نیت کے ساتھ روزہ کو توڑنے والے اُمور سے دن بھر رُکے رہنے کو صیام کہتے ہیں۔ رَمَضان ماخوذ ہے رَمْض سے جس کے معنی شدتِ حرارت کے ہیں اور چونکہ روزہ میں حرارت ہوتی ہے اس لیے روزہ کے مہینہ کو ماہِ رمضان کہا گیا۔ اجماع ہے کہ ماہِ رمضان کے روزہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (۲ ع ۲۳) یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ۔ اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر، شاید کہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔ روزے گنتی کے تھوڑے دن ہیں۔ تم میں سے جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے ہی دوسرے دنوں میں روزہ رکھے۔ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ کی حدیث میں اسلام کے پانچ ارکان بیان کیے گئے ہیں ان میں سے ایک رکن رمضان کا روزہ ہے۔ رمضان کے روزے کے وجوب سے انکار پر تکفیر لازم آتی ہے۔ روزہ کے وجوب سے اِنکار نہ کرکے، بغیر عذر کے، روزے کو ترک کرے تو اس کو حبس میں رکھا جائے اور دن کے وقت کھانے پینے سے روکا جائے تاکہ روزہ کی ظاہری صورت قایم رہے۔ ہجرت کے دوسرے سال شعبان کے مہینہ میں روزہ فرض کیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نو رمضانوں میں روزہ رکھا جن میں سے ایک دفعہ پورے روزے رکھے اور آٹھ دفعہ کم روزے رکھے تاکہ یہ ظاہر ہو کہ عذرِ شرعی کے ساتھ کم روزے بھی پورے روزوں کے برابر ہیں۔ شرعی عذرات کیا ہو سکتے ہیں روزوں کی اس کمی سے توضیح ہوتی ہے۔ روزہ قدیم شریعتوں میں بھی تھا مگر جس کیفیت کے ساتھ اس اُمت میں فرض کیا گیا ہے اس اُمت کی خصوصیات میں سے ہے۔ روزہ حج سے افضل ہے جیسا کہ حدیث میں پانچ ارکانِ اسلام کی ترتیب سے ظاہر ہے۔ بعض کا قول ہے کہ حج روزے سے افضل ہے اس لیے کہ حج کا فرض عمر میں ایک مرتبہ ہے

لازمی امر ہوگی نہ کہ اس کے برعکس۔ مغرب میں رویت ہو تو مشرق میں تین منزل یعنی بہتر میل کی مسافت تک اس پر عمل واجب ہے اور اس سے زیادہ فاصلہ پر واجب نہیں ہے۔ رمضان کا چاند نظر آنے پر اگر میناروں پر روشنی کرنے یا بندوقوں اور توپوں کے سر کرنے کا رواج ہو تو اس پر بھی عمل کیا جا سکتا ہے۔ منجم یا مہندس کے قول پر رویتِ ہلال ثابت نہیں قرار دی جا سکتی اور نہ اس شخص کے قول پر اعتماد کیا جائیگا جس کی شہادت خواب کے کسی واقعہ پر مبنی ہو۔ عبادت کی بجا آوری میں احتیاط کرتے ہوئے ایک گواہِ عدل کا بیان کافی قرار دیا گیا ورنہ دَین، طلاق، حرّیت کی نسبت تنہا ایک گواہ کا بیان بے نتیجہ ہے سوائے اس کے کہ اسی کی ذات کے خلاف ہو۔ حاکم کے اعتماد نہ کرنے کے باوجود روزہ واجب ہوتا ہے اس شخص پر جس نے خود رمضان کا چاند دیکھا یا کسی ثقہ شخص سے چاند دیکھنے کی خبر سنی یا ایسے شخص سے خبر سنی جس کی راست گوئی پر اس کو بھروسہ ہے اگرچہ خبر دینے والا عورت، نابالغ، فاسق یا کافر ہے۔ منجم یا مہندس کو اپنے حساب یا رائے کی صحت پر بھروسہ ہو تو اس پر روزہ رکھنا واجب ہے اور اس شخص پر بھی جو اسکو صحیح باور کرے۔ اجتہاد: حبس وغیرہ کی وجہ رمضان کے داخل ہونے کی نسبت ظن یعنی گمان غالب پیدا ہو تو روزہ رکھنا واجب ہے اگر روزے رمضان میں واقع ہوں تو ادا ہو جائیں گے اور اگر رمضان کے بعد واقع ہوئے ہوں تو قضا ہو جائیں گے اور اگر رمضان سے قبل واقع ہوئے ہوں تو نفل متصور ہوں گے اور رمضان کے داخل ہونے پر ادا کیے جائیں گے۔

شرائطِ صحتِ صیام

شرائطِ صحتِ صیام پانچ ہیں۔ اسلام[1]، تمیز[2]، پاکی حیض و نفاس سے[3]، دن روزہ کے قابل ہو[4]، واقفیت[5] اوقاتِ صبح صادق و غروب۔ صحتِ صیام کے نام سے متن میں کوئی عنوان نہیں دیا گیا لیکن خطیب اور بیجوری و بجیرمی کی شروح سے اس کو درج کیا گیا ہے۔ روزہ کے صحیح ہونے کے لیے بالفعل اور فی الحال اسلام کی قید ہے روزہ کی صحت کے لیے عقل و تمیز کی شرط ہے، بلوغ کی شرط نہیں ہے البتہ روزہ کے وجوب کے لیے بلوغ کی شرط ہے سمجھدار نابالغ لڑکے پر روزہ واجب نہیں ہے مگر اس کا روزہ صحیح ہے۔ لڑکے کی عمر سات سال ہو اور سمجھ پیدا ہو جائے اور روزہ کی برداشت کی طاقت ہو تو روزہ رکھنے کے لیے اس کو حکم دیا جائے اور دس سال کی عمر میں روزہ نہ رکھے تو زد و کوب کی سزا دی جائے اور روزہ رکھنے پر مجبور کیا جائے جیسا کہ نماز کے لیے۔ روزہ کی برداشت کی طاقت وجوب کے لیے مشروط ہے، صحت کے لیے مشروط نہیں ہے۔ اگر کسی نے قدرت کے بغیر تکلیفِ مالایطاق کے ساتھ روزہ رکھا تو بھی صحیح ہوگا۔ حیض، نفاس اور زچگی کی حالت میں روزہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ علقہ اور مضغہ کے گرنے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ عیدین کے دو دنوں اور تشریق کے تین دنوں یعنی گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں ذی الحجہ ایسے جملہ پانچ دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ روزہ کب شروع ہوتا ہے اور کب ختم ہوتا ہے، روزہ کی

ثَلَاثِیْنَ یَوْمًا۔ روزہ رکھو (رمضان کا) ہلال کے نظر آنے پر اور افطار کرو (شوال کے) ہلال کے نظر آنے پر۔ اگر ابر کی وجہ سے نظر نہ آسکے تو شعبان کے تیس دنوں کی مدت کی تکمیل کرو۔ رویت ثابت قرار پاتی ہے حاکم کے سامنے ایک گواہِ عدل کے اس بیان سے کہ میں نے رمضان کے ہلال کو دیکھا ہے۔ ابن عمرؓ نے بیان کیا ہے کہ أَخْبَرْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِنِّیْ رَأَیْتُ الْہِلَالَ فَصَامَ وَأَمَرَ النَّاسَ بِصِیَامِہٖ۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے ہلال دیکھا ہے تو آپ نے روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کے لیے حکم دیا۔ یہاں خبر دینے سے مراد یہ ہے کہ شہادت کے ذریعہ خبر دی تھی۔ اس حدیث کی روایت ابو داؤد نے کی اور ابن حبان نے اس کی تصحیح کی۔ ترمذی نے یہ دوسری حدیث بیان کی ہے کہ أَنَّ أَعْرَابِیًّا شَہِدَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِرُؤْیَتِہٖ فَأَمَرَ النَّاسَ بِصِیَامِہٖ۔ ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رویتِ ہلال کی شہادت دی تو آپ نے سب کو روزہ رکھنے کے لیے حکم دیا۔ یہ احتیاط کا تقاضا ہے کہ ایک آدمی کی شہادت پر رویت کو ثابت قرار دیا گیا، ورنہ دوسرے شاہد کے نہ ملنے پر روزہ کا ترک لازم آتا۔ رویت کے اثبات پر اس معنی میں حاکم کے حکم کا ضرورت ہے کہ میں حکم دیتا ہوں ہلال رمضان کے ثبوت کا یا میرے نزدیک ہلال رمضان ثابت ہوا۔ حاکم کے حکم کے بغیر روزہ واجب نہ ہوگا۔ ہر ایک مہینہ جو عبادت پر شامل ہے ایک شاہدِ عدل کی رویت کی شہادت پر ثابت قرار دیا جائیگا۔ معتمد یہ ہے کہ شوال بھی مستقل طور پر ایک شاہدِ عدل کے بیان پر ثابت قرار دیا جائیگا، اس لیے کہ اس میں بھی عبادت شامل ہے۔ فطرہ یوم عید واجب ہے۔ گواہِ عدل کی شہادت پر رویت قرار دی گئی اور تیس روزے رکھے گئے تو اس کے بعد رویت ہلال شوال نہ ہونے یا مطلع کے ابر آلود ہونے یا نہ ہونے کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ تیس دنوں کے بعد کا دن شوال کا دن قرار پائے گا۔ ایک مقام کی رویت دوسرے مقام کے باشندوں کے لائقِ استدلال ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ دونوں مقامات کا مطلع ایک ہو۔ سورج اور ستاروں کا طلوع اور غروب ایک ہی جگہ اور ایک ہی وقت میں ہو۔ اس کے لیے زیادہ سے زیادہ مسافت تین منزل یعنی بہتر[۴۲] میل معین کی گئی ہے۔ مسافت اس سے زیادہ ہو تو مطلع مختلف ہوگا۔ اگر طلوع یا غروب کے اوقات میں تقدیم یا تاخیر ہو تو اس مقام کے باشندوں پر روزہ واجب نہیں جہاں کہ رویت نہیں ہوئی۔ البتہ اس مقام کو سفر کرے اور وہاں کے باشندوں کو روزے یا بے روزے کی حالت میں پائے تو ان کی موافقت اس پر لازم ہے، مہینے کے اول میں ہو یا آخر میں، قصر کی مسافت ہو یا نہ ہو۔ سفر کے بعد اکثر مدت کی بحث مسافر کے لیے باقی نہیں رہتی اگرچہ کہ مسافر کے روزے اٹھائیس[۲۸] ہو جائیں یا اکتیس[۳۱]۔ کمی کی صورت میں قضا کرنا ہوگا۔ نماز کی نسبت بھی یہی حکم ہے۔ ایک شخص نے مغرب کی نماز پڑھی اور سفر کر کے ایسے مقام پر پہنچا جہاں ابھی سورج غروب نہیں کیا تھا تو غروب کے بعد دوبارہ مغرب کی نماز پڑھنا اس پر واجب ہے۔ اس شہر میں جو مشرق میں واقع ہے رویت وقوع میں آئے تو اس شہر میں جو مغرب میں واقع ہے رویت

ایک جگہ اور غذا اور جماع اور قئے کو علیحدہ بیان کیا ہے اور ہم نے ان کی تقلید کی اور بیجوری کی رائے کی تائید کرتے ہوئے اوقاتِ روزہ سے واقفیت کو شرائطِ صحتِ روزہ میں درج کیا۔

نیّت۔ نیت کا قلب سے ہونا فرض ہے۔ حدیث۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ بے شک اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں۔ زبان سے نیت کا ظاہر کرنا قطعاً مشروط نہیں ہے مگر مندوب ہے تاکہ زبان اور قلب میں موافقت ہو سکے۔ مگر بغیر زبان سے نیت کا ظاہر کرنا کافی نہیں ہے۔ دو روزوں کے درمیان کا وقت روزہ سے خارج ہے اس لیے کہ درمیان کے وقت میں روزہ کے منافی امور وقوع میں آتے ہیں جیسا کہ دو نمازوں کے درمیان سلام واقع ہونے سے دو نمازوں میں تفریق ہوتی ہے۔ اس لیے ہر ایک روزہ مستقل عبادت ہے اور ہر روزہ کے لیے نیت ضروری ہے جیسا کہ ہر نماز کے لیے۔ امام مالکؒ کے پاس رمضان کی پہلی رات کو پورے مہینہ کے روزہ کی نیت کر لینا بھی کافی ہے اور علامہ بیجوری کی رائے ہے کہ شافعی بھی اس بارے میں مالکی کی تقلید کر سکتے ہیں تاکہ کسی رات کو نیت کرنے کے بھول جانے پر روزہ چھوٹ نہ جائے اور اس کو قضا کرنا نہ پڑے۔ ابو شجاع کے متن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص نے سحری کی تو محض سحری کر لینے سے روزہ کی نیت ظاہر نہیں ہوتی لیکن اعتماد اس پر ہے کہ جہاں روزہ کے لیے سحری کی اور کھانا کھایا تاکہ دن بھر بھوک نہ لگے یا پانی پیا تاکہ دن بھر پیاس نہ لگے تو کافی ہے۔ یہ واقعہ بمنزلہ نیت ہے، ضمنی طور پر روزہ کا ارادہ ظاہر ہو چکا۔ اذرعی کا قول ہے کہ ضمنی طور پر ارادہ کا ظاہر ہونا کافی نہیں ہے، صریحی ارادہ کے اظہار کی ضرورت ہے۔

تبئیتِ نیت۔ نیت کا رات میں واقع ہونا بھی ضروری ہے، روزہ فرض ہو یا منذورہ۔ حدیث۔ مَنْ لَمْ یُبَیِّتِ النِّیَّۃَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِیَامَ لَہٗ۔ جس نے فجر سے پیشتر یعنی رات میں نیت نہیں کی اس کا روزہ نہیں ہوا۔ نیت کے رات میں واقع ہونے کو تبئیہ کہتے ہیں اور اس کا وقت سورج کے غروب سے فجر کے طلوع تک ہے، اس کے درمیان خواہ کسی وقت ہو۔ رات کے آخری حصہ میں نیت کا واقع ہونا ضروری نہیں ہے۔ نیت کر لینے کے بعد کھانے، پینے یا مجامعت کرنے میں کوئی مضایقہ نہیں بشرطیکہ فجر طلوع نہ ہو۔ نابالغ کا روزہ نفل ہے مگر نابالغ کے روزہ کی صحت کے لیے بھی نیت کی تبئیت واجب ہے۔ حدیثِ مذکورہ بالا سے یہ بھی مستخرج ہوتا ہے کہ ہر روزہ کے لیے علیحدہ نیت کی ضرورت ہے۔ نیت کرنے کے بعد سو جائے اور پھر ایسے وقت بیدار ہو کہ ابھی رات باقی ہے تو بھی نیت کی تجدید واجب نہیں ہے۔ فرض روزہ کو قطع کرنا اسی طرح حرام ہے جس طرح فرض عبادتوں کو۔ نفل روزہ کا قطع کرنا حرام نہیں ہے جس طرح دوسری نفل عبادتوں کو قطع کرنا حرام نہیں ہے۔ جس نے فرض روزہ کو عمداً توڑا اس پر واجب ہے کہ فوراً قضا کرے۔ روزہ کو توڑ نے کے باوجود رمضان میں یہ بھی واجب ہے کہ حرمتِ رمضان کا لحاظ کرتے ہوئے دن کے وقت کھائے نہیں پیئے نہیں۔ شعبان کی تیسویں رات کو بغیر کسی

ہے۔ کہ لیے ان اوقات کی واقفیت کی ضرورت ہے تاکہ اِن اوقات کے درمیان کھانے پینے وغیرہ سے پرہیز کرے۔ روزہ صبح صادق سے شروع اور غروب سے ختم ہوتا ہے۔ اگر فجر کے طلوع ہونے کے بعد نیت کرے تو روزہ صحیح نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر غروب ہوگیا سمجھ کر افطار کرے اور بعد معلوم ہوا کہ غروب نہیں ہوا تو روزہ کی قضا واجب ہے۔ ابو شجاع کے متن کے بعض نسخوں میں واقفیتِ اوقات کی شرط کو فرایض میں شریک کیا گیا تھا مگر چونکہ اس پر روزہ کی صحت موقوف ہے اس لیے ہم نے شرایطِ صحت میں اُس کو شریک کیا، اور فرایض میں اُن ہی امور کو شریک کیا جو ارکان میں داخل ہیں۔

شرایطِ وجوبِ صیام

شرایطِ وجوبِ صیام چار ہیں۔ اسلام[1]، بلوغ[2]، عقل[3] اور قدرت[4]۔ ان چاروں شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو تو روزہ واجب نہیں۔ اسلام[1]، مطلق طور پر مشروط ہے اگرچہ کہ زمانۂ سابق میں کیوں نہ ہو۔ روزہ مرتد پر بھی واجب ہے اس طرح کہ اسلام کی طرف عود کرے تو فوت شدہ روزے قضا کرے۔ ردّت کی حالت میں روزہ صحیح نہیں۔ کافرِ اصلی پر روزہ واجب نہیں اس معنی میں کہ آخرت میں روزہ کے وجوب کی خلاف ورزی کی سزا اس پر اسی طرح عاید ہوگی جس طرح دیگر واجبات میں۔ شرطِ بلوغ[2] بہنچنے پر روزہ واجب ہوتا ہے، نابالغ پر روزہ واجب نہیں ہے۔ نابالغ میں اگر تمیز پیدا ہوچکی ہے اور اس نے روزہ رکھا تو صحیح ہے۔ تمیز کے پہلے روزہ صحیح نہیں ہے۔ عقل[3] قایم رہنے کی صورت میں روزہ واجب ہے۔ مجنون، بے ہوش اور نشہ والے پر روزہ رکھنا واجب نہیں ہے۔ دن کے وقت گھڑی بھر بھی جنون طاری ہو تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے بے ہوش ہوجائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا سوائے اس کے کہ پورا دن بے ہوش رہے، دن کے کچھ حصہ میں افاقہ ملے تو روزہ صحیح ہے۔ نیند سے روزہ میں خلل واقع نہیں ہوتا اگرچہ کہ پورا دن سوتا رہے۔ قدرت[4] یعنی روزہ رکھنے کی طاقت ہو۔ روزہ رکھنے کی طاقت حِسّاً یا شرعاً نہ ہو تو روزہ واجب نہیں۔ حِسّاً طاقت نہ رہنے کی مثال مرض اور کبر سنی ہے اور شرعاً طاقت نہ رہنے کی مثال حیض و نفاس کی حالت ہے۔

ارکانِ صیام

ارکانِ صیام چار ہیں۔ نیت[1]، پرہیز کرنا عمداً کھانے پینے[2]، جماع[3] اور قے[4] سے۔ ارکانِ صیام سے مراد وہ اُمور ہیں جو روزہ میں فرض ہیں بعض نسخوں میں ارکان کے عوض فرایضِ صوم کے نام سے عنوان قایم کرکے نیت اور نیت میں فرضیتِ روزہ کی تعیین کو دو امور قرار دیا، نیز جماع کرنے اور قے کرنے سے پرہیز کرنے کو ایک امر اور اوقاتِ روزہ سے واقفیت کو ایک امر اور اس طرح جملہ چار امور درج کیے ہیں لیکن بعض نے نیت اور نیت ... کو متعلقہ امور کو

نیت کرتا ہوں میں اس سال کے رمضان کے مہینے کے فرض ادا روزہ کی کل کے روز اللہ تعالیٰ کے لیے۔ یہ اضافہ بھی مسنون ہے۔ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا لِوَجْهِ اللّٰهِ الْكَرِيْمِ۔

غذا۔ روزہ کا تمام دن کھانے پینے سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ مقدار کی کمی اور زیادتی کی بحث نہیں تھوڑی سی غذا یا پانی کا ایک قطرہ بھی زیرِ حلق کرنا جائز نہیں۔ اگر منہ میں نوالا ہو اور فجر طلوع ہو جائے تو اس نوالہ میں سے کچھ زیرِ حلق نہ کرے تو کافی ہے، منہ میں رکھے یا گرا دے۔ اختیار کی حالت میں غذا ممنوع ہے اگر کسی نے بجبر کھلایا یا پلایا تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ عمداً کھانا پینا ممنوع ہے۔ اگر بھول کر یا ناواقفیت کی وجہ سے کھائے پیئے تو روزہ نہیں ٹوٹتا بشرطیکہ ناواقفیت علماء سے دوری کی وجہ سے ہو۔ حدیث۔ مَنْ نَسِيَ وَهُوَ صَائِمٌ فَأَكَلَ أَوْ شَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ۔ جو شخص روزہ کی حالت میں بھول کر کچھ کھائے یا پیئے تو روزہ کو پورا کرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کھلایا اور پلایا۔ جہالت کے معنی ناواقفیت کے ہیں۔ فقہ میں جہالت دو امور کی بنا پر لائقِ لحاظ ہے۔ اسلام کے آغاز کے زمانہ سے اس قدر قربت ہو کہ ابھی شرعی احکام کی اشاعت نہیں ہو سکی اور لوگ پوری طور پر واقف نہ ہوئے ہوں۔ اب چونکہ مدت گزر چکی یہ عذر باقی نہ رہا۔ دوسرا عذر یہ ہے کہ سکونت ایسے مقام پر ہو جو اہلِ علم سے دور ہو اور شرعی احکام سے واقفیت کے لیے کوئی ذریعہ میسر نہ ہو۔ ان عذرات کی بنا پر شرعی مسائل سے ناواقف شخص جاہلِ معذور کہلاتا ہے۔ ان عذرات کے علاوہ کوئی اور عذر لائقِ مسموع نہیں ہے اور ایسا شخص جاہلِ غیر معذور کہلاتا ہے۔

جماع سے پرہیز کرنا فرض ہے۔ آیت۔ (۲/۵)۔ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلٰى نِسَائِكُمْ۔ رمضان کی رات میں اپنی عورتوں کے ساتھ جماع کرنا تمہارے لیے حلال ہے۔ استمناء بھی جماع کے حکم میں داخل ہے۔ عمداً کسی عمل سے منی کے خارج کرنے کو استمناء کہتے ہیں۔ اگر مجامعت کی حالت میں ہو اور فجر طلوع ہو جائے اور فوراً علٰحدہ ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ بھول کر کھانے پینے کی نسبت جو حکم ہے بھول کر جماع کرنے کی نسبت [illegible] ہے۔

قئے۔ روزہ کی حالت میں عمداً قئے کرنے سے پرہیز کرنا فرض ہے۔ عمداً قئے کرے تو روزہ ٹوٹے گا۔ غلبہ ہو کر اپنے آپ قئے ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ حدیث۔ مَنْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ وَمَنِ اسْتَقَاءَ فَلْيَقْضِ۔ جس شخص کو روزہ کی حالت میں قئے کا غلبہ ہوا تو اس پر روزہ کی قضا نہیں اور جو عمداً قئے کرے تو قضا ہے۔ ڈکار لینا بھی قئے کے حکم میں داخل ہے۔ اگر عمداً ڈکار لی جائے اور معدہ سے کوئی چیز حلق تک نکلے تو روزہ ٹوٹے گا ورنہ غلبہ کی وجہ سے ڈکار آئے اور کوئی چیز معدہ سے نکلے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ منہ میں حلق اُس مقام سے جہاں سے حا یا خا کی آواز نکلتی ہے ہونٹوں تک ہے۔ ہا اور ہمزہ کا مخرج باطن میں داخل ہے۔

تیقن کے، رمضان کے روزہ کی نیت کرے اور اتفاقاً رمضان کا دن بعد میں ظاہر ہو تو بھی رمضان کا روزہ نہ ہوگا اس لیے کہ اصول یہ ہے کہ شعبان کا سلسلہ باقی ہے جب تک کہ اس کے خلاف ظاہر نہ ہو۔ اگر کسی کی خبر پر اعتماد کرکے ایسی نیت کی تو رمضان کا روزہ صحیح ہوگا۔ رمضان کے روزہ کی نیت سے روزہ رکھا اور بعد میں ظاہر ہوا کہ وہ دن شعبان کا تھا تو نفل روزہ بھی صحیح نہ ہوگا اس لیے کہ اس کی نیت نہیں کی تھی! اگر نیت یوں کرے کہ کل کا دن شعبان میں سے ہو تو نفل روزہ ورنہ رمضان کا روزہ اور بعد میں وہ دن شعبان کا ظاہر ہوا تو نفل روزہ صحیح ہوگا اس لیے کہ اصول یہ ہے کہ شعبان باقی ہے۔ اگر وہ دن رمضان کا ہوا تو رمضان کا روزہ شمار نہ ہوگا اس لیے کہ نیت میں تردد نہیں ہو سکتا؛ یقین یا ظنِ غالب کی ضرورت ہے۔ اسی اصول کے تحت رمضان کی تیسویں رات کو رمضان کے روزے کی نیت کرے اور دن رمضان کا ہوا تو روزہ بھی رمضان کا ہوا اس لیے کہ اصول یہ ہے کہ رمضان باقی ہے۔

اختلاف۔ حنفیہ میں فرض اور نفل دونوں روزوں میں دن کے وقت بھی نیت کرنا جائز ہے۔

تعیین۔ فرض روزہ کی نیت میں روزۂ رمضان یا روزۂ کفارہ کا تعیین بھی واجب ہے۔ اس تعیین کی مزید ضرورت نہیں کہ کفارۂ ظہار ہے یا کفارۂ یمین۔ اسی طرح نذر کے روزہ کی نیت کافی ہے "نذرِ تبرر" یا نذرِ لجاج کی صراحت کی ضرورت نہیں۔ نذر اور کفارہ کا بیان آخر میں آئیگا۔ فقہائے رمضان کے روزے میں سنہ کے تعیین کی ضرورت نہیں۔ **نفل**۔ فرض کی قید سے نفل روزہ خارج ہے۔ نفل روزہ کے لیے نیت کی تبییت واجب نہیں ہے بلکہ زوال سے پیشتر بھی نیت صحیح ہو سکتی ہے بشرطیکہ کوئی واقعہ منافیِ صوم وقوع میں نہ آیا ہو بعض کی رائے ہے کہ زوال کے بعد بھی نیت ہو سکتی ہے۔ منافیِ صوم کی مثال یہ ہے کہ معمولی طور پر وضو میں غرغرا کرنے میں مبالغہ کرنا مندوب ہے مگر روزہ کی حالت میں غرغرا کرنے میں مبالغہ کرنا مندوب نہیں ہے۔ نفل روزہ کی صراحت بھی واجب نہیں ہے بلکہ مطلق نفل روزہ کی نیت سے نفل روزہ صحیح ہو سکتا ہے۔ نفل روزے جن کو رواتب بھی کہتے ہیں، عرفہ، عاشورائے محرم اور ستہ شوال کے روزے ہیں۔ ان ایام میں جو روزے رکھے جائیں اُن ہی ایام کی طرف منسوب ہوں گے اگرچہ کہ نیت میں صراحت نہ کی جائے۔ بلکہ ان ایام میں قضا اور کفارہ کی نیت کی جائے تو نفل روزہ کا ثواب بھی حاصل ہو جائے گا۔

اقلِ نیت۔ نَوَيْتُ صَوْمَ رَمَضَانَ یا نَوَيْتُ الصَّوْمَ عَنْ رَمَضَانَ۔ رمضان کے روزہ کی نیت کرتا ہوں یا روزہ کی نیت کرتا ہوں رمضان سے۔ نیت میں "کل کے روزہ یا ادائے روزہ کی صراحت کرنا یا اللہ تعالیٰ کے لیے روزہ رکھتا ہوں کہنا واجب نہیں ہے۔

اکملِ نیت۔ نَوَيْتُ صَوْمَ غَدٍ عَنْ أَدَاءِ فَرْضِ شَهْرِ رَمَضَانَ هٰذِهِ السَّنَةِ لِلّٰهِ تَعَالٰى

پانی بدن کے مَسامات کے ذریعہ داخل ہو جائے تو مضایقہ نہیں۔

حُقنہ کے ذریعہ کوئی چیز شرم گاہ کے راستہ سے پہنچانے سے روزہ ٹوٹتا ہے۔ حُقنہ اُس آلہ کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ مریض کی مَقعد کے راستہ سے غذا یا دوا پہنچائی جاتی ہے۔ دونوں شرم گاہوں کا حکم یکساں ہے اور حُقنہ اور تقطیر بھی اسی طرح ایک ہیں۔ تقطیر اگلی شرم گاہ میں استعمال ہوتی ہے۔ حُقنہ کی نلی یا کوئی اور چیز کسی ایک شرم گاہ میں داخل کرنا روزہ کے ٹوٹنے کے لیے کافی ہے، غذا یا دوا کا پہنچانا لازم نہیں ہے۔

قَئے عمداً کرنے سے روزہ ٹوٹتا ہے اگرچہ اس کا یقین ہو کہ قئے کے مادہ کا کوئی حصہ معدہ میں واپس نہیں گیا۔ اگر غلبہ ہو کر اپنے سے آپ قئے ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر طبیب کی رائے اور مشورے پر، علاج کے لیے، قئے کرانے کی ضرورت لاحق ہو تو قئے کرنا جائز ہے مگر روزہ ٹوٹے گا اس لیے کہ یہ عمل نادر ہے۔ بھول کر، یا غلبہ کی وجہ سے، یا نہ جان کر یا جبر و اکراہ کی بناء پر قئے کرے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ **بلغم** پیٹ سے اور ریٹھ دماغ سے خارج کرے تو روزہ نہیں ٹوٹتا اس لیے کہ ایسی ضرورت عام طور پر واقع ہوتی ہے اور اس سے احتراز دشوار ہے۔ بلغم منہ میں **حدِ ظاہر** کو پہنچ جائے اور تھوکنے کا موقع ہو تو تھوک دے ورنہ اس کے روکے رہنے اور حلق میں چلے جانے سے روزہ ٹوٹے گا۔ فرض نماز میں بلغم منہ میں آئے اور تھوکنے میں دو حروف یا زیادہ کی ترکیب ہوتی ہو تو تھوکنا لازم ہے اس لیے کہ منہ میں بلغم کی موجودگی کے ساتھ قراءتِ واجبہ کی ادائی دشوار ہے۔ **ڈکار** کے متعلق بھی وہی حکم ہے جو قئے کی [illegible] ہے۔ ارادۃً ڈکار لے اور معدہ سے کوئی چیز منہ میں حدِ ظاہر کو پہنچے تو روزہ ٹوٹے گا اگر غلبہ ہو کر ڈکار آئے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

شرمگاہ میں عمداً وطی کرنے سے روزہ ٹوٹتا ہے۔ دونوں شرمگاہوں کا حکم یکساں ہے آدمی کی ہوں یا جانور کی اور اگرچہ کہ اِنزال نہ ہو۔ حشفہ کا داخل ہونا وطی میں شمار کیا جاتا ہے۔ بھول کر، نہ جان کر، یا جبر و اکراہ سے وطی کرے تو روزہ نہیں ٹوٹتا مگر اِنزال ہونے پر روزہ ٹوٹے گا۔ یہاں ایسا دخول مراد ہے جو موجبِ غسل ہے خواہ متصل ہو یا منفصل۔

اِنزال یعنی منی کا اخراج، **مباشرت** کی وجہ سے بغیر جماع کے ہو تو روزہ ٹوٹے گا۔ مباشرت دو اشخاص کے بشروں یعنی جلدوں کے، حایل کے بغیر، راست چھو لینے کو کہتے ہیں۔ مباشرت کی قید کی وجہ سے اِحتلام خارج ہو گیا۔ احتلام کی وجہ سے روزہ قطعاً نہیں ٹوٹتا اور محض نظر کرنے یا غور کرنے سے اِنزال ہو جائے تو بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ عدمِ جماع کی قید اس لیے ہے کہ جماع کی صورت مستقل طور پر مُبطِلِ روزہ ہے۔ **مذی** منی کی قید سے خارج ہے۔ اگر مباشرت کی وجہ سے مذی خارج ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ مذی سفید رقیق مادہ ہے جو شہوت کا ہیجان پہنچنے پر شدتِ شہوت اور اُمنگ کے بغیر خارج ہوتا ہے۔ مردوں کے مقابلہ میں عورتوں میں اس کا عمل زیادہ ہوتا ہے۔

مُبطِلاتِ صیام

مُبطلاتِ صیام گیارہ ہیں۔ عمداً کسی چیز کا جوف یا سر میں پہنچانا، حقنہ کے ذریعہ شرم گاہ میں کسی چیز کا داخل کرنا، عمداً قئے کرنا، عمداً فرج میں وطی کرنا، اِنزال مباشرت سے، حیض، نفاس، ولادت، جنون اور رِدّت۔
مبطلاتِ صیام سے روزہ کے توڑنے والے اُمور مراد ہیں جن کا مفہوم وُجوبِ صیام اور ارکان وغیرہ کے ضمن میں ادا ہو چکا ہے۔ کھانے، پینے، جماع اور قئے سے پرہیز کرنا روزہ کے ارکان میں سے ہے اور حیض و نفاس کی حالت میں روزہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ یہاں مُبطِلاتِ صیام کے نام سے دوبارہ اِن ہی امور کی صراحت کی گئی ہے۔ اِن امور پر عمداً، جان بوجھ کر، اختیار کی حالت میں عمل کرنے سے روزہ ٹوٹتا ہے۔ بھول کر عمل کرے یا جبر و اکراہ سے عمل کرایا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ جہالت کی وجہ سے عمل کرے تو بھی روزہ نہیں ٹوٹتا بشرطیکہ جہالت علماء سے دوری کی وجہ سے ہو۔ جاہل غیر معذور کا حکم عالم کا ہے۔ مُبطِلاتِ صیام کو **مُفطِرات** بھی کہتے ہیں۔ مُفطِر افطار سے ہے افطار روزہ کے توڑنے کو کہتے ہیں خواہ دن کے ختم ہونے پر یا ختم ہونے سے پہلے۔

جَوف یا سَر میں کسی مادّی چیز کے داخل کرنے سے روزہ ٹوٹتا ہے۔ جوف سے پیٹ، حلق اور اَمعاء مراد ہیں۔ کسی مادّی دنیوی چیز کے بدن کے اندر ظاہراً اور حِسّاً داخل کرنے سے روزہ ٹوٹتا ہے۔ شرع میں دھویں کو بھی مادّی شئے اس لیے تصور کیا گیا ہے کہ اس کا اثر محسوس ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ کہ تمباکو کا دُھواں کھینچنے سے بھی روزہ ٹوٹتا ہے۔ مادّی شئے کی قید سے بُو اور ذائقہ خارج ہوتے ہیں۔ داخل ہونے والی چیز کا لایقِ غذا ہونا لازم نہیں ہے۔ کنکری کے نگلنے سے بھی روزہ ٹوٹتا ہے۔ طاہر اور خالص تھوک اپنے معدن سے نکلتے ہی جوف میں داخل ہو تو مضایقہ نہیں لیکن اس کو منھ میں جمع کر کے نگلنا ممنوع ہے۔ تھوک کا معدن زبان کے نیچے ہے جہاں سے تھوک برآمد ہوتا ہے۔ تھوک زبان کے کناروں سے نکلے اور نگلے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ گرد و غبار کے بھی داخل ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اس لیے کہ اس سے احتراز دشوار ہے۔ وضو میں روزہ کی وجہ سے مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ نہ کرنے کے باوجود پانی حلق میں چلا جائے تو مضایقہ نہیں اس لیے کہ امرِ مامور پر عمل کرنے کی وجہ سے ایسا ہوا۔ بخلاف اس کے وضو میں بحالتِ روزہ مضمضہ اور استنشاق میں باوجودِ امتناع مبالغہ کرے اور پانی حلق میں چلا جائے تو روزہ ٹوٹے گا اس لیے کہ امرِ غیرِ مامور پر عمل کرنے کی وجہ سے ایسا ہوا۔ خنکی کے لیے یا پیاس کو دور کرنے کی خاطر منھ میں پانی رکھے اور پانی حلق میں چلا جائے تو بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ظاہراً اور حِسّاً کی قید ہے بدن کے مَسامات کے ذریعہ کوئی چیز داخل ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا اس لیے کہ مَسامات نظر نہیں آتے اور نہ کسی چیز کے اس کے اندر داخل ہونے کا اِحساس ہوتا ہے۔ سُرمہ آنکھ کے ذریعہ و تیل اور

مستحباتِ صیام تین سے بہت زیادہ ہیں اور ان میں سے تین کا ذکر ابو شجاع نے کیا ہے۔ بیجوری اور مجیرمی کی شروح سے مزید مستحبات درج کیے گیے ہیں۔ یہ امور روزہ کی وجہ سے روزہ کی حالت میں مستحب ہیں روزہ فرض ہو یا نفل۔

افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے بشرطیکہ سورج کا غروب متحقق ہو جائے۔ حدیث۔ لَا تَزَالُ اُمَّتِیْ بِخَیْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ وَاَخَّرُوا السُّحُوْرَ۔ میری اُمّت کو ہمیشہ اس کا نیک اَجر ملے گا جو اُس نے افطار میں جلدی کی اور سحری میں تاخیر کی۔ حدیث۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَحَبُّ عِبَادِیْ اِلَیَّ اَعْجَلُھُمْ فِطْرًا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں اس بندہ کو بہت زیادہ چاہتا ہوں جس نے افطار میں جلدی کی۔ بیان کیا گیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم افطار میں جلدی کرتے اور سحری میں تاخیر کرتے تھے۔ اس لیے کہ اس میں یہود اور نصاریٰ کی مخالفت مقصود ہے۔ افطار میں عمداً تاخیر کرنا مکروہ ہے اور بغیر ارادہ کے تاخیر ہو جائے تو مضایقہ نہیں انطار میں عجلہ مسنون ہے لیکن اصل افطار واجب اس لیے ہے کہ روزہ کا ... جاری رکھ کر دو یا زیادہ روزوں کے درمیان **وصل** کرنا حرام ہے۔ اگر غروب نظر نہ آئے تو اجتہاد کر کے گمانِ غالب پر اِفطار کرے جیسا کہ نماز کے اوقات میں۔ بغیر اجتہاد کے افطار جائز نہیں ہے اگرچہ بغیر اجتہاد کے گمانِ غالب حاصل ہو جائے۔ اس لیے کہ ... دن باقی ہے۔ اگر سورج کے غروب میں شک ہو تو افطار میں جلدی کرنا مستحب نہیں ہے بلکہ جائز ہی نہیں۔ شک اور بغیر اجتہاد کے ظن کا درجہ ایک ہی ہے۔

مستحباتِ اِفطار۔ کھجور سے ورنہ میٹھی چیز سے اِفطار کرنا مسنون ہے۔ تازہ کھجور کو سوکھے کھجور پر ترجیح ہے اور کھجور نہ ہو تو پانی سے روزہ کھولے۔ پانی میں آبِ زمزم اَولیٰ ہے۔ پانی کے بعد بغیر پکائی ہوئی میٹھی چیز کا درجہ ہے جیسا کہ کشمش، دودھ اور شہد۔ شہد سے دودھ افضل ہے اور ان دونوں سے گوشت افضل ہے ان سب کے بعد پکائے ہوئے حلوے کا درجہ ہے اور کچھ نہ ملے تو جماع سے روزہ کھولے۔ اصلِ سنّت ایک یا دو کھجور کے کھانے سے حاصل ہو جاتی ہے لیکن اکمل یہ ہے کہ تین یا تین سے زیادہ کھجور طاق کی تعداد میں کھائے۔ ترمذی نے روایت کی ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز سے پیشتر چند تازہ کھجور ورنہ چند سوکھے کھجور ورنہ پانی کے چند گھونٹ سے افطار کرتے تھے۔

دعائے افطار۔ اِفطار کے بعد اس دعا کا پڑھنا مستحب ہے۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَلَکَ اَسْلَمْتُ وَعَلَیْکَ

اے اللہ تیرے لیے روزہ رکھا میں اور تیرے دیے ہوئے رزق پر افطار کیا میں نے۔ تجھ پر ایمان لایا تیرے لیے سر جھکایا۔ تجھ پر

توکّل کیا میں نے۔ ذَھَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْشَاءَ اللّٰہُ یَا وَاسِعَ الْفَضْلِ

بھروسہ کیا میں۔ پیاس چلی گئی۔ گیلی ہو گئیں رگیں اور ثابت ہوا اَجر اگر اللہ چاہے اے وسیع بزرگی والے

استمنائ سے روزہ ٹوٹتا ہے اگرچہ حائل کے ذریعہ ہو۔ استمناء منی کے خارج کرنے کے عمل کو کہتے ہیں، خواہ استمنائے محرم ہو اپنے ہاتھ سے ہو یا استمنائے غیر محرم ہو جو زوجہ کے ہاتھ سے ہو۔ استمناء کو بعض نے کبیرہ اور بعض نے صغیرہ گناہ میں شمار کیا ہے اور بعض نے مکروہ قرار دیا ہے۔ **لمس** چھونا اور بوسہ لینا جس سے شہوت کی تحریک ہوتی ہے اور انزال کا خطرہ ہے روزہ کی حالت میں حرام نہیں ہے مگر اس کا ترک اولیٰ ہے، اس لیے کہ روزہ کی حالت میں ترکِ شہوات مسنون ہے۔ لمس اور بوسہ کو مطلق طور پر حرام اس لیے نہیں قرار دیا گیا کہ انزال کا احتمال ضعیف ہے۔ لمس سے مراد ایسا چھونا ہے جو ناقضِ وضو ہے ملاحظہ ہو ۔ **بوسہ** کی پانچ قسمیں ہیں۔ پیار سے اصول فروع کے گال پر بوسہ دیں۔ اصول سے باپ دادا اور فروع سے بیٹا اور پوتا مراد ہیں۔ حصولِ برکت کے لیے فروع اصول کے سر پر بوسہ دیں شفقت سے کہ طور پر بہن بھائی کی پیشانی پر بوسہ دے۔ تحیۃ یعنی خیر مقدم کے لیے مسلمین آپس میں ہاتھ کا بوسہ دیں۔ شہوت سے شوہر اپنی زوجہ کے ہونٹوں پر بوسہ دے۔

حیض کی حالت میں روزہ صحیح نہیں ہے اور اجماع اس پر ہے کہ حرام ہے۔ خطیب شربینی نے لکھا ہے کہ حائض کے روزہ کی عدمِ صحت کی وجہ ظاہر نہیں ہے اس لیے کہ روزہ کے لیے طہارت کی شرط نہیں ہے۔ مجید امی نے یہ وجہ ظاہر کی ہے کہ حیض عورت کے قوائے جسمانی میں ضعف پیدا کرتا ہے اور روزہ میں خود بھی ضعف ہوتا ہے اس لیے حیض میں عورت روزہ رکھے تو دوگنہ ضعف کا باعث ہوگا۔ اس بارے میں تردد ہے کہ حائض پر روزہ واجب ہو کر ساقط ہوا یا واجب ہی نہیں ہوا۔ اصح قول صورتِ دوم کی بابت ہے اور اس روزہ کی قضا جدید حکم کی بنا پر واجب ہے۔

نفاس کی حالت میں روزہ صحیح نہیں ہے اس لیے کہ نفاس بھی حیض کا جمع شدہ خون ہے۔ علقہ اور مضغہ کے بعد بھی نفاس کی بابت یہی حکم ہے۔

ولادت بغیر نفاس کے ہو تو بھی روزہ ٹوٹتا ہے۔ یہی قول اصح ہے جس پر اعتماد کیا گیا ہے۔

جنون سے روزہ ٹوٹتا ہے اس لیے کہ جنون عبادت کے منافی ہے۔

ردت سے روزہ ٹوٹتا ہے اس لیے کہ ردت بھی عبادت کے منافی ہے۔

آخری پانچ امور حیض، نفاس، ولادت، جنون اور ردت میں سے کوئی بات ذرا سی بھی ظاہر ہو تو روزہ ٹوٹے گا۔ بے ہوشی صرف اس صورت میں روزے کو توڑے گی جبکہ پورا دن گزرے اگر تھوڑا بھی افاقہ ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ نیند سے روزہ نہیں ٹوٹتا اگرچہ دن بھر سوتا رہے۔

مستحباتِ صیام

مستحباتِ صیام تین ہیں۔ تعجیلِ افطار، تاخیرِ سحری، ترکِ فحش کلامی۔ تین کی تعداد محدود نہیں ہے

تاخیر کی جائے کہ فجر سے پیشتر پچاس آیتوں کی قرائت ہوسکے۔ اتنی تاخیر نہ کی جائے کہ وقت کی نسبت شک پید ہو کہ رات باقی ہے یا گزر چکی۔ شک کی صورت میں ترکِ تاخیر افضل ہے۔ حدیث۔ دَعْ مَا یُرِیْبُكَ اِلٰی مَالَا یُرِیْبُكَ۔ چھوڑدو اس کو جو تم کو شک میں ڈالے اس کی طرف جو تم کو شک میں نہ ڈالے۔ رات کے باقی رہنے کی نسبت شک ہو تو باوجود سحری کرنا جائز ہے اس لیے کہ اصلیت یہ ہے کہ رات باقی رہے۔

۳ **فحش کلامی** کا ترک کرنا، روزہ کی حالت میں مستحب ہے ورنہ فحش، کذب، غیبت اور نمامی وغیرہ ہر ایک صفت کا ترک کرنا بذاتہٖ واجب ہے۔ جھوٹ، غیبت، گالی گلوچ سے روزہ دار اپنی زبان کو محفوظ رکھے کذب کے معنی واقعہ کے خلاف خبر دینا، غیبت دوسرے شخص کی نسبت کوئی مکروہ بات کہنا اگرچہ کہ سچی ہو اور اس کے مواجہ میں کہی جائے۔ آیت۔ (۲ $\frac{۲۶}{۱۴}$)۔ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ اپنے بھائی کی میت کا گوشت کھائے، یقیناً تم اس کو ناپسند کروگے۔ نمیمہ فساد برپا کرنے کی نیت سے ایک دوسرے کی چغلی کھانا۔ روزہ دار کے لیے مسنون ہے کہ گالی کے جواب میں کہے کہ "میں روزہ سے ہوں" تین مرتبہ کہنا افضل ہے۔ زبان سے کہے یا دل میں بولے۔ زبان سے کہنے سے مقصد یہ ہے کہ دوسرے کو گالی دینے سے روکے اور دل میں کہنے سے مراد یہ ہے کہ اپنے نفس کو گالی کا جواب گالی میں دینے سے باز رکھے۔ نووی نے کہا ہے کہ زبان سے کہے اور رافعی نے نقل کیا ہے کہ اپنے دل میں بولے اور اسی پر اکتفا کرے۔ دونوں کا مقصد یہ ہے کہ زبان سے کہنے میں پارسائی کا اظہار اور ریا کا خوف نہ ہو۔ خوف ہونے کی صورت میں صرف دل میں بولے اور خوف نہ ہونے کی صورت میں دل میں بولے اور زبان سے بھی بولے۔ روزہ کی حالت میں دن بھر خاموش رہنے سے بھی روکا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کھڑا ہوا دیکھ کر دریافت فرمایا تو عرض کیا گیا کہ اس کا نام ابو اسرائیل ہے اس نے نذر کی ہے کہ روزہ رکھے، کھڑا رہے بیٹھے نہیں، سایے میں نہ جائے اور بات نہ کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو حکم دو کہ بات کرے، سایہ میں جائے اور بیٹھے اور روزہ کو پورا کرے روزہ کے مزید مستحبات ذیل میں اضافہ کیے جاتے ہیں۔

۴ **خواہشات** کا ترک کرنا بھی مستحب ہے جو مبطلاتِ صیام سے نہ ہوں جیسا کہ خوش بو کا سونگھنا۔

۵ **فصد** نہ لینا روزہ کی حالت میں مسنون ہے اس لیے کہ فصد لینے سے کمزوری پیدا ہوتی ہے۔

۶ **ذائقہ**۔ کھانے وغیرہ کا نہ چکھنا اُس صورت میں مستحب ہے جبکہ حلق میں اُتر جانے کا خوف ہو۔

۷ **جبڑوں** کو نہ ہلاتے رہنا مستحب ہے اس لیے کہ تھوک پیدا کرتا ہے۔

۸ **غسل** رات ہی میں مستحب ہے اگر حدثِ اکبر واقع ہو تاکہ آغازِ صوم سے طہارت میں رہے۔

۹ **تلاوتِ قرآن** کثرت سے کرنا مستحب ہے۔ ایک دوسرے کو قرارت سنانا بھی مسنون ہے۔ جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام

اِغْفِرْ لِیْ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَعَانَنِیْ فَصُمْتُ وَرَزَقَنِیْ فَاَفْطَرْتُ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا

بخش دے مجھ کو۔ تمام تعریف ثابت ہے اللہ کیلئے اللہ نے مجھکو مدد دی اور میں روزہ رکھا۔ اللہ نے رزق دیا اور میں افطار کیا۔ یا اللہ ہم کو توفیق دے

لِلصِّیَامِ وَبَلِّغْنَا فِیْہِ الْقِیَامَ وَاَعِنَّا عَلَیْہِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّۃَ بِسَلَامٍ۔

روزہ کی اور پورا اُتار ہم کو اسکے قائم رکھنے میں اور مدد کر ہماری اس وقت جبکہ لوگ سوتے ہیں اور ہم کو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل کر۔

سحری میں تاخیر کرنا مستحب ہے اور سحری کرنا خود بھی مستحب ہے۔ حدیث۔ تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السُّحُوْرِ بَرَکَۃً

سحری کرو، سحری کرنے میں برکت ہے۔ یہاں برکت سے مراد اجر اور ثواب ہے۔ حدیث۔ اِسْتَعِیْنُوْا بِطَعَامِ

السَّحَرِ عَلٰی صِیَامِ النَّھَارِ وَبِقَیْلُوْلَۃِ النَّھَارِ عَلٰی قِیَامِ اللَّیْلِ سحری کے کھانے سے دن کے روزہ کو

مدد دو اور دن کے قیلولے سے رات کی عبادت کو۔ سحری کا مقصد تھوڑے سے کھانے پینے سے بھی حاصل ہوتا ہے۔

حدیث۔ تَسَحَّرُوْا وَلَوْ بِجُرْعَۃِ مَاءٍ۔ سحری کرو اگرچہ ایک گھونٹ پانی سے۔ اُسی چیز سے سحری کرنا

مندوب ہے جس سے افطار کرنا مندوب ہے۔ سنت کے قیام کے لیے سحری میں تھوڑا سا کھانا اور پینا مندوب

ہے۔ لذیذ غذائیں سحری میں پیٹ بھر کھانا مندوب نہیں ہے۔ شعرانی کا قول ہے کہ ہم کبھی پیٹ بھر کر نہ

کھائیں خاص کر رمضان کی راتوں میں۔ بہتر یہ ہے کہ عام دنوں کے مقابلہ میں رمضان میں کم مقدار میں غذا

کھائیں اس لیے کہ رمضان بھوک کا مہینہ ہے جس شخص نے افطار کے بعد اور سحری میں دونوں وقت پیٹ بھر

کھایا تو گویا اس نے روزہ نہیں رکھا۔ دودھ پلانے والی عورت اور سخت جسمانی محنت کرنے والا آدمی اس سے

مستثنیٰ ہے۔ سحری میں تاخیر اس امت کی خصوصیات میں سے ہے اس لیے کہ سابقہ اُمتیں سونے سے پیشتر کھاتی

تھیں اور عشاء کے وقت سے کھانا پینا ان پر حرام تھا۔ آغازِ اسلام میں بھی یہی عمل تھا۔

قیلولہ زوال سے پیشتر آرام لینے کو کہتے ہیں اگرچہ نیند نہ لگے بعض نے کہا ہے کہ زوال کے بعد سونے کو قیلولہ

کہتے ہیں مشہور یہ ہے کہ زوال سے پہلے یا بعد سونے کو قیلولہ کہتے ہیں۔ مناوی نے لکھا ہے کہ زیادہ سونا ناپسندیدہ

ہے۔ زیادہ سونے سے اُخروی اور دنیوی دونوں امور میں فساد واقع ہوتا ہے اور غفلت طاری ہوتی ہے۔

طبیعی اور نفسانی مزاجوں میں فساد پیدا کرتا ہے۔ بلغم اور سودا کو بڑھاتا ہے، معدہ کو ضعیف کرتا ہے، بینائی

اور قوتِ باہ کو کمزور کرتا ہے۔ منی میں ایسا فساد پیدا کرتا ہے کہ اس نطفہ سے جو اولاد ہوتی ہے اُس میں مزمنہ

امراض پائے جاتے ہیں۔ یہ تو عام اوقات میں زیادہ سونے کے معایب ہیں مگر صبح اور عصر کے وقت سونے میں

عقلی اور نفسانی شدید نقصانات کا احتمال ہے۔

وقت سحری کا آدھی رات سے شروع ہوتا ہے۔ آدھی رات سے پیشتر کھائیں پئیں تو سحری میں شمار نہ ہوگا

اور نہ سنت حاصل ہوگی۔ سحری کرنا سنت ہے اور سحری کرنے میں تاخیر کرنا دوسری سنت ہے اس حد تک

عرفہ اور عاشورۂ محرم کے روزے مندوب ہیں اور ان روزوں کے فوت ہونے پر ان کی قضا شک کے روز بھی مندوب ہے۔ نذر کا روزہ بھی ان ایام میں رکھنا جائز ہے۔ کفارہ کا روزہ بھی شک کے دن رکھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح دعاے استسقاء کے لیے امام کے حکم پر شک کے روز روزہ رکھا جا سکتا ہے۔ شعبان کا تیسواں دن شک کا دن ہے جب مطلع ابر آلود نہ ہونے کے باوجود ہلال نظر نہ آئے اور لوگ ہلال نظر آیا بیان کریں مگر کس نے دیکھا معلوم نہ ہو سکے یا رُؤیتِ ہلال کی شہادت بچہ، عورت، غلام، فاسق یا فاجر ادا کرے۔ ہلال کے نظر نہ آنے کی قید ہے۔ اگر شعبان کی تیسویں رات کو ہلال نظر آجائے تو وہ یوم شک نہ ہوگا بلکہ وہ صاف طور پر رمضان کا دن ہوگا۔ مطلع ابر آلود نہ ہونے اور صاف ہونے کی قید ہے۔ اگر مطلع ابر آلود ہو تو شک کا دن نہیں ہے بلکہ شعبان کا دن ہے۔ ہلال نظر نہ آئے اور لوگ بیان بھی نہ کریں کہ ہلال نظر آیا تو وہ شک کا دن نہ ہوگا بلکہ قطعی طور پر شعبان کا ہوگا۔ یوم شک کے لیے شرط ہے کہ چاند کے نظر آنے کی خبر پھیلے مگر کس نے دیکھا معلوم نہ ہو سکے۔ اگر یہ معلوم ہو کہ کس نے دیکھا اور وہ شخص عدل بھی ہو تو یوم شک نہ ہوگا بلکہ صاف طور پر یوم رمضان ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ یوم شک کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ کہ لوگ رُؤیت ہونا بیان کریں مگر یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کس نے دیکھا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایسے لوگوں نے دیکھا ہو جن کی شہادت قبول نہیں کی جا سکتی۔ صورتِ دوم کی پھر تین حالتیں ہیں۔ دیکھنے والے کی راست گوئی کی نسبت جس شخص کو اعتقاد ہو اس پر روزہ رکھنا واجب ہے اور جس شخص کو اعتقاد نہ ہو بلکہ صرف گمان غالب ہو اس کے لیے روزہ رکھنا جائز ہے۔ ان دونوں صورتوں میں روزہ رکھے اور بعد میں معلوم ہو کہ وہ رمضان کا دن تھا تو رمضان کا روزہ ادا ہوا۔ جس شخص کو دیکھنے والے کی راست گوئی کی نسبت شک ہو تو اس کے لیے روزہ حرام ہے۔

افطار دو روزوں کے درمیان واجب ہے۔ افطار کرنے سے مراد یہ ہے کہ اُن چیزوں پر عمل کرے جن سے روزہ میں احتراز کیا جاتا ہے جیسا کہ کھانا پینا وغیرہ۔ دن محلِ روزہ ہے اور رات محلِ افطار۔ روزہ دار رات میں کچھ کھائے یا نہ کھائے مُفطِر کہلائے گا۔ روزوں میں **وصال** حرام ہے فرض ہو یا نفل۔ رات میں افطار کیے بغیر روزے کے پیچھے روزہ رکھنے کو وصال کہتے ہیں۔ وصال کے معنی ملانے کے ہیں۔ شیخین نے ابو ھریرہؓ سے اس حدیث کی روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِیَّاکُمْ وَالْوِصَالَ قِیْلَ فَاِنَّکَ تُوَاصِلُ قَالَ فَاِنَّکُمْ لَسْتُمْ فِیْ ذٰلِکَ مِثْلِیْ اِنِّیْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ فَاکْلَفُوْا احتراز کرو تم وصال سے۔ تو کہا گیا کہ آپ خود تو اصل کرتے ہیں تو فرمایا کہ تم اس بارے میں میرے مانند نہیں ہو میں رب کے پاس ہوں وہ مجھ کو کھلاتا ہے پلاتا ہے پس تم کو تکلیف ہوگی۔ وصال سے امتناع شافعیہ کے پاس تحریمی اور مالکیہ اور حنبلیہ کے پاس تنزیہی ہے۔ غروب کے متحقق ہونے کے بعد افطار مطلوب ہے اور افطار میں تاخیر کرنا ممنوع

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ماہِ رمضان میں آتے اور رمضان کے ختم تک آپ کو قرآن مجید سناتے تھے چونکہ ملائکہ میں کلام مجید کے حفظ کی صلاحیت نہیں ہے اس لیے تاویل کی گئی ہے کہ جبرئیل لوحِ محفوظ میں دیکھ کر پڑھتے تھے۔

اعتکاف رمضان میں مستحب ہے خاص کر آخری دہائی میں اس توقع میں کہ شبِ قدر نصیب ہو جائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم رمضان کی آخری دہائی میں اعتکاف کرتے تھے۔

صدقہ کثرت سے دینا مستحب ہے اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو ہوتا رمضان میں صدقہ دیتے تھے۔ مختصر یہ کہ رمضان میں نیک اعمال کا کثرت سے عمل میں لانا مسنون ہے اس لیے کہ ثواب دونا ملتا ہے بہ نسبت دوسرے ایام کے۔

ایامِ ممنوعہ

حرام ہے پانچ روز روزہ رکھنا، عیدین کے دو اور تشریق کے تین۔ عید الفطر و عید الاضحیٰ کے دن اور تشریق کے تین دن جو عید الاضحیٰ کے بعد اور اس سے متصل ہیں ان دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے! اگر روزہ رکھا جائے تو صحیح نہ ہوگا۔ ان ایام میں مفطرات کا تناول کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مسنون ہے۔ **تشریق** گوشت کے کباب کاٹ کر دھوپ میں سکھانے کو کہتے ہیں اور ان ایام میں چونکہ گوشت کثرت سے سکھایا جاتا ہے اس لیے ان کو ایامِ تشریق کہا گیا۔ حدیث۔ اَیَّامُ مِنیً اَیَّامُ اَکْلٍ وَّشُرْبٍ وَّذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ منیٰ کے دن کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے دن ہیں۔ شافعیہ میں عید کے بعد تین دن ایامِ تشریق ہیں اور ہر سہ ائمہ کے پاس عید کے بعد دو دن ہیں۔

شک کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے سوائے اس کے کہ اس دن روزہ رکھنے کی عادت ہو۔ عمار بن یاسر کا قول ہے کہ جس نے شک کے دن روزہ رکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کی اس سے یہ حکم اخذ کیا گیا ہے کہ شک کے دن روزہ رکھنے میں کراہتِ تحریمی ہے اور اعتماد اسی پر ہے۔ وہ شخص جو ہمیشہ روزہ رکھتا ہے یا ہر دوسرے دن یا دوشنبہ یا پنجشنبہ کو روزہ رکھتا ہے اور شک کا دن اس کے روزے کا دن واقع ہو تو روزہ رکھ سکتا ہے۔ حدیث۔ لَا تُقَدِّمُوْا رَمَضَانَ بِصَوْمِ یَوْمٍ اَوْ یَوْمَیْنِ اِلَّا رَجُلٌ کَانَ یَصُوْمُ یَوْمًا فَلْیَصُمْہُ۔ رمضان کے آگے ایک یا دو دن روزہ نہ رکھو سوائے اس کے کہ کوئی شخص کسی خاص دن روزہ رکھتا ہو تو روزہ رکھے۔ جو حکم شک کے روزہ کی نسبت ہے وہی شعبان کے نصفِ آخر کے دنوں کی نسبت ہے۔ شعبان کے آخری نصف دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ حدیث۔ اِذَا انْتَصَفَ شَعْبَانُ فَلَا تَصُوْمُوْا۔ جب شعبان نصف گزر جائے تو روزہ مت رکھو۔ سولہ شعبان سے روزہ رکھنا حرام ہے مگر پندرہ شعبان کو روزہ رکھے تو اس کے ساتھ میں سولہ شعبان کو روزہ رکھنا جائز ہے۔ ایک مرتبہ کے عمل کے بعد اس کو عادت قرار دیا جاتا ہے۔ ان ایام میں قضا روزہ رکھنا جائز ہے نفل روزہ کی قضا بھی اس میں داخل ہے۔

صحیحین نے ابو ہریرہؓ[1] سے اس حدیث کی روایت کی ہے کہ سلمۃ بن صخر البیاضی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ میں تباہ و برباد ہو گیا تو آپ نے پوچھا کیسے؟ تو عرض کیا کہ رمضان (کے روزہ) میں اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستری کی۔ آپ نے پوچھا ایک غلام کو آزاد کر سکتے ہو؟ جواب دیا نہیں۔ دو مہینے [؟]ل روزہ رکھنے کی طاقت ہے؟ جواب دیا نہیں۔ کیا ساٹھ مسکینوں کو کھلا سکتے ہو؟ تو سلمۃ نے نہیں کہا اور بیٹھ گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسی وقت کھجور کا ایک بورا تحفہ آیا تھا جس میں پندرہ صاع کھجور تھے۔ ایک صاع کے چار مُد کے حساب سے جملہ ساٹھ مُد کھجور ہوتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کھجور سلمہ کو دیدیے اور اس کو کفارہ کی ادائی کے لیے صدقہ دیدو فرمایا۔ سلمہ نے کہا، یا رسول اللہ اس شخص کو دوں جو ہم سے زیادہ فقر و فاقہ کی حالت میں ہو؟ اللہ کی قسم، مدینہ کے دو ٹیلوں کے درمیان کوئی گھر ایسا نہیں ہے جو ہم سے زیادہ محتاج ہو۔ یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور فرمایا، جاؤ اپنے ہی لوگوں کو کھلاؤ۔
اس واقعہ کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلمہ کے فقر کا علم ہوا تو آپ نے اپنی رائے تبدیل کی اور بجائے کفارہ کے ہدیہ کے طور پر دیا تاکہ سلمہ کے گھر والے کھائیں اور کفارہ اس کے ذمّے باقی رہا۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارہ کے طور پر کھلانے کی اجازت دی اور سلمہ کے گھر والے [؟]ین اور ساٹھ کی تعداد میں تھے۔ مگر یہاں یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اُن لوگوں کو کفارہ نہیں دیا جاتا جن کی پرورش اپنے ذمّے ہو لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ کفارہ دینے والا خود اپنی جانب [؟]سے کفارہ نکالے تو یہ اعتراض صحیح ہوگا بخلاف اس کے اگر دوسرا شخص اس کی طرف سے اور اس کی اجاز[ت] سے کفارہ نکالے تو خود اس کے گھر والے بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔ تیسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ اس عمل کی اجازت دی تھی۔ ہر ایک روزہ مستقل عبادت ہے اس لیے روزے کے دِنوں کے تعدد کے ساتھ کفارہ کا تعدد ہوگا۔ مگر ایک دن میں متعدد مرتبہ وطی کرے تو کفارہ کی تکرار نہ ہوگی۔

شرائطِ وجوبِ کفارہ بارہ[12] ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو تو کفارہ واجب نہ ہوگا۔ وطی[1] کی قید کی وجہ سے دوسرے مُفطِرات خارج ہو جاتے ہیں۔ کھانے اور پینے سے روزہ ٹوٹے گا مگر کفارہ واجب نہ ہوگا۔ اگرچہ کہ

[1] ابو ہریرہ کا پہلا نام عبد الشمس تھا، اسلام قبول کرنیکے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکا نام عبد الرحمٰن رکھا۔ بلی سے اتنے مانوس تھے کہ ابو ہریرہ کی کنیت دی گئی اور اسی کنیت سے مشہور ہو گئے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ عبا کی آستین پر کچھ لیے جا رہے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے تو انہوں نے کہا بلی ہے تو اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یا ابا ھریرۃ کہہ کر پکارا ورنہ اس کے پہلے ان کی کنیت ابو الا[سو]د تھی۔ آپ کا مزاح مخلوق کے ایک بڑے بادشاہ مخلوق جیسے شیر ذرا بازو واقع ہے اور یہاں ایک چھوٹی سی سمجھ[؟] ہے۔

ہے اِس لیے افطار کا بالکلیہ ترک کرنا شدت کے ساتھ ممنوع ہے۔ سابقہ اُمتوں میں روزوں کا وصال یعنی بلا کر رکھنا مباح تھا اور اُمتِ محمدی کو وصال سے منع کیا گیا۔ یہ حکم اُمّت کی خاطر ہے ورنہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے وصال جائز ہے۔ حدیث مصرحہ بالا سے یہ ظاہر ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم پروردگار عالم کے پاس ہیں جو انھیں ایسے ماکولات اور مشروبات کھلاتا اور پلاتا ہے جو جنّت کی چیزیں ہیں اور جن کے استعمال سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ یہ مطلب تو جب ہوا کہ کھلانے پلانے کے حقیقی معنی لیے جائیں۔ مجازی معنی کی صورت میں یہ مطلب ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کو عرفان و معارف کی غذا پہنچتی ہے۔ قربتِ پروردگار کی وجہ سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور تازگی حاصل ہوتی ہے۔ قلب کی لذّت اور ارواح کی نعمت، اَجسام اور اشباح کی غذا سے زیادہ اثر پذیر ہے۔ پیغمبروں کے وجود کا ایک رُخ **تجریدی** ہے جو اِن کو اپنے جنس کے دوسرے اَفراد سے علٰحدہ کرتا ہے مَبدأِ اوّل سے جو فیض انھیں ملتا ہے اس کی وجہ سے بھوک پیاس اور ضُعف کے فتور سے محفوظ رہتے ہیں پیغمبروں کے وجود کا دوسرا رُخ وہ ہے جو اِن کو دیگر افراد کے ساتھ وابستہ کرتا ہے اور ان سے آدابِ شریعت اخذ کیے جاتے ہیں۔ اِن کے بَواطن ربّانی ہیں تقرّب اِلی اللہ سے لذّت حاصل کرتے ہیں اور ظواہر بشری ہیں جن کی وجہ سے اُن کے بَدن آفتوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ اِس تاویل کے بعد اُس واقعہ کی نفی نہیں ہوتی کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بھوک کی شدّت کی وجہ سے پیٹ پر پتّھر باندھا تھا۔ پیغمبروں کی ظاہری زندگی اُمّت کے لیے آئینہ کا کام دیتی ہے جس میں وہ ساری چیزیں دکھائی دیتی ہیں جن پر عمل کرنا ان کے لیے واجب ہے۔ ان کے بواطن پروردگار کے پاس پردۂ غیب میں ہیں جن پر بشری بھوک وغیرہ کا کوئی اثر نہیں۔ اسی لیے عام طور پر روزوں کے ملانے سے منع کیا گیا تاکہ ضُعف اور کمزوری کے سرایت کرنے سے عبادات اور وظایفِ دین کے بجا لانے میں کوتاہی اور سُستی نہ پیدا ہو۔

کفّارہ

کفّارۂ جماع۔ رمضان کے روزے کے دن عمداً، شرم گاہ میں، وطی کرنے سے روزے کی قضا اور کفّارہ دونوں واجب ہوتے ہیں۔ کفّارہ یہ ہے کہ ایک مسلمان غلام یا باندی کو آزاد کرے، یہ نہ ہو سکے تو دو مہینے مسلسل روزہ رکھے، یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو فی کس ایک مُد (بارہ چھٹانک) کے حساب سے کھانا کھلائے۔ اِس کے پیشتر روزہ کے توڑنے والے گیارہ امور جن کو مُبطِلات یا مُفطِرات کہتے ہیں بیان کیے گئے ہیں۔ ان امور کے وقوع میں آنے سے روزہ ٹوٹتا ہے اور روزہ کی قضا واجب ہوتی ہے۔ مگر ان کے منجملہ صرف جماع ایک ایسا امر ہے جس کے خاص کیفیات کے ساتھ واقع ہونے پر روزہ کی قضا کے ساتھ کفّارہ کی ادائی بھی واجب ہے۔

چھوٹ جائے تو روزوں کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا اور از سرِ نو روزے رکھنا ہوگا۔ یہاں ہلالی مہینے مراد ہیں
اگر مہینے کے درمیان سے روزہ شروع ہو تو پہلے مہینے کے دنوں کی تکمیل تیسرے مہینے کے دنوں سے تیس دنوں کے
حساب سے کی جائے۔ دو مہینوں کے روزے تو کفارہ ہیں اور جو روزہ ٹوٹا تھا اس میں داخل نہیں ہے۔ متفرق
طور پر روزے رکھنے کی طاقت ہو مگر مسلسل مقررہ تعداد میں روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو عدمِ استطاعت ہی
میں داخل ہے۔ کھانا پکا کر کھلانے کی شرط نہیں ہے، غلہ دینے کی شرط ہے۔ شرائط وہی ہیں جو صدقۂ فطر کے ہیں
یعنی کفارہ میں شہر کی غالب غذا کی جنس دی جائے جو صدقۂ فطر میں دی جاتی ہے۔ مسکین میں فقیر بھی داخل ہے
قاعدہ یہ ہے کہ مسکین اور فقیر دونوں کا ذکر کیا جائے تو دو علیحدہ طبقے مراد ہوتے ہیں اور اگر صرف مسکین یا صرف فقیر
کا ذکر کیا جائے تو دونوں طبقے مراد ہوتے ہیں۔ فقیر اور مسکین کی تعریف مستحقین زکات کے بیان میں صفحہ ۳۱۶
پر آچکی ہے۔ زکات اور دیگر کفاروں کی طرح اس کفارے کے غلہ کو بھی اپنے متعلقین کو کھلانا جائز نہیں ہے۔
اگر کفارہ کی ادائی کی استطاعت نہ رکھتا ہو، نہ غلام کو آزاد کر سکے، نہ مسلسل روزہ رکھ سکے اور نہ مسکینوں کو غلہ دے
سکے تو اس کے ذمہ کفارہ برقرار رہے گا اور جب کبھی، جس کسی صورت پر قابو پائے ادا کرے۔ اگر ایک سے زیادہ صورتوں
پر قابو حاصل ہو تو ترتیب کا لحاظ کر کے عمل کرے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق جو کسی بندہ کے ذمے ہوتے ہیں دو قسم کے ہیں
حقوقِ مالی اور بدنی۔ حقوقِ مالی کی پھر دو قسمیں ہیں۔ یہ حقوق اُسی کے فعل کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ ظہار،
جماع، قتل اور یمین کے کفارے، یا بغیر اُس کے فعل کے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ زکاتِ فطر۔ پہلی نوعیت کے حقوق عدمِ
استطاعت کے باوجود اُس کے ذمے برقرار رہیں گے اور دوسری نوعیت کے حقوق عدمِ استطاعت کی بناء پر ساقط
ہو جائیں گے۔ حقوقِ بدنی کی مثال نماز ہے۔ نماز بہرحال ادا کی جاتی ہے جس کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔

کفارہ کی دو قسمیں ہیں۔ کفارۂ عظمیٰ اور کفارۂ صغریٰ۔ رمضان کے روزے کی حالت میں وطی کی وجہ
سے کفارۂ عظمیٰ کی ادائی واجب ہوتی ہے اور جب کبھی کفارہ کا لفظ مطلق طور پر بغیر کسی قید کے استعمال ہوگا اس
سے کفارۂ عظمیٰ مراد لیا جائیگا۔ کفارۂ صغریٰ کو فدیہ بھی کہتے ہیں مگر ابو شجاع نے فدیہ کے لیے بھی محض کفارہ کا لفظ
استعمال کیا ہے۔ وطی کے کفارہ کی طرح ظہار اور قتل کے کفارے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ قتل کے کفارہ میں مسکینوں کو
غلہ دینے کی صورت نہیں ہے اور غلام کی رہائی اور روزے رکھنے کی دو ہی صورتیں ہیں۔ یمین کے کفارہ کی چار
صورتیں ہیں۔ غلام کی رہائی، غلہ اور کپڑا دینا اور پھر روزہ۔ ان میں سے ابتدائی تین صورتوں کے درمیان اختیار
حاصل ہے جس پر چاہے عمل کرے اور یہ تینوں صورتیں نہ ہو سکیں تو اس کے بعد ترتیب ہے اور روزہ رکھنا واجب
ہے۔ جماع کرنے والے پر کفارہ کی ذمہ داری ہے نہ کہ فریقِ دوم مفعول پر۔ مفعول کے روزے کی ابطال کے
لیے وطی کی حد تک دخول کی قید نہیں ہے بلکہ وطی کی تعریف کے صادق آنے سے پہلے، حشفہ کا کچھ حصہ بھی

اِسقاطِ کفارہ کے لیے اس کو حیلہ … اور اس کے ساتھ یا اس کے بعد ہی وطی کرے۔ وطی کے لیے پورا حشفہ[2] غائب ہونا شرط ہے اگرچہ انزال نہ ہو۔ حشفہ کا کچھ حصہ داخل ہونے سے کفارہ لازم نہیں آتا اور نہ روزہ ٹوٹتا ہے۔ رمضان (دن)[3] کی قید کی وجہ سے، غیر رمضان کے روزہ میں وطی کرنے سے کفارہ لازم نہیں آتا۔ اگرچہ رمضان کا قضا روزہ ہو۔ کفارہ صرف ماہِ رمضان کی خصوصیت سے ہے۔ رمضان کے دِن[4] کی قید کی وجہ سے، رمضان کی رات میں وطی کرنے سے کفارہ نہیں ہے اس لیے کہ روزہ دن میں ہوتا ہے اور دن صبح صادق سے مغرب تک ہے۔ رات کے وقت کے داخل ہونے کی نسبت گمان غالب ہو یا شک ہو اور جماع کرے اور پھر ظاہر ہو کہ دن کا وقت تھا تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔ عمداً[5] کی قید کی وجہ سے بھول کر وطی کرنے سے کفارہ نہیں ہے۔ واقفیت[6] کی قید ہے۔ اگر وطی کی تحریم سے ناواقف ہو کر وطی کرے تو کفارہ نہیں۔ اختیار[7] کی شرط ہے۔ جبر و اکراہ سے وطی کرے تو کفارہ نہیں اس لیے کہ جبر و اکراہ کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ شرمگاہ[8] مطلق طور پر مراد ہے۔ اگلی ہو یا پچھلی، مرد کی ہو یا عورت کی، آدمی کی ہو یا حیوان کی۔ شرمگاہ کی قید سے دوسرے اعضائے بدن خارج ہو جاتے ہیں۔ مکلف[9] کی قید ہے۔ تکلیف شرعی ذمہ داری کو کہتے ہیں۔ نابالغ لڑکا اگر روزہ کی حالت میں وطی کرے تو اس پر کفارہ نہیں ہے اس لیے کہ اس پر روزہ ہی فرض نہیں ہے۔ تبییتِ[10] نیت کی قید ہے۔ اگر رات میں روزہ کی نیت نہیں کی اور حرمتِ رمضان کے خیال سے دن بھر مفطرات … سے احتراز کرتا رہا اور اس حالت میں وطی کی تو اس پر کفارہ نہیں ہے اس لیے کہ وہ حقیقت میں روزہ نہ تھا۔ گناہ[11] روزہ کی وجہ سے وقوع میں آئے تو کفارہ لازم ہے۔ اگر روزہ نہ ہوتا تو وطی کرنے میں کوئی گناہ نہ تھا اگر روزہ کی حالت میں وطی کرنے سے گناہ ہوا تو ایسی وطی کے لیے کفارہ ہے۔ جو وطی روزہ کے تعلق کے بغیر گناہ ہے جیسا کہ زنا تو اس کے ارتکاب کی وجہ سے کفارہ نہیں ہے۔ اسی طرح ترخّص کی نیت سے مسافر یا مریض وطی کرے تو بھی کفارہ نہیں ہے۔ رخصت کے امور سے استفادہ کرنے کو ترخّص کہتے ہیں۔ وقت[12] رات کا ہونے کی … گمانِ غالب ہو یا شک ہوا اور جماع کرے اور پھر ظاہر ہو کہ دن کا وقت تھا تو اس پر کفارہ نہیں ہے اس لیے کہ اس واقعہ میں گناہ مفقود ہے۔

کفارہ کی تین نوعیتیں ہیں: … سب سے پہلے غلام کی آزادی، اُس کے بعد روزے اور اُس کے بعد مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ یہ ترتیب مقرر ہے۔ غلام میں جنس کی تخصیص نہیں ہے، مرد اور عورت دونوں پر شامل ہے۔ غلام کے مومن ہونے کی شرط ہے کافر غلام کے رہا کرنے سے کفارہ ادا نہیں ہوتا۔ غلام کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ عیوب … سے پاک ہو۔ روزوں کے شروع کرنے کے بعد غلام دستیاب ہو تو اُس کو رہا کرنا مندوب ہے۔ روزے جو ہو چکے ہیں نفل ہو جائیں گے۔ مسکینوں کو کھانا کھلانا شروع کرنے کے بعد روزے رکھنے پر قدرت حاصل ہو تو روزے ہی رکھے جائیں گے۔ … ن روزے رکھنا واج… ہے … اگر ایک آخری روزہ بھی کسی شرعی عذر کی بنا پر جیسا کہ مرض یا سفر کی وجہ سے

متوفی کے فوت شدہ روزے کے تدارک کے لیے ولی روزہ رکھے یا فدیہ دے۔ مگر روزہ رکھنا بہتر ہے اور روزے کو فضیلت ہے اور اعتماد اسی پر ہے۔ قولِ قدیم کے مسایل میں صرف یہی ایک مسئلہ ایسا ہے جس پر اعتماد کیا گیا ہے اس لیے کہ اس کی تائید میں صحیح احادیث پائی جاتی ہیں۔ حدیث صحیحین۔ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ۔ جو شخص مر جائے اور اس کے ذمہ روزہ ہو تو اس کی طرف سے ولی روزہ رکھے۔ حدیث مسلم إِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِامْرَأَةٍ قَالَتْ لَهُ إِنَّ أُمِّيْ مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ نَذْرٍ أَفَأَصُوْمُ عَنْهَا، صُوْمِيْ عَنْ أُمِّكِ۔ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری ماں مر گئی ہے اور اس پر نذر کا روزہ تھا، کیا میں اس کی طرف سے روزہ رکھوں؟ تو آپ نے فرمایا، اپنی ماں کی طرف سے روزہ رکھو۔ قولِ جدید یہ ہے کہ صرف فدیہ دے روزہ نہ رکھے۔ استدلال یہ ہے کہ روزہ بدنی عبادت ہے جس میں زندگی ہی میں نیابت نہیں ہو سکتی۔ اس پر قیاس کرتے ہوئے حکم لگایا گیا کہ موت کے بعد بھی نیابت نہیں ہو سکتی جیسا کہ نماز اور اعتکاف میں اگر کوئی شخص فرض نماز یا فرض اعتکاف چھوڑ کر فوت ہو جائے تو اس کے بعد اس کی جانب سے نیابتہً نماز نہیں پڑھی جا سکتی اور نہ اعتکاف کیا جا سکتا ہے بلکہ ان کے عوض فدیہ بھی نہیں دیا جا سکتا معتمد بھی یہی قول ہے اس لیے کہ اس بارے میں کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی ہے بعض کا قول ہے کہ میت کی جانب سے نیابتہً نماز پڑھی جا سکتی ہے اور بعض کا قول ہے کہ ہر ایک نماز کے بدلے ایک مُد اور ایک دن اور رات کے اعتکاف کے عوض ایک مُد کھانا کھلایا جائے شیخ بیجوری کہتے ہیں کہ اس کی تقلید میں مضایقہ نہیں ہے! امام سبکی نے اپنی ماں کی طرف سے ایسا کیا تھا۔ شافعیہ میں اعتماد اس پر ہے کہ نماز میں سے صرف طواف کی دو رکعتیں مستثنیٰ ہیں اور میت کی جانب سے نیابتہً طواف کی دو رکعتیں پڑھنا جایز ہے جیسے حج میں۔ اگر نذر کی ہو کہ روزے کے ساتھ اعتکاف کرے گا یا اعتکاف کی حالت میں روزہ رکھے گا تو روزے پر قیاس کرتے ہوئے میت کی جانب سے نیابتہً اعتکاف کیا جا سکتا ہے۔ اعتکاف کے لیے ایک لحظہ بھی کافی ہے سوائے اس کے کہ پورے دن کے اعتکاف کی نذر کی ہو۔ اس لیے کہ روزے کے فوت ہونے پر ولی روزہ رکھ سکتا ہے اور اعتماد اسی پر ہے۔ قولِ جدید جو روزے کا مانع ہے ضعیف ہے۔ قولِ قدیم کے لحاظ سے تدارک کے روزے کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ محب طبری نے بیان کیا ہے کہ ہر ایک عبادت خواہ واجب ہو یا مندوب جو میت کی طرف سے ادا کی جائے اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔

ولی سے میت کا ہر ایک رشتہ دار مراد ہے اگرچہ وہ عصبہ نہ ہو یا حقِ توریث نہ رکھتا ہو۔ اعتماد اس پر ہے کہ ولی کا ولیِ مال ہونا ضروری نہیں ہے۔ ولیِ مال کی مثال باپ اور دادا ہے۔ حدیثِ مذکور میں بیٹی کو ماں کے عوض روزے کا حکم دیا گیا جبکہ بیٹی نہ عصبہ ہے اور نہ ولیِ مال۔ روزہ رکھنا صرف ولی تک محدود نہیں ہے بلکہ

مفعول کی شرم گاہ میں داخل ہوجائے تو اُس کا روزہ ٹوٹتا ہے۔

مُدّ وزن میں ایک اور ایک تہائی بغدادی رطل کے مساوی ہے اور ناپ میں مصری آدھے قدح کے برابر۔ اصل میں ناپ ہی معیار ہے مگر سہولت کے لیے وزن بتایا گیا ہے۔ ایک مُد کا حکم ہر ایک روزے کے لیے ہے جو فوت ہوجائے۔ غلہ کی وہ جنس فدیہ میں دی جائے گی جو مقامی طور پر عام طور پر کھائی جاتی ہے۔ بغداد چونکہ عراق میں ہے اس لیے مُدِ بغدادی کو مُدِ عراقی بھی کہہ سکتے ہیں۔ مکہ مکرمہ کے ایک مُد کا مقابلہ ہندوستان کے پیمانہ سے کیا گیا تو ایک مُد کے بارہ چھٹانک یعنی تین پاؤ غلہ ہوتا ہے۔

اگر کوئی شخص فرض روزہ اپنے ذمہ چھوڑ کر فوت ہوجائے تو ہر روزے کے لیے ایک مُد کھانا کھلایا جائے۔ یہاں شخص سے مراد مسلم ہے جیسا کہ اذرعی نے بیان کیا ہے۔ اس قید کا فائدہ یہ ہے کہ قولِ قدیم اور قولِ جدید میں امتیاز پیدا ہوتا ہے۔ قولِ قدیم کی رو سے فدیہ اور روزہ دونوں جائز ہیں اور قولِ جدید کی رو سے صرف فدیہ جائز ہے۔ اگر مرنے والا مرتد ہو تو قطعی طور پر اس کی طرف سے صرف فدیہ دیا جائے گا اس لیے کہ مرتد کا روزہ ہی صحیح نہیں تو اس کی جانب سے نیابتہً روزہ رکھنا کیسے صحیح ہوگا۔ شخص سے مراد بالغ بھی ہے جس پر روزہ واجب ہے۔ غیر بالغ پر روزہ واجب نہیں ہے۔ شخص کا لفظ عورت اور مرد دونوں پر حاوی ہے۔ فرض روزے کی قید ہے خواہ رمضان کا ہو یا نذر کیا ہوا یا کفّارہ کا روزہ ہو جیسا کہ خطیب اور منہج کی عبارت سے ظاہر ہے ورنہ ابوشجاع نے رمضان کا روزہ لکھا تھا۔ تعجب نہیں کہ ابوشجاع نے رمضان کے روزے سے صرف فرض روزہ مراد لیا ہو۔

صومِ فایت۔ روزے کے فوت ہونے کی چار صورتیں ہیں۔ روزہ کسی عذر کی وجہ سے فوت ہوجائے یا بغیر کسی عذر کے۔ پھر ان دونوں صورتوں میں روزے کی قضا رکھنے کا امکان رہا ہو یا نہ رہا ہو۔ ان میں سے تین صورتوں میں جب کہ روزہ بغیر عذر کے فوت ہوجائے اور اس کے بعد روزے کی قضا رکھنے کا امکان رہے یا نہ رہے اور روزہ عذر کی وجہ سے فوت ہونے کے بعد قضا رکھنے کا امکان رہا ہو تو فوت شدہ روزے کا تدارک واجب ہے۔ صرف ایک صورت میں جبکہ مرض یا سفر وغیرہ کے عذر کے سبب سے روزہ فوت ہوجائے اور روزے کے فوت ہونے کے بعد مرض یا سفر جاری رہے اور اسی سلسلہ میں فوت ہوجائے اور روزے کے قضا رکھنے کا امکان نہ رہے تو فوت شدہ روزے کی وجہ سے کوئی گناہ میت کے دوش پر نہ ہوگا اور اسی لیے ایسے روزے کا تدارک واجب نہیں۔ ابوشجاع نے ابتدائی تین صورتوں کی نسبت حکم بیان کیا اور شارحین نے اس سے چوتھی صورت کا مفہوم اخذ کیا۔

تدارکِ صومِ فایت۔ متوفی کے فوت شدہ روزے کے تدارک کے بارے میں امام شافعیؒ کے دو قول ہیں۔ ایک **قولِ قدیم** اور دوسرا **قولِ جدید**۔ مصر آنے سے قبل کے اقوال قدیم اور مصر پہنچنے کے بعد کے اقوال جدید کہلاتے ہیں۔ امام شافعیؒ ۱۹۹ھ میں مصر پہنچے اور یہیں مذہبِ جدید شافعی کی بنا ڈالی تھی۔ قولِ قدیم یہ ہے کہ

یہاں گو علالت اس کے اختیار میں نہ تھی مگر روزے کی افطار اس کے اختیار میں تھی گو بطورِ اضطراری۔ یہ احکام اس بوڑھے اور مریض سے متعلق ہیں جو آزاد ہے۔ مگر غلام پر فدیہ نہیں ہے جبکہ بڑھاپے یا مرض کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے اور غلامی کی حالت میں فوت ہوجائے۔ غلام کا مالک اس کی طرف سے فدیہ دے گا اور غلام کا رشتہ دار غلام کی طرف سے فدیہ دے گا یا روزہ رکھے گا۔ چونکہ مالک اجنبی ہے اس لیے صرف اجازت کی بناء پر روزہ رکھ سکتا ہے۔

وجوب فدیہ اس آیت پر مبنی ہے۔ (۲/۲)۔ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ۔ مفسرین کہتے ہیں کہ یہاں لائے نفی مقدر ہے اور اصل میں لا یطیقونہ ہے اور آیت کے معنی یہ ہوئے۔ جو طاقت نہیں رکھتے ان کے لیے فدیہ ہے مسکین کو کھلائے۔ دوسری تعبیر یہ ہے کہ یطیقونہ سے مراد یہ ہے کہ جوانی اور صحت کی حالت میں روزے کی طاقت تھی مگر بعد ازاں ناقابلیت پیدا ہوئی۔ ابن عباسؓ اور عائشہؓ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطَوَّقُوْنَهٗ پڑھتے تھے جس کے معنی تکلیف اٹھا کر اور طاقت نہ رکھنے کے ہیں بعض نے کہا ہے کہ ابتدائے اسلام میں ان لوگوں کو بھی جن کو روزہ رکھنے کی طاقت تھی اختیار دیا گیا تھا کہ روزہ رکھیں یا فدیہ دیں لیکن بعد میں اس آیت (۳/۲) فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ جس نے ماہِ رمضان دیکھا پس وہ روزہ رکھے کے نزول سے سابقہ آیت کی تنسیخ ہوگئی۔ پہلی تعبیر کے لحاظ سے آیتِ محوّلہ محکم اور غیر منسوخ ہوگی اور دوسری تعبیر کے لحاظ سے منسوخ متصور ہوگی اور اکثر علماء اسی کی تائید کرتے ہیں۔ قضا کرنے میں تاخیر ہوجائے تو اس کے لیے بھی فدیہ دیا جائے۔ روزے کے قضا کرنے میں اتنی تاخیر کی جائے کہ دوسرا رمضان پہنچ جائے تو قضا کے علاوہ ہر روزے کے لیے ایک مُد فدیہ بھی دیا جائے اگر عدم امکان کی وجہ سے تاخیر کی جائے اور رمضان دوسرے رمضان تک جاری رہے تو اس تاخیر کے لیے کوئی فدیہ نہیں ہے۔ اسی طرح جتنے برسوں کی تاخیر ہوگی اتنی ہی تعداد میں فدیہ دیا جائے گا' اس لیے کہ حقوق مالی میں تداخل نہیں ہوسکتا۔ اگر رمضان کے روزے کی قضا میں تاخیر کرے اور دوسرا رمضان آجائے اور پھر فوت ہوجائے تو اس کے ترکے سے ہر روزے کے لیے دو مُد فدیہ نکالا جائے' اصل روزے کے لیے ایک مُد اور تاخیر کے لیے ایک مُد۔ قولِ قدیم کے لحاظ سے ولی کے روزے سے فوت شدہ روزے کا تدارک ہوگا اور صرف تاخیر کا فدیہ دیا جائے گا۔

وقتِ فدیہ۔ روزے کی بابت رمضان سے پہلے یا اُس روزے کی رات سے پیشتر فدیہ دینا جائز نہیں ہے۔ یہاں رات سے مراد وہ رات ہے جو دن سے قبل ہے اور یہ رات سورج کے ڈوبنے سے شروع ہوتی ہے۔ سورج کے ڈوبنے سے پہلے آئندہ دن کے روزے کی نسبت فدیہ نہیں دیا جاسکتا۔ البتہ سورج کے ڈوبنے کے بعد فدیہ دینا جائز ہے۔ خطیب اور شیخ علیتہ کا یہ قول ہے ورنہ بعض نے لکھا ہے کہ اُس روزے کی فجر کے بعد فدیہ دیا جائے۔

حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کی ذات کو ضرر پہنچنے کا خطرہ ہو تو روزہ توڑ دے گی اور روزے کو قضا کرے گی اگر اُس کے

کوئی اجنبی بھی روزہ رکھ سکتا ہے مگر میت کی وصیت یا ولی کی اجازت سے۔ اُجرت یا بغیر اُجرت روزہ رکھنے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بغیر اجازت اور وصیت کے بغیر اجنبی شخص روزہ نہیں رکھ سکتا۔ اجازت کی ضرورت صرف اجنبی کے لیے ہے نہ کہ رشتہ دار کے لیے حسن بصری رض کا قول ہے کہ اجازت سے تیس آدمی ایک ہی روز روزہ رکھیں تو بھی جائز ہے۔ روزہ رکھنے والے کے لیے شرط ہے کہ بالغ اور عاقل ہو۔ غلام بھی میت کی طرف سے روزہ رکھ سکتا ہے اس لیے کہ غلام فرض صوم کی اہلیت رکھتا ہے، بچہ اور مجنون اہلیت نہیں رکھتے البتہ حج میں حریت کی قید ہے اس لیے غلام پر حج اسلام فرض نہیں۔

فدیہ، میت کی طرف سے غلہ کی جنس کو فقیر اور مسکین کو دینے کو کہتے ہیں اور اطعام کھانا کھلانے کو۔ فدیہ اور اطعام دونوں اس مسئلہ میں مترادف ہیں۔ فدیہ میت کے ترکہ سے ولی دے گا بلکہ اجنبی بغیر اجازت کے بھی میت کے مال سے فدیہ نکال سکتا ہے اس لیے کہ فدیہ وفائے دین کی طرح ہے جو ایک شخص کی ملک سے اجنبی شخص بھی ادا کر سکتا ہے۔ اگر میت کوئی ترکہ نہ چھوڑے تو ولی خود بھی اپنے صرف سے فدیہ دے سکتا ہے میت کی طرف سے دوسرے شخص کے لیے فدیہ دینا اور روزہ رکھنا مسنون ہے۔ اگر غلام مرجائے اور اس کے ذمے کوئی روزہ ہو تو اس کا مالک اپنی طرف سے اُس کا فدیہ دے سکتا ہے۔

بوڑھا شخص روزہ نہ رکھ سکے تو ہر روزے کے لیے ایک مُد کھانا کھلائے: متن میں مصنف نے شیخ کا لفظ استعمال کیا ہے اور عربی میں شیخ اُس شخص کو کہتے ہیں جس کی عمر چالیس سال سے متجاوز ہو اور عجوز یا ہرم اُس شخص کو کہتے ہیں جس کی عمر انتہائی بڑھاپے کو پہنچی ہو۔ وہ مریض جس کی صحت یابی کی امید نہ رہے اس حکم میں داخل ہے ایسے معمولی مریض کی نسبت جس کی صحت یابی کی امید ہو آیندہ صراحت ہوگی۔ روزہ نہ رکھ سکنے سے مراد یہ ہے کہ روزہ رکھنے میں ایسی سخت تکلیف ہو جو عادۃً برداشت نہیں کی جا سکتی۔ رملی نے لکھا ہے کہ ایسی سخت تکلیف مراد ہے جس سے تیمم جائز ہو جائے۔ اگر کسی نے سخت تکلیف کو برداشت کر کے روزہ رکھا تو روزہ ہو جائے گا اگرچہ دراصل اس کے ذمے فدیہ واجب تھا۔ اصح قول یہ ہے کہ فدیہ شروع سے واجب تھا ورنہ بعض کی رائے ہے کہ روزے کے بدل کے طور پر فدیہ واجب ہوا۔ روزے کے فوت ہونے کے بعد، روزہ رکھنے کی قدرت حاصل ہو، تو اس پر روزے کی قضا لازم نہیں ہے خواہ ایسی قدرت فدیہ نکالنے کے بعد حاصل ہو جائے یا اس کے قبل اور اعتماد اسی پر ہے۔ فدیہ کو بدل قرار دینے کی صورت میں اگر فدیہ دینے سے قبل قدرت حاصل ہو جائے تو روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ فدیہ واجب ہے فقیر پر بھی اور اس کے ذمے باقی رہے گا جیسا کہ روضہ میں درج ہے بخلاف مجموع کے اس لیے کہ فدیہ کے عاید ہونے کے وقت فدیہ کی ادائی سے عاجز تھا۔ اصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مالی حقوق کے وجوب کے وقت اگر کوئی شخص عاجز ہو اور وہ حقوق اُسی کے سبب سے قایم ہوئے ہوں تو ایسے حقوق باقی رہیں گے۔

تکلیف محسوس کرے جس کو معمولی طور پر برداشت کرنا دشوار ہو یا ایسی تکلیف ہو جس کی بناء پر تیمم جائز ہو جائے۔ اگر ہلاکت یا کسی عضو کے تلف یا بے کار ہونے کا غالب گمان ہو تو روزہ توڑنا واجب ہے اگر روزہ نہ توڑے اور روزے کو جاری رکھے یہاں تک کہ مرجائے تو گنہگار ہوگا۔ آیت۔ (۲/ ۷)۔ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ۔ آپ اپنے ہاتھوں اپنے کو تباہی میں نہ ڈالو۔ آیت۔ (۴/ ۵)۔ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ۔ اپنی جانوں کو تباہ نہ کرو۔ مرض کی وجہ سے روزہ توڑنا جائز ہے۔ تکلیف اتنی ہو کہ صحت پانے میں تاخیر کرے یا تیمم کو مباح کرے۔ تکلیف ایسی شدید ہو کہ ہلاکت کی باعث ہو یا کسی عضو کو تلف یا بے کار کرے تو روزہ توڑنا واجب ہے۔ مریض کا مرض دن اور رات میں [illegible] جاری رہے تو رات کو روزے کی نیت ہی نہ کرے۔ اگر مریض کا مرض مسلسل نہ ہو بلکہ منقطع ہو جیسا کہ بعض وقت بخار چڑھے اور بعض وقت بخار آئے مگر فجر سے پہلے نیت [illegible] کہ آخری وقت بخار سے ہو تو روزے کی نیت نہ کرے۔ اگر نیت کے آخری وقت بخار نہ ہو تو روزے کی نیت کرے اس لیے کہ نیت کرنے کے وقت کوئی عذر شرعی موجود نہیں ہے۔ اگر علالت عود کرے اور روزہ توڑنے کی نوبت آئے تو روزہ توڑ سکتا ہے ورنہ نہیں۔ **بھوکا اور پیاسا** شخص مریض کے حکم میں داخل ہے جبکہ بھوک اور پیاس سے مغلوب ہو۔ رات میں روزے کی نیت کرے اور پھر روزہ توڑنے پر مجبور ہو تو توڑے ورنہ نہیں۔ بھوکے اور پیاسے شخص کی تشبیہ مریض کے ساتھ مز[illegible] روزہ توڑنے کی شکل میں ہے نہ کہ روزہ نہ رکھنے کی شکل میں۔ مریض اکثر صورت میں شروع ہی سے روزہ نہیں رکھتا اور بھوکا اور پیاسا شخص آغاز میں ہر صورت میں روزہ رکھے گا اور جب بھوک اور پیاس کی تکلیف برداشت نہ کر سکے تو روزہ افطار کرے گا۔ جن صورتوں میں مریض کے لیے روزے کی افطار جائز یا واجب ہے ان ہی صورتوں میں بھوکے اور پیاسے شخص کی افطار جائز اور واجب ہے۔ ہلاکت کے خوف میں واجب اور شدید تکلیف کی صورت میں جائز ہے۔

مسافر کے لیے شرط ہے کہ سفر طویل اور مباح ہو۔ دو منزل یا اس سے زیادہ مساف[illegible] کے سفر کو طویل اور چونکہ ایسے طویل سفر میں نماز قصر کی جاتی ہے اس لیے اس کو سفرِ قصر بھی کہتے ہیں۔ دو منزل کی مسافت کے سولہ فرسخ یعنی اڑتالیس میل ہوتے ہیں۔ اس سے کم مسافت کا سفر طویل نہ ہوگا۔ مباح سے مراد ایسا سفر ہے جو حرام اغراض کے لیے نہ ہو۔ مسافر کو روزہ نہ رکھنے کے لیے سفر کا صرف طویل ہونا کافی ہے اگرچہ سفر کی وجہ سے اس کو کوئی ضرر نہ پہنچے۔ ضرر کی قید مریض کے لیے ہے نہ کہ مسافر کے لیے۔ مسافر روزے کو قضا کرے گا جیسا کہ آیتِ مصرحۂ صدر میں حکم دیا گیا ہے۔ مسافر کو سفر کی وجہ سے ضرر کا خوف نہ ہو تو اس کے لیے روزہ رکھنا ہی افضل ہے فضیلت کی متعدد وجوہ ہیں۔ جلد سے جلد روزے کی ذمہ داری سے سبکدوش ہوگا۔ اس کا کوئی وقت عبادت سے خالی نہ ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر سفر میں بھی روزہ رکھتے تھے۔ اگر روزے کی وجہ سے مسافر کو ضرر پہنچنے کا خوف ہو تو روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔ قد خرج صحیحین۔ اِنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلًا صَائِمًا فِی السَّفَرِ قَدْ ظُلِّلَ عَلَیْهِ فَقَالَ لَیْسَ

بچے کو ضرر پہنچنے کا خطرہ ہو تو بھی وہ روزہ توڑنے کی لیکن اُس پر قضا اور فدیہ دونوں روزانہ ایک مُد کے حساب سے واجب ہوں گے۔ اگر روزے کو قائم رکھ کر مال کو بچانے کی کوشش میں صرف روزہ دار کی جان کا خطرہ ہو یا روزہ دار کی جان کے علاوہ دوسرے کی جان کا بھی خطرہ ہو تو فقط روزے کی قضا واجب ہے۔ اگر روزہ دار کی جان کا خطرہ نہ ہو بلکہ صرف دوسرے کی جان کا خطرہ ہو تو قضا کے ساتھ فدیہ بھی واجب ہے۔ حاملہ اور مُرضعہ (دودھ پلانے والی عورت) گو بظاہر روزے کی قدرت رکھتی ہیں مگر شرعاً معذور ہیں۔ ضرر سے مراد ایسی تکلیف ہے جو عادۃً برداشت نہیں کی جا سکتی یا ایسی تکلیف جس سے تیمم جائز ہے۔ متذکرۂ بالا صورتوں میں حاملہ اور دودھ پلانے والی کے لیے روزے کا افطار کرنا واجب ہے۔ فدیہ سے مراد **کفارۂ صغریٰ** ہے۔ چونکہ روزے کے وقت کی فضیلت کے فوت ہونے پر فدیہ دیا جاتا ہے اس لیے اولاد کے تعدد سے فدیہ کا تعدد لازم نہیں آتا۔ دودھ پینے والا بچہ ایک ہو یا زیادہ فدیہ ایک ہی دیا جائے گا۔

فدیہ یہ ہے کہ ہر روزے کے لیے ایک مُد (۱۲ چھٹانک یعنی تین پاؤ) غلہ ایسی جنس سے دیا جائے جس کی زکاۃ یا کفارے میں اجازت ہے اور اعتبار اس پر ہے کہ اپنی اور اپنے متعلقین کی قوت بسری، سکونت اور خدمتگاری کے مصارف سے زیادہ ہو۔ فدیہ صرف فقراء اور مساکین کو دیا جائے اور مستحقین زکاۃ کے دوسرے فرقوں کو نہ دیا جائے اسلئے کہ آیت وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ میں صرف مسکین کا تعین ہے اور چونکہ فقیر کی حالت مسکین سے ابتر ہے اس لیے فقیر کو بھی دیا جا سکتا ہے۔ فقیر اور مسکین دونوں کو ملا کر دینا جائز بلکہ افضل ہے۔ ایک شخص کو ایک سے زیادہ فدیہ دیا جا سکتا ہے مگر ایک فدیہ دو اشخاص پر تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ فدیہ کا وُجوب تین وجوہ کی بناء پر ہے۔ محض تاخیر کی وجہ سے یا اصل روزے کے عوض جیسا کہ بوڑھے شخص کی صورت میں یا حاملہ اور مُرضعہ کا فدیہ وقت کی فضیلت کے فوت ہونے کی وجہ سے۔

مریض اور طویل اور مباح سفر میں مسافر روزہ افطار کر سکتے ہیں لیکن قضا واجب ہے۔ آیت۔ (۱۸۴/۲) فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔ تم میں سے جو بیمار ہو جائے یا سفر کرے (اور روزہ نہ رکھے) تو وہی تعداد دوسرے دنوں سے یعنی جتنے دن روزہ نہ رکھے اُتنے ہی دن (رمضان کے علاوہ) دوسرے دنوں میں روزہ رکھے۔ اس لیے کہ جو روزہ رمضان میں ہوگا وہ ادائے فرض کا روزہ ہوگا۔ افطار کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ شروع سے روزہ ہی نہ رکھے اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ روزے کے اثناء میں افطار کرے اور روزہ توڑ دے۔ مریض اور مسافر ترخص کی نیت سے افطار کریں گے۔ افطار کے جائز ہونے کے لیے ترخص کی نیت شرط ہے جیسا کہ حج کے راستے میں روکے ہوئے شخص کے لیے تحلل کی نیت مشروط ہے۔ مرض اور سفر شرعی عذر ہیں اگرچہ بظاہر روزے کی قدرت ہو۔ **مریض** سے ایسا شخص مراد ہے جس کے صحت پانے کی امید ہے۔ روزہ توڑنے کے لیے ضروری ہے کہ ایسی سخت

وَصَوْمُ عَاشُوْرَاءَ اَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِیْ قَبْلَهٗ۔ دسویں محرم کے روزے سے میں اُمید کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے کہ اس کے قبل کی سال بھر کے گناہوں کو معاف کرے گا۔

تاسوعاء نویں محرم کو کہتے ہیں۔ نویں محرم کو روزہ رکھنا مسنون ہے۔ حدیث۔ لَئِنْ بَقِیْتُ اِلٰی قَابِلٍ لَاَصُوْمَنَّ التَّاسِعَ۔ اگر میں سالِ آئندہ باقی رہوں تو نویں محرم کو ضرور روزہ رکھوں گا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قبل ہی رحلت فرما گئے۔

ایامِ بیض چاندنی راتوں والے دنوں کو کہتے ہیں اور اس سے مراد قمری تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخیں ہیں۔

ایامِ سُود اندھیری راتوں والے دنوں کو کہتے ہیں جو اٹھائیسویں انتیسویں اور تیسویں تاریخیں ہیں۔ چاندنی اور تاریکی کے ان دنوں میں نفل روزے رکھنا مستحب ہے۔

ستہ شوال یعنی ماہِ شوال کے چھ روزے مستحب ہیں۔ حدیث۔ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ سِتًّا مِنْ شَوَّالَ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ۔ یہ چھ روزے پورے شوال کے مہینے میں جیسے طور پر رکھے جائیں تو بھی سنت ادا ہوتی ہے مگر افضل یہ ہے کہ عید کے روز سے متصل اور مسلسل رکھے جائیں شوال کے مہینے کے ختم ہونے پر یہ روزے فوت ہو جاتے ہیں۔ ان ایام میں قضا، نذر یا کفارہ کے روزے رکھے جائیں تو بھی سنت ادا ہوتی ہے۔

دوشنبہ اور پنجشنبہ یعنی پیر اور جمعرات کے دنوں میں روزہ رکھنا مستحب ہے بلکہ تاکید کی گئی ہے۔ حدیث۔ اِنَّهُمَا يَوْمَانِ تُعْرَضُ فِيْهِمَا الْاَعْمَالُ فَاُحِبُّ اَنْ يُّعْرَضَ عَمَلِیْ وَاَنَا صَائِمٌ۔ پیر کے روز کو جمعرات پر فضیلت ہے۔ پیر کے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی اور وفات فرمائے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ ان دو دنوں میں بندوں کے اعمال خدا کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں۔ علماء نے یہ بھی توضیح کی ہے کہ بعد مغرب اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور یہ وقت روزے سے قریب تر ہے۔ چہارشنبہ کے دن بھی روزہ رکھنا مستحب ہے۔ سابقہ اُمتوں پر چہارشنبہ کے دن عذاب نازل ہوا تھا اور اُمتِ محمدی کو اللہ تعالیٰ نے ایسے عذاب سے محفوظ رکھا اس لیے بطورِ شکرانہ چہارشنبہ کے دن روزہ رکھنا مسنون ہے معراج کی رات کے دن اور جس دن کھانا نہ ملے روزہ رکھنا مسنون ہے۔

مکروہ ہے تنہا جمعہ، شنبہ یا یکشنبہ کے روز روزہ رکھنا۔ جمعہ کی نسبت یہ حدیث ہے۔ لَا يَصُمْ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا اَنْ يَّصُوْمَ يَوْمًا قَبْلَهٗ اَوْ يَوْمًا بَعْدَهٗ۔ اس لیے کہ جمعہ روزِ عید ہے اس کے لیے تبکیر یعنی پچھلی رات سے بیدار ہو کر تیاری کرنا اور ذکر میں مصروف رہنا، غسل کرنا اور جمع ہونا یہ سب چیزیں مسنون ہیں اور ان کو کمالِ خوبی سے انجام دینے کے لیے روزہ نہ رکھنا مستحب ہے تاکہ روزہ کی کمزوری کی وجہ سے ان امور کی ادائی میں خلل نہ واقع ہو۔ شنبہ یعنی ہفتے کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے اس لیے کہ یہود ہفتے کے دن روزہ رکھتے تھے اور اس کو متبرک جانتے تھے۔ حدیث۔ لَا تَصُوْمُوْا يَوْمَ السَّبْتِ اِلَّا فِيْمَا افْتُرِضَ عَلَيْكُمْ۔ تنہا یکشنبہ یعنی اتوار کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے اس بنا پر کہ نصاریٰ اُس دن کو متبرک سمجھتے اور روزہ رکھتے تھے۔ جمعہ، ہفتہ اور اتوار کے تین

مِنَ الْبِرِّ اَنْ تَصُوْمُوْا فِی السَّفَرِ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ایک شخص کو روزے میں (چھتری کا) سایہ کیے ہوئے دیکھا تو فرمایا سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے۔ مسافر کو گمان غالب ہو کہ روزے کی وجہ سے اُس کی جان جائے گی یا کوئی عضو تلف یا بے کار ہو گا تو روزہ رکھنا اُس پر حرام ہے بقولِ امام غزالیؒ۔ اگر فی الحال کوئی ضرر نہ پہنچے مگر آیندہ مضرت پہنچے یا ضُعف پیدا ہونے کا خوف ہو اور سفر کو اہمیت ہو جیسے حج یا لڑائی کے لیے سفر کیا جائے تو بقولِ رافعی روزہ نہ رکھنا اس کے لیے افضل ہے۔

اِمساک، روزہ۔ کہ دن میں کھانے پینے اور دوسرے مُفطِرات سے باز رہنے کو کہتے ہیں۔ مریض پر اِمساک واجب نہیں ہے لیکن مسنون ہے۔ دن میں مسافر قیام کرے، بچّہ بالغ ہو جائے، مجنون افاقہ پائے، کافر اسلام لائے، حیض و نفاس والی طہارت پائے تو ان سب کے لیے بھی اِمساک مسنون ہے لیکن اُس شخص کے لیے جس نے روزہ نہیں رکھا، یا جس نے رات میں روزے کی نیّت نہیں کی، یا جس نے شک کے روز روزہ نہیں رکھا اور پھر معلوم ہوا کہ رمضان ہے تو ان سب کے لیے اِمساک واجب ہے۔ اِمساک روزے کی خصوصیات سے ہے۔

صِیامِ تطوّع

صِیامِ تطوّع۔ عرفہ، عاشوراء، تاسوعاء، ایامِ بیض، سِتّہ شوّال کے نفل روزے رکھنا مستحب ہے۔ حدیثِ صحیحین مَنْ صَامَ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بَاعَدَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا۔ یہاں سبیل سے طاعت اور خریف سے سال مراد ہے اس لیے کہ موسمِ خریف سال میں ایک بار آتا ہے اور سات خریف کے سات سال ہوئے۔

ابوشجاع نے اپنے متن میں صِیامِ تطوّع کا ذکر نہیں کیا۔ قاسم غزّی اور خطیب کے شروح سے اس کو اخذ کیا گیا ہے۔ تطوّع اور تنفّل ایسی عبادت کو کہتے ہیں جو فرض پر زاید ہو اور فرض نہیں ہے اور جس سے مقصود اللہ کی طرف قُربت حاصل کرنا ہے۔

عرفہ ماہِ ذی حجّہ کی نویں تاریخ ہے۔ عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ حدیثِ مسلم۔ صِیَامُ یَوْمِ عَرَفَۃَ یُکَفِّرُ السَّنَتَیْنِ الَّتِیْ قَبْلَہٗ وَالَّتِیْ بَعْدَہٗ۔ تکفیر گناہوں کے بخشنے کو کہتے ہیں اور فقہا کا قول ہے کہ احادیث میں تکفیر کا تعلق صغیرہ گناہوں سے ہے، اور اہلِ سنّت کا مذہب یہی ہے۔ ورنہ کبیرہ گناہیں بغیر توبہ کے نہیں بخشی جاتیں یا یہ کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی رحمت سے بخش دے۔ اگر خوش قسمتی سے کسی شخص کے حصّہ میں کوئی گناہِ صغیرہ نہ ہوں تو اس کے حق میں نیکیوں کا اضافہ اور اس کا مرتبہ بلند کیا جائے گا۔ عرفہ کا روزہ حاجی کے لیے مسنون نہیں ہے۔ حاجی عرفہ کا روزہ صرف اُس صورت میں رکھ سکتا ہے جبکہ رات ہی کو عرفہ کے مقام پہنچ جانے کا یقین ہو ورنہ حاجی کے لیے روزہ نہ رکھنا ہی مسنون ہے۔ جملہ ایام میں یومِ عرفہ کو فضیلت ہے۔

عاشوراء دسویں محرّم ہے اور اُس دن کا روزہ اس کے پیشتر کے برس بھر کے گناہوں کو بخشواتا ہے۔ حدیث۔

خاص طریقہ پر نیت کے ساتھ اقامت کرنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ اعتکاف قدیم شریعتوں میں بھی تھا۔ آیت (۲/۱۲۵)
وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ۔ ہم نے ابراہیم اور
اسمٰعیل کی طرف حکم بھیجا کہ میرے گھر کو پاک رکھا کرو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کے لیے۔ لیکن
اعتکاف مخصوص طریقہ پر اس امت کی خصوصیات میں سے ہے۔

اعتکاف سنت ہے۔ بافضل نے سنت مؤکدہ کہا ہے۔ آیت۔ (۲ ماقبل آخر)۔ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ
عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ۔ ہم بستری نہ کرو درآنحالیکہ تم مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں ہو۔ صحیحین نے روایت
کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا تھا اور پھر آخری عشرہ میں اور اس کی پابندی
کی یہاں تک کہ آپ وفات پائے۔ آپ نے پہلے عشرہ میں بھی اعتکاف کیا تھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ شوال کے پہلے
عشرہ میں بھی آپ نے اعتکاف کیا تھا اور چونکہ شوال کے پہلے عشرہ میں عید کا دن بھی شامل ہے جس میں روزہ ممنوع
ہے اس لیے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اعتکاف کے لیے روزے کی شرط نہیں ہے بخلاف بعض ائمہ کے جنھوں نے روزے کی
شرط عاید کی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ازواجِ مطہرات اُمہاتُ المومنین نے بھی اعتکاف کیا تھا۔ سنت
اور **مستحب** معنی میں مترادف ہیں۔ سنت اس کو کہتے ہیں جس پر عمل کرنے میں ثواب ہے اور جس کو ترک کرنے میں عذاب
نہیں۔ اعتکاف کی چار حالتیں ہیں۔ دراصل اعتکاف **مستحب** ہے، نذر کرنے کے بعد **واجب** ہوجاتا ہے،
زوجہ کے لیے **حرام** ہے شوہر کی اجازت کے بغیر اور نیز بصورت اندیشہ فتنہ ہو، کے لیے شوہر کی اجازت کے باوجود **مکروہ** ہے۔

وقتِ اعتکاف۔ ہر ایک وقت اعتکاف کیا جاسکتا ہے، رات، دن، رمضان وغیرہ کی قید نہیں ہے۔ اوقاتِ
کراہت میں بھی اعتکاف کیا جاسکتا ہے۔ عمرؓ نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ میں نے جاہلیت میں یعنی اسلام لانے سے قبل
ایک رات اعتکاف کرنے کی نذر کی تھی آپ نے فرمایا۔ اپنی نذر کو پوری کرو اور ایک رات اعتکاف کرو۔ رات کا اعتکاف
دلالت کرتا ہے کہ اعتکاف میں روزہ مشروط نہیں ہے۔

وقتِ فضیلت۔ رمضان کے عشرۂ اخیر میں اعتکاف افضل ہے اس لیے کہ بقول شافعیؒ شب قدر ان دنوں
میں واقع ہوتی ہے **شبِ قدر** رمضان کے عشرۂ اخیر میں واقع ہوتی ہے ان راتوں میں سے ہر ایک رات کی نسبت شبِ قدر
کا احتمال ہے بعض ائمہ کا قول ہے کہ شبِ قدر ہر سال گھومتی آتی ہے اس لیے رمضان کے عشرۂ اخیر کی راتوں میں مصروف
عبادت رہنا چاہیے۔ شیخین کی روایت سے اکیسویں رات اور مسلم کی روایت سے تیئیسویں رات اور ابن عباسؓ کی تعلیق
سے ستائیسویں رات شب قدر ہے اور یہی آخری عمر بن خطابؓ کا بھی قول ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس بارے میں چالیس
اقوال ہیں مگر اکثر علما کرام نے ستائیسویں رات کو ترجیح دی ہے۔ صوفیائے کرام نے شبِ قدر کے تعین کے لیے
ایک قاعدہ بیان کیا ہے۔ رمضان جمعہ سے شروع ہو تو شب قدر انتیسویں کو ہوگی، ہفتے سے شروع ہو تو اکیسویں کو

دنوں میں تنہا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ ان دنوں میں سے کسی کو ملا کر یا اُس کے پہلے یا اُس کے بعد بھی روزہ رکھیں تو کراہت رفع ہو جاتی ہے۔ برس کے پورے دن سوائے عیدین اور ایامِ تشریق کے روزہ رکھنا مکروہ ہے اُس شخص کے لیے جس کو ضرر پہنچے یا کسی حقِ واجب یا حقِ مندوب کے فوت ہونے کا خوف ہو۔ حقِ واجب کی مثال زوجہ کا نفقہ اور حقِ مندوب کی مثال حقِ زوجیت ہے۔ افضل یہ ہے کہ ایک روز روزہ رکھے اور ایک روز روزہ نہ رکھے۔

حرام ہے زوجہ پر، شوہر کی موجودگی میں، شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ رکھنا۔ حدیثِ صحیحین۔ لَا یَحِلُّ لِامْرَأَةٍ اَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔ شاهد کے معنی حاضر کے ہیں۔ اگر کوئی امرِ مانعِ وطی پایا جائے جیسا کہ زوجہ احرام کی حالت میں ہو یا رتق و قرن جیسے امراض میں مبتلا ہو جس کی وجہ سے وطی نہ کی جا سکتی ہو تو شوہر کی اجازت کے بغیر بھی نفل روزہ رکھ سکتی ہے۔ بغیر اجازت کے روزہ رکھنے سے امتناع اُن روزوں کے متعلق ہے جو ہفتہ واری یا ماہواری ہیں ورنہ غیر تکراری اور نادر الوقوع روزوں کے لیے امتناع نہیں ہے جیسا کہ عرفہ یا عاشوراء کے روزے۔

خلاصہ یہ کہ نفل روزوں کی تین قسمیں ہیں۔ وہ روزے جو سال میں ایک مرتبہ آتے ہیں جیسا کہ عرفہ یا عاشوراء، دوسرے وہ روزے جو مہینے میں ایک مرتبہ آتے ہیں جیسا کہ ایامِ بیض، تیسرے وہ روزے جو ہفتہ واری ہیں جیسا کہ دوشنبہ یا پنجشنبہ روزے کے لیے، رمضان کے بعد سب سے افضل مہینہ محرم ہے اس کے بعد رجب، پھر ذی الحجہ پھر ذی قعدہ پھر شعبان ان مہینوں کو اسلام کے پہلے خاص عظمت تھی اور اسلام نے بھی اس عظمت کو قایم رکھا۔ ان مہینوں میں عبادت کی کثرت مسنون ہے۔ شعبان کے نصفِ آخر میں بلا سبب روزہ رکھنا ممنوع ہے۔

قطع کرنا یعنی توڑنا نفل روزے کا جایز ہے۔ اَلصَّائِمُ الْمُتَطَوِّعُ اَمِیْرُ نَفْسِهٖ اِنْ شَاءَ صَامَ وَاِنْ شَاءَ اَفْطَرَ۔ روزے پر قیاس کرتے ہوئے نماز کی نسبت بھی یہی حکم ہے کہ نفل نماز قطع کی جا سکتی ہے۔ شروع کرنے کے بعد فرض روزہ یا فرض نماز کا قطع کرنا حرام ہے۔ حدیث۔ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ۔ عذر کے ساتھ نفل روزہ کے قطع کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے مگر بغیر عذر کے قطع کرنے میں کراہت ہے جیسا کہ دعوت میں نہ کھانا داعی پر شاق گزرے تو نفل روزہ توڑ سکتا ہے۔ روزہ توڑنے میں کراہت کے یہ معنی ہیں کہ روزے کے گزرے ہوئے حصے کی نسبت کوئی ثواب نہ ملے گا اور عدمِ کراہت کے معنی یہ ہیں کہ اس کی بدولت ثواب ملے گا۔

اعتکاف

وقت، شرائط، ارکان، مستثنیات

اعتکاف کے معنی کسی بات پر مداومت کرنے اور قایم رہنے کے ہیں خواہ اچھی ہو یا بُری۔ شرع میں مسجد میں ایک

ارکانِ اعتکاف تین ہیں نیّت، قیام، مسجد۔ ابو شجاع نے قیام بہ مسجد کو ایک ہی رکن شمار کیا تھا مگر سہولت کے خاطر ان دونوں کو علٰحدہ کیا گیا جیسا کہ خطیب اور دیگر شارحین نے کیا ہے بعض نے معتکف کے اعتکاف کی صحت کی شرائط کو بھی ایک رکن قرار دے کر جملہ ارکانِ اعتکاف چار گنے ہیں۔ مگر بقول بیجوری معتکف فاعل ہے اور فاعل رکن نہیں شمار کیا جاتا اس لیے شرائطِ صحتِ اعتکاف کے نام سے اس کو علٰحدہ اس کے قبل بیان کیا گیا ہے۔

نیّت۔ اعتکاف کے لیے نیت مشروط ہے اور رکن ہے نیت کا قلب سے ہونا ضروری ہے جیسا کہ دوسری عبادتوں میں نیت کا زبان سے ادا کرنا ضروری نہیں ہے نیت کے تین مراتب ہیں مطلق نیت کی۔ یا مدت معین کی بغیر تتابع کے یا تتابع کے ساتھ۔ ان تینوں صورتوں میں پھر اعتکاف منذور ہو یا مندوب **مطلق** نیت کرے کوئی مدت معین نہ کرے تو مندوب اعتکاف کی نیت کے الفاظ یہ ہونگے۔ نَوَيْتُ الْاِعْتِكَافَ اَوْ سُنَّةَ الْاِعْتِكَافِ مطلق طور پر اعتکاف کی نذر کرے اور کہے لِلّٰهِ عَلَيَّ اَنْ اَعْتَكِفَ اللہ تعالیٰ کے لیے اعتکاف کروں گا تو اعتکاف کی نیت یوں ہوگی نَوَيْتُ الْاِعْتِكَافَ الْمَنْذُوْرَ اَوِ الْمَفْرُوْضَ اَوْ فَرْضَ الْاِعْتِكَافِ۔ ان دونوں مطلق صورتوں میں لوٹنے کے ارادے کے بغیر مسجد سے باہر چلا جائے تو اعتکاف ختم ہو جائے گا، خواہ ضرورت پر نکلے یا بغیر ضرورت کے مسجد سے باہر جانے کے بعد اگر لوٹ کر آئے تو نیت کی تجدید کرے۔ اگر لوٹنے کے ارادے سے مسجد سے باہر چلا جائے اور لوٹ کر آئے تو نیت کی تجدید کی ضرورت نہ ہوگی اس لیے کہ لوٹنے کا ارادہ خود نیت کے قائم مقام ہوگا۔ **مدت معین** کرکے مندوب اعتکاف کرے تو نیت کرے نَوَيْتُ الْاِعْتِكَافَ شَهْرًا معین مدت کے ساتھ نذر کرے اور کہے لِلّٰهِ عَلَيَّ اَنْ اَعْتَكِفَ شَهْرًا تو نیت کرے نَوَيْتُ الْاِعْتِكَافَ الْمَنْذُوْرَ شَهْرًا اَوِ الْاِعْتِكَافَ الْفَرْضَ شَهْرًا اَوِ الْاِعْتِكَافَ الْمَفْرُوْضَ شَهْرًا۔ اعتکاف میں داخل ہونے کے بعد قضائے حاجت کی ضرورت کے سوائے مسجد سے باہر جائے تو اعتکاف ختم ہو جائے گا۔ اگر لوٹنے کے ارادے کے بغیر چلا جائے اور لوٹے تو نیت کی تجدید کرے گا اور اگر لوٹنے کے ارادے سے باہر چلا جائے اور پھر لوٹے تو نیت کی تجدید نہ ہوگی۔ ارادہ نیت کے قائم مقام ہے۔ اگر قضائے حاجت کے لیے نکلے تو بھی نیت کی تجدید لازم نہیں ہے اور وہ نیت کے وقت سے ہی مستثنیٰ ہے۔ **تتابع** کی قید بھی مدت پر اضافہ کرے تو مندوب اعتکاف کی یہ نیت ہوگی۔ نَوَيْتُ الْاِعْتِكَافَ شَهْرًا مُتَتَابِعًا۔ نذر میں تتابع کی نیت کرکے کہے لِلّٰهِ عَلَيَّ اَنْ اَعْتَكِفَ شَهْرًا مُتَتَابِعًا تو اعتکاف کے لیے نیت کرے۔ نَوَيْتُ الْاِعْتِكَافَ الْمَنْذُوْرَ شَهْرًا مُتَتَابِعًا۔ تتابع پے در پے، بغیر کسی فصل کے اعتکاف کرنے کو کہتے ہیں۔ تتابع کی نیت کے بعد کسی عذر کی وجہ سے مسجد سے نکلے تو تتابع نہ ٹوٹے گا اگرچہ کہ زمانہ طول کھینچے۔ عذر میں حیض، نفاس اور بیماری بھی داخل ہیں۔ البتہ لوٹنے کے بعد وقت کی اس مقدار کی قضا کرے جو قضائے حاجت سے زائد صرف ہوا۔ تتابع کی نیت کے بعد مریض کی عیادت اور مہمان کی ملاقات سے تتابع باطل ہوگا اور منذور اور فرض اعتکاف

اتوار سے شروع ہو تو ستائیسویں[۲۷] کو، بدھ سے شروع ہو تو انتیسویں[۲۹] کو، منگل سے شروع ہو تو پچیسویں[۲۵] کو، چہارشنبہ سے شروع ہو تو ستائیسویں[۲۷] کو اور جمعرات سے شروع ہو تو اکیسویں[۲۱] کو شب قدر ہوگی۔ شب قدر کی یہ نشانی بتائی گئی ہے کہ اس رات نہ گرمی ہوگی اور نہ سردی اور اس کے بعد صبح کے طلوع پر سورج میں سفیدی ہوگی اور اس کی کرنیں زیادہ نہ ہوں گی اور یہ حالت سورج کے ذرا بلند ہونے تک قایم رہے گی۔ دوسری راتوں سے شب قدر افضل ہے اس لیے کہ اس رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ آیت۔ (۳۰/۲۲ ۴) ۔ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ۔ اس کو شب قدر اس لیے کہا گیا کہ اس رات کو ایک خاص قدر و منزلت حاصل ہے اس رات کو اشیاء کی تقدیر کی جاتی ہے اور فرشتے ہر شخص کو اس کے لیے مقرر کردہ اشیاء پہنچاتے ہیں۔ یہ امر اس امت کی خصوصیات سے ہے اور قیام قیامت تک باقی رہے گی۔ شب قدر کا درجہ شب میلاد النبی ؐ کے بعد ہے اور شب قدر کے بعد شب معراج پھر شب عرفہ پھر شب جمعہ اور پھر شعبان کے نصف اوّل کی راتیں اور اس کے بعد بقیہ تمام راتیں مساوی ہیں۔ یہ ترتیب مدارج امت محمدی کے لیے ہیں ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں سب سے افضل معراج کی رات ہے جس میں آپ نے پروردگار عالم کا دیدار اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ صحیحین میں روایت ہے کہ جس نے عبادت میں شب قدر گزاری اس کے اگلے سارے گناہ بخش گئے۔ **عبادت کا** بہترین طریقہ یہ ہے کہ ساری رات نماز، تلاوت اور دعا میں گزارے۔ یہ دعا اولیٰ ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ۔ اوسط طریقہ یہ ہے کہ رات کا بڑا حصہ عبادت میں گزارے اور کمتر طریقہ یہ ہے کہ نماز عشا جماعت کے ساتھ پڑھے اور نماز صبح بھی جماعت کے ساتھ پڑھنے کی عزم بالجزم کرے۔ اس رات کی عبادت کی فضیلت کے حصول کے لیے اس رات سے باخبر اور آگاہ ہونا لازم نہیں ہے۔ اگر کسی نے رات عبادت کی اور وہ رات قدر کی تھی تو اس کو فضیلت حاصل ہوگئی۔ اگر کسی نے اس رات کو پالیا اور پہچان لیا تو اس پر مستحب ہے کہ اس واقعہ کو بیان نہ کرے اس لیے کہ فضیلت اور کرامت کا کتمان لازم ہے نہ کہ افشاء۔ قدر کی رات میں قدر کا وقت ایک خفیف لحظہ ہے جیسا کہ بجلی کی چمک۔ اسی ایک لحظہ کی وجہ سے پوری رات کو فضیلت حاصل ہوئی۔

شرائط صحت اعتکاف۔ اعتکاف کے صحیح ہونے کے لیے تین شرائط ہیں۔ اسلام[۱]، عقل[۲] اور حدث اکبر[۳] سے پاکی۔ اسلام کی شرط دوامی اور آغاز اعتکاف سے آخر تک ہے۔ عقل سے مراد تمیز اور شعور ہے۔ بلوغ کی شرط نہیں ہے تمیز والے بچے کا اعتکاف صحیح ہوگا۔ عقل کی قید کی وجہ سے مجنون خارج ہو جاتا ہے۔ حدث اکبر، حیض، نفاس اور جنابت کی حالت کو کہتے ہیں۔ حدث اکبر کی حالت میں اعتکاف صحیح نہ ہوگا۔ حدث اکبر کے ساتھ مسجد میں ٹھہرنا بھی ممنوع ہے۔ وہ جنابت جو روزے کو توڑتی ہے اعتکاف کو بھی باطل کرتی ہے جیسا کہ وطی۔ جنابت احتلام کی وجہ سے ہو اور طہارت میں جلدی کرے تو اعتکاف باطل نہ ہوگا اور اگر تاخیر کرے تو باطل ہوگا۔ حیض و نفاس والی عورت اور مجنون شخص کا اعتکاف صحیح نہ ہوگا۔

مستثنیات ۔ نذر کیے ہوئے اعتکاف سے خارج نہیں ہو سکتا سوائے انسانی حاجت یا حیض کے عذر سے یا ایسے مرض کے باعث جس کے ساتھ مسجد میں قیام کرنا ممکن نہ ہو۔ یہاں ایسا اعتکاف مراد ہے جس میں معین مدت اور تسلسل و تتابع کی نذر کی گئی ہو ورنہ مدت معین نہ ہو یا مدت معین ہو مگر تتابع کی قید نہ ہو تو مسجد سے خارج ہونے میں کوئی امر مانع نہیں ہے کوئی عذر ہو یا نہ ہو۔ مستثنیات تین قسم کی ہیں۔ حوائج انسانی[1]، حیض[2] اور مرض[3]۔

حوائج انسانی ۔ بول و براز یعنی پیشاب اور پاخانے کی ضرورت طبعی اور غیر اختیاری ہے اور ایسی لابدی ہے کہ گویا نیت کے وقت ہی اس کا استثناء کیا گیا۔ ان ضروریات کے لیے مسجد سے باہر جانے کی اجازت ہے۔ اخراج ریح (گوز) کے لیے بھی مسجد سے باہر جائے۔ مسجد میں ریح کے خارج کرنے میں کراہت ہے۔ کھانا کھانے کے لیے مسجد سے باہر جائے اس لیے کہ مسجد میں کھانا کھانا پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھا گیا۔ قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد وضو کرے اور مسجد میں داخل ہو۔ ان ضروریات کے لیے آمد و رفت میں جلدی کرنے یا دوڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ معمولی اور عادتی رفتار کے ساتھ عمل کرتا ہے۔ جاتے اور آتے ہوئے رستے میں مریض کی عیادت، مہمان کی ملاقات کر سکتا ہے بشرطیکہ طوالت نہ ہو۔ نماز جنازہ بھی پڑھ سکتا ہے بشرطیکہ کسی کے انتظار میں وقت صرف نہ کرے۔

حیض و نفاس کی حالت میں عورت کے لیے مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے اور مسجد کے باہر جانا واجب ہے۔ احتلام کی حالت میں بھی مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے اور غسل کے لیے مسجد سے فوراً باہر جانا واجب ہے۔ اگر تاخیر کرے تو اعتکاف میں خلل ہوگا۔ حیض و نفاس کے عذر کا موقع صرف اس وقت پیدا ہوگا جبکہ مدت کافی طویل ہو۔ چوری یا جل جانے کے خوف کی وجہ سے بھی مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔

مرض کی وجہ سے مسجد میں قیام کرنا ممکن نہ ہو تو مسجد سے باہر جا سکتا ہے بشرطیکہ مسجد کے قیام میں مشقت محسوس کرے۔ جنون اور بے ہوشی بھی مرض میں داخل ہیں۔ ان کی وجہ سے مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔ بے ہوش آدمی مسجد میں رہے تو بے ہوشی کی مدت اعتکاف میں شمار ہوگی بخلاف مجنون کے۔ اس لیے کہ مجنون عبادت کے اہل نہیں ہے۔ مرض اتنا خفیف ہو کہ مسجد کے قیام میں مشقت نہ محسوس کرے تو مسجد کے باہر جانا جائز نہیں ہے جیسا کہ خفیف بخار۔ قضائے حاجت، کھانے پینے اور غسل احتلام میں جو وقت گزرے وہ لابدی ہے اور مستثنیٰ ہے۔ البتہ اس سے زاید یا دوسرے عذرات علالت یا حیض میں جتنا وقت صرف ہو اس قدر وقت کی قضا کرنا چاہیے۔

اعتکاف وطی سے ٹوٹ جاتا ہے۔ وطی مجامعت کو کہتے ہیں اور یہاں ایسی مجامعت مراد ہے جس سے روزہ ٹوٹتا ہے اس لیے کہ مجامعت بدنی عبادت کے خلاف ہے۔ استمنا یعنی اپنے عمل سے منی کے خارج کرنے سے بھی اعتکاف باطل ہوتا ہے۔ چھونے یا پیار کرنے سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا بشرطیکہ انزال نہ ہو

میں پھر از سر نو اعتکاف کرنا واجب ہوگا لیکن مندوب میں واجب نہ ہوگا۔ اعتکاف مندوب میں مریض کی عیادت کے لیے جانا یا اعتکاف پر قایم رہنا دونوں مساوی ہیں جبکہ اجنبی کی عیادت مقصود ہو مگر قرابت دار یا عزیز دوست یا محلہ دار کی عیادت افضل ہے جبکہ عیادت نہ کرنا اُن کو شاق گزرے۔

قیام: طمانینت کی مقدار میں کافی نہیں ہے بلکہ طمانینت سے متجاوز ہو تاکہ مکوث کہلائے۔ طمانینت اس قدر زمانے کو کہتے ہیں جس میں تسبیح سُبْحَانَ اللّٰہِ کہی جاسکے۔ قیام کی دو قسمیں ہیں حقیقی اور حکمی۔ حکمی قیام کی مثال تردد ہے۔ تردّد اِدھر سے اُدھر آنے جانے کو کہتے ہیں۔ اُردو میں اس کا ترجمہ ٹہلنا ہو سکتا ہے۔ اعتکاف کے لیے ٹہلتے ہوئے بھی وقت گزار سکتا ہے محض عبور یعنی ایک مرتبہ مسجد میں سے گزرنا اعتکاف کی تعریف میں داخل نہیں ہے۔

مسجد میں اعتکاف کیا جائے۔ آیت۔ (۲ ماقبل آخر)۔ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ

عام مسجدوں کے مقابلہ میں جامع مسجد میں اعتکاف کرنا اولیٰ ہے اس لیے کہ جامع مسجد کی جماعت میں لوگ بہت ہوتے ہیں اور پھر جمعہ کی نماز کے لیے دوسری مسجد کو جانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ مسجد کے بغیر اعتکاف صحیح نہیں ہے۔ مدرسہ، خانقاہ اور عیدگاہ میں اعتکاف نہیں ہو سکتا۔ کوئی عبادت مسجد پر موقوف نہیں ہے سوا اعتکاف طواف اور تحیۃ المسجد کے۔ طواف خاص کر مسجد حرام پر موقوف ہے۔ اجتہاد کرنے کے بعد مسجد ہونے کی نسبت ظن ہو تو کافی ہے۔ اگر نذر میں کسی مسجد کا تعین کرے تو اس کی پابندی لازم نہیں ہے سوائے اس کے کہ معینہ مسجد مکہ، مدینہ یا اقصیٰ کی ہو۔ ان تینوں مساجد کو خاص فضیلت حاصل ہے اور فضیلت کا درجہ یہ ہے کہ سب سے افضل مسجد مکہ پھر مسجد مدینہ اور پھر مسجد اقصیٰ ہے۔ مسجد مکہ سے مراد کعبہ ہے جس کے اطراف نماز پڑھی جاتی ہے۔ مسجد حرام کی نذر کرنے کے بعد مسجد مدینہ میں اعتکاف صحیح نہ ہوگا اور اسی طرح مسجد مدینہ کی نذر کے بعد مسجد اقصیٰ میں اعتکاف نہ ہوگا۔ البتہ مسجد اقصیٰ کی نذر کے بعد مسجد مدینہ اور مسجد حرام میں اور مسجد مدینہ کی نذر کے ساتھ مسجد حرام میں اعتکاف صحیح ہوگا۔ ادنیٰ کی نذر کے اعلیٰ میں اعتکاف کیا جا سکتا ہے نہ کہ اعلیٰ کی نذر کے ادنیٰ میں۔ اگر عورت اپنے مکان میں کسی مقام کو نماز کے لیے مقرر کرلے تو وہ اس کے لیے بمنزلہ مسجد ہے اور عورت اُس میں اعتکاف کر سکتی ہے مگر تحیۃ المسجد نہیں ادا کر سکتی۔ شیخان نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِيْ هٰذَا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى۔ کجاوہ نہ باندھو اونٹ پر سوائے تین مساجد کی طرف، میری یہ مسجد، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کی طرف یعنی محض مساجد کی خاطر طویل سفر اختیار نہ کرو۔ البتہ تین مسجدیں جن کو خاص فضیلت ہے ان میں نماز پڑھنے کے لیے ایسا سفر کر سکتے ہو۔ شیخ بیجوری نے لکھا ہے کہ یہ حدیث اس امر پر دلالت نہیں کرتی کہ اولیائے کرام کی زیارت مسنون نہیں ہے۔ اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ محض مکان یا عمارت کی خاطر سفر کرنے سے روکا جائے۔ اولیائے کرام کی زیارت میں مکین کی زیارت مقصود ہے نہ کہ مکان کی۔

حج

جغرافیہ، تعریح مقامات و عمارات، شرائط، ارکان، واجبات، سنن، محرمات، تحلل، متروکات، دماء، حرمتِ حرم۔

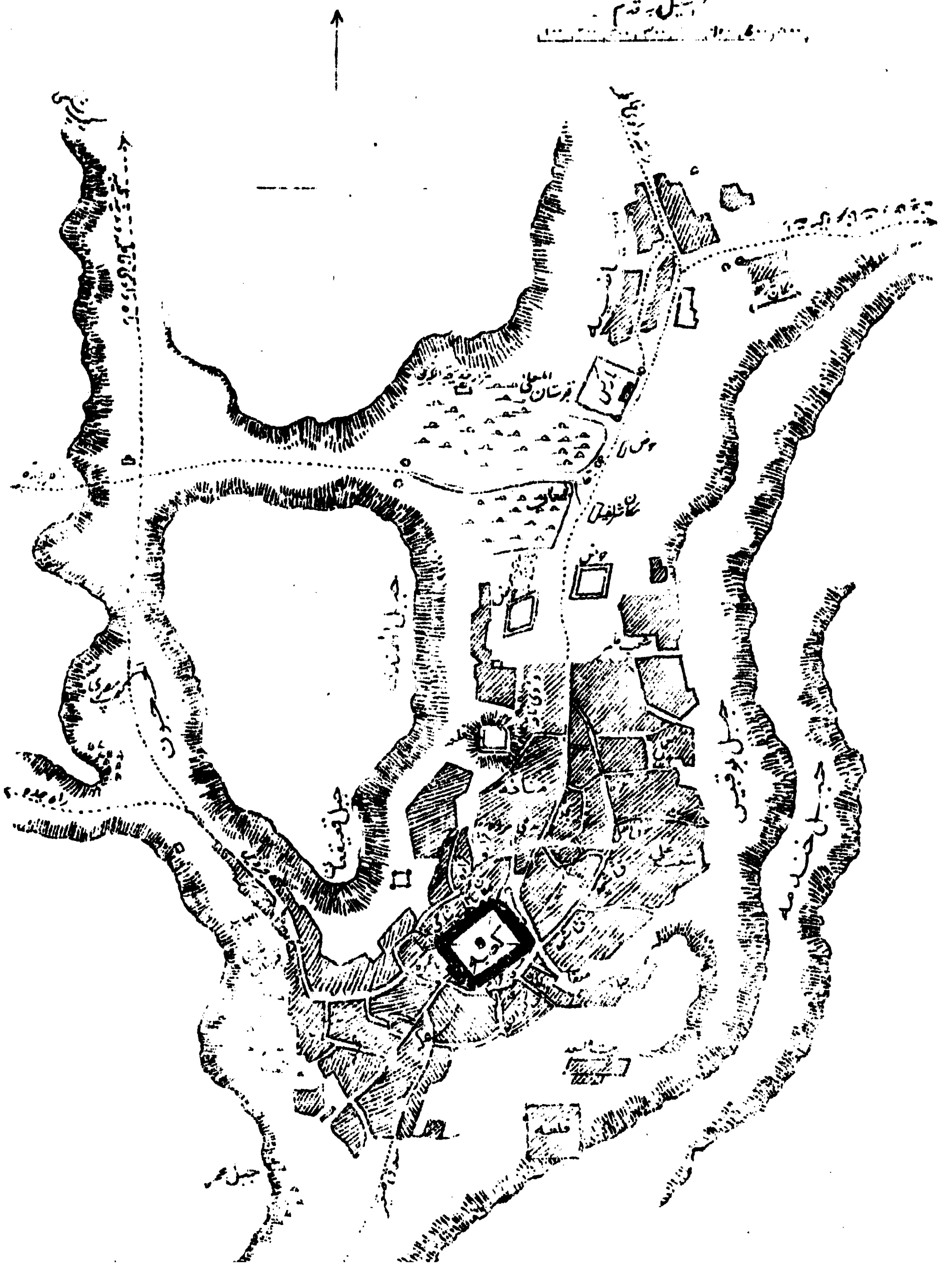
جزیرۃ العرب براعظمِ ایشیا کے جنوب مغرب میں ایشیا کا سب سے زیادہ گرم اور خشک قطعۂ ملک ہے۔ اس جزیرہ نما کے جنوب اور مغرب میں ساحلِ سمندر کے کنارے اونچی اونچی پہاڑیاں ہیں جنکی بلندی بعض جگہ بارہ ہزار فٹ تک پہنچ گئی ہے۔ اس جزیرہ کا طول شمالاً و جنوباً اٹھارہ سو میل اور عرض شرقاً و غرباً تیرہ سو میل اور رقبہ دس لاکھ مربع میل ہے۔ اس کے مشرق میں خلیج فارس، جنوب میں بحرِ عرب اور بحرِ ہند اور مغرب میں بحرِ احمر واقع ہے۔ جزیرۃ العرب کا اکثر حصہ صحرا ہے اور اُسکا شمار دُنیا کے گرم ترین صحراؤں میں ہے۔ ساحلی علاقے اور بعض وادیوں کے قلیل رقبے ایسے ہیں جہاں زراعت ہو سکتی ہے اور نخلستان اور باغات لگائے جا سکتے ہیں اور خاص طور پر شمال مشرقی اور جنوب مغربی حصہ نسبتہً زرخیز ہے۔ ان کی موسمی ہواؤں سے سال بھر میں مشکل ایک انچ سے تین انچ تک بارش ملتی ہے نقشے سے ظاہر ہے کہ اس وسیع جزیرہ میں دریاؤں، ندیوں اور نالوں کا نام و نشان نہیں ہے۔ جزیرۃ العرب کا مغربی حصہ جو بحرِ احمر کے ساحل پر ہے حجاز کہلاتا ہے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ اسی قطعہ میں واقع ہیں۔

شہرِ مکہ کا محلِ وقوع طول البلد ۳۹° ۴۰ اور عرض البلد ۲۱° ہے۔ بحرِ احمر کے ساحل جدہ سے اسکا فصل ۴۰ میل اور سطحِ سمندر سے ارتفاع ۲۷۹ میٹر کوئی ہزار فٹ ہے۔ قریب قریب متوازی پہاڑیوں کے سلسلہ کے درمیان شمالاً اور جنوباً ایک وادی گزرتی ہے اسی میں شہرِ مکہ واقع ہے مشرق میں جبلِ ابو قبیس اور جبلِ خندمہ مغرب میں جبلِ عمر، جبلِ ہندی اور جبلِ قیقعان واقع ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ کہ مکہ کی آبادی شمال سے جنوب تقریباً دو میل لمبی چلی گئی ہے اور چوڑائی مشرق سے مغرب ایک میل بہت کم ہے۔ اسی وادی کی سیلابی رَو مسیلِ وادی ابراہیم کے بالکل کنارے مغربی سمت میں مسجدِ حرام واقع ہے جس کے بیچوں بیچ بیت اللہ شریف ہے۔ شہرِ مکہ کی معمولی آبادی ڈیڑھ لاکھ ہے جو حج کے زمانہ میں پانچ چھ لاکھ تک پہنچ جاتی ہے۔ شہر کی عام شاہراہیں وسیع، کشادہ اور بالغ گرد ہیں۔ ایک بڑی سڑک شہر کے جنوب مغرب جرول سے باب عمرہ، تکیۂ مصری، مسعیٰ، قشاشیہ، سوق اللیل، غزہ اور المعلیٰ سے شہر کے شمال کو جاتی ہے اور اس میں چھوٹے راستے حارۃ الباب، حارۃ الشبیقا، سوق الصغیر، جیاد، سوق اللیل، سوق صفا و مروہ سے آکر ملتے ہیں۔ دوسری سڑک حارۃ الباب سے سوقِ شامی سے ہوتے ہوئے مروہ کو جاتی ہے۔

اہم محلّے مسجدِ حرام کے جنوب میں جیاد ہے اس میں تکیۂ مصری، دفترِ حکومت، سرکاری مطبع، ڈاکخانہ اور تار آفس ہے۔ قشاشیہ میں شعبِ علی، شعب بنی ہاشم، دار الخیزران یا دار الارقم محلہ، ومنی اور بنی شیبہ اور دوا خانہ ہے۔ شمال مشرق میں غلہ کا ڈپو ہے۔ مسجدِ حرام کے شمال میں شامیہ بڑا تجارتی مقام ہے۔ مکانات تین تین چار چار منزلہ ہیں جو حج کے زمانہ میں پھر بھی تنگ ہو جاتے ہیں۔ پانی کی سربراہی کا انتظام وسیع پیمانہ پر ہے اور حج کے زمانہ میں بھی پانی کی بہتات رہتی ہے۔ مکہ اور طائف کے درمیان عرفات سے آگے حنین سے ایک نہر شہر کو لائی گئی ہے جس کا نام نہرِ زبیدہ ہے یہ نہر خلیفہ ہارون الرشید کی بیگم زبیدہ خاتون نے [illegible]ھ میں تعمیر کروائی۔ اس پر بہا بہا

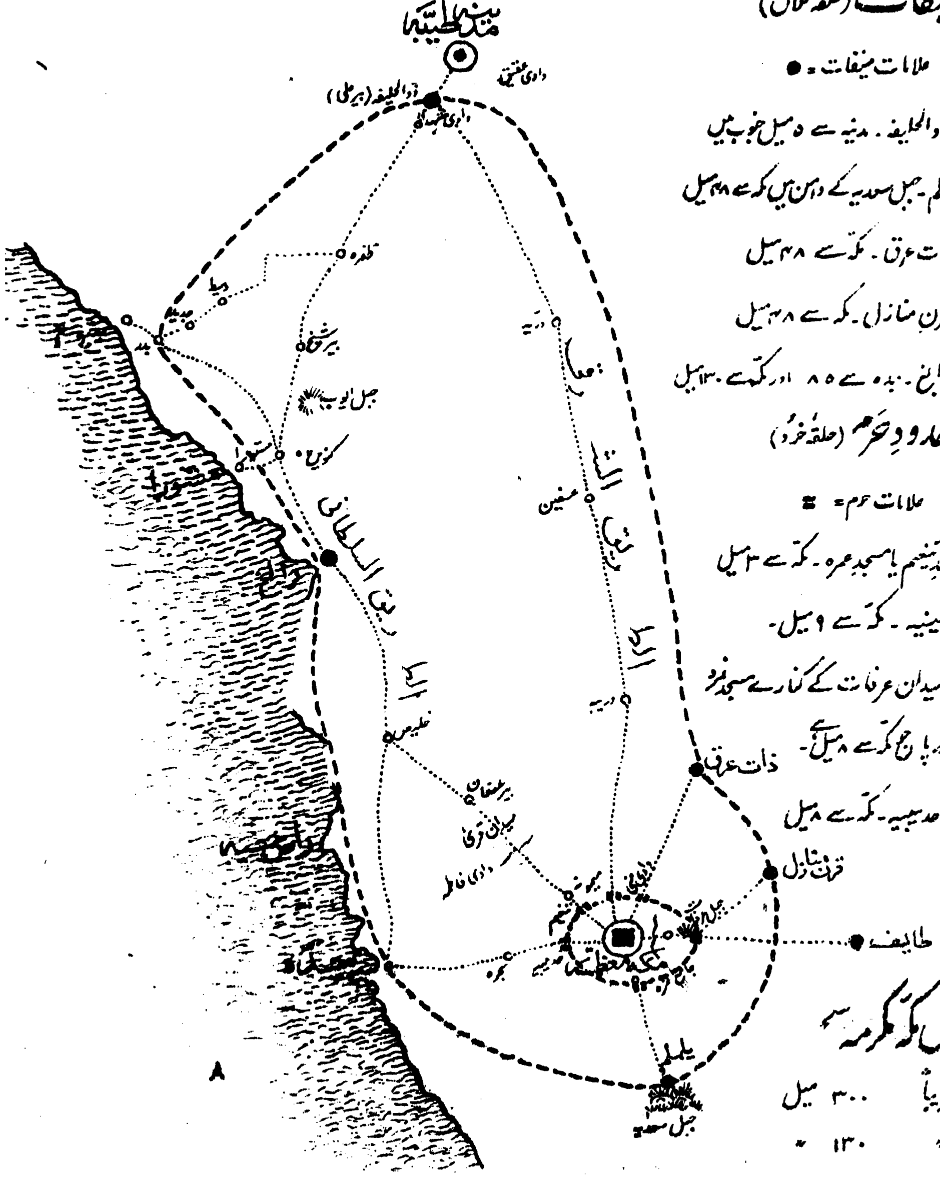
نہانے، دھونے، خوش بو لگانے، مونچھ تراشنے، اچھا لباس پہننے میں کوئی مضایقہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن امور کو ترک نہیں کیا تھا اور نہ اِن کے ترک کرنے کے لیے ہدایت کی تھی بمعتکف کے لیے مسجد میں کھانا اور پینا جائز ہے مگر مسجد کی صفائی کے ساتھ لیکن مسجد میں برتن میں بھی پیشاب کرنا حرام ہے۔ معتکف کے لیے مسجد میں سینے وغیرہ جیسے صنعتی کاروبار انجام دینے میں کراہت نہیں ہے بشرطیکہ کثرت نہ کی جائے جس میں مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ البتہ تعلیم علم اور قرائتِ قرآن کی کثرت میں بھی کراہت نہیں ہے اس لیے کہ یہ عبادت در عبادت ہے۔

مكّهٔ معظّمه



حجاز

اسکیل ۱/۴ انچ = ۲۰ میل تخمیناً



میقات (حلقۂ کلاں)

علامات میقات = ●

شمال = ذوالحلیفہ۔ مدینہ سے ۵ میل جنوب میں

جنوب = یلملم۔ جبل سعدیہ کے دامن میں مکہ سے ۴۸ میل

مشرق = ذات عرق۔ مکہ سے ۴۸ میل

= قرنِ منازل۔ مکہ سے ۴۸ میل

مغرب = رابغ۔ جدہ سے ۸۵ اور مکہ سے ۱۳۰ میل

حدودِ حرم (حلقۂ خرد)

علامات حرم = ═

شمال = مسجدِ تنعیم یا مسجد عمرہ۔ مکہ سے ۳ میل

جنوب = حنینیہ۔ مکہ سے ۹ میل۔

مشرق = میدان عرفات کے کنارے مسجد نمرہ کے پاس جو مکہ سے ۸ میل ہے۔

مغرب = حدیبیہ۔ مکہ سے ۸ میل

فصل مکہ مکرمہ سے

مدینہ	تقریباً	۳۰۰	میل
رابغ	"	۱۳۰	"
جدہ	"	۴۸	"
طایف	"	۵۰	"
منیٰ	"	۵	"
عرفات	"	۸	"

عمارت:- یہ مسجدِ حرام کی بیرونی دیواریں اینٹ اور چونے کی ہیں اور اس کے ساتھ پتھر کی ستونوں پر دالٹ کی گنبدیں بنائی گئی ہیں اور اس طرح چاروں طرف ساٹھ ساٹھ فٹ کے وسیع دالانیں ہیں۔ مسجدِ حرام کے دالانوں میں چاروں طرف پتھر کا غیر مرتب فرش ہے اور صحن میں بجرا بچھا ہوا ہے۔ مسجد کے دالانوں سے صحن میں گزرنے کے لیے وسط اور گوشوں سے پتھر سمنٹ کی فرشی راستے دالان کی سطح کے برابر اور صحن سے تقریباً ایک فٹ اونچے بنے ہوئے ہیں جو مطاف پر ختم ہوتے ہیں بیت اللہ شریف کے اطراف کی جگہ کو جس پر طواف کیا جاتا ہے **مطاف** کہتے ہیں۔ مطاف کی سطح پر سنگِ مرمر کا فرش ہے مطاف سے چھ انچ اونچا پتھر کا غیر مرتب فرش ہے اور اس کے اطراف اسی حیثیت کا چھ انچ اونچا اور اسی ۸۰ فٹ چوڑا ایک دوسرا علاقہ ہے۔ گویا اس طرح باہر کی سطح زمین سے مسجدِ حرام کی سطح آٹھ دس فیٹ نیچا اور ہر ایک دروازے کے اندر داخل ہونے کے بعد سیڑھیوں کے ذریعہ نیچے مسجدِ حرام کے دالانوں میں اترتے ہیں اور پھر مسجدِ حرام کی سطح سے کھلا ہوا صحن پست ہے اور مطاف اس سے پست تر اور اس طرح سطح مسجد سے بیت اللہ تقریباً تین فیٹ نیچے ہے یہ سب ایک کٹورے کی شکل پیدا کرتے ہیں مسجدِ حرام کی بیرونی دیواروں سے ملحق دکانات اور مکانات ایسے تعمیر کیے گئے ہیں کہ اوپر کی منزل سے بیت اللہ شریف نظر آتا ہے۔ مسجدِ حرام کی تعمیر پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کی اور اطراف دیوار قایم کی اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں اضافہ کیا اور قدِ آدم سے کچھ کم دیوار کی تعمیر کی۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں توسیع کی پھر عبداللہ بن زبیر پھر ولید بن عبدالملک پھر منصور پھر مہدی اور پھر مامون نے تعمیر کی۔

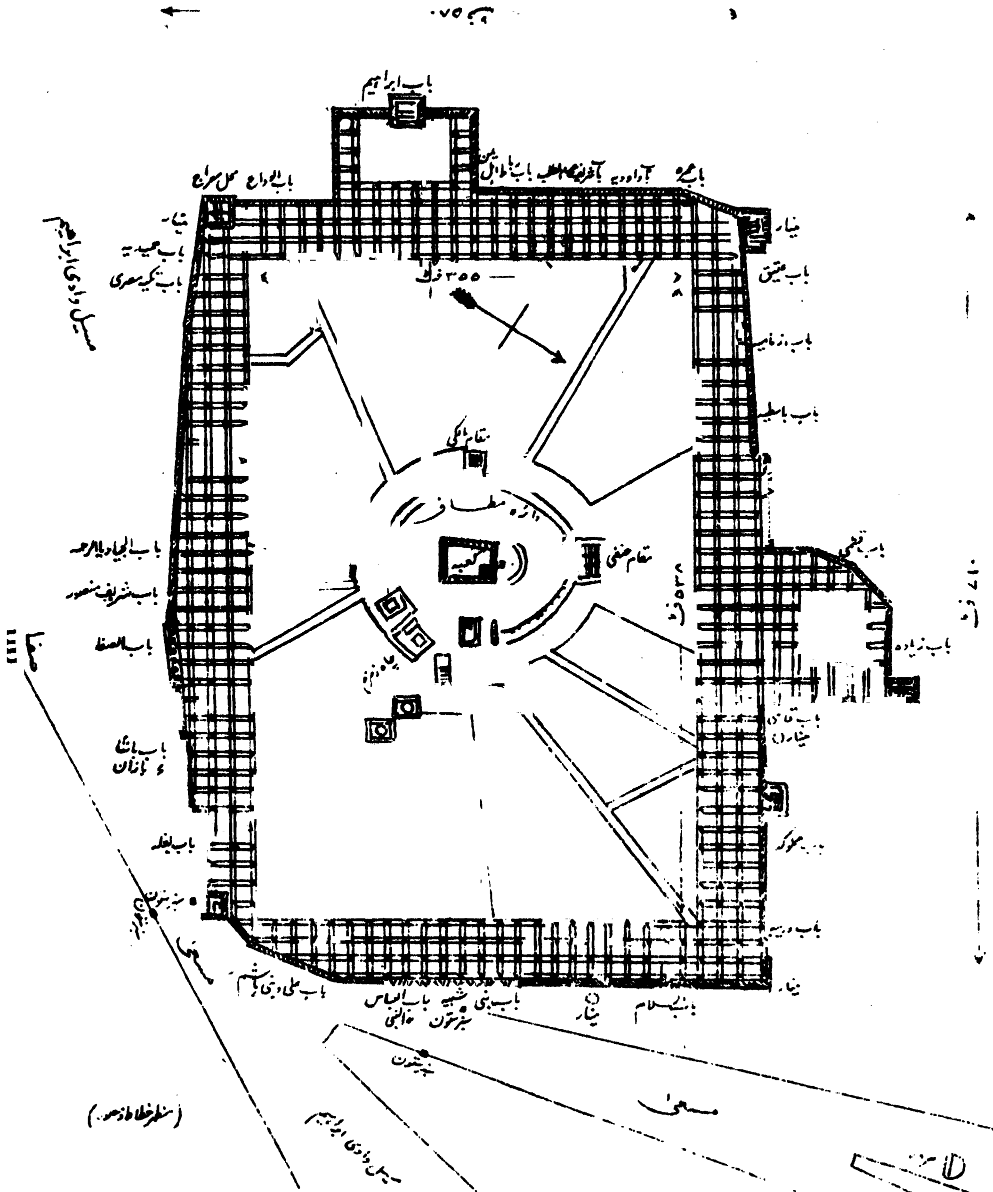
ابواب:- مسجدِ حرام میں داخل ہونے کے لیے چھوٹے بڑے جملہ پچیس ۲۵ دروازے ہیں جن میں پینتالیس ۴۵ محراب ہیں کسی میں ایک کسی میں دو تین حتیٰ کہ باب الصفا میں پانچ محراب ہیں۔ سمت **مشرق** میں ہے۔ اور شمالی گوشہ میں باب السلام [۱] تین محراب والا دروازہ ہے۔ حرم میں پہلی مرتبہ حاضر ہونے والا اسی دروازہ سے داخل ہوتا ہے۔ بابِ بنی شیبہ [۲] میں دو محراب ہیں یہ دروازہ وسط میں بیت اللہ کے محاذی ہے۔ باب النبی [۳] میں تین محراب ہیں اس کو باب الجنائز اور باب العباس بھی کہتے ہیں۔ بابِ علی [۴] میں تین محراب ہیں **جنوب** میں بابِ بغلہ [۵] میں دو محراب۔ بابِ پاشا [۶] میں دو محراب ہیں اس کو باب بازان بھی کہتے ہیں۔ باب الصفا [۷] میں پانچ محراب ہیں سعی کے لیے اسی دروازہ سے مسجدِ حرام سے باہر نکلتے ہیں۔ بابِ شریف [۸] منصور میں دو محراب، باب الجیاد [۹] میں دو محراب ہیں اس کو باب الرحمہ بھی کہتے ہیں۔ بابِ تکیۂ مصری [۱۰] یا باب المجاہدہ۔ بابِ حمیدیہ [۱۱] میں دو محراب ہیں اس کے نام اور بھی ہیں۔ باب عجلان، باب المدرسہ اور باب اُمّ ہانی۔ اس کے قریب اُمّ ہانی کا مکان تھا جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات تشریف فرما تھے۔ **مغرب** میں باب الوداع [۱۲] میں دو محراب ہیں۔ حاجی طواف وداع کے بعد اسی دروازے سے نکل کر مدینہ کو روانہ ہوتے ہیں اس کا نام باب حزورہ بھی تھا۔ بابِ ابراہیم [۱۳] یہ سب بڑا دروازہ ہے جو ابراہیم خیاط ایک مشہور خوش پوشاک کے نام سے موسوم ہے۔ بابِ رباط اہلِ یمن [۱۴] بابِ شریف [۱۵] عبداللطیف۔ بابِ داؤدیہ [۱۶] جس سے رباطِ داؤدیہ کو راستہ جاتا ہے اور بابِ عمرہ [۱۷] **شمال** میں بابِ عتیق [۱۸] داخل ہے جس کو باب سدہ

کنویں تعمیر کیے گئے ہیں۔ اس شہر کا مشہور نام تو مکہ ہے مگر کلام مجید میں مکہ کے علاوہ بکہ، اُمّ القریٰ اور البلد الامین
کے ناموں سے بھی اس شہر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ (۲۶/۱۱)۔ وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ
عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ مِن بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۚ (۴۸/۲۴)۔ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ
لَلَّذِي بِبَكَّةَ ... وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ
وَمَنْ حَوْلَهَا ۚ (۶/۹۲)۔ وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ۝ وَطُورِ سِينِينَ ۝ وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۝ (۹۵/۱-۳)
مبارک شہر کی آبادی کا آغاز اس آیہ... سے شروع ہوتا ہے۔ (۱۴/۳۷)۔ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي
بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ جبکہ ابراہیم علیہ السلام نے ہاجرہ اور اسمعیل علیہما السلام
کو دو ہزار پانسو برس قبل مسیح یہاں لا کر چھوڑا تھا۔

قدیم زمانہ میں ذرائع حمل ونقل، اونٹ، گھوڑے، خچر اور گدھے کی حد تک محدود تھے۔ ایک دن کی منزل کی مسافت تقریباً آٹھ فرسنگ یعنی ۲۴ میل اور مسافتوں کی مقدار کا تعین منزلوں کی تعداد سے کیا جاتا تھا۔ لوگ عراق، شام، نجد، یمن، حضرموت، عمان وغیرہ کی جانب سے بڑے بڑے قافلوں کی شکل میں طویل ریگستانوں کو طے کر کے، ہفتوں اور مہینوں کی زحمت برداشت کرنے کے بعد مکہ کو پہنچتے تھے۔ تعجب نہیں کہ اب بھی ایک حد تک بدوی اسی نوع کے سفر پر مجبور ہیں مگر تیز رفتار سواریوں کے ایجاد ہونے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہفتوں اور مہینوں کا سفر گھنٹوں اور دنوں میں طے ہونے لگا۔ جدہ سے مکہ اور مدینہ کا سفر موٹر میں کیا جاتا ہے۔ اگر ابتداءً موٹریں وسیع ریتلے میدانوں میں سے دوڑتی جاتی تھیں تو اب ان کے لیے طویل سڑکیں تعمیر ہو چکی ہیں جن میں سے بعض مانع گرد بھی ہیں۔ جدہ سے مکہ پینتالیس میل ہے جو آسانی سے موٹر میں دو ڈھائی گھنٹوں میں اور جدہ سے مدینہ ڈھائی سو میل چھ گھنٹوں میں طے ہو سکتا ہے۔ یہی نہیں طیارہ کے ذریعہ جدہ سے مدینہ کو سوا گھنٹہ میں پہنچ سکتے ہیں۔ اسی طرح دیگر ممالک سے آنے والے مسافر سمندری جہازوں کے علاوہ راست طیارہ کے ذریعہ بھی جدہ پہنچتے ہیں۔ ان طویل سفروں کے علاوہ مکہ سے منیٰ، عرفات، مزدلفہ وغیرہ کے مختصر سفر بھی آسان سے آسان تر ہو گئے ہیں۔ ایک موٹر کی سواری دن بھر میں متعدد چکر لگاتی اور حاجیوں کی بڑی تعداد کو ایک مقام سے دوسرے مقام کو منتقل کرتی ہے۔ حج کے زمانہ میں ایک طرف جدہ کی بندرگاہ میں متعدد پانی کے جہاز لنگر انداز دکھائی دیتے ہیں تو دوسری طرف طیران گاہ پر طیارے پرے جمائے کثیر تعداد میں اڑتے نظر آتے ہیں۔ مسافتوں کا تقابل فی الوقت یہ ہے کہ اونٹ کی ایک منزل، موٹر کا ایک گھنٹہ اور طیارہ کے پانچ منٹ مساوی ہیں۔ سفر کی قدیم صعوبتیں ختم ہو گئیں مگر مصارف کے اضافہ کے ساتھ۔

مسجد حرام ناف شہر میں واقع ہے جس کا طول شرقاً غرباً سات سو دس [۷۱۰] فٹ اور عرض شمالاً اور جنوباً پانسو اسّی [۵۸۰] فٹ ہے۔ مسجد حرام کی عمارت اطراف سے مسقف اور بیچ میں صحن ہے اور صحن کے بیچوں بیچ بیت اللہ شریف کی

مسجد حرم و مسعیٰ



اور باب عمرو بن العاص بھی کہتے ہیں۔ باب ماميّة، باب باسطیة یا باب عجلہ، باب قطبی۔ باب الزیادہ میں تین محراب ہیں اسکو باب الندوہ بھی کہتے ہیں یہ دروازہ بھی بڑا ہے۔ باب العاصی، باب الملوک اور باب بنیہ یا باب المدد۔ مسجد حرام کے سات مینار ہیں چار گوشوں میں چار شمال میں دو اور مشرق میں ایک۔

کعبہ۔ کعب کے معنی بلندی کے ہیں اور بلندی کی وجہ سے اس عمارت کو کعبہ کہا گیا۔ دوسری وجہ تسمیہ یہ ہے کہ کعبہ کی عمارت مکعب ہے۔ مکعب اُس جسم کو کہتے ہیں جس کی چھوؤں سطح مساوی اور ان کے کنارے باہم زاویہ قائمہ رکھتے ہوں۔ کعبہ کو بیت اللہ بھی کہتے ہیں۔ بیت اللہ کی عمارت چوگوشہ بلکہ مستطیل ہے مگر اس کے ہر ایک ضلع کا طول علیحدہ ہے۔ شرقی دیوار ۳۷ فٹ ۱۰ انچ، غربی ۳۹ فٹ ۶ انچ، شمالی ۳۲ فٹ ۳ انچ، جنوبی ۲۳ فٹ ۴ انچ ہے اور سطح زمین سے خانۂ کعبہ کی چھت ۴۰ فٹ ۹ انچ بلند ہے۔ دیواریں پتھر کی بڑی سلوں سے تعمیر کی گئی ہے۔ شرقی دیوار میں جنوبی گوشہ سے کوئی ڈھائی گز کے فاصلہ پر ۷ فٹ × ۵ فٹ کا ایک دروازہ ہے جس میں داخل ہونے کے لیے سیڑھی استعمال کی جاتی ہے۔ بیت اللہ شریف کی کلید برداری بنی شیبہ کے خاندان میں چلی آتی ہے اور اس خاندان کا نمایندہ زمانۂ حج میں بیت اللہ کے دروازے پر حاضر رہتا ہے اور خاص صورتوں میں **داخلی** کی اجازت دیتا ہے۔ عام داخلی کی تواریخ ۱۰ محرم ۱۲ ربیع الاول اور ۲۷ رجب مقرر ہیں۔ بیت اللہ کے اندر غیر متوازی فاصلے سے تین ستون ہیں جو بیت اللہ کے عرض کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ یہ ستون عبداللہ بن زبیرؓ نے قائم کیے تھے۔ ان کے نام **حنّان، منّان** اور **دیّان** ہیں۔ بیت اللہ کے اندر شمال شرقی گوشہ میں ایک زینہ ہے جس کے ذریعہ خدامِ کعبہ چھت پر چڑھ کر چھت کو صاف کرتے ہیں اور غلافِ کعبہ تبدیل کرتے ہیں۔

بنائے کعبہ۔ کہا جاتا ہے کہ ہبوطِ آدم کے بعد فرشتوں نے کعبہ کی تعمیر کی تھی جس کو **بنائے ملائکہ** کہتے ہیں۔ اس کے بعد آدم علیہ السلام اور آپ کی اولاد نے تعمیر کی۔ قدیم بنیادیں موجود تھیں۔ اُسی پر جدید عمارت کی تعمیر کے لیے ارشادِ باری ہوا۔ ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السّلام دونوں نے ملکر اس کی تعمیر کی۔ والدِ بزرگوار پتھر پر پتھر جماتے اور فرزندِ ارجمند گارا ملا کر دیتے تھے۔ ہاتھ خانۂ خدا کی تعمیر میں مشغول تھے تو زبان ذکرِ الٰہی میں مصروف تھی۔ آیت۔ (۶ $\frac{1}{15}$)۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ ہمارے پروردگار ہم سے قبول کر بے شک تو سنتا اور جانتا ہے۔ جس خلوصِ نیت اور دلی تمناؤں اور مرادوں کے ساتھ ان دونوں برگزیدہ بندوں نے اللہ کے گھر کی تعمیر آغاز کی اور اس کو پایۂ تکمیل کو پہنچایا اللہ پاک نے اس کا ذکر قرآنِ مجید میں مختلف مواقع پر ان آیتوں میں فرمایا ہے۔

(۳ $\frac{1}{15}$)۔ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا

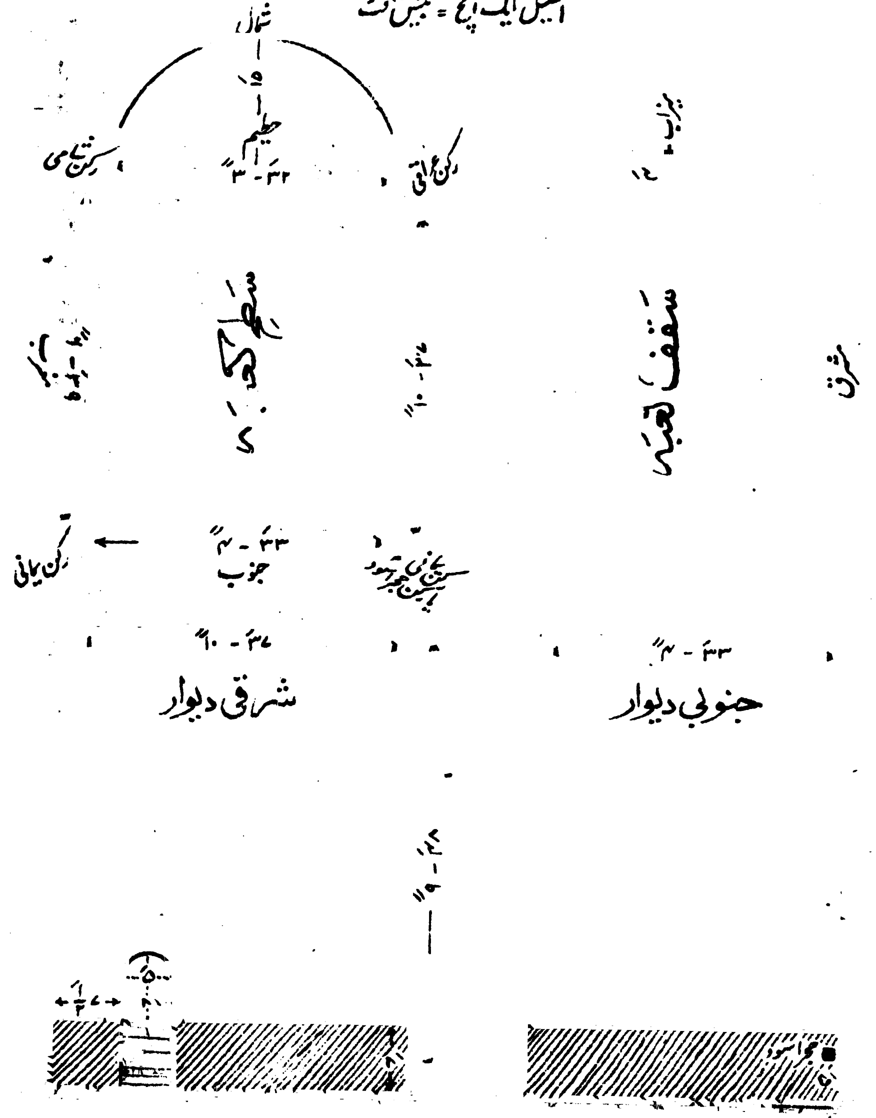
اور جب ابراہیم کو اُس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ اُن میں پورے اتر گئے تو فرمایا کہ میں تمکو لوگوں کا امام بناؤں گا

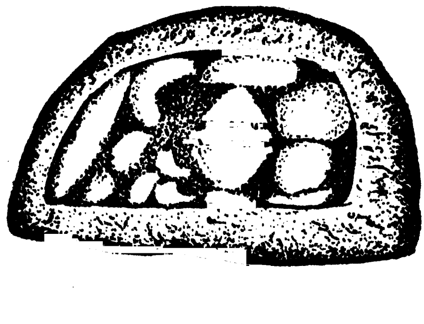
قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ (بقرہ۔۱۵)۔

اُنھوں نے عرض کیا اور میری اولاد کے متعلق کیا حکم ہے تو جواب پایا انہیں سے جو ظالم ہونگے انہیں میرا حکم نہیں پہنچتا۔

کعبہ کا پلان

اسکیل ایک انچ = بیس (۲۰) فٹ

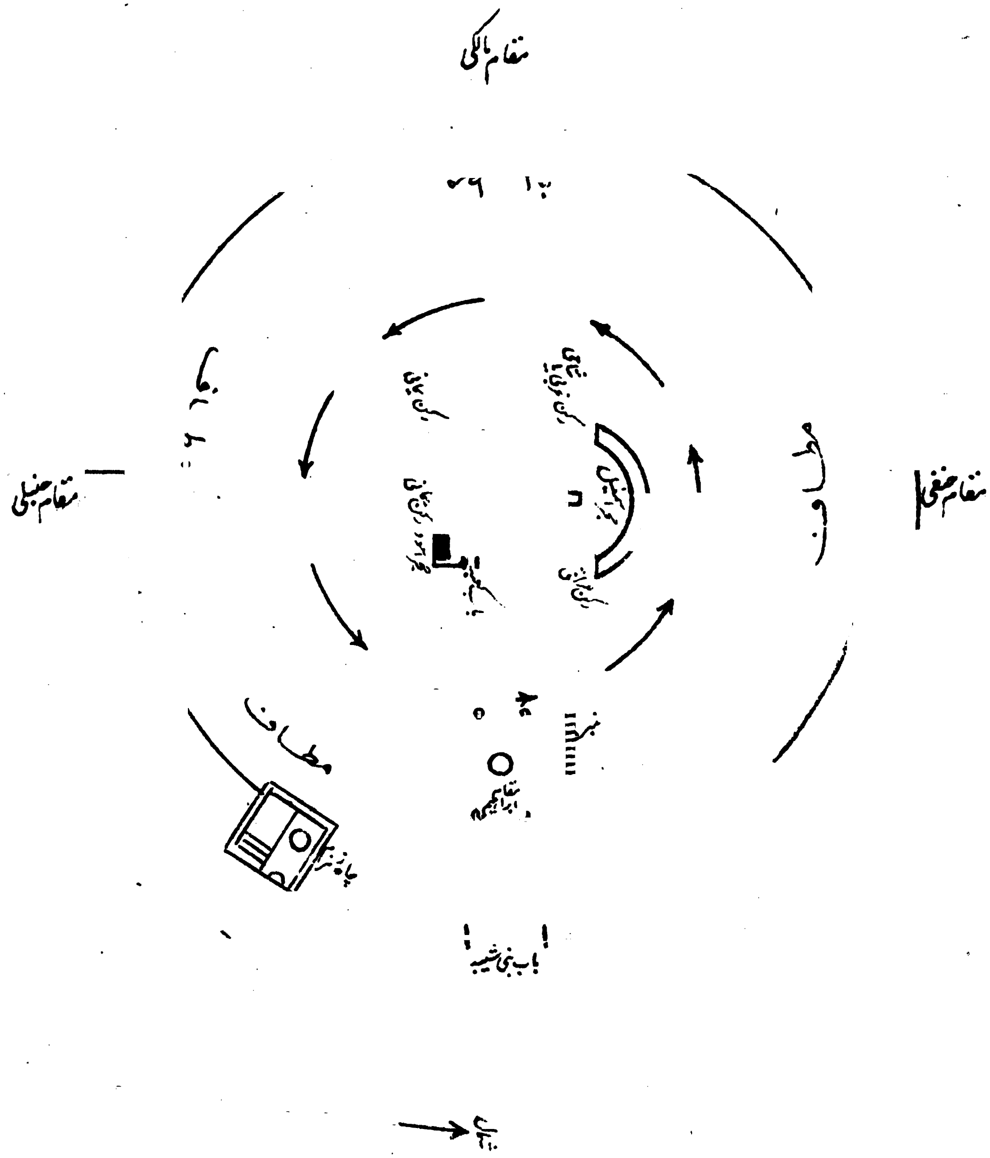




الحجر الاسود

کعبۃ اللہ ومطاف

(۳/۴ انچ = ۹ گز تخمیناً)



غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ
تو بخشنے والا مہربان ہے۔ پروردگار میں نے اپنی اولاد میں سے بعض کو ایک کفِ دست میدان میں بسایا ہے تیرے عزت والے گھر کے پاس جو زراعت کے قابل نہیں
رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ (ابراہیم ۶)
تاکہ نماز کو قایم رکھیں۔ پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو انکی طرف مائل کر اور ان کو پھلوں کا رزق دے امید ہے کہ وہ تیرے شکر گزار بنیں گے
(۱۴) ۔ وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ
اور جب ہم نے ابراہیم کیلئے اس گھر کی جگہ مقرر کر دی اور ہدایت کی کہ شریک نہ کرو میرے ساتھ کسی کو اور پاک رکھو میرے گھر کو
لِلطَّاۗىِٕفِيْنَ وَالْقَاۗىِٕمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ ۔ يَاْتُوْكَ رِجَالًا
طواف کرنے والوں قیام کرنے والوں رکوع اور سجود کرنے والوں کیلئے۔ اور لوگوں میں منادی کر دو حج کی۔ لوگ تمہارے پاس آئیں گے پیادہ
وَّعَلٰي كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ
اور دبلی اونٹنیوں پر کٹھن راستوں سے آئیں گے تاکہ اپنے سود و بہبود کو دیکھیں اور خدا کا نام لیں یعنی قربانی دیں
فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰي مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَاۗىِٕسَ الْفَقِيْرَ (الحج ۴)
مقررہ دنوں میں ان جانوروں پر جو اللہ نے ان کو دیا ہے پس کھاؤ تم اس میں سے اور کھلاؤ تنگدست اور محتاج کو۔

عہدِ ابراہیمی کے بعد جرہم اور عمالقہ، کے قبیلوں نے اپنے اپنے وقت خانۂ کعبہ کی تعمیر و ترمیم کی بنی اسماعیل میں سے قصی بن کلاب نے اس احاطہ پر چھت ڈال کر اس کو مکان کی شکل میں تبدیل کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پندرہ سال پہلے اہلِ قریش نے از سرِ نو اس کی تعمیر کی مگر مصارفِ تعمیر میں گنجایش کم ہونے کی وجہ سے ابراہیمی بنیاد سے کچھ رقبہ پانچ چھ گز شمال کی جانب کم کر دیا اور چھت قایم کر کے شرقی دیوار میں سطحِ زمین سے قدِ آدم بلندی پر دروازہ نصب کیا۔ اس چھوٹی ہوئی جگہ کو حطیم کہا جاتا ہے اور بیت اللہ کے ساتھ طواف میں داخل ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے دو سو برس بعد سے آغازِ اسلام تک خانۂ کعبہ تین سو ساٹھ (۳۶۰) بتوں کا مسکن رہا اور آٹھ ہجری سے معبودِ واحد کی عبادت گاہ بنا رہا۔ اللہ تعالیٰ اس کی شرف اور عظمت میں زیادتی کرے اور تا قیامت دستبردِ اعدا سے محفوظ رکھے۔ خلافتِ راشدہ کا دور ختم ہونے کے بعد عبداللہ بن زبیرؓ نے قریش کی عمارت ڈھا کر حطیم کو شامل کر کے ابراہیمی بنیاد پر از سرِ نو بیت اللہ کی تعمیر کی اور شرقی دروازے کے علاوہ اس کے محاذی غربی دیوار میں بھی دوسرا دروازہ اضافہ کیا۔ حلبی نے لکھا ہے کہ بنائے ابراہیم اور بنائے قریش کے درمیان ۲۷۰۵ سال اور بنائے قریش اور بنائے عبداللہ بن زبیرؓ کے درمیان ۸۲ سال گزرے اور ان تینوں مرتبہ کعبہ کی از سرِ نو تعمیر ہوئی۔ عبدالملک بن مروان کی خلافت کے زمانہ میں حجاج بن یوسف عامل عراق نے کعبہ کا شمالی حصہ منہدم کر کے اس کو بیت اللہ سے خارج کیا اور حطیم کو دوبارہ قایم کیا اور غربی دروازہ کو مسدود کر دیا۔ خلفائے بنی عباس نے عبداللہ بن زبیرؓ کی قایم کردہ بنیاد پر دوبارہ تعمیر کا ارادہ کیا مگر علمائے وقت کی مخالفت کی وجہ سے سابقہ عمارت میں رد و بدل نہ ہو سکا اور اس طرح حجاج بن یوسف ہی کی تعمیر قایم رہی گیارہویں صدی

(٥ ٤/١) اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝

بیشک پہلا گھر جو بنی نوع انسان کیلئے مقرر کیا گیا وہی تھا جو مکہ میں تعمیر ہوا برکت والا گھر سارے جہان والوں کے لیے ہدایت ہے۔

فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (آلِ عمران ۱۰)۔

اسمیں اللہ تعالیٰ کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں مقام ابراہیم ہے اور جو یہاں داخل ہو جاتا ہے اسکو امن حاصل ہے۔

(٢ ٢١/٣) اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ یُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ (عنکبوت ۔ ۷)

کیا لوگوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے کیسا پُر امن حرم بنایا ہے حالانکہ اس کے گرد و پیش لوگ لوٹ لیے جاتے ہیں۔

(٤ ١/١٥) وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِیْمَ مُصَلًّى

اور جبکہ ہم نے اس گھر کو لوگوں کیلئے مرجع امن کی جگہ بنایا اور حکم دیا کہ مقام ابراہیم کو مصلیٰ بناؤ۔

وَ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَ الْعٰكِفِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔

اور ابراہیم اور اسماعیل کو ہدایت کی کہ میرے گھر کو طواف کرنیوالوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع اور سجود کرنے والوں کیلئے پاک رکھو

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ

اور جبکہ ابراہیم نے دعا کی کہ پروردگار! اس شہر کو پُر امن بنادے اور اس کے باشندوں کو پھلوں کا رزق دے

مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ جو ان میں سے اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائیں۔

(٥ ١/١٥ تا آخر) وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا

اور جب ابراہیم اور اسماعیل اس گھر کی بنیادیں قایم کر رہے تھے تو دعا کرتے تھے کہ پروردگار ہماری دعا قبول کر

اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ

تو سنتا ہے اور جانتا ہے۔ پروردگار! تو ہم کو تیرا مطیع و منقاد بنا اور ہماری نسل سے ایسی قوم کو اٹھا جو تیری اطاعت کرے

وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝ رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ

اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے بتا اور ہماری توبہ قبول کر۔ بے شک تو بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔ پروردگار بھیج ان ہی میں سے ایسا رسول

یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُزَكِّیْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ (بقرہ ۱۵)

جو انھیں تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور ان کو تعلیم دے کتاب اور دانائی کی اور انکے اخلاق درست کرے بیشک تو بڑی قدرت والا اور بڑا حکیم ہے۔

(١ ١٣/٨)۔ وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝

اور جب ابراہیم نے دعا کی۔ پروردگار! اس شہر کو پُر امن بنا اور مجھ کو اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا۔

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ

پروردگار ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے پس جو کوئی میری پیروی کریگا وہ میرا ہے۔ اور جو میرے حکم کی خلاف ورزی کریگا تو بیشک

شرقی دیوار کا شاذُروانہ دراصل کعبہ کی بنیاد میں داخل اور طواف میں داخل ہے۔ دیگر اسمات کا شاذُروانہ جو بعد میں اضافہ کیا گیا ہے کعبہ میں داخل نہیں ہے۔

حفرہ کے معنی گڑھے کے ہیں۔ کعبہ کی شرقی دیوار سے ملا ہوا کعبہ کے دروازے سے قریب ایک چھوٹا حوض کا گڑھا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کعبہ کی تعمیر کے وقت، ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام اس میں گارا بناتے تھے۔ اہلِ مکہ اس کو معجنہ کہتے ہیں شیخ محی الدین عربیؒ لکھتے ہیں کو جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی جگہ نماز پڑھی اور یہیں پنجگانہ نمازوں کے اوقات کا تعین ہوا تھا۔

میزاب، چار فٹ لمبا اور ایک فٹ چوڑا ایک طلائی پرنالہ ہے جو حطیم کی جانب کعبہ کی چھت میں لگا ہوا ہے۔ بارش کا پانی اس کے ذریعہ خارج ہوتا ہے۔ اس کو میزابِ رحمت بھی کہتے ہیں۔

ملتزم حجرِ اسود اور کعبہ کے دروازہ کے درمیان دیوار کے اس حصہ کو کہتے ہیں جہاں حاجی کھڑے ہو کر دعا مانگتے ہیں۔

مستجار مغربی دیوار کے اُس حصہ کو کہتے ہیں جو رکن یمانی اور اُس مقام کے درمیان ہے جہاں عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی تعمیر کعبہ کے وقت دروازہ قایم کیا تھا جس کو بعد میں حجاج بن یوسف نے بند کر دیا۔ اس کو **مُتَجارُ مِنَ الذُّنُوب** کہتے ہیں۔

غلافِ کعبہ۔ خانۂ کعبہ کی دیواروں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یمنی چادر کا غلاف چڑھایا تھا اور آپ کے بعد دیبا کا اور کبھی مصری کپڑے کا غلاف چڑھایا گیا مگر یہ غلاف نہ اُتارے جاتے تھے اور ان کی متعدد تہیں ہو گئی تھیں یا خلیفہ مہدی عباسی کے دورِ خلافت (۷۷۵ تا ۷۸۵ء) سے سابقہ غلاف اُتار کر نیا غلاف چڑھانے لگے۔ غلاف موٹے سیاہ ریشم سے بنا جاتا ہے اور بخطِ صُغریٰ ہم رنگ ریشم سے تمام غلاف پر اوپر سے نیچے تک لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَاللّٰہُ جَلَالُہٗ بنا ہوا ہے! اوپر سے ذرا نیچے کو ہٹ کر پیشانی کے طور پر سنہرے سلمہ کام میں لکھے ہوئے آیاتِ قرآنی کی ایک چوڑی پٹی لگائی جاتی ہے جس کو حزام کہتے ہیں۔ کعبہ کے دروازے پر بھی سیاہ زردوزی پردہ ڈالا جاتا ہے۔ اس غلاف میں حجرِ اسود کے مقام پر ایک سوراخ بنا ہوا ہے! اس غلاف کی تیاری کے لیے مصر میں کاریگروں کا ایک خاص عملہ مقرر ہے اس غلاف کی روانگی کا رسم نہایت عظمت وشان کے ساتھ قاھرہ میں انجام پاتا ہے۔ جلوس کے ساتھ محمل کی سواری نکلتی ہے اور اس جلوس میں مختلف طریقوں کی جماعتوں کی ٹکڑیاں اپنے اپنے امتیازی علم لیے ہوئے شریک رہتے ہیں۔ جلوس کے ساتھ مصری حکومت کی پیادہ اور سوار فوج رہتی ہے اور سارے شہر میں اُس روز عام تعطیل منائی جاتی ہے۔ ہم نے اپنے حج کے سفر کے دوران میں ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۹۳۷ء روز پنجشنبہ شہرِ قاہرہ میں صبح دس سے بارہ بجے تک اس جلوس کے معاینہ کرنے کی مسرت اور برکت حاصل کی اس رسم کو محمل کی روانگی کے نام سے پکار تے ہیں اور اس کے ساتھ مصری حاجیوں کا

ہجری کے طوفانی سیلاب نے کعبہ کی عمارت کو نقصان پہنچایا تو سلطان مُراد خاں شاہ ترکی نے ۱۰۴۰ھ میں قریش کی قایم کردہ بنیاد پر خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ کعبہ کے اطراف مسجدِ حرام کی عمارت بھی سلطان مُراد خاں موصوف کی تعمیر کردہ ہے۔ دیگر ترکی سلاطین بھی اس مسجد کی ترمیم اور تزئین میں کافی دلچسپی لیتے رہے۔

حجرِ اسود کے معنی سیاہ پتھر کے ہیں۔ یہ پتھر بیت اللہ کے شرقی جنوبی گوشہ میں اور جنوبی دیوار میں سطح زمین سے کچھ کم پانچ فٹ کی بلندی پر چاندی کے حلقہ میں نصب کیا ہوا ہے۔ اس میں تین بڑے اور بقیہ چھوٹے ٹکڑے ہیں اور ان سب کا مجموعی قطر گیارہ انچ ہے۔ زمانۂ قدیم میں شخصی عداوت کی وجہ سے عمرو بن حارث نے اس پتھر کو اکھیڑ کر چاہِ زمزم میں دفن کر کے کنوئیں کو پاٹ دیا تھا۔ مدتوں یہ پتھر مدفون رہا اور اس کا پتہ نہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد عبد المطلب نے بعثت سے پہلے خواب میں اس کو دیکھا اور برآمد کیا اور چاہِ زمزم کو صاف کیا۔ کعبہ کی قریش کی تعمیر کے وقت، قریش کے چار اہم قبیلوں میں اختلاف ہوا کہ اس پتھر کے نصب کرنے کا شرف کس قبیلہ کو حاصل ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سچے، راست باز، متین اور امین تصور کیے جانے لگے تھے، آپ پر اس کا تصفیہ چھوڑ دیا گیا۔ آپ نے اس پتھر کو ایک چادر میں رکھا اور چار بڑے قبیلوں کے سردار اس چادر کو اٹھا کر مقام نصب پر لائے اور آپ نے اس کو اُٹھا کر دیوار میں نصب کر دیا۔ اس کے بعد قرامطہ کے دورِ حکومت میں طاہر بن ابو سعید نے ۳۱۷ھ میں مکہ پر حملہ کیا تو اس پتھر کو نکال کر حساء کو لے گیا اور وہاں ایک عمارت کعبہ جیسی بنا کر اُس پر اس پتھر کو نصب کیا اور خیال کیا کہ اس پتھر کی وجہ سے شاید لوگ اس طرف دوڑے آئیں گے مگر کسی نے رُخ نہیں کیا۔ ۳۳۹ھ میں بمشکل تمام اس پتھر کو دوبارہ حاصل کیا گیا اور بیت اللہ میں نصب کر دیا گیا۔ بار بار کے اکھیڑ بند میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے اسی لیے اس کو چاندی کے حلقہ میں نصب کیا گیا۔ کہا گیا ہے کہ یہ پتھر جنت کے یاقوتوں میں سے ہے۔ آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے زمین پر پانچ چیزیں نازل ہوئی تھیں۔ حجرِ اسود، انجیر کے پتے جن سے آدم علیہ السلام نے ستر کا کام لیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کا عصا۔ عودِ بخور یعنی لوبان اور عود کی لکڑی اور سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی۔ بعض کا قول ہے کہ طواف کے آغاز کی علامت کے لیے اس کو نصب کیا گیا ہے۔ عمر فاروق رضی نے حجرِ اسود کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ تو ایک پتھر ہے جو نہ کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ ضرر۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھ کو بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں ہرگز تجھ کو بوسہ نہ دیتا۔

حطیم ایک چھوٹی منڈیر کی دیوار چار فٹ بلند نصف دائرہ کی شکل میں کعبہ کے شمال میں واقع ہے اس کے دونوں کناروں اور کعبہ کے گوشوں کے درمیان راستہ کھلا ہوا ہے۔ کعبہ کی شمالی دیوار کے وسط سے اس نصف دائرہ کا وسط کوئی پندرہ فٹ ہے۔ اس درمیانی رقبہ کو حطیم کہتے ہیں۔ کعبہ کے ساتھ حطیم بھی طواف میں داخل ہے۔ اس کو **حجرِ اسمٰعیل** بھی کہتے ہیں۔ ایک روایت ہے کہ ہاجرہ اور اسماعیل علیہما السلام یہاں دفن ہیں۔

شاذروانہ کعبہ کی بنیاد کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو کعبہ کے اطراف سطح زمین سے ایک فٹ بلند ہے۔ کہا جاتا ہے کہ

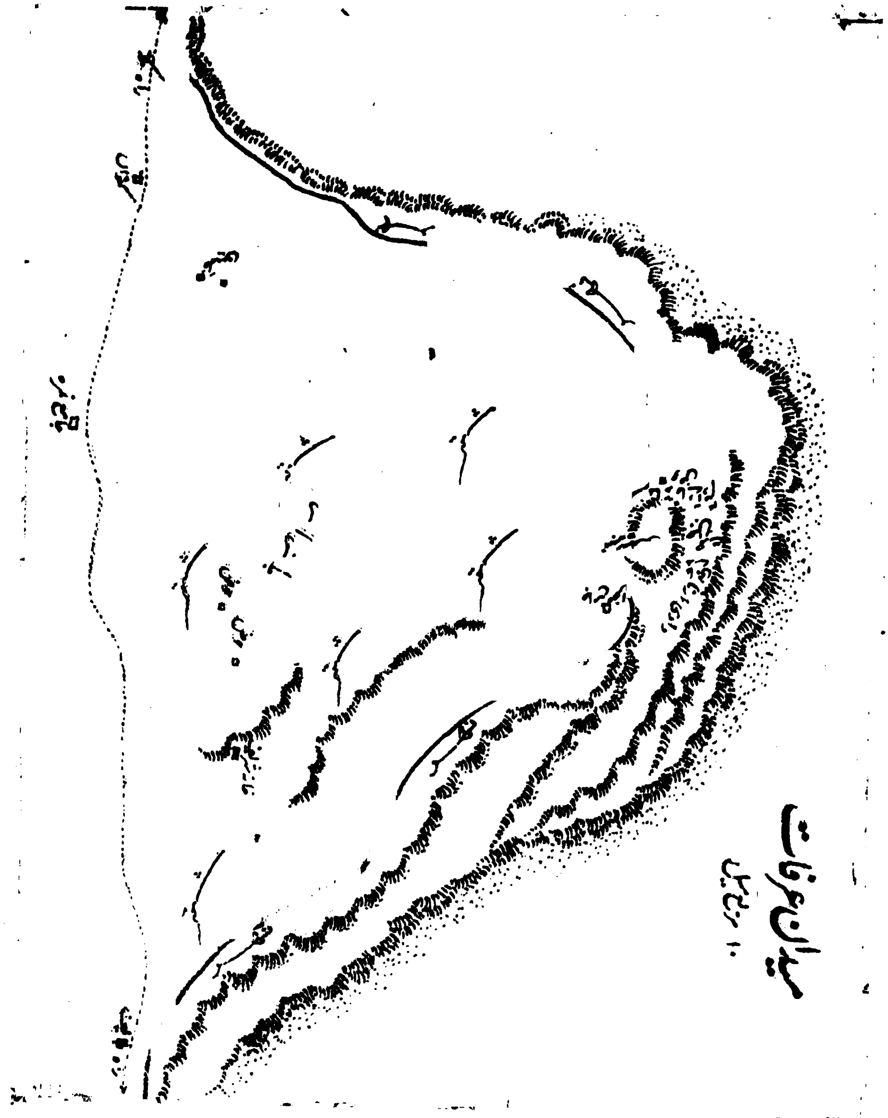
پیچھے دوڑیں اور پکارا کہ اس ویران وادی میں ہمیں تنہا چھوڑ کر کہاں چلے۔ اس سوال کا کوئی جواب نہ ملا تو ہاجرہ نے پھر پکارا۔ حضرت ابراہیم نے ایک کہی نہ دو اور اپنا راستہ لیا۔ ہاجرہ نے ان کی خاموشی سے تاڑ لیا کہ اس میں کوئی راز مضمر ہے۔ سوال کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے یہ عمل کیا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ ہاں۔ یہ سن کر ہاجرہ مطمئن ہوئیں اور اپنے دل میں یہ کہتی ہوئی واپس ہوئیں کہ جب ایسا ہے تو ہمیں کوئی فکر نہیں۔ ہاجرہ اس مقام پر لوٹ آئیں جہاں اسمٰعیل تھے اور حضرت ابراہیم اس مقام پر پہنچے جہاں آگے چل کر بیت اللہ کی بنا و قیام ہونے والی تھی۔ وہاں ہاتھ اٹھایا اور دعا مانگی۔ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ۔ اے پروردگار میں نے اپنی اولاد کو ایک غیر مزروع وادی میں چھوڑا ہے۔ چھاگل میں پانی ہی کتنا، تھوڑی دیر میں ختم ہوگیا۔ پانی کا ختم ہونا تھا کہ پیاس غالب ہوئی، ماں کا دودھ خشک ہوگیا۔ اسمٰعیل بھوک سے رونے اور تلملانے لگے۔ معصوم جان روتی اور تلملاتی تو کتنی دیر۔ زبان خشک ہوگئی آواز ہونٹوں کے باہر نہیں نکلتی۔ ماں کی مامتا سے یہ نہ ہوسکتا تھا کہ پیٹ کی اولاد کو آنکھوں تلے دم توڑتا دیکھے۔ یہ خیال ہوا کہ بے ماں کے بچے کو دیکھ کر شاید رحمتِ باری امنڈ آئے۔ اس خیال کا آنا ہی تھا کہ ہاجرہ نے اپنے دل کو سخت کیا اور بچے کو چھوڑ کر کھڑی ہوگئیں۔ صفا کی پہاڑی قریب تھی اس پر چڑھیں اور بارگاہِ ربّ العزت میں دعا کی اور اِدھر اُدھر دیکھا کہ شاید غیب سے کوئی مدد پہنچے۔ مگر کوئی نظر نہ آیا تو پہاڑی سے اتر پڑیں۔ نیچے گہری وادی تھی اس کو طے کرکے دوسری طرف مروہ پر پہنچیں۔ چاروں طرف نظر دوڑائی مگر یہاں بھی کوئی دکھائی نہیں دیا۔ مایوس ہوکر بچے کے پاس لوٹ آئیں اور بچے کو اسی حال میں بلبلاتے دیکھا۔ اضطراب کی حالت میں کبھی صفا کی پہاڑی پر اور کبھی مروہ کی پہاڑی پر دوڑتی جاتیں اور پھر بے چین ہوکر ایک مرتبہ بچے کو دیکھنے کے لیے دوڑ کر لوٹ آتیں۔ اسی طور سے عالمِ یاس میں ہاجرہ نے صفا اور مروہ کے سات چکر لگائے جس کو سات سعی کے نام سے مناسکِ حج میں فرض کیا گیا ہے۔ آخری مرتبہ جب ہاجرہ مروہ کی پہاڑی پر چڑھیں تو ایک آواز سنائی دی۔ آواز کا سننا ہی تھا کہ ہاجرہ کے دل میں امید کی لہر دوڑی اور اس آواز سے مدد مانگی۔ آواز اصل میں جبرئیل کی تھی۔ جبرئیل نے پوچھا تم کون ہو ہاجرہ نے جواب دیا اُمِّ ولدِ ابراہیم (ابراہیم کے لڑکے کی ماں) ہوں۔ جبرئیل نے پھر سوال کیا تم کو کس کے سہارے اس ویران وادی میں چھوڑا گیا ہے۔ ہاجرہ نے جواب دیا۔ اللہ کے۔ جبرئیل نے کہا پھر تو ایسی ذات کے تمہیں تفویض کیا ہے جو تمہارے لیے بالکل کافی ہے۔ یہ کہہ کر جبرئیل آواز دیتے آگے جارہے تھے اور اس آواز کے پیچھے پیچھے ہاجرہ جارہی تھیں اس طرح یہ دونوں اسمٰعیل کے پاس سے گزرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جہاں اب چاہِ زمزم واقع ہے جبرئیل نے اپنی ایڑی زمین پر ماری اور بعض نے لکھا ہے کہ پنکھ، اور زمین میں سے پانی اُبل پڑا اور بہا اور بہتے بہتے اسمٰعیل تک پہنچ گیا۔ ہاجرہ زمی زمی کہتی ہوئی دوڑیں۔ زمی امر کا صیغہ ہے جس کے معنی ٹھیرو، رک جاؤ اور جمع ہو جاؤ کے ہیں۔ ہاجرہ نے مٹی سمیٹ کر چھوٹا سا بند باندھ دیا تاکہ پانی ضائع نہ ہو جائے۔ پانی خود بھی پیا اور

قافلہ مکہ معظمہ کو حج کے لیے روانہ ہوتا ہے۔ ہر سال حاجیوں کے عرفات کو روانہ ہونے کے بعد، اور ان کی واپسی سے پہلے، پرانا غلاف اُتار کر نیا غلاف چڑھایا جاتا ہے۔ حاجیوں کے ازدحام سے محفوظ رکھنے کے خیال سے، اس نئے غلاف کے پائین کا حصہ قدِ آدم بلندی پر اُٹھا کر باندھ دیا جاتا ہے اور اس کے اوپر سفید چادر لپیٹ دی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پہلی بڑی جنگ کے بعد چند دنوں مکہ میں اس غلاف کے تیار کرنے کی کوشش کی گئی اور بعد میں مسدود کر دی گئی۔

مُصَلّیٰ۔ بیت اللہ شریف کی چاروں جانب چار مُصلّے ہیں۔ شمال میں حنفی مُصلّیٰ دو منزلہ ہے پہلی چھت پختہ اور دوسری چھت پر آہنی چادر ہے۔ جنوب میں مالکی مُصلّیٰ ہے۔ سبز رنگ کے چار ستونوں پر آہنی چادر کی چھت ہے، مغرب میں حنبلی مُصلّیٰ ہے مشرق میں شافعی مُصلّیٰ خود مقامِ ابراہیم ہے! امام شافعیؒ نے اس کو باتباع عمر فاروقؓ مُصلّیٰ بنایا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام پر پہنچے تو عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا مقامِ ابراہیم یہی ہے؟" آپ نے جواب دیا ہاں یہی ہے۔ پھر عمرؓ نے عرض کیا "کیا ہم اس کو نماز کی جگہ نہ بنائیں"! آپ نے سکوت فرمایا۔ اُسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (۲ ۱/۱۵) وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلًّی۔ اس مقام پر ایک چھوٹا قبہ ہے اور اس کے اندر مربع شکل کا پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے خانۂ کعبہ کی تعمیر کی تھی۔ اس قبہ کے باہر مشرق کی جانب دالان کے طور پر کچھ حصہ مسقف ہے جہاں طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا مسنون ہے۔ فی الوقت حطیم اور حفرہ کے درمیان امام کے قیام کا مقام ہے اور پنجگانہ نمازیں ایک ہی جماعت کے ساتھ ادا ہوتی ہیں۔ نمازوں کی قرائت اور تکبیرات اور خطبے مکبر الصوت کے ذریعہ ساری مسجدِ حرام اور اس کے باہر سنائی دیتے ہیں۔

زمزم۔ مقامِ ابراہیم کے جنوب مشرق میں ذرا ہٹ کر ایک کنواں ہے جس کا نام چاہِ زمزم ہے۔ اس کنویں کے اطراف دیواریں ہیں اور اوپر چھت ہے ایک کمرہ کی شکل میں ہے۔ آمد و رفت کے لیے مشرق میں دروازہ ہے۔ کنویں کے اطراف پتھر کا فرش ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کنویں کے پانی میں کیڑا پیدا نہیں ہوتا۔ کنویں کا قطر آٹھ نو فٹ اور گہرائی پچاس ساٹھ فٹ ہے۔

آبِ زمزم کس طرح نمودار ہوا دورِ ابراہیمی کا ایک دلچسپ واقعہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ کو اولاد نہیں ہوئی اور مایوس ہوئیں تو اولاد کی خاطر انھوں نے اپنی باندی ھاجرہ کو جو تناسبِ اعضا کے ساتھ حسن وجمال بھی رکھتی تھیں ان کی خدمت میں پیش کیا۔ یہ تو ہوا، لیکن ہاجرہ کے بطن سے اسمٰعیل جیسا لڑکا تولّد ہونا تھا کہ سارہ کے دل میں رقابت کی آگ بھڑکی۔ انھوں نے حضرت ابراہیم کو مجبور کیا کہ ماں اور لڑکے دونوں کو کسی ایسے مقام پر چھوڑ آئیں کہ پھر کوئی خبر نہ ملے۔ حضرت ابراہیم ہاجرہ اور اسمٰعیل کو ساتھ لے کر چلے اور ایک لق و دق بے آب و گیاہ وادی میں ماں بیٹے کو چھوڑ آئے۔ ان کے آذوقہ کیلئے تھیلی میں کچھ کھجور اور چھاگل میں تھوڑا سا پانی رکھ کر واپس ہو رہے تھے کہ ہاجرہ آپ کے

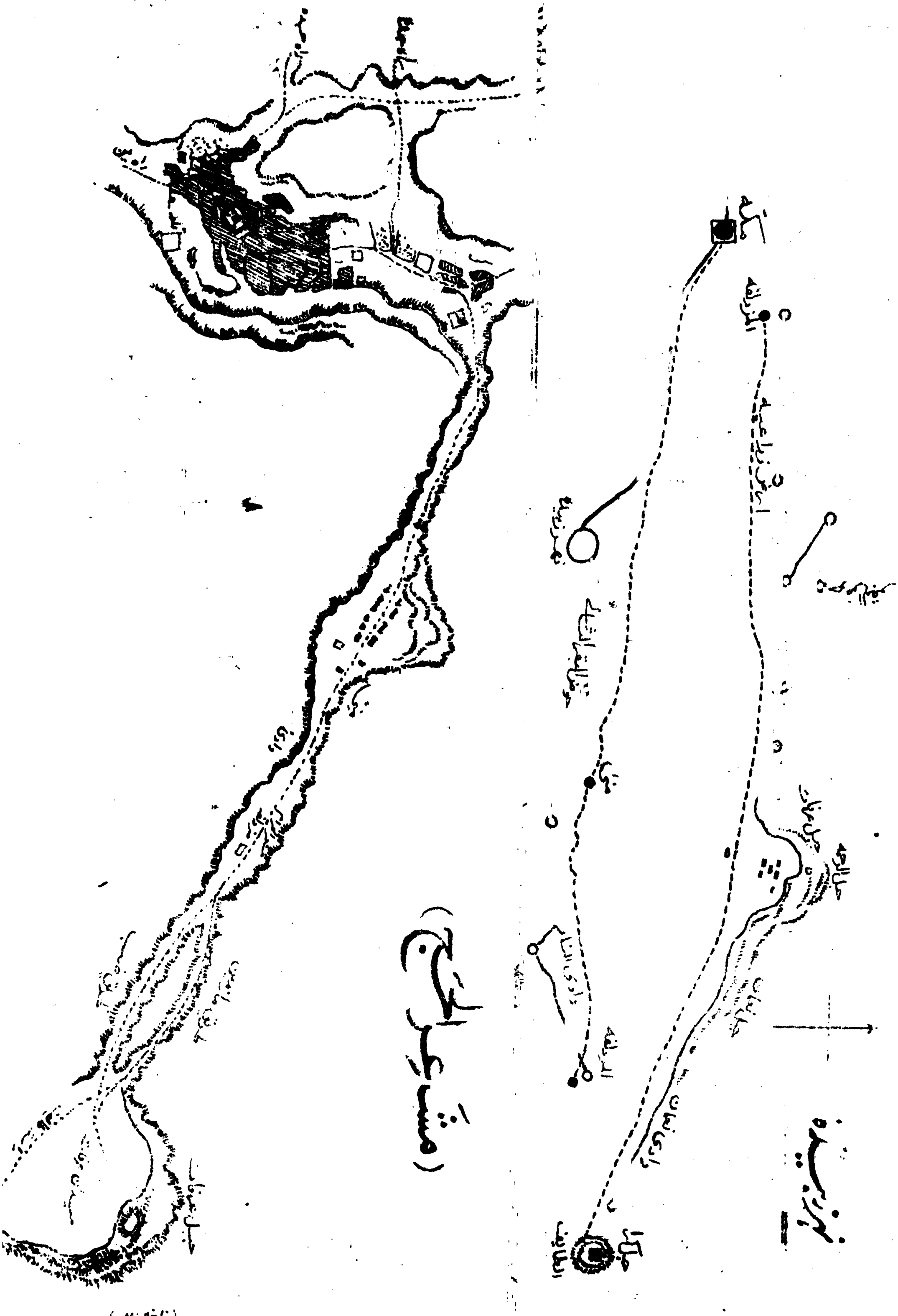

میدان عرفات

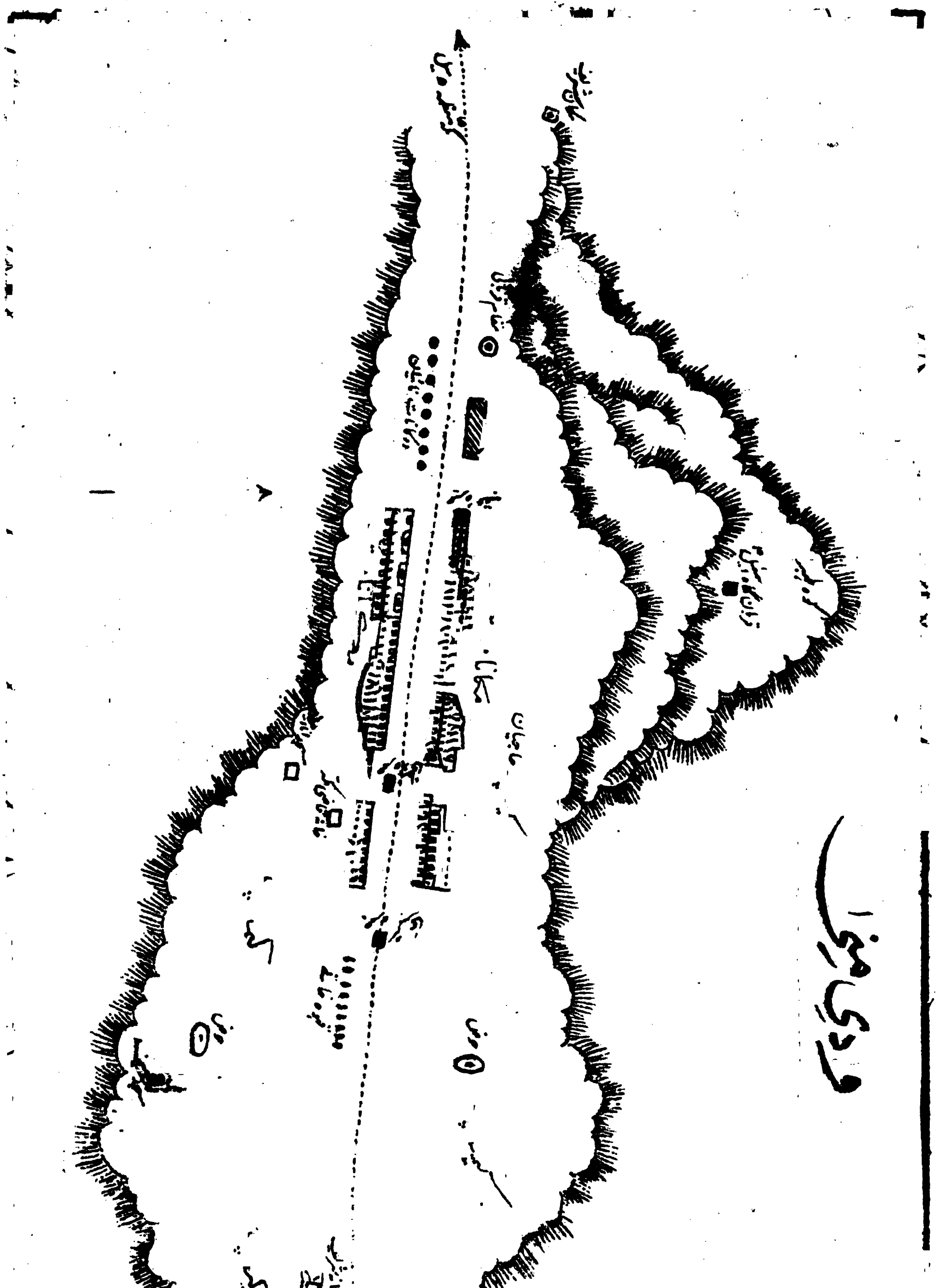
چھاگل میں بھی بھر لیا اور بچے کو دودھ پلایا۔ جبرئیل نے چلتے چلتے یہ خوش خبری سنائی کہ تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہی لڑکا اور اس کا باپ دونوں مل کر اسی جگہ اللہ کے گھر کی بنا ڈالیں گے۔ یہ بھی روایت ہے کہ ابراہیم کو ہاجرہ سے اس قدر اُنس اور شغف تھا کہ روزانہ ملکِ شام سے بُراق کی سواری پر حجرہ کے پاس آیا کرتے تھے۔ اسمٰعیل کے تولّد ہونے کے چودہ برس کے بعد سارہ کو بھی لڑکا تولّد ہوا جن کا نام اسحٰق رکھا گیا۔

منبر۔ خلفائے راشدین کے زمانہ میں حطیم میں کھڑے رہ کر خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ امیر معاویہؓ کے زمانہ میں منبر کا استعمال شروع ہوا اور سلطان سلیمان خان نے مقامِ ابراہیم کے پہلو میں شمال کی جانب تیرہ زینے والا ایک منبر تعمیر کروایا جس پر سنگِ مرمر کا فرش ہے اور اس کے اوپر مخروطی گنبد ہے۔

عَرَفہ عرف سے مشتق ہے جس کے معنی پہچاننے کے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس مقام کو پہچانا تھا اور آدم اور حوا علیہما السلام جنت سے نازل ہونے کے بعد اس مقام پر ملے تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ آدم ہند میں اور حوا جدہ پر نازل ہوئے تھے اور پھر دونوں عرفہ کے مقام پر ملے تھے۔ محبّ طبری نے لکھا ہے کہ آیت (وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ) کا تعلق اسی مقام سے ہے۔ یہی مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ عالم سے پیشتر آدم اور آدم کی ذریت سے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کا سوال کیا تھا۔ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں تو جواب ملا۔ بَلٰی' ہاں۔ اس کو عرفات بھی کہتے ہیں جو عرفہ کی جمع ہے۔ یہاں کی چپہ چپہ زمین عرفہ ہے تو جملہ سرزمین کو عرفات بھی کہہ سکتے ہیں۔ نصف دائرہ کی شکل میں پہاڑیوں کا [illegible] مغرب سے شمال و شمال سے مشرق کی جانب گیا ہے اس کے درمیان اور اس کے جنوب میں عرفات کا میدان دس مربع میل ہے جو حج کے زمانہ میں حاجیوں کے خیموں سے پٹا ہوا ہوتا ہے۔ مکہ کے مشرق میں سات میل کے فاصلہ پر عرفات واقع ہے۔ شمال کی پہاڑی میں جبل رحمہ واقع ہے۔ اسی پر مقام آدمؑ اور مقام دعائے نبیؐ اور منبر ہے۔ اس میدان کے آغاز میں مکہ کی جانب دو ستون علمین ہیں جو حرمِ مکہ کی حد کی علامت کے لیے ہیں۔ اس کے ذرا آگے مسجدِ نمرہ ہے۔ عرفات کے میدان کی شمالی پہاڑیوں کے دامن سے نہرِ زبیدہ بہتی ہے اور اس میدان میں متعدد بڑے بڑے حوض تعمیر کیے گئے ہیں جن کو حج کے زمانہ میں نہر کے پانی سے بھر دیا جاتا ہے اور یہاں سے پانی استعمال کے لیے لے جاتے ہیں۔ اس میدان میں رہائشی پختہ عمارتیں نہیں ہیں۔ جبلِ عرفات پر سفید چادروں کے ایک سے لباس میں برہنہ پا' برہنہ سر حاجیوں کا جمع ہونا اور بارگاہِ ربّ العزت میں عجز و انکسار کے ساتھ مغفرت کی دعا کرنا اور ذکرِ الٰہی میں مصروف رہنا آنے والی قیامت کا چھوٹا سا منظر پیش کرتا ہے۔

منیٰ ایک مقام ہے جو مکہ سے پانچ میل کے فاصلہ پر ایک وادی کے درمیان واقع ہے جو مغرب سے مشرق کی طرف جاتی ہے۔ اس وادی کے شمال اور جنوب میں پہاڑیوں کا متوازی سلسلہ ہے۔ راستے کی دونوں جانب [illegible] منزلہ




وادی منیٰ

مکۂ مکرمہ کی حد تک مقرر رہے۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ ہر سال کم سے کم چھ لاکھ افراد حج کریں گے۔ اگر تعداد میں کمی ہوگی تو ملائکہ اس کی تکمیل کریں گے۔

احکامِ حج۔ حج فرضِ عین ہے جیسا کہ حجِ اسلام، فرضِ کفایہ ہے احیائے کعبہ کے لیے ہر سال، مندوب ہے جیسا کہ بچوں اور غلاموں کا حج، حرام ہے جبکہ حج سے ضرر متحقق ہو یا ضرر کا ظن غالب ہو، مکروہ ہے جبکہ ضرر کا صرف خوف یا شک ہو۔

فضائلِ حج۔ حج سے صغیرہ اور کبیرہ گناہیں اور اُن کے ضمنی گناہ بخشے جاتے ہیں بشرطیکہ حج میں یا حج کے بعد اور حج کے مستقل ارادے کے ساتھ ادائی پر قادر ہونے سے قبل فوت ہو جائے۔ ضمنی گناہوں سے مراد وہ گناہ ہیں جو آدمیوں کے تعلق سے عمل میں آئے ہیں۔ رحمانی نے لکھا ہے کہ وہی کبایر اور صغایر گناہ بخشے جاتے ہیں جن کا تعلق امورِ اُخروی سے ہے۔ حدیث۔ مَنْ جَاءَ حَاجًّا يُرِيْدُ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُشَفَّعُ فِيْمَنْ دَعَا لَهُ۔ جو شخص حج کے لیے آیا خالص اللہ کے لیے تو اُس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخشے گئے اور وہ جس کے لیے دعا کرے قبول ہوتی ہے۔ حدیث۔ مَنْ قَضٰى نُسُكَهٗ وَسَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ۔ جس نے حج کے مناسک ادا کیے اور لوگ اُس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہے تو اُس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخشے گئے۔ حاجی کے لیے مندوب ہے کہ دوسروں کے لیے مغفرت کی دعا کرے اگرچہ اُس سے نہ کہا گیا ہو۔ غیر حاجی کے لیے مندوب ہے کہ حاجی سے دُعا کی درخواست کرے۔ غریق۔ جو شخص جہاد کی حالت میں سمندر میں غرق ہو کر فوت ہوا اسکے گناہ صغیرہ و کبیرہ معہ ضمنیات کے بخشے جاتے ہیں۔

عُمرہ کے معنی زیارت کے ہیں اور شرع میں عبادت کی غرض سے بیت اللہ شریف کی زیارت کو عُمرہ کہتے ہیں۔ حج اور عُمرہ میں یہ فرق ہے کہ حج میں عرفہ کا وُقوف ایک رُکن ہے جو عُمرہ میں نہیں ہے۔ اصح قول یہ ہے کہ عُمرہ فرض ہے۔ آیت۔ (۲/۸)۔ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ۔ حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورے کرو۔ اس آیت کی رُو سے دونوں اُمور یکساں فرض ہیں بعض کا قول ہے کہ جس طرح وضو غسل میں داخل ہے اسی طرح عمرہ حج میں داخل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے ہر نماز کے لیے غسل واجب تھا اور بعد ازاں غسل کے عوض وضو کے لیے حکم دیا گیا اس لیے غسل کے بعد وضو کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

مراتبِ حج و عُمرہ پانچ ہیں صحتِ مطلقہ کے لیے اسلام کی شرط ہے مباشرت ہو یا نہ ہو مکلف کی بھی قید نہیں ہے مال کا ولی بچے کی جانب سے احرام کرے اور اسی طرح مجنون کی جانب سے بھی۔ اَحْرَمْتُ عَنْ هٰذَا اَوْ عَنْ فُلَانٍ۔ البتہ بے ہوش شخص کی نسبت بے ہوش شخص ہی کے احرام کی نیت کرے۔ ولی اپنا احرام پہلے یا بعد بھی کر سکتا ہے۔ ولی بچے کے ساتھ طواف کرے اور اُس کی طرف سے دو رکعتیں پڑھے، اُس کے ساتھ سعی کرے، پھینکنے کے لیے اس کو کنکریاں دے اور اگر نہ پھینک سکے تو خود ولی اس کی طرف سے بھی کنکریاں پھینکے ولی پہلے اپنے

چہار منزلہ مکانات حاجیوں کی رہایش کے لیے تعمیر کیے گئے ہیں۔ ان عمارات کے علاوہ سارا میدان خیموں سے پٹا ہوا رہتا ہے۔ مکّہ سے آتے ہوئے پہلے جمرۂ عقبہ اور پھر وسطیٰ اور اس کے بعد کبریٰ ملتا ہے اور اس کے بعد داہنے ہاتھ کی جانب **مسجدِ خیف** کی عمارت ہے۔ پانی کے ذخیرے کے لیے متعدد حوض بنے ہوئے ہیں۔

مُزدَلِفہ ایک کھلے ہوئے میدان کا نام ہے جہاں رہایش کے لیے کوئی عمارت نہیں ہے۔ اس مقام پر ایک مسجد ہے جس کو **مشعر الحرام** کہتے ہیں۔

حَج حا کے زبر اور زیر دونوں کے ساتھ قرائتِ سبعہ میں پڑھا جاتا ہے۔ حج کے معنی مطلق قصد اور ارادے کے ہیں، عبادت کے لیے یا دوسرے کاموں کے لیے، جیسا کہ کھانا پینا وغیرہ۔ بعض کا قول ہے کہ حج صرف کسی بزرگ کام کے ارادے کو کہتے ہیں۔ شرع میں عبادت کی غرض سے بیت اللہ شریف کا قصد کرنے کو حج کہتے ہیں۔ آیت۔ (۳: ۹۷)۔ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا۔ حج قدیم شریعتوں سے جاری ہے۔ سب سے پہلے آدمؑ نے بیت اللہ شریف کا حج کیا۔ آپ نے چالیس مرتبہ ہندوستان سے پیادہ حج کیا۔ دوسرے سب نبیوں نے بھی حج کیا مگر بعض کا قول ہے کہ نوح اور صالح علیہما السلام کو حج کا موقع نہیں ملا۔ مناسکِ حج کے ادا کرنے کے لیے جو خاص طریقے بتائے گئے ہیں وہ اس امت کی خصوصیات میں سے ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ ہجرت کے چھٹے سال حج فرض کیا گیا اور بعض نے کہا ہے کہ پانچویں سال۔ جملہ عبادتیں ہجرت کے بعد شریعت میں داخل ہوئیں سوائے نماز کے۔ شریعت میں حج صرف ایک مرتبہ فرض ہے اس لیے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حج کی فرضیت کا حکم ہونے کے بعد صرف ایک مرتبہ حج کیا تھا جس کو **حَجَّۃُ الوداع، حَجَّۃُ البلاغ** اور **حَجَّۃُ الاسلام** بھی کہتے ہیں اس لیے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس حج میں مکّہ کے لوگوں کو رخصت کیا اور اس کے بعد پھر حج نہیں کیا۔ اس حج میں آپ نے حلال اور حرام کی تفصیل بیان کی اور آخر میں فرمایا۔ هَلْ بَلَّغْتُ۔ کیا میں نے پہنچا دیا تو سبھوں نے جواب دیا ہاں۔ یہ واقعہ ہجرت کے دسویں سال کا ہے۔ مسلم نے روایت کی ہے کہ اس موقع پر صحابہ نے استفسار کیا اَحَجُّنَا هٰذَا لِعَامِنَا اَمْ لِلْاَبَدِ کیا ہمارا یہ حج اس سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے تو آپ نے فرمایا بَلْ لِلْاَبَدِ بلکہ ہمیشہ کے لیے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا۔ مَنْ حَجَّ حَجَّةً فَقَدْ اَدّٰی فَرِیْضَتَهٗ وَمَنْ حَجَّ ثَانِیَةً فَقَدْ دَایَنَ رَبَّهٗ وَمَنْ حَجَّ ثَلَاثَ حِجَجٍ حَرَّمَ اللّٰهُ شَعْرَهٗ وَبَشَرَهٗ عَلَی النَّارِ۔ جس نے ایک حج کیا تو اس نے فرض ادا کیا، جس نے دوسرا حج کیا تو اللہ تعالیٰ کو قرض دیا اور جس نے تیسرا حج کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بال اور جلد پر (دوزخ کی) آگ حرام کر دی۔ حج دین کا جزو اور رکن ہے۔ حج کے انکار سے کفر لازم آتا ہے۔ اسلام کے ارکان تین نوعیت کے ہیں بعض محض بدنی ہیں جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ شہادتین، نماز اور روزہ۔ بعض محض مالی ہیں جیسا کہ زکات اور بعض بدنی اور مالی دونوں پر شامل ہیں جیسا کہ حج۔ حج کے جملہ اعمال **تعبُّدی** ہیں جس کی غرض، غایت اور علت ظاہر نہیں ہے۔ حج کی عبادت افضلُ البلاد

التقویٰ۔ اور خرچ راہ لیا کرو اس لیے کہ خرچ میں (گداگری سے) بچا رہنا بہتر ہے۔ یہاں تقویٰ سے مراد بھیک مانگنے کی ذلت سے احتراز کرنے کے ہیں۔ سواری کی شرط اُس صورت میں قایم ہوگی جبکہ مکہ کی مسافت دو منزل کے موافق یا اس سے زیادہ ہو۔ اُن اشخاص کے لیے جن کی سکونت مکہ کے قریب ہو سواری کی شرط نہیں ہے۔ قُربت کا معیار یہ ہے کہ مسافت دو منزل سے کم ہو۔ راستے میں پانی اور مویشی کے لیے چارے کی موجودگی کی بھی شرط ہے۔ یہ بھی شرط ہے کہ یہ چیزیں **قیمتِ مثل** پر مل سکیں۔ قیمتِ مثل سے مراد وہ قیمت ہے جو اس زمانے اور اس ملک میں رائج ہے۔ **فاضل**۔ یہ بھی شرط ہے کہ اس کی مالی حالت قرض کے بارے فاضل ہو اور زمانۂ سفرِ حج میں متعلقین کے نفقہ سکونت اور خدمت کے مصارف برداشت کر سکے۔ سپاہی کے لیے سواری اور آلاتِ حرب سے فاضل ہونے کی شرط ہے۔ پیشہ ور کے لیے آلاتِ صنعتی اور کسان کے لیے آلاتِ کشاورزی سے فاضل ہونے کی شرط ہے۔ ان اشیاء کی قیمت سے سامانِ سفر کی فراہمی واجب نہیں ہے۔ تجارتی مال اور اراضی کی قیمت استطاعت میں داخل ہے اس کو مصارفِ حج میں صرف کرے۔ قرض میں میعادی اور غیر میعادی اور قرضِ حسنہ شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حقوقِ مالی، کفارہ اور زکات بھی قرض میں داخل ہیں متعلقین میں زوجہ، فروع یعنی اولاد، اور اُصول یعنی ماں باپ دادا بھی شامل ہیں۔ مکہ کے قیام کا زمانہ بھی سفر میں شمار ہوگا۔ **راستہ پُر امن ہو**۔ امن کی توقع ہو اور خطرہ کا احتمال نہ ہو۔ اگر سفر میں ذات مال یا اسباب کو مضرت پہنچنے کا خوف ہو تو اس پر حج واجب نہیں ہے۔ راستے میں ٹھہرنے کے مقامات پر پانی وغیرہ کی کہیں ہونا بھی مشروط ہے۔ **امکانِ سفر**۔ وقت اتنا ہو کہ سفر طے کر سکے۔ اس میں وہ وقت بھی شامل ہے جو سامانِ سفر اور سواری کی تیاری کے لیے درکار ہے۔

ارکان

ارکانِ حج چھ ہیں۔ نیتِ احرام۔ وقوفِ عرفہ، طواف، سعی اور حلق یا تقصیر اور ترتیبِ معظم ارکان۔ **رُکن شیٔ کا** جُز ہے اور اُس کی ماہیت میں داخل ہے بخلاف **شرط** کے جو ماہیت سے خارج اور اس سے پہلے واقع ہوتی ہے۔ ابوشجاع نے اپنے متن میں نیتِ، وقوفِ عرفہ، طواف اور سعی کے چار ارکان درج کیے ہیں حلق یا تقصیر کو واجبات میں شمار کیا ہے اور ترتیبِ ارکان کو ترک کیا ہے۔ مگر چونکہ حلق یا تقصیر ایسے مناسک سے ہیں جن پر تحلّل موقوف ہے اور جن کا جبر دم سے نہیں ہو سکتا اس لیے راجح قول یہ ہے کہ ارکانِ حج میں حلق یا تقصیر داخل ہیں۔ ارکانِ حج میں ترتیب اس طرح لازم ہے کہ جملہ ارکان کے پہلے اِحرام کی نیت، طواف اور حلق یا تقصیر کے پہلے وقوف اور سعی کے پہلے طواف پر عمل کرنا چاہیے۔ اس لیے حج میں ترتیب بھی ایک رکن اُسی طرح ہے جس طرح ارکانِ نماز میں ترتیب ایک رکن ہے۔

نیتِ اِحرام۔ اِحرام حج کے منا سک میں داخل ہونے اور اس کے شروع کرنے کو کہتے ہیں۔ اس کو احرام اس لیے

مناسکِ حج بجالائے اور اس کے بعد غیر ممیز بچے کی جانب سے۔ ممیز بچہ طواف کرے اور طواف کی دو رکعتیں ادا کرے، سعی کرے اور کنکریاں پھینکے اور اس کا ثواب اس کو ملے گا۔ بچہ جو خود عبادت بجالائے یا اس کی طرف سے دوسرا شخص انجام دے اس کا ثواب پائے گا۔ اجماع اس پر ہے کہ بچے کے نام پر گناہ نہیں لکھے جاتے۔ صحتِ مباشرت کے لیے اسلام اور تمیز دونوں کی شرط ہے جیسا کہ دوسری عبادتوں میں۔ ممیز اپنے ولی، باپ، دادا پھر وصی اور پھر حاکم کی اجازت سے احرام کرے۔ صحتِ نذر کے لیے اسلام، تمیز اور بلوغ کی شرط ہے۔ حریت کی قید نہیں ہے، غلام بھی حج کی نذر کر سکتا ہے وقوعِ فرضِ اسلام کے لیے اسلام، تمیز، بلوغ اور حریت کی شرط ہے اور استطاعت کی قید نہیں ہے۔ فقیر کا حج، حجِ اسلام ہو سکتا ہے اگرچہ کہ عدمِ استطاعت کی وجہ سے سفر میں ضرر پہنچنے کا خوف ہو اور ایسا سفر اس کے لیے حرام ہو اس لیے کہ فقیر کا حال مکلف ہے بخلاف بچے اور غلام کے حدیث۔ اَیُّمَا صَبِیٍّ حَجَّ ثُمَّ بَلَغَ فَعَلَیْهِ حَجَّةٌ اُخْرٰی وَ اَیُّمَا عَبْدٍ حَجَّ ثُمَّ عَتَقَ فَعَلَیْهِ حَجَّةٌ اُخْرٰی۔ جو لڑکا حج کیا اور بالغ ہوا اس پر دوسرا حج ہے اور جو غلام حج کیا اور پھر آزاد ہوا پس اس پر بھی دوسرا حج ہے۔ یہی حکم لڑکی اور کنیز کے لیے بھی ہے۔ وجوب کے لیے اسلام، تمیز، بلوغ، آزادی اور استطاعت کی شرط ہے اور مصنفِ متن نے صرف اسی آخری مرتبہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

شرایطِ وجوب

شرایطِ وجوبِ حج و عمرہ پانچ ہیں۔ اسلام، بلوغ، عقل، حریت اور استطاعت۔ ان پانچوں شرایط کے پائے جانے پر حج اور عمرہ واجب ہوتے ہیں۔ اگر کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو تو واجب نہیں ہوتے۔ **شرط** شئی کی ماہیت سے خارج ہے اور اس سے پہلے اس کا واقع ہونا ضروری ہے بخلاف **رکن** کے جو شئی کا جز ہوا اور اس کی ماہیت میں داخل ہے اور اس کے ساتھ واقع ہوتا ہے۔ زادِ راہ، سواری، راستے کا امن اور سفر کا امکان، استطاعت کی شروط ہیں نہ کہ وجوبِ حج کی جیسا کہ مصنف نے اپنے متن میں تحریر کیا ہے۔ خطیب اور ابنِ قاسم اور بیجوری نے ان امور کو شرایطِ استطاعت میں درج کیا ہے اور ہم نے ان کی تقلید کی ہے۔ **اسلام**۔ کافرِ اصلی پر حج واجب نہیں ہے **بلوغ**۔ بچہ مکلف نہیں ہے اس لیے اس پر حج واجب نہیں ہے۔ بچے کا حج نفل ہے اس لیے حج میں بچے کو نفل کا ثواب ملے گا۔ **عقل**۔ مجنون مکلف نہیں ہے اس لیے اس پر حج واجب نہیں ہے جیسا کہ بچے پر۔ **حریت**۔ غلام پر حج واجب نہیں ہے اس لیے کہ مالک کو اس کی خدمات سے استفادہ کرنے کا استحقاق ہے اور حج کی وجہ سے مالک کی منفعت میں خلل واقع ہوتا ہے۔ **استطاعت** کی پانچ شرایط ہیں۔ زادِ راہ، سامانِ سفر اور سواری کا مہیا ہونا اور راستے کا امن اور سفر کا امکان۔ یہ جملہ امور آمد و رفت کے دونوں سفروں سے متعلق ہیں۔ اگر یہ چیزیں موجود نہ ہوں اور بھیک مانگ کر سفر کا ارادہ کرے تو مکروہ ہے۔ آیت۔ (۲/۱۹۷)۔ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ

باب السلام سے داخل ہو اور طوافِ قدوم سے شروع کرے بشرطیکہ اقامتِ جماعت کا عذر نہ ہو۔ تجارت یا زیارت کے لیے بھی حرم میں داخل ہو تو طوافِ قدوم مسنون ہے جس طرح مسجد کے لیے تحیۃ المسجد ہے اسی طرح بیت اللہ کے لیے طواف تحیۃ الحرم ہے۔ تحیۃ الحرم کا ترک کرنا مکروہ ہے۔ احرام کی حالت میں کثرت سے تلبیہ کہنا مسنون ہے اور خاص حالات کی تبدیلی کے وقت، اوپر چڑھتے ہوئے، نیچے اترتے ہوئے، سواری کے وقت، رات ہوتے اور دن نکلتے وقت، مرد بلند آواز میں اور عورت پست آواز میں تلبیہ کہے۔

وقوفِ عرفہ سے مراد مقامِ عرفہ پر عرفہ یعنی نویں ذی حجۃ کے روز، سورج کے زوال کے بعد کم سے کم ایک لحظہ حاضری ہے۔ وقوف کی مدت یومِ نحر یعنی دسویں ذی حجۃ کی فجر ہونے کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔ عرفہ کے وقوف کے لیے غسل مسنون ہے اور غسل کا وقت فجر سے ہے مگر وقوف سے قریب تر زمانے میں غسل افضل ہے جیسا کہ جمعہ کی نماز کو جانے سے قریب تر زمانے میں غسل افضل ہے۔ مسنون ہے کہ عرفہ کے دن کو آئندہ رات کے ساتھ ملائے اور سورج کے غروب ہونے تک توقف کرے۔ اگر غروب سے پیشتر اس مقام سے روانہ ہو جائے تو قربانی دینا مسنون ہے۔ قربانی کی تفصیل آئندہ آئے گی۔ عرفہ کی سرزمین کے کسی حصہ پر بھی وقوف کرنا کافی ہے۔ فضا میں اڑ کر کافی نہیں ہے وقوف کے وقت عبادت کی اہلیت کی قید ہے۔ بے ہوش، مجنون یا نشے میں نہ ہو، اس لیے کہ ان حالات میں انسان عبادت کا اہل نہیں ہے اس رکن کو اتنی فضیلت ہے کہ یہ تنہا حج کے مساوی ہے۔ حدیث۔ اَلْحَجُّ عَرَفَةُ۔

جمعہ اگر عرفہ کے دن جمعہ واقع ہو تو اور بھی فضیلت ہے۔ حدیث۔ اَفْضَلُ الْاَیَّامِ یَوْمُ عَرَفَةَ وَاِذَا وَافَقَ یَوْمَ جُمُعَةٍ فَهُوَ اَفْضَلُ مِنْ سَبْعِیْنَ حَجَّةً فِیْ غَیْرِ یَوْمِ الْجُمُعَةِ۔ سب دنوں میں افضل عرفہ کا دن ہے اور جب وہ جمعہ کے دن واقع ہو تو وہ ستر دفعہ کے حج سے جو غیر جمعہ میں واقع ہو افضل ہے۔ حدیث۔ اِذَا كَانَ یَوْمُ جُمُعَةٍ غَفَرَ اللّٰهُ لِجَمِیْعِ اَهْلِ الْمَوْقِفِ۔ جب عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اللہ تعالیٰ تمام وقوف کرنے والوں کو بخش دے گا جس طرح کسی عمل کو مکان سے شرف ہے اسی طرح زمانے سے بھی شرف ہے اور جمعہ ہفتے کے سات دنوں میں افضل ہے۔ جمعہ کے دن ایک وقت ایسا ہے جبکہ بندۂ مسلم اللہ تعالیٰ سے جو چیز مانگتا ہے اس کو ملتی ہے۔ وہ وقت، جمعہ کے خطبہ کے لیے، امام کے منبر پر آنے سے شروع ہوتا ہے اور نماز کے ختم ہونے پر ختم ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں جمعہ کے دن عرفہ میں وقوف کیے تھے۔

دعاءِ عرفہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یومِ عرفہ کی دعا سب سے افضل ہے اور آپ نے اور دوسرے نبیوں نے جو دعا مانگی تھی اس کے الفاظ یہ ہیں۔ حدیث ترمذی۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے وہ تنہا ہے اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں حکومت اس کی ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ بیہقی کی

کہا گیا کہ احرام کے ساتھ حرم میں داخل ہوتے ہیں یا یہ کہ احرام کی وجہ سے بہت سے امور حرام ہو جاتے ہیں جن کی تفصیل آئندہ بیان کی جائے گی نیت۔ حج کی رُکن ہے۔ حدیث۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ **الفاظِ نیت**۔ نَوَیْتُ الْحَجَّ اَوِ الْعُمْرَۃَ وَ اَحْرَمْتُ بِہٖ اَوْ بِھِمَا لِلّٰہِ تَعَالٰی۔ حج اور عمرہ دوسرے کی جانب سے نیابۃً ادا کرنا مقصود ہو تو کہے۔ نَوَیْتُ الْحَجَّ اَوِ الْعُمْرَۃَ عَنْ فُلَانٍ وَاَحْرَمْتُ بِہٖ اَوْ بِھِمَا لِلّٰہِ تَعَالٰی۔ احرام میں حج یا عمرہ یا دونوں کے تعین کے ساتھ نیت کرے۔ اگر نیت کو مطلق چھوڑ دے اور کہے۔ نَوَیْتُ الْاِحْرَامَ اور یہ نیت حج کے مہینوں یعنی شوال، ذیقعدہ یا ذی حجہ میں واقع ہو تو حج اور عمرہ میں سے جس پر چاہے ارادہ کر کے عمل کرے یا دونوں پر عمل کرے! اگر حج کا زمانہ نہ ہو تو عمرہ کے ارادے سے عمل کرے۔ دیگر ائمہ کے پاس شوال سے پیشتر بھی حج کے لیے احرام باندھا جا سکتا ہے۔ افضل یہ ہے کہ راستہ چلنے کے لیے متوجہ ہو کر احرام کرے۔ **نماز**۔ احرام کے لیے غیر وقتِ کراہت، دو رکعت نماز پڑھنا مسنون ہے۔ **غسل**۔ احرام کے لیے غسل مسنون ہے اگرچہ عورت حیض کی حالت میں ہو۔ غسل مسنون ہے مکہ میں داخل ہوتے وقت، وقوفِ عرفہ کے وقت، عید کے روز اور کنکریاں مارنے کے لیے ایامِ تشریق میں زوال کے بعد اگر غسل سے عاجز ہو تو تیمم کرے۔ **تطییب**۔ بدن کو خوشبو لگائے۔ چادر وغیرہ کو خوشبو لگانا مسنون نہیں ہے۔ **تبدیلِ لباس**۔ احرام کے وقت مرد کو چاہیے کہ سِلے ہوئے یا بُنے ہوئے کپڑے، ٹوپی، خف اور جوتے وغیرہ اُتار دے اور بطورِ وجوب تہمد باندھے اور چادر اوڑھے اور یہ دونوں سفید اور جدید ہوں تو مندوب ہے ورنہ پاک و صاف ہوں۔ نووی نے اس عمل کو مستحب ظاہر کیا تھا مگر بیجوری کا قول وجوب کی نسبت ہے۔ تہمد (ازار) سے مراد وہ پارچہ ہے جس سے ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ڈھانپا جائے۔ چادر وہ ہے جو بدن کے بالائی حصہ پر اوڑھی جائے۔ رنگین کپڑے کا استعمال مکروہ ہے۔ **حِنّاء**۔ عورت ہاتھوں کو پونچوں تک مہندی لگائے۔ **تلبیہ**۔ نیت کے ساتھ تلبیہ کے الفاظ زبان سے کہنا مسنون ہے۔ نَوَیْتُ الْحَجَّ وَ اَحْرَمْتُ بِہٖ لِلّٰہِ تَعَالٰی۔ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ الخ۔ طواف اور سعی میں تلبیہ مسنون نہیں ہے اس لیے کہ طواف اور سعی کے لیے خاص ذکر اور دعائیں مقرر ہیں۔

افضل یہ ہے کہ عرفہ میں وقوف سے پیشتر مکے میں داخل ہو اور جب بیت اللہ نظر آئے تو یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفًا وَّ تَعْظِیْمًا وَّ تَکْرِیْمًا وَّ مَھَابَۃً وَّ زِدْ مَنْ شَرَّفَہٗ وَکَرَّمَہٗ مِمَّنْ حَجَّہٗ اَوِ اعْتَمَرَہٗ تَشْرِیْفًا وَّ تَکْرِیْمًا وَّ تَعْظِیْمًا وَّ بِرًّا۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ فَحَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ۔ یا اللہ اس گھر کی شرف، عظمت، کرامت اور شان و شوکت کو زیادہ کر اور جس نے حج یا عمرہ کر کے اس کی تعظیم و تکریم کی اس کی شرف، بزرگی، عظمت اور نیکی کو زیادہ کر۔ یا اللہ تو سلامتی ہی سلامتی ہے اور سلامتی تیری طرف سے ہے۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو سلامتی عطا فرما۔ مکہ میں ثنیۂ کَداء سے داخل ہو اور ثنیۂ کُداء سے خارج ہو۔ ثنیۃ تنگ پہاڑی راستے کو اور کَداء بلند اور کُداء پست مقام کو کہتے ہیں مسجد حرام میں

عبادتوں میں۔ نَوَیْتُ طَوَافَ الْفَرْضِ اَدَاءً لِلّٰہِ تَعَالٰی۔ طواف کی نیت کے ساتھ تلبیہ مسنون نہیں ہے۔
عدمِ صارف۔ طواف کرتے ہوئے کسی اور غرض کے لیے نہ چلے ورنہ طواف منقطع ہوگا۔ سترؔ۔ طواف میں سترِ عورت واجب ہے
عورت اُس حصۂ بدن کو کہتے ہیں جس کو ڈھانپنے کے لیے حکم ہے۔ طہارت۔ طواف میں حدثِ اصغر، اکبر اور نجاست سے
طہارت واجب ہے جیسا کہ نماز میں۔ حدیث۔ اَلطَّوَافُ بِالْبَیْتِ صَلٰوۃٌ۔ بیت اللہ کا طواف بھی نماز ہے مگر
فرق یہ ہے کہ بات کرنا، چلنا، بیت اللہ کو بازو رکھنا اور تین حرکت پے درپے کرنا جو طواف میں جائز ہیں نماز میں جائز
نہیں۔ عورت حیض کی حالت میں طواف نہیں کر سکتی جبتک کہ پاک نہ ہو۔ اگر قافلہ کوچ کرے اور عورت پیچھے نہ ٹھہر سکے
تو بغیر طواف کے چلی جائے۔ طواف اس کے ذمے باقی رہے گا البتہ محرماتِ احرام اس پر حرام نہ ہوں گے۔ جب کبھی قدرت
پائے طواف کرے گی اگرچہ کئی سال گزر جائیں۔ ارکانِ حج میں سے صرف طواف ایسا رکن ہے جس کے لیے طہارت مشروط
ہے ورنہ بقیہ ارکان کی ادائی کیلئے بشمولِ وقوفِ عرفہ، طہارت مشروط نہیں ہے اگر ستر زایل ہو جائے یا وضو ٹوٹ جائے تو
ستر کو برابر کرے اور وضو کی تجدید کرے اور طواف کا سلسلہ جاری کرے اگرچہ فصل طویل ہو جائے بخلاف نماز کے لیکن
از سرِ نو طواف کرنا مسنون ہے تاکہ اِعادہ کے وُجوب کی نسبت جو قول ہے اس کے خلاف نہ ہو۔ مقامِ طواف پر ایسی نجاست
کی موجودگی جس سے احتراز دشوار ہے معاف ہے۔

اقسامِ طواف۔ طواف کی تین قسمیں ہیں، فرض، واجب اور مسنون۔ **طوافِ فرض** حج کا رکن ہے اور سب ارکان
میں افضل ہے اس کو طوافِ **اِفاضہ** بھی کہتے ہیں۔ **طوافِ واجب** کی پھر تین قسمیں ہیں۔ **طوافِ قدوم**،
طوافِ وداع اور **طوافِ نذر**۔ کوئی شخص خواہ کسی غرض کے لیے مکہ میں داخل ہو اُس پر طوافِ قدوم واجب
ہے۔ اسی طرح مکہ سے روانہ ہوتے وقت طوافِ وداع واجب ہے۔ طوافِ قدوم اور طوافِ وداع یہ دونوں طواف مستقل
طور پر واجب ہیں اُس شخص کے لیے جو مکہ میں داخل ہو یا مکہ سے روانہ ہو، مکہ کا باشندہ ہو یا نہ ہو۔ طوافِ وداع کے بعد توشے
یا سواری کی تیاری وغیرہ میں تھوڑی دیر وقت صرف ہو جائے تو مضایقہ نہیں ورنہ زیادہ دیر ہونے کی صورت میں طوافِ وداع
دوبارہ کرنا ہوگا۔ اگر کوئی شخص واپسی کے ارادے سے جائے اور بغیر قیام کے واپس آئے اور سفر قصیر ہو تو اُس کے لیے
طوافِ وداع نہیں ہے۔ طوافِ وداع کے وُجوب کی بنا مسلم کی حدیث یہ ہے۔ لَا یَنْفِرَنَّ اَحَدُکُمْ حَتّٰی
یَکُوْنَ آخِرُ عَھْدِہٖ بِالْبَیْتِ۔ تم سفر پر روانہ نہ ہو جبتک کہ آخری وقت بیت اللہ شریف کے ساتھ (طواف کا)
جو عہد کیا ہے پورا نہ کرو۔ نذر کرنے کے بعد طواف واجب ہو جاتا ہے۔ **طوافِ سنت** کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے
دن رات میں جب موقع ملے طواف کر سکتا ہے، وقتِ کراہت میں بھی طواف کرنا ممنوع نہیں ہے اس لیے کہ مسجدِ حرام میں
ہر وقت نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ طواف میں **حجرِ اسود** کا اِستلام تقبیل اور سجدہ اور رکنِ یمانی کا اِستلام مسنون ہے،
کسی اور رکن کا اِستلام مسنون نہیں ہے۔ **اِستلام** ہاتھ لگانے کو کہتے ہیں اور داہنا ہاتھ لگانا افضل ہے۔ **تقبیل** بوسہ

روایت میں یہ اضافہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ۔ یا اللہ میرے دل میں نور اور بینائی پیدا کر میرے سینہ کو کھول دے اور میرے کام کو آسان کر۔ آدم علیہ السلام کی دعا کے الفاظ یہ ہیں۔ آیت۔ (۷-۲۳)۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ ہمارے پروردگار ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے۔ اگر تو نہ بخشے اور رحم نہ کرے تو ہم گھاٹے میں رہیں گے۔ مرد عرفات کے ٹیلوں کی چٹانوں پر ذکر اذکار میں مصروف ہیں اور عورتیں اور بچے انکے کناروں پر۔

طواف۔ آیت۔ (۲۲-۲۹)۔ وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ۔ اور طواف کرو قدیم مکان کا۔ جملہ ارکان میں طواف افضل ہے پھر وقوف، پھر سعی، پھر حلق۔ نیت تو عبادت کا وسیلہ ہے۔ خانہ کعبہ کے اطراف سات چکر لگانا جسکو **شوط** کہتے ہیں۔ خانہ کعبہ کو بائیں جانب رکھ کر **حجر اسود** سے طواف کی ابتدا کرے۔ اگر حجر اسود سے ابتدا نہ کرے تو چکر کے اس حصہ کو شمار نہ کیا جائے گا جو حجر اسود کو پہنچنے سے پیشتر گزرا ہو۔

واجبات طواف آٹھ ہیں خواہ طواف قدوم، طواف وداع، طواف فرض یا افاضہ یا طواف نذر ہو۔ یہ کہ لیے یہی واجبات ہیں سلیمان بجیرمی نے ان کو شرایط طواف کے نام سے نامزد کیا اور ابراہیم بیجوری نے ان کو واجبات طواف سے موسوم کیا۔ طواف[۱] کے لیے چکروں کی تعداد سات معین کی گئی ہے۔ اگر اس میں کچھ بھی کمی ہو تو طواف نہ ہوگا۔ خانہ[۲] کعبہ کو بائیں جانب رکھ کر منھ کے سامنے چلے۔ اگر کعبہ کی طرف منھ کرکے یا پیٹھ کرکے یا کعبہ کو داہنی جانب کرکے یا بائیں جانب کرکے اُلٹے پاؤں رکن یمانی کی طرف چلے تو طواف صحیح نہ ہوگا۔ اسلام سے قبل مشرکین بیت اللہ کو داہنے جانب رکھ کر طواف کرتے تھے اس کے خلاف مسلمانوں کو بائیں جانب رکھ کر طواف کرنے کے لیے حکم دیا گیا اس کے علاوہ انسان کا دل بھی بائیں جانب ہوتا ہے اور قلب کو کعبہ سے قربت ہوتی ہے۔ منھ کے سامنے چلنا ضروری ہے نہ کہ اُلٹے پاؤں۔ حجر[۳] اسود سے طواف کی ابتدا کرے۔ اگر حجر اسود کے سوائے کسی دوسرے مقام سے طواف شروع کرے تو حجر اسود کو پہنچنے تک کے طواف کا حصہ شمار نہ ہوگا۔ مسجد[۴] کی قید ہے اگرچہ کہ بیت اللہ سے ہٹ ہوا ہو مگر حرم سے خارج نہ ہو۔ مسجد حرام کی فضا میں، اُس کی چھت پر یا بلندی پر بھی طواف ہو سکتا ہے۔ بیت اللہ شریف اور طواف کرنے والے کے درمیان کوئی چیز حایل ہو تو مضایقہ نہیں ہے۔ **حجر اسمٰعیل** اور **شاذروانہ** بھی کعبے میں داخل ہیں اور ان دونوں کو طواف میں گھیر لینا واجب ہے۔ حجر اسمٰعیل نصف دائرہ کی شکل میں کعبہ کے شمال میں واقع ہے اور شاذروانہ بنیاد کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو کعبہ کے اطراف سطح زمین سے ایک فٹ بلند ہے۔ کہا جاتا ہے کہ باب کعبہ یعنی مشرق کی جانب کا شاذروانہ در اصل کعبہ کی بنیاد کا حصہ ہے جو مصارف تعمیر کی گنجایش کی کمی کی وجہ سے ترک کر دیا گیا تھا۔ اس لیے اس کو طواف میں داخل کرنا واجب ہے۔ مگر اس کے علاوہ دوسری سمتوں کے شاذروانہ کا حصہ جو بعد میں تعمیر ہوا ہے بیت اللہ میں داخل نہیں ہے اور اس کا طواف واجب نہیں ہے۔ نیت[۶]۔ طواف کے لیے نیت واجب ہے جیسا کہ دوسری

وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ شروع کرتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے نام سے اور اللہ تعالیٰ سب سے بزرگ ہے اے اللہ! تجھ پر ایمان لاتے ہوئے اور تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے اور تیرے ساتھ کیے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہوئے اور تیرے نبی کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے جو ہمارے سردار محمدؐ ہیں۔

دعاءِ درِ کعبہ۔ کعبہ کے دروازے پر پہنچے تو کہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْبَيْتَ بَيْتُكَ وَالْحَرَمَ حَرَمُكَ وَالْاَمْنَ اَمْنُكَ وَهٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ النَّارِ۔ اے اللہ بے شک یہ تیرا ہی گھر ہے اور یہ تیرا ہی حرم ہے اور یہ تیرا ہی امن ہے اور اسی مقام پر تجھ سے دوزخ سے پناہ مانگی جاتی ہے۔ ھٰذا کہتے وقت مقامِ ابراہیم کی طرف اشارہ کرے۔

دعاءِ رُکنِ عراقی۔ رُکنِ عراقی کے پاس پہنچے تو کہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّكِّ وَالشِّرْكِ وَالشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ۔ اے اللہ بے شک میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں شک اور شرک سے اور اختلاف اور نفاق سے اور بُرے اخلاق اور بُری حالت سے اہل، مال اور اولاد کے۔

دعاءِ میزاب۔ میزاب کے نیچے پہنچنے پر یہ دعا مانگے۔ اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِیْ فِیْ ظِلِّكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّكَ وَاسْقِنِیْ بِكَأْسِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرْبَةً هَنِيْئَةً مَرِيْئَةً لَا اَظْمَأُ بَعْدَهَا اَبَدًا يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ اے اللہ! مجھ کو تیرے (عرش کے) سایہ کے نیچے سایہ دے اُس دن جبکہ تیرے عرش کے سایہ کے سوائے کوئی سایہ نہ ہوگا اور مجھ کو سیراب کر ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالہ سے بہکتے الی اور خوشگوار گھونٹ ایسی کہ اُس کو پینے کے بعد میں کبھی پیاسا نہ ہوں، اے صاحبِ جلالت و کرامت۔

دعاءِ درمیانِ رُکنِ شامی و یمانی۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ پروردگار ہم کو دنیا اور آخرت میں نیکی نصیب کر اور ہم کو دوزخ کی آگ سے بچا۔

نمازِ طواف۔ طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا مسنون ہے۔ یہ نماز مقامِ ابراہیم کے پیچھے پڑھنا اَولیٰ ہے اس کے بعد حطیم میں، پھر مسجد میں، پھر حرم میں۔ پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری میں اخلاص پڑھے۔ رات کے وقت سورج کے طلوع ہونے تک بالجہر پڑھے اور بقیہ اوقات میں اسرار سے۔ طواف کے بعد کسی فرض یا نفل نماز کے پڑھنے سے بھی اِن رکعتوں کی ادائی ہو جاتی ہے۔ حجۃ الوداع میں عمرؓ کے اس سوال پر کہ کیا مقامِ ابراہیم پر نماز نہ پڑھیں۔ اس پر تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا اور یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ ($\frac{1}{15}$ ۴)۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی۔ طواف اور نماز کے بعد حجرِ اسود کو ہاتھ لگانا مسنون ہے۔ دو رکعات ادا کرنے کے بعد سعی کے لیے بابُ الصفا سے باہر نکلے۔

دینے کو کہتے ہیں۔ حجرِ اسود کو اس طرح بوسہ دے کہ آواز نہ سُنائی دے۔ سجدہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ پیشانی لگائے۔
اِستلام تقبیل اور سجدہ کے خاطر مردبیت اللہ سے قربت میں طواف کرے سوائے اس کے کہ ہجوم اس قدر ہو کہ دوسروں کو اذیت پہنچتی ہو۔ ہجوم ہو تو ہاتھ لگائے اور ہاتھ کو بوسہ دے اور یہ نہ ہو سکے تو اشارہ کرکے ہاتھ کو بوسہ دے۔ عورت کے لیے اِستلام تقبیل اور سجدہ مسنون نہیں ہیں سوائے اس کے کہ تخلیہ کی حالت ہو۔ رُکنِ یمانی کا اِستلام مسنون ہے رُکنِ عراقی اور رُکنِ شامی کے لیے کوئی امر مسنون نہیں ہے۔

طوافِ فرض یا اِفاضہ کو دوسرے طوافوں سے امتیاز حاصل ہے اس طواف کے پہلے تین چکروں میں مرد رَمل کرے اور بقیہ چار چکروں میں عادت کے موافق معمولی چال سے چلے! اعتدال کے ساتھ کندھے ہلاتے ہوئے اکڑ کر دوڑنے کو رَمل کہتے ہیں۔ سب چکروں میں اضطباع کرے۔ **اِضطباع** اُس چادر کو جو دونوں کندھوں پر اوڑھی ہوئی ہے اُس کے داہنے کنارے کو داہنی بغل کے نیچے سے اور سینہ پر سے لے کر بائیں کندھے پر اس طرح ڈالنے کو کہتے ہیں کہ داہنا ہاتھ مونڈھے تک پورا کھلا ہو جائے۔ مرد ہو یا عورت پیادہ چلے سوائے اس کے کہ کوئی عذر ہو۔ رَمل اور اِضطباع عورت کے لیے مسنون نہیں ہیں۔

دعاء۔ رَمل میں یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا اَوْ عُمْرَۃً مَّبْرُوْرَۃً وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّ سَعْیًا مَّشْکُوْرًا وَّ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ یَا عَزِیْزُ یَا غَفُوْرُ۔ اے اللہ اس حج یا عمرہ کو مقبول کر۔ گناہوں کو بخش دے اور سعی کو مشکور کر اور تجارت کو تباہ نہ ہونے دے اے بڑی قوت والے اور اے بڑے بخشنے والے۔ بقیہ چار چکروں میں یہ دعا پڑھے۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ ہمارے پروردگار بخش دے اور رحم کر اور درگزر کر جس کو تو جانتا ہے بے شک تو بڑا طاقتور اور بڑا بزرگ ہے۔ اے پروردگار ہم کو دنیا میں اور آخرت میں نیکی دے اور ہم کو دوزخ کی آگ سے بچا۔

مسنوناتِ طواف۔ طواف میں **موالات** مسنون ہے تاکہ اُس قول کے خلاف نہ ہو جس میں موالات واجب ہے۔ موالات پے در پے اور مسلسل بغیر فصل کے عمل کرنے کو کہتے ہیں۔ طواف کے لیے مسجدِ حرام میں **بابُ السّلام** سے داخل ہو کر رُکنِ یمانی کی طرف بڑھے اور جب مقابل میں پہنچے تو رُکنِ یمانی کو ہاتھ لگائے اور داہنا ہاتھ لگانا افضل ہے اور پھر داہنی جانب پلٹے تاکہ بیت اللہ بائیں بازو رہے اور اپنے مُنھ کے سامنے چلے۔ **حجرِ اسود** کے پاس پہنچے تو حجرِ اسود کو ہاتھ لگائے، بوسہ دے اور پیشانی لگائے۔ حجرِ اسود کو ہر مرتبہ ہاتھ لگاتے وقت اور تاکیداً پہلی مرتبہ اس دُعا کا پڑھنا مسنون ہے۔

دعاءِ استلامِ حجرِ اسود۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَتَصْدِیْقًا بِکِتَابِکَ

مسنوناتِ سعی۔ صفا سے پہلے سبز ستون تک عادتی چال میں چلے اور پہلے ستون سے دوسرے ستون تک اپنی پوری قوت سے دوڑے اور دوسرے ستون سے مروہ تک پھر عادتی چال سے چلے اور اسی طرح واپسی کا سفر کرے اور بقیہ سعی اسی طرح کرے۔ دوڑنا صرف مرد کے لیے مسنون ہے عورت کے لیے دوڑنا مسنون نہیں ہے۔ موالات سعی میں مسنون ہے۔ ایک سعی کے ساتھ ہی دوسری اور تیسری سعی اور اسی طرح جملہ سات سعی کرے۔ طواف اور سعی کے درمیان بھی موالات مسنون ہے۔ طواف کے بعد ہی سعی کرے۔ موالات کے معنی پے درپے اور مسلسل بغیر کسی وقفہ کے عمل کرنے کے ہیں۔ ستر اور طہارت مسنون اور افضل ہے مشروط نہیں ہے جیسا کہ طواف کے لیے۔ سعی میں تلبیہ مسنون نہیں ہے اس لیے کہ سعی کے لیے علیحدہ دعا مقرر ہے۔

دعاءِ سعی اس دعا کا سعی میں پڑھنا مسنون ہے۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ

پروردگار بخش دے اور رحم کر اور درگزر کر اس چیز سے جو تو جانتا ہے بیشک

اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَبْرُوْرًا وَّعُمْرَةً مَّبْرُوْرَةً وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّسَعْيًا مَّشْكُوْرًا

تو سب سے زیادہ عزیز اور بزرگ ہے۔ الٰہی تو اس کو بنا حج مقبول اور عمرہ مقبول اور گناہ بخشی ہوئی اور سعی مشکور

وَّتِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ يَا عَزِيْزُ يَا غَفُوْرُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

اور ایسی تجارت بنا جو کبھی تباہ نہیں ہوتی اے عزیز اور اے بخشنے والے۔ اللہ تعالیٰ سب سے بزرگ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے شکر

اَللّٰهُ اَكْبَرُ عَلٰى مَا هَدَانَا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا اَوْلَانَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ

اللہ تعالیٰ سب سے بزرگ ہے اس پر جو اس نے ہم کو ہدایت کی اور شکر ہے اللہ تعالیٰ کا اس چیز پر جس چیز کا ہم کو مالک کیا۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے وہ تنہا ہے کوئی اس کا شریک نہیں

لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ

اسی کیلئے ہے حکومت اور اسی کیلئے ہے سب تعریف اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ وہ تنہا ہے۔

صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَاَعَزَّ جُنْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

اس کا وعدہ سچا ہوا اللہ نے مدد کیا اپنے بندے کی اور غالب کیا اپنے لشکر کو اور تنہا شکست دی اس نے جماعتوں کو۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے

وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ۔

نہیں عبادت کرتے ہم سوائے اس کے خالص اس کے دین کیلئے اگرچہ کہ کافروں کو برا لگے۔

ذکر اور دعا کو تین تین بار بولے۔ پیادہ یا سواری پر بھی سواری کر سکتا ہے۔

حلق یا تقصیر آیت۔ ($\frac{26}{12}$ ۱)۔ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ۔ سر مونڈھے ہوئے اور (بالوں کو) چھوٹے کیے ہوئے

حلق سر سے بال مونڈھنے اور تقصیر بال کاٹنے کو کہتے ہیں۔ وہ بال جو سر سے لٹکے ہوئے اور پراگندہ ہوں ان کی حلق یا تقصیر بھی کافی ہے بخلاف وضو کے لیکن سر کے بال ہونا لازم ہے۔ مگر سوائے ٹھوڑی وغیرہ کے بالوں کے نکالنے سے اس رکن کی تکمیل نہیں ہوتی۔ مرد کے لیے حلق افضل ہے گر ندی کی ہو تو سر مونڈھنا ہی واجب ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰهُمَّ

سعیؔ کے معنی دوڑنے کے ہیں۔ مگر یہاں محض چلنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ صفا اور مروہ کے درمیان ساتؔ مرتبہ سعی کرنا ارکانِ حج میں داخل ہے۔ دار قطنی نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اسْعَوْا فَاِنَّ السَّعْیَ قَدْ کُتِبَ عَلَیْکُمْ۔ اے لوگو! سعی کرو پس بے شک سعی تم پر فرض کی گئی ہے مسجدِ حرام کی جنوبی شرقی سمت میں کوہِ ابو قبیس واقع ہے اور اس کے دامن میں ایک چٹان ہے جس کو **صَفا** کہتے ہیں اس کے جواب میں مسجدِ حرام کی شمالی شرقی سمت میں دوسری پہاڑی ہے جس کو **مَروہ** کہتے ہیں۔ صفا اور مروہ کے درمیان چار سو چالیس‌۴۴۰ گز کا فصل ہے۔ قَبَس کے معنی چنگاری کے ہیں اور چونکہ آدم علیہ السلام نے اسی پہاڑ سے اوّلین آگ حاصل کی تھی جو ایک مدت تک سلسلہ بہ سلسلہ جاری رہی اس لیے اس کو کوہِ ابو قبیس کہا جاتا ہے۔ صفا سے مروہ کو جاتے ہوئے مسجدِ حرام بائیں جانب اور مروہ سے صفا کو جاتے ہوئے مسجدِ حرام داہنی جانب پڑتی ہے۔

مِیلَیْنِ اَخْضَرَیْن مسجدِ حرام کے باہر ہر دو سمت میں ایک ایک جوڑ سبز ستون نصب کیے گئے ہیں۔ یہ قدِ آدم سے کچھ زیادہ بلند پتھر کے ستون ہیں جن کو سبز روغن سے رنگ دیا گیا ہے۔ ایک جوڑ مسجدِ حرام کے شرقی جنوبی گوشہ کے قریب اور دوسری جوڑ مشرق میں باب النبی کے قریب ہے۔ ان ستونوں کے درمیان کا فصل چھپّتر ۷۵ فٹ ہے اور اس مسافت کو دوڑ کر طے کرنا اور بقیہ مسافت کو معمولی رفتار سے چل کے طے کرنا مسنون ہے۔ صفا سے پہلے ستونوں کی مسافت ایک سو باسٹھ ۱۶۲ فٹ گز اور دوسرے ستونوں سے مروہ کی مسافت دو سو چوراسی ۲۸۴ فٹ گز ہے۔

شرائطِ سعی ساتؔ ہیں۔ پورے۱ سات مرتبہ سعی کرے۔ اگر سات مرتبہ کی سعی سے تھوڑی بھی کمی ہو جائے تو سعی صحیح نہ ہوگی۔ ۲ صفا سے سعی شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے۔ حدیث۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا۔ اَنَبْدَأُ بِالصَّفَا اَمْ بِالْمَرْوَۃِ۔ کیا ہم صفا سے شروع کریں یا مروہ سے تو آپ نے فرمایا۔ اِبْدَؤُا بِمَا بَدَأَ اللّٰہُ۔ شروع کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کلامِ مجید کی آیت میں شروع کیا۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ۔ صفا سے مروہ تک ایک سعی اور پھر مروہ سے صفا تک دوسری سعی ہوگی اور اسی طرح سعی کی تعداد شمار ہوگی۔ صفا سے روانگی چار دفعہ اور مروہ سے روانگی تین دفعہ ہوگی اور جملہ سات سعی کی مسافت ایک میل چھ فرلانگ کے قریب ہوگی۔ طوافؔ فرض یا طوافِ قُدوم کے بعد سعی ہوگی مگر طوافِ قدوم کے بعد وُقوفِ عرفہ کی تعمیل مطلوب ہو تو سعی نہ کرے۔ طوافِ فرض کے بعد سعی تو واجب ہے۔ طوافِ قُدوم کے بعد سعی کر چکا ہو تو طوافِ فرض کے بعد سعی کرنا مکروہ ہے۔ صفاؔ اور مروہ کے درمیان کی پوری مسافت کو طے کرے۔ صفا سے روانہ ہوتے وقت ایڑی صفا کی پہاڑی کو اور مروہ کو پہنچیں تو پاؤں کی انگلیاں مروہ کی پہاڑی کو چھوئیں۔ صفا اور مروہ کے دامن میں اب سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ دو تین سیڑھیاں چڑھنا کافی ہے۔ دونوںؔ مقامات کی درمیانی وادی کے شکم میں سعی کرے جس میں اب پتھر کا فرش بچھا ہوا ہے مسطح ہے منکوس ہو کر سعی نہ کرے بلکہ سعی میں آگے کو قدم چلنا مسنون ہے۔ عدمِ صارف سعی کے دوران میں سعی ہی کا ارادہ ہو کسی اور شخص کے مقابلہ میں مسابقت کے لیے دوڑنے کا ارادہ نہ ہو۔

واجبات

واجباتِ حج سات ہیں۔ احرامِ میقات، سعی، رمیِ جمار، طوافِ قدوم، طوافِ وداع، شب باشیِ مزدلفہ، شب باشیِ منیٰ، اجتنابِ محرّماتِ احرام۔

احرامِ میقات میقات وقت سے ماخوذ ہے اور میقات کے معنی کسی چیز کی حد کے ہیں۔ احرام کے معنی نیت کرنے کے ہیں اور احرام اصل میں حج کے ارکان میں سے ہے لیکن میقات سے احرام کرنا حج کے واجبات میں داخل ہے میقات کی دو قسمیں ہیں میقاتِ زمانی اور میقاتِ مکانی۔

میقاتِ زمانی۔ حج کے لیے میقاتِ زمانی ابتدائے شوال سے ذی قعدہ اور ذی الحجہ کی دس راتوں تک ہے۔ عمرہ کے لیے میقاتِ زمانی برس کے پورے دن ہیں۔ آیۃ کریمہ ﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ﴾۔ آغازِ شوال سے یومِ نحر یعنی دسویں ذی الحجہ کی فجر تک جب کبھی حج کے لیے احرام کرے حج منعقد ہوگا بشرطیکہ حج کے واقع ہونے کا امکان ہو ورنہ عمرہ ہوگا۔ دیگر ائمہ کے پاس ماہِ شوال سے پیشتر بھی حج کے لیے احرام باندھا جا سکتا ہے۔

میقاتِ مکانی وہ مقام ہے جہاں سے حج و عمرہ کے لیے احرام کرنا واجب ہے۔ صحیحین نے اس حدیث کی روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مدینہ کے لیے ذُوالحُلَيفَہ میقات مقرر کی، اہلِ شام اور مصر کے لیے جُحْفَہ، اہلِ نجد کیلئے قرن، اہلِ یمن کے لیے یَلَمْلَم، اور فرمایا هُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ اَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ اَهْلِهِنَّ مِمَّنْ اَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ۔ امام احمدؒ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ میقاتیں حَجَّةُ الْوَدَاع میں مقرر کی تھیں۔ مقررہ میقات کے آخر سے بھی احرام کیا جا سکتا ہے مگر ابتدائی میقات سے احرام کرنا افضل ہے سوائے ذوالحلیفہ کے۔ ذوالحلیفہ کی مسجد سے احرام کرے جہاں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کیا تھا۔ کن مقامات کے باشندوں کے لیے کونسی میقات ہے ذیل میں صراحت کی جاتی ہے صفحہ نشان (٣٥٦) پر ان کی صحیح سمت معلوم ہوگی۔

مکہ میقات ہے اس شخص کے لیے جو مکہ میں مقیم ہے، خواہ مکہ کا متوطن ہو یا عارضی طور پر مکہ میں سکونت اختیار کی ہو مسنون ہے کہ غسل کرکے دو رکعت نماز پڑھے اور اپنے گھر سے احرام کرے اگر اُس کا کوئی گھر ہو۔

ذوالحلیفہ میقات ہے مدینہ اور شام کی سمت سے آنے والے کے لیے۔ ذوالحلیفہ مدینہ کے جنوب میں چھ میل کے فاصلہ پر ہے یہاں سے مکہ دس منزل رہتا ہے سب میقاتوں میں یہ میقات دُور ہے۔ ذوالحلیفہ کی مسجد سے احرام کرنا افضل ہے جہاں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کیا تھا۔

رابغ میقات ہے مصر یا مغرب کی سمت کے لیے اصل میں جحفہ میقات تھی مگر اس مقام پر پانی کے فقدان کی وجہ سے اس کو ملکِ شام کی فضیلت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا مستقر تھا اور اسی مقام پر محشر ہوگا۔ حضور نے اس کو دُنیا کی جنت کہا ہے۔ اسی طرح مصر کی فضیلت ہے کہ قرآن مجید میں اس کا ذکر کئی بار آیا ہے۔

اِرْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ یا اللہ رحم کر سر مونڈنے والے لوگوں پر صحابہ نے عرض کیا وَالْمُقَصِّرِيْنَ اور بال کاٹنے والے لوگوں پر؟ تو آپ نے وہی فرمایا اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ۔ آپ نے تین مرتبہ یہی جواب دیا اور چوتھے مرتبہ فرمایا وَالْمُقَصِّرِيْنَ۔ اس سے سر کے مونڈنے کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے اس کے علاوہ کلامِ مجید میں محلقین پہلے اور مقصرین بعد میں آیا ہے اور عرب کا دستور یہ ہے کہ پہلے اہم اور افضل امر کا ذکر کرتے ہیں اَقَلِّ حَلْق یا تقصیر یہ ہے کہ سر سے تین بالوں کا ازالہ کرے خواہ مونڈ کر، اکھیڑ کر، توڑ کر یا کاٹ کر۔ سر میں بال ہی نہ ہوں تو سر پر اُسترا پھیرنے سے ... حاصل ہو جاتی ہے اگر حج سے قبل عمرہ کرے اور عمرہ کے بعد حج کرے اور عمرہ اور حج کے درمیان اتنی مختصر مدت ہو کہ اگر عمرہ کے بعد سر کے بال مونڈے جائیں تو یومِ نحر یعنی عید کے روز سر پر بال نمایاں نہ ہو سکیں تو عمرہ میں صرف بالوں کی تقصیر کرے اور حج کے بعد مونڈے۔ عورت کے لیے تقصیر مسنون ہے ... حدیث۔ لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ حَلْقٌ اِنَّمَا عَلَى النِّسَاءِ التَّقْصِيْرُ وَاِذَا نَذَرَتْهُ وَجَبَ۔ مجموع میں لکھا ہے کہ اکثروں کا قول ہے کہ عورت کے لیے حلق مکروہ ہے۔ بال نکالتے وقت قبلہ کی طرف رُخ کرنا اور داہنی جانب سے شروع کرنا مسنون ہے۔ حلق یا تقصیر کو ابو شجاع نے واجباتِ حج میں شمار کیا تھا مگر چونکہ حلق یا تقصیر ایسے مناسکِ حج سے ہیں جن پر تحلل موقوف ہے اور جس کے ترک ہونے پر دَم سے جبر نہیں ہو سکتا اس لیے راجح اور معتمد قول یہ ہے کہ حلق یا تقصیر ارکانِ حج میں داخل ہیں۔ یہ امتیاز شافعیہ میں صرف حج کے باب کی حد تک ہے ورنہ دیگر مسائل میں واجبات میں ارکان اور شروط دونوں شامل ہیں۔

ترتیب۔ اہم ارکانِ حج میں ترتیب واجب ہے۔ جملہ ارکان سے پہلے احرام کی نیت کرے۔ طواف اور حلق سے پہلے عرفہ میں وقوف کرے سعی سے پہلے طواف کرے۔ حج کے ارکان میں ترتیب ایسی ہی واجب ہے جیسا کہ نماز کے ارکان میں۔ حلق اور طواف کے درمیان ترتیب واجب نہیں ہے۔ حلق سے پہلے طواف اور طواف سے پہلے حلق اور طواف اور حلق دونوں سے پہلے سعی کی جا سکتی ہے۔

ارکانِ عمرہ پانچ ہیں۔ نیت۔ طواف۔ سعی۔ حلق یا تقصیر اور ترتیب۔ عمرہ میں نیت کرے۔ نَوَيْتُ فَرْضَ الْعُمْرَةِ اَوِ الْعُمْرَةَ وَاَحْرَمْتُ بِهَا لِلّٰهِ تَعَالٰى۔ نیت کرتا ہوں میں فرضِ عمرہ کی یا عمرہ کی اور نیت کرتا ہوں اس کی اللہ تعالیٰ کے لیے۔ طواف، سعی، حلق یا تقصیر اور ترتیب کی پوری تفصیل اس کے قبل ارکانِ حج میں بیان کی جا چکی ہے۔ بعینہٖ اُس کے مطابق عمرہ کے ارکان ادا کیے جائیں۔ حج اور عمرہ میں صرف اسی قدر فرق ہے کہ حج میں وقوفِ عرفہ بھی ایک رکن ہے اور عمرہ میں وقوفِ عرفہ ہے ہی نہیں۔ حج کے لیے وقت مقرر ہے عمرہ کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں۔ طواف اور سعی کے جو واجبات اور سُنن حج میں ہیں وہی عمرہ میں ہیں۔ عمرہ کے قریب زمانے میں حج کرنا ہو تو عمرہ کے بعد حلق کے عوض تقصیر کرنا افضل ہے تاکہ حج کے بعد حلق کرے۔

یہ باولی محدث باعث کے درخت کی وجہ سے موسوم ہے جس کے پاس **بیعتِ رضوان** عمل میں آئی تھی۔

رمیِ جمار۔ رمی تیر مارنے اور کنکری پھینکنے کو کہتے ہیں۔ جمرہ اس مقام کو کہتے ہیں جس کو سنگسار کیا جاتا ہے۔ منیٰ میں تین جمرے ہیں جن کو کنکریاں مارنا واجب ہے۔ **جمرۂ کبریٰ** عرفات کے رُخ میں مسجدِ خیف کے قریب ہے اور **جمرۂ عقبہ** مکہ کے رُخ میں ہے اور ان دونوں کے درمیان **جمرۂ وسطیٰ** ہے۔ جمرۂ عقبہ ظاہر ہے اور بقیہ دو جمرے ظاہر نہیں ہیں البتہ ان پر ایک ایک ستون علامت کے لیے قایم کیا گیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد۔ ان جمروں کے اطراف حدود کے لیے چھوٹی سی منڈیر کی دیوار بنائی گئی ہے۔ جمرۂ عقبہ پہاڑ کے دامن میں ہے اور اس کو سنگساری کرنے کے لیے ایک ہی سمت ہے۔ بقیہ دو جمروں کے اسمات کھلے ہوئے ہیں ہر سمت سے سنگساری ہو سکتی ہے۔ جمروں کے اطراف تین ہاتھ کی حد متاخرین نے مقرر کی ہے۔

یوم نحر یعنی دسویں ذی حجہ کو سات کنکریاں جمرۂ عقبہ کو اور **تشریق** کے تینوں دن تینوں جمروں کو سات سات کنکریاں پہلے کبریٰ کو پھر وسطیٰ کو اور پھر عقبہ کو مارنا واجب ہے۔ آیت۔ (۲/۷) وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ میں معدودات سے مراد تشریق کے ایام ہیں۔ رمیِ جمار میں یہ حکمت مُضمر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو شیطان نے آپ کے دل میں وسوسہ پیدا کیا اور آپ نے شیطان کو دور کرنے کے لیے کنکریاں ماری تھیں جس کو شریعت میں قایم رکھا گیا۔ جو شخص سنگساری سے عاجز ہو اس کی طرف سے نیابتہً دوسرا شخص سنگساری کر سکتا ہے مگر اپنی جانب سے سنگساری کرنے کے بعد نہ کہ پہلے۔

وقت۔ جمرۂ عقبہ کی سنگساری کا وقت نحر کی رات یعنی دس ذی حجہ کی نصف شب سے شروع ہوتا ہے مگر فضیلت کا وقت سورج کے بلند ہونے کے بعد سے زوال تک ہے۔ اختیاری وقت سورج کے غروب ہونے تک اور جواز کا وقت تشریق کے تیسرے روز سورج کے غروب تک ہے۔ تشریق کے ایام کی سنگساری کا وقت ہر روز سورج کے زوال سے شروع ہوتا ہے اور فضیلت کا وقت نمازِ ظہر سے پہلے ہے۔ اختیاری وقت اُس روز کے سورج کے غروب ہونے تک ہے اور جواز کا وقت تشریق کے تیسرے روز سورج کے غروب ہونے تک ہے۔ نتیجہ یہ کہ جملہ جمروں کی سنگساری کا وقتِ جواز تشریق کے آخری روز مغرب کو ختم ہوتا ہے۔ فوت شدہ سنگساری دن میں اور رات میں بطور ادا کی جا سکتی ہے۔ ایام تشریق کے بعد سنگساری صحیح نہیں ہے۔

نفر حاجی کے برخاست کرنے اور روانہ ہونے کو کہتے ہیں۔ نفر کی دو قسمیں ہیں نفرِ اول اور نفرِ دوم۔ تشریق کے دوسرے دن زوال کے بعد سنگساری سے فارغ ہو کر منیٰ سے روانہ ہو جانے کو **نفرِ اوّل** کہتے ہیں اگر آفتاب غروب ہو گیا تو رات منیٰ میں گزار کر تیسرے دن کی سنگساری کرنا واجب ہے۔ تیسرے روز کی سنگساری کے بعد منیٰ سے روانگی کو **نفرِ دوم** کہتے ہیں اور افضل یہی ہے مگر نفرِ اول بھی جائز ہے۔ آیت۔ (۲/۷)۔ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى کسی نے جلدی سے دو دنوں میں کیا تو کوئی مضایقہ نہیں اور کسی نے تاخیر کر کے

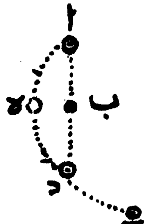
ترک کر کے اِس کے محاذی رابغ سے اِحرام کیا جاتا ہے۔

یلملم میقات ہے تہامۃ الیمن اور ہندوستان کے لیے۔ جبلِ سَعدیہ کے دامن میں ایک مقام کا نام یلملم ہے جو مکہ سے دو منزل کے فصل پر واقع ہے۔ ہندوستان سے سمندری سفر میں یہ مقام کامران کے بعد ملتا ہے اور جہاز اس کے محاذی پہنچے تو اِحرام باندھا جاتا ہے۔ غالباً یہ عمل بعض سہولتوں پر مبنی ہے اس لیے کہ کامران سے مکہ کا سفر چار سو میل سے زیادہ ہے۔

قرنِ منازل میقات ہے نجدِ حجاز اور نجدِ یمن کے لیے۔ قَرن ایک پہاڑ ہے جو مکہ کے تقریباً مشرق میں دو منزل کے فاصلہ پر ہے۔

ذاتِ عِرق مشرق سے آنے والے کے لیے میقات ہے۔ عراق اسی سمت میں ہے۔ ذاتِ عِرق ایک چھوٹی بستی مکہ سے دو منزل مگر شمال مشرق کی سمت میں واقع ہے۔

اگر خشکی یا تری کے ایسے راستہ سے سفر کرے جس پر معیّنہ میقاتوں میں سے کوئی میقات رستے میں نہ پڑتی ہو تو اُس مقام پر اِحرام کرے جس کے محاذی کوئی میقات واقع ہو۔ اگر اُس سمت سے دو میقاتیں محاذی ہوں تو قریب کی یعنی پہلی میقات سے اِحرام کرے۔ اگر کوئی میقات محاذی بھی نہ ہو تو اُس مقام پر اِحرام کرے جہاں سے مکّہ معظمہ دو منزل رہ جائے۔ ایک منزل کے آٹھ فرسنگ یعنی چوبیس میل ہوتے ہیں اور اس طرح اڑتالیس میل کے فصل سے اِحرام کرنے میں وجوب کی تعمیل ہوتی ہے۔ جس شخص کی سکونت مکّہ اور میقات کے درمیان واقع ہو تو اس کے لیے خود اس کا مسکن میقات ہے یعنی مسافر کے میقات کا محاذی آنے سے یہ مراد ہے کہ بازوؤں سے مقابلہ میں آئے نہ کہ سامنے سے یعنی مکّہ اور میقات کے خط کے سلسلہ میں نہیں۔ اس لیے کہ صورتِ آخر میں اس خط کی طوالت جس قدر ہوگی اسی قدر مسافت بڑھتی جائے گی۔ توضیح کے لیے حاشیہ کی شکل درج کی جاتی ہے۔



الف کو مکّہ فرض کیا جائے اور ب کو میقات۔ حاجی کے سفر کا راستہ ج سے د اور ہ پر سے گزرتا ہوا الف مکّہ کو پہنچتا ہے تو حاجی ہ کے مقام پر پہنچے تو احرام کرے گا نہ کہ د کے مقام پر۔ اس لیے کہ الف سے ب کو سیدھا خط آتا ہے وہ د سے دکو اور د کے آگے جس قدر یہ طویل ہوتا جائے اور اس لحاظ سے میقات کے مقام کا فصل زیادہ سے زیادہ ہوتا جائے گا۔

عُمرہ کے لیے میقاتِ مکانی اُس شخص کے لیے جو حَرم کے باہر سے آئے وہی مقام ہے جو حج کے لیے ہے۔ البتّہ اُس شخص کے لیے جو مُعِدِّ حرم میں ہو **حِل** ہے یعنی وہ مقام ہے جو حَرم کے حُدود سے خارج ہے۔ اِحرام کے لیے حَرم سے باہر حِل تک جانا واجب ہے ایک قدم بھی حِل سے باہر ہو جائے تو کافی ہے۔ افضل حِل **جعرانہ** ہے اُس کے بعد **تنعیم** اور پھر **حدیبیہ**۔ جعرانہ ایک گاؤں کا نام ہے جو طایف کے رستے میں مکّہ سے اٹھارہ میل ہے۔ تنعیم وادی نعمان میں ایک مقام کا نام ہے جس کی داہنی جانب وادی نذاعہ اور بائیں جانب وادی نعیم ہے۔ تنعیم اور مکّہ کے درمیان تین میل کی مسافت ہے اس مقام پر ایک مسجد ہے جس کو **مسجدِ عُمرہ** کہتے ہیں۔ عموماً حاجی اس مقام پر آ کر مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ کر عُمرہ کے لیے اِحرام کرتے ہیں۔ حُدَیبِیَہ ایک باؤلی کا نام ہے جو جدّہ اور مدینہ کے راستوں کے درمیان مکّہ سے اٹھارہ میل پر ہے

طوافِ وِداع۔ اسی طرح مکہ سے روانہ ہوتے وقت طوافِ وداع واجب ہے۔ طوافِ قدوم اور طوافِ وداع یہ دونوں طواف مستقل طور پر واجب ہیں اُس شخص کیلیے جو مکہ میں داخل ہو یا مکہ سے روانہ ہو، مکہ کا باشندہ ہو یا نہ ہو اسکی تفصیل صفحہ[۳۸۱] پر درج ہے۔

شب باشیِ مُزدَلِفہ۔ مُزدلِفہ کو مشعرُ الحرام کہتے ہیں اور وہاں ایک مسجد اسی نام کی ہے۔ مُزدَلِفہ میں شبِ عید کے نصفِ آخر میں کم سے کم ایک لحظہ کے لیے موجود رہنا واجب ہے اگر اس کو ترک کرے تو دم لازم آتا ہے۔ ایک لحظہ کا قیام اس لیے کافی ہے کہ حاجی یوں بھی مُزدَلِفہ کو رات کا تقریباً ایک ربع حصہ گزرنے کے بعد پہنچتا ہے اور آدھی رات کے گزرنے کے ساتھ ہی اُس کو روانہ ہونا پڑتا ہے۔ یہاں مغرب اور عشاء کی دو نمازیں ملا کر جمعِ تاخیر کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ مغرب کے بعد عرفات سے روانہ ہو کر حاجی مُزدَلِفہ پہنچتا ہے اور رات کا بقیہ حصہ یہاں گزار کر صبح سویرے مِنیٰ کو روانہ ہو جاتا ہے۔ بقیہ مناسکِ حج کثیر مقدار میں ہیں اور ان میں خاصی مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے اس لیے بھی شب باشی مُزدَلِفہ میں تخفیف مرعی رکھی گئی۔ رافعی کی تائید کرتے ہوئے ابو شجاع نے اس کو سُننِ حج میں شمار کیا تھا مگر چونکہ اس کے ترک ہونے پر دم واجب ہوتا ہے اس لیے نووی نے اس کو واجب قرار دیا۔ ابنِ قاسم اور خطیب کی رائے ہے کہ رافعی کا قول مرجوح اور ضعیف ہے اور نووی کا قول راجح اور معتمد علیہ ہے۔ مُزدَلِفہ سے یومِ نحر کی سنگساری کے لیے صرف سات کنکریوں کا حاصل کرنا مسنون ہے بخلاف خطیب کے جنھوں نے پوری ستّر کنکریوں کے اس مقام سے حصول کو مسنون قرار دیا ہے۔

شب باشیِ مِنیٰ[۳۸۹]۔ ایامِ تشریق کی تینوں راتوں کا بڑا حصہ مِنیٰ میں گزارنا واجب ہے اُس شخص کے لیے جو نفرِ دوم پر عمل کرے ورنہ نفرِ اوّل سے استفادہ کرنے کی صورت میں صرف دو راتوں کا بڑا حصہ مِنیٰ میں گزارنا واجب ہے۔ آیت۔ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ، وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى (۲/۹)۔ مِنیٰ میں تیسری رات کی شب باشی اور تیسرے دن کی سنگساری ساقط ہو جاتی ہے۔ اس ترک کے متعلق بھی دم واجب ہے۔ ابو شجاع نے اس کو سُنن میں شمار کیا تھا۔ دلائل وہی ہیں جو شب باشی مُزدَلِفہ میں بیان کیے گئے ہیں۔

اِجتنابِ محرّماتِ اِحرام۔ اُن اُمور سے باز رہنا واجب ہے جن کو احرام کی حالت میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ ان کی تفصیل مُحرّماتِ احرام کے عنوان کے تحت بیان کی جائے گی۔

واجباتِ عُمرہ دو ہیں۔ ۱۔ احرام میقات سے اور ۲۔ اجتنابِ اِحرام کے محرّمات سے۔ میقات سے احرام کرنا عُمرہ کے لیے ٹھیک اسی طرح واجب ہے جس طرح حج کے لیے۔ میقات کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ میقاتِ زمانی اور ۲۔ میقاتِ مکانی۔ عُمرہ کے لیے میقاتِ زمانی برس کے پورے دن ہیں سوائے اس کے کہ کسی عارضی سبب کی وجہ سے احرام نہ کر سکے جیسا کہ حج کے لیے احرام کر چکا ہو اور مناسکِ حج کی ادائی میں مصروف ہو اور ابھی تحلیل نہ کیا ہو۔ میقاتِ مکانی وہ مقام ہے جہاں سے عُمرہ کے لیے احرام کرنا واجب ہے۔ اُس شخص کے لیے جو حرم کے باہر سے آئے میقاتِ مکانی وہی مقام ہے جو حج کے لیے مقرر ہے اور جس کی تفصیل اس کے قبل بیان کی جا چکی ہے۔ اُس شخص کے لیے جو حرم ہی میں ہو میقاتِ مکانی وہ مقام ہے جو حرم سے خارج اور حِل کہلاتا ہے۔

پورا عمل کیا تو بھی کوئی مضایقہ نہیں ہے یہ اس کے لیے ہے جس نے تقویٰ کیا۔ نفرِ اول پانچ شرطوں پر جائز ہے۔ ایامِ تشریق کے دوسرے دن کوچ کرے۔ سورج کے زوال کے بعد کوچ کرے۔ جملہ رمی جمار کے بعد کوچ کرے۔ منیٰ میں دو راتیں گزاری ہوں یا کسی عذر کی وجہ سے ترک کیا ہو۔ نفرِ اول کی نیت کی ہو۔

تدارک۔ اگر ایک یا دو کنکریاں کم مارے تو ہر ایک کنکری کے عوض ایک مُدّ غلہ فدیہ دے اور اگر تین کنکریاں یا اس سے زیادہ کی کمی کی ہو تو دَم واجب ہے۔

شرائطِ صحتِ رمی سات ہیں۔ ترتیب، تعداد، یکے بعد دیگرے، قصد، نشانہ، ہاتھ اور پتھر کی نوع۔ ترتیب یوم نحر جمرۂ عقبہ کی سات مرتبہ سنگساری کرے اور تشریق کے پہلے روز پہلے جمرۂ کبریٰ کی پھر جمرۂ وسطیٰ کی اور آخر میں جمرۂ عقبہ کی رمی جمار سات سات مرتبہ کرے اور اسی طور پر تشریق کے دوسرے اور تیسرے روز سنگساری کرے۔ تینوں جمروں کی سنگساری میں ترتیب واجب ہے۔ تعداد۔ ہر ایک جمرہ کو سات سات کنکریاں مارنا واجب ہے۔ یوم نحر کو جمرۂ عقبہ کی سات کنکریاں اور تشریق کے تین دنوں میں ہر روز تینوں جمروں میں سے ہر ایک جمرہ کو سات کنکریوں کے حساب سے روزانہ تین جمروں کے اکیس کنکریاں اور تین دنوں کی تریسٹھ کنکریاں اور جملہ کنکریوں کی تعداد ستر ہوتی ہے۔ یکے بعد دیگرے سے مراد یہ ہے کہ وقتِ واحد میں دو تین کنکریاں نہ مارے بلکہ ایک ایک کرکے مارے۔ ایک وقت میں دو یا زیادہ کنکریاں مارے تو ایک ہی شمار ہوگی۔ قصد سنگساری کے ارادہ سے مارے۔ بغیر ارادہ کے مارے تو شمار نہ ہوگا۔ نشانہ لے کر مارے۔ خالی پھینک دینا یا رکھ دینا کافی نہ ہوگا۔ ہاتھ سے مارے اگر کوئی عذر نہ ہو۔ کنکری پتھر کی قسم سے ہونا ضروری ہے۔ مٹی یا لکڑی کا ٹکڑا کافی نہیں ہے۔

مسنوناتِ رمی چھ ہیں۔ کنکری کی مقدار اتنی ہو جو دو انگلیوں میں سما سکے۔ بڑے پتھر مارنا مکروہ ہے۔ کنکریوں کی طہارت مسنون ہے۔ کنکریوں کی طہارت میں شبہ ہو تو اُن کو دھونا مسنون ہے۔ مُزدلفہ سے یوم نحر کی سات کنکریاں چن لینا مسنون ہے بقیہ کنکریاں وادی مُحسّر سے یا منیٰ سے بھی لی جا سکتی ہیں مگر اَولیٰ یہ ہے کہ ستر کنکریاں مُزدلفہ ہی سے لائے۔ مکہ سے چلیں تو پہلے منیٰ اس کے بعد وادی محسر اور پھر مشعر الحرام یا مزدلفہ اور اس کے بعد عرفہ آتا ہے۔ ماری ہوئی کنکری کو اُٹھا کر مارنا مکروہ ہے۔ داہنے ہاتھ سے کنکری مارنا مسنون ہے۔ کنکری کو انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے درمیان پکڑ کر مارے۔

دعائے رمی۔ ہر کنکری کے مارنے کے وقت یہ دعا پڑھنا مسنون ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَاَعَزَّ جُنْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے۔ اللہ سب سے بڑا ہے! اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندہ کی مدد کی اور غالب کیا اپنے لشکر کو اور شکست دی جماعتوں کو تنہا اُسی نے

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّآ اِیَّاہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ۔

نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ تعالیٰ کے اور ہم اُسی کی عبادت کرتے ہیں دین کو اُس کیلئے خالص کرکے اگرچہ یہ بات کافروں کو بُری لگے۔

طوافِ قدوم۔ کوئی شخص خواہ کسی غرض کے لیے مکہ میں داخل ہو، اس پر طوافِ قدوم واجب ہے۔

تلبیہ

لبّیک کے کلمات کہنے کو تلبیہ کہتے ہیں جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ احرام کی حالت میں تلبیہ کا کثرت سے کہنا مسنون ہے۔ تبدیلِ حالات کے وقت تلبیہ میں تاکید بھی ہے۔ اونچے چڑھتے نیچے اُترتے، رات ہوتے اور دن نکلتے اور ایک دوسرے کی ملاقات کے وقت تلبیہ کہنا مسنون ہے اور احرام کے وقت سب سے اولیٰ ہے۔ نجس موقعوں پر تلبیہ کہنے میں کراہت ہے جس طرح ذکر کرنے میں۔ طواف اور سعی کے لیے خاص اذکار اور سنگساری کے لیے تکبیر کے کلمات مقرر ہیں اس لیے طواف، سعی اور رمی میں تلبیہ کہنا مسنون نہیں ہے۔ مرد تلبیہ بلند آواز میں کہے نہ اتنا کہ دوسروں کو تکلیف پہنچے۔ عورت اجنبی مرد ۴۰
کی موجودگی میں اتنی آواز میں کہے کہ خود سُن سکے اور اجنبی نہ ہو تو عورت بھی بلند آواز میں کہے۔

صیغۂ تلبیہ۔ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ۔ یا اللہ میں تیری دعوت کی اجابت پر قایم ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے بیشک تمام تعریف اور تمام نعمت تیرے لیے ہے اور حکومت تیری ہے۔ تیرے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔ جو شخص عربی زبان میں نہیں بول سکتا اُس کا ترجمہ اپنی زبان میں کہہ سکتا ہے۔ مسنون ہے کہ تلبیہ کے الفاظ میں نہ کمی کرے اور نہ اضافہ۔ لَبَّيْكَ اصل میں اُلَبِّيْ لَبَّيْنِ لَكَ تھا فعل اُلَبِّيْ وجوباً حذف ہوگیا اور لَبَّيْنِ لَكَ میں سے نون اضافت کی وجہ سے اور لام تخفیف کے لیے حذف ہوا اور لَبَّيْكَ باقی رہ گیا۔ اُلَبِّيْ لَبَّ سے ماخوذ ہے۔ لَبَّ بالمکان لبًّا اذا اقام به یعنی کسی مقام پر ٹھیرے رہنے کو لبّ کہتے ہیں جیسے کہ کسی بزرگ کے پکارنے پر اس سے چھوٹا اُردو میں لفظ "حاضر" کہتا ہے۔ لَبَّيْنِ اگرچہ تثنیہ کا صیغہ ہے مگر اس سے صرف دو مرتبہ کی تخصیص نہیں ہے بلکہ کثرت مراد ہے۔ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اَنَا مُقِيْمٌ عَلٰى اِجَابَتِكَ حَيْثُ دَعَوْتَنَا لِلْحَجِّ اِجَابَةً بَعْدَ اِجَابَةٍ وَاِقَامَةً بَعْدَ اِقَامَةٍ۔

درود۔ تلبیہ سے فارغ ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور درودِ ابراہیم بہتر ہے جو تشہد کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ درود کی آواز تلبیہ کی آواز سے کسی قدر پست رہے۔ تین مرتبہ مسلسل تلبیہ کہے اور اس کے بعد تین مرتبہ ہی درود پڑھے۔

دعا۔ درود کے بعد دعا مانگے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَالنَّارِ
یا اللہ میں تجھ سے تیری رضا اور جنت مانگتا ہوں۔ اور پناہ مانگتا ہوں تیرے قہر اور دوزخ سے
اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لَكَ وَلِرَسُوْلِكَ وَاٰمَنُوْا بِكَ وَوَثِقُوْا بِوَعْدِكَ وَ
یا اللہ مجھ کو ان لوگوں میں رکھ جنھوں نے تیری اور تیرے پیغمبر کی دعوت پر جواب دیا اور تجھ پر ایمان لائے اور تیرے وعدہ پر بھروسہ کیا اور
وَفَوْا بِعَهْدِكَ وَاتَّبَعُوْا اَمْرَكَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْ وَفْدِكَ الَّذِيْنَ رَضِيْتَ وَارْتَضَيْتَ
تیرے عہد کو پورا کیے اور تیرے حکم کی تعمیل کی۔ یا اللہ مجھ کو ساتھ کر تیرے پاس آنے والوں کے جن سے تو راضی ہوا اور جن کو تو نے پسند کیا۔

اِحرام کے لیے حَرَم سے باہر حِل تک جانا واجب ہے۔ ایک قدم بھی باہر جائے تو کافی ہے۔ اِس کی تفصیل صفحہ ۳۰۵ پر بیان کی جا چکی ہے۔ وہ سارے امور جو حج کے اِحرام کی حالت میں ممنوع ہیں عُمرہ کے اِحرام میں بھی ممنوع ہیں۔

سُنن حج و عُمرہ

سُنن حج و عُمرہ چھ ہیں۔ اِفراد[1]، تلبیہ[2]، نمازِ طواف[3]، دخولِ بیت اللہ[4]، آبِ زمزم[5] اور زیارتِ مدینہ[6]۔ طوافِ قُدوم اور طوافِ وداع کو ابو شجاع نے سُننِ حج میں شمار کیا تھا لیکن اس کے قبل صفحہ ۱۸۰ میں صراحت کی گئی ہے کہ یہ دونوں طواف واجب ہیں۔

اِفراد[1]

حج اور عُمرہ کی ادائی کے تین طریقے ہیں۔ اِفراد[1]، تمتّع[2] اور قِران[3]۔

اِفراد[1]۔ پہلے حج کے لیے حج کی میقات سے اِحرام کرے اور مناسکِ حج ادا کرے اور اس سے فراغت پانے کے بعد مکّہ سے باہر نکلے اور حِل کے قریب تر مقام تک پہنچے اور عُمرہ کے لیے احرام کر کے مناسکِ عُمرہ ادا کرے۔ عُمرہ کی تکمیل اُسی ذی الحجہ میں کرنا افضل ہے۔ اِفراد کے معنی علٰحدہ کرنے کے ہیں اور چونکہ اس طریقہ میں حج اور عمرہ دونوں کے لیے علٰحدہ اِحرام کیا جاتا ہے اور مناسک بھی علٰحدہ ادا کیے جاتے ہیں اس لیے اس طریقہ کو اِفراد کہا گیا۔ شافعیہ میں اِفراد کو فضیلت ہے۔ عُمرہ کے احرام کے لیے حِل میں ایک قدم رکھنا بھی کافی ہے۔ حِل کا افضل مقام جعرانہ ہے پھر تنعیم اور پھر حدیبیہ۔ ان کی تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے۔

تمتُّع[2] پہلے عُمرہ کے لیے اِحرام کرے اور مناسکِ عُمرہ ادا کرے اور عُمرہ سے فراغت پانے کے بعد حج کے لیے اِحرام کرے۔ تمتُّع کے معنی فائدہ حاصل کرنے کے ہیں اور چونکہ ان دونوں کے مناسک کے درمیان محرّماتِ احرام سے استفادہ کیا جا سکتا ہے اس لیے اس کو تمتُّع کہا گیا۔

قِران[3] حج اور عُمرہ دونوں کے لیے ایک ساتھ احرام کرے یا پہلے عُمرہ کے لیے اِحرام کرے اور عُمرہ کے مناسک کے شروع کرنے سے پیشتر ہی حج کے لیے بھی اِحرام کرے اور اس کے بعد مناسک ادا کرے تو حج اور عُمرہ دونوں حاصل ہو جاتے ہیں۔ حج کے لیے اِحرام کرنے کے بعد عُمرہ کے لیے اِحرام نہیں ہو سکتا۔ قِران کے معنی ملنے کے ہیں اور چونکہ دونوں مناسک کو ایک ساتھ ادا کیا جاتا ہے اس لیے اس طریقہ کو قِران کہا گیا ہے۔ سب سے افضل اِفراد ہے پھر تمتُّع اور پھر قِران۔ حنفیہ کے پاس قِران افضل ہے اور مالکیہ کے پاس تمتّع کو ترجیح ہے۔ تمتُّع اور قِران دونوں کے لیے باہر سے آنے والے کے لیے دَم ہے۔ اُن لوگوں کے لیے جو حَرَم کے باشندے ہیں کوئی دَم نہیں ہے۔ مسجدِ حرام سے دو منزل کے اندر رہنے والے حرم کے باشندوں کی تعریف میں داخل ہیں۔

بہترین پانی ہے۔ حدیث۔ اِنَّمَا طَعَامُ طُعْمٍ وَشِفَاءُ سُقْمٍ ۔ وہ کھانے کے لیے غذا اور مرض کے لیے شفا ہے۔ حدیث مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ ۔ زمزم کا پانی اُس مقصد کے لیے ہے جس کے لیے پیا جائے۔ قبلہ کی طرف رُخ کرکے پیے اور یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ بَلَغَنِیْ عَنْ نَبِیِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ مَاءَ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ وَاَنَا اَشْرَبُهُ لِكَذَا وَكَذَا ۔ اللہ یہ بات تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھ تک پہنچی ہے کہ زمزم کا پانی اُس مقصد کے لیے ہے جس کے لیے پیا جائے۔ اور میں چاہتا ہوں فلاں فلاں مقصد کو۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے یہ دعا پڑھی تھی۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وَشِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ ۔ اللہ میں تجھ سے سودمند علم مانگتا ہوں اور کشادہ رزق اور ہر مرض سے شفاء۔ سر، چہرہ، اور سینے پر زمزم کا پانی چھڑکے۔ چاہِ زمزم تک پہنچنا اور اُس کے اندر جھانکنا بھی مسنون ہے۔ حاجی یا معتمر کی قید نہیں ہے بلکہ ہر شخص کے لیے مسنون ہے۔ چاہِ زمزم کی تفصیل صفحہ ۲۶۸ پر درج ہے۔

مدینۂ طیبہ

مدینۂ طیبہ کے بھی بہت سے نام ہیں ان میں سے چند ناموں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ المدینہ۔ آیت۔ (۲۸/۱۴ ۹)۔ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۔ یثرب۔ آیت۔ (۲۱/۱۸ ۵)۔ وَاِذْ قَالَتْ طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا اَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۔ الدّار۔ آیت۔ (۲۸/۴ ۱۰)۔ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طیبہ اور طابہ کہکر بھی پکارا ہے۔ مدینۂ طیبہ کا محلِ وقوع طول البلد ۶ء۳۹ درجہ اور عرض البلد ۲ء۲۵ درجہ ہے۔ بحرِ احمر کے ساحل ینبوع سے اُس کا فصل تقریباً سوا سو (۱۲۵) میل اور جدہ سے تقریباً ڈھائی سو (۲۵۰) میل ہے۔ ارتفاع سطحِ سمندر سے تین ہزار (۳۰۰۰) فٹ کے قریب ہے۔ اس ارتفاع کا نتیجہ یہ ہے کہ مکہ معظمہ کے مقابلہ میں مدینۂ طیبہ کی آب وہوا کسی قدر معتدل ہے۔ یہاں گرمی نسبتہً کم ہوتی ہے۔ سرزمین سیاہی مائل اس میں آتش فشانی لاوے کی آمیزش ہے اور پانی آسانی سے دستیاب ہوتا ہے شہر کے اطراف فصیل کے طور پر ایک دیوار شمال میں اور دو دیواریں جنوب میں واقع ہیں۔ جنوب کی پہلی دیوار کے باہر مدینہ کی آبادی پھیلی تو دوسری دیوار اس جانب تعمیر کی گئی۔ یہ دیواریں بعض مقامات پر گر گئی ہیں۔ شمالی دیواریں شمالی مغربی گوشہ میں بابِ شامی اور عین شمال میں باب الصتیافہ اور مشرق میں باب الجمعہ اور جنوب میں بابِ مصری واقع ہے جنوب کی بیرونی دیوار میں بقیع کے جنوب میں باب العوالی اور اس کے بعد باب القبا اور بابِ مصری کے مقابلہ میں باب العنبریہ اور شمال مغرب میں باب الصغیر ہے۔ مسجدِ نبوی کے باب السلام سے بابِ مصری تک ایک کشادہ سڑک جاتی ہے اسی سڑک پر سوق الکبیر بڑا بازار ہے دوسری سڑک البلاط مسجدِ نبوی سے بابِ شامی کو جاتی ہے

اَللّٰھُمَّ یَسِّرْ لِیْ اِذَا مَا نَوَیْتُ وَتَقَبَّلْ مِنِّیْ یَا کَرِیْمُ ۔ یا اللہ میرے ارادہ کو آسان کر اور قبول کر مجھ سے اے کریم!
محرم کو کوئی چیز اچھی یا بری نظر آئے تو کہے لَبَّیْکَ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ ۔ غیر محرم لَبَّیْکَ کا لفظ آمین سے حذف کرے۔

نمازِ طواف [۳]

نمازِ طواف سے فارغ ہونے کے بعد دو رکعت نماز دن میں اسرار سے اور رات میں جہر سے پڑھے۔ فجر سے سورج نکلنے تک رات میں داخل ہے۔ اس نماز کے لیے ۔ طواف کی نیت کرے اور سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھے۔ یہ نماز موت تک بھی ساقط نہیں ہوتی۔ اس کے عوض کوئی فرض نماز یا نفل نماز پڑھے تو بھی رکعاتِ طواف کی ادا ہو جاتی ہے۔

مقامِ فضیلت۔ افضل یہ ہے کہ مقامِ ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھے، پھر کعبہ میں، پھر میزاب کے نیچے، پھر حطیم میں، پھر یمانی ستونوں کے درمیان، پھر بقیہ مسجد میں، پھر دارِ خدیجہ میں، پھر منزلِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں، پھر دارِ خیزران میں، پھر بقیہ مکہ میں، پھر بقیہ حرم میں، پھر حل میں جہاں کہیں اور جس وقت چاہے۔

دعا۔ نماز کے بعد اس دعا کا مانگنا مسنون ہے جو آدم علیہ السلام نے مانگی تھی۔
اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَعْطِنِیْ سُؤْلِیْ
اللہ تو بے شک جانتا ہے میرا باطن اور ظاہر پس قبول کر میری عذرخواہی کو تو میری حاجت کو جانتا ہے میرے مقصد کو عطا کر۔
وَتَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ
تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے پس بخش دے مجھ کو پس بیشک کوئی نہیں بخشتا گناہوں کو تیرے سوائے۔ اللہ بیشک میں تجھ سے مانگتا ہوں
اِیْمَانًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ وَیَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّہٗ لَا یُصِیْبُنِیْ اِلَّا مَا قَدَّرْتَہٗ لِیْ
ایسا ایمان جو میرے دل کے ساتھ قائم ہو اور یقین جو سچا ہو اس طرح کہ جانوں میں کہ کوئی مصیبت نہیں پہنچتی سوا اس کے کہ تو نے مقرر کی ہو
وَرَضِّنِیْ بِقَضَائِکَ وَقَدَرِکَ ۔ اور راضی کر مجھ کو تیری قضا و قدر پر۔

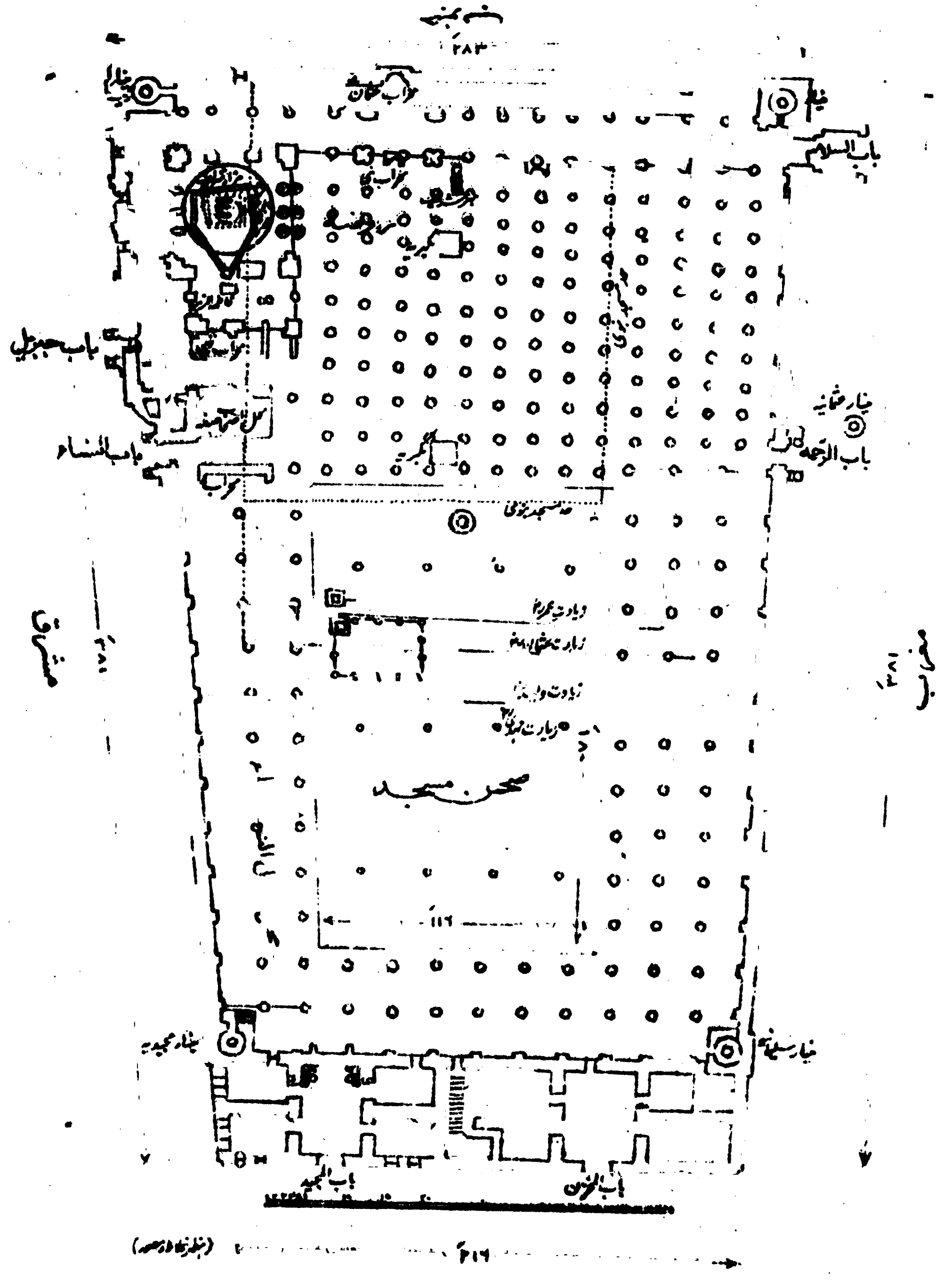
دخولِ کعبہ [۴]

کعبہ میں داخل ہونا اور کعبہ میں نماز پڑھنا مسنون ہے، بشرطیکہ ہجوم اتنا نہ ہو کہ دوسروں کو اذیت پہنچے۔ اذیت کی صورت میں کعبہ میں داخل ہونا ہی حرام ہے۔

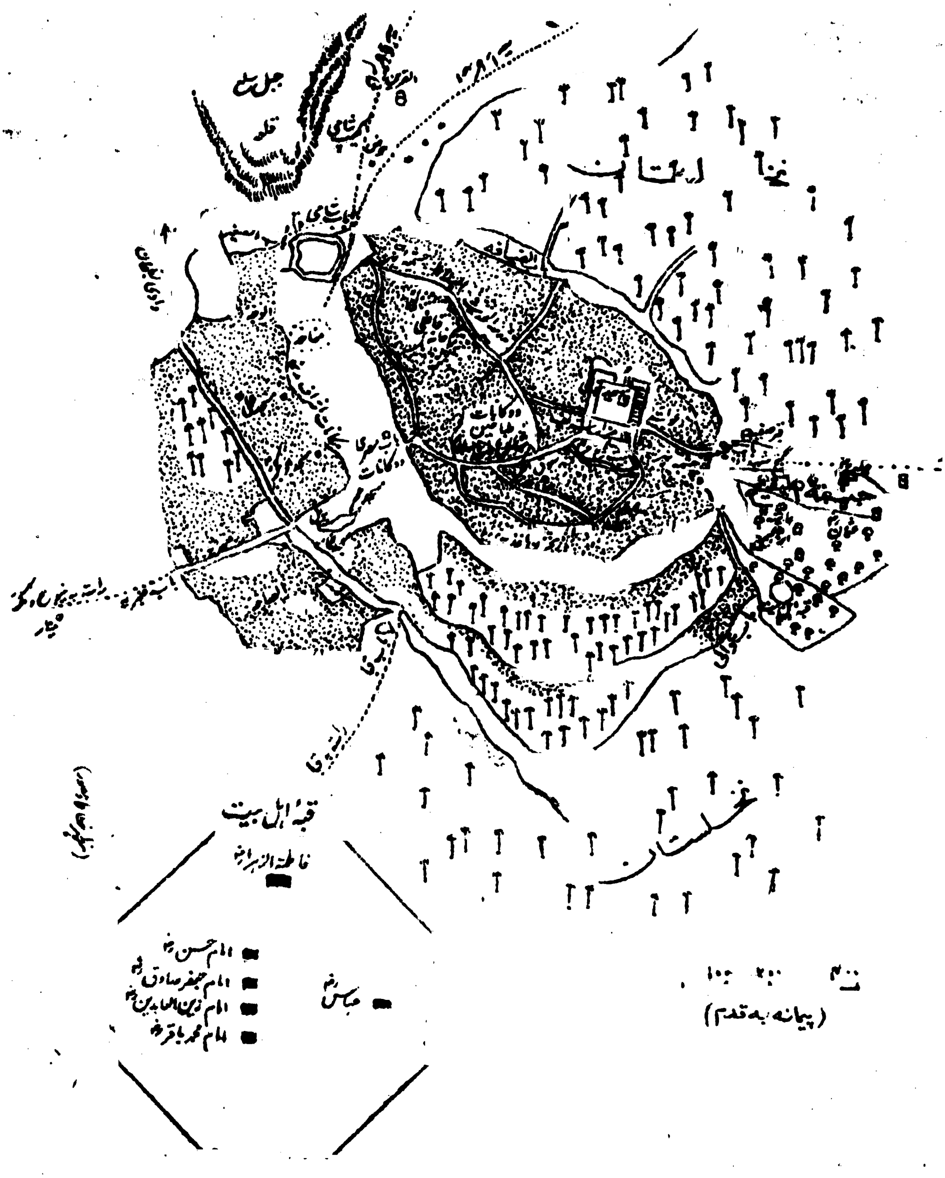
آبِ زمزم [۵]

زمزم کا پانی پینا مسنون ہے۔ حدیث۔ خَیْرُ مَاءٍ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ مَاءُ زَمْزَمَ ۔ زمزم کا پانی روئے زمین کا

مسجد نبوی



مدینه طیبه


جبل سلع
قلعه
نخلستان
قبه اهل بیت
فاطمة الزهرا رض
امام حسن رض
امام جعفر صادق رض
امام زین العابدین رض
امام محمد باقر رض
عباس رض
(پیمانه به قدم)

تعمیرِ مسجدِ نبوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد کی بنیاد ڈالی اور پھر غزوۂ خیبر کے بعد ۷ھ میں اس کی توسیع کی۔ آپ کے زمانہ میں اس مسجد کا طول ایک سو پچاس (۱۵۰) فٹ اور عرض بھی اسی قدر ہو گیا تھا۔ محرابُ النبی، منبر شریف، اسطوانۂ عائشہ، اسطوانۂ ابولبابہ، اسطوانۂ سریر، اسطوانۂ حرس، اسطوانۂ وفود، بابُ الرحمۃ، بابِ جبریل، روضہ کے مقامات اب بھی قائم ہیں گو تعمیر وہ نہیں ہے جو آپ کے زمانہ میں تھی۔ عمر فاروقؓ نے جنوب، مغرب اور شمال کے اسمات میں مسجد میں توسیع کی۔ عثمانؓ نے ان ہی اسمات میں مزید توسیع کی۔ آپ کے بعد ولید بن عبدالملک نے مشرق، مغرب اور شمال میں اضافہ کیا اور مہدی بن منصور نے شمال کی جانب وسیع رقبہ کا اضافہ کیا اور پھر سلطان عبدالمجید خاں نے ۱۲۶۵ھ میں پوری مسجد کی تعمیر کی اور شمال کی جانب بہت اضافہ کیا۔ یہی تعمیر اس وقت تک قائم ہے سوائے اس کے کہ بعد کے سلاطینِ ترک اس مسجد کی ترمیم و تزئین کرتے رہے۔

مزارِ شریف مسجدِ نبوی کے جنوب شرقی حصہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی استراحت گاہ ہے۔ آپ کے پہلو میں ذرا پیچھے ہٹ کر ابوبکر صدیقؓ حاضر ہیں اور ان سے ذرا ہٹ کر عمر فاروقؓ ہیں۔ ان تینوں کی مزاروں کے اطراف اس وقت جالی کی چوکھنڈی ہے۔ جالی مبارک کا جنوبی ضلع پینتالیس (۴۵) فٹ اور غربی ضلع تیس (۳۰) فٹ ہے۔ جالی مبارک کے جنوب میں پچیس (۲۵) فٹ مسجد کا حصہ اور مشرق میں پندرہ (۱۵) فٹ مسجد کا حصہ باقی رہتا ہے۔ جالی کے اندر ذرا ہٹ کر چاروں جانب سبز رنگ کے ریشمی پردے پڑے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ان پردوں کے اوپر ریشمی چھت بھی ہے۔ جالی مبارک اور ستونوں کی پیشانی پر یہ مشہور عربی اشعار مرقوم ہیں۔

یَا خَیْرَ مَنْ دُفِنَتْ فِی الْقَاعِ اَعْظُمُہٗ ۔۔۔ فَطَابَ مِنْ طِیْبِھِنَّ الْقَاعُ وَالْاَکَمُ

اس سرزمین کی خوبی کا کیا کہنا جس میں آپ کا جسدِ مبارک پوشیدہ ہے ۔۔۔ جس کی خوشبو سے میدان اور پہاڑوں کی چوٹیاں مہک رہی ہیں

نَفْسِی الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاکِنُہٗ ۔۔۔ فِیْہِ الْعَفَافُ وَفِیْہِ الْجُوْدُ وَالْکَرَمُ

اس تربت پر میری جان قربان جس میں آپ تشریف فرما ہیں ۔۔۔ جس میں عفت، جود اور کرم پوشیدہ ہے

مسجدِ نبوی کی چھت داٹ کی ہے اور اس کے پہلو میں بلند سبز رنگ کی گنبد نمایاں ہے جو مدینۂ طیبہ کو آتے ہوئے دور سے دکھائی دیتی ہے خصوصاً طیارہ کے سفر میں بلندی سے کافی مسافت سے۔ اس کا منظر زائرین میں ایک خاص کیفیت پیدا کرتا ہے۔ جالی مبارک کے شمال میں فاطمۃُ الزہراؓ کی مزار بتائی جاتی ہے مگر درصل آپ جنت البقیع میں ہیں۔ اس کے آگے شمال میں **محرابِ تہجد** اور اس سے ذرا آگے راستہ چھوڑ کر **اصحابِ صُفّہ** کا چبوترہ ہے۔

رَوضہ اس مقام کو کہتے ہیں جو جالی مبارک اور منبر شریف کے درمیان ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔ مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ۔ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔ گھر سے مراد یہاں مزارِ شریف ہے۔ اس لیے کہ یہ قدیم دستور ہے کہ انبیاء علیہم السلام جس مقام پر رحلت فرماتے ہیں وہیں سپردِ خاک کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ اسی مقام پر حجرۂ نبوی تھا جس میں آپ رونق افروز تھے۔

اس پر بھی دوکانات اور مکانات ہیں۔ شہر کے جنوب مغرب میں مناخہ کا میدان ہے یہاں اجناسِ غلّہ گوشت۔ ترکاری اور میوہ وغیرہ فروخت ہوتے ہیں۔ اسی نواح میں سوق الحراج ہے جس میں پرانا سامان بکتا ہے۔ زقاق تنگ اور گلی کے راستہ کو کہتے ہیں۔ شمال میں زقاق البقر، زقاق الخیاطین، زقاق الحبس، زقاق عنقلینی، زقاق سمہیدی، زقاق البدو، زقاق الاغوات اور حارۃ البقیع اور جنوب میں زقاق باہو، زقاق الکبریتیہ، زقاق القماشین، زقاق حید، زقاق الحجابین اور زقاق مالک بن انس ہیں شہر کی پانی کی ضروریات کی تکمیل کے لیے ایک نہر زرقاء کے نام سے جنوب میں دو تین میل کے فاصلے سے قبا سے آتی ہے۔ یہ نہر معاویہؓ کے حکم پر مروان نے جاری کی تھی۔ مروان کو آنکھوں کے رنگ کی مناسبت سے ازرق پکارتے تھے اور اسی بناء پر ان کی جاری کردہ نہر کا نام عین الزرقا یا عین الازرق ہو گیا چند مقامات پر اس نہر پر کنوئیں تعمیر کیے گئے ہیں اور پانی کا ذخیرہ کر کے بعض مقامات پر نل کے ذریعہ بھی پانی پہنچایا گیا ہے۔ شہر پناہ کے شمال اور جنوب میں شہر کے باہر وسیع باغات ہیں اور ان میں مکانات ہیں جو موسمِ گرما میں استعمال کیے جاتے ہیں۔

جنوب میں اس بیرونی آبادی کے درمیان سے وادیٔ بطحان گزرتی ہے اس پر ایک وسیع پُل ہے اور باب مصری کے جواب میں اس پُل کے بعد باب عنبریّہ واقع ہے۔ اس پُل کے مشرق میں بابِ قُبا ہے جہاں سے قُبا کو راستہ جاتا ہے۔

مدینہ کے شمال میں جبلِ اُحد اور شمال مغرب میں جبلِ سلع ہے۔ مدینۂ طیبہ کی معمولی آبادی تیس ہزار ۳۰۰۰۰ ہے جس میں حج کے زمانہ میں کثرت سے اضافہ ہو جاتا ہے۔ موسمِ حج کے لحاظ سے مکہ اور مدینہ میں بہت بڑا فرق ہے۔ مکہ میں ایک محدود وقت میں ہر ایک حاجی موجود رہتا ہے جس کی وجہ سے مکہ کی آبادی اپنی انتہائی مقدار پانچ چھ لاکھ کی تعداد کو پہنچ جاتی ہے بخلاف اس کے مدینہ کی یہ شکل نہیں ہے۔ حج کے پہلے اور حج کے بعد حاجی کثیر تعداد میں یکے بعد دیگرے آتے اور جاتے رہتے ہیں۔ حاجیوں کے قیام کے لیے دو منزلہ سہ منزلہ مکانات ہیں جو حج کے زمانہ میں معمور ہو جاتے ہیں۔

مسجدِ نبوی شہرِ مدینہ کے مشرق میں واقع ہے اور یہاں قبلہ ٹھیک جنوب کے رُخ میں ہے۔ شمالاً و جنوباً مسجدِ نبوی کا طول تین سو ستر فٹ ۳۷۰ اور عرض جانبِ جنوب دو سو ترآسی فٹ ۲۸۳ ہے لیکن جنوب میں یہ عرض دو سو سولہ فٹ ۲۱۶ ہو گیا ہے۔

مسجد کے جنوب غربی گوشہ میں اور غربی دیوار میں بابُ السّلام اور اُس کے شمال میں بابُ الرّحمہ ہے۔ شمال میں بابُ المجیدی اور بابُ المجیدی دو دروازے ہیں مگر ان میں سے بابُ المجید استعمال میں ہے۔ مشرق میں اوپر بابِ جبریل اور اُس کے قریب نیچے بابُ النّساء واقع ہے۔ مسجدِ حرام کی طرح مسجدِ نبوی چاروں اسمات میں مُسقّف اور اس کے وسط میں کھلا صحن ہے مُسقّف وسیع حصّہ جنوب یعنی قبلہ کی جانب ہے۔ اس جانب بارہ درجہ کا مُسقّف دالان ہے۔ مغرب کی سمت میں تین درجہ اور شمال اور مشرق میں دو دو درجہ کے دالان بنے ہیں۔ ان سب دالانوں میں سنگِ مرمر کا فرش بچھا ہوا ہے۔ ان دالانوں کے درمیان کھلے ہوئے صحن کا طول ایک سو اسّی فٹ شمالاً جنوباً اور عرض ایک سو سولہ ۱۱۶ فٹ شرقاً و غرباً ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کشف ہوا اور خانۂ کعبہ دکھائی دیا جس کے توسط سے آپ نے اِس مسجد کی سمتِ قبلہ کا تعین کیا تھا۔ اس مسجد کے صحن کے وسط میں ایک مقام مَبْرَكُ النَّاقَة ہے جہاں آپ کی سانڈنی رُکی تھی۔ اِسی مسجد کی ضد میں منافقین نے مسجدِ ضرار بنائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افتتاح کی درخواست کی تھی مگر اس کے خلاف حکم باری تعالیٰ نازل ہوا اور یہ مسجد منہدم کروادی گئی۔

مسجدِ جُمعہ۔ قُبا سے ذرا آگے مدینہ طیبہ کی جانب مسجدِ جمعہ ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں مدینہ والوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا تھا۔ مدینہ کی لڑکیوں نے دَف کے ساتھ اِن اشعار کو گایا اور آپ کو خوش آمدید کیا تھا۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا — مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
چودھویں کا چاند ہم پر نمودار ہوا — وداع کی گھاٹیوں سے۔ قبا کی جنوب میں ایک پہاڑی ثنیۃ الوداع کی طرف اشارہ ہے
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا — مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ
ہم پر شکر واجب ہو گیا — اس (دین) کیلئے جسکی طرف اللہ تعالیٰ کیلئے داعی یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دی
أَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِينَا — جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمُطَاعِ
اے وہ جس کو ہمارے پاس بھیجا گیا ہے — تو ایسی چیز لایا ہے جس کی اطاعت کی جائیگی

أَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا — وَاخْتَفَتْ مِنْهُ الْبُدُورُ
چودھواں چاند ہم پر نمودار ہوا — دوسرے سب چاند ماند ہو گئے
مِثْلُ حُسْنِكَ مَا رَأَيْنَا — قَطُّ يَا وَجْهَ السُّرُورِ
تیرے حُسن کے مانند ہم نے نہیں دیکھا — کبھی بھی اے ہنس مکھ چہرے

مسجدِ قبلتین یعنی دو قبلوں والی مسجد۔ یہ مسجد مدینہ کے شمال مغرب میں تقریباً دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس مسجد میں بیت المقدس کا رُخ کرکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے اور دو رکعت ہو چکی تھیں کہ وحی نازل ہوئی اور تبدیلِ قبلہ کا حکم ملا اور آپ نے فوراً کعبہ کی طرف پلٹ کر بقیہ دو رکعت نماز کی تکمیل کی۔ استقبالِ قبلہ کے بیان میں صفحہ ۱۳۸ پر اس کی تفصیل درج ہے۔ یہ واقعہ ہجرت کے سترہ مہینوں بعد کا ہے اس مسجد میں فی الوقت کعبہ کے رُخ میں عمارت اور اصل محراب ہے۔

دیگر مساجد یہ ہیں **مسجد الفتح**، شمال مغرب میں جبل سَلع کے دامن میں، **مسجد اجابہ** بقیع کے شمال میں **مسجدِ ذباب** یا رایہ شمال میں ذباب کی پہاڑی پر، **مسجدِ سُقیا** مغرب میں، **مسجدِ بنی ظفر** بقیع کے مشرق میں **مسجد ابی بن کعب** بقیع سے آگے داہنی جانب **مسجد مایدہ** مشرق میں **مسجدِ غمامہ** مغرب میں یہ اصل کھلی جگہ تھی جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز پڑھا کرتے تھے اس کو پہلے مصلیٰ کہتے تھے۔ **آبارِ مدینہ**۔ بیر کی جمع آبار ہے

صَلَاۃٌ فِیْ مَسْجِدِیْ ھٰذَا خَیْرٌ مِنْ اَلْفِ صَلَاۃٍ
مسجدِ نبوی میں نماز کی ادائی کی نسبت آپ نے فرمایا ہے۔
فِیْمَا سِوَاہُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔ اس میری مسجد میں پڑھی ہوئی نماز بہتر ہے دوسری مسجدوں کی ہزار نمازوں
سے سوائے مسجدِ حرام کی نماز کے۔ نقشہ میں مسجدِ نبوی کا وہ حصّہ بھی ظاہر کیا گیا ہے جس کی تعمیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ میں ہوئی تھی اور اس کے بعد جو اضافے ہوتے رہے ان کی بھی صراحت کی گئی ہے۔ ابوبکر موصلی سے
مروی ہے۔ ھٰذَا مَسْجِدِیْ وَمَا زِیْدَ فِیْہِ فَھُوَ مِنْہُ۔ یہ میری مسجد ہے اور اس میں جو کچھ اضافہ کیا
جائے گا اُسی میں داخل ہے۔ ابو ھریرہؓ نے روایت کی ہے۔ لَوْ مُدَّ ھٰذَا الْمَسْجِدُ اِلٰی صَنْعَاءَ کَانَ
مَسْجِدِیْ۔ اگر یہ مسجد صنعا تک بڑھائی جائے تو بھی میری ہی مسجد ہوگی۔ عمر ابن الخطابؓ نے فرمایا۔ لَوْ مُدَّ
مَسْجِدُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی ذِی الْحُلَیْفَۃِ لَکَانَ مِنْہُ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
مسجد ذی الحلیفہ تک بڑھائی جائے تو بھی آپ ہی کی مسجد ہوگی۔

جنّتُ البقیع۔ مسجدِ نبوی کے مشرق میں باب جبرئیل کے باہر جنّت البقیع کا احاطہ ہے۔ اس کے جنوب میں قُبّۂ
اہلِ بیت ہے۔ اس میں فاطمۃُ الزہراءؓ، عباسؓ، امام حسنؓ، امام جعفر صادقؓ، امام زین العابدینؓ، امام محمد باقرؓ
کی مزارات ہیں۔ اس کے شمال میں ابراہیمؓ صاحبزادۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد اُمّہاتُ المومنین ازواجِ
مطہرات سودہ، حفصہ، صفیہ، میمونہ، عائشہ صدیقہ، جویریہ، زینب بنتِ جحش، اور زینب بنتِ خزیمہ رضوان اللہ
علیہن ہیں۔ خدیجۃ الکبریٰؓ مکہ میں قبرستان اَلْمُعَلّٰی میں ہیں۔ صاحبزادیانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُمِّ کلثومؓ، رقیہ اور
زینب رضی اللہ علیہن بھی یہیں ہیں۔ ایک بازو گنجِ شُہداء رضوان اللہ علیہم ہے۔ شمال مشرقی گوشہ میں حلیمہؓ اور
عثمانؓ کی مزارات ہیں۔ نافع شیخُ القُرّاء، فاطمہ اُمِّ علی رضی اللہ عنہما، مصعب بن عمر
اور مشرق کے کنارے وسط میں
عبداللہ بن جحش، شمّاس بن عثمان، جعفر بن شمّاس اور امام مالک بن اَنس رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی جنّت البقیع میں دفن ہیں۔
بقیع کے علاوہ مدینہ میں دوسرے مقامات پر یہ قبریں ہیں۔ عبداللہ بن عبدالمطلب والدِ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم شہرِ مدینہ میں، شیخ ابوشجاع فقیہ شافعی مسجدِ نبوی کے مشرق میں مرمر کے فرش کی گلیاری کے بازو میں۔

اُحد۔ مدینہ کے شمال میں جبلِ اُحد چار میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس کے دامن میں بڑا میدان اور دوسری سمت میں
باغات ہیں۔ یہاں شہداءِ جنگِ اُحد اور حمزہ رضی اللہ عنہم کی مزارات ہیں اور وہ مقامات بھی بتلائے جاتے ہیں جہاں
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دندانِ مبارک شہید ہوا اور جس مقام پر آپ نے استراحت کی تھی۔

مسجدِ قُبا۔ مدینہ کے جنوب میں دو میل کے فاصلہ پر مسجدِ قُبا واقع ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ہجرت کے بعد مدینہ
پہنچنے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دنوں قیام کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد کی بنیاد رکھی اور
صحابہ رضوان اللہ علیہم نے اس کی تعمیر کی۔ اسلام کی یہ پہلی مسجد ہے۔ اس مسجد کی سمتِ قبلہ کے تعیّن کے لیے

کی خدمت میں اسی طرح سلام بھیجے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا بَكْرٍ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَزَاكَ اللّٰهُ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا۔ پھر چند قدم اور پیچھے ہٹے اور عمرؓ کی خدمت میں اسی طرح سلام بھیجے اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مزارِ مبارک کی طرف لوٹ آئے اور آپ کو وسیلہ گردان کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی بخشائش اور مقصد برآری کے لیے دعا کرے۔ جب کوچ کا ارادہ کرے تو مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھے اور مزارِ شریف پر آئے اور اسی طرح سلام بجالائے جس طرح اوپر بیان کیا گیا۔

محرّماتِ حرم

محرّماتِ احرام بارہ[12] ہیں۔ لباس[1] سیا ہوا یا بُنا ہوا پہننا، ستر[2] سر مرد کے لیے، ستر[3] چہرہ عورت کے لیے، تدہین[4] شعر، حلق[5] یا تقصیر، تقلیم[6]، تطییب[7]، صید[8]، قطعِ[9] درختان، عقدِ[10] نکاح، وطی[11] اور مباشرت[12] بشہوت۔ بعض امور جو معمولی حالت میں حلال اور جائز ہیں احرام کی حالت میں حرام ہیں، حج کے لیے احرام ہو یا عمرہ کے لیے یا دونوں کے لیے یا مطلق طور پر، اور پھر احرام صحیح ہو یا فاسد۔ محرّمات تین قسم کی ہیں بعض مرد کے لیے مخصوص ہیں جیسا کہ سیا ہوا لباس اور سر کا ستر، بعض عورت کے لیے مخصوص ہیں جیسا کہ چہرے کا ستر اور بعض مرد اور عورت دونوں کے لیے عام ہیں جیسا کہ حلق اور تقلیم وغیرہ۔ محرم کے لیے ان محرّمات سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ تحریم کی شرائط یہ ہیں کہ تحریم کا علم ہو اور قصداً عمل کرے اور مختار اور مکلّف ہو۔ اگر کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو تحریم کا حکم عاید نہ ہوگا۔ فدیہ کے حکم کے لحاظ سے محرّمات کی پھر دوسری تقسیم بھی ہے۔ اگر اتلاف کی نوعیت کے محرّمات ہوں جیسا کہ صید اور قطعِ درخت تو فدیہ کے وجوب کے لیے قصد اور علم کی ضرورت نہیں۔ محرّمات تفریحی ہوں جیسا کہ تطییب، لباس اور تدہینِ شعر تو فدیہ کے وجوب کے لیے قصد اور علم کی ضرورت ہے۔ غیر مکلّف کے لیے کوئی فدیہ ہی نہیں ہے۔ احرام کی حالت میں صید، وطی اور عقدِ نکاح کا ارتکاب گناہِ کبیرہ ہے اور بقیہ سب میں گناہِ صغیرہ ہے۔

لباس[1] سیا ہوا یا بُنا ہوا جیسے قمیص، پاجامہ، شیروانی، قبا، خف، بنیان، زرہ، بکتر یا نمدے کی طرح جمائی ہوئی چیز کا بدن کے کسی حصہ پر عادت کے طور پر پہننا مرد کے لیے حرام ہے۔ عادت کے خلاف اگر کوئی شخص قمیص کو پہننے کے عوض مونڈھوں پر سے ڈال دے یا قمیص کو ازار کے عوض کمر پر باندھ لے تو حرام نہیں ہے۔ صحیحین نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ۔ محرم کونسا لباس پہنے؟ آپ نے فرمایا لَا يَلْبَسُ الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ اِلَّا اَحَدٌ لَا يَجِدُ نَعْلَيْنِ فَيَلْبَسُ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ

اور بیر کنویں کو کہتے ہیں۔ مدینہ میں مشہور اور تاریخی کنویں یہ ہیں۔ **بیر اریس** مسجد قبا کے قریب ہے عثمان بن عفانؓ کے ہاتھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی اس کنویں میں گری تھی۔ **بیر اغواف** جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کیا تھا۔ **بیر اناا**۔ **بیر انس** بن مالکؓ اس کے قریب عبداللہ والد نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں۔ **بیر بضاعہ**۔ **بیر بیرحا** اور **بیر غرس**۔

عرضِ سلام

زیارتِ مزارِ شریف مسنون ہے۔ یہ حکم ہر شخص کے لیے عام ہے حاجی یا معتمر کی قید نہیں ہے۔ مدینہ طیبہ کا راستہ طے کرتے ہوئے کثرت سے درود و سلام پڑھتے رہنا مسنون ہے اور جب مدینہ کی بستی دکھائی دے تو درود و سلام میں اور زیادتی کی جائے اور دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ زیارتِ مدینہ کو قبول اور سودمند کرے۔ مدینہ میں داخل ہونے سے قبل غسل کرے اور صاف ستھرا لباس پہنے مسجد میں داخل ہو تو روضۂ شریف کی طرف جائے۔ روضۂ شریف اس مقام کو کہتے ہیں جو مزارِ شریف اور منبرِ نبوی کے درمیان ہے۔ یہاں تحیۃ المسجد پڑھے۔ اولیٰ یہ ہے کہ اُس جگہ پڑھے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔ نماز کے بعد اس نعمت کے عطا کرنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ پھر قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے مزارِ شریف کے سرھانے رُخ کر کے چار ہاتھ کے فاصلے سے ادب کے ساتھ انکساری کی حالت میں کھڑا ہو فصل کے بارے میں مختلف اقوال ہیں مگر فی الوقت اس بارے میں کسی غور کی ضرورت اس لیے نہیں ہے کہ مزارِ شریف کے اطراف جالی بنی ہوئی ہے اور یہ جالی خود حدِ فاصل ہے۔ دنیا کے علایق سے اپنے قلب کو پاک کر کے آواز کو بلند کیے بغیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس طرح سلام بھیجے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ

اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام۔ اے اللہ کے نبی! آپ پر سلام۔ اے اللہ کے دوست! آپ پر سلام

اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا، بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ، وَاَدَّیْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ

گواہی دیتا ہوں میں کہ آپ بیشک اللہ کے سچے رسول ہیں آپ نے خدا کے پیام کو پوری طرح پہنچا یا اور اس کی امانت کو ادا کیا۔ نصیحت کی اُمت کو،

وَكَشَفْتَ الْغُمَّةَ وَجَلَوْتَ الظُّلْمَةَ وَنَطَقْتَ بِالْحِكْمَةِ وَجَاهَدْتَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ

دور کی تکلیف کو، روشن کی تاریکی کو، اور جو کہا حکمت کے ساتھ کہا اور پورا پورا جہاد کیا خدا کے راستہ میں

جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا اَفْضَلَ الْجَزَاءِ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہترین جزا دے۔

اگر کسی نے حاجی سے درخواست کی ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اُس کا سلام پہنچا دے تو سلام کا پہنچانا بھی مسنون ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام بجا لانے کے بعد داہنی جانب چند قدم پیچھے ہٹے اور ابو بکر صدیقؓ

جو صرف سر اور چہرے کی حد تک محدود ہے۔ آیت۔ (پ ۲)۔ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ۔ مت مونڈھو اپنے سروں (کے بالوں) کو۔ تمام بدن کے بال اِس حکم میں داخل ہیں۔

تقلیم۔ ہاتھ پاؤں کے ناخن تراش کر یا اور طرح سے نکالنا حرام ہے۔ حَلق پر قیاس کرتے ہوئے یہ حکم دیا گیا۔ ناخن کا کچھ حصہ ٹوٹے اور نکلیف ہو تو صرف اُسی ناخن کو نکالا جا سکتا ہے بغیر فدیہ کے۔ اس لیے کہ ناخن کے نکالنے میں بھی اسی طرح ترفّہ اور آرام ہے جس طرح بالوں کے نکالنے میں۔

تطییب۔ خوش بو کا استعمال، بدن یا لباس پر، اس ارادہ سے کہ بوئے خوش حاصل کرے جیسے مُشک اور کافور وغیرہ سے، حرام ہے۔ یہ حکم سابقہ حدیث کے اِس جزء کے تحت ہے۔ وَلَا يَلْبَسُ مِنَ الثِّيَابِ مَامَسَّهُ وَرْسٌ أَوْ زَعْفَرَانٌ۔ ورس اور زعفران دونوں خوش بو کی چیزیں ہیں۔ بغیر خوش بو کے ارادہ کے غذا یا دوا وغیرہ میں مصالحے وغیرہ جیسے اشیاء کا استعمال ممنوع نہیں ہے۔ اسی طرح تجارت کے لیے تھیلی میں مشک لے جائے تو بھی حرام نہیں ہے۔ ارادہ کی قید سے دیگر صورتیں بھی خارج ہو جاتی ہیں جبکہ ہوا خوش بو اُڑا کر لائے یا احرام کی حالت یاد نہ رہے یا تحریم کا علم نہ ہو۔ اِن اشکال میں فدیہ بھی نہیں ہے۔ اگر تحریم کا علم ہو تو فدیہ واجب ہوگا۔ امتناعِ تطییب کی وجہ یہ ہے کہ احرام کی حالت میں، بارگاہِ ربّ العزت میں، بندہ کی بے بضاعتی، انکساری، حقارت اور ندامت کا اظہار مطلوب ہے تاکہ معافی اور مغفرت کی درخواست کرے۔ حدیث۔ اَلْمُحْرِمُ اَشْعَثُ وَاَغْبَرُ۔ مُحرِم گرد و غبار آلود ہوتا ہے۔

صَید۔ آیت۔ (پ ۳)۔ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا۔ حرام کیا گیا تم پر خشکی کا شکار جبکہ تم احرام کی حالت میں ہو۔ فتح مکہ کے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ لَا يُعْضَدُ شَجَرُهُ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ۔ اس شہر کو عظمت دی گئی ہے اللہ کے حکم سے نہ اس کا درخت کاٹا جائے اور نہ اس کا شکار بھگایا جائے۔ خشکی کے ماکول وحشی جانور کا شکار حرام ہے۔ تری کے جانور کا شکار حرام نہیں ہے۔ ہر ایک جانور جو خشکی میں زندہ رہتا ہے اگرچہ تری میں بھی زندہ رہ سکے خشکی کا جانور کہلاتا ہے اور جو جانور سوائے تری کے زندہ ہی نہیں رہتا وہ تری کا جانور کہلاتا ہے۔ شکار کی تحریم کی تین شرائط ہیں۔ جانور بَرّی (خشکی)، ماکول اور اصل میں وحشی ہو۔ وحشی جانور مانوس ہو جائے تو بھی اس کی تحریم باقی رہتی ہے۔ پالتو جانور وحشی ہو جائے تو اس کے لیے کوئی حُرمت نہیں ہے۔ اُس متولّد کا شکار بھی حرام ہے جس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک وحشی اور بَرّی اور ماکول ہو۔ شکار کا مار ڈالنا ضروری نہیں ہے، جال یا پھندے سے پکڑنا یا اس کو اپنے قبضہ میں لینا قیمت پر یا مفت یا شکار کو بھگانا یا اس کا پیچھا کرنا یا اس کو اپنی جگہ سے نکالنا یا اُس کے کسی حصّہ بدن، بال اور پَر کو چھیڑنا بھی تحریم میں داخل ہے۔ وحشی کی قید کی وجہ سے پالتو جانور گائے وغیرہ اور ماکول کی قید کی وجہ سے غیر ماکول جانور

وَلَا يَلْبَسُ مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ أَوْ وَرْسٌ وَلَا تَنْتَقِبُ الْمَرْأَةُ وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَيْنِ

نہ پہنے قمیص اور نہ عمامے اور نہ پاجامے اور نہ ٹوپیاں اور نہ خف سوائے اس شخص کے جس کے پاس نعلین نہ ہوں تو خفین اور ان کو کاٹ ڈالے ٹخنوں کے نیچے اور نہ پہنے لباس جس کو زعفران یا ورس لگی ہو اور نہ نقاب ڈالے عورت اور نہ پہنے دستانے۔

سترِ سر۔ مرد کے لیے پورے سر یا اس کے بعض حصہ کو ستر کرنے والی چیز یعنی شملہ ٹوپی وغیرہ سے ڈھانپنا حرام ہے۔ صحیحین نے روایت کی ہے کہ ایک شخص بحالتِ احرام اونٹ سے گرا اور فوت ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا۔ اس کے سر کو چادر سے مت ڈھانپو اس لیے کہ وہ قیامت کے دن لبیک کہتا ہوا اٹھے گا۔ اگر گرمی یا جاڑے کے عذر کی وجہ سے سر کو ڈھانپے یا زخم کی وجہ سے سر کو پٹی باندھے تو حرام نہیں ہے مگر فدیہ دینا لازم ہے۔ آیت۔ (۱۷/۶) وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ۔ اور تم پر دین کے بارے میں تنگی نہیں کی۔ مرد میں لڑکا داخل ہے اور عورت خارج ہے۔ عورت کے لیے سر کو ڈھانپنا حرام نہیں ہے بلکہ نماز میں سر کو ڈھانپنا واجب ہے۔ پاؤں میں پاتابہ اور ہاتھوں میں دستانہ پہننا بھی مرد کے لیے حرام ہے۔ اس چیز کا پہننا حرام ہے جو ساتر تصور کی جائے۔ سِیے ہوئے ہونے یا نہ ہونے کی قید نہیں ہے۔ شال سی ہوئی نہیں ہے مگر سر پر اوڑھنے کی عادت ہے اس لیے شال کا بھی سر پر رکھنا حرام ہے۔ اگر ایسی چیز سر پر رکھیں جو ساتر تصور نہ کی جائے تو حرام نہیں ہے جیسا کہ سر پر ہاتھ رکھے یا محمل کے سایہ میں رہے یا چھتری پکڑے۔

سترِ چہرہ۔ عورت کے لیے چہرہ کو ڈھانپنا حرام ہے اگرچہ اجنبی لوگ موجود ہوں اور فتنہ کا خوف ہو مگر مردوں پر واجب ہے کہ نظر کو نیچی کریں۔ ہاتھوں میں دستانہ پہننا بھی حرام ہے۔ اگر کسی عذر کی وجہ سے چہرے کو ڈھانپے تو فدیہ لازم ہے۔ عورت بغیر ستر کے ارادہ کے چہرے پر ہاتھ رکھے تو حرام نہیں ہے۔ عورت کا سر نماز میں ستر کے لائق ہے اور سر کے ستر کی تکمیل کیلئے عورت چہرے کے صرف اسی قدر حصہ کو ڈھانپ سکتی ہے جس کے بغیر سر کا ستر نہیں ہو سکتا۔ یہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ چہرے کو کھلا رکھنے کی تکمیل کے لیے سر کا کچھ حصہ بھی کھلا رکھے۔ عورت کے لیے جائز ہے کہ لکڑی یا بید وغیرہ کے ذریعہ اس طرح نقاب کو لٹکائے کہ چہرے سے دور رہے اور چہرے کی جلد کو نہ چھوئے ورنہ فدیہ لازم ہوگا۔

تدہینِ شعر۔ سر اور چہرے کے بالوں کو تیل لگانا حرام ہے۔ سر اور چہرے کے علاوہ بقیہ تمام حصہ بدن کو تیل لگانا ممنوع نہیں ہے۔ **ترجیل** بالوں میں کنگھا کرنے کو کہتے ہیں۔ متن کے بعض نسخوں میں محض ترجیل کو اور بعض میں ترجیل بالدہن کو حرام لکھا ہے حالانکہ محض ترجیل مکروہ ہے اور ترجیل بالدہن حرام ہے۔ محض ترجیل کی تحریم کا قول ضعیف ہے اور اعتماد اس پر ہے کہ ترجیل میں کراہت ہے۔

حلق کے لفظی معنی بالوں کے جڑ سے ازالہ کے ہیں مگر یہاں بالوں کا ہر قسم کا ازالہ، خواہ مونڈھ کر، اکھیڑ کر، کاٹ کر یا جلا کر کیا جائے حرام ہے۔ سر اور چہرے کی تخصیص نہیں ہے سارے بدن کے بالوں کا نکالنا حرام ہے بخلاف تدہین کے

سے پہلے اور حج میں تحلّلِ اوّل سے پہلے وطی وقوع میں آئے۔ وہ عُمرہ جو حج کے ساتھ قِران کی صورت میں ادا کیا جائے صحت اور فساد دونوں میں حج کے تابع ہے۔ صحت کی مثال یہ ہے کہ یومِ عید کو جَمرۂ عَقبہ اور طوافِ اِفاضہ اور سعی کے بعد لیکن حَلق سے قبل وطی واقع ہو تو حج صحیح ہوگا اس لیے کہ وطی تحلّلِ اوّل کے بعد واقع ہوئی اور حج کی اتباع میں عُمرہ بھی صحیح ہوا۔ عُمرہ منفرد ہوتا تو فاسد ہوتا اس لیے کہ حَلق بھی عُمرہ کے ارکان سے ہے اور عُمرہ کے مناسک ابھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ وطی واقع ہوئی۔ فساد میں اتباع کی مثال یہ ہے کہ طوافِ قُدوم، سَعی اور حَلق کے بعد اور طوافِ اِفاضہ اور یومِ عید کو جَمرۂ عقبہ سے پہلے وطی واقع ہوئی تو حج فاسد ہوا اس لیے کہ تحلّلِ اوّل سے پہلے وطی واقع ہوئی اور حج کی اِتباع میں عُمرہ بھی فاسد ہوگیا ورنہ عُمرہ منفرد ہوتا تو فاسد نہ ہوتا اس لیے کہ وطی عُمرہ کے مناسک سے فراغت پانے کے بعد واقع ہوئی۔ تحلّلِ اوّل کے اور وُقوف کے پہلے وطی کی وجہ سے فساد میں اجماع ہے مگر وقت کے بعد کی صورت میں ابوحنیفہؒ کو اختلاف ہے۔ حج ایسی عبادت ہے جس سے فساد واقع ہونے کے باوجود خارج نہیں ہوتا اس لیے کہ حج کا تعلق اس قدر گہرا ہے کہ موت بھی اُس کو منقطع نہیں کرتی۔ موت کے بعد بھی مُحرِم کا حکم باقی رہتا ہے اور میّت کا سر نہیں ڈھانپا جاتا۔ حدیث۔ لَا تُخَمِّرُوا رَاسَهُ۔ اس کے خلاف دوسری عبادتیں جیسا کہ روزہ فساد کی وجہ سے باطل ہوجاتا ہے۔ وطی کے سوائے دوسرے مُحرّمات کے ارتکاب کی صورت میں فساد واقع ہی نہیں ہوتا۔ فساد کے واقع ہونے کے باوجود مُحرِم اِحرام سے خارج نہیں ہوتا بلکہ اُس پر حج اور عُمرہ کے مناسک کی تکمیل واجب ہے۔ آیت۔ (۲/۸)۔ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ۔ پورے کرو حج اور عُمرہ کو اللہ تعالیٰ کے لیے۔ میں صحیح اور فاسد میں امتیاز نہ کرکے ہر صورت میں تکمیل کے لیے حکم دیا گیا ہے۔

تحلّل

تحلّل حج میں دو ہیں۔ تحلّلِ اوّل اُس حالت کو کہتے ہیں جبکہ جمرۂ عقبہ، طوافِ اِفاضہ اور اِزالۂ شَعر ان تین امور میں سے کوئی دو امور ادا ہوجائیں اور تحلّلِ دوّم جبکہ تیسرا امر بھی ادا ہوجائے۔ تحلّلِ اوّل کے بعد مُحرّماتِ جنسی کے سوائے جملہ مُحرّمات حلال ہوجاتے ہیں جیسا کہ سترِ سر، سترِ چہرہ، تدہینِ شعر، حَلق، تقلیم، تطییب اور صید۔ اُن اُمور کو مُحرّماتِ جنسی کہتے ہیں جن کا تعلق عورت سے ہے۔ تحلّلِ دوّم کے بعد بقیہ مُحرّمات بھی حلال ہوجاتے ہیں لیکن مناسکِ حج کی تکمیل کا وُجوب باقی رہتا ہے جیسا کہ ہر سہ جمار کی رمی تین ایامِ تشریق میں اور منیٰ میں شب باشی۔ حج اور نماز میں یہ فرق ہے کہ حج میں تحلّلِ دوّم کے باوجود بقیہ حج کے مناسک کی تکمیل واجب رہتی ہے اور نماز میں پہلے سلام کے بعد مُصلّی نماز سے خارج ہوجاتا ہے اور دوسرا سلام مندوب رہتا ہے۔ عُمرہ میں ایک ہی تحلّل ہے اور وہ جملہ مناسکِ عُمرہ، طواف، سعی اور حَلق یا تقصیر سے فراغت پانے پر حاصل ہوتا ہے۔

بھیڑیئے وغیرہ کا شکار ممنوع نہیں ہے۔ شکار میں مدد دینا اور شکاری کی رہنمائی کرنا بھی حرام ہے۔ بری ماکول وحشی جانور پہلے سے قبضہ میں ہو تو احرام کے ساتھ ہی اُس کو رہا کر دینا واجب ہے۔ **حلال** پر بھی حرم کے اندر بری وحشی اور ماکول جانور کا شکار حرام ہے۔ حلال اُس شخص کو کہتے ہیں جس نے حج اور عُمرہ کے مناسک سے فراغت پائی ہو۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

قطعِ درختان۔ حَرم کے درخت کا کاٹنا یا اُکھیڑنا حرام ہے! البتہ اناج، پھل، ترکاری اور دوا کے درختوں کا کاٹنا جائز ہے، اُکھیڑنا جائز نہیں ہے۔ سوکھے درختوں اور گھاس کا کاٹنا جائز ہے۔ مُحرم اور حلال اس بارے میں مساوی ہیں درخت میں خودرَو اور بوئے ہوئے میں فرق نہیں ہے! البتہ بیل میں خودرَو میں حُرمت ہے۔

عقدِ نکاح مُحرم اپنے لیے یا غیر کے لیے اصالتہً، وکالتہً یا ولایتہً نکاح نہیں کر سکتا۔ حدیث۔ لَا یَنْکِحُ الْمُحْرِمُ وَ لَا یُنْکِحُ۔ مُحرم نکاح نہیں کر سکتا اور نہ اس کا نکاح ہو سکتا ہے۔ احرام کی حالت میں مُحرم کسی کی ولایت یا وکالت بھی نہیں کر سکتا اور نہ نکاح میں گواہ بن سکتا ہے۔ نکاح کی قید کی وجہ سے **رجعت** خارج ہے اس لیے کہ رجعت میں سابقہ نکاح کو قایم رکھا جاتا ہے۔ رجعت کے معنی طلاق سے پلٹنے کے ہیں شوہر اپنی زوجہ کو ایک یا دو مرتبہ طلاق دے اور عدت کے دن پورے نہ ہوئے ہوں اور شوہر عَود کرے تو اس کو رجعت کہتے ہیں۔

وطی [11]۔ احرام کی حالت میں وطی کرنا حرام ہے۔ آیت۔ (۲/۱۹)۔ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ۔ حج کے زمانہ میں جماع، بدکاری اور لڑائی نہیں ہو سکتی عقل اور علم کی شرط ہے۔ اگر میاں بیوی میں سے ایک نے مناسک سے فراغت پائی اور دوسرے نے فراغت نہیں پائی تو فراغت پایا ہوا شخص دوسرے کو وطی کا موقع نہ دے گا۔ اس لیے کہ معصیت میں اعانت ممنوع ہے۔ وطی میں، مرد، عورت، اگلی اور پچھلی دونوں شرم گاہیں، حایل کے ساتھ یا بغیر حایل کے، سب داخل ہیں۔

مباشرت [12] شہوت کے ساتھ حرام ہے۔ وطی کے سوائے دیگر مقدماتِ شہوت، بوسہ لینا اور مساس کرنا مباشرت میں داخل ہیں۔ شہوت کے ساتھ مباشرت حرام ہے اگرچہ انزال نہ ہو اور اس صورت میں فدیہ واجب ہے بغیر شہوت کے مباشرت حرام نہیں ہے۔ حایل کے ذریعہ شہوت کے ساتھ چھونا بلکہ نظر کرنا بھی حرام ہے۔

اِن مُحرّمات میں فدیہ ہے سوائے نکاح کے جو منعقد ہی نہیں ہوتا اور نکاح سے فساد واقع نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ فرج میں وطی کی جائے۔ فساد کے واقع ہونے سے مُحرم اِحرام سے خارج نہیں ہوتا۔ اِحرام کے مُحرّمات میں سے کسی ایک کے ارتکاب سے بھی فدیہ لازم آتا ہے۔ فدیہ کی تفصیل آیندہ بیان کی جائے گی۔ اِحرام کی حالت میں نکاح کرنے سے فدیہ اس لیے نہیں ہے کہ نکاح ہی منعقد نہیں ہوتا۔ ان مُحرّمات کے ارتکاب کی وجہ سے حج اور عُمرہ کے مناسک میں کوئی فساد نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ شرم گاہ میں وطی کی جائے مگر شرط یہ ہے کہ عمرہ میں مناسکِ عُمرہ

نہیں ہے سنتوں کے بغیر بھی حج اور عمرہ کی تکمیل ہو سکتی ہے مثل دوسری عبادتوں نماز اور وضو کے البتہ وقوفِ عرفہ میں رات اور دن کے ملانے کی سنت ترک ہو جائے تو دم کا ادا کرنا سنت ہے۔ **خلاصہ** یہ کہ رکن پر حج اور عمرہ موقوف ہیں اور اس کے ترک پر دم سے جبر نہیں ہو سکتا، واجب کے ترک پر دم سے جبر ہو جاتا ہے اور سنت کے ترک پر دم یا کسی اور بات کی ضرورت ہی نہیں۔

دمائے واجبہ

دماء دم کی جمع ہے اور دم کے معنی خون اور جانور کے ہیں۔ احرام کی حالت میں کسی واجب کے ترک ہونے یا کسی فعلِ حرام کے عمل میں آنے سے بحکمِ شرع جو حیوان ذبح کیا جاتا ہے یا اس کے عوض جو روزے رکھے جاتے ہیں یا غلہ جو صدقہ دیا جاتا ہے اُس کو **دم** یا **ہَدی** اور اُردو میں قُربانی کہتے ہیں۔ ہدی کے دو اعراب ہیں۔ ہَدْی ہا مفتوح دال ساکن اور یاء مخفف۔ دوسرا اعراب ہَدِیّ دال مکسور اور یاء مشدد۔

دِمائے واجبہ کی پانچ قسمیں ہیں۔ ترکِ عبادت کی وجہ سے جو دم واجب ہوتا ہے اس میں ترتیب ہے ایک بکری اور بکری نہ ملے تو دس روزے تین حج کے زمانہ میں اور سات وطن کو واپسی کے بعد۔ بال نکالنے اور خوشبو کے استعمال سے جو دم واجب ہوتا ہے اس میں اختیار ہے، ایک بکری یا تین روزے یا تین صاع غلہ چھ مسکینوں کو دے۔ احصار کی وجہ سے دم ایک بکری ہے شکار کی وجہ سے جو دم واجب ہوتا ہے اس میں اختیار ہے جس جانور کی مثال مل سکتی ہے اسکو ذبح کرے یا اسکی قیمت سے غلہ خرید کر صدقہ دے یا غلہ کے ہر مُد کے معاوضہ میں ایک روزہ رکھے مثال نہ ملے تو اسکی قیمت سے غلہ صدقہ دے یا ہر مُد کے عوض ایک روزہ رکھے وطی کی وجہ سے جو دم ہے اس میں ترتیب سے واجب ہے کہ ایک اونٹ ورنہ ایک گائے ورنہ سات بکریاں ورنہ اونٹ کی قیمت سے غلہ خرید کر صدقہ دے، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر مُد کے عوض ایک روزہ رکھے، حرم ہی میں ذبح کرے اور غلہ صدقہ دے۔ اختیار ہے روزہ جہاں چاہے رکھے۔ ابو شجاع نے دِمائے واجبہ کی پانچ قسمیں بطریقِ اختصار بیان کی ہیں۔ ابنِ قاسم غزی نے نو کی تعداد درج کی ہے۔ دمِ تمتع، دمِ قران، دمِ فوات، دمِ ترکِ مامور بہ، دمِ حلق و تقلیم، دمِ احصار، دمِ صید، دمِ جماع اور دمِ استمتاع۔ خطیبِ شربینی نے فرداً فرداً جملہ بیس شکلیں بیان کی ہیں اور شیخ بیجوری نے عدمِ تعمیلِ نذر کا اضافہ کر کے جملہ اکیس کی کامل تعداد لکھی ہے۔ ابن مقری نے بھی اپنی مشہور نظم میں اتنی ہی تعداد درج کی ہے۔ تمتع، قران، فواتِ حج، عدمِ احرام از میقات، عدمِ شب باشی مزدلفہ و منیٰ، عدمِ تکمیلِ سنگساری، ترکِ طوافِ وداع، عدمِ تعمیلِ نذرِ مسنون، احصار، جماعِ مفسد، صید، اتلافِ درخت، حلق، تقلیم، لباس، تدہین، خوشبو، مباشرت، وطی میانِ تحلیلین اور وطی بعدِ حج فاسد۔

اَحکامِ دِماء۔ تعدادِ مصرحہ بالا بلحاظِ افراد ہے لیکن احکام کے لحاظ سے دماء کی چار قسمیں ہیں۔ دمِ ترتیب و تقدیر، دمِ ترتیب و تعدیل، دمِ تخییر و تقدیر اور دمِ تخییر و تعدیل۔ **ترتیب** میں پہلی صورت پر عمل کرنا واجب ہے اور دوسری

متروکاتِ حج

عرفہ میں وقوف کو فوت کرے تو اُس کے لیے واجب ہے کہ عملِ عمرہ کی طرف تحلیل کرے اور اس پر واجب ہے قضا اور ہدی۔ رکن کو ترک کرے تو احرام سے خارج نہ ہوگا جب تک کہ اُس کو ادا نہ کرے۔ واجب کو ترک کرے تو اس پر دم لازم ہے سنت کو ترک کرے تو کوئی چیز لازم نہیں۔

ترکِ وقوف۔ حج کے ارکان میں وقوف سب سے اہم رکن ہے۔ وقوف پر حج موقوف ہے۔ وقوف کے ترک ہونے پر حج ہی فوت ہوتا ہے۔ عرفہ میں وقوف کا وقت یوم عید کی فجر تک ہے۔ فجر کے طلوع کے ساتھ وقوف کا وقت فوت ہوجاتا ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص فجر کے طلوع کے بعد عرفہ کو پہنچے اور وقوف نہ کرسکے تو اُس پر واجب ہے کہ تحلّل کی نیّت کرکے عمرہ کے مناسک طواف، سعی اور حلق یا تقصیر ادا کرے۔ عمرہ کے ہر ایک عمل کے ادا کرتے وقت تحلّل کی نیّت واجب ہے اور معتمد یہ ہے کہ مجموعی طور پر عمرہ کی نیت واجب نہیں ہے۔ اِن اعمال میں ترتیب مشروط نہیں ہے اور اس طرح عمرہ کے ادا کرنے سے عُمرۃُ الاسلام کی ادائی نہیں ہوتی۔ عرفہ کو پہنچنے میں تاخیر ہوئی اور حج فوت ہوگیا تو فوری طور پر آیندہ سال اُس کو قضا کرنا واجب ہے خواہ حج فرض ہو یا نفل۔ یہاں قضا کے معنی لغوی اور ادا کرنے کے ہیں نہ کہ شرعی اس لیے کہ حج کے لیے وقت مقرر ہے اور اس وقت کے سوائے ادا نہیں ہوسکتا۔ حصر کے معنی راستہ رک جانے اور جانے نہ دینے کے ہیں۔ اگر کوئی شخص ایک راستہ سے روکا جائے اور دوسرا راستہ کھلا ہوا تو اُس پر لازم ہے کہ دوسرا راستہ اختیار کرے۔ دوسرا راستہ اختیار کرنے کے بعد بھی حج فوت ہوجائے اور عملِ عمرہ کی طرف تحلّل کرے تو اُس پر حج کی قضا اس لیے واجب نہیں ہے کہ مقدور بھر کوشش کرنے کے باوجود وقت پر عرفہ کو نہ پہنچ سکا۔ اگر دوسرا راستہ ہی نہ ہو اور عملِ عمرہ کی طرف تحلّل کرے تو اُس پر بھی حج کی قضا واجب نہیں ہے جس نے وقوفِ عرفہ کے ترک ہونے پر عمرہ کی طرف تحلّل کیا اُس پر قضا کے علاوہ ہدی بھی واجب ہے۔ ہدی دم یا قربانی جانور کے ذبح کرنے کو کہتے ہیں جس کی تفصیل آگے بیان کی جائیگی۔

ترکِ رُکن۔ وقوف کے علاوہ کسی اور رکن کے ترک ہونے پر احرام سے خارج نہ ہوگا جب تک کہ اُس رکن کو ادا نہ کرے اس لیے کہ ارکان پر حج اور عمرہ موقوف ہیں۔ رکنِ متروک کا جبر دم کے ذریعہ نہیں ہوسکتا اُس کا ادا کرنا ضروری ہے۔ رکن کے ترک ہونے میں عدمِ ارادہ، سہو یا ناواقفیت کا کوئی اثر نہیں ہے **حیض۔** اگر حیض کی وجہ سے طوافِ فرض عورت سے ترک ہوجائے تو اُس کا احرام جاری رہے گا اور محرّمات احرام اُس پر حرام رہیں گے جب تک کہ طواف کرے۔ اگر قافلہ کے ساتھ سفر کرنے پر مجبور ہو اور انتظار نہ کرسکتی ہو تو تحلّل کرے گی دم کے ساتھ اور اُس کے ذمہ طواف باقی رہے گا مگر محرّمات احرام اُس پر حرام نہ ہوں گے۔ جب کبھی ممکن ہو واپس آئے گی اور طواف کے لیے احرام کرے گی۔

ترکِ سنت۔ سنت ترک ہوجائے تو کوئی چیز لازم نہیں آتی، خواہ حج کی سنت ہو یا عمرہ کی۔ ... پر حج یا عمرہ موقوف

تو یومِ عید اور تشریق کے تین دنوں جملہ چار دنوں کے بعد یہ روزے قضا رکھے۔ ان چار دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ **دمِ مندوب**۔ اوپر دمِ واجب کی تفصیل بیان کی گئی۔ اس کے علاوہ بعض صورتوں میں دمِ مندوب بھی ہے جبکہ طوافِ قدوم ترک ہو جائے، دو رکعاتِ طواف نہ پڑھے یا عرفہ میں دن کے ساتھ رات کو نہ ملا سکے۔

دمِ ترتیب و تعدیل۔ اس نوع کا دم دو[2] اسباب کے وقوع میں آنے پر واجب ہوتا ہے۔ اِحصار[1] اور جماعِ[2] مفسد۔ ان دو اسباب میں سے ہر ایک سبب کے لیے ایک دم مقرر ہے۔ **اِحصار**۔ حج اور عمرہ کے مناسک سے روکنے اور منع کرنے کو کہتے ہیں۔ اِحصار چھ[6] طرح ہو سکتا ہے۔ دشمن[1] روک دے۔ بلا وجہ[2] حبس میں رکھے۔ غلام[3] کو مالک، زوجہ[4] کو شوہر، اولاد[5] کو اُن کے اصول باپ دادا وغیرہ اور مدیون[6] کو دائن روک دے۔ اِحصار کی وجہ سے مُحرِم کے لیے جائز ہے کہ تحلّل کی نیت کے ساتھ تحلّل کرے۔ تحلّل حج اور عمرہ کے مناسک سے خارج ہونے کا ارادہ کرنے کو کہتے ہیں۔ خروج کی نیت کرنے سے احرام سے خارج ہو جائے گا۔ آیت۔ (۲/۸)۔ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ۔ پھر اگر تم روکے جاؤ تو قربانی کا جانور جو میسر آئے۔ جانور کے ذبح کے وقت تحلّل کی نیت کرنا بھی ضروری ہے اور اسی طرح سر کے منڈھاتے یا ترشواتے وقت۔ اِحصار کا دم ایک بکری ہے یا اس کے عوض ایک اونٹ کا ساتواں حصہ یا گائے کا ساتواں حصہ جیسا کہ اس کے قبل بیان کیا گیا۔ دم کے لیے جانور نہ مل سکے تو دمِ تمتّع پر قیاس کرتے ہوئے بکری کی قیمت مقرر کرکے اس کے موافق غلہ صدقہ دے تحلّل کی نیت کے ساتھ اور حلق کے ساتھ۔ اگر اس سے عاجز ہو تو اس کے عوض جہاں کہیں چاہے ہر مُد کے بدلہ ایک روزہ رکھے اور مُد کی کسر کے لیے بھی ایک روزہ رکھے۔ جانور کو اس جگہ ذبح کرے جہاں کہ حج اور عمرہ سے روکا گیا، حِل کا مقام ہو یا حرم کا۔ مقامِ اِحصار کے علاوہ دوسرے مقام پر ذبح کرنا کافی نہیں۔ یہ بھی جائز نہیں کہ جانور کا گوشت مقامِ اِحصار سے دوسرے مقام کو منتقل کرے سوائے حرم کے، البتہ روزے کے لیے کسی مقام کی قید نہیں۔ حلق کرے لیکن شرط یہ ہے کہ ذبح کے بعد سر مونڈھے۔ آیت۔ (۲/۸)۔ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ۔ بیماری کی وجہ تحلّل نہ کرے سوائے اس کے کہ احرام کے وقت ایسی شرط لگائی ہو۔ **جماعِ مفسد**۔ وطی جو عاقل اور مختار کی جانب سے عمداً تحریم کے علم کے ساتھ، اگلی شرم گاہ میں کی جائے یا پچھلی شرم گاہ میں، اُس سے دم واجب ہوتا ہے۔ یہاں وہ وطی مراد ہے جو حج میں فساد پیدا کرتی ہے اور جس کا ذکر ط۴ میں محرّماتِ احرام کے نمبر گیارہ پر کیا گیا ہے۔ تحلّلِ اول اور دوم کے درمیان کی وطی حج میں فساد نہیں پیدا کرتی۔ اسی طرح وطی سے فساد پیدا ہونے کے بعد دوبارہ وطی کرے تو دوسری وطی مفسد نہیں کہلاتی۔ عقل، امتیاز، ارادہ اور علم کی قید کی وجہ سے مجنون، مجبور، بھولے ہوئے اور جاہل کی وطی پر کوئی فدیہ نہیں ہے۔ شرم گاہ میں عورت اور مرد دونوں کی شرم گاہیں داخل ہیں۔ وطیِ مُفسِد کا دم یہ ہے کہ ایک اونٹ کو ذبح کرے اور اگر اونٹ نہ ہو سکے تو ایک گائے کو ذبح کرے اور گائے نہ ہو سکے تو سات بکریاں۔ بکریاں بھی نہ ہو سکیں تو اصل کی طرف رجوع کرے اور اونٹ کی قیمت کا تعیّن کرے اور اس کی قیمت کے موافق غلہ خریدے اور حرم کے

صورت پر عمل نہیں کیا جاسکتا سوائے اس کے کہ پہلی صورت پر عمل کرنے سے عاجز ہو۔ **تقدیر** کے معنی یہ ہیں کہ شریعت نے ایک چیز کے عوض دوسری چیز کی تعداد مقرر کردی ہے جس میں کمی یا زیادتی نہیں ہوسکتی۔ **تعدیل** کے معنی ایک چیز کی قیمت مقرر کرکے اس کی قیمت کے موافق دوسری چیز پر عمل کرنے کے ہیں۔ **تخییر** کے یہ معنی ہیں کہ چند چیزوں میں سے جس چیز پر چاہے عمل کرے۔ اب ہم ان احکام کے لحاظ سے دماء کی تفصیل اس طرح بیان کرتے ہیں کہ کس حکم کے تحت کس امر کے تعلق کے نساد ماء واجب ہے۔

دَمِ ترتیب و تقدیر۔ یہ دم تو اسباب کے وقوع میں آنے پر واجب ہوتا ہے تمتّع اور قِران کے طریقوں پر حج ادا کرے، عرفہ میں وقوف نہ کرنے سے حج فوت ہوجائے اور تحلّل کرے، میقات سے احرام نہ کرے، مزدلفہ اور منٰی میں رات نہ گزارے، ۶ ماری کی تکمیل نہ کرے، طوافِ وداع نہ کرے، نذر کی تعمیل نہ کرے۔ ان اسباب میں سے ہر ایک بد... کے لیے ایک دم واج... ہے۔ دم کی ترتیب یہ ہے۔ ایک بکری یا دس روزے۔ بکری کے عوض اونٹ کے یا گائے کے ساتویں حصہ سے بھی دم ادا ہوسکتا ہے اور پورے اونٹ اور پوری گائے سے سات دموں کی ادائی ہوسکتی ہے اگرچہ ان کے اسباب مختلف ہوں۔ یہاں ترتیب کے یہ معنی ہیں کہ بکری ذبح کرے اور بکری نہ ملنے کی صورت میں روزے رکھے۔ تقدیر سے یہ مراد ہے کہ بکری کی عدم دستیابی کے دس روزے رکھے نہ اس سے کم اور نہ زیادہ۔ حج میں افراد کا طریقہ مسنون اور افضل ہے۔ بطریقِ افراد حج ادا کرنے میں کوئی دم واجب نہیں ہے لیکن تمتّع اور قِران کے طریقوں پر فرض حج ادا کرے تو اس شخص کے لیے دم نہیں ہے جو مسجدِ حرام کا باشندہ ہے بقیہ سب کے لیے دم واجب ہے وہ شخص مسجدِ حرام کا باشندہ تصوّر کیا گیا ہے جس کی سکونت مسجدِ حرام سے قصر کی مسافت سے کم ہو۔ بکری شاۃ کا ترجمہ ہے جس میں مینڈھی، نر اور مادہ سب داخل ہیں۔ جانور کے ذبح کے لائق ہونے کی نسبت وہی شرائط ہیں جو قربانی میں ہیں البتہ یہ کہ دم میں یہ شرائط مفقود ہیں۔ کم عمر والا کم کے لیے کم عمر والا، زیادہ عمر والا کے لیے زیادہ عمر والا اور عیب دار کے لیے عیب دار جانور ذبح کیا جاسکتا ہے تمتّع کا دم حج کے احرام کے وقت واجب ہوتا ہے اور عمرے سے فارغ ہونے پر ذبح کرنا جائز ہے لیکن عید کے دن ذبح کرنا افضل ہے۔ بکری کے نہ ملنے میں یہ بھی شامل ہے کہ بکری ملے مگر واجبی قیمت سے زیادہ پر ملے تو بھی اس سے عُدول ہوسکتا ہے۔ روزے۔ بکری نہ ملے تو دس روزے رکھے تین حج کے زمانہ میں اور سات وطن کو واپسی کے بعد۔ آیت۔ (۲/۸)۔ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ۔ حدیث۔ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا فَلْيَصُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً اِذَا رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهِ۔ حج کے تین روزوں میں مستحب یہ ہے کہ عرفہ سے قبل چھٹی سے آٹھویں تاریخ تک رکھے۔ اثنائے سفرِ وطن میں روزوں کا رکھنا جائز نہیں۔ اگر مکہ میں قیام ہی کا ارادہ ہو تو یہ سات روزے بھی مکہ میں رکھے۔ اگر تین روزے حج کے زمانہ میں رکھے بغیر وطن کو لوٹ جائے تو وطن میں دس کے دس روزے رکھنا واجب ہے اور ان کے درمیان بھی اسی چار روز کے فصل کی ضرورت ہے۔ تین روزے متواتر رکھنا مندوب ہے اور اسی طرح سات روزے، سات روزے حالتِ سفر میں رکھنا جائز نہیں ہے۔ آیت۔ (۲/۸)۔ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ۔ اگر یومِ عید سے پہلے تین روزے نہ رکھ سکے

میں وہ صفات پائی جائیں جو قربانی کے جانور کے لیے مقرر ہیں۔ حرم مدینہ کے درخت بھی حرمت میں مساوی ہیں لیکن اس کے لیے کوئی فدیہ نہیں ہے۔

دمِ تخییر و تقدیر۔ اس نوع کا دم آٹھ اسباب کے وقوع میں آنے پر واجب ہوتا ہے۔ حلق۔ تین یا تین سے زیادہ بال نکالے۔ تقلیم۔ تین یا تین سے زیادہ ناخن تراشے۔ سِیا ہوا لباس پہنے۔ بالوں کو تیل لگائے۔ خوشبو استعمال کرے۔ مقدماتِ جماع عمل میں لائے بوسہ لے یا مساس کرے۔ تحلّل اوّل اور دوم کے درمیان وطی کرے۔ حج فاسد کے اتمام سے پہلے وطی کرے۔ آیت۔ (۲/۸)۔ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ اور اسی پر قیاس کرتے ہوئے تقلیم کی بابت بھی حکم دیا گیا۔ آیت۔ (۲/آخر)۔ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ۔ ان اسباب میں سے ہر ایک کے لیے ایک دم واجب ہے۔ دم کی ادائی میں اختیار ہے ایک بکری ذبح کرے یا تین صاع غلہ مسکینوں کو دے ہر شخص کو نصف صاع، یا تین روزے رکھے۔ ایک صاع کے ہندوستان میں تین سیر ہوتے ہیں۔ ایک بال کے موئے صنعا یا ایک ناخن کے نکالنے پر ایک مُد غلہ اور دو بال اور دو ناخن کے لیے دو مُد غلہ دے۔ ایک مُد مساوی ہے بارہ چھٹانک کے۔ بکری کے عوض اونٹ کا ساتواں حصہ اور گائے کا ساتواں حصہ دیا جا سکتا ہے۔ روزے جہاں چاہے متفرق طور پر بھی رکھ سکتا ہے۔ جانور اور غلہ میں قربانی اور فطرہ کے صفات مشروط ہیں۔ یہ ابوشجاع کے تین میں دوسری قسم ہے۔

مقامِ ہدی، اِطعام و روزہ۔ کسی امر مامور بہ کے ترک کرنے یا کسی فعل حرام کے ارتکاب کرنے پر حج یا عمرہ میں جو نقص وقوع ہوتا ہے اس کے رفع کرنے کے لیے دم یا ہدی واجب ہے۔ جانور کی قیمت کے موافق غلہ دینا یا غلہ کے عوض روزہ رکھنا بھی ہدی میں داخل ہے محض تقرب الی اللہ یا نفل طور پر قربانی دے تو اس پر بھی ہدی کا لفظ مطلق طور پر صادق آتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ نفل قربانی قربانی کے دنوں میں دی جائے گی اور واجب قربانی کے لیے جس کو دمِ جبران کہتے ہیں وقت کی تخصیص نہیں ہے۔ ہدی کی دو قسمیں ہیں۔ جو ہدی احصار کی وجہ سے ہے اس کا حرم کو بھیجنا واجب نہیں ہے مقامِ احصار پر اس کا ذبح کرنا لازم ہے۔ بغیر ذبح کیے زندہ جانور کا صدقہ دینا کافی نہیں ہے۔ احصار کے علاوہ بقیہ سب ہدی میں مشروط ہے کہ حرم ہی میں ذبح کیے جائیں چونکہ عمرہ کا تحلّل مروہ پر ہوتا ہے اس لیے عمرہ کی ہدی کو مروہ پر اور اسی طرح منیٰ حاجی کے تحلّل کا مقام ہے اس لیے حج کی ہدی کو منیٰ پر ذبح کرنا افضل ہے، خواہ ہدی واجب ہو، خواہ ہدیا نفل۔ قربانی کے جانور کا گوشت اور غلہ بھی حرم ہی کے مسکینوں اور فقیروں پر تقسیم کیا جائے، حرم کے باہر نہ کیا جائے مسکینوں یا فقیروں یا ان دونوں طبقوں کو ملا کر تین افراد کو دیا جائے۔ یہ اقل تعداد ہے اکثر کے لیے کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ حاجی اور معتمر قربانی میں سے کچھ بھی نہ کھائے البتہ نفل اور متطوع قربانی میں سے کھا سکتا ہے۔ اختیاری روزہ حرم اور غیر حرم میں رکھنا جائز ہے اس لیے کہ حاجی کے روزہ میں اہلِ حرم کو کوئی منفعت نہیں ہے۔

مسکینوں اور فقیروں پر تقسیم کرے۔ فی کس کس مقدار میں غلہ دیا جائے اس کی قید نہیں ہے۔ نقد قیمت کا صدقہ دینا کافی نہیں ہے۔ اگر غلہ خرید کر صدقہ دینے کی استطاعت نہ ہو تو ہر مُدّ اور اس کی کسر کے عوض ایک روزہ رکھے۔ یہ صحیح ہے کہ دَم صرف مرد پر واجب ہے نہ کہ عورت پر۔ روزہ رکھنے کے لیے کسی مقام کی قید نہیں ہے۔ تحلّلِ اوّل اور دوم کے درمیان کی وطی حج میں فساد نہیں پیدا کرتی اور پہلی وطی کے فساد پیدا کرنے کے بعد دوبارہ وطی کی جائے تو وہ بھی مُفسِد نہیں کہلاتی اور ان دونوں قسم کی وطی میں سے ہر ایک کے لیے ایک بکری کا دَم واجب ہے یا تین روزے یا تین صاع غلہ چھ مسکینوں کو دینے میں اختیار ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔ احصار اور وطی دونوں کے دَم میں ترتیب ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ پہلی چیز پر عمل کرنا واجب ہے سوائے اس کے کہ اس پر عمل کرنے سے عاجز ہو اور دوسری چیز کی طرف عدول کرے اور عمل کرے اور تعدیل کہتے ہیں پہلی چیز کی قیمت مقرر کر کے اس کے موافق غلہ صدقہ دینے کو۔ دَم کی صحت کیلئے جانور اور غلہ کی بھی وہی شرائط ہیں جو اُضحیہ اور فطرہ میں ہیں۔ دَمِ اِحصار کو ابو شجاع نے تیسری قسم اور جماعِ مفسد کو پانچویں قسم میں بیان کیا ہے مگر چونکہ ان دونوں امور کی نسبت ترتیب و تعدیل کے احکام ایکساں ہیں اسلیئے انکو ایک جگہ درج کیا گیا۔

دَمِ تخییر و تعدیل ۔ اس نوع کا دَم دو اسباب کے وقوع میں آنے پر واجب ہوتا ہے۔ شکار و اِتلافِ درخت۔ ان اسباب کے ارتکاب کرنے پر اختیار ہے کہ دَم دیوے یا جانور کی قیمت کا تعیّن کر کے اُس کے موافق غلہ صدقہ دے یا ہر ایک مُدّ اور اس کی کسر کے بدلے ایک روزہ رکھے۔ صَید کی وجہ سے جو دَم واجب ہے اُس میں تین اُمور میں اختیار ہے جس جانور کی مثال صورت اور خلقت میں ہو اُس کو ذبح کرے اور حرم کے مسکینوں اور فقیروں پر تقسیم کرے یا مثل کی قیمت کا تعیّن کرے اور اس کے موافق غلہ خریدے اور تقسیم کرے یا ہر ایک مُدّ اور اس کی کسر کے عوض ایک روزہ رکھے شکار کے جانور کی مثال بظاہر موجود نہ ہو تو دو امور میں اختیار ہے اسکی قیمت کے موافق غلہ صدقہ دے یا ہر ایک مد اور اسکی کسر عوض ایک روزہ رکھے شتر مرغ کی مثال اونٹ اور جنگلی گائے اور جنگلی گدھے کی مثال گائے اور ہرن کی مثال بکری ہے دَم کے جانور کو زندہ نہ دے بلکہ ذبح کرے کم عمر والے صید کیلئے کم عمر والا جانور اور زیادہ عمر والے کیلئے زیادہ عمر والا عیب دار صید کیلئے عیب دار جانور نر کیلئے نر اور مادہ کیلئے مادہ ذبح کرے ادنیٰ کیلئے اعلیٰ ذبح کر سکتا ہے لیکن اعلیٰ کیلئے ادنیٰ نہیں۔ صید ہی کی ایک صورت ہے جس میں قربانی کی شرائط کا لحاظ نہیں کیا جاتا لیکن حج کے دوسرے سارے دماء میں اُن شرائط کی موجودگی کی ضرورت ہے۔ جانور کی قیمت نقد سکہ میں تقسیم نہ کرے بلکہ جانور کو ذبح کرے اور صدقہ دے۔ جانور کو ذبح کر کے حرم کے مسکینوں اور فقیروں کو دینا واجبات میں سے ہے شکار کیا ہوا جانور میتہ یعنی مُردار کی تعریف میں داخل ہے۔ یہ ابو شجاع کے متن میں چوتھی قسم ہے۔

اتلافِ درختِ حرم ۔ حرم مکہ کے درخت کے قطع کرنے پر جو دَم واجب ہوتا ہے اُس میں اختیار ہے۔ درخت بڑا ہو تو گائے ذبح کرے چھوٹا ہو تو بکری یا اس کی قیمت کا تعیّن کر کے غلہ خریدے اور صدقہ دے یا ہر مُدّ اور اس کی کسر کے لیے روزہ رکھے۔ اگر درخت بہت ہی چھوٹا ہو تو اس کی قیمت مقرر کر کے صدقہ دینا کافی ہے۔ گائے اور بکری

بیان کی جا چکی ہے۔ فرق اس قدر ہے کہ سابقہ احکام مُحرِم کے لیے مخصوص ہیں اور حالیہ عنوان میں جو امور بیان کیے گئے ہیں وہ مُحرِم اور مُحِل دونوں کے لیے عام ہیں۔

حرمِ مکہ کے حدود یہ ہیں۔ مدینہ کی جانب تین میل، عراق اور طایف کی جانب سات میل اور جعرانہ کی جانب نو میل اور جدہ کی جانب دس میل۔ حرم کے حدود کے تعین کی ... بیان کیا گیا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام یہاں پہنچے تو آپ کو خوف پیدا ہوا اور ان حدود پر ملائکہ متعین کیے گئے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان حدود کے اندر اسمٰعیلؑ کی بکریاں چرتی تھیں۔ روایت کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقع پر یہ حدود مقرر کیے تھے۔ ان حدود کے اظہار کے لیے ہر مقام پر دو دو مینار تعمیر کیے گئے ہیں جن کو عَلَمَین کہتے ہیں۔

حرمِ مدینہ کے حدود کے علامات کا پتہ نہیں چلتا لیکن حدیث میں مَابَیْنَ لَابَتَیْهَا ہے۔ لابہ سیاہ پتھروں والے آتش فشانی لاوے کے میدان کو کہتے ہیں۔ مدینہ کے مشرق میں لابۂ شرقیہ (حرۂ واقم) اور مغرب میں لابۂ غربیہ (حرۃ الوبرہ) ایسے دو میدان ہیں۔ دوسری حدیث میں مَابَیْنَ مَأْزِمَیْهَا ہے۔ مأزم دو پہاڑوں کے درمیان تنگ گھاٹی کے راستے کو کہتے ہیں۔ یہاں مأزمین سے مراد دو پہاڑ ہیں۔ مدینہ کے شمال میں جبلِ اُحد کے پیچھے ایک چھوٹا پہاڑ جبلِ ثور ہے اور جنوب میں جبلِ عَیر ہے۔ اس لحاظ سے حرمِ مدینہ کے حدود یہ ہوئے شمال میں جبلِ ثور، جنوب میں جبلِ عیر، مشرق میں لابۂ شرقیہ اور مغرب میں لابۂ غربیہ۔

طایف کی وادی میں بھی صید اور درختوں کی قطع و بُرید کو حرام قرار دیا گیا ہے مگر اس کے لیے کوئی دم نہیں ہے۔ طایف ایک مقام کا نام ہے جو مکۂ مکرمہ کے مشرق میں تین منزل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی ساڑھے چار ہزار فٹ ہے۔ طایف کے نیچے کے قریب ... اس کے اوپر ایک دوسرا مقام ہدہ ہے جس کی بلندی تخمیناً ساڑھے پانچ ہزار فٹ ہے۔ ایک تیسرا مقام کرا ہے جس کی بلندی کوئی ڈھائی ہزار فٹ ہو گی۔ طایف سرسبز و شاداب مقام ہے اور یہاں کی زمین نہایت زرخیز، کثرت سے میوہ ہوتا ہے۔ دمیری نے طایف کی حُرمت کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب طایف کو روانہ ہوئے تو کفار نے آپ کو اذیت پہنچائی۔ آپ کے پاؤں خونا خون ہو گئے، آپ یہاں استراحت کیلئے ٹھہر گئے تھے۔ یہاں کے باشندوں نے آپ کی خاطر تواضع بے انتہا کی۔ اس کے صلہ میں آپ نے اس مقام کے صید اور درخت کی تحریم کا حکم دے کر اس مقام کو عزت بخشی!

(※)

لیکن حرم کی شرف کا لحاظ کرتے ہوئے حرم میں روزہ رکھنا اَولیٰ ہے۔

شرایطِ ہدی وطعام۔ قربانی کے جانور اور فطرہ کے غلّہ کی نسبت جو شرایط ہیں وہ یہاں بھی ہیں۔

حرمتِ حرم

حرم کے صید کا قتل جایز نہیں ہے اور نہ حرم کے درختوں کی قطع و برید جایز ہے اس بارے میں مُحِل اور مُحرِم برابر ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتحِ مکہ کے دِن فرمایا۔ اِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ لَا يُعْضَدُ شَجَرُهُ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ۔ اس حکم کا تعلق رقبۂ حرم سے ہے احرام کی حالت ہو یا نہ ہو، مُحرّمات مذکورۂ سابقہ کا تعلق احرام کی حالت سے تھا خواہ اندرونِ حرم ہو یا اُس کے باہر قتلِ صید کی قید نہیں ہے جانور کا پکڑنا بھگانا اور اس کو چھیڑنا بھی اس میں داخل ہے اس حکم میں حرمِ مکہ اور حرمِ مدینہ دونوں داخل ہیں اور تحریم میں دونوں حرم مساوی بھی ہیں مگر فرق یہ ہے کہ حرمِ مکہ کی حرمت کی خلاف ورزی میں دم ہے اور حرمِ مدینہ کی خلاف ورزی میں کوئی دم نہیں ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ حرمِ مکہ مناسک کی ادائی کا مقام ہے بخلاف مدینہ کے۔ حرمِ مدینہ کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اِنَّ اِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَاِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا لَا يُقْطَعُ عِضَاهُهَا وَلَا يُصَادُ صَيْدُهَا۔ لابہ سیاہ پتھروں والی سرزمین کو کہتے ہیں۔ عضاہ کے معنی درخت کے ہیں۔ مسلم نے ابوسعید خدری سے یہ حدیث بیان کی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ فَجَعَلَهَا حَرَامًا وَاِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ حَرَامًا مَا بَيْنَ مَأْزِمَيْهَا۔ مأزم دو پہاڑوں کے درمیان تنگ گھاٹی کے راستے کو کہتے ہیں حرمِ مکہ اور حرمِ مدینہ میں کوئی جانور شکار کیا جائے تو وہ مَیتہ یعنی مُردار کی تعریف میں داخل ہے۔ حرمین کی مٹی کا منتقل کرنا بھی حرام ہے بخلاف آبِ زمزم کے۔ تبرک کے لیے آبِ زمزم لے جانا جایز ہے بلکہ مستحب ہے۔

درخت۔ حرم کے درخت یا نبات کا کاٹنا یا اُکھیڑنا جایز نہیں ہے۔ نبات میں زمین سے اُگنے والی چیزیں شامل ہیں جن کو ٹہنی نہ ہو جیسا کہ بیل، ترکاری، گھاس پات۔ درخت میں کوئی فرق نہیں ہے خود رو ہو یا بویا ہوا بخلاف نبات کے۔ نبات میں صرف خودرو میں حرمت ہے سوکھے ہوئے یا تکلیف دینے والی کانٹے وغیرہ کے درخت کا کاٹنا یا اکھیڑنا حرام نہیں ہے۔ درختوں کا پھل اور مسواک کے لیے باریک ڈالیوں کا حاصل کرنا جایز ہے بشرطیکہ تجارت کے لیے نہ ہو۔ جانوروں کے چارے اور ادویہ کی جڑی بوٹی اور کھانے کی سبزی ترکاری وغیرہ کا ضرورت کے موافق حاصل کرنا جایز ہے مگر فروخت کرنا جایز نہیں۔ خودرو نبات کی قید کی وجہ سے وہ نبات جو بوئی جاتی ہے خارج ہے جیسا کہ گیہوں اور غلّہ کی پیداوار چونکہ غلّہ اصل میں مستثنیٰ ہے اس لیے اگر غلّہ کی فصل خودرو ہو تو بھی اس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ جانور کے شکار کرنے یا درخت کے قطع و برید کرنے سے جو دم واجب ہوتا ہے اس کی تفصیل اس کے قبل

غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ بغاوت نہ کیا اور نہ عدول حکمی کی تو بیشک پروردگار بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

(۵ ۲/۲۱) إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ

بے شک تم پر حرام کیا مرا ہوا جانور، خون اور سؤر کا گوشت اور جس جانور پر غیر خدا کا نام لیا گیا

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○

پس جو کوئی بیتاب ہوا بغاوت نہیں کیا اور عدول حکمی نہیں کی تو اللہ بخشے گا اور رحم کرے گا۔

ذبیحہ ذبح سے مشتق ہے فعیلہ کے وزن پر مفعولہ کے معنی میں ذبح کیے ہوئے جانور کو ذبیحہ کہتے ہیں۔ ذبح سے یہ مقصود ہے کہ جانور کے جسم سے خون کو خارج کر کے غریزی حرارت کو دور کرے اور گوشت کو کھانے کے لائق بنائے۔ آیت۔ (پ ۶ ۴)۔ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ سوائے اس کے جس کو تم نے خون بہا کر پاک کیا۔ محرمات کو بیان کرتے کرتے اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ کے استثناء کا فائدہ یہ ہے کہ مذکیات یعنی ذبائح حلال ہیں۔ ذبح کے چار ارکان ہیں۔ ذابح[1] ذبح کرنے والا۔ ذبیح[2] ذبح کیا ہوا جانور۔ ذبح[3] ذبح کرنے کا فعل اور آلۂ ذبح[4] وہ آلہ جس سے جانور ذبح کیا جائے۔ ذبح کی صحت کے لیے ان چاروں ارکان کا پایا جانا لازم ہے لیکن یہ ارکان ذبیحہ کے اجزاء نہیں ہیں۔

حیات۔ ذبح کے تعلق سے جانور کی زندگی کے تین مدارج ہیں۔ حیاتِ مستقرہ[1]، حیاتِ مستمرہ[2] اور حرکتِ مذبوح[3]۔

حیاتِ مستقرہ وہ حالت ہے جس میں جانور کی بینائی، آواز اور حرکت تینوں اختیاری ہوتی ہیں۔ اس کی علامتیں دو ہیں۔ ذبح کے بعد خون کا کودنا[1] اور اضطراب کی حالت میں جانور کا تڑپنا[2]۔ حیاتِ مستقرہ کے اثبات کے لیے ان دو حالتوں میں سے کسی ایک حالت کا ظاہر ہونا کافی ہے۔ حیاتِ مستقرہ کی حالت میں جانور کچھ دن یا کچھ وقت زندہ رہ سکتا ہے۔

حیاتِ مستمرہ وہ حالت ہے جو جسم سے جان نکلنے تک قائم رہتی ہے۔ اس کی علامت جان کی موجودگی ہے۔

حرکتِ مذبوح وہ حالت ہے جس میں بینائی، آواز اور حرکت تینوں اختیاری نہیں ہوتیں بلکہ اضطراری ہو جاتی ہیں اور جانور کی موت فی الحال واقع ہوتی ہے ایسی حالت کو **عیشِ مذبوح** بھی کہتے ہیں۔

حیوان کی دو قسمیں ہیں۔ ماکول کھانے کے لائق اور غیر ماکول نہیں کھانے کے لائق اور پھر ماکول کی دو قسمیں ہیں۔ بری یعنی خشکی میں رہنے والے جانور اور بحری یعنی صرف تری میں رہنے والے۔ بری جانور کی پھر دو قسمیں ہیں مقدور علیہ[1] یعنی جو ہمارے قبضہ و اختیار میں ہیں اور غیر مقدور علیہ[2] جو ہمارے قبضہ سے باہر ہیں۔ مقدور علیہ کو ٹھیک طور پر ذبح کیا جائے واجبات اور سنن کے ساتھ۔ غیر مقدور علیہ کو جس جگہ ہو سکے زخم پہنچا کر ہلاک کرے۔ ان سب کی تفصیل آئندہ اپنے اپنے مقام پر بیان کی جائے گی۔ **بری** جانور وہ ہیں جو خشکی میں زندہ رہتے ہیں، ان میں سے بعض ماکول ہیں اور بعض غیر ماکول۔ ماکول جانور بھی ذبح کیے بغیر حلال نہیں ہیں۔ **بحری** جانور سے مراد وہ جانور ہیں جو پانی کے سوائے زندہ نہیں رہ سکتے۔ یہ ضروری نہیں کہ یہ جانور مچھلی ہی کی شکل میں ہوں۔ پانی کا گھوڑا، پانی کا کتا اور پانی کا مستورہ یہ سب

ذبیحہ

حیات حیوانات ماکول و غیر ماکول، مقدور علیہ و غیر مقدور علیہ، واجبات و سنن ذبح، آلۂ ذبح، مجاز ذبح، جنین و جزء حیوان۔

حیوانات ماکول و غیر ماکول، ذبح اور شکار وغیرہ کی نسبت یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ (۲/۵ ۶)۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَیْهِ۔ بیشک تم پر حرام کیا ہے مُردار کو خون کو سور کے گوشت کو اور اس جانور کو جس پر غیر خدا کا نام لیا گیا پس جو شخص بھوک سے بیتاب ہوجائے حد سے تجاوز نہ کرے اور نہ زیادتی تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ (۶/۵ ۲)۔ اُحِلَّتْ لَکُمْ بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ تمہارے لیے حلال ہیں سب چوپایہ مویشی سوائے انکے جنکے نام تمھیں بتائے گئے ہیں تم کو شکار حلال نہیں ہے جب احرام کی حالت میں ہو۔ (۶/۵ ۳)۔ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا اور جب تم تحلیل کرو حج کے مناسک سے تو شکار کرو۔ (۶/۵ ۴)۔ حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَمَا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّیَةُ وَالنَّطِیْحَةُ وَمَا اَکَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِکُمْ فِسْقٌ ..... فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ حرام کیا گیا تم پر مُردار اور خون اور سُور کا گوشت اور جس پر غیر خدا کا نام لیا گیا اور گلا گھونٹا ہوا اور کند آلہ سے اور پٹک کر اور ٹکر سے مار ڈالا ہوا اور جسکو درندے نے کھایا ہو سوائے اسکے جسکو تم نے ذبح کیا اور جو ذبح کیا گیا پرستش گاہوں پر اور جسکو تم تیروں سے تقسیم کرتے ہو یہ سب تمہارے لیے فسق ہیں ..... پس جو بھوک کی وجہ سے جان کے خطرہ میں ہو اور گناہ کی طرف مائل نہ ہو تو بیشک اللہ تعالٰے بخشنے والا اور رحم کرنیوالا ہے۔ (۶/۵ ۵)۔ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُکَلِّبِیْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَکُمُ اللّٰهُ فَکُلُوْا مِمَّا اَمْسَکْنَ عَلَیْکُمْ وَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ۔ تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کیگئی ہیں اور جنکو تم نے سدھایا ہے شکاری جانوروں میں سے تربیت دیکر، تعلیم دیتے ہو تم انکو اُس علم کے ذریعہ جو اللہ نے تمھیں عطا کیا ہے پس کھاؤ اس جانور کو جو وہ تم کو پکڑ کر دیں اور اس پر اللہ تعالٰے کا نام لو۔ (۶/۵ ۶)۔ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ وَطَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّهُمْ۔ پاک چیزیں تمہارے لیے حلال کیگئی ہیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا انکے لیے حلال ہے۔ (۷/۵ ۳)۔ اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّکُمْ وَلِلسَّیَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَیْکُمْ صَیْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا۔ پانی کا شکار اور اس کی غذا تمہارے لیے حلال کیگئی ہے اس میں تمہاری اور مسافروں کی منفعت ہے اور تم پر زمین کا شکار حرام کیا گیا ہے جب تک کہ تم احرام کی حالت میں ہو۔

(۸/۵ ۱)۔ لَا اَجِدُ فِیْ مَا اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ وحی کے ذریعہ جو مجھ کو معلوم کیا گیا ہے اسمیں میں کسی چیز کو حرام نہیں پاتا کھانے والے پر جو کھائے مگر یہ کہ مردار ہو یا خون بہتا ہوا یا سُور کا گوشت ہو پس بیشک وہ نجس ہے یا فسق ہے جس پر غیر خدا کا نام لیا گیا ہو۔ پس جو بے قرار ہوا

پس نماز پڑھو اپنے پروردگار کے لیے اور قربانی دو۔ سینے کے پاس گردن کے اتصال کے مقام یعنی ڈگدگی میں اُونٹ کے بھالا مارنے کو نحر کہتے ہیں۔

غیر مقدور علیہ وہ جانور ہے جس کے ذبح کرنے پر قدرت نہ ہو جیسا کہ ہرن وغیرہ اصلی وحشی جانور یا وہ پالتو جانور جو بعد میں وحشی اور قابو سے باہر ہو گئے۔ ایسے جانوروں کے بدن کے جس مقام پر ہو سکے ایسا زخم پہنچایا جائے جو مُزہِق روح ہو، جس کی وجہ سے جان چلی جائے۔ مُزہِق کی شرط سے وہ زخم خارج ہو جاتا ہے جو خفیف سا ہو یا جان لینے والا نہ ہو۔ اُونٹ یا گائے وغیرہ باولی میں گر جائے اور اس کو ذبح کرنا دشوار ہو تو گردن کے سوائے دوسرے مقام پر زخم پہنچا کر ذبح کر سکتے ہیں۔ وحشی جانور کے نرخرے اور غذا کی نالی کے قطع کرنے کی شرط نہیں ہے۔ جس مقام پر زخم پہنچایا جا سکتا ہو پہنچائے بشرطیکہ وہ زخم جان لینے کے لائق ہو تا کہ معمولی صدمہ اور چوٹ اس سے خارج ہو جائے۔ ذبح کا لفظ مقدور علیہ اور غیر مقدور علیہ دونوں قسم کے جانوروں کے لیے عام ہے مگر اس کا خاص استعمال یہی ہے کہ مقدور علیہ کی گردن خاص طریقہ سے کاٹنے کو **ذبح** کہتے ہیں اور غیر مقدور علیہ کی گردن کے سوائے جسم کے بقیہ حصہ پر کاری زخم پہنچانے کو **عقر** کہتے ہیں۔

قصد۔ ذبح اور شکار دونوں کے لیے ارادہ کی شرط ہے۔ ہاتھ سے چھری گرے اور کسی جانور کو ذبح کر دے، شکاری جانور اپنے طور پر شکار پر لپکے اور اُس کو پچھاڑے اور مار ڈالے یا محض نشانہ اندازی کے لیے تیر چلائے اور اُس سے کوئی جانور ہلاک ہو جائے تو ان تینوں صورتوں میں ارادہ شامل نہیں ہے اور مرا ہوا جانور حرام ہے۔ بخلاف اس کے ہرن کے مندے پر تیر چلائے اور اس سے کوئی ایک ہرن ہلاک ہو جائے یا مندے میں ایک ہرن کو نشانہ بنا کر تیر چلائے اور کسی دوسری ہرن کو تیر ہلاک کرے تو یہ سب حلال ہیں اس لیے کہ ارادہ کا وجود ہے۔ اندھا شخص ارادہ کے ساتھ مقدور علیہ جانور کو ذبح کر سکتا ہے مگر غیر مقدور علیہ جانور پر ارادہ کے ساتھ نشانہ لگانے کی صلاحیت نہیں رکھتا اسلیے اگر کوئی شکار وہ مارے تو بھی حرام ہے۔

واجباتِ ذبح دو ہیں حلقوم اور مَری کا قطع کرنا۔ حلقوم یعنی نرخرا سانس کی آمد و رفت کی نالی کو کہتے ہیں جو حلق سے پھیپھڑے کو جاتی ہے اور مَری غذا اور پانی کی نالی کو کہتے ہیں جو حلق سے معدہ کو جاتی ہے۔ حلقوم اوپر اور مَری اُس کے نیچے اور اندر ہوتی ہے۔ ان دونوں نالیوں کو قطع کرنا واجب ہے۔ یہ پوری پوری قطع کی جائیں، اُن کا کوئی جزء باقی رہ جائے تو ذبیحہ حلال نہیں۔ ذبح کی صحت کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ سر کے متصل گردن کے ایک منکے کو چھوڑ کر ذبح کرے۔ اگر کوئی منکا نہ چھوڑے تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔ ایک ہی دفعہ میں قطع کرنا لازم ہے نہ کہ متعدد دفعات میں۔ متعدد دفعات میں قطع کرنے سے جانور حلال نہیں ہوتا جبکہ بعد کی دفعہ کے قطع کے آغاز کے وقت حیاتِ مستقرہ نہ ہو۔ اگر بعد کی دفعہ کے آغاز کے وقت حیاتِ مستقرہ باقی رہے تو مضائقہ نہیں ذبیحہ حلال ہے۔ دفعات کا سوال اُسوقت پیدا ہوتا ہے جبکہ اُن کے درمیان طویل فصل ہو۔ اگر قطع کے سلسلہ میں چھری کو گردن سے اُٹھا اور پھر فوراً لوٹائے یا کُند ہونے کی وجہ سے اُس کے عوض دوسری چھری لے یا چھری ہاتھ سے گر جائے اور پھر اُٹھائے اور ذبح کی تکمیل کرے تو ذبیحہ حلال ہے اگرچہ آخری دفعہ کے قطع کے وقت جانور میں حیاتِ مستقرہ باقی نہ رہے

جانور بغیر ذبح کے بھی حلال ہیں۔ اس لیے کہ پانی کے باہر ان کی زندگی عیشِ مذبوح ہے جو تھوڑی ہی دیر میں ختم ہوجاتی ہے۔ اِن کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔ البتہ مچھلی بہت بڑی ہو اور دیر تک نہ مر سکے تو اُس کو ذبح کرنا اور دُم کی طرف ذبح کرنا مسنون ہے۔ مچھلی اور ٹِڈّی کو زندہ بھی اور مُردہ بھی کھا سکتے ہیں اور نِگل سکتے ہیں اگرچہ غیر اہلِ کتاب یا بُت پرست نے ماری ہو۔ آیت۔ (۳ ۷/۳) ۔ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ۔ تمہارے لیے پانی کا شکار حلال ہے تم اس کو کھا سکتے ہو۔ حدیث۔ اُحِلَّ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ السَّمَكُ وَالْجَرَادُ وَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ۔ ہمارے لیے دو مُردہ جانور اور دو قسم کے خون حلال ہیں مچھلی، ٹِڈّی، جگر اور تِلّی۔

جس حیوان کے ذبح پر قدرت ہو اُس کو گردن کے اعلیٰ یا اسفل حصّہ میں ذبح کرے اور جس کے ذبح پر قدرت نہ ہو اُن کے بدن کے جس حصّہ پر زخم پہنچایا جا سکتا ہو پہنچائے۔ حیوان سے مراد ماکول برّی جانور ہے۔ ماکول کی قید کی وجہ سے غیر ماکول جانور خارج ہوگئے۔ غیر ماکول جانور کا ذبح کرنا جایز نہیں ہے اگرچہ وہ نہایت تکلیف کی حالت میں ہو اور اُس تکلیف سے اُس کو نجات دلانا مقصود ہو۔

اختلاف۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا قول ہے کہ غیر ماکول کو ذبح کرنے سے اس میں کوئی خوبی پیدا نہیں ہوتی۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا قول ہے کہ سُوّر کے سوائے بقیّہ جانوروں میں ذبح کرنے سے ایک طرح کی خوبی پیدا ہوتی ہے۔ اگر درندہ یا کُتّے کو ذبح کیا جائے تو اس کا چمڑا اور گوشت پاک ہوتا ہے لیکن اُس کا کھانا ابوحنیفہؒ کے پاس حرام اور امام مالکؒ کے پاس مکروہ ہے۔ شافعیہ کی رائے کی تائید دو وجوہ سے ہوتی ہے۔ وجہِ اوّل یہ ہے کہ غیر ماکول کا گوشت نجس ہے۔ خون بہانے سے اس میں طہارت یا خوبی نہیں پیدا ہوتی۔ اس کے ذبح کرنے اور طبعی مَوت مرنے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ وجہِ دوّم یہ ہے کہ کسی چیز کے طاہر ہونے سے اس کا حلال ہونا لازم نہیں ہے بعض وقت ایک طاہر چیز حرام گردانی جاتی ہے بدن یا عقل کو نقصان پہنچانے کی وجہ سے۔

ذبح کی سہولت یا دشواری کے لحاظ سے ماکول جانوروں کی دو قسمیں ہیں۔ مقدور علیہ[1] یا غیر مقدور علیہ[2]۔

مقدور علیہ وہ جانور ہے جس کے ذبح کرنے پر قُدرت ہو۔ اگر اُس کی گردن چھوٹی ہو جیسا کہ گائے اور بکری وغیرہ کی تو اس کو گردن کے اعلیٰ حصّہ میں یعنی حَلق کے پاس سر سے ایک منکے کو چھوڑ کر ذبح کرے۔ اور اگر گردن لمبی ہو جیسا کہ اُونٹ اور شُتر مرغ وغیرہ کی تو اُس کی گردن کے اسفل حصّہ میں یعنی سینہ کے متّصل ذبح کرے۔ اِن مقامات پر ذبح کرنا مسنون ہے اس لیے کہ ان مقامات پر ذبح کرنے سے ان جانوروں کی جان آسانی سے نکل سکتی ہے۔ اِن مقامات کے برعکس یا گردن کے دوسرے مقامات پر بھی ذبح کر سکتے ہیں اس لیے کہ کوئی امتناعی حکم نہیں ہے مگر اَولویّت کے خلاف ہے بخلاف امام مالکؒ کے جنہوں نے اس کے برعکس عمل کو ناجایز قرار دیا ہے۔ گو ذبح کا لفظ گائے اور اونٹ دونوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے مگر اصطلاحِ عرب میں گائے کے لیے ذبح اور اُونٹ کے لیے نحر کی تخصیص ہے۔ آیت۔ (۳۰/۲۲ ۳) ۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔

لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ کی تعریف صادق آتی ہے۔ اگر مقصود یہ ہو کہ صرف اللہ کے نام پر ذبح کرے اور کسی بزرگ ہستی کی محبت میں یا ایصالِ ثواب کے ارادہ سے بغیر کسی تعظیم اور عبادت کے تصور کے اس کا گوشت وغیرہ صدقہ دے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اکملِ تسمیہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے۔ مالکیہ کا قول ہے کہ الرحمن الرحیم کے ناموں میں لطف و کرم مضمر ہے جو ذبح جیسے سخت فعل کے لیے موزوں نہیں ہے اس لیے الرحمن الرحیم نہ کہے مگر شافعیہ نے یوں تردید کی ہے کہ ذبح میں کھانے والوں کے لیے رحمت ہے۔ تسمیہ چونکہ شافعیہ میں مسنون ہے اس لیے تسمیہ کے بغیر بھی ذبیحہ حلال ہے مگر عمداً تسمیہ کا ترک کرنا مکروہ ہے اس لیے کہ اہلِ کتاب کا ذبیحہ بھی حلال ہے حالانکہ اہلِ کتاب بَسْمَلَہ نہیں بولتے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ نے آیت۔ (۶ ۹)۔ وَلَا تَاْکُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَاِنَّہٗ لَفِسْقٌ کے ظاہری معنی پر اعتماد کرتے ہوئے تسمیہ کو واجب قرار دیا ہے لیکن شافعیہ کا استدلال یہ ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ مَا ذُکِرَ عَلَیْہِ اسْمُ غَیْرِ اللّٰہِ یعنی جس پر کہ غیر اللہ کا نام لیا گیا جیسا کہ دوسری جگہ حکم ہوا ہے وَمَا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ اور سیاقِ آیات اسی پر دلالت کرتا ہے۔ ان آیات کی شانِ نزول یہ ہے کہ لوگ ذبیحوں کو اپنے معبودوں کے نام پر ذبح کرتے اور اس کو کھاتے تھے تو یہ آیات نازل ہوئیں اور ایسے ذبیحوں کے کھانے سے منع کیا گیا اور ان کے کھانے کو فسق گردانا گیا۔ چاروں ائمہ کا اجماع اس پر ہے کہ جس جانور کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہ لیا جائے یا کوئی نام ہی نہ لیا جائے تو اس ذبیحہ کا کھانا فسق نہیں ہے۔

درود۔ ذبح کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجنا مسنون ہے۔

استقبالِ قبلہ مسنون ہے۔ جانور کو ذبح کے لیے بائیں پہلو پر سر جنوب کی طرف کر کے لٹائے تاکہ جانور اور ذبح کرنے والے دونوں کا رُخ قبلہ کی طرف ہو سکے۔ بائیں ہاتھ سے ذبیحہ کے سر کو تھامے اور داہنے ہاتھ سے ذبح کرے۔ حج کی ہدی اور عیدُالاضحیٰ کی قربانی میں استقبالِ قبلہ کی تاکید بھی ہے۔ حج میں بعض مناسکِ حج کی تلافی کے لیے جو قربانی دیتے ہیں اسکو ہدی کہتے ہیں۔ ضرورت ہو تو جانور کے اگلے دونوں پاؤں اور پچھلا بایاں پاؤں باندھ کر ذبح کرے۔ داہنا پچھلا پاؤں کھلا رکھے تاکہ حرکتِ اضطراری میں اس پاؤں کے ہلانے سے جانور کو استراحت ملے۔

تکبیر یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا تین بار اور اس کے آخر میں لِلّٰہِ الْحَمْدُ، تسمیہ کے پہلے یا بعد، قربانی اور عقیقہ میں مسنون ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ ایک مرتبہ تکبیر عموماً اس طرح کہتے ہیں۔ بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

دعا قبول کے لیے کہنا مسنون ہے صرف قربانی میں۔ اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ مِنْکَ وَاِلَیْکَ فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اَوْ مِنْ فُلَانٍ یا اللہ ذبیحہ کی یہ نعمت تیری طرف سے مجھ کو عطا ہوئی ہے اور اس کے ذریعہ میں تیری طرف تقرب چاہتا ہوں پس قبول کر۔

بقیہ حاشیہ نمبر ۲: اس آیت کا تعلق جانور کے ذبح سے ہے۔ جانور کی قید کی وجہ سے غیر ذی روح اشیائے غلہ وغیرہ اور ذبح کی قید کی وجہ سے ذبح کے پیشتر اور ذبح کے بعد کی حالتیں خارج ہو جاتی ہیں۔ اُھِلَّ کا ترجمہ "نامزد کیا گیا" صحیح نہیں ہے۔ مولف۔

فصل طویل نہ ہونے کی وجہ سے یہ جملہ دفعات ایک ہی دفعہ شمار ہوں گے۔ اگر جانور کی ہلاکت کے لیے کوئی متقدم سبب پایا جائے جیسا کہ کوئی زہریلا پودہ کھایا ہو، درندے نے زخمی کیا ہو، دیوار اس پر گری ہو یا بلی نے کبوتر کو پکڑا ہو تو ذبیحہ کے حلال ہونے کے لیے حیاتِ مستقرہ کا وجود شرط ہے۔ حیاتِ مستقرہ کی دو علامتیں ہیں۔ ذبح کے بعد جانور کی گردن سے خون کا کودنا اور جانور کا حالتِ اضطراب میں تڑپنا۔ اگر ہلاکت کا باعث کوئی متقدم سبب نہ ہو تو ذبیحہ کے حلال ہونے کے لیے حیاتِ مستمرہ کا پایا جانا کافی ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ جانور میں جان باقی ہو اگرچہ ذبح کے بعد خون نہ بہے اور حرکت نہ کرے جیسا کہ کسی مرض یا بھوک کی وجہ سے جانور کی حالت حرکتِ مذبوح تک پہنچے اور ذبح کیا جائے تو حلال ہے اگرچہ خون نہ دوڑے یا جانور نہ تڑپے۔ جانور کی موت محض حلقوم اور مری کے قطع ہونے کی وجہ سے وقوع میں آئے اور اس میں کوئی دوسرا سبب شریک نہ ہو۔ ایک شخص ذبح کر رہا ہو اور دوسرا اس کا پیٹ چاک کر کے احشاء کو نکال رہا ہو تو ذبیحہ حلال نہیں ہے۔ ذبح کے وقت جانور میں حیاتِ مستقرہ کے وجود کا علم ضروری نہیں ہے بلکہ گمان بھی کافی ہے اس صورت میں جبکہ ہلاکت کے لیے کوئی متقدم . . نہ ہو اگر کسی متقدم . . کی وجہ سے جانور حرکتِ مذبوح کو پہنچ چکا ہو اور اس کے بعد ذبح کرے تو حلال نہیں ہے۔

سُنن ذبح نو ہیں۔ دونوں شہ رگیں جو گردن میں حلقوم کی دونوں جانب ہوتی ہیں قطع کی جائیں، تسمیہ، درود، استقبالِ قبلہ، تکبیر، دعا، تحدید آلہ اور طریقِ قطع۔

شہ رگیں۔ دونوں شہ رگوں کا قطع کرنا مسنون ہے جو گردن میں دونوں جانب ہوتی ہیں۔ شہ رگ کو عربی میں ودج کہتے ہیں اور خاص طور پر انسان کی شہ رگ کو ورید کہتے ہیں۔ آیت۔ (۲۶/۱۶ ا) - وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔ ان شہ رگوں سے بڑھ کر مزید کسی چیز کا قطع کرنا مسنون نہیں ہے۔ پورے سر کا قطع کرنا بھی کافی ہے مگر چونکہ اس میں جانور کے لیے غیر ضروری تکلیف ہے اس لیے حرام ہے مگر رملی اور شبراملسی کی رائے میں کراہت ہے اور معتمد یہی قول ہے۔

اختلاف۔ امام مالک رض کے پاس دونوں شہ رگوں کا قطع کرنا واجب ہے نہ کہ حلقوم اور مری کا اور امام ابوحنیفہ رض کے پاس حلقوم، مری اور دونوں شہ رگوں چاروں کا قطع کرنا واجب ہے۔

تسمیہ۔ ذبح کے وقت باسم اللہ کہنا مسنون ہے۔ باسم اللہ واسم محمد مطلق طور پر بغیر کسی خاص ارادہ کے کہنا حرام ہے مگر ذبیحہ حلال ہے اس لیے کہ شرک کا صرف شبہ پیدا کرتا ہے۔ اگر شرک کے ارادہ سے ایسا کہے تو کفر ہے اور ذبیحہ بھی حرام ہے۔ اگر تبرکاً کہے تو مکروہ ہے مگر ذبیحہ حلال ہے۔ ذبیحہ اسی صورت میں حرام ہو جاتا ہے جبکہ علانیہ شرک کا ارادہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی اور کا نام لینے سے ذبیحہ حلال نہیں ہوتا اس لیے کہ آیت۔ (۴/۶) وَمَا اُهِلَّ

لہ۔ ہلّل کے معنی لا الٰہ الا اللہ کہنے کے ہیں اور اَہلّ کے معنی ذبح کے وقت بسم اللہ کہنے کے ہیں اور ... بقیہ بر صفحہ ۴۲۱

کرنے سے منع کیا ہے)۔ ابو شجاع کا فقرہ یہ ہے۔ تجوزُ الذَّکاۃُ بِکُلِّ مَا یَجرَحُ، ہر ایسی چیز سے ذبح جائز ہے جس میں زخم پہنچانے کی صلاحیت ہے۔ تھوڑے اضافہ کے ساتھ ابنِ قاسم غزی نے کہا تجوزُ الذَّکاۃُ بِکُلِّ مُحَدَّدٍ یَجرَحُ جس کے معنی ہوئے ہر ایسی دھاردار چیز سے ذبح جائز ہے جس میں زخم پہنچانے کی صلاحیت ہے۔ خطیب شربینی کے الفاظ یہ ہیں۔ وَ تجوزُ الذَّکاۃُ بِکُلِّ مَا یَجرَحُ کمحدد حدید۔ ذبح جائز ہے ہر زخم پہنچانے والی چیز سے جیسا دھاردار لوہا وغیرہ۔ دھار کی قید کی وجہ سے مثقل یعنی وزن سے مارنے والا کند آلہ سیس اور مٹی کی گولیاں وغیرہ خارج ہو جاتی ہیں۔ مثقل سے مارا ہوا موقوذہ کی تعریف میں داخل ہوتا ہے اور موقوذہ لکڑی پتھر وغیرہ جیسے کند آلہ سے مارے ہوئے کو کہتے ہیں جس کو دھار نہیں ہوتی۔ موجودہ خاردار ریفلوں کی گولیوں کی رفتار بہت تیز ہے۔ ریفل کی گولی میں دو صفات ہیں۔ ایک تو دھکا دینے کی قوت اور دوسری سرایت کرنے کی قوت۔ پہلی قوت کو ممکن ہے کہ ثقل یا وَقذ کہہ سکیں مگر اس دوسری قوت کو وَقذ کہنا دشوار ہے۔ سرایت کرنے کی قوت ایسی شدید بھی ہے کہ نوک دار یا دھاردار آلہ کے مقابلہ میں زیادہ تیزی کے ساتھ بدن کی گہرائیوں میں داخل ہو سکتی ہے اور نہایت گہرا زخم پیدا کر سکتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ گولی کا زخم اکثر اوقات دھاردار آلہ سے زیادہ کاری ہوتا ہے اس زخم کے ذریعہ سے خون بہتا ہے۔ ان حالات میں بندوق کی گولی سے مارے ہوئے جانور کو موقوذ کہنا غور طلب ہے۔ جو جانور جالے یا پھاند کے ذریعہ پکڑا جائے اور اس میں مر جائے تو وہ منخنقہ گلا گھونٹے ہوئے کی تعریف میں داخل ہے اور حرام ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جانور میں حیاتِ مستقرہ باقی رہے تو اس کو ذبح کیا جا سکتا ہے۔ کاٹنے والی دھار کی قید ہے کسی دھات کر قسم سے ہونے کی ضرورت نہیں۔ لکڑی اور بانس کی دھار میں بھی کاٹنے کی قابلیت ہو تو کافی ہے حتیٰ کہ ڈورا اور دھاگا سادہ یا مصالحہ سے تیز کیا ہوا چھوٹے موٹے پرند کو ذبح کی صلاحیت رکھتا ہے۔ دانت اور ناخن سے ذبح جائز نہیں ہے۔ حدیثِ مصرحۂ بالا کے الفاظ صاف ہیں۔ دانت پر قیاس کرتے ہوئے ہڈی کو بھی ممنوع قرار دیا گیا۔ شکاری جانور کے دانت اور ناخن اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ ۲۰

مجازِ ذبح۔ حلال ہے ذبیحہ مسلم اور کتابی کا۔ مجوسی یا بت پرست کا ذبیحہ حلال نہیں۔ ہر مسلم بالغ اور ممیز کا ذبیحہ حلال ہے جو ذبح کی طاقت رکھتا ہو اور ہر کتابی کا یہودی ہو یا نصرانی۔ آیت۔ (۵/۷)۔ وَطَعَامُ الَّذِینَ اُوتُوا الکِتَابَ حِلٌّ لَّکُم۔ جن لوگوں کو کتاب دی گئی اُن کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے۔ ابنِ عباسؓ نے وجہ یہ بتائی ہے کہ یہودی اور نصاریٰ تورات اور انجیل پر ایمان رکھتے ہیں بقولِ اظہر مجنون اور نشہ کیے ہوئے شخص کا ذبیحہ بھی حلال ہے اور معتمد یہی قول ہے۔ اندھے کا ذبیحہ مکروہ ہے۔ مجوسی یعنی آتش پرست بت پرست اور مرتد کا ذبیحہ حلال نہیں ہے اور نہ اُن لوگوں کا جن کی کوئی کتاب ہی نہیں۔ عورت بھی ذبح کر سکتی ہے مگر عورت سے مرد افضل ہے اور ممیز سے عورت۔ اگر کتابی کسی ذبیحہ کو ذبح کرنا بیان کرے تو اس کا کھانا حلال ہے۔ جو احکام ذبح کی مجازیت کی بابت ہیں وہی شکار کی

اس کو میری طرف سے یا فلاں کی طرف ۔۔۔

تحدید آلہ۔ آلۂ ذبح کو تیز کرنا عام طور پر مسنون ہے اور کُند ہو تو واجب ہے۔ خبر مسلم۔ اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوا الْقِتْلَۃَ وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذِّبْحَۃَ وَلْیُحِدَّ اَحَدُکُمْ شَفْرَتَہٗ۔ ہر چیز کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے احسان کے لیے حکم دیا ہے۔ اگر تم قتل کرنے پر مجبور ہو تو احسان کے ساتھ قتل کرو اور اگر ذبح کرو تو ذبح میں بھی احسان کرو اور چھری کو تیز کر لو۔ احسانِ قتلہ کے یہ معنی ہیں کہ جان کے لینے کا آسان طریقہ اختیار کیا جائے کھٹمل، جوں اور کیڑوں پتنگوں کو آگ سے نہ جلائیں کیونکہ اس میں تعذیب ہے۔ حدیث۔ لَا یُعَذِّبُ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ۔ آگ کے ذریعہ عذاب صرف پروردگار ہی دے سکتا ہے۔ اگر ان چھوٹے موٹے جانوروں کے تلف کرنے میں دشواری ہو تو دھوپ دے کر یا اور طریقہ سے اِن کو تلف کیا جائے۔ حشرات الارض کی بہ نسبت کسی کے شکایت کرنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَا یُؤْذِیْکَ فَلَکَ اَذِیَّتُہٗ قَبْلَ اَنْ یُّؤْذِیَکَ۔ کوئی چیز تم کو تکلیف دیتی ہو تو تم کو تکلیف پہنچنے سے پہلے اس کو تکلیف دو یعنی رفع کرو۔ چھری کو اس طرح تیز کرے کہ جانور کو نظر نہ آئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم راستہ سے گزر تھے آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ پاؤں سے بکری کو دبائے ہوئے چھری تیز کر رہا تھا اور بکری دیکھ رہی تھی۔ آپ نے فرمایا اَتُرِیْدُ اَنْ تُمِیْتَہَا مَوْتَاتٍ، ہَلَّا اَحْدَدْتَ شَفْرَتَکَ قَبْلَ اَنْ تُضْجِعَہَا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ بکری کو دو موت سے مار ڈالو۔ کیا تم بکری کو پچھاڑنے سے پہلے چھری تیز نہیں کر سکتے تھے۔

طریق قطع۔ چھری کو دبا کر چلائے اور آتے چلائے۔ جانور کو بائیں پہلو پر لٹائے اور ضرورت ہو تو تین پاؤں باندھے اور سیدھے پچھلے پاؤں کو کھلا چھوڑ دے۔ جانور کو ذبح کے مقام پر سہولت کے ساتھ لے جائے اور ذبح سے پہلے پانی پلائے ایک جانور کے سامنے دوسرا جانور ذبح نہ کرے۔ جس قدر حکم ہے اس سے زیادہ نہ قطع کرے۔ ذبیحہ کے جان توڑنے سے پیشتر اس کے کسی عضو کا کاٹنا یا توڑنا یا گردن اور چھیڑنا مکروہ ہے۔

آلۂ ذبح۔ ہر ایسے آلے سے جس سے زخم پہنچایا جا سکتا ہے جانور کو ذبح کرنا جائز ہے سوائے دانت، ہڈی اور ناخن کے۔ لوہے، تانبے یا کسی اور دھار دار آلہ سے ذبح کرنا جائز ہے جس میں زخم پہنچانے کی صلاحیت ہو۔ دھار دار آلہ کی قید اس لیے ہے کہ اس کے ذریعہ جان لینے میں عجلت کا امکان ہے۔ دانت، ہڈی اور ناخن کے ذریعہ ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔ ایسے ذریعہ سے بھی جانور کی جان نہ لی جائے جو گلا گھونٹنے کی تعریف میں آئے۔ حدیث۔ مَا اَنْہَرَ الدَّمَ وَذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فَکُلُوْا لَیْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ وَسَاُحَدِّثُکُمْ عَنْ ذٰلِکَ۔ اَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَاَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَی الْحَبَشَۃِ۔ کھاؤ اس کو جس کا خون بہا کر پاک کیا گیا اور جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا۔ دانت اور ناخن ذبح کے آلہ نہیں ہیں اس کی وجہ بیان کرتا ہوں۔ دانت ہڈی میں داخل ہے (اور میں ہڈی سے ذبح کرنے کو منع کر چکا ہوں) اور ناخن حبشیوں جاہلوں کی چھریاں ہیں (اور میں نے تم کو ان کے ساتھ تشبہ

وبر کہتے ہیں شیخ ابوشجاع کے متن میں بالوں کا لفظ مطلق ہے اور کوئی قید نہیں ہے۔ ابن قاسم غزی اور خطیب شربینی نے ماکول کی قید عاید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ماکول حیوان کے بال جو زندگی میں کاٹے جائیں طاہر ہیں۔ ماکول کی قید کی وجہ سے غیر ماکول گدھے اور بلی وغیرہ کے بال خارج ہوجاتے ہیں اور نجس ہیں مگر قلیل مقدار میں معاف ہیں اور اُس شخص کے لیے جو بلحاظ کاروبار دن رات تعلق رکھتا ہے کثیر مقدار میں بھی معاف ہیں۔

اَطعِمہ

حیواناتِ حلال وحرام، اکلِ میتہ، حیواناتِ مردہ، خونِ حلال۔

اَطعِمہ طعام کی جمع ہے اور طعام بمعنی مطعوم کھائی ہوئی چیز کو کہتے ہیں جیسا کہ شراب سے مشروب مُراد ہے۔ غذاؤں کی حِلّت اور حرمت کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ آیت۔ (۶/۱)۔ قُلْ لَّا اَجِدُ فِیْمَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ۔ کہدو کہ جو باتیں مجھ کو وحی کے ذریعہ پہنچی ہیں ان میں نہیں پاتا ہوں میں کوئی چیز جو حرام کی گئی ہے کھانے والے پر جو اس کو کھائے۔ آیت۔ (۹/۹ آخر)۔ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ۔ حلال ہیں ان کے لیے پاک چیزیں اور حرام ہیں بُری چیزیں۔ حلال اور حرام جانوروں کے احکام دین کے اہم امور سے ہیں۔ حرام جانور کے کھانے کے خلاف شدید عذاب کا خوف دلایا گیا ہے۔ حدیث۔ لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ حَرَامٍ فَالنَّارُ اَوْلٰی بِهٖ۔ جو گوشت حرام سے بڑھا اس کیلئے دوزخ کی آگ بہتر ہے۔ ذائقہ کے لطف کے لیے پر تکلف متعدد مباح غذائیں زیادہ مقدار میں نہ کھانا مسنون ہے سوائے اس کے کہ مہمان کی ضیافت اور اہل وعیال کی خوشنودی خاص موقعوں پر مطلوب ہو نہ کہ فخر ومباہات کے لیے۔ مباح خواہشات کی تکمیل کے بارے میں اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ نفس کو خواہشات سے روکے تاکہ سرکش نہ ہوجائے بعض کا قول ہے کہ جائز خواہشات سے بہرہ اندوز ہونے کا موقع دیا جائے تاکہ سکون اور اطمینان حاصل ہو۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ان دونوں اُمور کے بَین بَین رہے اس لیے کہ مَن مانے خواہشات کے حاصل ہونے پر نفس غالب ہوتا ہے اور پورے طور پر روکنے سے نفس کند ہوتا ہے اور بلادت پیدا ہوتی ہے۔ میٹھی غذا مسنون ہے اور کھانے میں زیادہ اشخاص کی شرکت مسنون ہے۔ کھانے اور پینے کے بعد خدا کا شکر بھیجنا بھی مسنون ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھاتے اور پیتے وقت فرماتے تھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَ وَسَقٰی وَسَوَّغَهٗ وَجَعَلَ لَهٗ مَخْرَجًا۔ شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے کھلایا اور پلایا اور آسانی سے پیٹ میں اُتارا اور اس کے خروج کا راستہ بھی بنایا۔ حرام ہے وہ چیز جو بدن یا عقل کو نقصان پہنچائے جیسا کہ پتھر، مٹی، کانچ اور زہر۔

نسبت ہیں ہتیار کے ذریعہ ہو یا شکاری جانور کے ذریعہ۔ اہلِ کتاب کا شکار بھی مُسلم کے لیے حلال ہے۔ دہلی اور رحمانی کی رائے میں غیر ممیز لڑکا جس میں تھوڑا بہت شعور یا تمیز پیدا ہو چکی ہے ذبح کا مجاز ہے۔ اندھے کی ذبح میں کراہت اس لیے ہے کہ مقامِ ذبح میں غلطی کرنے کا امکان رہتا ہے۔ یہ حکم بھی مقدور علیہ جانور کی حد تک محدود ہے ورنہ غیر مقدور علیہ جانور کا شکار نہ اندھا خود کر سکتا ہے اور نہ شکاری جانور کے توسط سے۔ خلاصہ یہ کہ ذبح میں عاقل اور مسلم مرد کو اولیت حاصل ہے اُس کے بعد عاقل اور مسلم عورت کو، پھر مسلم ممیز لڑکے کو پھر کتابی کو اور پھر مجنون نشیلے اور غیر ممیز لڑکے کو مساویانہ۔

جنین حلال ہو جاتا ہے اُس کی ماں کے ذبح ہونے پر لیکن زندہ پائے تو ذبح کرے۔ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہے ماں کے ذبح ہونے پر حلال ہو جاتا ہے اگر چہ کہ مُردہ برآمد ہو یا اُس میں حیاتِ مُستقرہ ہو یا عیش مذبوح کی حالت میں ہو عیشِ مذبوح کی حالت میں اُس کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں اور اگر حیاتِ مستقرہ ہو تو ذبح کرنا واجب ہے۔ جنین سے قبل کی حالت کو عَلَقہ اور مُضغہ کہتے ہیں اور یہ حرام ہیں۔ عَلَقہ خون کے لوتھڑے کو اور مُضغہ گوشت کے ٹکڑے کو کہتے ہیں حیوانی شکل کے ظاہر ہونے اور جان آنے کے بعد اس کو جنین کہتے ہیں۔ یہی حکم اُس شکار کی ... بھی ہے جو ہتیار کے ذریعہ کیا جائے یا شکاری جانور کے ذریعہ۔ اِن سب کے جنیں کے بارے میں یہی حکم ہے اس لیے کہ حدیث کے الفاظ عام ہیں ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ جس خون کے بہانے نے ماں کو حلال کیا اُسی نے ماں کی اتباع میں جنین کو بھی حلال کیا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ جنین اپنی ماں کا جزء ہے اور جب ماں کے سارے اجزاء حلال ہوئے تو جنین بھی حلال ہوا تیسری دلیل یہ ہے کہ کسی جانور کے حلال کرنے پر اُس کے سارے اعضاء کے ساتھ اُس کا وہ عضو بھی حلال ہو جاتا ہے جو اُس سے متصل ہے یعنی سُندھ اور بے کار ہے۔ چوتھی دلیل یہ ہے کہ اگر ماں کے ذبح کرنے پر بچہ حلال نہ ہو جائے تو حمل کی حالت میں ماں کو ذبح کرنا خود حرام ہو جائے گا جیسا کہ حاملہ عورت قصاص کے جرم میں تعزیراً قتل نہیں کی جا سکتی۔ اگر ماں کے ذبح کرنے کے بعد بچہ میں حرکت رہے اور دیر تک جاری رہنے کے بعد موقوف ہو جائے اور پھر بچہ مُردہ برآمد ہو تو حلال نہ ہوگا۔

اختلاف۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جنین کو بھی ذبح کرنا واجب ہے جیسا کہ اس کی ماں کو ذبح کیا گیا۔ آپ کی رائے میں حدیثِ موصوف کے اِعراب یہ ہیں۔ ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةَ أُمِّهِ۔ دوسری ذکاۃ کا تا منصوب ہے کاف تشبیہ کے مقدر ہونے سے منصوبہ کے ظاہر کرنے پر حدیث کے الفاظ یہ ہوں گے ذَكَاةُ الْجَنِينِ كَذَكَاةِ أُمِّهِ۔

جزءِ حیوان جو زندہ حیوان سے قطع کیا جائے مردار ہے سوائے بالوں کے۔ حدیث۔ مَا قُطِعَ مِنْ حَيٍّ فَهُوَ مَيِّتٌ طہارت اور نجاست میں زندہ جانور سے قطع کیے ہوئے جزء کا حکم وہی ہے جو اُس کے میتہ کا ہے۔ مچھلی، ٹڈی اور آدمی کا کوئی جزء قطع کیا جائے تو طاہر ہے۔ گدھے اور بکری سے زندگی کی حالت میں جو جزء قطع کیا جائے نجس ہے۔ بالوں کے استعمال کرنے کی اجازت اس آیت سے ہے۔ (۱۶ع۴)۔ وَمِنْ أَصْوَافِهَا وَأَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَا أَثَاثًا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ۔ اثاث گھر کے سامان کو اور متاع عام سامان کو کہتے ہیں۔ عربی میں مچھلی کے بال کو شعر، مینڈی کے بال کو صوف اور اونٹ کے بال

لیکن اس کے ہلاک کرنے میں کراہت بھی اس لیے نہیں ہے کہ وہ نقصان رساں ہے۔ وہ جانور بھی حرام ہیں جن کے ہلاک کرنے سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ خطاف یعنی ابابیل جس کو عصفورِ جنت بھی کہتے ہیں اس لیے کہ وہ انسان کے کھانے کی اجناس کو نہیں چھوتا۔ مُور شافعیہ میں حرام اور حنفیہ میں حلال ہے۔

حرام ہیں وہ جانور جن کو اہلِ عرب نے پسند نہیں کیا سوائے اُن کے جن کو شرع نے حلال قرار دیا۔ آیت۔ (۵/۲) اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ۔ بہیمۂ انعام سے اونٹ، گائے، بکری اور ان کی ساری اقسام مراد ہیں۔ صحیحین کی حدیث ہے کہ جنگِ خیبر کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا اور گھوڑے کے گوشت کی اجازت دی۔ اسماء بنت ابو بکر صدیق رض نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم نے مدینہ میں گھوڑا ذبح کر کے کھایا تھا۔ گھوڑے کا گوشت کھانے سے امتناع کی حدیث منکر ہے جیسا کہ امام احمد رض کا قول ہے یا منسوخ ہے بقولِ ابو داؤد۔ جنگلی گدھے کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا كُلُوا مِنْ لَحْمِهِ۔ کھاؤ اس کا گوشت اور آپ نے خود بھی کھایا۔ اس پر قیاس کرتے ہوئے جنگلی گائے بھی حلال ہے۔ ضَبُعٌ یعنی ترس کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا يَحِلُّ أَكْلُهُ۔ گھوڑ پھوڑ اس لیے حلال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کھایا گیا گو آپ نے خود نہیں کھایا۔ آپ سے کسی نے پوچھا کہ کیا یہ حرام ہے تو آپ نے فرمایا نہیں۔ وَلٰكِنَّهُ لَيْسَ بِأَرْضِ قَوْمِي فَأَجِدُ نَفْسِي تَعَافُهُ۔ چونکہ میرے ملک میں نہیں ہوتا اس لیے مجھ کو کراہت معلوم ہوتی ہے۔ خرگوش کا بورک بنا کر آپ کے پاس بھیجا گیا تو آپ نے قبول فرمایا اور کھایا۔ لومڑی شافعیہ میں حلال ہے اور بعض کے پاس حرام اور بعض کے پاس مکروہ۔ گھوڑپوڑ، لومڑی، یربوع، فنک، سمور اور سنجاب کے حلال ہونے کی … یہ ا… ال ہے کہ ان کی کوچلیاں قوی اور زخم پہنچانے کے قابل نہیں ہوتیں۔ وہ کوا جو محض دانہ چُگتا ہے جس کو غُرَابُ الزَّرع کہتے ہیں حلال ہے۔ کوّوں کی دوسری اقسام جو مُردار کھاتے ہیں حرام ہیں۔ زُرافہ کی نسبت اختلاف ہے۔ مجموع میں اس کو حرام اور عباب میں حلال بتایا ہے۔

حرام ہیں ایسے چوپائے جن کے دانت مضبوط اور دوسرے جانور کو زخمی اور مغلوب کرنے کے قابل ہیں جیسا کہ شیر، ببر، چیتا، بوربچہ، کتا، سؤر اور بلی وغیرہ۔ بلی شہری اور جنگلی دونوں حرام ہیں۔ ہاتھی، خچر، گدھا وغیرہ اگرچہ درندے نہیں ہیں مگر حرام ہیں۔ مضبوط دانت کی شرط سے وہ جانور خارج ہو جاتے ہیں جن کے دانت کمزور اور دوسرے جانور کو زخمی نہیں کر سکتے جیسا کہ ترس اور لومڑی۔

حرام ہیں ایسے پرندے جن کے چنگل مضبوط اور زخمی کرنے کے قابل ہیں جیسا کہ شکرا، باز، شاہین اور گدھ وغیرہ۔ مور، ہما اور اُلّو اگرچہ چنگل سے کام نہیں لیتے مگر حرام ہیں۔

أَكْلِ مَيْتَة، مضطر کے لیے جو ہلاکت کے مخمصہ میں ہو، سدِّ رمق کی حد تک حلال ہے۔ کسی فعل کی … منع کے حکم کے بعد جواز کا حکم وجوب کا اثر رکھتا ہے۔ حلال اور حرام کا امتیاز اختیار کی حالت میں ہوا کرتا ہے اور اضطرار کی حالت میں باقی

روزی کمانے کا بہترین ذریعہ زراعت ہے اس لیے کہ زراعت میں حالات پر توکل کا زیادہ موقع ہے اس کے بعد صنعت وحرفت کا درجہ ہے جو محنت اور ہنر پر موقوف ہے۔ حدیث۔ مَنْ بَاتَ كَالًّا مِنْ عَمَلِهٖ بَاتَ مَغْفُورًا لَهٗ۔ جس نے رات گزاری تھکی ماندی؟ اس نے زندگی بسر کی بخشش کے ساتھ۔ حدیث۔ مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ اَنْ يَاْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ۔ کسی نے بہتر غذا نہ کھائی اس شخص سے جس نے اپنے ہاتھ کی محنت سے کمایا اور اس کے بعد تجارت کا درجہ ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اکثر تجارت کرتے تھے۔ داؤدؑ باوجود صاحبِ ملک وحکومت ہاتھ کی محنت سے اپنی روزی آپ کماتے تھے۔ حضرت نوحؑ تجاری کرتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ بزاز اور حضرت ادریسؑ خیاط تھے

حلال ہیں وہ جانور جن کو اہلِ عرب نے پسند کیا سوائے اُن کے جن کو شرع نے حرام قرار دیا۔ قومِ عرب کی تخصیص اس لیے ہے کہ کلامِ مجید ان ہی کو مخاطب کر کے نازل ہوا اور دین کے احکام ان ہی کی زبان میں صادر ہوئے۔ جب کبھی ضرورت واقع ہو اور صراحت موجود نہ ہو تو اُن عرب کی رائے لی جائے جو فی الوقت موجود ہیں۔ اگر اُن میں اختلاف ہو تو غلبۂ آراء کی پیروی کی جائے۔ اگر آرا مساوی ہوں تو اہلِ قریش کی رائے کو ترجیح دی جائے اس لیے کہ عرب کے قبائل میں قریش کو خاص شرف حاصل ہے۔ عرب میں سے دولت مند، مرفہ الحال اور سلیم الطبع اشخاص کی رائے درکار ہے نہ کہ تباہ حال اور مفلس بدوی کی اس لیے کہ تنگدستی اور احتیاج معیارِ زندگی کو گرا دیتے ہیں۔ عرب کی پسندیدگی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پورے کے پورے عرب کسی جانور کو پسند کریں اور نہ یہ مراد ہے کہ ایک بڑی جماعت عرب کی پسند کرے اور ان کی رائے حاصل کی جائے بلکہ دو صاحبِ عدل عرب کی رائے اس بارے میں کافی ہے اگر کوئی جانور عرب میں نہ پایا جاتا ہو اور اُس کی نسبت عرب کی رائے ظاہر نہ ہو سکے تو جو جانور اس کے قریب تر ہو طبیعت کی شباہت میں، پھر ذائقہ میں اور پھر صورت میں تو اُس کے لحاظ سے حکم لگایا جائے۔ پسندیدگی کا حکم عام ہے مگر وہ جانور جس کی تحریم کی بابت صریح نصِ قرآن یا نصِ حدیث ہو یا ائمہ کا اجماع ہو حرام ہے۔ تحریم کی بابت صریح حکم کی موجودگی میں اہلِ عرب کی پسندیدگی کوئی چیز نہیں ہے۔ شہری گدھا اور خچر نصِ حدیث سے حرام گردانے گئے ہیں۔ حلال اور حرام جانوروں کی میل سے جو جانور پیدا ہو وہ بھی حرام ہے۔ حلال جانور یہ ہیں۔ **چوپایہ**۔ اونٹ، گائے، بھینس، مینڈھی، چھیلا، ہرن کی اقسام، چیتل، سانبر، نیل گائے، گھوڑا، خرگوش وغیرہ۔ **پرندہ**۔ مرغ، بطخ، غاز، مرغابی، بگلا، کبوتر، قمری، فاختہ، تیتر، بٹیر، لہوا، خان چڑی وغیرہ۔

موذی جانوران۔ وہ جانور حرام ہیں جن کا قتل ایذا رسانی کی صفت کی وجہ سے مستحب ہے جیسا کہ سانپ، بچھو، گونس، چوہا، دیوانہ کتا وغیرہ۔ وہ کتا جو دیوانہ نہ ہو اور اس میں کوئی منفعت ہو تو اس کو ہلاک کرنا حرام ہے اور اگر اس میں کوئی منفعت نہ ہو تو بھی اس کو ہلاک کرنا حرام ہے اور معتمد یہی قول ہے بخلاف شیخ الاسلام کے۔ ان کی رائے میں جس کتے اور جس جانور کے وجود سے کوئی منفعت نہ ہو اور نہ نقصان ہو اس کو ہلاک کرنا مکروہ ہے اور جس جانور میں منفعت اور مضرت دونوں ہوں اس کو ہلاک کرنا مسنون نہیں ہے اس وجہ سے کہ اُس جانور میں یک گونہ فائدہ ہے

بھی ہے۔ اس امر کی نسبت کہ حرام جانور کو کھانے کے لیے ذبح کرے یا نہ کرے، بعض کا قول ہے کہ اس کا ذبح کرنا واجب نہیں ہے **مقدار**۔ اگر توقع ہو کہ قریب میں اکلِ حلال مِل جائے تو رمق جان کی ضرورت سے بڑھ کر نہ کھائے۔ آیت۔ (۳ ۶) غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِاِثْمٍ یعنی پیٹ بھرنے کی طرف مایل نہ ہو، بغیر ضرورت کے۔ اور جب ایسی توقع نہ ہو تو سدِ رمق پر اکتفا کرنے کے عوض، حاجت کے موافق کھائے اور لطف و ذایقہ کے لیے نہ کھائے۔ حلال غذا کے ملنے تک میتہ کو توشہ میں بھی رکھ سکتا ہے۔ رمق سے مراد بقیہ جان ہے مگر چونکہ جان کی تجزی نہیں ہو سکتی اس لیے بعض نے رمق سے قوت مراد لی ہے جس کی تجزی ہو سکتی ہے۔

حیواناتِ مُردہ میں مچھلی اور ٹڈی حلال ہیں۔ یہ دونوں قسم کے جانور میتہ کے حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ حدیث اُحِلَّتْ لَنَا مَیْتَتَانِ السَّمَکُ وَالْجَرَادُ۔ حلال ہیں ہمارے لیے دو مرے ہوئے جانور مچھلی اور ٹڈی۔ ان کو ہم کھا سکتے ہیں اور نگل سکتے ہیں مُردہ اور زندہ غیر کتابی کے پکڑے ہوئے کیوں نہ ہوں۔ ان میں جان باقی رہنے تک ان کو کاٹنا مکروہ ہے۔ ذبح کرنا بھی مکروہ ہے سوائے اس کے کہ مچھلی بڑی ہو اور دیر تک زندہ رہے اس کو دُم کی طرف سے کاٹیے۔ چھوٹی مچھلی کے پیٹ کی آلایش معاف ہے اور اُس سے تیل اور گھی جس میں مچھلی تلی جائے نجس نہیں ہوتا۔ مگر بڑی مچھلی کی آلایش معاف نہیں ہے مچھلی سے مُراد ہر وہ جانور ہے جو پانی کے سوائے زندہ نہ رہ سکے اور خشکی پر اُس کی زندگی **عیش مذبوح** کی طرح ہو عیشِ مذبوح زندگی کی اُس حالت کو کہتے ہیں جو کسی جانور کے ذبح کرنے کے بعد سے اس کی جان جانے تک طاری ہوتی ہے مچھلی ہی کی شرط نہیں ہے۔ پانی میں رہنے والا ہر ایک جانور حلال ہے، کُتّے کی شکل میں ہو یا سُور کی۔ وہ مچھلی جو دوسری مچھلی کے پیٹ میں سے نکلے حلال ہے بشرطیکہ سَڑی گلی نہ ہو۔ وہ مچھلی بھی حلال ہے جو پانی کے اوپر آجائے اور ڈوبے نہیں اور پھول جائے مگر خراب نہ ہوئی ہو۔ وہ جانور جو خشکی اور تری دونوں میں زندہ رہتے ہیں حرام ہیں جیسے مینڈک، کیکڑا، تانبیل اور مگرمچھ۔ مینڈک کو مارنے کے خلاف نہی ہے۔ پانی کے سانپ اور بچھو اگرچہ پانی کے سوائے زندہ نہ رہیں اپنی سمیت کی وجہ سے حرام ہیں۔ ٹڈی متعدد اقسام کی ہوتی ہیں بعض خشکی کی ہیں اور بعض تری کی، بعض زرد، بعض سفید، بعض سرخ، بعض چھوٹی اور بعض بڑی ہوتی ہیں ان کی چھ ٹانگیں ہوتی ہیں دو سینے کے پاس دو وسط میں اور دو آخر میں۔ ان سے بڑھ کر فصل کو نقصان پہنچانے والی کوئی چیز دنیا میں نہیں ہے۔ ان کا لُعاب بھی نبات کیلئے زہرِ قاتل کا کام کرتا ہے۔

خون حلال کبد اور طحال ہیں۔ کبد جگر اور طحال تلی۔ حدیث۔ اُحِلَّتْ لَنَا مَیْتَتَانِ وَدَمَانِ السَّمَکُ وَالْجَرَادُ وَالْکَبِدُ وَالطِّحَالُ۔ حلال ہیں ہمارے لیے دو مُردار اور دو قسم کے خون مچھلی، ٹڈی، جگر اور تلی۔

خلاصہ یہ کہ حیوانات کی تین قسمیں ہیں۔ وہ جانور جس کے کھانے کی اجازت ہی نہیں ذبح کیے گئے ہوں یا مردہ ہوں جیسے گدھا۔ وہ جانور جس کے کھانے کی اجازت ہے مگر شرعی طریقہ پر ذبح کرنے کے بعد جیسے بکری اور وہ جانور جو مُردہ اور ذبح کرنے کے بغیر کھایا جا سکتا ہے جیسے مچھلی اور ٹڈی۔

نہیں رہتا۔ اضطراری حالت میں واجب ہے کہ مردار بھی کھالے اور اپنے نفس کو ہلاکت سے بچالے۔ آیت۔ (۲/۲)۔ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ۔ اپنے ہاتھوں آپ کو ہلاکت میں مبتلا نہ کرو۔ آیت۔ (۴/۵)۔ وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ۔ اپنی جانوں کو ہلاک نہ کرو۔ مخمصہ شدید بھوک کی حالت کو کہتے ہیں۔ مضطر سے ایسا شخص مراد ہے جو اضطراری حالت میں ہو، کھانے کے لیے حلال غذا نہ پائے اور بھوک کی شدت کی وجہ سے ہلاکت کے خطرہ میں ہو یا کسی مہلک بیماری کے لاحق ہونے یا بیماری میں شدت پیدا ہونے یا طوالت ہونے یا ساتھیوں کی رفاقت کے چھوٹ جانے کا خوف کرے نقصان کے لاحق ہونے کا یقین ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ گمان بھی کافی ہے۔ نوبتِ ہلاکت بھی مشروط نہیں ہے اس لیے کہ ہلاکت کی نوبت کو پہنچ جانے کے بعد اکلِ میتہ بے سود ہے اور حلال بھی نہیں ہے اس لیے کہ اس نوبت پر جان بچانا ممکن نہیں۔ ہلاکت ہی کے خوف کی شرط نہیں، بیماری میں شدت پیدا ہونے یا طوالت ہونے کا احتمال بھی کافی ہے۔ اکلِ میتہ کے جواز کے لیے وہی عذرات ہیں جو تیمم کو مباح کرتے ہیں۔ حلال غذا کے نہ ملنے کی صورت میں میتہ حلال ہے۔ حلال غذا کا ایک لقمہ بھی مل جائے تو اس کو کھائے بغیر اکلِ میتہ پر عمل نہیں کر سکتا۔ اکلِ میتہ کے بعد حلال غذا ملے تو قے کرنا لازم نہیں ہے اور یہی قول معتمد ہے بخلاف اضطراری حالت کے، جبر و اکراہ کے سبب شراب پی لی یا حرام غذا کھالے تو قے کرے بشرطیکہ موقع ہو۔ اکلِ میتہ کو تقدیم ہے اُس غذا پر جو دوسرے کے قبضہ میں ہو اور اجازت نہ دے۔ اگر میتہ بھی نہ مل سکے تو بغیر اجازت کے غائب شخص کے قبضہ کی غذا کھا سکتا ہے اور حاضر کی بھی جو خود مضطر نہ ہو۔ شخص قابض پر لازم ہے کہ معصوم مضطر کو کھانے کو دے۔ اگر وہ دینے سے انکار کرے تو جبر کے ذریعہ حاصل کر سکتا ہے۔ جبر کے استعمال میں قابض کی ہلاکت واقع ہو تو مضطر پر تعزیری ذمہ داری نہیں۔ اگر قابض خود مضطر ہو تو اس کے لیے لازم نہیں ہے کہ دوسرے مضطر کو اپنی غذا حوالہ کرے اس لیے کہ وہ خود زیادہ استحقاق رکھتا ہے۔ حدیث۔ اِبْدَأْ بِنَفْسِكَ وَابْقَاءِ مُهْجَتِهِ۔ اپنے نفس سے شروع کرو اور اس کی جان کو باقی رکھو۔ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی ذات اعلیٰ ہے۔ ان کے قبضہ میں کوئی غذا ہو اور وہ خود اضطرار کی حالت میں ہوں تو بھی اُن پر واجب ہے کہ اپنی غذا دوسرے شخص کے حوالہ کر دیں۔ صالحین کی حمیدہ خصائل کا یہ تقاضہ ہے کہ دوسری جان کو اپنے نفس پر ترجیح دیں اور ایثار سے کام لیں اللہ تعالیٰ ان کی تعریف میں فرماتا ہے۔ آیت۔ (۲۸/ ماقبل آخر)۔ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ اور ایثار سے کام لیتے ہیں حالانکہ وہ خود تنگی کی حالت میں ہیں۔ یہ تفصیل تو معصوم مضطر کی ہوئی مگر معصوم کی صفت کی وجہ سے وہ شخص خارج ہو جاتا ہے جو معصوم نہ ہو اور معصیت کی بناء پر اضطراری حالت میں مبتلا ہو۔ جب تک کہ توبہ نہ کرے اس کے لیے اکلِ میتہ حلال نہیں ہے۔ اس لیے کہ اکلِ میتہ کا جواز بربنائے رخصت یعنی ایک رعایتی امر ہے اور ایسی رعایت سے استفادہ ارتکابِ معصیت کی بناء پر نہیں کیا جا سکتا۔ میتہ دو قسم کے ہیں۔ مرا ہوا حلال جانور جیسے مری ہوئی بکری اور مرا ہوا حرام جانور جیسے مرا ہوا گدھا۔ حلال جانور کے میتہ کو حرام جانور کے میتہ پر ترجیح ہے اور معتمد

چھوڑا ہو۔ اگر شکاری جانور خود بخود شکار پر دوڑ جائے اور شکار مارنے کے بعد اس میں سے کچھ کھالے تو اس کی وجہ سے اُس کی تعلیم میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ اگر شکاری جانور شکار کے بال نوچے یا شکار کا خون چاٹے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے البتہ گوشت کھانے سے اس کی تعلیم میں خلل واقع ہوتا ہے۔ خلل واقع ہونے کے بعد دوبارہ اس کی تعلیم اور تکرار کے ذریعہ آزمایش کی ضرورت لاحق ہوگی۔ خلل واقع ہونے سے سابقہ شکاروں کی نسبت کوئی تحریم عاید نہ ہوگی۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ ابتدائی تینوں طریقوں پر ایک مرتبہ عمل کرنا کافی نہیں ہے بلکہ ان کی تکرار کرے تاکہ اس کی تعلیم کے صحیح ہونے کی نسبت قیاس کیا جائے۔ تکرار کی کوئی تعداد مقرر نہیں ہے۔ جانوروں کی طبایع کے لحاظ سے شکاری جانوروں کی تعلیم کے ماہرین کی رائے پر عمل کرنا ضروری ہے۔ شکاری جانور کی تعلیم میں نقص رہنے کی صورت میں صرف ایک حِلّت کی شکل یہ باقی رہتی ہے کہ شکار زندہ اور حیاتِ مستقرہ کی حالت میں دستیاب ہو اور ذبح کیا جاسکے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثعلبۃ الخُشَنی سے فرمایا۔ وَمَا صِدْتَّ بِكَلْبِكَ غَيْرِ الْمُعَلَّمِ فَأَدْرَكْتَ ذَكَاتَهُ۔ غیر تربیت یافتہ کتے کے ذریعہ جو تم شکار کرو اور شکار کو زندہ پاؤ تو اُس کو ذبح کرو۔ ایک ہی شکار کی بھی دو حالتیں ہوسکتی ہیں۔ شکار ابتداءً غیر مقدور علیہ ہو اور قابو میں نہ ہو لیکن شکار کرنے کے بعد زندہ حالت میں دستیاب ہو جائے اور مقدور علیہ ہو تو وہ ذبح کیا جائے گا۔ جانور ابتداءً مقدور علیہ تھا مگر زخم پہنچانے کے بعد غیر مقدور علیہ ہوگیا تو اس کو بھی جس مقام پر چاہے زخم پہنچا کر ہلاک کرے تو حلال ہے۔ قصد۔ غیر مقدور علیہ کے شکار میں عین اور جنس کی نسبت قصد کی بھی شرط ہے۔ اگر ہرن کے منڈے میں بغیر تعین کے نشانہ لگائے اور کسی ایک کو نشانہ لگ جائے یا ان میں سے ایک کا نشانہ لے اور دوسرے کو نشانہ لگے تو شکار حلال ہے۔ بخلاف اس کے ارادے کے بغیر ہاتھ سے چھری گرے اور اس سے کوئی جانور گھایل ہوجائے یا محض آزمایش کے لیے نشانہ لگائے اور اُس سے کوئی جانور مرجائے یا شکاری جانور اپنے سے آپ لپکے اور کسی جانور کو مار ڈالے تو اِن سب صورتوں میں ارادہ کا فقدان ہے اور شکار حرام ہے۔ شکاری جانور کا مارڈالا ہوا شکار اُسی صورت میں حلال ہے جبکہ غیر مقدور علیہ ہو۔ ورنہ مقدور علیہ پر شکاری جانور کو چھوڑے اور وہ اسکو مار ڈالے تو حلال نہیں ہے۔ شکاری جانور کے ذریعہ شکار کی حلت کے لیے شکاری میں اُن صفات کی ضرورت ہے۔ جو ذبح کے جواز کے لیے مقرر ہیں یعنی مسلم ہو یا اہلِ کتاب سے ہو۔ غیر کتابی، شکاری جانور کے ذریعہ شکار کو مار ڈالے تو وہ جانور حلال نہیں ہے۔ شکار کے حلال ہونے کے ساتھ شکار کے پیٹ سے مُردہ برآمد ہوا سو جنین بھی حلال ہے۔ زندہ برآمد ہو تو اُس کو ذبح کرنا واجب ہے جس کی تفصیل جنین کے بیان میں آچکی ہے اِس حکم میں ہتیار کے ذریعہ کیا ہوا شکار اور شکاری جانور سے کیا ہوا شکار دونوں داخل ہیں۔

صید

صَید بصیغۂ مص ،، کے معنی شکار کرنے کے ہیں اور بصیغۂ مفعول شکار کو بھی صید کہتے ہیں۔ آیت۔ (۲ ۵)۔ وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا۔ (حج کے منا) ادا کرنے کے بعد تم شکار کرو یعنی شکار تمہار ۔ لیے حلال ہے۔ شکار دو طریقوں سے ہو سکتا ہے ہتھیار کے ذریعہ اور شکاری جانور کے ذریعہ۔ ہتھیار کے ذریعہ شکار کی تفصیل غیر مقدور علیہ جانور کے ذبح کے ضمن میں بیان کی جا چکی ہے اور آلۂ ذبح میں بھی بتایا گیا ہے کہ شرعاً کون سے آلے سے غیر مقدور علیہ جانور کو کس طرح زخم پہنچایا جاسکتا ہے۔

حلال ہے تعلیم دئے ہوئے شکاری درندے اور پر ، کا مار ڈالا ہوا شکار۔ آیت۔ (۴ ۵)۔ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ۔ پاک چیزیں تمہارے لیے حلال ہیں اور اُن شکاری جانوروں کا شکار جن کو تم نے سدھایا شکا ، کر لیے" تم ان کو تعلیم دیتے ہو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم کو تعلیم دی ہے پس یہ شکاری جانور جس شکار کو تمہارے لیے پکڑیں تم کھاؤ۔ شکار کرنے میں زخم کی شرط نہیں ہے۔ اگر شکاری جانور کے محض حملہ یا تصادم سے شکار مر جائے یا شکاری جانور شکار کو دیوار یا پتھر پر پٹک کے مار ڈالے تو بھی حلال ہے اس لیے کہ قرآن کا حکم فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ عام ہے۔ شکار کرنے والے درندہ کی مثال چیتا اور کُتا اور شکار کرنے والے پرندہ کی مثال باز اور بہری وغیرہ ہیں۔ چونکہ شکار کا جانور غیر مقدور علیہ ہے اس لیے اس کے جسم کے کسی خاص حصہ پر زخم پہنچانے کی قید نہیں ہے۔ عام حالا ۔ کے لحاظ سے زخم کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے ورنہ زخم کی تخصیص نہیں ہے۔ شکار کے جانور میں حیاتِ مستقرہ ہو تو اُس کو ذبح کرنا وا ۔ ہے اور جب حرکتِ مذبوح کی حالت میں ہو تو ذبح کی ضرورت نہیں۔ کُتے کا زخم پہنچایا ہوا متاثر حصہ نجس ہو جاتا ہے جس طرح کہ دوسری چیزیں کُتے کی رطوبت سے نجس ہو جاتی ہیں۔ اصح قول یہ ہے کہ ایسا متاثر شدہ گوشت ۔ معاف نہیں ہے لیکن اس کو کاٹ کر پھینک دینا بھی واجب نہیں ہے بلکہ سات مرتبہ دھونے سے پاک ہو جاتا ہے جس میں ایک مرتبہ مٹی استعمال کی جائے۔

شرائطِ تعلیم چار ہیں۔ شکار پر چھوڑا جائے تو چھوٹے، روکا جائے تو رکے، شکار کو مار ڈالے تو اس میں سے کچھ نہ کھائے اور اس عمل کی تکرار کرے۔ ایک شرط بھی مفقود ہو تو شکار حلال نہیں ہے سوائے اس کے کہ زندہ ملے اور ذبح کیا جائے۔ شکاری نہ قرار دیا جا ۔ کوئی جانور جب تک کہ اس میں چار شرائط نہ پائی جائیں۔ دوسری شرط صرف شکاری درند کے لیے مخصوص ہے شکاری پر ، کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ شکار پر چھوڑنے کے بعد روک لیا جاسکے یا واپس بلایا جاسکے اور معتمد یہی قول ہے۔ شکار میں سے نہ کھانے کے متعلق تیسری شرط اُسی صورت میں عاید ہوتی ہے جبکہ مالک نے شکار پر

اپنے خاص مقررہ مقام پر پہنچے گا پس پاک ہو جائے گا اس سے اس کا نفس۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کبھی قربانی کو ترک نہیں کیا۔ متعلقین میں سے کسی ایک کا قربانی دینا دوسروں کے لیے کافی ہے۔ متعلقین سے وہ لوگ مُراد ہیں جن کا نفقہ اپنے ذمّہ ہے۔ ایک کے قربانی دینے سے دوسروں پر قربانی کی ذمّہ داری باقی نہیں رہتی گو قربانی دینے والے ہی کو ثواب ملے گا۔ رملی کا قول ہے کہ ثواب بھی سب کو ملے گا۔ **سُنّتِ کفایہ** سات امور ہیں۔ اذان، اقامت، تشمیت، چھینکنے پر کلماتِ تحمید، میّت کے متعلقہ امور جبکہ مسنون ہوں، کھانا شروع کرتے ہوئے بسملہ کہنا، قربانی اور سلام کی ابتداء۔ نابالغ کے مال سے قربانی دینا بھی مسنون ہے۔ دوسرے کی جانب سے قربانی دینے والے کے لیے لازم نہیں ہے کہ اس کا نفقہ بھی اس کے ذمّہ ہو۔ قربانی کے استحباب کے لیے اسلام، بلوغ، عقل، آزادی اور استطاعت کی شرط ہے **استطاعت** سے مراد اتنے مال کی موجودگی ہے جو اپنے اور اپنے متعلقین کے عید اور تشریق کے دنوں کی غذا کی قیمت سے فاضل ہو۔ قربانی کو بعض ائمّہ نے واجب گردانا ہے اس لیے قربانی دیگر صدقوں سے افضل ہے جو ثواب کے لیے دئے جاتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے قربانی کے ترک کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے اس شخص کے لیے جو قربانی کی مقدرت رکھتا ہو خواہ وہ شخص شہری ہو یا بادیہ نشین یا مسافر۔ حاجی اور غیر حاجی میں قربانی کی حد تک کوئی فرق نہیں ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مِنیٰ میں اَزواجِ مطہرات علیہن السّلام کی جانب سے گائے کی قربانی دی تھی۔ گو قربانی سنّت ہے لیکن نذر کرنے کے بعد واجب ہو جاتی ہے۔ نذر کے الفاظ دو طرح ہو سکتے ہیں حقیقی اور حکمی حقیقی الفاظ یہ ہیں۔ لِلّٰہِ عَلَیَّ اَنْ اُضَحِّیَ بِهٰذِهٖ۔ میں اللہ کے لیے اس جانور کی قربانی دوں گا حکمی الفاظ یہ ہیں۔ جَعَلْتُ هٰذِهٖ اُضْحِیَةً۔ میں اس جانور کو قربانی کے لیے مقرر کیا ہوں یا یہ جانور قربانی کا ہے۔ ان الفاظ سے قربانی واجب ہو جاتی ہے۔ اگر کسی معیّن جانور کی قربانی کی نذر کرے اور ذاتی قصور کے بغیر وہ جانور تلف ہو جائے تو اس پر کوئی ذمہ داری نہ ہوگی۔

مسنون ہے کہ مرد اپنے ہاتھ سے ذبح کرے بشرطیکہ وہ خود اچھی طرح ذبح کر سکتا ہو۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا تھا۔ عورت کے لیے مسنون ہے کہ دوسرے کے ہاتھ سے ذبح کروائے۔ دوسرے شخص کے ذبح کرتے وقت اصل شخص کا دیکھتے رہنا مسنون ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فاطمۃ الزّہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا۔ قُوْمِیْ اِلٰی اُضْحِیَتِكِ فَاشْهَدِیْهَا فَاِنَّهٗ بِاَوَّلِ قَطْرَةٍ مِّنْ دَمِهَا یُغْفَرُ لَكِ مَا سَلَفَ مِنْ ذُنُوْبِكِ۔ کھڑے رہو اپنی جانب سے قربانی دیتے وقت اور اسکو دیکھو قربانی کے جانور سے پہلے ہی قطرے کے ٹپکنے سے تمہارے گذشتہ گناہ بخشے جائیں گے قربانی دینے والے کے لیے مسنون ہے کہ قربانی دینے تک بال نہ نکالے اور ناخن نہ تراشے اگر تشریق کے آخری وقت تک قربانی میں تاخیر کرے تو بال اور ناخن بھی اس وقت تک نہ نکالے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دو مینڈھے قربانی دئے تھے اُس مقام کے قریب جہاں آپ نے نماز پڑھی تھی۔ ایک کی قربانی کے وقت آپ نے کہا۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ هٰذَا عَنِّیْ وَعَمَّنْ لَّمْ یُضَحِّ مِنْ اُمَّتِیْ۔ یہ میری طرف سے ہے اور میری اُمّت میں سے اُس شخص کی طرف سے

اُضحیہ

حکم، حیواناتِ مجزآت وغیر مجزآت، مشارکت، مدتِ اُضحیہ وطعامِ اُضحیہ۔

اُضحِیہ، ہمزہ مضموم اور یاء مخفف یا مشدد کی جمع اَضاحِی اور ضَحِیۃ، ضاد مفتوح یا مکسور ہو تو اس کی جمع ضَحَایا ہے
اُضحِیہ اس جانور کو کہتے ہیں جو عیدالاضحیٰ اور تشریق کے دنوں میں اللہ تعالیٰ سے حصولِ تقرب کے لیے ذبح کیا جاتا ہے
اردو میں اس کا ترجمہ قربانی ہے۔ اُضحیہ ضُحیٰ سے مشتق ہے جو دن کے اوّل وقت کو کہتے ہیں اور چونکہ قربانی کا اوّل
وقت یہی ہے اس لیے قربانی کو اُضحِیہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔ آیت۔ (۲۲ / ۳۴)۔ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا
لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ۔ ہر اُمت کے لیے ہم نے ایک عبادت مقرر کی ہے
تاکہ اللہ تعالیٰ کا نام اس جانور پر لیا جائے جو کہ اس نے دیا ہے۔ اَنعام کے معنی مویشی کے ہیں اور اس آیت میں
انعام سے مراد صرف اونٹ، گائے اور بکری کے ہیں۔ قربانی کی عبادت کا تعلق جانور سے ہے اور قربانی کے لیے یہی تین جانور
اونٹ، گائے اور بکری مخصوص ہیں۔ ابنِ عباسؓ کی رائے ہے کہ قربانی کے لیے خون بہانا کافی ہے اگرچہ مرغی یا بط کا
کیوں نہ ہو جیسا کہ میدانی نے کہا ہے بعض کا قول ہے کہ فقیر اور مفلس کو اس قول کی تقلید کرنی چاہیے۔ قربانی کے
اس اصول پر قیاس کرتے ہوئے عقیقہ میں بھی مرغی ذبح کی جا سکتی ہے۔ تقرب الی اللہ کی غرض کے تعین کی وجہ سے
وہ ذبیحہ خارج ہو جاتا ہے جو محض کھانے یا گوشت بیچنے کے لیے ذبح کیا جائے۔ قربانی کی تین شرطیں ہیں۔ قربانی اونٹ
گائے یا بکری سے ہو۔ عید اور تشریق کے دنوں میں ہو اور اللہ تعالیٰ سے تقرب حاصل کرنے کے لیے ذبح کرے۔ ہجرت کے
دوسرے سال قربانی شریعت میں داخل کی گئی عیدین، زکات اور فطرہ کے ساتھ۔
اُضحیہ سنتِ مؤکدہ ہے بطورِ کفایہ۔ یہاں اُضحیہ اسم ہے اور تَضحِیہ فعل کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور تضحیہ قربانی دینے
کو کہتے ہیں۔ قربانی سنتِ مؤکدہ ہے بطورِ کفایہ۔ آیت۔ (۱۰۸ / ۲)۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ پس نماز پڑھو اپنے پروردگار
کے لیے اور قربانی دو۔ یہاں نماز سے عید کی نماز مراد ہے اور نحر سے قربانی۔ عائشہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی
ہے کہ آپ نے فرمایا۔ مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ يَوْمَ النَّحْرِ مِنْ عَمَلٍ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالَىٰ مِنْ اِرَاقَةِ الدَّمِ اِنَّهَا
لَتَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُوْنِهَا وَاَظْلَافِهَا وَاِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَقَعَ عَلَى
الْاَرْضِ فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْسًا۔ عیدالاضحیٰ کے دن بنی آدم کے جملہ اعمال میں سے اِراقتِ دم، خون بہانے یعنی قربانی
دینے کا عمل اللہ تعالیٰ کے پاس سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ بے شک قربانی کا جانور، قیامت کے دن اس کے پاس،
اپنی سینگوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور بے شک قربانی کے جانور کا خون، زمین پر گرنے سے پہلے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے

دوسرے کو بھی شریک کرلے۔ ایک ہی بکری کی قربانی اپنے اور اپنے متعلقین کی جانب سے دے سکتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے قربانی دیئے تھے اور کہا تھا۔ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ۔ اُمتِ محمدؐ میں فقیر اور تونگر دونوں اہل ہیں بعض خطیبوں نے اپنے خطبہ میں اس جانب اشارہ کیا ہے۔ لَا تَحْزَنْ اَیُّھَا الْفَقِیْرُ فَقَدْ ضَحّٰی عَنْکَ الْبَشِیْرُ النَّذِیْرُ۔ اے فقیر! مغموم مت ہو جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری طرف سے قربانی دی ہے۔ دوسرے شخص کی جانب سے اُس کی اجازت کے بغیر قربانی جائز نہیں ہے سوائے اپنے ہی اہلِ بیت کی طرف سے یا اپنے زیرِ نگرانی نابالغ کی طرف سے۔ اونٹ اور گائے میں شرکت سے بکری میں اِفراد افضل ہے۔

فضلیت۔ چونکہ اونٹ میں گوشت زیادہ اور شعارِ اسلام کا اظہار زیادہ ہوتا ہے اس لیے سب سے افضل اونٹ کی قربانی ہے۔ اس کے بعد گائے کی اور آخر میں بکری کی۔ گوشت کی ملائمت اور ذائقہ کے لحاظ سے چھیلے سے مینڈھا بہتر ہے۔ اِراقتِ دم یعنی خون بہانے کی کثرت کے لحاظ سے ایک اونٹ یا ایک گائے کے بدلے سات بکریوں کی قربانی دینا افضل ہے۔ خون کی کثرت کے ساتھ گوشت کی خوبی بھی شامل ہے۔ رنگ کے لحاظ سے سب سے بہتر سفید جانور ہے پھر دودیہ پھر زرد پھر سرخ اور پھر ابلق۔ سبھوں کو اتفاق ہے موٹے اور چکنے جانور کی قربانی مستحب ہے اور موٹا سیاہ جانور دُبلے سفید جانور سے افضل ہے۔

حیواناتِ غیر مجزیات۔ معیوب جانوروں کی قربانی جائز نہیں جیسے اندھا، لنگڑا، مریض، لاغر، کان اور دُم کٹا ہوا اور جائز ہے خصی شدہ اور ٹوٹے ہوئے سینگوں کا جانور۔ معیوب جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے۔ جانور کا عیوب سے پاک ہونا ضروری ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ اَرْبَعٌ لَا تُجْزِئُ فِی الْاَضَاحِیِّ اَلْعَوْرَاءُ الْبَیِّنُ عَوَرُھَا وَالْمَرِیْضَةُ الْبَیِّنُ مَرَضُھَا وَالْعَرْجَاءُ الْبَیِّنُ عَرَجُھَا وَالْعَجْفَاءُ الَّتِیْ لَا تُنْقِیْ۔

عوراء اس جانور کو کہتے ہیں جس کی ایک آنکھ کی پتلی پر سفیدی آجائے اور روشنی کی مانع ہو۔ اگر سفیدی کم آئے اور روشنی کو پوری طرح نہ روکے تو مضایقہ نہیں۔ جب ایک آنکھ کا نقص مانع قربانی ہے تو دونوں آنکھوں کا نقص بدرجۂ اتم مانع ہے۔ **عمیاء** یعنی اندھے کو کہتے ہیں۔ جب آنکھ کا نقص مانع ہے تو آنکھ کا پوری اندھی ہونا بدرجۂ اولیٰ مانع ہے اسی طرح آنکھ کی عدم موجودگی بھی مانع ہے۔ **عرجاء**۔ صاف لنگڑا اس طرح پر کہ منڈے کا ساتھ نہ دے سکے اور پیچھے رہ جائے۔ اگر لنگڑا اتنا ہو کہ منڈے کا ساتھ دے سکے تو مضایقہ نہیں۔ **مریضہ** بیمار اتنا کہ دُبلا پڑگیا ہو اور گوشت خراب ہوگیا ہو۔ ہلکی اور مختصر بیماری مانع نہیں ہے۔ **عجفاء** ایسا لاغر کہ اس کے دماغ کی چربی اور ہڈیوں کا گودہ خالی ہوگیا ہو۔ ان چار عیوب کے علاوہ مزید عیوب مانع قربانی یہ ہیں۔ **ھیماء** وہ

جس نے قربانی نہیں دی، اور دوسرے کی قربانی کے وقت کہا۔ ھٰذَا عَنْ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ۔ یہ محمد اور آلِ محمد کی طرف سے ہے۔ آپ اور آپ کے اہلِ بیت اس میں سے کھاتے اور مسکینوں کو کھلاتے تھے۔

اختلاف۔ امام ابوحنیفہؒ کے پاس، مالکِ نصاب اور مقیم پر قربانی واجب ہے۔

حیواناتِ مجزوات یہ ہیں۔ ضأن جس کا ایک سال پورا ہوا ہو۔ معز جس کے دو سال پورے ہوئے ہوں۔ اونٹ جس کے پانچ سال پورے ہوئے ہوں۔ اونٹ اور گائے کی قربانی سات آدمیوں کی طرف سے اور ضأن اور معز کی ایک کی طرف سے ہو سکتی ہے۔ مجزوآت سے وہ جانور مراد ہیں جو قربانی کے لائق ہیں اور جن کے ذبح کرنے سے قربانی ادا ہو سکتی ہے۔ **ضأن**، مینڈھا یا بوٹلہ جس میں مادہ بھی شامل ہے، ایک سال پورا ہو کر دوسرا سال شروع ہوا ہو۔ ایک سال سے پہلے اور چھ مہینوں کے بعد اُس کے منہ کے دانت بدل چکے ہوں تو اس کی قربانی جائز ہے۔ اِس عمر میں جانور سنِ بلوغ کو پہنچتا ہے اور سنِ بلوغ میں جانور کی خلقت کی تکمیل ہو جاتی ہے اس لیے عمر کی قید ہے۔ نر، مادہ اور خنثیٰ تینوں سے قربانی ادا ہو سکتی ہے۔ حدیث۔ لَا تَذْبَحُوْا اِلَّا مُسِنَّةً اِلَّا اَنْ يَّعْسُرَ عَلَيْكُمْ فَاذْبَحُوْا جَذْعَةً مِّنَ الضَّاْنِ۔ ایک سال اور اس سے اوپر کی عمر والے جانور کو مُسنّہ کہتے ہیں اور جذعہ ایک سال سے کم عمر والا جانور ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک سال سے اوپر عمر والا مینڈھا ذبح کرو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو اس سے کم عمر والا۔ جمہور کی رائے ہے کہ اس حدیث سے صرف مندوب کا اظہار مقصود ہے۔ **معز**۔ چھیلا یا بکری۔ دو سال پورے ہو کر تیسرا سال شروع ہوا ہو۔ **اونٹ** کے پانچ سال پورے ہو کر چھٹا سال شروع ہوا ہو۔ **گائے** شہری جس میں بیل بھی داخل ہے دو سال پورے ہوئے ہوں۔ خطیب شربینی نے شہری کی قید اضافہ کی ہے جس کی وجہ سے جنگلی گائے خارج ہو جاتی ہے جنگلی گائے کی قربانی نہیں دی جا سکتی۔ گائے کے قیاس پر دوسرے جنگلی جانوروں سے بھی قربانی ادا نہیں ہوتی جنگلی جانور درکنار دوسرے ماکول شہری جانوروں سے بھی قربانی ادا نہیں ہوتی سوائے اونٹ، گائے اور بکری کی قسم کے۔

مشارکت۔ اونٹ اور گائے کی قربانی، سات آدمیوں یا سات گھروں کی طرف سے مشترکاً دی جا سکتی ہے۔ ایک تہائی کو اپنے حصہ سے صدقہ دینا ہوگا۔ سات کی تعداد کا حکم حج کے سات مختلف اغراض کی قربانیوں پر بھی حاوی ہے جیسا کہ تمتع، قران اور رسنگ ساری یا شب باشی کا ترک ہو جانا وغیرہ حج کے علاوہ بھی سات کی تعداد میں مختلف اسباب کے ذریعہ لوگوں کو بھی شریک کیا جا سکتا ہے جیسا کہ بعض نے قربانی کا ارادہ کیا، بعض نے حج کی ہدی جبران کی نیت کی، بعض نے عقیقہ کا ارادہ کیا، کسی نے گوشت کھانے کا ارادہ کیا اور کسی نے بیچنے کا۔ گوشت کی تقسیم ہونے کے بعد ہر ایک اپنے ارادہ کی تکمیل کریگا۔ جابرؓ نے روایت کی ہے کہ ہم حج کے لیے احرام باندھ کر روانہ ہوئے تو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حکم دیا کہ اونٹ اور گائے کی قربانی میں ہم میں سے سات سات آدمی شریک ہو جائیں، قربانی کی نوعیت یکساں ہو یا مختلف۔ بکری کی قربانی صرف ایک شخص کی طرف سے ہو سکتی ہے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ قربانی اپنی جانب سے دے اور ثواب میں اپنے ساتھ

ذبح [illegible] ہو وہی چمڑے اور سینگوں کی [illegible] ہے۔ گوشت تازہ تقسیم کرے اور تاخیر نہ کرے تاکہ لینے والے کے لیے کھانے بیچنے اور دیگر تصرف کا موقع حاصل رہے۔ البتہ گوشت کی کثرت کی وجہ سے کوئی لینے والا نہ ہو اور گوشت کے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اس کو فروخت کرکے قیمت کو محفوظ کرے یا کباب سُکھائے۔

مُتطوّع اُضحیہ سے کم از کم ایک لقمہ کھانا مسنون ہے اور بقیہ فقیروں اور مسکینوں کو کھلانا واجب ہے۔ اس کا کوئی حصّہ بیچنا حرام ہے۔ متطوّع اس قربانی کو کہتے ہیں جو ثواب کے لیے دی جائے۔ [illegible] ہے کہ ایک تہائی گوشت [illegible] سے زیادہ خود نہ لے۔ دوسرا تہائی فقیروں پر تقسیم کرے اور تیسرا تہائی تونگر مسلمانوں کو تحفہ بھیجے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زائد قربانی کے گوشت [illegible] سے جگر کھایا کرتے تھے۔ یہ حکم متطوّع ہدی کے قیاس پر مبنی ہے جس کے بارے میں یہ آیت ہے۔ ($\frac{17}{11}$ ۴)۔ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ۔ بائس اس فقیر کو کہتے ہیں جس کے فقر میں شدت ہو بعض نے اس آیت سے وجوب کا حکم اخذ کیا ہے لیکن راجح قول یہ ہے کہ کھانا واجب نہیں ہے اس لیے کہ ایک دوسری یہ آیت ہے۔ ($\frac{17}{12}$ ۴)۔ وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ۔ ہم نے قربانی کے اونٹ اور جانوروں کو تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے دین کی نشانیوں میں سے بنایا۔ تمہاری اس میں بھلائی ہے۔ جو چیز انسان کے لیے بنائی گئی ہے اُس کا کھانا واجب نہیں ہے بلکہ اس کو اختیار ہے کہ کھائے یا نہ کھائے۔ اپنی ذات کے لیے ایک تہائی گوشت سے زیادہ سے استفادہ ممنوع ہے۔ تونگر مسلمانوں کو تحفہ بھیجنے کی قید سے غیر مسلم خارج ہو جاتے ہیں اس لیے کہ قربانی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کی ضیافت مقصود ہے۔ قربانی منذورہ ہو یا متطوّع اس کا کوئی حصّہ فروخت کرنا حرام ہے۔ اُجرت کے طور پر قصاب وغیرہ کو دینا بھی حرام ہے۔ فقیروں اور مسکینوں پر تقسیم کے لیے کسی تعداد کی شرط نہیں ہے۔ ایک ہی شخص کو پورا گوشت دیا جا سکتا ہے۔ افضل یہ ہے کہ تبرّک کے طور پر خود چند لقمے کھائے اور بقیہ پورا تقسیم کرے۔ فقیروں کو صدقہ کے طور پر تقسیم کرے نہ کہ تحفہ کے طور پر۔ **صدقہ** اور **تحفہ** میں یہ فرق ہے کہ صدقہ سے ثواب مطلوب ہوتا ہے اور تحفہ سے تعظیم مقصود ہوتی ہے۔

عقیقہ

حکم، بال اُتارنا، اذان دینا، تسمیہ، زچگی و ختان۔

عقیقہ اُن جمال بالوں کو کہتے ہیں جو ولادت کے وقت بچے کے سر پر ہوتے ہیں لڑکا ہو یا لڑکی شرع میں عقیقہ اُس ذبیحہ کو کہتے ہیں جو بچے کے لیے ولادت کے ساتویں دن ذبح کیا جائے۔ لغوی اور شرعی معنی میں صرف مجاورت یعنی ہم سائیگی کا تعلق ہے ورنہ جمال بالوں کا مونڈنا اور جانور کا ذبح کرنا، مولود کے لیے، بالکل دو جداگانہ امور ہیں۔

جانور جو چراگاہ میں گھومتا پھرتا رہے اور برابر نہ چرے۔ **مجنونہ** جو زمین پر پھرتا رہے اور نہ چرے۔ **جرب** جس کو خارش ہو گئی ہو۔ تھوڑی خارش بھی گوشت کو خراب کرتی ہے۔ **حامل** حمل کا زمانہ ہو اور جننے کے قریب ہو تو گوشت کمزور اور پتلا پڑ جاتا ہے۔ بخلاف اس کے قربانی کے حامل کی زکات جایز ہے۔ **کان** کٹا ہوا یا کان شروع سے غایب ہو تو مانع ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے پاس ایک تہائی سے کم کان کٹا ہوا جانور جایز ہے۔ امام مالکؒ کے پاس کان کٹا ہوا جایز ہے۔ **دُم** کٹا ہوا جانور جایز نہیں ہے۔ اگر شروع سے دُم ہی نہ ہو تو مضایقہ نہیں **خصی** شدہ اور شکستہ سینگ والے جانور کی قربانی جایز ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خصی شدہ مینڈھے ذبح کیے۔ گوشت کی عمدگی کی غرض سے ماکول جانور کو کم سنی میں اور معتدل آب و ہوا کے زمانہ میں خصی کرنا جایز ہے غیر ماکول کو خصی کرنا حرام ہے۔ سینگھ کے ٹوٹ جانے سے یا شروع سے سینگھ غایب رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن سینگھوں والا جانور اولیٰ ہے۔ حدیث۔ خَيْرُ الضَّحِيَّةِ الْكَبْشُ الْأَقْرَنُ سینگھوں والا مینڈھا قربانی کے لیے بہتر ہے۔

خلاصہ یہ کہ قربانی کے جانوروں میں ایسے عیوب نہ پائے جائیں جو گوشت یا دوسری کھانے کی چیزوں کی خرابی کے باعث ہوں۔ اگر کسی معیوب جانور کی قربانی کے لیے نذر کر چکا ہو تو پھر اسی معیوب جانور کو قربانی میں ذبح کرے۔

مدتِ اُضحیہ عید الاضحیٰ کی نماز کے وقت سے تشریق کے آخری دن سورج کے غروب تک ہے۔ حدیث۔ اَوَّلُ مَا نَبْدَأُ فِي يَوْمِنَا هٰذَا الصَّلٰوةُ ثُمَّ نَرْجِعُ فَنَنْحَرُ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلُ فَاِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لِاَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْئٍ۔ آج کے دن پہلا کام جو ہم کو کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ نماز پڑھیں پھر لوٹیں اور پھر قربانی دیں جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت کی تکمیل کی اور جس نے اس سے پہلے ذبح کیا تو بس اس نے اپنے اہل و عیال کے کھانے کے لیے گوشت فراہم کیا اور اس سے کسی عبادت (قربانی) کی تکمیل نہ ہوگی ابن حبان نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ فِيْ كُلِّ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ ذَبْحٌ۔ تشریق کے دنوں میں ذبح کر سکتے ہیں تشریق کے آخری دن سورج کے غروب ہونے تک قربانی کی مدت جاری رہتی ہے۔ یوم نحر دسویں ذی حجہ کو کہتے ہیں اور اس سے متصل گیارہ، بارہ اور تیرہ ذی حجہ تین دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔ یوم نحر اور ایام تشریق کو ملا کر چار دنوں میں قربانی دی جا سکتی ہے۔

طعامِ اُضحیہ۔ نذر کی ہوئی قربانی کا گوشت نذر کرنے والا کچھ نہ کھائے بلکہ سب کا سب فقیروں اور مسکینوں پر تقسیم کرے۔ یہ دونوں امور واجب ہیں۔ نذر کرنے والا کچھ نہ کھائے اور پورا فقیروں اور مسکینوں کو دیدے۔ نذر کرنے والے کے متعلقین بھی اس گوشت کو نہ کھائیں۔ اگر ان میں سے کوئی کچھ کھالے تو نذر کی قربانی ادا نہ ہوگی اور اس کے ذمہ باقی رہ جائے گی۔ یہ حکم نذر کی قربانی کی نسبت ہے یہی حج کی ہدی جبران اور نذر کیے ہوئے عقیقہ کا ہے لیکن ایک زیادہ جانور کو، قربانی ہدی یا عقیقہ میں، ذبح کر کے اس کے زاید گوشت سے استفادہ ہو سکتا ہے۔ یہ حکم گوشت کی

اور اسی لیے ایک عقیقہ دو سے زیادہ اولاد کے لیے بھی کافی نہیں ہے۔

کچھ حصہ فقیروں اور مسکینوں کو دے۔ تونگروں کو اس سے تحفہ بھیجے تو وہ اس میں تصرف کا حق رکھتے ہیں بخلاف قربانی کے اس لیے کہ قربانی میں اللہ تعالےٰ کی جانب سے مسلمانوں کی ضیافت مقصود ہے۔ اس کے علاوہ عقیقہ کا گوشت پکا کر تقسیم کرنا جائز ہے بخلاف قربانی کے گوشت کے جو پکایا نہیں جاتا۔ عقیقہ کے گوشت کو کشمش، شہد وغیرہ میٹھے کے ساتھ پکائے۔ اور فقیروں اور مسکینوں کو پہنچائے۔ دعوت دینے اور بلا کر کھلانے سے بھیجنا اور پہنچا دینا افضل ہے۔ ہڈیوں کو توڑنا مکروہ نہیں ہے لیکن اولویت کے خلاف ہے۔ ہڈیوں کو جوڑوں سے جدا کرنا مندوب ہے۔ عقیقہ کے جانوروں کی عمر، ان کے عیوب، ان کے کھانے اور صدقہ دینے، بیع نہ کرنے اور نذر کرنے کے بارے میں وہی شرائط ہیں جو قربانی کے لیے مقرر ہیں اور اس سے قبل بیان کی گئی ہیں۔ نذر کیے ہوئے عقیقہ سے کچھ نہ کھائے البتہ تطوع عقیقہ سے کچھ کھائے

بال اتارنا۔ مسنون ہے کہ ولادت کے ساتویں دن ذبیحہ ذبح کرنے کے بعد بچے کا سر منڈوائے، لڑکا ہو یا لڑکی۔ سر مونڈنے کو عقیقہ سے تعلق نہیں ہے۔ عقیقہ کی سنت ادا ہو سکتی ہے سر مونڈنے کے بغیر بھی۔ اتارے ہوئے بالوں کے وزن کے موافق سونا یا چاندی صدقہ دیجائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمۃ الزہراؓ سے فرمایا۔ زِنِي شَعْرَ الْحُسَيْنِ وَتَصَدَّقِي بِوَزْنِهِ فِضَّةً وَأَعْطِي الْقَابِلَةَ رِجْلَ الْعَقِيقَةِ۔ حسینؓ کے بالوں کو وزن کرو اور اسکے وزن موافق چاندی صدقہ دو اور عقیقہ کے جانور کے پاؤں دایہ کو دو۔ چاندی پر قیاس کرتے ہوئے سونا صدقہ دینا اولیٰ ہے مونڈنے کے بعد بچے کے سر کو، زعفران اور خوشبو کو پانی میں ملا کر مل دینا مسنون ہے۔ تین موقعوں پر سر کا مونڈنا مسنون ہے حج کے مناسک میں، جب کافر اسلام لائے، اور نومولود کے عقیقہ کے بعد۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جملہ چار مرتبہ سر منڈوایا تھا عورت کے لیے بغیر کسی خاص ضرورت کے سر مونڈنا مکروہ ہے۔ سر کے کچھ بال مونڈنا اور کچھ چھوڑنا مکروہ ہے۔ مسنون ہے کہ رانوں اور بغل میں کے بال نکالے، لب پر کے مونچھ کے بال کاٹے، ناخن کاٹے۔ آنکھوں میں طاق مرتبہ سرمہ لگائے۔ بجیرمی نے لکھا ہے کہ داڑھی مونڈنا مکروہ ہے مگر حرام نہیں ہے۔ سیاہی کے لیے داڑھی مونڈنے میں کراہت بھی نہیں ہے

اذان دینا۔ مسنون ہے بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کے الفاظ کہے۔ داہنے کان میں اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ کا سورہ پڑھنا بھی مندوب ہے۔ حدیث۔ مَنْ وُلِدَ لَهُ مَوْلُودٌ فَأَذَّنَ فِي أُذُنِهِ الْيُمْنَى وَأَقَامَ فِي الْيُسْرَى لَمْ تَضُرَّهُ أُمُّ الصِّبْيَانِ۔ جس کو بچہ پیدا ہو اس کے داہنے کان میں اذان دے اور بائیں کان میں اقامت کہے تو اس کو ام الصبیان کے مرض سے تکلیف نہ پہنچے گی۔ ترمذی کی روایت ہے کہ فاطمۃ الزہراؓ کے گھر جب حسین علیہ السلام پیدا ہوے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کان میں اذان کہی تھی مطلب یہ ہے کہ بچہ دنیا میں داخل ہونے پر پہلی آواز توحید کی اس کے کان میں پڑے اور اسی طرح دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے آخری آواز وحدہٗ لا شریک لہٗ کی اس کے کان میں پہنچے۔ حدیث۔ لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔

بچے کی ولادت کے ساتویں دن عقیقہ کرنا سنّتِ مؤکدہ ہے۔ حدیث۔ اَلْغُلَامُ مُرْتَهِنٌ بِعَقِيقَتِهٖ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُحْلَقُ رَأْسُهٗ وَيُسَمّٰى۔ لڑکا گروی ہے اپنے عقیقہ کے ساتھ۔ ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جاتا ہے، سر مونڈھا جاتا ہے، اور نام رکھا جاتا ہے۔ گروی ہونے سے یہ مراد ہے کہ عقیقہ کرنے تک بچہ بڑھتا نہیں۔ امام احمدؒ کا قول ہے کہ قیامت کے دن اپنے والدین کے حق میں بچہ شفاعت نہیں مانگ سکتا۔ بچے کے پیدا ہونے کے بعد ہی عقیقہ کا وقت شروع ہوتا ہے۔ ولادت کا دن بھی گنتی میں شمار ہوتا ہے۔ ساتویں دن کے قبل بچہ فوت ہو جائے تو بھی عقیقہ کیا جائے۔ حمل کے ساقط ہونے پر بھی عقیقہ مسنون ہے بشرطیکہ بچے کے قالب میں جان پڑ چکی ہو۔ تاخیر کی وجہ سے عقیقہ فوت نہ ہوگا۔ بلوغ کے بعد عقیقہ ولی کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے لیکن خود کو اختیار رہتا ہے کہ اپنی ذات کے لیے عقیقہ کرے یا نہ کرے۔ اگر عقیقہ کرے تو بہتر ہے۔ عقیقہ کے لیے جانور کا ذبح کرنا اُس شخص کے لیے سنّتِ مؤکدہ ہے جس کے ذمہ بچہ کی پرورش ہے۔ ولی اپنے ذاتی مال سے عقیقہ کرے نہ کہ بچہ کے مال سے۔ اس لیے کہ بچے کے حق میں اپنا عقیقہ کرنا تبرّع یعنی نیک کام میں داخل ہے لیکن ولی تبرّع کے لیے نابالغ کا مال خرچ کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ اُس شخص کے لیے عقیقہ مسنون ہے جس کو استطاعت حاصل ہو۔ استطاعت کی شرائط وہی ہیں جو فطرہ میں بیان کی گئی ہیں۔ بچے کی ولادت کے وقت ولی کو استطاعت نہ ہو مگر ساتویں دن کے تمام ہونے یا اس کے بعد نفاس کے کثرت کا زمانہ گزر جانے سے پہلے استطاعت حاصل ہو جائے تو اُس کے حق میں عقیقہ مسنون ہے۔ نفاس کی کثرت کا زمانہ گزر جانے کے بعد استطاعت حاصل ہو تو عقیقہ کی ذمہ داری ولی پر باقی نہیں رہتی۔ مسنون ہے کہ سورج کے طلوع ہونے کے وقت ذبح کرے اور ذبح کے وقت کہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ مِنْكَ وَاِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ عَقِيقَةُ فُلَانٍ۔

لڑکے کے لئے دو اور لڑکی کے لیے ایک بکری ذبح کرے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے صاحبزادے ابراہیمؓ کی طرف سے ساتویں دن دو مینڈھے عقیقہ کیے، سر مونڈھوایا، بالوں کے وزن کے برابر چاندی مسکینوں کو دی اور بال زمین میں دفن کروا دیے۔ یہ اکمل تعداد ہے۔ اکمل تعداد میں دو بکریوں کے عوض اونٹ یا گائے کے سات حصوں میں سے دو حصوں سے بھی عقیقہ ادا ہوتا ہے۔ لڑکے کے ساتھ لڑکی کے تناسب کے لحاظ سے لڑکی کے لیے ایک بکری کا ذبح کرنا مسنون ہے۔ عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہم کو حکم دیا تھا کہ ہم لڑکے کے لیے دو بکریاں ذبح کریں اور لڑکی کے لیے ایک۔ ایک بکری کے ذبح کرنے سے یا اونٹ یا گائے کے ساتویں حصہ سے بھی سنت کی تعمیل ہو جاتی ہے اس لیے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حسنؓ اور حسینؓ کے لیے ایک ایک مینڈھا ذبح کیا تھا۔ بیجوری نے صراحت کی ہے کہ بقول رملی ایک ذبیحہ قربانی اور عقیقہ دونوں کے لیے کافی ہے نیز ایک عقیقہ ایک سے زیادہ اولاد کے لیے بدرجۂ اولیٰ کافی ہے لیکن بقول ابنِ حجر ایک ذبیحہ قربانی اور عقیقہ دونوں کے لیے کافی نہیں ہے

اس بچے میں برکت دے اور سنِ شعور کو پہنچائے اور تم کو اس کی نیکی دے تہنیت کا جواب یہ ہے۔ جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا خدا تم کو جزائے خیر دے۔

زچگی۔ ولادت کے وقت ان آیتوں کا پڑھنا مسنون ہے۔ (۳ پ۲) آیت الکرسی۔ سورۂ اعراف کی آیت (۱ پ۸) اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ۔ معوذتین فلق اور ناس۔ یہ دعا کثرت سے پڑھے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ۔ دعائے یونسؑ (۱۲ پ۱۷) لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

وضع حمل کی سہولت کے لیے جدید برتن پر لکھے۔ اُخْرُجْ اَیُّھَا الْوَلَدُ مِنْ بَطْنٍ ضَیِّقَۃٍ اِلٰی سَعَۃِ ھٰذِہِ الدُّنْیَا اُخْرُجْ بِقُدْرَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی الَّذِیْ جَعَلَکَ فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ اِلٰی قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ اور (۴ پ۲۸) لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ آخر سورۃ تک اور وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۔ اس کو پانی سے دھو کر حاملہ عورت کو پلائے اور کچھ چھینٹے چہرہ پر چھڑکے

ختان۔ ختنہ واجب ہے مردوں کے حق میں اور صحیح یہ ہے کہ عورتوں کے لیے بھی۔ مرد کی ختنہ اس طرح ہے کہ حشفہ کو ڈھانپنے والے چمڑے کو کاٹا جائے تاکہ پورا حشفہ کھلا رہے۔ ساتویں دن ختنہ کرنا مسنون ہے سوائے اس کے کہ بچہ کمزور ہو اور برداشت کی قوت نہ رکھتا ہو۔ بلوغ کے بعد ختنہ واجب ہو جاتا ہے۔ غیر مختون حالت میں بلوغ کو پہنچ جائے تو امام حکم دے گا، تعمیل کیا تو بہتر ہے ورنہ بجبر ختنہ کروائے گا۔ عورت کی فرج کے بالائی حصہ میں پیشاب کے سوراخ کے اوپر جو گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے اس کے اوپر کے حصہ کو اتنی مقدار میں کاٹنا کہ کاٹنے کا لفظ صادق آسکے تو کافی ہے۔ مسنون ہے لڑکے کی ختنہ کا اظہار اور لڑکی کی ختنہ کا اسرار۔ اگر کوئی شخص مختون پیدا ہو تو اس کے لیے ختنہ نہیں ہے۔

شُفعَہ

شُفْعَہ کے معنی ضم کرنے اور ملانے کے ہیں۔ شفعہ ماخوذ ہے شَفْع سے جس کے معنی جفت یا جوڑے کے ہیں۔ شَفْع کا ضد وِتر ہے جس کے معنی طاق کے ہیں۔ حقِ شُفعہ کو شُفعہ اس لیے کہا گیا کہ شفیع کا حصہ جو اکہرا ہے اس حق کی وجہ سے دوہرا ہو جاتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ شُفعہ شفاعت سے ماخوذ ہے۔ شفاعت سفارش کرنے کو کہتے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت کا دستور تھا کہ خریدار سے سفارش کر کے اس حق کو حاصل کرتے تھے۔ **شرع** میں تملّک کے حق کو شفعہ کہتے ہیں جو ا[illegible] میں شرکت کے [illegible] سے شریکِ سابق کو اس شریکِ حال کے خلاف حاصل ہے جس نے عوض ادا کیا ہے۔ تملّک باب **تفعّل** سے ہے جس کے معنی جبر و قہر سے ملکیت حاصل کرنے کے ہیں۔ لغوی معنی کے ساتھ شرعی معنی میں

دیری نے لکھا ہے کہ بچے کے کان میں سورۂ اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ پڑھنے کا یہ اثر ہوگا کہ خدا کی قدرت سے وہ بچہ ساری
فعلِ شنیع سے محفوظ رہے گا۔ سوکھے کھجور کو منہ میں چبا کر بچے کو دینا ہے کھجور نہ ہو تو کوئی میٹھی چیز چٹائے اور ا
کے عمل سے ہو تو اولیٰ ہے۔

تسمیہ۔ نام رکھنا بچے کا وِلادت کے ساتویں دن مسنون ہے۔ ساتویں دن کے پہلے اور بعد بھی جائز ہے۔ تر
روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ساتویں دن بچے کا نام رکھیں، سر مونڈھیں اور عقیقہ کریں
نے لکھا ہے کہ تسمیہ وِلادت کے ساتویں دن یا وِلادت کے دن مسنون ہے اس کی صراحت یوں کی گئی ہے کہ ع
ہو تو ساتویں دن نام رکھے اور عقیقہ نہ کرنا ہو تو ولادت کے بعد کی صبح میں نام رکھے۔ اچھا نام رکھنا بھی مسنون
حدیث۔ اِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِاَسْمَائِكُمْ وَاَسْمَاءِ آبَائِكُمْ فَحَسِّنُوا اَسْمَائَكُمْ۔ بے ش
قیامت کے دن اپنے اور اپنے آباء و اجداد کے ناموں سے پکارے جاؤگے، اس لیے تم اپنے نام اچھے رکھو۔
اَحَبُّ الْاَسْمَاءِ اِلَى اللهِ تَعَالىٰ عَبْدُ اللهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین نا
اور عبدالرحمٰن ہیں۔ حدیث۔ خَيْرُ الْاَسْمَاءِ مَا عُبِّدَ ثُمَّ مَا حُمِّدَ۔ بہتر نام وہ ہے جس سے عبودیت کا
اور اس کے بعد وہ نام جس سے حمد کا اظہار ہو۔ ابن عباسؓ نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ اِذَا
يَوْمُ الْقِيَامَةِ نَادىٰ مُنَادٍ اَلَا لِيَقُمْ مَنِ اسْمُهُ مُحَمَّدٌ فَلْيَدْخُلِ الْجَنَّةَ۔ قیامت کے د
والا پکاریگا کہاں کھڑا ہو وہ شخص جس کا نام محمد ہے پس داخل ہو جائے جنت میں۔ فرشتوں اور انبیاء عل
کا نام رکھنا مکروہ نہیں ہے۔ حدیث۔ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ اَخْرَجَ اللهُ تَعَالىٰ اَهْلَ التَّوْحِيْدِ
النَّارِ وَاَوَّلُ مَنْ يَخْرُجُ مَنْ وَافَقَ اِسْمُهُ اِسْمَ نَبِيٍّ۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اہلِ توحید
سے نکالے گا اور ان میں سب سے پہلے وہ نکالا جائے گا جس کا نام کسی نبی کے نام کے موافق ہے مسنون ہے کہ
بیٹے اور اپنے شاگرد کے بیٹے کا نام اپنا نام نہ رکھے۔ مکروہ ہیں قبیح اور بُرے نام یا وہ نام جن کے وجود یا عدم و
فال لیا جاتا ہے۔ اِن ناموں کی کراہت میں شدت ہے جیسے ابو النَّاسِ۔ سِتُّ الْعَرَبِ۔ سَيِّدُ ال
اور سَيِّدُ الْعُلَمَاءِ۔ حرام ہیں یہ نام۔ عَبْدُ الْكَعْبَةِ، عَبْدُ الْحَسَنِ اور عَبْدُ الْعَلِيِّ، غیر اسماء اللہ
طرف عبودیت کی نسبت کی وجہ سے رَفِيْقُ اللهِ اور جَارُ اللهِ شرک کی مشابہت کی وجہ سے۔ آدمی کو مکروہ
دینا بھی حرام ہے۔ اچھے القاب سے پکارنے میں مضایقہ نہیں ہے اس لیے کہ جاہلیت اور اسلام میں اس کا
رہا ہے۔ کُنیت مسنون ہے۔ اہلِ علم و فضل کی، مرد ہوں یا عورت۔ ابو القاسم کی کُنیت حرام ہے۔ واجب ہے
حرام نام کو اس کے قریب تر نام سے تبدیل کرے۔ رحمانی نے اس کو مندوب بتایا ہے۔ **تہنیت**۔ بچہ کی تولد پر
کو مبارکباد دینا مسنون ہے۔ بَارَكَ اللهُ لَكَ فِيْهِ وَبَلَّغَهُ رُشْدَهُ وَرَزَقَكَ بِرَّهُ۔ ... انہ

حدود قایم ہوگئے اور رستے مقرر کر دئے گئے تو پھر شفعہ کا حق پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ یہ علامات تقسیم پر دلالت کرتے ہیں اور تقسیم کے وقوع میں آنے پر حصوں میں فصل پیدا ہوجاتا ہے اور شرکت باقی نہیں رہتی بلکہ ہمسائگی ہوجاتی ہے۔

وجوب شفعہ شفعہ کے واجب ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ شفعہ کے حق کے حاصل کرنے میں ثواب اور حاصل نہ کرنے میں گناہ ہے۔ بلکہ یہاں وجوب سے مراد قانونی حق کے ثابت ہونے کے ہیں۔ وُجوب کا لفظ شرعی معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ لغوی معنی مراد ہیں۔ شفعہ **معقول** المعنی امر ہے، تعبّدی امر نہیں ہے۔ شفعہ کے حق کا ترک کرنا حرام نہیں ہے بلکہ افضل یہ ہے کہ شفعہ کا حق معاف کرے۔

شراکت شُفعہ کا حق شرکت کی بناء پر حاصل ہوتا ہے نہ کہ ہمسائگی کی وجہ سے۔ ایسے ہمسایہ کو جس کی جایداد مشفوع جایداد سے متصل یا ملی ہوئی ہو یا نہ ہو شفعہ کا حق حاصل نہیں ہے۔ ذمّی بھی شفعہ کا حق مُسلم کے خلاف طلب کر سکتا ہے اور اسی طرح اس کے برعکس۔

اختلاف حنفیہ میں شفعہ کا حق محض جار (ہمسائگی) اور اتصال کی بناء پر بھی پیدا ہوتا ہے۔ اگر انفصال ایسا ہو کہ درمیان میں راستہ ہو اور وہ غیر نافذہ ہو تو بھی حقِ شفعہ حاصل ہے۔ اگر حنفی حاکم نے شافعی ہمسایہ کے حق میں تصفیہ کیا تو اُس کا تصفیہ قطعی اور نفاذ کے قابل ہوگا۔ جار کی حدیث کی نسبت شافعیہ کی رائے ہے کہ وہ یا تو منسوخ ہو چکی ہے یا منع کرنے کے قبل وارد ہوئی تھی یا مخصوص تھی۔

ملکیت میں شرکت کی قید ہے منفعت میں شرکت سے شفعہ کا حق پیدا نہیں ہوتا۔ موقوف لہٗ اور موصیٰ لہٗ کو شفعہ کا حق حاصل نہیں ہے۔ کرایہ کی یا نزولی اراضی پر جو جائداد واقع ہو اس میں بھی شفعہ کا حق نہیں ہے اس لیے کہ شفیع کو ایسی اراضی میں ملکیت حاصل نہیں ہے۔ جائداد کی ملکیت میں بیت المال کے ساتھ کوئی دوسرا شریک ہو اور وہ مشترک جایداد کو فروخت کرے تو بیت المال کی جانب سے بھی شفعہ کا حق طلب کیا جا سکتا ہے۔ جایداد کی ملکیت میں اشخاص جو پہلے سے شریک ہیں ان کو شریکِ سابق اور مشتری جس نے ایک شریکِ سابق کے حصہ کو خریدا اُس کو شریکِ حال کہا جاتا ہے۔ شریکِ حال سے شریکِ سابق شفعہ کا حق طلب کر سکتا ہے۔

غیر منقولہ شفعہ ثابت ہے ہر ایسی جایداد میں جو غیر منقولہ ہے اور زمین سے منتقل نہ ہو سکے جیسا کہ زمین، عمارت اور درخت جو زمین میں نصب ہوں اور دروازے جو عمارت سے پیوست ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ کہ منقولہ جایداد کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو جایداد غیر منقولہ کے تابع ہے، اُس میں حقِ شفعہ ہے۔ دوسری وہ جو جایداد غیر منقولہ کے تابع نہیں ہے، اُس میں حقِ شفعہ نہیں ہے۔ بہرحال ضابطہ یہ ہے کہ غیر منقولہ جایداد کی مطلق بیع میں جتنی چیزیں داخل ہو سکتی ہیں اُن تماموں میں حقِ شفعہ حاصل ہے۔ درخت جو زمین میں نصب ہے زمین کے تابع ہے البتہ خشک درخت زمین سے خارج متصور ہوگا اور اس کی [illegible] شفعہ کا حق نہ ہوگا۔

یہ مناسبت کہ دو حصوں میں ایک حصہ دوسرے حصہ کے ساتھ ضم ہو جاتا ہے۔ بغیر کسی عوض کے جائداد منتقل ہو تو شفعہ کا حق پیدا نہیں ہوتا۔ اس کی مثالیں وراثت، وصیت اور ہبہ بلا ثواب ہیں۔ شفعہ کو شریعت میں اس لیے داخل کیا گیا کہ جائداد کی تقسیم کی دشواری کو رفع کیا جائے۔ جائداد کی تقسیم کی صورت میں یہ دشواری لاحق ہوتی ہے کہ راستہ، سیڑھی، روشنی اور ہوا وغیرہ کی ضروری سہولتیں فراہم کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے فروخت کرنے والے کے لیے یہ صورت بہتر ہے کہ اپنے شریک کے ہاتھ اپنی جایداد فروخت کرے تاکہ شرکت کی وجہ سے جو موانعات پیدا ہوئے تھے رفع ہو جائیں اور جب اس نے ایسا نہیں کیا اور کسی غیر شخص کے ہاتھ جائداد فروخت کر دی تو شریعت نے شریکِ سابق کو یہ حق عطا کیا کہ شریکِ حال یعنی مشتری سے بجبر و قہر اس جائداد کو حاصل کرے۔ حکمِ شفعہ امرِ تعبدی نہیں ہے بلکہ امرِ معقول ہے۔ اس حق سے دست بردار ہونے میں کوئی گناہ نہیں ہے، بلکہ افضل یہ ہے کہ اس حق کو معاف کرے۔ تقسیم جائداد اور ہبہ وغیرہ کے بعض شرعی حیلے ہیں جو حقِ شفعہ کو زایل کر سکتے ہیں۔ ان پر عمل کرنے میں کراہت ہے لیکن بیع کی معاملت ہو جانے کے بعد حقِ شفعہ کو روکنے کے لیے ان صورتوں پر عمل کرنا حرام ہے۔

شفعہ واجب ہوتا ہے، شراکت کی بنا پر نہ کہ ہم سایگی کی وجہ سے، ایسی جایداد میں جو غیر منقول ہے اور تقسیم کے قابل ہے اس قیمت کے معاوضہ میں جس پر کہ بیع واقع ہوئی۔ شفعہ کو علی الفور طلب کرنا ضروری ہے۔ قدرت کے باوجود تاخیر کرے تو شفعہ کا حق زایل ہو جائے گا۔ اگر کوئی مرد کسی جائدادِ مشترکہ کو مہر قرار دے کر کسی عورت سے عقد کرے تو شفیع اس جائداد کو مہرِ مثل کے معاوضہ میں لے گا۔ اگر شفیع متعدد ہوں تو ہر ایک اپنے حصہ کے تناسب سے مستحق ہوگا۔ حدیثِ بخاری۔ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِيْمَا لَمْ يُقْسَمْ فَاِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ وفی روایة له فی ارضٍ او ربعٍ او حائطٍ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفعہ کا حکم دیا ایسی جائداد کے بارے میں جس کی تقسیم عمل میں نہیں آئی پس جب حدود معین ہو گیا اور رستے چھوڑ دیے جائیں تو شفعہ نہیں ہے۔ اور بخاری ہی کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ زمین یا مکان یا باغ میں شفعہ ہے۔ صرف میں نفی جحد بلم کی یہ خاصیت ہے کہ ایسے فعل کی نفی کرے جس کا اثبات ممکن ہے۔ اس لحاظ سے فیما لم یقسم کے یہ معنی ہیں کہ جائداد کی بالفعل تقسیم نہیں ہوئی اور وہ جائداد ایسی ہے جس کی تقسیم ہو سکتی ہے۔ اس کے برعکس لائے نفی کی یہ خاصیت ہے کہ ایسے امر کی نفی کرے جس کا اثبات ممکن نہ تھا جیسا کہ لا مثل له بلکہ بعض خاص صورتوں میں لم اور لا کا استعمال اس کے خلاف بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ لم یلد ولم یولد میں پیدا کرنے کے فعل کی نفی بالفعل کی گئی ہے جس کا اثبات ممکن ہی نہ تھا۔ اسی طرح آیت لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ میں لفظ لا کے استعمال سے ایسے فعل کی نفی کی گئی ہے جس کا اثبات ممکن تھا۔ حدیث موصوف دو امور پر دلالت کرتی ہے۔ جائداد تقسیم کے لائق ہو گر تقسیم نہ ہوئی ہو تو حقِ شفعہ پیدا ہوتا ہے۔ اگر دو شریکوں کے درمیان جائداد کی تقسیم ہو چکی اور

ترجیح ہے اگر شفیع کا اِدّعا یہ ہو کہ علی الفور طلب کرنے کی شرط سے وہ واقف نہ تھا اور اُس کی حیثیت کے لحاظ سے اس اِدّعاء کے قبول کرنے کی گنجائش بھی ہو تو اس کے قول کی تصدیق اس کے حلف سے کی جائے گی۔ علی الفور کی قید عاید کرنے کی یہ وجہ ہے کہ طلبِ شفعہ سے دفعِ ضرر مقصود ہے اور دفعِ ضرر کے لیے فوری مطالبہ کی ضرورت ہے۔ ہماری رائے میں یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ مشتری کے حق کو زیادہ دیر تک متزلزل نہ رکھا جائے۔ نکاح میں کسی فریق میں عیب کے پائے جانے پر رد کرنے میں علی الفور کی قید لگائی گئی ہے اگر قیمت کی زیادہ مقدار پر شفیع کو بیع کی خبر دی گئی اور شفیع نے سکوت اختیار کیا اور در اصل بیع اس سے کم قیمت پر واقع ہوئی تو شفیع کا سکوت اُس کے حق کو زایل نہ کرے گا اس لیے یہ تصور ہوگا کہ قیمت کی گرانی کی وجہ سے شفیع نے سکوت کیا نہ کہ ترک کے ارادہ سے بخلاف اس کے برعکس کے۔ شفیع کو کم قیمت کی اطلاع ملی اور سکوت کیا اور حقیقت میں اس سے زیادہ قیمت پر بیع واقع ہوئی تھی تو شفیع کا سکوت شفعہ کے حق کو زایل کرے گا۔ علی الفور کی قید اس صورت میں عاید ہوگی جبکہ مشتری نے فی الحال قیمت ادا کی ہو اگر قیمت کے ادا کرنے کے لیے کوئی مدت مقرر کی گئی ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ فی الحال حاصل کرے یا مدتِ معینہ کے گزرنے تک انتظار کرے لیکن مشتری کی اِدّعاء پر شفیع کو فی الحال جایداد حاصل کرنا ہوگا ورنہ اس کا حق زایل ہوگا شفیع نماز میں ہو یا حمام میں یا قضاے حاجت میں مصروف ہو اور بیع کا علم ہو تو فراغت پانے تک تاخیر کر سکتا ہے بلکہ ان ضروریات کے لاحق ہونے سے قبل بھی اس کو بیع کا علم ہو تو ان ضروریات سے فراغت پانے تک تاخیر کر سکتا ہے۔ رات میں علم ہو تو صبح تک تاخیر کر سکتا ہے۔

تعدّدِ شفعہ معتمد قول یہ ہے کہ متعدد شفیع اپنے مملوکہ حصّہ کی مقدار کی مناسبت سے جایدادِ مشفوعہ میں حصّہ پاتے ہیں اگرچہ بعض کا قول ہے کہ بلحاظِ تعدادِ رُؤس حصّہ پائیں گے۔ قولِ اوّل کی یہ دلیل ہے کہ حقِ شفعہ ملکیت کی بناء پر پیدا ہوتا ہے اس لیے مقدارِ ملکیت معیار ہے۔ قولِ دوم کی یہ دلیل ہو سکتی ہے کہ حقِ شفعہ بوجہ شرکتِ ملکیت حاصل ہوتا ہے اس لیے تعدادِ رُؤس کا لحاظ ہوگا حصّۂ مملوکہ کی کمی یا زیادتی کے بعد سے کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا۔ ایسا شریک جس کا حصّہ کم ہے پوری جایداد بھی شفعہ میں پا سکتا ہے۔ تین اشخاص ایک جایداد میں مساوی طور پر حصّہ دار ہیں اور ان میں سے ایک نے اپنا حصّہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو تیسرا شخص شفعہ میں اس جایداد کا چھٹا حصّہ حاصل کرے گا اور مشتری کو بقیہ چھٹا حصّہ ملے گا۔ دو اشخاص ایک مشترکہ جایداد کے حصّہ دار ہیں اور ان میں سے ایک نے اپنے حصّہ کا ایک جزو ایک غیر شخص کو فروخت کیا اور پھر بقیہ جزو دوسرے شخص کو فروخت کیا تو شریکِ سابق پہلے فروخت شدہ جزو کو شفعہ کی بناء پر حاصل کرے گا اور اُس کے بعد دوسرا حصّہ بھی اس کو ملے گا اس لیے کہ مشتریِ اوّل کی ملکیت زایل ہو گئی۔ ایک مشترک جایداد کے تین حصّہ دار ہیں اور ان میں سے ایک نے اپنا حصّہ دوسرے شریک کے غیاب میں فروخت کیا تو شریکِ حاضر کو اختیار ہے کہ شریکِ غایب کے حاضر

لائق تقسیم شفعہ کا حق ایسی جایداد میں قایم ہوتا ہے جو تقسیم کے لائق ہے اور تقسیم ایسی ہو کہ اس کے استفادہ میں خلل نہ ڈالے۔ جو جایداد تقسیم نہ ہوسکتی ہو یا جس کے استفادہ میں تقسیم کی وجہ سے خلل واقع ہو اس میں شفعہ نہیں ہے۔ جیسا کہ ایک چھوٹا سا حمام جس کی تقسیم نہیں ہوسکتی اُس میں شفعہ نہیں ہے۔ اگر حمام بڑا ہو اور تقسیم کے بعد دو حمام کر دیے جا سکیں تو اس میں شفعہ ہے۔ اگر کوئی جایداد تقسیم کے بعد استعمال کے لائق ہو مگر استعمال کی نوعیت بدل جائے تو اس میں بھی شفعہ نہیں ہے۔

غیر موقوفہ شفعہ ثابت ہے ہر ایسی جایداد میں جو غیر موقوفہ ہو۔ موقوفہ جایداد میں شفعہ نہیں ہے۔ وقف کی ہوئی جایداد کو موقوفہ کہتے ہیں۔

عوض ہر ایسی مشترکہ جایداد جو کسی عوض کے معاوضہ میں منتقل کی گئی ہو اس کو شفیع، عوض ادا کر کے حاصل کریگا عوض کا مثل ہو تو مثل ادا کرے گا ورنہ اُس کی قیمت تعین کر کے قیمت ادا کرے گا۔ اگر کوئی جایداد دوسرے کے حق میں بغیر عوض کے منتقل ہوئی ہو تو اس کی بابت شفعہ کا حق پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ وراثت، وصیت اور ہبہ بلا ثواب میں جایداد کے ایک شریک کے فوت ہوتے پر اس کے وارث کے خلاف دوسرے شریک کو شفعہ کا حق نہیں پیدا ہوتا لیکن اگر وارث نے جایداد کے اس حصّہ کو کسی دوسرے شخص کے حق میں منتقل کیا تو پھر شریکِ سابق کو شفعہ کا حاصل ہو جائے گا۔ وصیت اور ہبہ بغیر ثواب کے ذریعہ بھی کوئی مشترکہ جایداد منتقل ہوئی ہو تو اس میں بھی شفعہ نہیں ہے اگر مشترکہ جایداد کا کوئی حصّہ کسی چیز کے عوض میں بیع کیا گیا ہے اور وہ چیز آسانی سے دستیاب ہوسکتی ہے تو شفیع اُس چیز کو ادا کر کے شفعہ کا حق حاصل کرے گا۔ اگر اُس چیز کے حاصل کرنے میں دشواری ہو تو بیع کے وقت اُس چیز کی جو قیمت قرار پاتی ہے ادا کرے گا۔

علی الفور شفعہ کا حق علی الفور او ر تاخیر کے بغیر طلب کرنا ضروری ہے۔ بیع کا علم ہونے کے بعد علی الفور کی قید عاید ہو گی۔ اگر شفیع کو بیع کا علم نہ ہوسکے تو اُس کا حق مدتِ دراز تک جاری رہ سکتا ہے۔ جایداد کے بیع ہونے کا علم ہوتے ہی شفیع اُس کے حصول کے لیے عجلت کرے جیسا کہ یہ کہے کہ میں اس جایداد کو شفعہ کے ذریعہ لوں گا۔ طلبِ شفعہ میں عُجلت اُسی حد تک لازم ہے جس کی عام طور پر عادت ہے۔ شفیع ایسی عُجلت پر مجبور نہ ہوگا جو خلافِ عادت ہو۔ اصول یہ ہے کہ کوئی ایسا عمل نہ کرے جو شفیع کی سستی اور غفلت پر محمول ہو سکے بیع کے علم کے وقت طلبِ حق کی قدرت حاصل ہو اور تاخیر کرے اور عجلت نہ کرے تو شفعہ کا حق زایل ہو گا۔ اگر شفیع بیمار ہو یا مشتری کے شہر سے غائب ہو تو طلبِ حق کے لیے اپنی جانب سے وکیل مقرر کرے گا جس کو توکیل کہتے ہیں۔ اگر وکیل کے تقرر کی قدرت نہ ہو تو طلبِ شفعہ کے حق کے قیام کی بابت گواہ رکھے گا جس کو طلبِ اشہاد کہا جاتا ہے۔ اگر قدرت کے باوجود توکیل نہ کرے اور اشہاد بھی نہ کرے تو معتمد قول یہ ہے کہ حقِ شفعہ ساقط ہو جائے گا۔ بہر حال توکیل کو اشہاد پر

نہ حاصل کروگے جب تک کہ (اللہ کے راستہ میں) خرچ نہ کروگے ایسی چیز کو جس کو تم پسند کرتے ہو۔ اسی آیت کو سن کر ابو طلحہؓ بیرحاء کے وقف پر مائل ہوگئے۔ اس نام کا ایک مشہور باغ مدینہ طیبہ میں تھا جو آپ کو بے حد پسند تھا۔ مسلم نے روایت کی ہے۔ اِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ اِنْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ۔ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهٗ۔ آدمی کے فوت ہونے پر اس کے اعمال کا ثواب منقطع ہو جاتا ہے تین چیزوں کے سوائے، صدقہ جاریہ یا علم جس سے فائدہ پہنچتا ہو یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔ علماء نے بشمول رافعی صدقہ جاریہ کی تعبیر وقف سے کی ہے۔ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے لیے صدقہ جاریہ نہیں ہے اس لیے کہ ان کے حق میں وقف صحیح نہیں ہے۔ حدیث محترمہ بالا میں تین کی تعداد محدود نہیں شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنی نظم میں دس باتیں بتائی ہیں جن کا ثواب موت کے بعد جاری رہتا ہے۔

اِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ لَيْسَ يَجْرِيْ	عَلَيْهِ مِنْ خِصَالٍ غَيْرُ عَشْرٍ
جب آدمی فوت ہوتا ہے تو جاری نہیں رہتی	اس کی کوئی خصلت دس امور کے سوائے
عُلُوْمٌ بَثَّهَا وَدُعَاءُ نَجْلٍ	وَغَرْسُ النَّخْلِ وَالصَّدَقَاتُ تَجْرِيْ
علوم جو اس نے پھیلائے اور اولاد کی دعاء	اور کھجور کے درخت جو اس نے نصب کیے اور صدقات جاری رہتے ہیں
وِرَاثَةُ مُصْحَفٍ وَرِبَاطُ ثَغْرٍ	وَحَفْرُ الْبِئْرِ اَوْ اِجْرَاءُ نَهْرٍ
قرآن مجید جس کو وراثت میں چھوڑا اور پل	اور کنواں کھودا یا نہر جاری کی
وَبَيْتٌ لِلْغَرِيْبِ بَنَاهُ يَأْوِيْ	اِلَيْهِ اَوْ بِنَاءُ مَحَلِّ ذِكْرٍ
اور گھر بنایا (سرائے) تاکہ مسافر پناہ لے	اس میں یا کوئی عمارت یادِ الٰہی کیلئے (مسجد)

بعض نے اور ایک شعر اضافہ کیا۔

وَتَعْلِيْمٌ لِقُرْآنٍ كَرِيْمٍ	فَخُذْهَا مِنْ اَحَادِيْثٍ بِحَصْرٍ
اور قرآن کریم کی تعلیم	احادیث سے یہ باتیں شمار کی گئی ہیں

جوازِ وقف کے یہ معنی ہیں کہ وقف صحیح ہے۔ بلکہ شیخ بیجوری نے لکھا ہے کہ وقف مستحب ہے جیسا کہ حدیث موصوف دلالت کرتی ہے شیخ ابو شجاع نے اپنے متن میں وقف کے تین شرائط بیان کیے تھے۔ ابن قاسم غزی نے ان کی وضاحت کرتے ہوئے بعض اور شرائط اضافہ کیے۔ خطیب شربینی نے چار ارکان اور آٹھ شرائط شرحاً و مجملاً بیان کیے۔ ہم نے ابراہیم بیجوری اور سلیمان بجیرمی کی شروح کی مدد سے وقف کی شرائط کو چاروں ارکان میں سے ہر ایک رکن کے تحت علٰحدہ علٰحدہ منضبط کیا ہے۔

ارکانِ وقف۔ وقف کے چار ارکان ہیں۔ واقف، موقوف، موقوف علیہ اور صیغہ۔ وقف کی صحت کیلئے

ہونے تک انتظار کرے یا پورا حصّہ شفعہ میں حاصل کرے اور شریکِ غایب کے حاضر ہونے پر اس کا حصّہ اُس کے حوالہ کرے۔ شریکِ غایب کے انکار کرنے پر شریکِ حاضر ہی دونوں حصّے پائے گا۔ بہرحال شریکِ حاضر محض اپنے حصّہ کی حد تک اپنے شفعہ کے حق کو محدود نہیں کر سکتا، اس لیے کہ مشتری اپنی خریدی ہوئی جایداد کی تقسیم پر مجبور نہیں ہے۔

تصرّفِ مشتری۔ اگر مشتری نے جایداد پر کسی قسم کا تصرّف کیا ہے جیسا کہ زمین میں زراعت کی ہے تو فصل کے درو تک اس کی زراعت باقی رہے گی بغیر کرایہ کے۔ اگر اس نے کوئی تعمیر کی ہے یا درخت لگائے ہیں تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ مصارف ادا کرے یا تعمیر اور درخت کے نکال لینے پر مشتری کو مجبور کرے اور اگر مشتری نکالنا چاہے تو اسی پر عمل ہوگا، مشتری زمین کے ہموار کرنے پر مجبور نہ ہوگا۔

ارکانِ شفعہ شفعہ کے تین ارکان ہیں شفیع[1]، شفعہ کا حق طلب کرنے والا شفیع کے لیے ملکیت شیوع یعنی ملکیت میں شرکت کی شرط ہے نہ کہ جار اور ہمسائگی کے لیے۔ مشفوع[2]، وہ جایداد جس پر حقِ شفعہ نافذ کیا جاتا ہے مشفوع میں شرط ہے کہ غیر منقولہ ہو اور تقسیم کے لائق ہو مشفوع منہ[3]، مشتری جس کے خلاف حقِ شفعہ نافذ کیا جاتا ہے مشفوع منہ کے لیے شرط ہے کہ شفیع کی ملکیت کے بعد اس کو ملکیت حاصل ہوئی ہو۔ اگر دو اشخاص کو ایک ہی وقت ملکیت حاصل ہوئی ہو تو ان میں سے کسی ایک کو دوسرے کے خلاف شفعہ کا حق نہ ہوگا۔

وقف

ارکان و شرایط

وقف کے معنی حبس یعنی روکنے کے ہیں۔ وقف کی جمع قلت اوقاف اور جمع کثرت وُقُوف ہے شرع میں ایسے مال کے روکنے کو وقف کہتے ہیں جو معیّن ہو، اصل کو باقی رکھ کر اس سے انتفاع ممکن ہو اور اُس جایداد میں اپنے تصرّف کو اس غرض سے واقف منقطع کرے کہ نیک کام میں اللہ تعالیٰ کی طرف تقرّب حاصل کرنے کے لیے اُس کو صرف کرے۔ وقف اس اُمّت کی خصوصیات میں سے نہیں ہے بلکہ بعض قدیم شریعتوں میں بھی اس پر عمل تھا لیکن وہ ہمارے صفات و شرایط اُن میں موجود نہیں تھے جو اِس اُمّت کی شرع میں مقرّر کیے گئے ہیں۔ امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ زمانۂ جاہلیّت میں مال کو روکا نہیں جاتا تھا۔ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ اراضی اور غیر منقولہ مال کے وقف کا عمل اس اُمّت کی خصوصیات میں سے ہے۔

وقف جائز ہے تین شرایط پر۔ مال موقوف ایسا ہو کہ اصل کو برقرار رکھ کر اس سے نفع حاصل کیا جا سکے۔ موقوف علیہ[1] موجود ہو اور وقف[2] گناہ کے لیے نہ ہو۔ آیت۔ (۱۴)۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ تم نیکی

ہو سکتا۔ آزاد مرد اور شکاری کتا بھی وقف نہیں ہو سکتے۔ عمارت یا درخت جو مملوکہ اراضی پر واقع ہوں اور اراضی کے ساتھ وقف کیے جائیں تو کوئی بات نہیں مگر کرایہ کی یا نزولی اراضی پر واقع ہوں اور مدت کے ختم ہونے پر اس کے اسباب و ساز و سامان کو اٹھا لینے کے بعد اگر وہ انتفاع کے لائق ہوں تو وقف جاری رہے گا۔ اور اگر انتفاع کے لائق نہ ہوں تو دو صورتیں ہیں۔ موقوف علیہ کی ملک ہوگی یا واقف کی۔ بیجوری کا قول اصح یہ ہے کہ موقوف علیہ کی ملک ہوگی۔

موقوف علیہ۔ اس شخص کو موقوف علیہ کہتے ہیں جس کے فایدہ کے لیے کوئی چیز وقف کی جائے۔ وقف میں موقوف علیہ کی صراحت کرنا لازم ہے۔ اگر موقوف علیہ کا ذکر کر کے یوں کہے۔ میں نے وقف کیا اس کتاب کو اللہ تعالیٰ کے لیے تو صحیح نہیں اس لیے کہ موقوف علیہ رکن ہے اور رکن کے مفقود ہونے پر وقف باطل ہو جاتا ہے بخلاف وصیت کے۔ اگر وصیت میں کہے۔ میں وصیت کرتا ہوں، ایک تہائی مال اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو بھی وصیت صحیح ہوگی اور موصی کی موت کے بعد، مالِ موقوف فقراء اور وجوہِ خیر میں تقسیم ہوگا۔ موقوف علیہ کے لیے شرط ہے کہ فی الحال موجود ہو، اور مالِ موقوف کی ملکیت حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اس شرط سے جنین خارج ہو جاتا ہے جنین اس بچے کو کہتے ہیں جو ہنوز پیدا نہیں ہوا۔ جنین پر وقف کرنے کو **منقطع الاول** کہتے ہیں اور منقطع الاول وقف جائز نہیں ہے، بخلاف وصیت کے جنین کی نسبت وصیت جائز ہے اس لیے کہ موجود، معدوم، معلوم اور مجہول کے حق میں وصیت ہو سکتی ہے۔ جنین وراثت بھی پاتا ہے۔ بہر حال جنین کا عدمِ وجود وقف میں اور وجود وصیت اور وراثت میں قرار دیا گیا ہے۔ مسلم غلام اور قرآنِ مجید کو کافر پر وقف نہیں کر سکتے۔ میت پر بھی وقف صحیح نہیں ہے اس لیے کہ میت میں ملکیت کی صلاحیت نہیں ہے۔ مشائخین کے حق میں وقف صحیح نہیں ہے سوائے اس کے کہ ان کے مصالح میں صرف کرنا مقصود ہو۔ بغیر تعین کے بھی وقف صحیح نہیں ہے جیسا کہ یہ کہے۔ ان دونوں میں سے کسی ایک پر وقف کیا۔ غلام پر بھی وقف نہیں ہو سکتا اس لیے کہ غلام میں ملکیت کی صلاحیت نہیں ہے، وہ خود دوسرے کا مملوک ہے۔ مرتد اور حربی کافر پر بھی وقف صحیح نہیں اس لیے کہ ان کے کفر میں دوام نہیں، ذمی پر وقف ہو سکتا ہے۔ اپنی ہی ذات پر وقف نہیں ہو سکتا بخلاف امام ابو حنیفہؒ کے۔ اس لیے کہ واقف کو پہلے ہی سے ملکیت حاصل ہے پھر دوبارہ اسی ملکیت کو اپنی طرف منتقل کرنا بے معنی ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ واقف خود مالِ موقوف کی نگرانی اپنے ذمہ رکھے اور اس نگرانی کا معاوضہ حاصل کرے تو جائز ہے۔ ایسے جانور پر بھی وقف نہیں ہو سکتا جو دوسرے شخص کی ملکیت میں ہو۔ ملکیت کی قید کی وجہ سے وقف کیا ہوا جانور خارج ہو جاتا ہے۔ وقف کیے ہوئے جانور پر مال کا وقف جائز ہے۔ بیت اللہ شریف اور مزار نبوی کی خدمت کے لیے جو غلام وقف کیے گئے ہیں ان پر وقف جائز ہے مکہ معظمہ کے کبوتروں کے لیے بھی وقف ہو سکتا ہے۔ یہ ایک خاص صورت ہے ورنہ عام حکم یہ ہے کہ وحشی جانور اور سباع پرندوں کے لیے وقف نہیں ہو سکتا۔

ارکان اور شرائط دونوں لازمی ہیں مگر فرق یہ ہے کہ ارکان وقف کے جز ہیں اور شرائط وقف کے جز نہیں ہیں اور خارج ہیں۔

واقف وقف کرنے والے کو کہتے ہیں۔ واقف کے لیے شرط ہے کہ وقف کی صلاحیت رکھتا ہو اور مختار ہو اور تبرع کی اہلیت رکھتا ہو۔ صلاحیت کی قید کی وجہ سے بچّہ اور مجنون خارج ہو جاتے ہیں۔ مختار کی قید کی وجہ سے وہ وقف خارج ہو جاتا ہے جو جبر و قہر کے استعمال کی وجہ سے کیا جائے۔ تبرّع نیک کام کرنے کو کہتے ہیں اور تبرع کے لیے اہلیت کی ضرورت ہے۔ مجنون اور نابالغ تبرّع کی اہلیت نہیں رکھتا۔ ولی کو نابالغ کی جانب سے ولایتہً وقف کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ مجنون کا بھی یہی حال ہے۔ کافر مسجد کے لیے بھی وقف کر سکتا ہے اگرچہ کہ اس کو قربت الی اللہ کی نیت کا اعتماد نہ ہو۔ مسلم غرضِ مباح کے لیے وقف کر سکتا ہے لیکن غیر مباح کی غرض سے وقف نہیں کر سکتا وہ شخص جو بوجہ نادہندگی یا فضول خرچی جایداد کے تصرّف سے روکا گیا ہو وقف نہیں کر سکتا اگرچہ کہ اس نے اپنے مرض موت میں وقف کیا ہو اور اس کے ورثہ نے بعد موت انکار کیا ہو یا اجازت دی ہو لیکن ان ہر دو کی وصیت صحیح ہو سکتی ہے اس لیے کہ وصیت کا نفاذ موت کے بعد واقع ہوتا ہے اور موت کی وجہ سے امتناع برخاست ہو جاتا ہے۔ کرایہ دار اور موصی لہٗ کو چونکہ ملکیت حاصل نہیں ہوتی اس لیے وقف نہیں کر سکتے۔ بیت المال کی جایداد کو امام بمصلحتِ عام، وقف کر سکتا ہے۔

موقوف وقف کیے ہوئے مال کو موقوفہ کہتے ہیں۔ مال کا لفظ عام ہے غیر منقول اور منقول دونوں پر حاوی ہے مجلس نے یہ قید بھی لگائی ہے کہ مال کی مالیت ہو۔ مالِ غیر منقول کی مثال اراضی عمارت اور درخت وغیرہ ہیں اور منقول کی مثال کتب، جانور اور آلات اور اوزار ہیں۔ مالِ مشاع بھی وقف ہو سکتا ہے۔ مشاع اُس مال کو کہتے ہیں جس کی ملکیت میں واقف کے سوائے دوسرا شخص بھی شریک ہو لیکن ایسے مال کی فی الحال تقسیم واجب ہوگی جبکہ اس کا انفصال ممکن ہو۔ وقف کے مال کے تعیّن کرنے کی ضرورت ہے۔ بغیر تعیّن کے مبہم طور پر کوئی مال وقف نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ کہے، ان دو چیزوں میں سے ایک کو وقف کرتا ہوں۔ مال ایسا ہو جس کے عین کو باقی رکھ کر اس کے منافع سے استفادہ کیا جا سکے۔ بقائے عین کی قید کی وجہ سے وہ چیزیں خارج ہو جاتی ہیں جس کے عین کے صرف کیے بغیر انتفاع ممکن نہ ہو جیسا کہ شمع (موم بتی) عُود، عطر اور کھانے پینے کی چیزیں۔ ان کا وقف صحیح نہیں اسی طرح سونے اور چاندی کے سکّے بھی وقف نہیں ہو سکتے اور ہماری رائے میں دیگر نقدیات سونا اور چاندی بھی اسی تعریف میں داخل ہیں اس لیے کہ یہ سب چیزیں استعمال کے ساتھ ہی تلف ہو جاتی ہیں۔ بقائے عین کے لیے کسی مدت کی قید نہیں ہے۔ تھوڑی مدت بھی کافی ہے جس کے مقابلہ میں اُجرت دی جا سکتی ہو اس لیے کہ حقیقی دوام مخلوقات میں غیر ممکن ہے۔ انتفاع کی قید عام ہے۔ فی الحال انتفاع ہو سکے یا آیندہ زمانہ میں۔ گھوڑے وغیرہ کا بچّہ کم عمر اور ابھی استعمال کے لائق نہ ہو وقف ہو سکتا ہے۔ انتفاع کی قید کی وجہ سے ایسا مریض جانور وقف نہیں ہو سکتا جس کے درست ہونے کا امکان نہ ہو۔ مال کی ملکیت کی شرط ہے، ذمی یا کرایہ کا مال وقف نہیں

کی جانب سے اُس کا ولی قبول کرے گا۔ ولی نہ ہو تو اس کی جانب سے حاکم قبول کریگا۔ اگر موقوف علیہ معین نہ ہو اور وقف جہت خیر کے لئے ہو تو فوری قبول کی شرط نہیں ہے جیسا کہ مساجد، خانقاہ، مجاہدین، علماء اور فقراء کے لئے کوئی جائداد وقف کی گئی ہو۔

وقف قطعی طور پر کرے ناقص نہ چھوڑے۔ یہ کہنا کہ مہینے کے آغاز سے اس کو فقراء کے لئے وقف کیا صحیح نہیں ہے۔ یہ اُن صورتوں میں جہاں ملکیت سے آزاد کرنا مقصود نہ ہو۔ ملکیت سے آزاد کرنا مقصود ہو تو جائز ہے جیسا کہ کہے۔ رمضان آتے ہی اس مکان کو مسجد قرار دیا۔ یہ مکان مسجد قرار نہ پائے گا جب تک کہ رمضان نہ آئے۔ اسی طرح موت کے ساتھ معلق نہ کرے تو بھی ناقص عبارت سے وقف صحیح نہیں ہو سکتا۔ مرنے کے ساتھ معلق کر کے کہے تو وقف صحیح ہو سکتا ہے جیسا کہ یہ کہے۔ میں نے اس چیز کو فقیروں کے لئے وقف کیا میرے مرنے کے بعد اس وقف کا حکم وصیت کا حکم ہوگا اور ایک تہائی مقدار تک محدود ہوگا اور ایسے وقف سے رجوع بھی ہو سکے گا۔ اگر وقف قطعی طور پر کرے لیکن منافع سے استفادہ کو اپنی موت تک معلق کرے تو جائز ہے جیسا کہ یہ کہے۔ میں نے اپنا گھر فقراء کے لیے وقف کیا جب میں مرجاؤں تو ان پر صرف کیا جائے۔ یہ وقف جائز ہے۔

عدم تاقیت: **تاقیت** مدت مقرر کرنے کو کہتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ دوران وقف کے لئے کوئی مدت محدود نہ کرے۔ یہ کہنا کہ فلاں چیز کو زید پر ایک سال کے لئے وقف کیا صحیح نہیں ہے۔ اگر اس مدت کے بعد پھر کوئی مصرف ظاہر کرے تو وقف صحیح ہو جائے گا جیسا کہ یہ کہے۔ فلاں چیز کو میں نے وقف کیا زید پر ایک سال کے لئے اور پھر فقراء کے لئے تو صحیح ہے۔ جس وقف میں محض اپنی ملکیت کا ازالہ کرنا ہو تو باوجود تعین مدت کے وقف دائمی ہو جائے گا اور تاقیت لغو ہوگی۔ جیسا کہ کوئی کہے۔ میں نے اس کو مسجد قرار دیا ایک سال کے لیے تو وہ ہمیشہ کے لیے مسجد ہو جائے گی۔ اور ایک سال کی مدت کی شرط فاسد اور بے اثر ہوگی۔

غرض جائز۔ وقف جائز غرض کے لیے ہو، کسی امر معصیت کے لیے نہ ہو۔ جہت خیر میں وہ امور داخل ہیں جو حرام نہیں ہیں۔ خطیب شربینی نے مباح مصرف کے الفاظ سے تعبیر کی ہے مباح کی قید کی وجہ سے لہو و لعب کی اغراض خارج ہو جاتی ہیں۔ وقف سے تقرب الی اللہ حاصل ہوتا ہے اگرچہ کہ تونگروں کے حق میں وقف کرے۔ تقرب الی اللہ کے قصد کے اظہار کی ضرورت نہیں ہے۔ فقراء، علماء، مجاہدین، مساجد، اور خانقاہوں پر وقف کرنے سے تقرب الی اللہ کا ارادہ ظاہر بھی ہو جاتا ہے۔ مسافرین کے قیام کے لیے مکان کا وقف جائز ہے اگرچہ کہ غیر مسلم مسافرین اس سے استفادہ کریں۔ وقف میں فقراء کا لفظ فقراء زکات کے علاوہ اس شخص پر بھی حاوی ہے جو بقدر کفایت کما سکتا ہے اور اس کے پاس مال نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص فقر کی ادعاء کرے اور بظاہر اس کا کوئی مال نہ ہو تو اس کی ادعاء کی تصدیق کے لیے اس کا حلف کافی ہوگا اور کسی بینہ (دلیل) کی

موقوف علیہ کے وجود اور عدم وجود کے اعتبار سے وقف کی تین صورتیں ہیں۔ موقوف علیہ کا وجود وقف کے وقت، ابتداءً، نہ پایا جائے جیسا کہ یہ کہے۔ میں نے اس مال کو اپنے بچے پر وقف کیا جو قریب میں پیدا ہونے والا ہے اور پھر اس کے بعد فقراء پر۔ اس کو **منقطع الاول** کہتے ہیں اور معتمد یہ ہے کہ یہ وقف باطل ہے اس لئے کہ مالِ وقف کے منافع کا صرف کرنا فی الحال ممکن نہیں ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ موقوف علیہ کا وجود ابتداءً وقف کے وقت پایا جائے اور آخر میں بھی پایا جائے مگر وسط میں موقوف علیہ کا وجود مفقود ہو جیسا کہ یہ کہے۔ میں نے اس مال کو وقف کیا زید پر پھر ایک شخص (غیر معین) پر اور پھر فقراء پر تو موقوف علیہ اول زید اور موقوف علیہ آخر فقراء دونوں موجود ہیں لیکن ان کے درمیان ایک شخص غیر معین ہے اس کو **منقطع الوسط** کہتے ہیں۔ راجح قول یہ ہے کہ یہ وقف صحیح ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ موقوف علیہ کا وجود ابتداءً وقف کے وقت اور اس کے بعد وسط میں بھی پایا جائے لیکن آخر میں نہ پایا جائے جیسا کہ یہ کہے وقف کیا میں نے زید پر اور پھر اس کی اولاد پر! اور اس کے بعد کچھ نہ کہے تو اس کو **منقطع الآخر** کہتے ہیں اور راجح قول یہ ہے کہ یہ وقف بھی صحیح ہے۔ وقف کا منافع پہلے زید پر صرف ہوگا اور اُس کے بعد اُس کی اولاد پر جہاں تک کہ پائی جائے اور اُن کے ختم ہونے پر مسلمانوں کے اہم مصالح، فقراء اور مساکین پر صرف ہوگا۔ شیخ ابو شجاع نے وقف کی آخری دونوں صورتوں منقطع الوسط اور منقطع الاخر کو غیر صحیح ظاہر کیا تھا مگر فقہاء مابعد نے اس قول کو مرجوح قرار دیا۔

ذُرّیّت میں بیٹوں کی اولاد کے علاوہ بیٹیوں کی اولاد بھی داخل ہے۔ اگر ذُرّیّت کے ساتھ ... کی بھی قید لگائے اور یوں کہے کہ ان میں سے جو میری طرف منسوب ہوں تو بیٹیوں کی اولاد خارج ہو جاتی ہے لیکن اگر وقف کرنے والی عورت ہو تو بیٹیوں کی اولاد بھی داخل ہوتی ہے اور اس صورت میں انتساب لغوی معنی میں ہوگا نہ کہ شرعی نسل اور عقب کے معنی بھی ذُرّیّت کے ہیں۔ وَلَد (بیٹے) کے لفظ میں ولد الولد (پوتا) داخل نہیں ہے البتہ وَلَد (بیٹے) کی عدم موجودگی میں وَلَد کا لفظ استعمال کرے تو ولد الولد (پوتا) داخل ہو جاتا ہے۔ وَلَد کا لفظ بیٹے اور بیٹی دونوں پر حاوی ہے لیکن پوتے پر حاوی نہیں ہے۔ ابن (بیٹے) کا لفظ بنت (بیٹی) پر شامل نہیں ہے اور نہ اس کے برعکس۔

صیغہ۔ وقف کیلئے شرط ہے کہ الفاظ استعمال کئے جائیں! الفاظ صراحتہً ہو سکتے ہیں اور کنایتہً بھی۔ صراحتہً کی مثال یہ ہے۔ میں نے وقف کیا اس چیز کو فلاں پر یا صدقہ دیا فلاں چیز کو فلاں پر صدقۂ دائمی یا موقوفہ یا اس جگہ کو مسجد قرار دیا۔ کنایہ کی مثال یہ ہے اس چیز کو میں ہمیشہ کیلئے دیا فقراء کیلئے یا صدقہ دیا میں اس کو فقراء کیلئے وقف کے لئے شرط ہے کہ اگر موقوف علیہ معین ہو تو وقف فوری طور پر قبول کرے سوائے اس کے کہ غیر حاضر ہو۔ نابالغ

مشتبہ امور کے ترک کرنے اور حلال کے استعمال تک محدود رکھنے کو کہتے ہیں اگرچہ کہ مالِ حلال حاجت کی مقدار سے زیادہ ہو۔ لیکن زُہد حلال کو بھی حاجت کی مقدار تک محدود کر دینے کو کہتے ہیں۔ اگر موقوف علیہ کیلئے فقر کی شرط عاید کی ہو تو فقر کی حالت میں استفادہ کرے گا اور تونگر ہونے پر استحقاق نہ رکھے گا لیکن پھر فقر میں مبتلا ہو جائے تو حق عود کرے گا۔

تاخیر کی شرط اس طرح ہو سکتی ہے کہ اس کو میں اپنی اولاد پر وقف کیا اور جب وہ ختم ہو جائیں تو اُن کی اولاد پر اس مثال میں مال موقوف ... کے استفادہ کے لیے اولاد کی اولاد کو اولاد کے بعد رکھا۔ **تسویہ** کے معنی برابری اور مساوات کے ہیں تسویہ کے لیے یہ الفاظ ہو سکتے ہیں۔ میں اپنی اولاد پر مردوں اور عورتوں پر مساویانہ وقف کیا۔ مرد اور عورت ہر ایک فرد مساوی حصہ پائے گا **تفضیل** کے معنی فضیلت دینے کے ہیں تفضیل کیلئے یہ الفاظ استعمال ہو سکتے ہیں میں وقف کیا میں اپنی اولاد پر عورت کا دوہرا حصہ مرد پر۔ **جمع** کی یہ مثال ہے وقف کیا میں اولاد اور اُن کی اولاد پر۔ یہاں عطف کا واؤ صرف جمع کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اولاد اور اولاد کی اولاد ان دونوں کے جملہ افراد مرد اور عورت سب کو مساوی مقدار میں حصہ ملے گا۔

ترتیب کی مثال یہ ہے۔ وقف کیا میں میری اولاد پر اور پھر میری اولاد کی اولاد پر۔ پہلے درجہ سے ایک آدمی بھی باقی رہا تو دوسرے درجہ کے کسی شخص کو کچھ نہ ملے گا سوائے اس کے کہ یہ شرط قایم کی گئی ہو کہ پہلے درجہ سے کوئی فوت ہو جائے تو اُس کا حصہ اس کی اولاد کو ملے۔ **صفات**۔ بعض صفات کی شرط لگا کر کسی کو داخل کرے یا کسی کو خارج کرے جیسا کہ کہے۔ میں اس کو وقف کیا اپنی اولاد پر جو مجرد ہیں یا اُس اولاد پر جو فقرا ہیں جس اولاد کی شادی ہو جائے یا تونگر ہو جائے وہ خارج ہو جائیں گے۔

ہبہ

ارکان و شرائطِ ہبہ، نجاشی، رجوع، عُمریٰ و رقبیٰ، والدین و اولاد کا باہمی برتاؤ، صلۂ رحمی، امتناعِ ہدیہ۔

ہبہ مُبُوب ... سے ماخوذ ہے جس کے معنی ایک جانب سے دوسری جانب ہوا کے چلنے اور بہنے کے ہیں اور اس مناسبت سے کہ ہبہ کرنے سے مال ایک شخص کے ہاتھ سے دوسرے شخص کے ہاتھ میں منتقل ہوتا ہے ہبہ کہا گیا۔ نیند سے بیدار ہونے کو بھی ہُبُوب ... کہتے ہیں گویا کہ احسان اور نیک اعمال سے ہبہ کرنے والا غافل تھا اور بیدار ہوا۔ شرع میں ہبہ کی عام تعریف یہ ہے کہ اپنی زندگی میں، تطوّع (نیکی) کے لیے، مال کی ملکیت ... کو، بغیر کسی عوض کے منتقل کرے۔ اس تعریف میں **صدقہ** اور ہدیہ دونوں داخل ہیں۔ صدقہ دینے کے لیے دو وجہ ہو سکتے ہیں۔ ثواب حاصل کرنے کے لیے دے یا محتاج کے احتیاج کو رفع کرنے کے لیے۔ ہدیہ اُس تحفہ کو کہتے ہیں جو کسی کی احتیاج کی وجہ سے نہیں بلکہ اُس کی تعظیم اور تکریم کے لیے دیا جائے۔ ہبہ کی خاص تعریف ... ہبہ کہ اپنی زندگی میں تطوّع کے لیے، مال کی ملکیت ... کو بغیر کسی عوض کے منتقل کرنے کسی کی

ضرورت نہ ہوگی۔ بخلاف اس کے اگر وقف تونگر کے لیے کیا جائے تو تونگری کے ادّعاء کی تصدیق کے لیے بیّنہ اور دلیل کی ضرورت ہوگی، محض حلف کافی نہ ہوگا۔

عملِ وقف۔ واقف کی مقرّر کردہ شرایط، تقدیم وتاخیر، تسویہ و تفضیل پر عمل ہوگا۔ یہاں شرایط سے وہ امور مراد ہیں جن کو واقف نے وقف کے صیغہ میں بیان کیے ہیں۔ جایداد کے وقف ہونے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مالِ موقوف کس کی ملکیت ہے۔ امام مالک رض کا قول ہے کہ واقف کی ملک ہے اسلئے کہ واقف نے وقف کے ذریعہ صرف مالِ موقوف کے منافع سے استفادہ کے حق کو زایل کیا۔ امام احمد رض کا قول ہے کہ موقوف علیہ کی ملک ہے جو مالِ موقوف کے منافع سے استفادہ کرتا ہے۔ شافعیہ کی رائے میں یہ دونوں اقوال ضعیف ہیں۔ اظہر قول یہ ہے کہ وقف کر دینے کے بعد مالِ موقوف کی ملکیت اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اس معنی میں کہ آدمیوں کے حقوق اس جایداد سے برخاست ہو جاتے ہیں۔ ورنہ ساری مخلوقات حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں اگرچہ بظاہر دوسرے کو مالک تصوّر کیا گیا ہے۔ اب رہا یہ امر کہ موقوفہ کہ واقف کی ملکیت سے خارج ہو جانے کے بعد واقف کے مقرر کردہ شرایط کی تعمیل اور پابندی کیوں کی جائے اس کا جواب یہ ہے کہ شارع نے یہ گنجایش باقی رکھی ہے کہ غرضِ وقف پوری کی جائے، گویا کہ شرطِ واقف بمنزلہ حکمِ شارع ہے۔

انتظام۔ واقف کو اختیار ہے کہ مالِ موقوف کی نگرانی اپنے ذمّہ رکھے یا کسی دوسرے کے ذمّہ کرے اور اس بارے میں واقف کی مقرر کردہ شرایط کی تعمیل کی جائے گی۔ ورنہ مالِ موقوف کی نگرانی قاضی کے ذمّہ رہے گی۔ واقف خود منتظم ہو تو اپنے مقرر کردہ نگرانکار کے عزل و نصب کا اس کو بالکلیہ اختیار ہوگا البتہ کسی کو اپنی خدمت سے اسوقت تک علحدہ نہ کرے گا جب تک کہ اس سے کوئی قصور سرزد نہ ہو۔ جایدادِ موقوف کے محافظ اور منتظم کو ناظر کہتے ہیں۔ ناظر کے لیے شرط ہے کہ صفتِ عدالت سے متصف ہو اور جایداد کے تصرّف میں کفایت کو ملحوظ رکھے اُس کے فرایض یہ ہیں کہ مالِ موقوف کی تعمیر کرے کرایہ پر دے، اصل مال اور اس کے منافع اور آمدنی کی حفاظت کرے اور مستحقین پر تقسیم کرے۔ ان امور کی نسبت جو حدود مقرر کیے گئے ہیں اُن سے تجاوز یا ان کی خلاف ورزی نہ کرے۔ جانور وقف کیا گیا ہے تو اس کی پرورش اور مکان وقف کیا گیا ہے تو اس کی تعمیر ترمیم واقف کی مجوزہ شرایط کے تحت واقف کے مال سے یا مالِ موقوف سے کرے۔ اگر اس بارے میں کوئی شرط نہ ہو تو مالِ موقوف کی آمدنی سے کرے اور اگر مالِ موقوف کا منافع اور آمدنی منقطع اور بند ہو جائے تو جانور کی پرورش بیت المال سے ہوگی لیکن تعمیر ترمیم بیت المال پر واجب نہ ہوگی۔

تقدیم کے معنی پیش کر دینے اور ترجیح دینے کے ہیں۔ واقف تقدیم کی شرط اس طرح قایم کر سکتا ہے۔ میں نے وقف کیا اپنی اولاد پر ان میں سے جو زیادہ پرہیزگار ہے اس کو زیادہ ملے گا۔ پرہیزگاری کے درجے ہیں۔ وتسمٔ

صیغہ، اُن الفاظ کو کہتے ہیں جو ہبہ کرنے والا بطورِ ایجاب بولے اور جس کے حق میں ہبہ کیا گیا بطورِ قبول کہے۔ بیع کے صیغہ کے لیے جو شرایط ہیں وہی ہبہ کے صیغہ کے لیے معتبر ہیں معتمد یہ ہے کہ ایجاب و قبول کے الفاظ کے معنی میں موافقت ضروری ہے۔ کسی نے دو چیزوں کو ہبہ کیا اور دوسرے نے اُن میں سے ایک کو قبول کیا تو صحیح نہیں ہے لیکن بعض کا قول ہے کہ صحیح ہے۔ بیع کی دوسری شرایط یہ ہیں کہ صیغہ میں تعلیق یا توقیت نہ ہو، ہبہ کے صیغہ میں بھی تعلیق یا توقیت جایز نہیں ہے۔ تعلیق کسی واقعہ پر منحصر کرنے اور توقیت کسی وقت کے مقرر کرنے کو کہتے ہیں یہ دونوں صیغے ناقص ہیں اس لیے ان صیغوں سے ہبہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ ایجاب کے الفاظ یہ ہو سکتے ہیں۔ ہبہ کیا میں تم کو یا دیدیا میں تم کو۔ قبول کے الفاظ یہ ہیں۔ قبول کیا میں اور پسند کیا میں۔ کم سن کی جانب سے اُس کا ولی قبول کرے گا۔ قرضہ کے ہبہ کرنے میں مدیون کے لیے قبول کی شرط نہیں ہے۔

ہر وہ چیز جس کی بیع صحیح ہے اس کا ہبہ صحیح ہے اور جس کی بیع صحیح نہیں اس کا ہبہ صحیح نہیں۔ آیت۔ (۶/۵ ۳)۔ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى۔ ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور پرہیزگاری میں۔ ہبہ بھی نیکی میں داخل ہے۔ آیت۔ (۲/۱)۔ وَآتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ۔ مال دو اگرچہ کہ اس سے محبت ہو یا یہ کہ اللہ کی محبت کے واسطے مال دو۔ حدیثِ صحیحین۔ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ۔ حقیر نہ سمجھے ہمسایہ، ہمسایہ کو، اگرچہ کہ بکری کے کھر کے مساوی ہو۔ ادنیٰ سے ادنیٰ چیز بھی ہمسایہ، ہمسائے کو تحفہ دے تو اس میں دونوں کی کوئی تحقیر نہیں ہے۔ اُمّ المومنین عائشہؓ نے سایل کو انگور کا ایک دانہ دیا۔ حقارت کے طور پر سایل اس دانہ کو ہاتھ میں الٹانے پلٹانے لگا تو آپ نے ڈانٹ کر کہا۔ کَمْ فِیْ هٰذِهٖ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ وَاللّٰهُ تَعَالٰى يَقُوْلُ۔ آیت (۳۰/۸) فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ۔ اس میں کتنے مثقال ذرّے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے مثقال کے ذرّے کے موافق نیکی کی اس کو بھی وہ دیکھتا ہے۔ مجہول اور نامعلوم چیز کا ہبہ جایز نہیں جیسا کہ کوئی کہے کہ ان دو کپڑوں میں سے ایک کو ہبہ کیا۔ نجس چیز کا ہبہ جایز نہیں۔ مغصوب چیز کا ہبہ بھی جایز نہیں جس کو واپس لینے کی قدرت نہ ہو۔ صدقہ، ہدیہ اور ہبہ تینوں **مسنون** ہیں اور تینوں میں صدقہ افضل ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلم کے حق میں صدقہ حلال نہیں تھا لیکن ہدیہ حلال تھا اس لیے کہ لینے والے کی نسبت صدقہ احتیاج پر دلالت کرتا ہے اور ہدیہ اس کی عظمت کا اظہار کرتا ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلم ہدیہ کی کوئی چیز نہ کھاتے جب تک کہ ہدیہ لانے والا خود نہ کھاتا تاکہ غیر مسموم ہونے کی نسبت اطمینان ہو سکے۔ آگے چل کر بادشاہوں اور امراء نے اس کو اپنا دستور بنا لیا۔ بیع اور ہبہ کے عام حکم میں استثناء بھی ہے۔ کسی جائداد کی منفعت کی بیع اجارہ کے طور پر جایز ہے مگر اس کے ہبہ کی نسبت دو قول ہیں بعض نے اس کو ناجایز اور بعض نے جایز قرار دیا ہے۔ اسی طرح پکنے سے پہلے، درخت کے کچے پھلوں کا ہبہ جایز ہے مگر بیع جایز نہیں۔ ظرفِ ہدیہ جو ظرف

تعظیم تکریم کے لیے نہیں اور نہ کسی کے احتیاج کی وجہ سے' اور اس میں ایجاب وقبول بھی ہو۔ اس تعریف سے صدقہ اور ہدیہ خارج ہوجاتے ہیں۔ صدقہ اور ہدیہ میں ایجاب وقبول نہیں ہے۔ ہبہ ایک طرف اور صدقہ اور ہدیہ دوسری طرف اور ان دونوں کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ ہے۔ اگر کسی نے ثواب کے لیے دیا اور الفاظ بھی اس معنی میں استعمال کئے تو وہ ہبہ اور صدقہ ہوگا اور اگر تکریم کے لیے دیا اور الفاظ بھی اس معنی میں استعمال کئے تو ہبہ اور ہدیہ ہوگا۔ اگر ثواب کے لئے نہ دے اور تکریم بھی مقصود نہ ہو اور الفاظ بھی اس معنی میں استعمال کئے تو یہ فقط ہبہ ہوگا۔ اگر صرف ثواب کے لئے دے اور کوئی لفظ نہ کہے تو فقط **صدقہ** ہوگا اور اگر تکریم کے لئے دے اور کوئی لفظ نہ کہے تو فقط **ہدیہ** ہوگا۔ ملکیت کی قید کی وجہ سے وقف کی ہوئی اور عاریتہً دی ہوئی چیزیں خارج ہوجاتی ہیں۔ زندگی کی قید کی وجہ سے وصیت خارج ہوجاتی ہے۔ چونکہ ملکیت کے لئے اہلیت بھی شرط ہے اس لیے اس بچے کے لیے ہبہ صحیح نہیں جو ابھی پیدا نہیں ہوا۔ اگر کسی نے اپنے مکان میں دوسرے شخص کو عاریتہً سکونت کی اجازت دی تو اس کو بعض نے ہبہ قرار دیا اس معنی میں کہ اس میں منفعت کو ہبہ کیا ہے۔ عاریتی ہبہ سے مالک ہر وقت رجوع کر سکتا ہے۔ تطوّع کی قید کی وجہ سے' بیع اور زکات خارج ہوجاتے ہیں۔ غیر عوض کی قید کی وجہ سے صرف بیع خارج ہوجاتی ہے۔ اگر عوض کا کوئی قرینہ ہو تو واجب ہے کہ عوض کو ادا کرے یا ہدیہ کو واپس کردے۔

ارکان ہبہ۔ ہبہ کے چار ارکان ہیں۔ واہب[1]، موہوب لہٗ[2]، موہوب[3] اور صیغہ[4]۔

واہب ہبہ کرنے والا۔ واہب کے لئے شرط ہے کہ اس کی ملکیت حقیقی ہو یا حکمی' ملکیت میں تصرّف کا اختیار اور تبرّع کی اہلیت رکھتا ہو۔ محجور علیہ کا ہبہ صحیح نہیں۔ تبرّع نیک کام کرنے کو کہتے ہیں۔ **محجور علیہ** اس شخص کو کہتے ہیں جو نادہندگی کی وجہ سے یا مُسرف ہونے کی وجہ سے اپنی جائداد میں تصرّف سے روکا گیا ہے۔ محجور علیہ کے مال میں ولی کو بھی تبرّع کا اختیار نہیں ہے۔ یہ شرائط صدقہ' ہدیہ اور ہبہ تینوں کے لئے ہیں۔

موہوب لہٗ وہ شخص جس کے فائدہ کے لئے ہبہ کیا گیا۔ موہوب لہٗ کے لئے شرط ہے کہ ملکیت کی اہلیت رکھتا ہو اگرچہ غیر مکلف ہو۔ اس بچے کے لئے ہبہ نہیں ہو سکتا جو ابھی پیدا نہیں ہوا۔ جانور کے لیے بھی ہبہ صحیح نہیں۔ موہوب لہٗ کے لیے بلوغ کی قید نہیں ہے نابالغ کے لیے ہبہ ہو سکتا ہے جس کو اس کا ولی قبول کرے گا۔

موہوب وہ چیز جو ہبہ کی گئی۔ موہوب کے لیے شرط ہے کہ مملوک' معلوم' طاہر' قابلِ استفادہ اور غیر مغصوب ہو اس چیز کا ہبہ نہیں ہو سکتا جس کی ملکیت حاصل نہ ہو۔ نامعلوم اور نجس چیز کا ہبہ صحیح نہیں۔ قابلِ استفادہ کی شرط کی وجہ سے ناکارہ چیزیں خارج ہیں۔ غیر مغصوب کی قید کی وجہ سے وہ چیز خارج ہوجاتی ہے جس کو دوسرے نے چھینا اور اس کے واپس حاصل کرنے پر قدرت نہیں۔ قرضہ کا ہبہ مدیون کے حق میں صحیح ہے لیکن غیر کے حق میں باطل ہے۔

وَقَدْ بَلَّغْتُ وَنَصَحْتُ فَاقْبَلُوْا نَصِيْحَتِيْ وَقَدْ بَعَثْتُ اِلَيْكُمُ ابْنَ عَمِّيْ جَعْفَرًا

اور پہنچا دیا میں اور نصیحت کی میں نے پس قبول کرو میری نصیحت کو اور بھیجا ہے میں نے تمہاری طرف میرے چچا کے بیٹے جعفر کو

وَمَعَهٗ نَفَرٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔

اور انکے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت ہے۔ اور سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی اتباع کی۔

متن کی عبارت میں ہبہ کا لفظ صدقہ اور ہدیہ دونوں پر بھی حاوی ہے۔ قبضہ کی صلاحیت کی شرط ہے کم سن، مجنون اور فضول خرچ، ہبہ، صدقہ یا ہدیہ پر قبضہ کریں تو ان کو ملکیت حاصل نہ ہوگی اور مالک رجوع کر سکے گا اسی طرح واہب میں قبضہ دینے کی صلاحیت کی بھی ضرورت ہے۔ مجنون یا کم سن کے قبضہ دینے پر موہوب لہٗ قبضہ حاصل کرے تو ملکیت حاصل نہ ہوگی۔ قبضہ کے لیے واہب کی اجازت کی شرط ہے۔ اگر واہب کی اجازت کے بغیر قبضہ حاصل کرے تو ملکیت پیدا نہ ہوگی۔ واہب کے قبضہ دینے اور موہوب لہٗ کے قبضہ کرنے سے ہبہ کی تکمیل ہو جائے گی۔ اجازت دینے کے بعد لیکن قبضہ حاصل کرنے سے پہلے واہب رجوع کر سکتا ہے۔ حدیث

لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ يُّعْطِيَ عَطِيَّةً اَوْ يَهَبَ هِبَةً فَيَرْجِعَ فِيْهَا اِلَّا الْوَالِدَ فِيْمَا يُعْطِيْ وَلَدَهٗ۔

کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ عطیہ یا ہبہ دیکر رجوع کرے سوائے اس کے کہ باپ رجوع کر سکتا ہے اس چیز کی۔ جو اس نے اپنے بیٹے کو دی تھی۔ اگر موہوب پر قبضہ ہونے سے پہلے، واہب یا موہوب لہٗ فوت ہو جائے، تو ہبہ فسخ نہ ہوگا اور فریقین کے ورثاء قبضہ دینے اور قبضہ لینے میں اصل فریقین کے قائم مقام ہوں گے

رجوع۔ عام حکم یہ ہے کہ ہبہ دینے کے بعد واہب رجوع نہیں کر سکتا، البتہ باپ بیٹے کو ہبہ دے تو رجوع کر سکتا ہے۔ باپ کی طرح دادا اور پردادا بھی رجوع کر سکتے ہیں۔ یہاں باپ سے مراد اصول اور بیٹے سے مراد فروع کے رشتہ دار ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ اصول کو فروع کے ساتھ طبعی محبت اور دلی شفقت حاصل ہوتی ہے اور ان کے رجوع کرنے میں کسی بدگمانی کا شائبہ نہیں ہوتا وہ کسی خاص مصلحت اور ضرورت کے بغیر رجوع نہیں کرتے۔ بخلاف اجنبی اشخاص کے جن کی نسبت یہ گمان ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کسی ذاتی منفعت کے تحت اپنی نیت میں تبدیل کر دی۔ باپ کو رجوع کا اختیار صرف عینِ شی کی نسبت حاصل ہے اگر موہوب عینِ شی نہ ہو بلکہ دَین (قرضہ) ہو تو اس حکم سے خارج ہے۔ باپ نے بیٹے کے دَین کو جو اس کے ذمہ ہے ایک مرتبہ ہبہ کر دیا تو پھر اس سے رجوع نہیں کر سکتا اور نہ دَین کی ادائی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ باپ کے رجوع کے لیے شرط ہے کہ بیٹے کے قبضہ میں شئے موہوب موجود اور باقی ہو۔ اگر بیٹے نے شئے موہوب کو تلف کر دیا یا ہبہ کر کے قبضہ دیدیا یا فروخت کر دیا تو باپ رجوع نہیں کر سکتا۔

اختلاف۔ حنفیہ کا مذہب بالکل اس کے خلاف ہے۔ حنفیہ میں ایسے ہبہ سے رجوع ہو سکتا ہے جو کسی اجنبی کے حق میں کیا گیا ہو۔ بیٹے پر ہبہ کرنے کے بعد باپ رجوع نہیں کر سکتا۔ حدیث محولہ بالا کو حنفیہ نے غیر صحیح قرار دیا

میں ہدیہ بھیجا جائے اس کو بھی ہدیہ تصور کیا جاتا ہے سوائے اس کے کہ اس کی واپسی کا قرینہ ظاہر ہو۔ ایسے ظرف
کا واپس کرنا واجب ہے اور اس کا استعمال حرام ہے۔

ہبہ کی بناء پر ملکیت حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ قبضہ نہ کرے۔ موہوب لہ اگر قبضہ کرے تو واہب رجوع نہیں
کر سکتا سوائے اس کے کہ وہ والد ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس اوقیہ مساوی چالیس درہم مشک نجاشی کو
ہدیہ روانہ فرمایا اور اس کے بعد آپ نے (رویائے صادقہ میں) دیکھا کہ نجاشی اس دنیا سے انتقال کر چکے ہیں آپ نے
اُم سلمہؓ سے فرمایا کہ نجاشی کی موت کی وجہ سے مشک کا ہدیہ واپس آئے گا اور واپسی کے بعد یہ تمہارا ہے۔ چنانچہ
ایسا ہی ہوا۔ مشک واپس آگیا لیکن وصول ہونے کے بعد آپ نے اسکو اپنے ازواج مطہرات پر تقسیم کر دیا اُم سلمہ کی
تخصیص کے بغیر۔ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ قبضہ کے بغیر ہدیہ میں ملکیت حاصل نہیں ہوتی اور یہ شرط ہدیہ، صدقہ
اور ہبہ تینوں کے لیے عام ہے۔

نجاشی۔ حبش کے بادشاہ کا لقب نجاشی ہے اور نجاشی کے معنی عطیہ کے ہیں۔ جس نجاشی کا تعلق اس حدیث
سے ہے ان کا اصلی نام اصحمہ تھا۔ رجب میں ہجرت کے پانچویں سال بعض مسلمان حبش کے ملک کو ہجرت کر گئے
تو ان کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مکتوب نجاشی کے نام روانہ کیا تھا۔ نجاشی اس مکتوب پر اسلام لائے
ہجرت کے نویں سال ان کی وفات ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے عام دستور کے موافق نجاشی کی موت کی
خبر دی اور ان کے محاسن کا ذکر فرمایا۔ عمرو بن امیۃ الضمریؓ کے ہمراہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیل کا مکتوب نجاشی کے پاس بھیجا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِلَی النَّجَاشِیْ مَلِکِ الْحَبَشَۃِ۔
اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَحْمَدُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ وَاَشْھَدُ
اما بعد بیشک میں اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرتا ہوں جسکے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں جو بادشاہ ہے پاک ہے اور سلامتی ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ
اَنَّ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رُوْحُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ اَلْقَاھَا اِلٰی مَرْیَمَ الْبَتُوْلِ الطَّیِّبَۃِ الْحَصِیْنَۃِ
بے شک مریم کے بیٹے عیسیٰ اللہ تعالیٰ کی روح اور کلمہ ہیں جس کو ڈالا مریم کی طرف جو نا کتخدا، پاک اور معصوم ہیں
فَحَمَلَتْ بِعِیْسٰی فَخَلَقَہٗ مِنْ رُوْحِہٖ نَفَخَہٗ کَمَا خَلَقَ اٰدَمَ بِیَدِہٖ وَاِنِّیْ اَدْعُوْکَ
وہ حاملہ ہوئیں عیسیٰ سے پس پیدا کیا انکو اپنی روح سے اور پھونکا اسکو جیسا کہ آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور بے شک میں تم کو
اِلَی اللّٰہِ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَالْمُوَالَاۃِ عَلٰی طَاعَتِہٖ وَاَنْ تَتَّبِعَنِیْ وَتَرْضٰی
بلاتا ہوں اللہ کی طرف جو ایک ہے جسکا کوئی شریک نہیں ہے اور دوستی کیطرف اسکی طاعت کی اور یہ کہ پیروی کرو میری اور راضی ہو جاؤ
بِالَّذِیْ جَاءَنِیْ فَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاِنِّیْ اَدْعُوْکَ وَجُنْدَکَ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی
اس چیز پر جو مجھ پر نازل ہوئی ہیں بیشک میں اللہ کا رسول ہوں اور بیشک میں بلاتا ہوں تم کو اور تمہاری فوج کو اللہ تعالیٰ کی طرف

کی موت موہوب لہٗ کی موت سے پہلے بھی واقع ہونے کا امکان رہتا ہے اور موہوب لہٗ کی ملکیت میں تاقیت پیدا ہو جاتی ہے جو جائز نہیں ہے۔ جس طرح ہبہ میں تاقیت جائز نہیں عُمریٰ میں بھی جائز نہیں ہے۔ تاقیت وقت کو معین کر دینے کو کہتے ہیں۔ اگر واہب یوں کہے کہ "اِذَا جَاءَ فُلَانٌ اَوْ رَأْسُ الشَّهْرِ فَقَدْ جَعَلْتُ هٰذَا الشَّيْءَ لَكَ عُمْرَكَ۔ جب فلاں شخص آئے یا مہینے کے شروع سے، عمر بھر کے لیے اس چیز کو تمہیں دیا" تو صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ الفاظ تعلیق پر دلالت کرتے ہیں اور عُمریٰ میں تعلیق جائز نہیں ہے۔

رُقبیٰ رُقُو۔ سے مشتق ہے اور رقوب کے معنی انتظار کرنے کے ہیں اور چونکہ رُقبیٰ کے الفاظ ایسے ہیں جس میں ایک دوسرے کی موت کا انتظار کیا جاتا ہے اس لیے اس کو رُقبیٰ کہا گیا۔ رُقبیٰ کے الفاظ یہ ہیں۔ اَرْقَبْتُكَ هٰذِهِ الدَّارَ اَوْ جَعَلْتُهَا، هٰذِهِ الدَّارُ لَكَ رُقْبٰى۔ اس مکان کو تیرے لیے موت کے انتظار میں دیا۔ اِنْ مِتَّ قَبْلِيْ عَادَتْ لِيْ وَاِنْ مِتُّ قَبْلَكَ اِسْتَقَرَّتْ لَكَ۔ اگر تم مجھ سے پہلے مرگئے تو میری طرف لوٹے گا اور اگر میں تم سے پہلے مر جاؤں تو تمہارے پر قایم رہے گا۔ اس شرط کے باوجود رُقبیٰ صحیح ہوگا۔ موہوب لہٗ قبول کرے اور قبضہ کرے تو وہ چیز موہوب لہٗ کی ہوگی اور موہوب لہٗ کے بعد اس کے ورثا پائیں گے۔

متفرق

باپ کے لیے مسنون ہے کہ اولاد کو عطیہ دینے میں مساوات کا خیال رکھے۔ بیٹے اور بیٹی کو مساوی طور پر دے یہاں تک کہ اظہارِ محبت اور پیار کرنے میں بھی اس کا لحاظ رکھے۔ یہاں باپ سے اُصول اور بیٹے سے فروع مراد ہیں۔ اُصول میں باپ، دادا اور پردادا اور فروع میں بیٹا، پوتا اور پرپوتا سب داخل ہیں۔ حدیث۔ اِتَّقُوا اللهَ وَاعْدِلُوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ۔ ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور انصاف کرو اولاد کے درمیان۔ مساوات کا ترک کرنا مکروہ ہے جب تک کہ کوئی عذر نہ ہو۔ اولاد کی حیثیت اور حالت مساوی نہ ہو تو مساوات کا ترک کرنا مکروہ نہیں ہے۔

اولاد کا عطیہ (تحفہ) والدین کے حق میں بھی مساویانہ مسنون ہے۔ مساوات کا ترک کرنا مکروہ ہے۔ اگر دونوں میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا مقصود ہو تو ماں کا حق اولیٰ ہے۔ حدیث۔ اِنَّ لَهَا ثُلُثَيِ الْبِرِّ۔ اس کے لیے نیکی کے دو تہائی حصے ہیں۔ والدین کے ساتھ نیکی کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ان کی بات سنیں، فرماں برداری کریں اور ہنسی خوشی سے ان کے حکم کی تعمیل کریں۔ ان کے آگے قدم نہ بڑھائیں، ان کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کریں ان کی پکار کو ٹالیں نہیں اور جواب دیں ان کی خوشنودی کے حصول میں کوشاں رہیں۔ ان کے ساتھ عجز و انکساری سے پیش آئیں حُسنِ سلوک کرتے، فرمایشات کو پوری کرتے بیزار نہ ہوں۔ ان کی طرف ترش روئی سے نظر نہ کریں۔ حدیث۔ لَعَنَ اللهُ الْعَاقَّ لِوَالِدَيْهِ۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرتا ہے جس نے ماں باپ سے منہ

ہے۔ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ واہب کو ہر وقت رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔ امام مالکؒ کا قول ہے کہ واہب رجوع کر سکتا ہے قبضہ کے بعد بھی ہر اُس چیز سے جو اُس نے اولاد پر ہبہ کی صلہ اور محبت کے طور پر۔ البتہ صدقہ سے رجوع نہیں کر سکتا بشرطیکہ اولاد کے ہاتھ میں ہبہ کا تغیر نہ ہوا ہو یا ہبہ کرنے کے بعد کوئی قرضہ پیدا ہو گیا ہو یا یہ کہ بیٹی کو ہبہ کیا تھا اور ہبہ کے بعد بیٹی کی شادی ہو گئی۔ امام احمدؒ نے ایک روایت میں امام ابو حنیفہؒ کی تائید کی ہے کہ واہب ہر حال میں رجوع کر سکتا ہے۔

عُمریٰ و رُقبیٰ۔ اگر عمر بھر کے لیے یا موت کے انتظار میں کوئی چیز دوسرے کو دیدی تو وہ چیز موہوب لہٗ کی ہو گی اور اُس کے بعد اُس کے ورثاء کی ہو گی۔ حدیث۔ اَلْعُمْرٰى مِيْرَاثٌ لِاَهْلِهَا۔ عمریٰ میراث ہو جاتا ہے اہلِ عمریٰ کے لیے یعنی موہوب لہٗ اور اس کے ورثاء کے لیے۔ ابو داؤدؒ نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ لَا تُعْمِرُوْا وَلَا تُرْقِبُوْا فَمَنْ اَعْمَرَ شَيْئًا اَوْ اَرْقَبَهٗ فَهُوَ لِوَرَثَتِهٖ۔ عمریٰ مت کرو اور رُقبیٰ مت کرو (اس امید میں کہ تمھاری طرف عود کرے) پس جس نے عمریٰ کیا یا رُقبیٰ کیا تو وہ اُس کے ورثاء کے لیے ہو گا۔ اس حدیث میں لا سے نفی ہوتی ہے اُس شرط کی جو فاسد ہے ورنہ عمریٰ اور رُقبیٰ دونوں جائز ہیں۔ عمریٰ اور رُقبیٰ کے الفاظ بھی ہبہ کے الفاظ ہیں مگر ان میں ذرا زیادہ طوالت ہے اور مخصوص معنی میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ ہبہ کی طرح ان میں بھی موہوب لہٗ قبول کرے گا اور قبضہ کرے گا اور قبول کرنے اور قبضہ کرنے کے بعد عمریٰ اور رُقبیٰ کی تکمیل ہو گی۔ عمریٰ اور رُقبیٰ کا رواج، اسلام سے پہلے، زمانۂ جاہلیت میں تھا۔ عمر بھر اور موت کے انتظار کی شرط فاسد ہونے کی وجہ سے ساقط ہو جائے گی اور معاہدہ قایم رہے گا۔

عُمریٰ عُمر سے اخذ کیا گیا ہے۔ عمریٰ کے الفاظ یہ ہیں۔ اَعْمَرْتُكَ هٰذِهِ الدَّارَ۔ جَعَلْتُ هٰذِهِ الدَّارَ لَكَ عُمْرَكَ۔ وہ مکان تجھ کو عمر بھر کے لیے دیا۔ وَهَبْتُكَ هٰذِهِ الدَّارَ عُمْرَكَ اَوْ حَيَاتَكَ اَوْ مَا عِشْتَ، میں نے یہ مکان تجھ کو دیا عمر بھر کے لیے یا تیری زندگی تک یا جتنے دن تو زندہ رہے۔ اگر ان الفاظ کا اضافہ کرے اور کہے "فَاِنْ مِتَّ عَادَ لِيْ۔ اگر تم مرجاؤ تو میری طرف لوٹے گا" تو بھی ہبہ صحیح ہو گا اور یہ الفاظ جو فاسد شرط کی تعریف میں داخل ہیں ساقط ہو جائیں گے۔ باوجود اس شرط کے، موہوب لہٗ قبول کرے اور قبضہ کرے تو مال موہوب لہٗ کا ہو گا اور اُس کے فوت ہونے کے بعد اُس کے ورثاء پائیں گے۔ فَاِنْ مِتَّ عَادَ لِيْ کی شرط ایسی ہے جس کے باوجود موہوب لہٗ اپنی عمر بھر موہوب لہٗ کا مالک رہے گا۔ آخر انسان کو ایک دن مرنا ہے اس لیے اس قید کی وجہ سے ملکیت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ البتہ اس کے مرنے کے بعد جو شرط عائد کی تھی اس کو شرع نے فاسد اور ناقابلِ نفاذ قرار دیا۔ بخلاف اس کے اگر واہب یوں کہے "جَعَلْتُهَا لَكَ عُمْرِيْ اَوْ عُمْرَ زَيْدٍ یعنی میں نے یہ چیز تم کو دی میری عمر تک یا زید کی عمر تک تو یہ ہبہ صحیح نہ ہو گا اس لیے کہ واہب یا زید

کے لیے اور دینے کے لیے رشتہ داروں کو۔ اگر صلۂ رحمی کے لیے مال صرف نہ کر سکو تو ملاقات کیا کرو اور کاروبار میں ان کی مدد کرو۔ اگر دور رہوں تو کبھی کبھی جایا کرو اور اگر جا نہ سکو تو چٹھی بھجوایا کرو۔

امتناعِ ہدیہ بعض اسباب کی بنا پر استحباب سے ہدیہ خارج ہوتا ہے۔ اربابِ حکومت کو اس غرض سے ہدیہ دینا حرام ہے کہ کسی ناحق کو حاصل کرے یا کسی حق کے مطالبہ کو ترک کروائے۔ وارد ہوا ہے۔ هَدَايَا الْعُمَّالِ سُحْتٌ لِأَنَّهَا تُذْهِبُ الْبَرَكَةَ أَوْ لِأَنَّهَا تَسْحَتُ فِي النَّارِ۔ عمّال کو ہدیہ دینا حرام ہے اس لیے کہ اس سے برکت چلی جاتی ہے یا اس لیے کہ یہ دوزخ میں جھونکتی ہے۔ ہدیہ اس صورت میں بھی حرام ہے جبکہ یقین یا گمان غالب ... سے معلوم ہو کہ ہدیہ ارتکابِ معصیت میں مدد دے گا ورنہ دوسری صورت میں مکروہ ہے۔

فرایض

علمِ فرایض اور اس کا ارتقاء، ارکان، اسباب، شرایط، ... مذکور و اُناث، عصبہ، ذوی الفروض، حجب، ذوی الارحام، و...۔

فرایض فریضہ کی جمع ہے اور فریضہ فرض سے مشتق اور مفروضہ کے معنی میں ہے تقدیر کرنے اور مقرر کرنے کو فرض کہتے ہیں۔ فرض کے دوسرے معنی قطع کرنے اور کاٹنے کے ہیں۔ شرع میں وارث کے مقررہ حصہ کا نام فرض ہے۔ فرض کی یہ تعریف اس بیان کے لیے مخصوص ہے ورنہ شرع میں عام طور پر فرض کا لفظ حرام اور مندوب وغیرہ کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے اور فرض سے ایسا فعل مراد ہوتا ہے جس پر عمل کرنا لازم ہے، عمل کرنے میں ثواب اور ترک کرنے میں عذاب ... حصہ کی قید سے تعصیب خارج ہو جاتی ہے، تعصیب میں حصہ مقرر نہیں ہوتا بلکہ عاصب تنہا ہو تو پورا ترکہ پاتا ہے اور اگر دوسرے ذوی الفروض کے ساتھ ہو تو ان کے حصے سے جو کچھ بچے پاتا ہے۔ پہلے ذکورت و کلانیت سببِ وراثت تھی، اس کے بعد ابتدائے اسلام میں حلف یعنی عہد و پیمان کی بنا پر ترکہ میں حصہ ملتا تھا اور پھر مہاجرت کے تعلق سے حصہ پانے لگے اور پھر وصیت کے ذریعہ حصص کا تعین ہوا اور بالآخر آیاتِ مواریث کے ذریعہ اس شعبۂ فقہ کی تکمیل ہوئی۔ ان مختلف مدارج کو ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔

ذکورت۔ جاہلیت میں وراثت کا حق صرف مردوں کو تھا، عورتوں کو نہ تھا۔ خاندان کے بڑے حصہ پاتے اور چھوٹے حصہ نہ پاتے تھے۔ عورت کے حقوق کی ... تعجب ... سے کہا جاتا تھا کیا ہم عورتوں کو میراث دیں جو گھوڑے پر نہ چڑھیں اور تلوار نہ چلائیں۔ البتہ شوہر کے ترکے سے اس کی بیوہ کو ایک سال کی مدت تک نفقہ دیتے تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں اور آغازِ اسلام میں ... کی مدت اسی قدر تھی جس کی بعد میں اصلاح ہوئی۔ بھائی یا چچا کے بیٹے کی موجودگی میں

موڑا۔ وہبے کرا ہے۔ اَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى مُوْسٰى وَقِّرْ وَالِدَيْكَ فَاِنَّ مَنْ وَقَّرَ وَالِدَيْهِ مَدَدْتُ فِيْ عُمْرِهٖ وَوَهَبْتُ لَهٗ وَلَدًا يَبَرُّهٗ۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر وحی بھیجی کہ ماں باپ کی توقیر کرو جس نے ماں باپ کی توقیر کی میں نے اُس کی عمر دراز کی اور اُس کو ایسی اولاد دی جو اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ عَقَّ وَالِدَيْهِ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَاِنَّهٗ اِذَا وُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ ضَمَّهُ الْقَبْرُ ضَمَّةً حَتّٰى تَخْتَلِفَ اَضْلَاعُهٗ وَاَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا فِيْ جَهَنَّمَ عَاقٌّ لِوَالِدَيْهِ وَالزَّانِيْ وَالْمُزْنِيْ وَالْمُشْرِكُ بِاللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى۔ جس نے چھوڑ دیا اپنے ماں باپ کو اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ جب وہ قبر میں رکھا جائے گا تو قبر اس کو ایسا دبائیگی کہ پسلیاں گولا ہو جائیں گی۔ دوزخ میں اس کو سخت ترین عذاب پہنچے گا۔ والدین سے قطع تعلق کرنے والے کو اور زناکار کو اور مشرک کو۔ حدیث۔ رِضَا الرَّبِّ فِيْ رِضَا الْوَالِدَيْنِ سُخْطُ الرَّبِّ فِيْ سُخْطِ الْوَالِدَيْنِ۔ والدین کی خوشنودی میں پروردگار کی خوشنودی ہے اور والدین کی ناراضگی میں پروردگار کی نارضامندی ہے ابنِ مسعودؓ نے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا کام اللہ تعالیٰ کے پاس زیادہ محبوب ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اوّلِ وقت نماز کا ادا کرنا۔ پھر میں نے سوال کیا کہ اس کے بعد تو آپ نے فرمایا۔ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ یعنی والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ۔ پھر میں نے پوچھا اس کے بعد تو آپ نے فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد۔ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے باپ کی شکایت کی اور کہا کہ میرا مال لیتا ہے آپ نے باپ کو طلب کیا۔ بوڑھا باپ لکڑی ٹیکتا آیا۔ آپ نے واقعہ دریافت کیا تو عرض کیا۔ یا رسول اللہ وہ جب کمزور تھا میں قوی تھا، وہ مفلس تھا میں تونگر تھا اور میں اُس کو میرے مال سے روکتا نہ تھا۔ آج کے روز میں کمزور ہوں وہ قوی۔ میں فقیر ہوں اور وہ تونگر اور مجھ پر اپنا مال خرچ کرنے میں بخل کرتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روئے اور فرمائے۔ اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ۔ تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کے ہیں۔

صِلۂ رحمی۔ نزدیک کے رشتہ داروں کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے کو صلۂ رحمی کہتے ہیں۔ صلۂ رحمی مندوب ہے تحفہ بھیجے اگر یہ نہ ہو سکے تو خط بھیجے یا سلام کہلا بھیجے جیسی کچھ عادت ہو۔ اگر اس سلوک کو روک دے اور اس کی وجہ سے انھیں اذیت پہنچے تو صلۂ رحمی کا قطع کرنا حرام ہے۔ حدیث۔ بُلُّوْا اَرْحَامَكُمْ وَلَوْ بِالسَّلَامِ۔ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اگرچہ کہ سلام کیوں نہ ہو۔ آیت۔ (۴/۱۲)۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ۔ یعنی اِتَّقُوا الْاَرْحَامَ فَصِلُوْهَا وَلَا تَقْطَعُوْهَا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابت سے آیت۔ (۱۴/۱۹)۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى۔ بے شک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے انصاف اور بھلائی

پر حق ہے۔ یہ حکم وصیت کا عام تھا جو پوری جائداد پر حاوی تھا۔ یہ حکم بھی برخاست کر دیا گیا۔ جبکہ میراث کی نسبت تفصیلی طور پر آیاتِ مواریث نازل ہوئیں۔

آیاتِ مواریث کا ذکر اپنے اپنے مقام پر ہوگا۔ مثلاً چند آیتیں یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔ (۴/۱۲ ۱)۔ يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمھاری اولاد کے بارے میں مرد کے لئے دو عورتوں کے حصّے ہیں۔ (۴/۱۲ ۲)۔ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ۔ تمھارا نصف حصّہ ہے اس میں جو تمھاری بیویاں چھوڑیں۔ آیات مواریث کے نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ اَعْطٰى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهٗ اَلَا لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ذی حق کو اس کا حق دیا ہے اب کسی وارث کے لئے وصیت کا وجوب باقی نہیں رہا۔

تعلیمِ فرایض۔ حدیث۔ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْهَا النَّاسَ فَاِنِّيْ امْرُؤٌ مَقْبُوْضٌ وَاِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ سَيُقْبَضُ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ حَتّٰى اَنَّ الْاِثْنَيْنِ يَخْتَلِفَانِ فِي الْفَرِيْضَةِ الْوَاحِدَةِ فَلَا يَجِدَانِ مَنْ يَقْضِيْ بَيْنَهُمَا۔ سیکھو فرایض کے علم کو اور سکھاؤ اس کو لوگوں کو۔ میں ایسا آدمی ہوں جو مرنے والا ہے اور علم فرایض کے جاننے والوں کے مفقود ہونے سے یہ علم بھی مفقود ہو جائے گا اور فساد پیدا ہوگا دو آدمی ایک حصّہ کی نسبت اختلاف کریں گے اور کوئی شخص نہ ملے گا جو ان کا تصفیہ کرے۔ حدیث۔ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ فَاِنَّهَا مِنْ دِيْنِكُمْ وَاِنَّهٗ نِصْفُ الْعِلْمِ وَاِنَّهٗ اَوَّلُ عِلْمٍ يُنْزَعُ مِنْ اُمَّتِيْ اَيْ يُفْقَدُ بِمَوْتِ اَهْلِهٖ وَيُرْفَعُ بِفَقْدِهِمْ۔ علمِ فرائض کو سیکھو، وہ تمھارے دین کا جز ہے اور نصفِ علم ہے۔ وہ پہلا علم ہے جو میری اُمّت سے چھینا جائے گا یعنی فرائض کے علماء کے مفقود ہونے سے یہ علم بھی مفقود ہو جائے گا۔ اس سے یہ مراد ہے کہ اس علم کے جاننے والے باقی نہیں رہیں گے اور یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمانوں کے سینے سے یہ علم اٹھا لیا جائے گا جیسا کہ قرآن کی نسبت کہا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں قرآن سینے اور کتاب دونوں سے اٹھا لیا جائے گا کہ انسان اپنے سینہ میں ٹٹولے تو قرآن کی کوئی آیت اس کی یاد میں نہ ہوگی اور مصحف کے حروف غائب اور اَوراق مُعرّیٰ نظر آئیں گے۔

علمِ فرایض کا موضوع ترکہ ہے اور اس علم سے غرض یہ ہے کہ ترکہ میں ہر ایک ذی حق کا حصّہ کس قدر ہے معلوم کرے اس کے لئے تین علوم سے واقفیت کی ضرورت ہے علمِ فقہ[1]، علمِ حساب[2]، اور علمِ فتویٰ[3]۔

ارکانِ وراثت۔ وراثت کے تین ارکان ہیں۔ وارث[1] ترکہ پانے والا۔ مورث[2] جس سے ترکہ پائے اور حقِ موروث[3] وراثت کا حق۔

موقوف علیہ وراثت۔ وراثت تین امور پر موقوف ہے۔ اسباب[1] کی موجودگی، موانع کی نفی[2] اور شرائط[3]۔

کو ترکہ میں حصّہ دیتے ہوئے انھیں ناگوار گزرتا تھا۔ آیت۔ (۵) لَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرْهًا
یہ ٹھیک نہیں ہے کہ عورتوں کے جبراً مالک ہو جاؤ۔ اور پھر حکم دیا گیا۔ آیت۔ (۲) وَلَهُنَّ الرُّبُعُ۔ اور
اِن کا حصّہ چوتھائی ہے۔

حلف پیمانِ وفاداری کو کہتے ہیں۔ دو آدمی حلف اٹھا کر عہد کرتے تھے کہ زندگی بھر ایک دوسرے کے ممد و معاون رہیں گے، کسی ایک کے فوت ہونے پر دوسرا اُس کی میراث پائے گا، ابتدائے اسلام میں اسی پر عمل تھا اسی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ (آخر) وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ جن لوگوں کے ساتھ تم نے عہد کیا ہے اُن کو اُن کا حصّہ دو۔ اس کے بعد اس عمل کی تنسیخ کی گئی اور اسلام اور ہجرت کے تعلق سے ایک دوسرے سے حصّہ پانے لگے۔

ہجرت اسلام کے ساتھ وراثت کا حق پیدا کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کی یوں تعریف کی ہے آیت۔ (۳) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کیے اور اپنی جان و مال سے جہاد کیے اللہ کے راستہ میں اور انصار کی یوں تعریف کی ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ اور جنھوں نے پناہ دی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مدد کی آپ کی وہ انصار ہیں اور ایک دوسرے کے ولی ہیں مدد کرنے میں اور میراث میں لیکن وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یُهَاجِرُوْا مَا لَکُمْ مِّنْ وَّلَایَتِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ حَتّٰی یُهَاجِرُوْا۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت نہیں کیے تمھیں اُن سے کچھ نہ ملے گا، تمھارے انکے درمیان وراثت کا حق پیدا نہیں ہوتا جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک کے دو بھائی تھے ایک نے ہجرت کی اور دوسرے نے ہجرت نہیں کی۔ آیاتِ مقرءہ بالا دلالت کرتی ہیں کہ ان میں سے وہ بھائی میراث میں حصّہ پائے گا جس نے ہجرت کی اور وہ بھائی حصّہ نہ پائے گا جس نے ہجرت نہیں کی! اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ اسلام اور ہجرت کے علاوہ ضمنی طور پر اخوت کے رشتہ کی بھی ضرورت تھی۔ ابنِ عباسؓ کا قول اس کے خلاف ہے آپ نے فرمایا ہے کہ مہاجرین اور انصار کی باہمی وراثت مطلق طور پر تھی، بہرحال آگے چل کر یہ حکم بھی برخاست کر دیا گیا اور وصیت کے لیئے ہدایت دی گئی۔

وصیت۔ والدین اور قریب کے رشتہ داروں کے لیئے واجب کیا گیا کہ اپنی جائداد میں اپنی موت کے بعد کس کو کس قدر حصّہ ملے معین کر دیں۔ آیت۔ (۴) کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَیْرَا ۨ الْوَصِیَّةُ لِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَی الْمُتَّقِیْنَ۔ تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تمھاری موت کا وقت پہنچے تو وصیت کر کے مال والدین اور قرابت داروں کے لئے اچھا چھوڑنا پرہیزگاروں پر

نہ پائیں گے۔ اس مسئلہ کا مخرج بارہ ہے اس لیے کہ اس میں چوتھا اور چھٹا حصّہ ہے اور اصول یہ ہے کہ جس مسئلہ میں چوتھا اور چھٹا حصّہ ہوگا وہ مسئلہ بارہ میں تقسیم ہوگا۔ باپ کے چھٹے حصّہ کے دو اور شوہر کے چوتھے حصّہ کے تین جملہ پانچ ہوئے اور بقیہ سات بیٹے کو ملے۔

ورثائے اُناث سات ہیں۔ ماں، جدّہ، بیٹی، پوتی، بہن، زوجہ اور مولاتِ معتقہ۔ اُناث عورتوں کو کہتے ہیں اور بالغ اور نابالغ دونوں پر حاوی ہے۔ عورتوں میں سے وراثت پانے والوں کی تعداد اختصار کے ساتھ سات ہے ورنہ تفصیل میں ان کی تعداد بارہ ہے۔ جدّہ کا لفظ باپ کی ماں اور ماں کی ماں یعنی دادی اور نانی دونوں پر صادق آتا ہے۔ بہن میں حقیقی، علاتی اور اخیافی تینوں داخل ہیں۔ دس ورثائے اُناث کی تفصیل یہ ہے۔ ماں، دادی، نانی اور اسی طرح جہاں تک اوپر جائے۔ دادی اور نانی کے سلسلہ میں وہی عورتیں وراثت پاتی ہیں جن کا رشتہ میّت کے ساتھ وارث کے ذریعہ جڑتا ہے۔ یدلی به کا ترجمہ ہم نے جڑتا ہے کیا ہے۔ دادی کا رشتہ باپ کے ذریعہ اور نانی کا رشتہ ماں کے ذریعہ جڑتا ہے اور باپ اور ماں دونوں وارث ہیں۔ وارث کے درمیان میں نہ ہونے سے ان کو وراثت نہیں ملتی۔ نانا کی ماں اس لئے وارث نہیں ہے کہ اس کا رشتہ نانا کے ذریعہ جڑتا ہے اور نانا وارث نہیں ہے۔ نانا کی ماں ذی رحم ہے اور اس کو **جدّۂ فاسدہ** کہتے ہیں۔ بیٹی، پوتی اور جہاں تک ان کا سلسلہ نیچے اُترے، حقیقی بہن، علاتی بہن، اخیافی بہن اور زوجہ اگرچہ طلاقِ رجعی کی عدّت کی حالت میں ہو۔ طلاقِ رجعی کی قید کی وجہ سے بائن طلاق کی عورت خارج ہو جاتی ہے۔ طلاقِ رجعی کی عدّت کے زمانہ میں عورت کے استحقاقِ وراثت کی نسبت چاروں ائمّہ میں اتفاق ہے۔ طلاقِ بائن کی حالت میں، شافعیہ میں، عورت وراثت نہیں پاتی۔ حنفیہ میں، عورت وراثت پاتی ہے، عدّت ختم ہونے تک جبکہ طلاق مرضِ موت میں دیا جائے۔ حنبلیہ میں عورت وراثت پاتی ہے عقدِ ثانی کرنے تک اور مالکیہ میں عورت وراثت پاتی ہے اگرچہ عقدِ ثانی کرلے اور مولاتِ معتقہ یعنی غلام کو آزاد کرنے والی مالک عورت۔ اگر ورثائے اُناث سب کے سب موجود ہوں تو ان میں سے صرف پانچ عورتیں ماں، بیٹی، پوتی، زوجہ اور حقیقی بہن وراثت پائیں گی اور بقیہ عورتیں محجوب ہوں گی اور میّت شوہر کی ہوگی۔ دادی اور نانی ماں کی وجہ سے اور اخیافی بہن، بیٹی اور علاتی بہن کی وجہ سے وراثت نہ پائیں گی۔ آزاد کئے ہوئے غلام کی مالک عورت اصل قرابت داروں کی وجہ سے وراثت نہ پائے گی۔

مسئلہ۔ ماں، بیٹی، پوتی، زوجہ اور حقیقی بہن۔ ان میں چھٹا اور آٹھواں حصّہ پانے والے ہیں۔ چھٹے کا ماخذ چھ اور آٹھویں کا ماخذ آٹھ ہے اور یہ دونوں اعداد نصف سے موافقت بھی رکھتے ہیں اس لیے ایک کے نصف کو دوسرے کے کامل سے ضرب دیں تو مضروب فیہ چوبیس حاصل ہوگا۔ بیٹی کے نصف بارہ اور پوتی کے چھٹے کے جو ثلثین کا تکملہ ہے چار اور ماں کے چھٹے کے چار اور زوجہ کے آٹھویں کے تین اور بہن کو باقی کا ایک ملے گا۔ اگر

اسبابِ وراثت۔ وراثت کے اسباب چار ہیں نسب، نکاح، ولاء یعنی غلام کی آزادی و جہت اسلام جیسے بیت المال

نفیِ موانع۔ وراثت پانے کے لیے چار امور کی نفی لازم ہے۔ غلامی، قتل، اختلافِ ملتین اور دورِ حکمی۔

ایک حکم دوسرے حکم پر موقوف ہو تو اس کو دورِ حکمی کہتے ہیں۔

شرائطِ وراثت۔ وراثت کی چار شرائط ہیں۔ مورث کی موت کا تیقن حقیقی ہو یا حکمی۔ حکمی کی مثال قاضی کا حکم مفقود الخبر کی موت کی نسبت۔ وارث کی حیات یہ ہے کہ رشتہ کا علم کہ سبب کیا ہے۔ جہتِ ارث کے تفصیلی معلومات کہ رشتہ کا درجہ کون سا ہے۔

وُرثائے ذکور دس ہیں۔ باپ، دادا اور اسی طرح اوپر تک۔ بیٹا، پوتا اور اسی طرح نیچے تک۔ بھائی اور بھائی کا بیٹا اور اسی طرح چچا، چچا کا بیٹا اور اسی طرح۔ شوہر اور مولیٰ معتق۔ مرد کا لفظ بالغ اور نابالغ دونوں پر حاوی ہے مرد وارثوں کی تعداد اختصار کے ساتھ دس ہے ورنہ تفصیل کے ساتھ جملہ ورثائے ذکور پندرہ ہیں تفصیل یہ ہے۔ بھائی کے لفظ میں حقیقی، علاتی اور اخیافی بھائیاں شامل ہیں۔ ایک باپ اور ایک ماں کے بچے آپس میں **حقیقی** بھائی بہن ایک باپ اور دو ماؤں کے بچے آپس میں **علاتی** بھائی بہن اور دو باپ اور ایک ماں کے بچے آپس میں **اخیافی** کہلاتے ہیں۔ بھائی کے بیٹے میں حقیقی اور علاتی بھائی کا بیٹا داخل ہے اور اخیافی بھائی کا بیٹا خارج ہے اس لیے کہ وہ ذی رحم ہے۔ چچا میں حقیقی اور علاتی دونوں چچا شامل ہیں۔ باپ کا علاتی بھائی علاتی چچا ہے اخیافی چچا خارج ہے جو ذی رحم ہے۔ چچا کے بیٹے میں حقیقی چچا کا بیٹا اور علاتی چچا کا بیٹا شامل ہے اخیافی چچا کا بیٹا خارج اور ذی رحم ہے۔ پندرہ وُرثائے ذکور یہ ہیں۔ باپ، دادا اور اسی طرح جہاں تک سلسلہ اوپر جائے۔ بیٹا اور پوتا اور اسی طرح جہاں تک سلسلہ نیچے جائے۔ حقیقی بھائی، علاتی بھائی اور اخیافی بھائی، حقیقی بھائی کا بیٹا، علاتی بھائی کا بیٹا اور اسی طرح ان کا ... جیسے بھائی کا پوتا۔ حقیقی چچا اور علاتی چچا، حقیقی چچا کا بیٹا اور علاتی چچا کا بیٹا اور ان کا سلسلہ۔ چچا کا لفظ باپ کے چچا اور دادا کے چچا پر حاوی ہے اور چچا کے بیٹے میں چچا کا پوتا اور چچا کے بیٹے کا پوتا شامل ہے۔ شوہر، اگرچہ اس کی زوجہ طلاقِ رجعی کی حالت میں فوت ہوئی ہو۔ رجعی عدت کی حالت میں پانچ امور میں عورت زوجہ کے حکم میں داخل ہے۔ میراث باقی ہے اس پر طلاق واقع ہو سکتی ہے اس کے ساتھ ظہار اور ایلاء ہو سکتا ہے اور اس کی بہن کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا اور نہ پانچویں عورت کے ساتھ عقد ہو سکتا ہے اور مولیٰ معتق، غلام کا مالک جس نے غلام کو آزاد کیا۔ مولیٰ کے معنی سید اور مالک کے ہیں۔ اگر یہ مرد ورثاء ... کہ سب موجود ہوں تو ان میں سے صرف تین اشخاص باپ، بیٹا اور شوہر وراثت پائیں گے اور بقیہ ورثاء محجوب ہوں گے اور اس حالت میں میت زوجہ کی ہوگی۔ حجب کی تفصیل آگے بیان کی جائے گی۔ پوتا بیٹے کی موجودگی کی وجہ سے وراثت نہ پائے گا اور دادا باپ کی وجہ سے اور باقی فقط بیٹے اور باپ کی وجہ سے وراثت

اگر ذوی الفروض کے ساتھ ہو تو ذوی الفروض کو اُن کے حصص کے دینے کے بعد جو بچے لیتا ہے تعصیب کی حالت میں صرف باپ اور دادا کو داخل کرنے کے لیے حصہ مقرر کیا گیا ہے اس لیے کہ ان دونوں کے لیے حصہ مقرر ہے جبکہ یہ دونوں تعصیب میں نہ ہوں۔ باپ اور دادا بیٹے کے ساتھ نہ ہوں تو تعصیب کی حالت میں ہوتے ہیں اور ان کے لیے کوئی حصہ مقرر نہیں ہوتا بخلاف اس کے بیٹے کے ساتھ ہوں تو تعصیب کی حالت میں نہ ہونگے اور چھٹا حصہ پائیں گے اور بیٹا باقی ترکہ پائے گا۔ **عصوبت** عصبی رشتہ کو کہتے ہیں۔

اقسام عصبہ۔ عصبہ تین قسم کے ہیں عصبہ بنفسہ[1]، عصبہ بغیرہ[2] اور عصبہ مع الغیر[3]۔

عصبہ بنفسہ۔ بیٹا، پھر پوتا، پھر باپ، پھر دادا اور حقیقی بھائی، پھر علاتی بھائی، پھر حقیقی بھائی کا بیٹا، پھر علاتی بھائی کا بیٹا، پھر چچا اور اسی ترتیب سے پھر چچا کا بیٹا، پھر مولی معتق۔ عصبہ بنفسہ وہ قرابت دار ہیں جو بذات خود تعصیب کا حق رکھتے ہیں اور دیگر قرابت داروں میں سے بعض کو اُن کے حصے سے بالکلیہ محروم کر دیتے ہیں اور بعض کو اپنے ساتھ تعصیب میں شریک کرتے ہیں۔ عصوبت میں کس کو کس پر تقدیم حاصل ہے ان کے نام ترتیب سے بیان کیے گئے ہیں اور ترتیب کے اظہار کے لیے ترجمہ میں پھر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اسی ترتیب کے درجہ کو جہت تعصیب کہتے ہیں۔ بیٹے کی جہت کو بنوت کہتے ہیں۔ بنوت ابن سے مشتق ہے جس کے معنی بیٹے کے ہیں۔ بنوت کی جہت فرعی کہی جاتی ہے اور اس میں بیٹا، پوتا، پرپوتا اور اسی طرح جہاں تک نیچے اُترے۔ باپ کی جہت کو اُبوت کہتے ہیں اُبوت اَبْ سے مشتق ہے جس کے معنی باپ کے ہیں اُبوت کی جہت اصلی کہی جاتی ہے اور اس میں باپ، دادا، پردادا اور اسی طرح جہاں تک ان کا سلسلہ اوپر چڑھے۔ بھائی کی جہت کو اُخوت کہتے ہیں۔ اُخوت اَخ سے مشتق ہے جس کے معنی بھائی کے ہیں۔ اُخوت کی جہت میں حقیقی بھائی پھر علاتی بھائی داخل ہیں بھتیجے کی جہت کو اُخوت کی بنوت کہتے ہیں اور اس میں حقیقی بھائی کا بیٹا، پھر علاتی بھائی کا بیٹا داخل ہے۔ چچا کی جہت کو عمومت کہتے ہیں۔ عمومت عم سے مشتق ہے جس کے معنی چچا کے ہیں۔ عمومت کی جہت میں حقیقی چچا پھر علاتی چچا داخل ہے اس کے بعد عمومت کی بنوت کی جہت ہے اور اس جہت میں پہلے حقیقی چچا کا بیٹا اور اس کے بعد علاتی چچا کا بیٹا ہے اس کے بعد باپ کا حقیقی چچا اور پھر باپ کا علاتی چچا ہے اس کے بعد ان دونوں کے بیٹے اسی ترتیب سے آتے ہیں ان کے بعد دادا کا حقیقی چچا اور پھر علاتی چچا ہے۔ بنوت کی جہت کو اُبوت کی جہت پر تقدیم ہے اور اُبوت کو اُخوت پر۔ جدودت اور اُخوت کی جہتوں میں کوئی امتیاز نہیں ہے دونوں یکساں مرتبہ رکھتے ہیں اس لیے کہ دونوں کا رشتہ میت کے ساتھ باپ کے ذریعہ جُڑتا ہے۔ بھائی چچا اور ان دونوں کے بیٹوں میں حقیقی کو علاتی پر تقدیم حاصل ہے۔ عصبہ بنفسہ کی فہرست سے ظاہر ہے کہ تمام ورثائے ذکور سوائے شوہر اور علاتی بھائی کے، عصبہ ہیں اور ورثائے اُناث تمام ذوی الفروض ہیں سوائے معتقہ کے جو عصبہ ہے۔ اگر ... کے یہ سارے عصبات مفقود ہوں اور میت آزاد شدہ غلام کی ہو تو اس کا مالک مرد ہو یا عورت جس نے

ورثائے ذکور اور ورثائے اناث سب کے سب باستثنائے زوجہ یا شوہر موجود ہوں تو باپ، ماں، بیٹا، بیٹی اور شوہر یا زوجہ صرف پانچ اشخاص وراثت پائیں گے **مسئلہ**۔ اگر یہ فرض کیا جائے کہ زوجہ فوت ہوگئی ہے اور شوہر موجود ہے تو مسئلہ بارہ سے ہوگا۔ باپ کے چھٹے حصہ کے دو اور ماں کے چھٹے حصہ کے دو اور شوہر کے چوتھے حصہ کے تین اور پانچ جو باقی رہے بیٹا اور بیٹی پر دو تہائی اور ایک تہائی کے حساب سے تقسیم ہوں گے۔ پانچ کو تین سے تقسیم کرنے پر کسرات آتے ہیں اس لیے تین کو اصل مسئلہ کے بارہ پر ضرب دیں تو چھتیس سے اس مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔ ہر ایک شخص کے حصہ کی مقدار کو تین میں ضرب دیا جائے تو ان کا صحیح حصہ ظاہر ہوگا۔ باپ کے چھ، ماں کے چھ اور شوہر کے نو اور باقی پندرہ رہیں گے جس میں سے بیٹے کے دس اور بیٹی کے پانچ ہوں گے **مسئلہ**۔ اگر یہ فرض کیا جائے کہ شوہر فوت ہوگیا اور زوجہ موجود ہے تو اصل مسئلہ چوبیس سے ہوگا۔ باپ کے چھٹے حصہ کے چار، ماں کے چھٹے حصہ کے چار، زوجہ کے آٹھویں حصہ کے تین اور باقی تیرہ بیٹے اور بیٹی کو دو تہائی اور ایک تہائی کے حساب سے تقسیم کرنا ہوگا۔ چونکہ تیرہ کی تقسیم تین پر صحیح نہیں ہوسکتی اور کسرات آتے ہیں اس لیے تین کو اصل مسئلہ کے چوبیس میں ضرب دیں تو بہتّر سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔ ہر ایک کے حصہ کو تین میں ضرب دیں تو ان کا صحیح حصہ ظاہر ہوگا۔ باپ کے بارہ، ماں کے بارہ، زوجہ کے نو اور باقی انچالیس میں سے بیٹے کے چھبیس اور بیٹی کے تیرہ ہوں گے۔

شوہر اور اخیافی بھائی کے سوائے بقیہ ورثائے ذکور میں سے کوئی ایک تنہا موجود ہو تو ترکہ پورا پاتا ہے اس لیے کہ ان میں کا ہر ایک عصبہ ہے سوائے شوہر اور اخیافی بھائی کے جو عصبہ نہیں ہیں۔ ورثائے اناث میں سے صرف مولاتِ معتقہ تنہا ہونے کی صورت میں پورا ترکہ پاتی ہیں۔

ورثائے غیر ساقط الوراثت پانچ ہیں۔ باپ، ماں، صلبی اولاد، شوہر اور زوجہ۔ غیر ساقط الوراثت سے ایسے ورثاء مراد ہیں جن کی وراثت کسی حال میں ساقط نہیں ہوتی اور میت کے ساتھ راست رشتہ رکھتے ہیں نسبی یا نکاحی ان کے اور میت کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ البتہ باپ موجود ہو تو دادا اور بیٹا موجود ہو تو پوتا وراثت نہ پائیں گے صلبی اولاد سے بیٹا اور بیٹی مراد ہیں اور ان کو دو شمار کریں تو جملہ چھ ہوجاتے ہیں۔

ممنوعین وراثت چار ہیں۔ غلام، قاتل، مرتد اور اہل ملتین جن کے درمیان مذہب اسلام اور غیر اسلام کا اختلاف ہو۔ ان کی تفصیل حجب حرمان بالوصف میں بیان کی گئی ہے۔

عَصْبہ

عصبہ کسی شخص کی پدری قرابت کو کہتے ہیں اور شرع میں اُس شخص کو عصبہ کہتے ہیں جس کی قرابت میت کے ساتھ عورت کے توسط کے بغیر ہے اور جس کے لیے تعین کی صورت میں کوئی حصہ نہیں ہے، اگر تنہا ہو تو جملہ ترکہ پاتا ہے اور

وَاِنْ کَانُوْٓا اِخْوَۃً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ اگر اس رشتہ میں کئی شخص ہوں مرد اور عورت تو مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ہے۔ یہ حکم حقیقی اور علاتی بھائیوں کی ... ہے اخیافی بھائی اپنی بہن کو عصبہ نہیں بناتا بلکہ ان دونوں کا ایک تہائی حصہ ہے جس کی تقسیم مساوی ہوتی ہے۔

عصبہ مع الغیر وہ قرابت دار ہیں جن کو انفراداً تعصیب کا حق نہیں مگر جب آپس میں جمع ہو جائیں تو ایک دوسرے کو عصبہ بنا تے ہیں جیسا کہ بہنیں جب بیٹیوں یا پوتیوں کے ساتھ ہوں۔

چار مرد وراثت پاتے ہیں بخلاف ان کی بہنوں کے۔ چچا[1] چچا کا بیٹا[2] بھتیجا[3] اور مولیٰ معتق[4] کے عصبات۔ چچا میں حقیقی اور علاتی چچا اور چچا کے بیٹے میں حقیقی اور علاتی چچا کا بیٹا شامل ہیں۔ بھتیجے میں حقیقی اور علاتی بھائی کا بیٹا شامل ہے یہ چاروں عصبی وراثت کی حیثیت سے ترکہ پاتے ہیں لیکن ان کی بہنیں وراثت نہیں پاتیں۔ چچا کی بہن یعنی پھوپی، چچا کی بیٹی، بھائی کی بیٹی یعنی بھتیجی اور مولا معتق کی بیٹی ترکہ نہیں پاتیں۔

ذوی فروض

فُرُوض فرض کی جمع ہے اور فرض کے معنی ... اور ... کے ہیں۔ ذوی الفروض سے وہ اشخاص مراد ہیں جو ان حصوں کے مستحق ہیں۔

فُرُوض مُقدّرہ چھ ہیں۔ نصف[1]، رُبع[2]، ثُمن[3]، ثُلثان[4]، ثُلث[5] اور سُدس[6]۔ فُروضِ مقدّرہ سے وہ حصہ مراد ہیں جو قرآنِ مجید میں بیان کئے گئے ہیں۔ نصف آدھا، رُبع پاؤ، ثُمن آٹھواں، ثُلثان دو تہائی، ثلث ایک تہائی، اور سُدس چھٹے کو کہتے ہیں۔ ان چھ حصوں کے علاوہ اور دو صورتیں بھی ہیں۔ **عَوْل** اس صورت کو کہتے ہیں جبکہ ذوی الفروض پر ترکہ کی تقسیم سے مال میں کمی واقع ہوتی ہو اور **ردّ** اس صورت کو کہتے ہیں جبکہ تقسیم کے بعد مال باقی رہ جائے۔

نصف پانے والے پانچ ہیں۔ بیٹی[1]، پوتی[2]، حقیقی بہن[3]، علاتی بہن[4] اور شوہر[5] جس کے ساتھ اولاد نہ ہو۔ بیٹی نصف حصہ پاتی ہے جبکہ تنہا ہو۔ آیت۔ (۱۲/۴)۔ وَاِنْ کَانَتْ وَاحِدَۃً فَلَهَا النِّصْفُ۔ پس جب کہ تنہا ہو تو اس کا نصف حصہ ہے۔ پوتی نصف حصہ پاتی ہے جبکہ تنہا ہو اور اسی طرح جہاں تک سلسلہ نیچے اترے جیسا کہ بیٹے کی پوتی یا پوتے کی پوتی لیکن پوتی کی بیٹی اس سے خارج ہے اور ذوی رحم ہے۔ بیٹی اور پوتی ہر ایک کے لئے قید ہے کہ تنہا ہو۔ ان کے ساتھ کوئی دوسری بیٹیاں اور پوتیاں انکے مساوی درجہ کی موجود نہ ہوں اگر ایک کے ساتھ دوسری ایک یا زیادہ عورتیں ہوں تو ان کو دو تہائی حصہ ملے گا۔ یہ بھی قید ہے کہ ان کے ساتھ کوئی مرد عصبہ بنانے والا نہ ہو۔ اگر ان کے ساتھ کوئی بھائی ہو تو اپنے ساتھ ان کو بھی عصبہ بنالے گا۔ مرد کو دو تہائی اور عورت کو ایک تہائی ... گا اگر پوتی کے ساتھ بیٹا ہو تو پوتی کو بیٹا محجوب کر دے گا اور اگر پوتی کے ساتھ بیٹی ہو تو بیٹی کو نصف ... کی وجہ سے

غلام کو آزاد کیا وارث ہوگا یہی ایک شکل ہے جس میں عورت (غلام کو رہا کرنے والی مالکہ کی حیثیت سے) تعصیب میں داخل ہوتی ہے اگر میت کے لیے، اور ولاء دونوں کے عصبات نہ ہوں تو ترکہ بیت المال میں داخل ہوگا۔ بشرطیکہ بیت المال کا انتظام اطمینان بخش ہو اور امام عادل ہو اور ہر ذی حق کو اس کا حق ادا کرے۔ بیت المال میں جو مال داخل ہوگا وہ عامۃ المسلمین کی میراث ہوگا اور مسلمانوں کی عام مصلحت میں صرف ہوگا اگر بیت المال نہ ہو یا بیت المال کا انتظام اطمینان بخش نہ ہو تو ذوی الفروض پر ان کے حقوں کو تقسیم کرنے کے بعد جو کچھ بچ رہے ردّ کے ذریعہ زوجین کے سوائے بقیۃ ذوی الفروض پر ان کے حقوں کی مقدار کی مناسبت سے تقسیم کیا جائیگا۔ ترکہ ردّ کیا جاتا ہے قرابت کی بنا پر جو زوجین میں عموماً مفقود ہے سوائے اس کے کہ ان کا رشتہ ذوی الارحام سے ہو تو ذوی الارحام کی حیثیت سے باقی ترکہ ان پر ردّ کیا جائے گا نہ کہ تعلق زوجیت کے لحاظ سے۔

مدارج عصوبت عصوبت میں ترجیح **جہت** کے لحاظ سے ہوگی۔ کوئی میت بیٹے اور باپ کو چھوڑے تو ظاہر ہے کہ بیٹے کی جہت بُنوّت ہے جو باپ کی جہت اُبوّت پر تقدیم رکھتی ہے۔ اس لحاظ سے بیٹے کو حق تعصیب حاصل ہوگا اور باپ تعصیب سے خارج ہوگا لیکن باپ کو ذوی الفروض شمار کرکے چھٹا حصہ دیا جائے گا۔ اسی طرح ہر ایک پہلی جہت کے رشتہ کو دوسری جہت کے رشتہ پر تقدیم حاصل ہوگی۔ دو ورثاء ایک ہی جہت کے ہوں تو درجہ میں **قربت** جس کو حاصل ہو اس کو تقدیم حاصل ہوگی۔ اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ۔ قریب تر رشتہ دار اور پھر قریب تر رشتہ دار۔ بیٹے اور پوتے کی جہت ایک ہے مگر درجہ میں قربت بیٹے کو حاصل ہے اس لیے بیٹے کو تقدیم ہے اگر دو ورثاء ایک ہی جہت کے ہوں اور ان کے درجہ کی قربت بھی مساوی ہو تو رشتہ کی **قوت** کے لحاظ سے تقدیم ہوگی حقیقی بھائی اور علاتی بھائی کی جہت ایک ہے اور درجہ میں قربت بھی مساوی ہے مگر رشتہ کی قوت میں امتیاز ہے حقیقی بھائی کا رشتہ باپ اور ماں دونوں کے واسطہ سے میت کے ساتھ جڑتا ہے اور علاتی بھائی کا رشتہ صرف باپ کے واسطہ سے میت کے ساتھ جڑتا ہے اس لیے حقیقی بھائی کے رشتہ میں بہ نسبت علاتی بھائی کے رشتہ کے زیادہ قوت ہے اور حقیقی بھائی کو علاتی بھائی پر حق تقدیم حاصل ہے اسی طرح حقیقی چچا کو علاتی چچا پر تقدیم ہے۔

عصبہ بغیرہ وہ قرابت دار ہیں جن کو بطور خود تعصیب کا حق حاصل نہیں ہے بلکہ بعض دیگر عصبی قرابت داروں کے ساتھ اُن کو تعصیب کا حق حاصل ہوتا ہے۔ وہ اشخاص جن کی وجہ سے تعصیب کا حق پیدا ہوتا ہے چار مرد ہیں جو اپنی بہنوں کو عصبہ بناتے ہیں اور ان میں ترکہ کی تقسیم لِلذَّكَرِ حَظُّ الْاُنْثَيَيْنِ (مرد کے لیے دو عورتوں کا حصہ ہے) کے اصول پر ہوتی ہے۔ بیٹا آیت (۴۔۱۱) يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں کہ مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے۔ پوتا اور اسی طرح جہاں تک نیچے اُترتے ہیں وراثت میں پوتا بیٹے کا قائم مقام ہوتا ہے اس لیے تعصیب میں بھی حقیقی بھائی اور علاتی بھائی آیت (۴۔ آخر)

پاتی ہیں۔ دو بیٹیاں بھی دو تہائی حصہ پاتی ہیں اور تین بیٹیاں بھی اسی قدر۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن الربیع کی دو بیٹیوں کو دو تہائی حصہ دیا تھا۔ آیت۔ (۴/۱۲) فَإِن كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ۔ عورتیں ہوں گے اوپر ہوں تو ترکہ کا دو تہائی حصہ پائیں گی۔ پوتیاں دو تہائی حصہ پائیں گی جب کہ ان کے ساتھ صلبی بیٹی نہ ہو۔ بیٹیوں پر قیاس کرتے ہوئے پوتیوں کے بارے میں حکم دیا گیا۔ بیٹی کی موجودگی میں بیٹی کو نصف حصہ ملے گا اور پوتیوں کو ثلثین کا تکملہ سُدُس یعنی چھٹا حصہ ملے گا جس کی تفصیل آگے آئے گی حقیقی بہنیں دو تہائی حصہ پاتی ہیں جبکہ ا[illegible] سے زیادہ ہوں۔ علاتی بہنیں دو تہائی حصہ پاتی ہیں جب ایک سے زیادہ ہوں اور ان کے ساتھ بھائی نہ ہو اور حقیقی بہن نہ ہو حقیقی بہنوں اور علاتی بہنوں کی [illegible] یہ آیت ہے۔ (۴/۱۷۶) فَإِن كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ پس اگر دو ہوں تو ان کو ترکہ کا دو تہائی حصہ ملے گا! اجماع ہے کہ یہ آیت دونوں قسم کی بہنوں پر حاوی ہے۔ گو اس آیت میں تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے مگر دو سے زیادہ تعداد بھی مراد لی جاتی ہے۔ سابقہ آیت۔ (۴/۱۱) فَإِن كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ بیٹیوں کی نسبت ہے اس پر قیاس کرتے ہوئے دو سے زیادہ بہنوں کی [illegible] ثلثین کا حکم عاید کیا گیا! اگر ان کے ساتھ کوئی مرد ہو تو ان کو عصبہ بنا لے گا۔ عصبہ ہونے کے بعد بعض وقت ان کا حصہ ثلثین سے زیادہ ہو جاتا ہے جیسا کہ عورتیں دس ہوں اور مرد ایک ہو۔ یہ مسئلہ بارہ سے ہو گا، مرد کے دو حصے اور عورتوں کے دس حصے ہوں گے جو ثلثین سے زیادہ ہیں بعض وقت ان کا حصہ ثلثین سے گھٹ جاتا ہے جیسا کہ دو عورتوں کے ساتھ دو مرد ہوں تو مسئلہ چھ سے ہو گا۔ عورتوں کو فی کس ایک کے حساب سے دو حصے ملیں گے اور مردوں کو فی کس دو کے حساب [illegible] چار حصے ملیں گے۔ عورتوں کے دو حصے ایک ثلث کے مساوی ہیں اور ثلثین سے کم ہیں خطا[illegible] نے یہ اصول بیان کیا ہے کہ ثلثین ان ہی لوگوں کو ملتا ہے جو تنہا ہونے کی صورت میں نصف پاتے ہیں۔

ثلث پانے والے دو ہیں۔ ماں جب محجوب نہ ہو اور اخیافی بھائی اور بہن جب ایک سے زیادہ ہوں ثلث ایک تہائی کو کہتے ہیں۔

ماں ثلث حصہ پاتی ہے جبکہ محجوب نہ ہو یعنی میت کو اولاد نہ ہو یا بھائیاں اور بہنیں حقیقی، علاتی یا اخیافی دو کی تعداد میں نہ ہوں۔ آیت۔ (۴/۱۱) فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ۔ اگر (میت کی) اولاد نہ ہو اور باپ اور ماں اس کے وارث ہوں تو ماں کا ثلث حصہ [illegible] اولاد میں میت کا بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی وغیرہ داخل ہیں۔ دوسری آیت۔ (۴/۱۱) فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ پس اگر (میت کے) بھائیاں ہوں تو ماں کا حصہ چھٹا ہے یعنی ماں کا حصہ ثلث نہیں رہتا۔ بھائیوں کے لفظ میں بہنیں بھی داخل ہیں اور ایک سے زیادہ تعداد مراد ہے اور اس تعداد کی تکمیل مردوں سے یا عورتوں سے یا دونوں کو ملا کر ہو سکتی ہے۔ بھائیوں

ثلثین کے تکملہ کے لیے سدس یعنی چھٹا حصہ پوتی کو ملے گا۔ حقیقی اور علاتی بہن جبکہ ان کے ساتھ کوئی مرد عصبہ بنانے والا نہ ہو تو نصف حصہ پاتی ہیں۔ آیت۔ (ع/۴ آخر)۔ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۔ اور اس کو بہن ہو تو اس بہن کو ترکہ کا نصف حصہ ملے گا۔ اجماع ہے کہ اس آیت میں حقیقی بہن اور علاتی بہن داخل ہیں بخلاف اخیافی بہن کے جس کا چھٹا حصہ ہے۔ آیت۔ (ع/۱۲ ۴)۔ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ۔ اس کے بھائی یا بہن ہو تو ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔ یہاں اخیافی بھائی بہن مراد ہیں۔ یہ قید ہے کہ ان کے ساتھ کوئی مرد عصبہ بنانے والا نہ ہو۔ ان کے ساتھ بھائی یا دادا ہو تو ان کو عصبہ بنا دیتے ہیں۔ ان کے ساتھ ان ہی کے درجہ کی اور ایک یا زیادہ بہنیں ہوں تو ان سب کو دو تہائی حصہ ملتا ہے اگر ان کے ساتھ بیٹا ہو تو محجوب ہو جائے گی اور اگر بیٹی ہو تو عصبہ بن جائے گی اور باقی ترکہ پائے گی۔ شوہر نصف حصہ پاتا ہے جبکہ میت کے بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی وغیرہ نہ ہوں۔ آیت۔ (ع/۱۲ ۴)۔ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۔ تم کو نصف حصہ ملے گا تمہاری بیویوں کے ترکہ سے اگر انہیں بیٹا بیٹی نہ ہو۔ پوتا پوتی بھی بیٹا بیٹی کے حکم میں داخل ہیں اور اجماع اس پر ہے کہ شوہر کے حصہ کو نصف سے گھٹا کر پاؤ کر دیتے ہیں۔ وَلَدٌ میں بیٹا بیٹی دونوں داخل ہیں اور ولد سے پوتا مجازاً مراد لیا جاتا ہے۔ وراثت اور تعصیب میں پوتا بیٹے کے مانند ہے۔

ربع پانے والے دو ہیں شوہر جب اولاد کے ساتھ ہو اور زوجہ جس کے ساتھ اولاد نہ ہو۔ چوتھا حصہ پانے والے یہی دو ہیں شوہر چوتھا حصہ پاتا ہے جبکہ میت کے بطن سے بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی وغیرہ موجود ہوں خواہ اسی شوہر سے ہوں یا دوسرے شوہر سے آیت۔ (ع/۱۲ ۴)۔ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ ۔ اگر ان کے بیٹا بیٹی ہوں تو تمہارا چوتھا حصہ ہے۔ پوتا بیٹے کے حکم میں داخل ہے اور اجماع اس پر ہے کہ میت کی اولاد اس کے شوہر کے حصہ کو نصف سے گھٹا کر پاؤ کرتی ہے۔ پوتے کی قید کی وجہ سے نواسہ خارج ہوتا ہے اس لیے کہ نواسہ وارث نہیں ہوتا اور نہ دوسرے کو محجوب کرتا ہے اس لیے کہ وہ ذوی الارحام سے ہے۔ بیٹا اور پوتا کسی مانع کی موجودگی میں وراثت نہیں پاتا اور دوسرے کو محجوب بھی نہیں کرتا اس کا وجود و عدم مساوی ہے۔ زوجہ ایک ہو یا زیادہ پاؤ حصہ پاتی ہے جبکہ میت کی اولاد نہ ہو۔ آیت۔ (ع/۱۲ ۴)۔ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۔ ان کے لیے ربع حصہ ہے تمہارے ترکہ سے اگر تم کو اولاد نہ ہو۔ پوتا بھی بیٹے کے مانند ہے۔ اگر بیوگان ایک سے زیادہ ہوں تو اسی چوتھائی حصہ میں سے آپس میں مساوی بانٹ لیں گے۔

ثلثان پانے والے چار ہیں۔ بیٹیاں دو یا زیادہ، پوتیاں دو یا زیادہ، حقیقی بہنیں دو یا زیادہ اور علاتی بہنیں دو یا زیادہ۔ ان چاروں اقسام کی عورتیں جب ایک سے زیادہ ہوں تو دو تہائی ترکہ پاتی ہیں اور یہ دو تہائی ترکہ ان پر مساویانہ تقسیم کیا جاتا ہے۔ بیٹیاں جب ایک سے زیادہ ہوں تو دو تہائی حصہ

ساقط ہوجاتی ہیں، اس لیے کہ جدّہ کو امومت کی وجہ سے وراثت پہنچتی ہے اور امومت میں ماں جدہ سے قریب تر ہے۔ امومت ماں کے رشتہ کو کہتے ہیں۔ باپ کے وجود سے دادی ساقط ہوتی ہے لیکن نانی ساقط نہیں ہوتی اس لیے کہ دادی کا رشتہ باپ کے ذریعہ جڑتا ہے اصول یہ ہے کہ ایک ہی جہت میں جو قریب تر ہے بعید تر کو محروم کرتی ہے۔ نانی کی ماں محجوب ہوتی ہے نانی سے اور دادی کی ماں محجوب ہوتی ہے دادی سے۔ ماں کی جہت کی قریب تر جدّہ باپ کی جہت کی بعید تر جدّہ کو محجوب کرتی ہے۔ نانی کے وجود سے دادی کی ماں محجوب ہوتی ہے، لیکن باپ کی جہت کی قریب تر جدّہ ماں کی جہت کی بعید تر جدّہ کو محجوب نہیں کرتی دادی، نانی کی ماں کو محجوب نہیں کرتی۔

پوتی بیٹی کے ساتھ ہو تو چھٹا حصہ پاتی ہے۔ بخاری نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹی کے ساتھ پوتی کے بارے میں ایسا ہی فیصلہ کیا تھا۔ بیٹے کی پوتی، پوتی کے ساتھ ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ اس مسئلہ میں بیٹی کی تعداد ایک ہے۔ اگر ایک سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو اجماع اس پر ہے کہ پوتیوں کو کچھ نہ ملے گا، اس لیے کہ بیٹیاں ثلثین لے لیتی ہیں۔ البتہ پوتیوں کے ساتھ کوئی مرد ان کا بھائی یا چچازاد بھائی یا ان کے نیچے درجہ کا کوئی مرد ہو تو ان کو عصبہ بنا لیتا ہے۔

علاتی بہن ایک حقیقی بہن کے ساتھ ہو تو چھٹا حصہ پاتی ہے ثلثین کے تکملہ کے طور پر اگر حقیقی بہنیں ایک سے زیادہ ہوں تو ان کو ثلثین چلا جائے گا اور علاتی بہن کو کچھ نہ ملے گا۔ علاتی بہنوں کو صرف ان کا بھائی عصبہ بناتا ہے اور اس کو اخ مبارک مبارک بھائی کہتے ہیں اس لیے کہ اگر وہ نہ ہوتا تو علاتی بہنیں بالکل ساقط ہو جاتیں۔

باپ چھٹا حصہ پاتا ہے جبکہ میت کی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے۔ آیت۔ (۱۱/۴)۔ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ۔ اس کے باپ اور ماں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے ترکہ میں سے اگر اس کو اولاد ہو۔ ولد میں بیٹا بیٹی دونوں داخل ہیں اور پوتا پوتی بھی ان کے مانند ہیں **مسئلہ** میت کے ایک بیٹا اور باپ ہو تو باپ کو چھٹا حصہ ملے گا اور بقیہ ترکہ بیٹا بطور عصبہ پائے گا۔ **مسئلہ** میت ایک بیٹی اور باپ کو چھوڑے تو چھٹے کے مخرج چھ سے مسئلہ ہوگا نصف کے تین بیٹی کے لیے اور چھٹے کا ایک باپ کو بطور فرض ملے گا۔ باقی کے دو بھی باپ کو عصبہ کے طور پر ملیں گے اس مسئلہ میں باپ کو فرضیت اور عصوبت دونوں حاصل ہیں۔

دادا چھٹا حصہ پاتا ہے باپ کی عدم موجودگی میں اس لیے کہ دادا باپ کے قائمقام ہے اور باپ کو میت کی اولاد کے ساتھ چھٹا حصہ ملتا ہے۔ باپ موجود ہو تو دادا محجوب ہوتا ہے اور کچھ نہیں پاتا۔ دادا جدّ وارث اور نانا جدّ غیر وارث یعنی **جدّ فاسد** کہلاتا ہے اور ذوی الارحام میں سے ہے اس کا نتیجہ یہ کہ بیٹا، بیٹی اور پوتا پوتی کے ساتھ اگر باپ کی عدم موجودگی میں، دادا چھٹا حصہ پاتا ہے اسی طرح میت کے بھائیوں کے ساتھ دادا کو چھٹا حصہ ملتا ہے جبکہ اس کے ساتھ ذوی الفروض ہوں **مسئلہ** فرض کیا جائے کہ میت کے دو بیٹیاں اور دادا اور تین بھائیاں ہیں اصل مسئلہ

میں حقیقی، علاتی اور اخیافی سب شامل ہیں۔ یہ بھی شرط ہے کہ ماں کے ساتھ باپ اور شوہر یا زوجہ نہ ہو۔ اگر ان میں سے کوئی ایک موجود ہو تو ماں کو باقی کا ثلث ملے گا۔ اخیافی بھائیاں اور بہنیں جب ایک سے زیادہ ہوں، ایک ثلث میں مساوی حصہ پائیں گے، اس لیے کہ ان کا رشتہ ماں کے ذریعہ ہے اور اس میں تعصیب نہیں ہے آیت۔ (۴/۱۲) وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ۔ اس آیت میں بھائی بہن سے ماں کی اولاد مراد ہیں جن کو اخیافی کہتے ہیں۔ اخیافی بھائیوں اور بہنوں کی وراثت کے لیے شرط ہے کہ میّت کلالہ ہو جیسا کہ آیت بالا میں مذکور ہے **کلالہ** اُس میّت کو کہتے ہیں جس کے ماں باپ نہ ہوں اور اولاد بھی نہ ہو یعنی جس کے اصول اور فروع دونوں مفقود ہوں۔ اخیافی بھائیاں اور بہنیں، مرد اور عورت، مساوی حصہ پاتے ہیں اور ان میں تعصیب نہیں ہوتی اس لیے کہ ان کا رشتہ ماں کے ذریعہ جڑتا ہے اور ماں کے رشتہ میں تعصیب نہیں ہے، بخلاف حقیقی اور علاتی بھائیوں کے جن کا رشتہ باپ کے ذریعہ جڑتا ہے اور ان میں تعصیب ہے اس طرح کہ مرد کو دو عورتوں کے حصے ملتے ہیں۔

سدس پانے والے سات ہیں۔ ماں[1] اولاد یا ایک سے زیادہ بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ ہو۔ جدّہ[2] (دادی یا نانی) ماں کی عدم موجودگی میں۔ پوتی[3] بیٹی کے ساتھ۔ علاتی بہن[4] حقیقی بہن کے ساتھ۔ باپ[5] اولاد کے ساتھ۔ دادا[6] باپ کی عدم موجودگی میں اور اخیافی[7] بھائی یا بہن۔ سُدس چھٹے حصہ کو کہتے ہیں۔ سدس پانے والے سات اشخاص ہیں۔

ماں[1] چھٹا حصہ پاتی ہے جبکہ اس کے ساتھ میّت کی اولاد بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی وغیرہ یا ایک سے زیادہ حقیقی علاتی یا اخیافی بھائی اور بہن ہوں۔ آیت۔ (۴/۱۱)۔ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ۔ اور اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا اگر اس کی کوئی اولاد ہو۔ اجماع اس پر ہے کہ بیٹے کی اولاد بھی اولاد کے مانند ہے آیت۔ فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ۔ پس اگر اس کے بھائیاں ہوں تو اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہوگا۔ بھائی اور بہنوں میں حقیقی، علاتی اور اخیافی شامل ہیں۔

جدّہ[2] یعنی دادی اور نانی چھٹا حصہ پاتی ہے ماں کی عدم موجودگی میں جو ثلثین کا تکملہ ہے۔ دو تہائی میں نصف بیٹی کو دینے کے بعد چھٹا حصہ باقی تھا جو پوتی کو ملا۔ ابو داؤد وغیرہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (اَعْطَى الْجَدَّةَ السُّدُسَ سَوَاءً كَانَتْ مِنْ جِهَةِ الْاَبِ اَوْ مِنْ جِهَةِ الْاُمِّ) جدّہ کو چھٹا حصہ دیا تھا، باپ کی جانب سے ہو یا ماں کی جانب سے۔ جدّہ کا لفظ دادی اور نانی دونوں پر حاوی ہے۔ جدّہ سے جدّہ وارثہ مراد ہے بخلاف **جدّہ فاسدہ** کے جو ساقط ہو جاتی ہے۔ جدّہ فاسدہ کا رشتہ میّت کے ساتھ دو عورتوں کے درمیان ایک مرد کے ذریعہ ملتا ہے جیسا کہ ماں کے باپ کی ماں۔ جدّہ فاسدہ ذوی الارحام سے ہے۔ دادی اور نانی ایک سے زیادہ ہوں تو بھی ان سب میں یہی چھٹا حصہ ہوگا۔ اجماع اس پر ہے کہ اگر ماں موجود ہو تو دادی اور نانی

لحاظ سے اشخاص کی چار قسمیں ہیں۔ ایک وہ لوگ جو خود وراثت پاتے ہیں اور ان کی وراثت دوسرے کو پہنچتی ہے جیسا کہ بھائی، بہن، شوہر اور زوجہ۔ دوسرے وہ لوگ جو نہ خود وراثت پاتے ہیں اور نہ ان کی وراثت دوسرے کو پہنچتی ہے جیسا کہ غلام اور مرتد۔ تیسرے وہ لوگ جو وراثت نہیں پاتے مگر ان کی وراثت دوسرے کو پہنچتی ہے جیسا کہ مبعّض ۔ مبعض اس غلام کو کہتے ہیں جس کا ایک جزو آزاد کیا گیا ہو۔ اس آزاد شدہ جزو کے لحاظ سے اسکی وراثت دوسرے کو پہنچتی ہے۔ چوتھے وہ لوگ جو وراثت پاتے ہیں مگر ان کی وراثت دوسرے کو نہیں پہنچتی جیسا کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام۔ انبیا علیہم الصلاۃ والسلام وراثت پاتے ہیں اور ان کی وراثت دوسرے کو نہیں پہنچتی۔ حدیث صحیحین۔ نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِيَاءِ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ۔ ہم گروہِ انبیاء وارث نہیں بناتے ہیں، ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں صدقہ ہے۔ یہ حکمت مضمر ہے کہ کوئی شخص وراثت پانے کی توقع میں اُن کی موت کی تمنا نہ کرے اور خود انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو اپنے ورثاء کے لیے دنیوی جائیداد کے بنانے اور چھوڑنے کی طرف رغبت کا وہم وگمان نہ رہے۔ وہ اشخاص جو کسی خاص صفت کی وجہ سے وراثت سے محروم کیے گئے ہیں ان کی چار قسمیں ہیں۔ غلام، قاتل، مرتد اور اہلِ ملتین۔

غلام[۱] میں مرد اور عورت داخل ہیں۔ غلام چونکہ خود اپنی ذات کا آپ مالک نہیں ہوتا اس لیے کسی جائداد کی ملکیت حاصل نہیں کرتا اور چونکہ وراثت ... کہ تو ... سے جائیداد کی ملکیت ... حاصل ہوتی ہے اس لیے وراثت بھی نہیں پاتا۔

قاتل[۲] مقتول کی وراثت نہیں پاتا، اُس نے خود قتل کا ارتکاب کیا ہو یا قتل میں اعانت کی ہو اور قتل، قتلِ عمد ہو یا قتلِ خطا یا شبہِ عمد ہو۔ جو شخص ارتکابِ قتل پر مجبور کیا جائے وہ بھی اس حکم میں داخل ہے۔ کوئی شخص ایسا ضرر پہنچائے جو منتج بہ ہلاکت ہو جائے تو بھی وراثت ... سے محروم ہوگا۔ مجلاّمی نے لکھا ہے کہ ہر وہ شخص جس کو دوسرے کے قتل میں ذرا بھی دخل یا تعلق رہا ہے مقتول کی جائیداد سے بالکلیہ محروم ہوگا۔ اگر کسی نے دوسرے کو دوا دی اور وہ شخص فوت ہوگیا اور وہ دوا دینے والا طبیبِ حاذق نہ تھا تو وراثت نہ پائے گا۔ حدیث لَيْسَ لِلْقَاتِلِ شَيْءٌ قاتل کے لیے کچھ نہیں ہے۔ دلیل یہ ہے کہ وراثت کا سبب رشتہ ہے جو قتل سے منقطع ہو جاتا ہے۔ عکسی دلیل یہ ہے کہ اگر قاتل وراثت پائے تو اس کا امکان رہتا ہے کہ قتل کا ارتکاب کرکے حصولِ وراثت میں جلدی کرے! اس لیے تقاضائے مصلحت ... ہے کہ قاتل کو وراثت ... سے محروم کیا جائے۔ فَإِنَّ مَنِ اسْتَعْجَلَ بِشَيْءٍ قَبْلَ أَوَانِهِ عُوقِبَ بِحِرْمَانِهِ۔ جس نے کسی چیز کو اس کے وقت سے پیشتر لانے کی کوشش کی اس سے بزاءً محروم کر دیا جاتا ہے۔ قاتل کے مقتول سے وراثت نہ پانے کا یہ بھی مفہوم ہے کہ بعض وقت مقتول قاتل سے وراثت پا سکتا ہے۔ ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو زخمی کیا اور زخمی بھائی کے فوت ہونے سے پہلے خود فوت ہو جائے تو مجروح (مقتول) اپنے جارح سے (وراثت) پائے گا۔

مرتد[۳] اور اسی طرح زندیق جو کفر کو پوشیدہ رکھے اور اسلام کا اظہار کرے۔ مرتد وراثت نہیں پاتا، مرتد سے نہ مسلم سے

چھ سے ہوگا۔ بیٹیوں کے ثلثین کے چار اور دادا کے سدس کا ایک جانے کے بعد ایک باقی رہا جو تین بھائیوں پر تقسیم ہوگا۔ ہر ایک بھائی کو ایک ثلث ملے گا۔ کسر کو رفع کرنے کے لیے تین کے مخرج کو اصل مسئلہ کے چھ میں ضرب دیں تو مضروب فیہ اٹھارہ سے اس کی تصحیح ہوگی۔ لڑکیوں کو بارہ اور دادا کو تین اور تین جو باقی رہے تین بھائیوں کو فی کس ایک کے حساب سے ملیں گے۔

اخیافی بھائی اور بہن میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملتا ہے۔ آیت: (۴/۱۲ ۲)۔ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ۔ یہاں بھائی بہن سے اخیافی مراد ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اصحابِ فروض جملہ تیرہ ہیں۔ چار مرد ہیں شوہر، اخیافی بھائی، باپ اور دادا اور عورتیں نو ہیں ماں، نانی، دادی، زوجہ، اخیافی بہن، بیٹی، پوتی، حقیقی بہن اور علاتی بہن۔ تنہا بیٹا پورا ترکہ پاتا ہے اور اسی طرح ایک سے زیادہ بیٹے۔ اگر بیٹے اور بیٹیاں جمع ہوں تو وہ پورا پورا ترکہ پاتے ہیں لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کے اصول پر۔ بیٹوں کی اولاد جہاں تک نیچے اُترے تنہا ہو تو صلبی اولاد کے مانند ہے جملہ امور میں۔ صلبی اولاد اور بیٹے کی اولاد جمع ہو اور صلبی اولاد میں کوئی مرد ہو تو اجماع اس پر ہے کہ بیٹے کی اولاد محجوب ہو جائے گی۔ اگر صلبی اولاد میں مرد نہ ہو اور بیٹی ہو تو وہ نصف حصہ پاتی ہے اور بیٹے کی نرینہ اولاد بقیہ ترکہ پاتی ہے۔ بیٹے کی اولاد میں مرد اور عورت دونوں ہوں تو لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ۔ اگر صلبی اولاد میں ایک سے زیادہ بیٹیاں ساتھ ہوں تو ثلثین پاتی ہیں اور بیٹے کی نرینہ اولاد بقیہ ترکہ پاتے ہیں۔ بیٹے کی اولاد میں مرد اور عورت دونوں ہوں تو لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ۔ بیٹے کی اولاد میں صرف عورتیں صلبی دو بیٹیوں کے ساتھ ہوں تو اجماع اس پر ہے کہ کچھ نہ پائیں گی سوائے اس کے کہ ان کے ساتھ یا اُن کے نیچے کوئی مرد ہو جو بقیہ ترکہ میں ان کو عصبہ بنائے۔ پوتے کی اولاد بیٹے کے ساتھ ہو تو وہی حکم ہے جو بیٹے کی اولاد کی نسبت صلبی اولاد کے ساتھ ہے جملہ امور میں جو بیان کیے گئے۔

حَجْب

حَجْب کے معنی منع کرنے اور روکنے کے ہیں اور شرع میں وارث کو وراثت سے روکنے کو حَجْب کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ حَجْبِ حرمان اور حَجْبِ نقصان۔

حَجْبِ حرمان وراثت سے بالکلیہ روکنے اور محروم کرنے کو کہتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔ حَجْبِ حرمان بالوصف اور حَجْبِ حرمان بالشخص۔

حَجْبِ حرمان بالوصف وہ اشخاص ہیں جو ایک خاص صفت کی وجہ سے وراثت سے محروم کیے گئے ہیں۔

حَجْبِ حرمان بالوصف یعنی ممنوعینِ وراثت چار ہیں۔ غلام، قاتل، مرتد اور اہلِ ملتین۔ المیت تحدیقے کے

محجوب کرتا ہے حقیقی، علاتی اور اخیافی بھائیوں کو اور دادا محجوب کرتا ہے صرف اخیافی بھائی کو اور حقیقی اور علاتی بھائی کو محجوب نہیں کرتا۔ حقیقی بھائی بیٹے، پوتے اور باپ میں سے کسی ایک کے وجود کی وجہ سے محروم ہوتا ہے، دادا ان کو محروم نہیں کرتا۔ علاتی بھائی اور بہن چار اشخاص بیٹے، پوتے، باپ اور حقیقی بھائی کی وجہ سے۔ حقیقی بھائی کا بیٹا چھ اشخاص باپ، دادا، بیٹا، پوتا، حقیقی بھائی اور علاتی بھائی کی وجہ سے۔ علاتی بھائی کا بیٹا سات اشخاص سابقہ چھ اور حقیقی بھائی کے بیٹے کی وجہ سے۔ حقیقی چچا آٹھ اشخاص، سابقہ سات اور علاتی بھائی کے بیٹے کی وجہ سے۔ علاتی چچا نو اشخاص، سابقہ آٹھ اور حقیقی چچا کی وجہ سے۔ حقیقی چچا کا بیٹا دس اشخاص، سابقہ نو اور علاتی چچا کی وجہ سے۔ علاتی چچا کا بیٹا گیارہ اشخاص، سابقہ دس اور حقیقی چچا کے بیٹے کی وجہ سے۔ غلام کا معتق (رہا کرنے والا) غلام کے نسبی عصبہ کی وجہ سے محروم ہوتا ہے۔

حجبِ نقصان۔ وراثت میں بڑے حصہ سے روک کر اس سے کمتر حصہ دینے کو حجبِ نقصان کہتے ہیں۔ اسکی چھ[1] قسمیں ہیں۔ ایک فرض سے دوسرا فرض۔ ماں کو تہائی سے چھٹا حصہ، شوہر کو نصف سے پاؤ حصہ، زوجہ کو پاؤ سے آٹھواں حصہ۔ ایک تعصیب[2] سے دوسری تعصیب جیسا کہ بہن عصبہ مع الغیر سے عصبہ بغیرہ ہو جائے۔ بہن بیٹی کے ساتھ عصبہ مع الغیر ہے اور اس کا حصہ اس بیٹی سے زیادہ ہے۔ بہن کے ساتھ اس کا بھائی ہوگا تو عصبہ بغیرہ ہو جائیگی اور اس کا حصہ ایک تہائی ہوگا۔ فرض[3] سے تعصیب۔ بیٹی تنہا تھی تو اس کا حصہ نصف تھا، بھائی کے ساتھ ہوئی تو عصبہ بنی اور ایک تہائی پائی۔ تعصیب[4] سے فرض۔ دادا تنہا تعصیب کی بنا پر وراثت پائے گا اور بھائیوں کے ساتھ مقررہ حصہ پائے گا۔ فرض[5] میں مزاحمت بیٹیوں کا حصہ دو تہائی ہے اور جس قدر زیادہ بیٹیاں ہونگی اسی میں سے اپنا حصہ پائیں گی۔ تعصیب[6] میں مزاحمت۔ بیٹے جس قدر زیادہ ہوں گے ایک دوسرے کے حصہ کو کم کریں گے۔

ابہامِ وقتِ موت۔ اگر دو اشخاص جو آپس میں ایک دوسرے سے وراثت پاتے ہیں ایک ساتھ غرق ہو جائیں یا جل جائیں، یا دب کر مر جائیں اور یہ نہ کہا جا سکے کہ کس کی موت پہلے اور کس کی موت بعد میں واقع ہوئی تو وہ دونوں ایک دوسرے سے وراثت ہی نہ پائیں گے۔ ان کا متروکہ ان کے ورثاء پر علیحدہ علیحدہ تقسیم ہوگا۔ اس لیے کہ وراثت کے لیے شرط ہے کہ مورث کی موت کے وقت وارث زندہ اور موجود ہو۔

ذوی الارحام

ذوی الارحام کے معنی قرابت داروں کے ہیں اور شرع میں اُن قرابت داروں کو ذوی الارحام کہتے ہیں جو ذوی الفروض اور عصبات کے سوائے ہوں اور جن کا رشتہ میت کے ساتھ عورت کے تعلق سے ہو۔ ذوی الفروض پر حصص کی تقسیم کے بعد کچھ باقی رہے تو ان کے حصص کے تناسب کے لحاظ سے بقیہ ترکہ بھی اُنھیں پر رد کے

نہ کافر سے۔ مرتد خود بھی وراثت نہیں پاتا اور نہ اس سے کوئی دوسرا وراثت پاتا ہے۔ اس کا مال فَيْءٌ ہے بخلاف امام ابوحنیفہؒ کے۔ فَيْءٌ مالِ غنیمت کو کہتے ہیں۔ اس لیے کہ مرتد اور کسی دوسرے کے درمیان دین کی موالات ہی نہیں ہے۔ زندیق اور منافق مرادف الفاظ ہیں۔ منافق کی [illegible] یہ آیت ہے۔ (۴ ۵/۱۸) ۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ بے شک منافقین دوزخ کے [illegible] سے نیچے درجہ میں ہونگے۔

اہلِ ملّتین، مختلف مذہب والے اشخاص کو کہتے ہیں مسلم کافر سے اور کافر مسلم سے وراثت نہیں پاتا اختلافِ مذہب سے مراد ایک طرف اسلام اور دوسری طرف کفر ہے اور کفر میں جملہ نوعیتِ کفّار داخل ہے نتیجہ یہ کہ کافر اور مسلم کے درمیان وراثت نہیں ہے۔ البتہ کافر کافر سے باوجود اختلافِ یہودیت اور نصرانیت وراثت پائے گا حربی ذمّی سے اور ذمّی حربی سے وراثت نہ پائے گا۔

حَجبِ حرمان بالشخص۔ جدّات ساقط ہوتی ہیں ماں سے اور اجداد با[illegible] سے اور اخیافی بھائی اور بہن، بیٹے، پوتے، باپ اور دادا سے حقیقی بھائی، بیٹے، پوتے اور باپ سے علّاتی بھائی اور بہن ان تینوں سے اور حقیقی بھائی سے۔ حَجبِ حرمان بالشخص اُن اشخاص کو کہتے ہیں جو بعض دیگر اشخاص کی موجودگی کی وجہ سے وراثت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ جدّات جمع ہے جدّہ کی۔ جدّہ دادی اور نانی دونوں کو کہتے ہیں۔ اجماع اس پر ہے کہ اگر ماں موجود ہو تو دادی اور نانی محجوب ہوتی ہیں، اس لیے کہ جدّہ کو امومت کی وجہ سے وراثت پہنچتی ہے اور امومت میں ماں جدّہ سے قریب تر ہے۔ امومت ماں کے رشتہ کو کہتے ہیں۔ دادی باپ کی موجودگی کی وجہ سے بھی محجوب ہو جاتی ہے اس لیے کہ دادی کا رشتہ میّت کے ساتھ باپ کے توسّط سے ہے۔ باپ کے وجود سے نانی ساقط نہیں ہوتی اس لیے کہ نانی کا رشتہ ماں کے توسّط سے ہے۔ ایک ہی جہت میں جو قریب تر ہو وہ بعید تر کو محروم کرتی ہے۔ نانی کی ماں محجوب ہوتی ہے نانی سے اور دادی کی ماں محجوب ہوتی ہے دادی سے ماں کی جہت کی قریب تر جدّہ باپ کی جہت کی بعید تر جدّہ کو محجوب کرتی ہے۔ نانی کے وجود سے دادی کی ماں محجوب ہوتی ہے لیکن باپ کی جہت کی قریب تر جدّہ ماں کی جہت کی بعید تر جدّہ کو محجوب کرتی ہے۔ دادی نانی کی ماں کو محجوب نہیں کرتی۔ اجداد جد کی جمع ہے اور جد کے معنی دادا کے ہیں۔ اجداد ساقط ہوتے ہیں باپ کی موجودگی کی وجہ سے دادا کا دادا نزدیک کے دادا کی وجہ سے ساقط ہوتا ہے۔ اخیافی بھائی اور بہن محروم ہوتے ہیں میّت کی اولاد اور باپ اور دادا کی وجہ سے۔ بیٹا، بیٹی، پوتا پوتی، باپ اور دادا ان چھ میں سے کوئی ایک بھی موجود ہو تو اخیافی اولاد محروم ہو جائے گی۔ اس سے ظاہر ہے کہ اخیافی بھائی محجوب نہیں ہوتا حقیقی یا علّاتی بھائی کے وجود کی وجہ سے، اگرچہ ان کا رشتہ میّت کے ساتھ ماں کے ذریعہ جُڑتا ہے مگر ماں ان کو محجوب نہیں کرتی۔ یہ ایک استثناء ہے ورنہ عام اصول یہ ہے کہ جو رشتہ کسی واسطہ سے جُڑتا ہے وہی واسطہ اُس کو محجوب کرتا ہے۔ باپ

وصیّت

وصیت و ایصاء، ارکان و شرائط، مقدار

وصیت کے معنی وصل کرنے اور ملانے کے ہیں اور شرع میں وصیت کی دو قسمیں ہیں۔ وصیت[1] اور ایصاء[2]۔ **وصیت** اُس عمل کو کہتے ہیں جو خیر و احسان کے طور پر کسی کے حق میں کیا جائے اور اس کی تعمیل کو موت پر موقوف رکھا جائے۔ **ایصاء** اُس عمل کو کہتے ہیں جس کی رو سے وصی کو اپنی موت کے بعد جائداد میں تصرف کا اختیار اس غرض سے دیں کہ بچوں کی پرورش اور نگرانی کرے امانتوں کو مسترد کرے اور قرضوں کو وصول اور ادا کرے لیکن اس میں کوئی امر خیر و احسان نہیں ہے بعض امور میں وصیت فرائض سے مشابہت رکھتی ہے، وصیت کا تعلق بھی موت کے بعد پیدا ہوتا ہے موصی لہٗ کو اختیار ہے کہ وصیت کو قبول کرے یا ردّ کرے۔

صدرِ اسلام میں والدین اور اقرباء کے حق میں وصیت کرنا واجب تھا۔ آیت۔ (۴ ۲/۹)۔ كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ۔ تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تمہاری موت کا وقت پہنچ جائے تو تم نیک وصیت چھوڑ و والدین اور اقرباء کے حق میں احسان کے ساتھ جو پرہیزگاروں پر حق ہے فرائض میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جایداد کی تقسیم کا کیا طریقہ تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اس میں کس طرح ترمیم ہوئی۔ مواریث کی آیتوں کے نزول سے پہلے واجب تھا کہ ہر شخص اپنی موت سے پہلے اپنی جایداد میں سے ماں باپ خویش و اقرباء کو کتنا کتنا حصہ دیا جائے تعین کرے۔ اس کے بعد آیاتِ مواریث نازل ہوئیں جس میں ہر شخص کے حقوق کی مقدار بتائی گئی۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ، إِنَّ اللّٰهَ أَعْطٰى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ۔ وارث کے لیے وصیت نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ہر ذی حق کو اس کا حق دیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وصیت کا وجوب باقی نہیں رہا۔ ترکہ سے سب سے پہلے تجہیز کے مصارف ادا ہوں گے، پھر دَین کی ادائی ہوگی اور اس کے بعد وصیت کی تعمیل کی جائے گی اور پھر میراث کی تقسیم ہوگی۔

وصیت سنتِ مؤکدہ ہے معلوم، مجہول، موجود اور معدوم چیز کے بارے میں، موصی کے مال کی ایک تہائی تک۔ اس سے زیادہ ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے۔ وارث کے حق میں وصیت کا نفاذ نہ ہوگا سوائے اس کے کہ باقی ورثاء منظور کریں۔ موصی بالغ اور عاقل ہو، موصیٰ لہٗ میں ملکیت کی اہلیت ہو۔ فی سبیل اللہ بھی وصیت ہو سکتی ہے موصیٰ میں چھ صفات ہوں۔ اسلام، بلوغ، عقل، حرّیت، امانت، عدالت اور صلاحیت اور عدمِ خصومت۔ وصیت کے ترکِ مؤکدہ قرار دینے کی بابت اجماع ہے۔ آیاتِ مواریث کے ساتھ چار مرتبہ یہ آیت نازل ہوئی۔ مِنْ

ذریعہ تقسیم کر دیا جائے گا۔ عصبات اور ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں مال بیت المال میں داخل ہوگا۔ اگر بیت المال نہ ہو یا بیت المال کا انتظام اطمینان بخش نہ ہو تو ترکہ ذوی الارحام پر تقسیم ہوگا۔ اس کا نتیجہ یہ کہ ردّ ذوی الارحام کی توریث پر مقدم ہے۔ ذوی الارحام کے گیارہ اقسام ہیں۔ نانا اور نانی کی ماں۔ نانا کو جدِ فاسد اور نانی کی ماں کو جدۂ فاسدہ کہتے ہیں۔ بیٹیوں کی اولاد اور پوتیوں کی اولاد مرد ہوں یا عورت۔ حقیقی یا علاتی یا اخیافی بھائیوں کی بیٹیاں۔ حقیقی یا علاتی یا اخیافی بہنوں کی اولاد۔ اخیافی بھائیوں کی اولاد۔ چچا اخیافی حقیقی علاتی یا اخیافی چچا کی بیٹیاں۔ پھوپیاں۔ ماموں۔ خالائیں۔ وہ اشخاص جو ان ذوی الارحام کے توسط سے میت کے ساتھ رشتہ رکھتے ہوں سوائے پہلی قسم کے تعلق کے۔ ذوی الارحام کے وراثت پانے کے دو طریقے ہیں۔ اہل تنزیل کا طریقہ اور اہل قرابت کا طریقہ۔ ان میں سے اوّل الذکر طریقہ اصح ہے۔

اہل تنزیل کا طریقہ یہ ہے کہ ذوی الارحام میں سے ہر ایک کو اُن اشخاص کی جگہ قایم کریں جن کے ذریعہ اُن کا رشتہ جڑتا ہے جیسا کہ بیٹی کی بیٹی، بیٹی کی جگہ قایم ہوگی، بہن کی بیٹی بہن کی جگہ، بھائی کی بیٹی بھائی کی جگہ، چچا کی بیٹی چچا کی جگہ، ماموں اور خالہ ماں کی جگہ، اخیافی چچا اور پھوپی باپ کی جگہ قایم ہوں گے اور ان اشخاص کو جو حصہ مل سکتا ہو متعین کر کے اُن کے قائمقام ذوی الارحام کو دیں گے، سوائے اخیافی بیٹوں، بیٹیوں، ماموں اور خالاؤں کے جن کے درمیان تقسیم مساوی طور پر ہوگی **مسئلہ**۔ مثال کے طور پر میت نے بیٹی کی بیٹی اور پوتی کی بیٹی چھوڑی۔ بیٹی کی بیٹی، بیٹی کی جگہ اور پوتی کی بیٹی پوتی کی جگہ قایم ہوگی اور یہ تصور ہوگا کہ میت نے بیٹی اور پوتی کو چھوڑی۔ مسئلہ چھ سے ہوگا اور بیٹی کے نصف حصہ کے تین اور پوتی کے ثلثین کے تکملہ کے چھٹے حصہ کا ایک اور ان دونوں کا مجموعہ چار ہوگا اور دو حصے باقی رہیں گے۔ یہ دو حصے ان ہی دو ذوی رحموں پر ان کے حصّوں کے تناسب کے لحاظ سے ردّ کے ذریعہ تقسیم کریں تو پوتی کو مزید ڈیڑھ حصہ اور بیٹے کی پوتی کو نصف حصہ ملیگا نصف کا مخرج دو ہے اور دو کو اصل مسئلہ کے چھ میں ضرب دیں تو بارہ حاصل ہوں گے۔ پوتی کو فرض اور ردّ کے ذریعہ نو اور بیٹے کی پوتی کو فرض اور ردّ کے ذریعہ تین ملتے ہیں اور چونکہ نو اور تین میں تین کی موافقت ہے اس لیے اختصار کر لیں ہر حصہ کو تین سے تقسیم کریں تو ان حصّوں کی بابتہ تین اور ایک اور اصل مسئلہ کے بارہ کے چار رہ جائیں گے نتیجہ یہ کہ اصل مسئلہ چھ سے تھا اس کی تصحیح بارہ سے ہوئی اور اختصار کے بعد چار، بیٹی کے حصہ کے تین بیٹی کی بیٹی کو اور پوتی کے حصہ کا ایک پوتی کی بیٹی کو ملے گا۔

اہلِ قرابت کا طریقہ یہ ہے کہ میت سے قرابت میں جس شخص کو زیادہ قربت ہو اس کو ترجیح دی جائے۔ مسئلہ مصرحۂ بالا میں پوتی اور پوتی کی بیٹی میں سے پورا ترکہ پوتی پائے گی اس لیے کہ وہ رشتہ میں میت سے قریب تر ہے بہ نسبت پوتی کی بیٹی کے اور پوتی کی بیٹی کو کچھ نہ ملے گا۔

وارث کے حق میں وصیت کا نفاذ نہ ہوگا اگرچہ ایک تہائی سے کم مال کی نسبت ہو۔ اگر وارث کے حق میں وصیت کی جائے تو اس کا نفاذ باقی ورثائے مجازِ تصرف کی اجازت سے ہوگا۔ حدیث۔ لَا وَصِیَّةَ لِوَارِثٍ اِلَّا اَنْ تُجِیْزَ الْوَرَثَةُ۔ وارث کے حق میں وصیت نہ ہوگی سوائے اس کے کہ ورثاء اس کو جائز قرار دیں۔ وارث سے وہ شخص مراد ہے جو مُوصی کی موت کے وقت وراثت کا حق رکھتا ہو نہ کہ وصیت کے وقت۔ مُوصی نے بیٹے کی موجودگی میں بھائی کے حق میں وصیت کی اور مُوصی سے پہلے اس کا بیٹا مر گیا تو وصیت وارث کے حق میں متصور ہوگی۔ موصی کو بیٹا نہ تھا اور اس نے بھائی کے حق میں وصیت کی اور موصی کے مرنے سے پہلے اس کے بیٹا پیدا ہو گیا تو یہ وصیت غیر وارث کے حق میں تصور کی جائے گی۔ ورثاء کی اجازت بھی موصی کی موت کے بعد ہوگی۔ موصی اپنی زندگی میں وصیت سے رجوع کر سکتا ہے لیکن ورثاء اجازت سے رجوع نہیں کر سکتے۔ **مرضِ موت** کی حالت میں وارث پر کوئی جائداد وقف بھی نہیں ہو سکتی اور نہ وارث کو اس کے قرضہ سے سبکدوش کیا جا سکتا ہے اور نہ کوئی جائداد وارث کے حق میں ہبہ ہو سکتی ہے جب تک کہ بقیہ ورثاء اجازت نہ دیں۔ ورثاء کی اجازت سے بچنے کے لیے یہ حیلہ تراشا جاتا ہے۔ زید کے حق میں ایک ہزار کی وصیت کرے اس شرط پر کہ وہ اس کے بیٹے پر پانسو کے ساتھ احسان کرے۔ زید اس کو قبول کرے تو زید پر لازم ہوگا کہ موصی کے بیٹے کو پانسو دے۔ کسی وارث کے حق میں، اس کی وراثت کے حصہ کے مطابق، وصیت کرنا باطل ہے اس لیے کہ بغیر وصیت کے بھی وہ اسی قدر حصہ میراث کے ذریعہ پاتا ہے۔ خاص ورثاء کی عدم موجودگی کی صورت میں، عام مسلمانوں میں سے کسی ایک کے نام ثلث یا اس سے کم جائداد کی وصیت کرے تو صحیح ہے۔ اس لیے کہ عامۃ المسلمین سے اجازت حاصل کرنا دشوار ہے اور امام کی اجازت بھی ضروری نہیں ہے۔

مُوصیٰ بِہٖ، وہ چیز جس کی بابت وصیت کی جائے۔ موصیٰ بہ کے لیے شرط ہے کہ مقصود بہٖ ہو، منتقل ہو سکتی ہو اور مباح ہو، اس کا معلوم اور موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔ مجہول اور معدوم کی نسبت بھی وصیت ہو سکتی ہے۔ جانور کے تھن میں جو دودھ ہے اور جس کی مقدار معلوم نہیں اور درخت کے ثمرہ کی بابت جو ابھی ظاہر نہیں ہوا وصیت ہو سکتی ہے بشرطیکہ موصی کی موت کے وقت وہ موصی کی مملوکہ ہو۔ وصیت کے لیے اصلِ شئی کے اظہار کی ضرورت نہیں اور نہ اس کی نوع یا جنس یا مقدار کے ظاہر کرنے کی ضرورت ہے۔ بہر حال وصیت کے لیے کسی چیز کے تعین کرنے یا تعین نہ کرنے اور مبہم چھوڑنے سے کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا۔ اصل چیز کے علاوہ فقط اس کی منفعت کی بابت بھی وصیت ہو سکتی ہے، موقتی طور پر یا ہمیشہ کے لیے۔ ایک شخص کے حق میں اصلِ شئی کی بابت اور دوسرے شخص کے حق میں اس کی منفعت کی بابت وصیت ہو سکتی ہے۔

مقدار۔ وصیت کی مالیت ترکہ کی مالیت کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو بلکہ مستحب ہے کہ ایک تہائی سے کچھ کم ہو۔ **سعد** ابن ابی وقاصؓ مکہ میں بیمار ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ سعد نے سوال کیا کیا میں اپنے پورے مال کی وصیت کر سکتا ہوں تو آپ نے فرمایا نہیں۔ پھر کہا کیا دو تہائی مال کی تو آپ نے فرمایا نہیں پھر کہا

بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصِيْ بِهَا أَوْ دَيْنٍ۔ ابنِ ماجہؒ نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ اَلْمَحْرُوْمُ مَنْ حُرِمَ الْوَصِيَّةَ۔ مَنْ مَاتَ عَلٰى وَصِيَّةٍ مَاتَ عَلٰى سَبِيْلٍ وَسُنَّةٍ وَتُقًى وَشَهَادَةٍ وَمَاتَ مَغْفُوْرًا لَهٗ۔ وہ شخص ثواب سے محروم ہے جس نے وصیت سے غفلت کی۔ جو وصیت کر کے مرا تو سمجھنا چاہئے کہ وہ مرتے وقت ٹھیک راستہ پر تھا۔ اور پرہیزگاری پر تھا اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی تصدیق میں شہادت دی اور اس کے گناہ بخشے گئے۔ حینِ حیات **صدقہ** دینا وصیت سے افضل ہے۔ کارِ خیر میں مال و متاع کے دینے کو "صدقہ" کہتے ہیں۔

احکامِ وصیت۔ حالات کے لحاظ سے وصیت کی نسبت پانچ احکام عاید ہوتے ہیں سنّتِ مؤکدہ ہے وصیت غرضِ خیر و احسان کے لیے مباح ہے وصیت تونگروں کے حق میں۔ مکروہ ہے وصیت جبکہ ایک تہائی سے زیادہ مال کی نسبت ہو یا ورثاء کے حق میں ہو۔ حرام ہے وصیت اُس شخص کے حق میں جس کی نسبت علم ہو کہ ترکہ میں حق پیدا ہونے پر وہ ترکہ کو تباہ و تاراج کرے گا۔ واجب ہے وصیت اُن حقوق کی ادائی کی نسبت جو خود کے ذمہ ہیں اور جن کی نسبت کوئی شہادت نہیں ہے اگرچہ مرضِ موت کی حالت میں نہ ہو۔

ارکانِ وصیت۔ وصیت کے ارکان چار ہیں مُوصِی، مُوصیٰ لہٗ، مُوصیٰ بہٖ اور صیغہ۔

مُوصِی، وصیت کرنے والے کو کہتے ہیں۔ موصی کے لیے شرط ہے کہ بالغ، عاقل، مالک، مختار اور آزاد ہو۔ نابالغ، مجنون، غیر مالک، مجبور اور غلام کی وصیت جائز نہیں۔ کافر اور مرتد بھی وصیت کر سکتا ہے لیکن مرتد اسلام کی طرف عود کرے تو اس کی وصیت صحیح ہوگی اور ارتداد کی حالت میں فوت ہو تو اسکی وصیت باطل ہوگی اسلئے کہ مرتد کا ترکہ موقوف ہے۔

مُوصیٰ لہٗ، اُس شخص کو کہتے ہیں جس کے حق میں یا جس کے فائدہ کے لیے وصیت کی جائے۔ موصیٰ لہٗ کے لیے شرط ہے کہ اگر معیّن ہو تو اس میں ملکیت کی اہلیت ہو کسی میّت یا جانور کے حق میں وصیت صحیح نہیں ہوگی۔ نابالغ، مجنون اور اُس بچے کے حق میں وصیت ہو سکتی ہے جو شکمِ مادر میں ہو۔ مُوصیٰ لہٗ مبہم نہ ہو اور معیّن ہو۔ مُوصیٰ لہٗ اصالتاً یا ولایتاً مُوصِی کی موت کے بعد وصیت کو قبول کرے نہ کہ قبل۔ مُوصیٰ لہٗ غیر معیّن بھی ہو سکتا ہے جبکہ وصیت جہتِ عامّہ کے لیے ہو۔ فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستہ میں صرف کرنے کے لیے وصیت کی جائے تو مالِ وصیت زکات کے غازیوں پر صرف کیا جا سکتا ہے۔ دیگر کارِ خیر یعنی فقراء کی اعانت اور مساجد کی تعمیر، ترمیم کے لیے بھی وصیت کی جا سکتی ہے جہت میں کسی تین اشخاص کو دینا کافی ہے۔ سب کو دینا واجب نہیں اور نہ مساوات کی پابندی ہے۔ عدمِ معصیت مشروط ہے۔ مسلم کافر کے حق میں وصیت نہیں کر سکتا۔ **فضیلت**۔ ایسے قریبی رشتہ دار کے حق میں وصیت کرنا افضل ہے جو وارث نہ ہو اور ان میں بھی محرم رشتہ دار کو ترجیح حاصل ہے۔ ان کے بعد دودھ کے رشتہ دار کے حق میں وصیت کرے اور اس کے بعد ہمسایہ کے حق میں اور پھر اہلِ خیر کے حق میں جو محتاج ہیں وصیت کرنا افضل ہے۔

ہو تو کسی ایک مسلم کے حق میں یک ثلث کی حد تک وصیت ہو سکتی ہے اور اس سے زاید کی وصیت باطل ہوگی۔ وہی ورثا اجازت کے مجاز ہوں گے جن کو تصرف کا بالکلیہ اختیار حاصل ہے نابالغ، بے ہوش، مجنون خارج ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ اجازت دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے اس لیے ان کی اجازت صحیح نہیں ہے

تعددِ وصیت متعدد اشخاص کے حق میں وصیت کرے اور ان کے درمیان ترتیب بھی مقرر کرے تو ان اشخاص کو یکے بعد دیگرے حسبِ وصیت مال دیا جائے گا جب تک کہ ثلث کی مقدار پوری ہو جائے ثلث کی مقدار پوری ہونے کے بعد کوئی شخص باقی رہے تو اس کو کچھ نہ ملے گا۔ اگر متعدد اشخاص کے درمیان کوئی ترتیب قایم نہ کرے اور مجموعی مقدار ثلث سے زیادہ ہو جائے تو ان سب کو بلحاظ شرکت اسی طرح مال ملے گا جس طرح قرضوں کے تصفیہ میں عمل کیا جاتا ہے جبکہ مال کم ہو اور مقدار قرضہ زیادہ ہو۔

صیغہ۔ وصیت کی عبارت اور الفاظ کو صیغہ کہتے ہیں۔ صیغہ کے لیے شرط ہے کہ ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں جن سے وصیت کا مقصد صریحاً یا کنایتہً ظاہر ہو سکے اور بمنزلۂ ایجاب ہو۔ صریحاً کی مثال یہ ہے۔ وصیت کی میں نے اس کے لیے۔ وصیت کا لفظ کہنے کے بعد موت کے بعد کے الفاظ کا کہنا لازم نہیں ہے۔ اس کو فلاں چیز میرے مرنے کے بعد دو یا فلاں چیز میرے بعد اس کی ہے ایسے فقرے کی ضرورت ہے جس سے موت کے بعد یا وصیت کے معنی کا اظہار ہو سکے۔ کنایتہً کہنے کی صورت میں نیت مشروط ہے۔ میرے مال میں سے فلاں چیز اس کی ہے لیکن فقط اس قدر کہنا کافی نہیں ہے کہ فلاں چیز اس کی ہے۔ یہ الفاظ صرف اقرار پر دلالت کرتے ہیں۔

قبول۔ موصی کے الفاظ بمنزلۂ ایجاب ہیں اور ان کے جواب میں موصیٰ لہٗ کی جانب سے رضامندی کے اظہار کے لیے جو الفاظ کہے جائیں اس کو قبول کہتے ہیں۔ اگر موصیٰ لہٗ معیّن ہو تو موصی کی موت کے بعد موصیٰ لہٗ کی جانب سے قبول کرنے کی ضرورت ہے مگر فوری کی شرط نہیں ہے اور نہ ایجاب اور قبول کے الفاظ میں مطابقت کی ضرورت ہے موصی کے مرنے سے قبل قبول کرنا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ موصی اپنی زندگی میں وصیت سے ہر وقت رجوع کر سکتا ہے۔ اگر موصیٰ لہٗ معیّن نہ ہو تو قبول کی شرط نہیں ہے جیسا کہ فقراء کے حق میں وصیت اس لیے کہ ایک جماعت کی جانب سے رضامندی کا اظہار دشوار ہے اگر وصیت غلام کو آزاد کرنے کی نسبت ہے تو بھی قبول کی شرط نہیں ہے۔

رجوع۔ پوری وصیت سے یا وصیت کے کسی جزو سے موصی رجوع کر سکتا ہے ان الفاظ میں۔ میں نے وصیت کو باطل کیا یا وصیت سے رجوع کیا۔ یا یہ کہ جس چیز کی نسبت وصیت کی تھی اسی کی نسبت اشارہ کر کے کہے کہ یہ میرے ورثا کے لیے ہے یا اس چیز کو بیع کر دے یا رہن کر دے۔ بہرحال رجوع کے لیے ہر ایسا فعل اور قول کافی ہے جس سے معناً یا ضمناً رجوع کا اظہار ہو سکے۔

ایصاء کے معنی وصل کرنے اور ملانے کے ہیں اور وصیت اور ایصاء دونوں الفاظ مترادف ہیں۔ شرع میں ایصاء سے

نصف مال کی تو آپ نے کہا نہیں پھر کہا ایک تہائی مال کی تو آپ نے فرمایا۔ اَلثُّلُثُ وَالثُّلُثُ کَثِیْرٌ اِنَّکَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَکَ اَغْنِیَاءَ خَیْرٌ مِنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً یَتَکَفَّفُوْنَ النَّاسَ۔ ایک تہائی کافی ہے بلکہ ایک تہائی بھی زیادہ ہے، تم اپنے ورثاء کو تونگر چھوڑیں تو بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ فقیر چھوڑیں اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔ اس وقت سعد کی ایک ہی بیٹی عائشہ تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر میں فرمایا۔ لَعَلَّکَ تُخَلَّفُ۔ شاید تم باقی رہو۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد سعد پچاس سال زندہ رہے اور ان کے جملہ دس بچے تھے۔ سعدؓ اسلام میں ثالث ثلاثہ تھے۔

براءؓ انصار میں سے اور خزرجی اسلمی قبیلہ سے تھے۔ یہ پہلے صحابی ہیں جنھوں نے ثلثِ مال کی وصیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول کیا اور براء کے ورثاء کو دیدیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہنچنے سے ایک مہینہ قبل ماہ صفر میں براءؓ نے وفات پائی۔ ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی تَصَدَّقَ عَلَیْکُمْ عِنْدَ وَفَاتِکُمْ بِثُلُثِ اَمْوَالِکُمْ زِیَادَةً لَّکُمْ فِیْ اَعْمَالِکُمْ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے صدقہ دیا یعنی اللہ نے تم پر فضل اور احسان کیا کہ تمہاری موت کے وقت بھی تم کو تمہاری جایداد میں ایک تہائی مال کی حد تک نیک کام میں خرچ کرنے کی اجازت دی تاکہ تمہارے نیک اعمال میں زیادتی ہو۔ وصیت صحت کی حالت میں کرے یا بیماری میں ثلث تک محدود ہے۔ اگر کسی نے صحت میں ہبہ کیا اور مرضِ موت میں قبضہ دیا تو اس کا اثر ایک تہائی جایداد تک محدود ہوگا، اس لیے کہ ہبہ کی تکمیل قبضہ سے ہوتی ہے۔ قرض کی ادائی کے بعد جو مال باقی رہے اس میں سے ایک تہائی کی حد تک وصیت محدود ہے۔ اگر قرض کی مقدار اتنی ہو کہ پوری جایداد غرق ہو جائے تو وصیت کا نفاذ کسی چیز کی وصیت نہ ہوگا لیکن قرض خواہ بری کرے یا قرضہ کو کوئی اجنبی شخص یا وارث ادا کرے تو پھر وصیت ایک ثلث جایداد کی حد تک نافذ ہوگی۔ اصول یہ ہے کہ موصیٰ لہٗ ثلثِ مال پر اُسی وقت قبضہ کر سکتا ہے جبکہ ورثاء ثلثین پر قبضہ کریں۔ اگر کوئی شخص نقد چھوڑے اور کچھ قرضے دوسروں سے وصول طلب چھوڑے تو نقد مال کا ثلث حصہ وصیت میں دیا جائیگا اور اس کے بعد جیسے جیسے قرضہ وصول ہوتا جائے اس کا ثلث بھی دیا جائیگا۔ ثلثِ مال کی تکمیل کے لیے ترکہ کی مالیت کا تعین موصی کی موت کے وقت کی مالیت کے اعتبار سے ہوگا نہ کہ وصیت کے وقت کی مالیت کے لحاظ سے۔ فرض کیا جائے کہ وصیت کے وقت ترکہ کی مالیت چھ ہزار تھی اور اس کے بعد جایداد کی مقدار یا مالیت بڑھتے بڑھتے موصی کی موت کے وقت بارہ ہزار ہوگئی تو بارہ ہزار کے ایک ثلث یعنی چار ہزار تک وصیت کا نفاذ ہوگا۔ اعتماد اس پر ہے کہ ثلث سے زیادہ مال کی وصیت کرنے میں کراہتِ تنزیہی ہے۔ اگر ورثاء اجازت دیں تو اس زاید کی حد تک بھی وصیت کا نفاذ ہو سکتا ہے اور اگر اجازت نہ دیں تو اس زاید کی حد تک وصیت کا نفاذ نہ ہوگا۔ اگر بعض ورثاء اجازت دیں اور بعض اجازت نہ دیں تو ہر ایک وارث کے لحاظ سے حکم عاید ہوگا۔ ورثاء کی اجازت موصی کے مرنے کے بعد درکار ہوگی اس لیے کہ موصی کی زندگی میں ورثاء کو کوئی استحقاق حاصل ہی نہیں ہے۔ اگر میت کا ترکہ عامۃ المسلمین کو پہنچتا

یا بت تراشی کر لیے نہ ہو اس لیے کہ ایصاء میں قربت الی اللہ کی غرض شامل ہے جو معصیت کے منافی ہے۔

صیغہ۔ ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں جس سے ایصاء کا مطلب ظاہر ہو اور بمنزلۂ ایجاب ہو جیسا کہ کہے میں نے تجھ کو وصیت کی یا تجھ کو میں نے وصی مقرر کیا اور اس کے ساتھ اُن امور کی صراحت کرے جس کے بارے میں وصیت کرے اگر صرف اتنا کہے کہ وصیت کیا میں تیری طرف اور خاموش رہے تو وصیت لغو ہو جائے گی۔ وصی وصیت کو موصی کی موت کے بعد جب چاہے قبول کر سکتا ہے جیسا کہ وصیت مال کی صورت میں۔ وصیت موقتی اور معلق بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ کہے میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں میرے بیٹے کے بالغ ہونے تک یا زید کے آنے تک۔ جب بیٹا بالغ ہو گیا یا زید واپس آگیا تو وہ وصی ہو گا۔ اگر یوں کہے کہ وصیت کیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف اور فلاں کی طرف تو اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر تبرّکاً متصور ہو گا۔ ابنِ مسعودؓ نے وصیت میں لکھا تھا۔ میری وصیت اللہ تعالیٰ کی طرف اور زبیر اور ان کے بیٹے عبداللہ کی طرف۔ زبیرؓ سات صحابہ کی جانب سے وصی مقرر کیے گئے تھے اور آپ کا عمل یہ تھا کہ اپنے مال سے ان سب کی اولاد کی پرورش کرتے اور ان کے مال کی حفاظت کرتے تھے۔

نکاح

احکام، صفاتِ زوجین، نظر، ارکانِ نکاح، پیام، اجبار، محرمات، خیار بہ عیوب، مہر، ولیمہ، خلع، طلاق، رجعت

نکاح کے معنی ضم کرنے اور ملانے کے ہیں شرع میں ایسے عقد اور معاہدہ کو کہتے ہیں جس کے انعقاد سے وطی مباح ہوتی ہے عقد کے معنی معاہدہ کے اور وطی کے معنی مجامعت کے ہیں۔ عربی زبان میں نکاح کا لفظ عقد اور وطی دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے نکاح کے شرعی معنی میں تین وجوہ ہیں۔ نکاح کا لفظ عقد اور وطی دونوں پر حقیقت میں دلالت کرتا ہے یا عقد پر حقیقت میں اور وطی پر مجازاً دلالت کرتا ہے یا اس کے برعکس وطی پر حقیقت میں اور عقد پر مجازاً دلالت کرتا ہے۔ حنفیہ وجہ سوم کی تائید کرتے ہیں اور شافعیہ وجہ دوم کی۔ آیت۔ (۲ ۲/۱۳) ۔ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (یہاں تک کہ عورت عقد کرے دوسرے شوہر کے ساتھ) میں شافعیہ عقد مراد لیتے ہیں اور معنی وطی کا استفادہ اس حدیث سے کرتے ہیں۔ حَتّٰی تَذُوْقِيْ عُسَيْلَتَهٗ وَيَذُوْقَ عُسَيْلَتَكِ (یہاں تک کہ عورت اس دوسرے شوہر سے لذت حاصل کرے اور دوسرا شوہر تجھ سے بہرہ اندوز ہو) عقد کے معنی قرآن سے اور وطی کے معنی حدیث سے مستنبط ہوتے ہیں یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ آیت میں نکاح سے وطی کے معنی مجازاً لیے گئے ہیں۔ عرب عموماً ہر میٹھی چیز کو عسل کہتے ہیں اور عسل کے معنی شہد کے ہیں اور جماع کی لذت کے لحاظ سے اس کو عسل سے تشبیہ دی گئی۔ نصِ قرآن یہ ہے کہ طلاقِ بائن دینے کے بعد عورت پہلے شوہر کی زوجیت میں داخل نہیں ہو سکتی جب تک کہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے اور نصِ حدیث یہ ہے کہ عورت اس نئے شوہر کی ہم بستری سے بہرہ اندوز ہو

یسا عمل مراد ہے جس کی رو سے اپنی موت کے بعد وصی کو جایداد میں تصرف کا اختیار اس غرض سے دیا جائے کہ بچوں کی پرورش اور نگرانی کرے، امانتوں کو مسترد کرے، قرضے ادا کرے اور اپنے قرضے وصول کرے لیکن اس میں کوئی امر تبرع نیکی اور احسان شامل نہیں ہے۔ ایصاء بھی مسنون ہے۔ اگر کسی حق کے ادا کرنے سے قاصر ہو اور اس حق کی تصدیق کے لیے کوئی شہادت نہ ہو تو اس کے بارے میں وصیت کرنا واجب ہے اس لیے کہ ایسے حق کی نسبت وصیت نہ کرنے سے اس حق کے ضایع ہونے کا اندیشہ ہے۔

ارکانِ ایصاء چار ہیں: موصی[1]، وصی[2]، موصیٰ فیہ[3] اور شیغہ[4]۔

موصی[1] وصیت کرنے والے کے لیے شرط ہے کہ بالغ، عاقل، مالک، مختار اور آزاد ہو، نابالغ، مجنون، مجبور یا غلام نہ ہو۔ جب چاہے موصی وصیت سے رجوع کر سکتا ہے اس لیے کہ وہ ایک جایز معاہدہ ہے۔

وصی[2] وہ شخص ہے جس کو وصیت کی تعمیل کے لیے مقرر کیا جاتا ہے۔ وصی نوعِ اول کے موصیٰ لہٗ کی جگہ ہے وصی کے تقرر کے لیے یہ الفاظ کہے جا سکتے ہیں: میں نے فلاں کی طرف وصیت کی یا میں نے اس کو وصی مقرر کیا۔ وصی کے لیے سات شرائط ہیں۔ اسلام[1] اسلام کی شرط مسلم کے بارے میں ہے۔ کافر کو مسلم پر وصی مقرر نہیں کیا جا سکتا لیکن کافر کو کافر پر وصی کیا جا سکتا ہے۔ بلوغ[2] نابالغ کو وصی نہیں کیا جا سکتا۔ عقل[3] مجنون وصی نہیں ہو سکتا۔ آزادی[4] غلام چونکہ دوسرے کا تابع ہے وصی نہیں ہو سکتا۔ امانت[5] بمنزلۂ عدالت۔ فاسق کو وصی نہیں مقرر کیا جاتا۔ عدالت کی عدم تہمت سے ایسا شخص مراد ہے جس کی شہادت قبول کی جائے۔ صلاحیتِ[6] تعمیلِ وصیت، کبر سنی اور پیرانہ سالی مانع تقرر ہے۔ عدمِ[7] وجہِ خصومت۔ وصیت کی تعمیل کا تعلق جن اشخاص سے ہو ان سے وصی کو کوئی خصومت نہ ہو۔ وہ اشخاص جو ان صفات کی اضداد سے متصف ہوں وصی نہیں بنائے جا سکتے۔ موصی کی موت کے وقت وصی میں ان صفات کے پائے جانے کی ضرورت ہے نہ کہ اس کے پہلے وصیت کے وقت وصی میں یہ صفات نہ پائی جائیں اور موصی کے مرنے تک یہ صفات وصی میں پیدا ہو جائیں تو کافی ہے۔ اگر یہ شرائط بچے کی ماں میں موجود ہوں تو اس کو دیگر اشخاص پر ترجیح ہے اس لیے کہ ماں کی فطرت میں داخل ہے کہ اپنی اولاد پر شفقت اور محبت کرے۔ یہاں تک کہ اصطخری کا قول ہے کہ ماں کا عقدِ ثانی بھی ماں کے اس حق کو باطل نہیں کرتا سوائے اس کے کہ موصی نے ایسی قید قایم کی ہو۔ اس سے ظاہر ہے کہ انوثت وصایت میں مانع نہیں ہے سننِ ابوداؤد میں لکھا ہے کہ عمرؓ نے اپنی صاحبزادی حفصہؓ کی طرف وصیت کی تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجاتِ مطہرات میں سے تھیں۔ جب چاہے وصی بھی وصیت کے قبول سے رجوع کر سکتا ہے۔

موصیٰ فیہ[3] شیئِ وصیت ہے جس کو نوعِ اول میں موصیٰ بہٖ کہا گیا۔ موصیٰ فیہ میں ایسے تصرف کی شرط ہے جس کو تصرفِ مالی کہا جائے اور وہ تصرفِ مالی مباح ہو۔ بیٹے یا بیٹی کا نکاح کر دینے کے لیے وصیت صحیح نہیں ہو سکتی اس لیے کہ یہ تصرفِ مالی نہیں ہے۔ وصی باپ یا دادا نہ ہو تو نابالغ لڑکے یا لڑکی کا عقد نہیں کروا سکتا۔ یہ بھی شرط ہے کہ کارِ وصیت گناہ نہ ہو یعنی تعمیر کنیسہ

شیاطین کے بھائیوں میں سے ہو، مجرد لوگ بُرے ہیں۔

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ لَوْ لَمْ یَبْقَ مِنْ عُمُرِیْ اِلَّا عَشَرَةُ اَیَّامٍ اَحْبَبْتُ اَنْ اَتَزَوَّجَ حَتّٰی لَا اَلْقَی اللّٰهَ عَزَبًا۔ عزب مجرد کی حالت کو کہتے ہیں اور حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اگر میری عمر کے صرف دس روز بھی باقی ہوں تو میں نکاح کرنا چاہوں گا تاکہ اللہ تعالیٰ کے پاس تنہا نہ جاؤں۔ امام احمدؒ نے اپنی بیوی کے انتقال کے بعد دوسرے ہی روز نکاح کیا اور فرمایا۔ اَکْرَهُ اَنْ اَبِیْتَ عَزَبًا۔ میں پسند نہیں کرتا کہ ایک رات بھی تنہا گزاروں۔

احکامِ نکاح۔ نکاح اس شخص کے لیے مستحب ہے جس کو نکاح کی حاجت ہو۔ ہر وہ فعل جس پر عمل کرنے میں طاعت ہو وہ مستحب ہے اور جس میں طاعت نہ ہو وہ صرف مباح ہے۔ اگر نکاح سے صرف لذت حاصل کرنا اور خواہشِ نفسانی کا پورا کرنا مقصود ہو تو مباح ہے اور اگر نکاح سے عفت قایم رکھنا یا اولاد حاصل کرنا مقصود ہو تو مستحب ہے! اصل یہ ہے کہ نکاح مباح ہے اور استحباب عارض ہے۔ نکاح کی حاجت سے یہ مراد ہے کہ وطی کی خواہش اور مہر و نفقہ کی استطاعت رکھتا ہو۔ نفقہ میں لباس اور سکونت بھی داخل ہے۔ عدمِ حاجت میں دائمی علت داخل ہے نہ کہ عارضی عنین ہونے کی صورت میں اور پیرانہ سالی کی حالت میں نکاح مکروہ ہے۔ مہر سے مہرِ حال مراد ہے اور نفقہ سے نکاح کے دن اور رات کا نفقہ اور لباس سے زمانۂ تمکین کا لباس مراد ہے۔ تمکین اس مدت کو کہتے ہیں جبکہ زوجہ شوہر کے قابو میں ہو۔ امام ابوحنیفہؒ نے نکاح کو نوافلِ عبادات پر تقدیم دی ہے۔

مستحب ہے نکاح اس شخص کے لیے جو وطی کی خواہش اور قوت اور مہر و نفقہ کی استطاعت رکھتا ہو اور دارالحرب میں نہ ہو۔ دارالحرب میں واقع ہو تو شرائطِ نکاح کی موجودگی کے باوجود نکاح مستحب نہیں ہے اس لیے کہ اولاد کے کفر اور غلام بن جانے کا خوف رہتا ہے۔

مکروہ ہے نکاح جبکہ خواہش اور استطاعت دونوں موجود نہ ہوں۔

خلافِ اولیٰ ہے نکاح جبکہ خواہش اور قوت موجود ہو مگر استطاعت نہ ہو۔

اولیٰ ہے نکاح جبکہ استطاعت ہو اور عبادت میں مخل نہ ہو۔

واجب ہے نکاح اگر استطاعت ہو اور گناہ کے ارتکاب کا خوف کرے۔

مباح ہے نکاح جبکہ صرف شہوت کو پورا کرے۔

حرام ہے نکاح جبکہ حقوقِ زوجیت کو قایم نہ رکھ سکے۔

عورت۔ ابن حجرؒ کا قول ہے کہ عورت کے حق میں نکاح **حرام** ہے جسکو خواہش اور شوق نہ ہو اور جانتی ہو کہ شوہر کے واجبی حقوق کو پورا نہ کر سکے گی۔ شوہر کے حقوق کی یہ مثال ہے کہ شوہر عورت سے خواہش کرے کہ زیب و زینت کرے، آراستہ پیراستہ ہو خوشبو لگائے۔ عورت کیلئے نکاح **مسنون** ہے جبکہ اس کو خواہش اور شوق ہو اور نفقہ کا احتیاج رکھتی ہو اور

اور نیا شوہر اس عورت سے حظ حاصل کرے یعنی دوسرے شوہر سے نکاح کرنے میں وطی کا عمل میں آنا بھی مشروط ہے اس کی تفصیل طلاق کے بیان میں درج ہوگی۔ یہاں صرف لفظ نکاح کے معنی اور مفہوم سے بحث ہے۔

نکاح کا رواج قدیم شریعتوں سے چلا آتا ہے آدم علیہ السلام کے زمانہ سے جاری ہے اور جنت میں بھی جاری رہے گا۔ نکاح سے دنیا میں یہ غرض ہے کہ نسل کی حفاظت ہو سکے اور منی کے روکنے کی مضرت سے فراغت پائے اور ... تمتع حاصل کرے۔ یہ ضرورت جنت میں بھی باقی رہے گی البتہ اولاد نہ ہوگی۔ آیت۔ ( ) ۔ وَلَكُمْ فِيهَا مَا يَشْتَهُونَ جنت میں سب تمہاری خواہشات پوری ہوں گی۔ وہ خواہشات بھی پوری ہوں گی جو دنیا میں ممنوع اور حرام تھیں جیسا کہ حریر اور ریشم کا استعمال مرد کے لیے شراب کا استعمال اور دو بہنوں کا وقت واحد میں جمع کرنا۔ نکاح کی ... کلام مجید میں حکم ہے اور احادیث میں اس کی صراحت ہے اور ائمہ اور فقہاء کا اس کی ... اجماع ہے۔

آیات کلام مجید۔ (۴/۳) ۔ فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ۔ نکاح کرو عورتوں میں سے جو تم کو پسند آئیں۔ (۲/۱۵) وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ اور نکاح کرو بے شوہر والی عورت کے ساتھ تمہارے میں سے۔ ایامیٰ ایّم کی جمع ہے اور ایّم ایسی عورت کو کہتے ہیں جس کا خاوند نہ ہو خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔

احادیث نبوی۔ تَنَاكَحُوا تَكْثُرُوا فَإِنِّي مُبَاهٍ بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ نکاح کرو اور تعداد کو بڑھاؤ، میں بے شک قیامت کے روز دوسری امتوں پر فخر کرونگا تمہاری کثرت کی وجہ سے۔ مَنْ أَحَبَّ فِطْرَتِي فَلْيَسْتَنَّ بِسُنَّتِي وَمِنْ سُنَّتِي النِّكَاحُ۔ جو شخص میری فطرت کو عزیز رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ میری سنت کو اختیار کرے اور میری سنت نکاح ہے۔ فطرت سے مراد خلقت ہے یا فطرت سے دین مراد ہے۔ ایک روایت میں یہ جزء اضافہ ہے۔ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي جس نے میری سنت سے انحراف کیا اس کا تعلق مجھ سے نہیں ہے۔ دوسری روایت ہے۔ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَمَاتَ قَبْلَ أَنْ يَتَزَوَّجَ صَرَفَتِ الْمَلَائِكَةُ وَجْهَهُ عَنْ حَوْضِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ جس نے میری سنت سے انحراف کیا اور مر گیا قبل اس کے کہ نکاح کرے تو فرشتے اس کو لوٹا دیں گے میرے حوض کوثر سے قیامت کے دن۔ مَنْ تَرَكَ التَّزْوِيجَ مَخَافَةَ الْعَالَةِ فَلَيْسَ مِنِّي۔ جس نے افلاس کے ڈر سے نکاح کو ترک کیا وہ میرا نہیں ہے۔ مَا اسْتَفَادَ الْمَرْءُ بَعْدَ تَقْوَى اللَّهِ خَيْرًا مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَإِذَا غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ بِمَالِهَا وَنَفْسِهَا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور پرہیزگاری کے بعد آدمی جو بہتر فایدہ حاصل کرتا ہے وہ نیک بیوی ہے جب اس کی طرف نظر کرے تو خوش کرے اس کو اور جب اس سے غایب ہو تو اپنا مال اور جان قربان کر دے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد سے کہا أَلَكَ زَوْجَةٌ۔ کیا تمہاری بیوی ہے قَالَ لَا۔ جواب دیا نہیں۔ قَالَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ وَسَلِيمٌ فرمایا تم تندرست ہو اور تم میں کوئی ... تو نہیں قَالَ نَعَمْ۔ کہا ہاں۔ قَالَ إِنَّكَ إِذًا مِنْ إِخْوَانِ الشَّيَاطِينِ إِنَّ أَشْرَارَكُمْ عُزَّابُكُمْ۔ فرمایا بے شک تم

كَمْ مَنْزِلٍ فِي الْأَرْضِ يَأْلَفُهُ الْفَتَى   وَحَنِينُهُ أَبَدًا لِأَوَّلِ مَنْزِلِ

دنیا میں انسان بہت سی منزلوں میں رہتا بستا ہے اور اس سے مانوس ہو جاتا ہے   لیکن وہ ہمیشہ اپنی پہلی منزل کو شوق و حسرت سے یاد کرتا ہے

اس عام اصول سے اُس وقت تجاوز کرے جبکہ ضرورت داعی ہو جیسا کہ متعلقین کی پرداخت وغیرہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جابرؓ سے فرمایا۔ هَلَّا بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ۔ شرم کی بات ہے کیا باکرہ نہیں ملی جس سے تم دل بہلاؤ اور اور وہ تم سے دل بہلائے۔ جابرؓ نے بطورِ اعتذار عرض کیا کہ میرا باپ اُحد کی جنگ میں مارا گیا اور اس نے نو بیٹیاں چھوڑی ہیں میں پسند نہیں کرتا کہ ان کے ساتھ اُن کے ویسی ایک اور ناتجربہ کار عورت کو ملا دوں میں چاہتا ہوں کہ عورت اس قابل ہو کہ انھیں کنگھی کرے اور ان کی دیکھ بھال کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ أَصَبْتَ۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ دَيِّنَة یعنی مذہبی ہو اور لاپروا یا ناہنجار نہ ہو۔ جَمِيلَة ہو عام رائے میں یا شوہر کی مرضی کے موافق۔ حدیثِ صحیحین تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَجَمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِدِينِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ۔ نکاح کرتے وقت عورت میں چار باتیں دیکھی جاتی ہیں۔ مال، جمال، حسب اور دین۔ پس حاصل کرو تم دین والی کو۔ اگر تم ایسا نہ کرو تو فقیر ہوں گے۔ اور اگر ایسا کرو تو مستغنی ہوں گے۔ یعنی یہ عام طریقہ ہے کہ لوگ ان صفات کا لحاظ کرتے ہیں، یہ مقصود نہیں ہے کہ ان امور میں استحباب بھی ہے۔ عورت کے جمال کی نسبت اصمعی کا قول ہے کہ حُسن آنکھوں میں، جمال ناک اور رخسار میں اور ملاحت ہونٹوں میں ہے اور حُسن، جمال اور ملاحت میں یہی فرق ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ سے فرمایا لَا تَتَزَوَّجَنَّ خَمْسًا۔ شَهْبَرَة، بڑی عمر والی، لَهْبَرَة، لمبی دبلی، نَهْبَرَة، بوڑھی اور چالاک، هَنْدَرَة، ٹھگنی اور تیز، لَفُوتًا، دوسرے سے اولاد رکھنے والی۔ بعض عرب کا قول ہے کہ عورت نہ ہو أَنَّانَة یعنی دائم المریض اور شاکی، حَنَّانَة، ہر وقت ایک دوسرے شوہر کی خواہش کرنے والی، حَدَّاقَة تیز نظر والی جو شوہر پر فرمایشات کا طومار کر دے، بَرَّاقَة جو بناؤ سنگار پر پورا وقت صرف کرے یا کھانے پینے کی چیزوں میں چڑچڑاپن کرے، شَدَّاقَة بکواسی۔ مرد کو چاہیے کہ اپنے سے زیادہ رتبہ، نسب، مال اور وجاہت والی اور اپنے سے زیادہ کم عمر والی سے نکاح نہ کرے۔ اولیٰ ہے کہ نکاح کرے اپنی جیسی عورت رتبہ میں بلکہ کسی قدر کم تاکہ اُس کی نظر میں اس کی قدر و منزلت رہے اور شوہر کے گھر کی زندگی کو پسند کرے۔ بعض نے کہا ہے کہ عورت مرد سے چار باتوں میں کم رہے تو بہتر ہے عمر میں، قد میں، مال میں اور حسب میں۔ اور چار باتوں میں بڑھی رہے۔ جمال میں، ادب میں، خُلق میں اور پرہیزگاری میں۔ حسین غیر معمولی نہ ہو۔ اپنے حسن میں اکڑتی رہے گی اور ممکن ہے کہ لوگ اُس کو گھورا کریں۔ امام احمدؒ کا قول ہے۔ مَا سَلِمَتْ ذَاتُ جَمَالٍ قَطُّ۔ لوگوں کی زبان کے زخم سے حسین عورت کبھی محفوظ نہیں رہی۔ وَلُود یعنی اولاد پیدا کرنے کی قابلیت رکھتی ہو اس بارے میں رائے قایم کرنے کے لیے اس کے رشتہ داروں پر قیاس کیا جاتا ہے۔ حدیث سَوْدَاءُ وَلُودٌ خَيْرٌ مِنْ حَسْنَاءَ عَقِيمٍ سیاہ فام بچے جننے والی خوبصورت بانجھ عورت سے بہتر ہے۔ وَدُود یعنی محبت کرنے والی ہو۔

ناہنجار مردوں کے تعاقب کا خوف کرے اگر عورت کو گمانِ غالب ہو کہ لوگ اُس کے تعاقب سے باز نہ آئیں گے جب تک کہ وہ نکاح نہ کرلے تو عورت کے لیے نکاح کرنا **واجب** ہے۔ وجوب اس طرح کہ اپنے ولی سے درخواست کرے کہ نکاح کرادے یا حاکم کے پاس رجوع ہو۔

قطعِ شہوت۔ ولی کی خواہش رکھے اور استطاعت نہ ہو تو نکاح مستحب نہیں ہے بلکہ شرح مسلم میں لکھا ہے کہ ایسی حالت میں نکاح مکروہ ہے، روزہ رکھے کہ شہوت کو فرو کرتا ہے۔ ممکن ہے کہ آغاز میں روزہ عارضی طور پر تحریک پیدا کرے اور شہوت میں اضافہ کرے مگر جب مداومت کی جائے گی تو روزہ تسکین دیتا ہے۔ حدیث۔ یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ۔ اے گروہِ جوانان! تم میں سے جس کو قوت باہ کی طاقت ہو اس کو چاہیے کہ نکاح کرے یعنی اس کے لیے نکاح مندوب ہے اس لیے کہ نکاح نظر کو نیچی کرتا ہے اور شرم گاہ کی حفاظت کرتا ہے اور جس کو استطاعت نہ ہو تو چاہیے کہ روزہ رکھے اس لیے کہ روزہ قاطعِ شہوت ہے۔ اگر روزہ شہوت کو کمزور نہ کرے تو کافور وغیرہ جیسی ادویہ کے استعمال سے شہوت کو نہ توڑے بلکہ نکاح کرے اور خدا پر بھروسہ کرے۔ اُس شخص کو اللہ تعالیٰ ضرور رزق دیگا جو عفت کو قائم رکھنے کی نیت سے حلقہ زوجیت میں داخل ہوا۔ ادویہ کا استعمال مکروہ ہے اگر صرف شہوت میں ضعف پیدا کرے ورنہ ایسی ادویہ کا استعمال حرام ہے جو شہوت کو جڑ سے توڑ دے۔ اسی طرح عورت کے لیے مکروہ ہے کہ کسی چیز کو حمل کو روکنے کی غرض سے استعمال کرے مگر ایسی چیز کا استعمال حرام ہے جو حمل کی صلاحیت کو ختم کردے۔

اِسقاط۔ رحم میں نطفہ کے قرار پانے کے بعد اس کے اِسقاط کی نسبت اختلاف ہے۔ نُطفہ اور عَلَقہ (مضغہ) کا اِسقاط جائز ہے یہ قول امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے۔ احیاء میں اس کو حرام بتایا گیا ہے اور یہی بہتر وجہ ہے اس لیے کہ نطفہ قرار پاتے ہی خلقت کا عمل شروع ہوجاتا ہے۔ ابنِ حجر کا قول ہے اور اعتماد اسی پر ہے کہ نفخِ روح کے بعد اسقاط حرام ہے۔

صفاتِ زوجہ۔ نکاح کے لیے عورت کا انتخاب کرتے وقت اُمورِ ذیل کی رعایت رکھے۔

باکرہ۔ مستحب ہے کہ عورت باکرہ ہو سوائے اس کے کہ کمزوری کا عذر ہو اور بکارت کا ازالہ نہ کرسکے۔ حدیث۔ عَلَيْكُمْ بِالْأَبْكَارِ فَإِنَّهُنَّ أَعْذَبُ أَفْوَاهًا وَأَنْتَقُ أَرْحَامًا وَأَرْضَى بِالْيَسِيرِ۔ باکرہ سے نکاح کرو، اُن کا منہ زیادہ شیریں ہے، اُن کے رحم میں اولاد کی زیادہ صلاحیت ہے اور زیادہ راضی رہتی ہیں تھوڑے پر بھی۔ مطلقہ نہ ہو۔ شاید کہ طلاق دینے والے کو اس کی طرف رغبت ہو یا مطلقہ بعض صفات میں اپنے سابقہ شوہر کو یاد کرے اور ناخوش رہے۔ عورت پہلے شوہر سے محبت اور شغف رکھتی ہے اور اس کو بھولنا دشوار ہوتا ہے۔ اور یہی حال مرد کا بھی ہے۔

نَقِّلْ فُؤَادَكَ حَيْثُ شِئْتَ مِنَ الْهَوَى مَا الْحُبُّ إِلَّا لِلْحَبِيبِ الْأَوَّلِ

تم اپنے دل کو خواہشات میں جیسا چاہو بدلتے رہو مگر یاد رکھو سچی محبت محبوبِ اوّل ہی کے ساتھ ہے

جویریہ، صفیہ اور میمونہ رضی اللہ عنہن۔

جائز ہے کہ آزاد مرد چار عورتوں کو اور غلام دو کو نکاح میں جمع کرے۔ آیت۔ (۴/۳)۔ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ۔ عورتوں میں سے جس کو پسند کرو نکاح کرو دو، تین یا چار۔ قبیلہ ثقیف کے چھ مرد اسلام لائے جبکہ ان میں سے ہر ایک کی دس بیویاں تھیں۔ ان میں سے ایک شخص غیلان سے خطاب کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَمْسِكْ اَرْبَعًا وَفَارِقْ سَائِرَهُنَّ۔ چار کو روک کر بقیہ کو چھوڑ دو۔ جو عورتیں پہلے سے موجود تھیں ان کو قائم رکھنے سے منع کیا گیا تو ابتداء کے لیے یہ حکم بدرجہ اولیٰ صادق آئے گا۔ چار عورتوں کی تعداد آزاد عورتوں کے لیے ہے ورنہ باندیوں کے لیے کوئی تعداد مقرر نہیں، خواہ تنہا ہوں یا آزاد عورتوں کے ساتھ۔ آیت۔ (۴/۳)۔ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ اگر تم ڈرو کہ عدل نہ کرو گے تو ایک عورت ہے یا ملک یمین سے جو تمھارے پاس ہوں۔ یہ آیت مطلق ہے اس میں تعداد کی قید نہیں ہے۔ بعض خوارج نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے دو اور تین اور چار کی مجموعی تعداد نو کا جواز ظاہر کیا ہے اور بعض نے مثنیٰ سے دو دو اور ثلاث سے تین تین اور رباع سے چار چار مراد لے کر ان کی مجموعی تعداد اٹھارہ ظاہر کی ہے لیکن یہ دونوں استدلال اجماع کے خلاف ہیں۔ اس آیت میں واو بمعنی اَوْ بطریق تردید ہے، جمع کے لیے نہیں ہے۔ چار کی تعداد، عام طور پر آزاد مرد کے لیے مقرر کی گئی ہے ورنہ سفیہ یعنی مُسرف اور فضول خرچ جو دوسرے شخص کی نگرانی میں ہو یا مجنون کی حاجت رفع کرنے کے لیے ایک ہی عورت کافی ہے۔ مجنون کا نکاح اس کا باپ پھر دادا اور پھر حاکم کروا سکتا ہے مگر دوسرے عصبات کو اس کی اجازت نہیں ہے۔ غلام دو آزاد عورتوں یا دو باندیوں یا ایک آزاد عورت اور ایک باندی کو جمع کر سکتا ہے، غلام کے لیے باندی کے ساتھ عقد کرنے میں وہ شروط عاید نہیں ہوتیں جو آزاد مرد کے لیے عاید کی گئی ہیں۔

آزاد مرد باندی کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتا سوائے تین شرائط کے۔ آزاد عورت میسر نہ آئے، نافرمانی کا خوف ہو اور باندی مسلمان ہو۔ نکاح نہیں کر سکتا کے یہ معنی ہیں کہ نکاح کرنا جائز نہیں اور صحیح نہیں ہے اور یہ حکم آزاد مرد کے لیے ہے ورنہ غلام کے لیے باندی کے ساتھ نکاح کرنا جائز اور صحیح ہے بشرطیکہ مسلمان ہو۔ باندی کے ساتھ نکاح کے لیے جو شرائط بیان کیے گئے ہیں وہ غیر کی مملوکہ باندی کی نسبت ہیں ورنہ مالک اپنی مملوکہ باندی کے ساتھ، اس کی غلامیت کو قایم رکھ کر کسی صورت میں نکاح نہیں کر سکتا خواہ شرائط پائی جائیں یا نہ پائی جائیں۔ ہاں مالک اپنی مملوکہ باندی کو آزاد کرنے کے بعد اس کے ساتھ نکاح کرے تو جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔ حدیث۔ اِنَّ لَهُ اَجْرَيْنِ اَجْرًا عَلٰى اِعْتَاقِهَا وَاَجْرًا عَلٰى نِكَاحِهَا۔ بے شک اس کے لیے دوہرا ثواب ہے، ایک ثواب اس کے رہا کرنے کا اور دوسرا ثواب اس کے ساتھ نکاح کرنے کا۔ باندی کے ساتھ نکاح میں جو موانعات پیدا کیے گئے ہیں اس سے غرض یہ ہے کہ اولاد کو غلامی سے بچائے۔ باندی سے جو اولاد ہوگی وہ باندی کے مالک کی غلام رہے گی۔ عورت جو کسی غلام کی مالک ہو نکاح نہیں کر سکتی اپنے غلام کے ساتھ

حدیث۔ تَزَوَّجُوا الْوَلُوْدَ الْوَدُوْدَ فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ تم نکاح کرو بچے جننے والی اور محبت کرنے والی عورتوں سے بے شک میں فخر کروں گا دوسری امتوں پر قیامت کے دن۔ **نسب** اچھا ہو۔ زنا کی اولاد یا فاسق فاجر کی اولاد نہ ہو۔ ایسی نہ ہو کہ اس کے باپ کا علم نہ ہو۔ حدیث۔ اِیَّاکُمْ وَخَضْرَاءَ الدِّمَنْ بچے رہو اس عورت سے جو تروتازہ ہو مگر اس کی اصل ردی ہو۔ دمن کوڑے کرکٹ کو کہتے ہیں۔ کوڑے کرکٹ پر اگا ہوا پودہ ہرا بھرا اور دوسرے پودوں سے زیادہ شاداب ہوتا ہے۔ حدیث۔ تَخَیَّرُوْا لِنُطَفِکُمْ غَیْرَ ذَاتِ قَرَابَۃٍ قَرِیْبَۃٍ بِاَنْ کَانَتْ اَجْنَبِیَّۃً اَوْ ذَاتَ قَرَابَۃٍ بَعِیْدَۃٍ۔ تم نکاح کے لیے پسند کرو ایسی عورت کو جو قریب کی قرابت نہ رکھتی ہو، اجنبی ہو یا دور کی رشتہ دار۔ نزدیک کے رشتہ میں شہوت میں کمی اور نتیجۃً اولاد نحیف ہوتی ہے جیسا کہ چچا کی لڑکی۔ اجنبی سے دور کے رشتہ کی لڑکی افضل ہے۔ بعض نے امام شافعیؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اپنے خاندان کی لڑکی سے نکاح نہ کرنا مستحب ہے اس لیے کہ رشتہ کی لڑکی سے احمق اولاد ہوتی ہے۔

صفاتِ شوہر مسنون ہے کہ بیٹی کی شادی ایسے مرد سے کریں جو نا کتخدا ہو۔ بجیرمی کا قول ہے کہ جو صفات زوجہ کے لیے مسنون ہیں وہی شوہر کے لیے بھی مسنون ہیں۔

وقت و مقامِ مستحب مسنون ہے کہ ماہِ شوال میں عقد کرے اور جمعہ کے روز اول نہار، مجمع میں اور مسجد میں۔ نکاح کی تشہیر کرنا اور ختنہ کا اخفاء کرنا مسنون ہے۔ حدیث۔ اَعْلِنُوا النِّکَاحَ وَاضْرِبُوْا فِیْہِ بِالدُّفُوْفِ وَلَوْ فِی الْمَسَاجِدِ۔ اعلان کرو نکاح کا اور دف بجاؤ اگرچہ کہ مسجد کا مقام ہو۔

تعدادِ ازواج موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں مردوں کے مصالحِ وقت کا لحاظ کرتے ہوئے عورتوں کی تعداد کی نسبت کوئی قید نہیں تھی۔ فرعون نے اپنے استبدادی حکم کے ذریعہ جتنے مرد بچے پیدا ہوتے انھیں قتل کروا دیا کرتا تھا۔ نتیجہ یہ کہ مردوں کی کمی اور عورتوں کی زیادتی ہو گئی تھی۔ عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں مصالحِ اُناث کی رعایت کرتے ہوئے بیویوں کی تعداد کو گھٹا کر ایک پر محدود کر دیا گیا۔ اس لیے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذریعہ صرف آپ کی والدہ تھیں اور آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اسلئے آپ کی شریعت میں ماں کی نوع یعنی اناث کی مصلحت کا لحاظ رکھا گیا۔ شریعت محمدی میں ان دونوں مصالح کی رعایت رکھتے ہوئے جو سابقہ شریعتوں کے بین بین خاص شرائط کے ساتھ چار عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دی گئی۔ شوہر اپنی بیویوں کے ساتھ عدل کی زندگی بسر کرے تو ہر ایک عورت سے تین راتوں سے زیادہ غایب نہیں رہتا اور تصور کیا گیا ہے کہ تین راتوں کا غیاب آسانی سے برداشت کیا جا سکتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ آپ کے لیے چار سے زیادہ کی تعداد جایز تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ (۱۵) بیویوں کے ساتھ عقد کیا تھا۔ تیرہ (۱۳) کے ساتھ خلوت کی اور وقتِ واحد میں گیارہ تھیں اور آپ کے رحلت فرمانے کے وقت نو (۹) بیویاں زندہ تھیں جن کے نام ترتیب کے ساتھ یہ ہیں۔ سودہ بنت زمعہ، عائشہ، حفصہ، ام سلمہ، زینب بنت حجش، ام حبیبہ،

نظرِ مرد کی عورت کی طرف نو طرح ہو سکتی ہے۔ شیخ ابو شجاع نے نظر کی سات قسمیں بیان کی تھیں اور شہادت اور معاملت کو ایک ہی شمار کیا تھا۔ چونکہ شہادت اور معاملت کے تفصیلی احکام میں فرق ہے اس لیے ان کو علیحدہ کر کے ۔۔۔ شربینی اور شروح بیجوری اور بجیرمی سے تعلیم کی قسم کا اضافہ کر کے جملہ نو صورتیں درج کی گئیں۔ یہاں مرد سے بالغ مراد ہے بالغ سے کمتر عمر والے لڑکے چار قسموں میں تقسیم پاتے ہیں۔ **مُراہِق** بالغ کے حکم میں داخل ہے۔ مراہق اُس لڑکے کو کہتے ہیں جو بلوغ کے قریب پہنچا ہو مگر ابھی بالغ نہ ہوا ہو۔ بلوغ سے قبل لڑکا غیر مکلف ہے اس لیے حرمت کے یہ معنی ہیں کہ ولی ذمہ دار ہے کہ مراہق کو ایسا موقع نہ دے اور عورت کے لیے حرام ہے کہ مراہق کی نظر کے لیے اپنے کو ظاہر کرے۔ مراہق سے کمتر عمر والا لڑکا بھی اگر شہوت کی نظر سے دیکھے ہوئے واقعہ کو بیان کرنے پر قدرت رکھے تو وہ بھی اس موقع پر بالغ کے حکم میں داخل ہے اور اس کے لیے حرمت کے معنی وہی ہوں گے جو اوپر بیان کیے گئے۔ اگر لڑکے کی عمر اتنی کم ہو کہ محض اپنے دیکھے ہوئے واقعہ کو بیان کرے جس میں شہوت یا خواہش کا شائبہ نہ ہو تو وہ محرم کے مانند ہے۔ محرم اُس قریبی رشتہ دار کو کہتے ہیں جس کے ساتھ نکاح جایز نہیں ہے۔ اگر لڑکے کی عمر اس سے بھی کم ہو اور دیکھے ہوئے واقعہ کو بیان ہی نہ کر سکے تو نظر کے نقطۂ نظر سے اُس کا وجود و عدم یکساں ہے۔ مجنون کی نظر کی ۔۔۔ جانور کی نظر کی طرح نہ حرمت ہے اور نہ حلت لیکن عورت کے لیے لازم ہے کہ اس سے حجاب کرے۔ عورت سے بالغہ مراد ہے مراہقہ اور ذرا اس سے کم عمر والی لڑکی جو شہوت ۔۔۔ کے ساتھ نظر کرے بالغہ کے حکم میں داخل ہے بخلاف ایسی کم سن لڑکی کے جس میں شہوت کا فقدان ہو اُس کی طرف نظر کرنا حلال ہے سوائے شرم گاہ کے۔ شرم گاہ کی طرف نظر کرنا حرام ہے۔ یہی حکم چھوٹے لڑکے کی شرم گاہ کی ۔۔۔ ہے۔ ماں اور دایہ وغیرہ رضاعت اور تربیت کے زمانہ میں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ ضرورت پر شرم گاہ کی طرف نظر کر سکتی ہیں اور چھو سکتی ہیں۔ کبیرہ یعنی عمر والی عورت کی طرف نظر کرنا حرام ہے اگرچہ اس میں شہوت نہ ہو اس لیے کہ مَا مِنْ سَاقِطَةٍ اِلَّا وَلَهَا لَاقِطَةٌ کوئی چیز ایسی گری ہوئی نہیں ہے جس کو اٹھا لینے والا نہ ہو۔ شعر

لِكُلِّ سَاقِطَةٍ فِي الْحَيِّ لَاقِطَةٌ ۔۔۔ وَكُلُّ كَاسِدَةٍ يَوْمًا لَهَا سُوقُ

قبیلہ میں گری ہوئی چیز کا کوئی نہ کوئی اٹھانے والا ہے ۔۔۔ اور گری ہوئی چیز کی ایک نہ ایک روز بازار میں قیمت ہے

اجنبی عورت کی طرف بغیر حاجت کے نظر کرنا جایز نہیں ہے اگرچہ مرد اتنا بوڑھا اور ناکارہ ہو جائے کہ وطی پر قدرت نہ رکھے۔ ریشم وغیرہ کے پردہ کے آڑ سے بھی اجنبی عورت کی طرف نظر کرنا جایز نہیں۔ بخلاف اس کے عورت کا عکس آئینہ یا پانی میں دیکھنا حرام نہیں ہے۔ اجنبی عورت سے مراد غیر محرم ہے اگرچہ باندی ہو۔ اُس عورت کو غیر محرم کہتے ہیں جس کے ساتھ نکاح جایز ہے۔ یہ حکم چہرے اور ہاتھ پر بھی شامل ہے۔ بغیر شہوت کے اجنبی عورت کے چہرے اور ہاتھ پر نظر کرنا حرام ہے اگرچہ فتنہ فساد کا خوف نہ ہو۔ جماع یا مقدمات جماع کی طرف میلانِ خاطر کے پیدا ہونے کو فتنہ کہتے ہیں۔ عورتوں کو چہرہ کھلا رکھ کر باہر نکلنے سے روکنے کی نسبت عام مسلمانوں کو اتفاق ہے۔ آیت۔ (۱۸/۴)۔ قُلْ

جو اس کی ملک ہو یا اس کے لیے وقف کیا گیا ہو۔
عدمِ تیسیر۔ آزاد عورت کے میسر نہ آنے کی تین صورتیں ہیں۔ آزاد عورت کے مہر کی استطاعت نہ ہو یا آزاد عورت موجود نہ ہو یا آزاد عورت موجود ہو مگر راضی نہ ہو۔
عنت یعنی نافرمانی کے خوف سے مراد یہ ہے کہ فعلِ زنا میں مبتلا ہونے کا امکان ہو تو باندی کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے۔
آیت۔ (۲۵/۴)۔ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ۔ تم میں سے جو شخص استطاعت نہ رکھے کہ آزاد ایمان والیوں کے ساتھ نکاح کرے تو مومن باندیوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرے اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے تمہارے ایمان سے اور یہ اس شخص کے لیے ہے جو معصیت میں مبتلا ہو نے سے ڈرے۔
معصیت
رافعی کا قول ہے کہ کسی معصیت کے لیے دنیا میں کوئی حد یعنی سزا مقرر رہو اور اس سزا کی تعمیل ہو چکی ہو تو بھی آخرت میں عذاب ملے گا۔ نووی کا قول ہے کہ ظواہر شرع کا اقتضاء ہے کہ دنیا میں سزا کی تعمیل ہو گئی تو آخرت کا عذاب ساقط ہو گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم سے بعید ہے کہ ایک جرم میں بندہ پر دو سزائیں عاید کرے شیخ الاسلام نے ان دونوں اقوال کو ملا کر اس طرح تعبیر کی ہے کہ آخرت کے عذاب کا انحصار توبہ پر ہے۔ اگر دنیا میں سزا پانے کے بعد مرنے سے پہلے توبہ کرے تو آخرت کے عذاب سے نجات پائے گا اور اگر بغیر توبہ کے فوت ہو جائے تو آخرت کا عذاب باقی رہے گا۔
اسلام شرط ہے باندی کے لیے۔ آیت۔ (۲۵/۴)۔ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ۔ تمہاری باندیوں میں سے جو ایمان والی ہیں۔ جب شرائطِ بالا کے ساتھ آزاد مرد کسی باندی کے ساتھ نکاح کرے تو پھر دوسری باندی کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتا اور پھر باندی کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد اس کو آزاد عورت میسر ہو جائے یا آزاد عورت کے ساتھ نکاح کرے تو باندی کا نکاح فسخ نہ ہو گا۔

نظر

نظر کے معنی آنکھ سے دیکھنے کے ہیں۔ یہاں صرف نکاح کی غرض سے عورت کی طرف نظر کرنے کے احکام بیان کرنا مقصود تھا لیکن استطراداً اس ضمن میں وہ جملہ احکام درج کیے جاتے ہیں جو عورت کی طرف مرد کی نظر سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو احکام مرد کی نظر کی نسبت ہیں وہی عورت کی نظر کی نسبت ہیں یہاں صرف آنکھ سے نظر کرنے کے احکام بیان کیے گئے ہیں ان کا چھونے اور مس کرنے سے تعلق نہیں ہے لیکن عام اصول یہ ہے کہ جہاں نظر کرنا حرام ہے وہاں چھونا بھی بدرجۂ اولیٰ حرام ہے۔ اس لیے کہ نظر کے مقابلہ میں چھونے میں لذت اور شہوت کے ہیجان کا زیادہ امکان ہے دلیل یہ ہے کہ انزال مساس کے باعث ہو تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور نظر کے باعث ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

باطن کی طرف نظر کرنے میں کراہت میں شدت بھی ہے۔ عائشہؓ نے فرمایا۔ مَا رَأَيْتُ مِنْهُ وَلَا رَأَى مِنِّيْ اي الفَرَجَ۔ شرم گاہ کی طرف نظر کرنے میں کراہت ہے مگر اُس کے چھونے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

۳ مُحرم عورت یا مزوّجہ باندی کی طرف نظر جائز ہے ناف اور گھٹنے کے درمیانی حصہ کے سوائے۔ اُس رشتہ دار کو محرم کہتے ہیں جس کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔ عورت کے محرم رشتہ میں نسب، رضاعت اور مصاہرت کے رشتے شامل ہیں۔ نسب کے رشتہ کی مثال بیٹی اور بہن وغیرہ، رضاعت یعنی دودھ کے رشتہ کی مثال دودھ کی ماں اور دودھ کی بہن وغیرہ اور مصاہرت یعنی ازدواجی رشتہ کی مثال ساس، باپ کی زوجہ یعنی علاتی ماں، بہو اور زوجہ کی بیٹی دوسرے شوہر سے ہیں۔ ناف اور گھٹنوں کے درمیانی حصہ کو چھوڑ کر بقیہ بدن پر بغیر شہوت کے نظر کرنا جائز ہے شہوت کے ساتھ نظر کرنا حرام ہے۔ بلکہ شہوت کے ساتھ، ہر اُس چیز کی طرف نظر کرنا حرام ہے جس سے استمتاع حلال نہیں ہے اگرچہ کہ حیوان یا جماد سے ہو۔ ناف اور گھٹنے کے درمیانی حصہ کی قید کی وجہ سے ناف اور گھٹنے خارج ہو جاتے ہیں اور ناف اور گھٹنوں کی طرف نظر کرنا جائز ہے اس لیے کہ وہ محرم سے ستر کے لائق نہیں ہیں۔ مزوّجہ باندی، محرم رشتہ کی عورت کے حکم میں داخل ہے۔ عورت کی نظر اپنے محرم مرد رشتہ دار کی طرف اور مزوّجہ باندی کی نظر اپنے مالک کی طرف ان ہی قیود کے ساتھ جائز ہے جو مرد کے لیے بیان کیے گئے ہیں۔

نکاح کی غرض سے کسی عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنا جائز ہے۔ حدیث۔ اِذَا خَطَبَ اَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَنْظُرَ اِلَيْهَا وَاِنْ كَانَتْ لَا تَعْلَمُ۔ تم کسی عورت کے ساتھ شادی کے لیے پیام بھیجو تو کوئی مضائقہ نہیں کہ تم اس کو دیکھ لو اگرچہ کہ اس عورت کو اس کا علم نہ ہو۔ حدیث۔ اِذَا خَطَبَ اَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ فَلْيَسْأَلْ مِنْ شَعْرِهَا فَاِنَّهُ اَحَدُ الْجَمَالَيْنِ۔ جب تم عورت کو پیام بھیجو تو اس کے بالوں کی بابت دریافت کرو اس لیے کہ بال دو جمالوں میں سے ایک ہے۔ مغیرہ بن شعبہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے انصار کی ایک لڑکی کے ساتھ شادی کے لیے پیام بھیجا اور اس کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ نے پوچھا۔ رَأَيْتَهَا۔ کیا تم نے اس کو دیکھا ہے تو میں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ فَانْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّهُ اَحْرَى اَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا۔ تم دیکھ لو اس کو، یہ زیادہ مناسب ہے تاکہ تم دونوں کے درمیان اصلاحِ حال رہے۔ میں لڑکی کے والدین کے پاس آیا اور واقعہ بیان کیا۔ والدین نے ایک دوسرے کی طرف نظر کی (دونوں خاموش ہو رہے) اور میں روانہ ہوا۔ لڑکی نے پکارا، اس مرد کو بلاؤ۔ لڑکی پردے کے باز و کھڑی رہی اور کہا۔ اگر تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو دیکھنے کے لیے حکم دیا ہے تو تم مجھ کو دیکھ لو ورنہ میں خود تمہارے سامنے آجاؤں گی تاکہ تم دیکھ لو۔ میں نے اس کو دیکھا اور اس کے ساتھ شادی کی۔ میں نے جتنی عورتوں سے شادی کی ان سب میں یہ عورت مجھ کو زیادہ محبوب ہے اور میں اس کی بڑی قدر کرتا ہوں۔ نکاح کی غرض سے عورت کی طرف نظر کرنا صرف جائز نہیں بلکہ مستحب ہے۔ چھونے اور ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں۔ عورت کے لیے بھی حکم ہے کہ نکاح سے پہلے، ہونے والے شوہر کو

لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ کہہ دو ایمان والوں سے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں بعض کا قول ہے کہ چہرے
اور ہاتھ کی طرف نظر کرنا حرام نہیں ہے۔ آیت۔ (۳۱/۲۴)۔ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔ عورتیں اپنی
زینت کو آشکارا نہ کریں سوائے اس کے جو کھلا ہو یعنی چہرہ۔ اور ہاتھوں کے سوائے۔ یہ آیت نماز اور غیر نماز کے لیے
عام ہے پہلا قول معتمد ہے لیکن فی زماننا قول دوم کی تقلید کرنے میں مضایقہ نہیں ہے جبکہ عورتیں کثرت سے راستہ
اور بازار میں نکلتی ہیں۔ جس طرح اجنبی عورت کی طرف نظر کرنا مرد کے لیے حرام ہے اسی طرح اجنبی مرد کی طرف نظر کرنا
عورت کے لیے حرام ہے۔ بغیر حاجت کے نظر کرنا حرام ہے۔ شہادت، علاج اور معاملہ کے لیے نظر کرنا حرام نہیں ہے
اس کی تفصیل آیندہ بیان کی جائے گی۔ غیر جایز سے یہ مراد ہے کہ نظر کرنا حرام ہے اگرچہ بغیر شہوت کے ہو۔ یہ حکم
اس صورت میں صادق آتا ہے جبکہ ارادۃً نظر کرے۔ اگر ارادہ کے بغیر اور اتفاقی طور پر نظر پڑ جائے تو حرام نہیں ہے بشرطیکہ
نظر کو قایم نہ رکھے۔ بجیرمی نے لکھا ہے کہ قاضی عیاض مالکی نے علماء سے مطلق طور پر نقل کیا ہے کہ عورت پر واجب
نہیں ہے کہ رستے میں اپنا چہرہ ڈھانپے مگر مسنون ہے۔ مردوں کو چاہیے کہ ان سے اپنی نظر بچائیں۔ اصح یہ ہے کہ عورت
کی آواز چھپانے کے لایق نہیں ہے مگر فتنہ کا خوف ہو تو عورت کی آواز توجہ سے سننا حرام ہے۔ اگر کسی نے عورت کا
دروازہ کھٹ کھٹایا تو ایسی ملایم آواز میں جواب نہ دے جس سے ترغیب پیدا ہو بلکہ درشت لہجہ میں ہاتھ کی پشت
کو منہ پر رکھ کر جواب دے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں نظر کی مذمت فرمائی۔ اَلنَّظَرُ بَرِيْدُ الزِّنَا
نظر زنا کا قاصد ہے۔ اِنَّهُ سَهْمٌ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ۔ وہ ایک زہر آلود تیر ہے شیطان کے تیروں میں سے۔
اپنی زوجہ اور باندی کے پورے بدن کی طرف نظر جایز ہے مگر شرم گاہ کی طرف مکروہ ہے۔ یہاں مرد سے آزاد عورت کا
شوہر یا باندی کا مالک مراد ہے۔ حیض کی حالت میں بھی، شہوت کے ساتھ، شوہر اپنی زوجہ کے اس حصۂ بدن پر نظر
کرسکتا ہے جو ناف اور گھٹنوں کے درمیان ہے۔ جو حکم شوہر کی نظر کی بابت ہے وہی زوجہ کی نظر کی بابت ہے بخلاف اس کے
کہ شوہر خاص طور پر منع کرے۔ یہاں مالک کی نظر کی بابت کے لیے ایسی باندی مراد ہے جس سے استمتاع حلال ہے
منکوحہ باندی کے بدن کے اس حصہ کی طرف مالک نظر نہیں کرسکتا جو ناف اور گھٹنوں کے درمیان ہے۔ جو حکم مالک کی
نظر کی نسبت ہے وہی حکم باندی کی نظر کی نسبت ہے اپنے مالک کے بدن کی طرف۔ یہ حکم عورت کی زندگی میں ہے
موت کے بعد بغیر شہوت کے، ناف اور گھٹنے کے درمیانی حصۂ بدن پر بھی شوہر نظر کرسکتا ہے اور یہی قول معتمد ہے۔
خطیب نے لکھا ہے کہ موت کے بعد شوہر کی نظر کے متعلق محرم کا حکم عاید ہوتا ہے۔ محرم کے بدن کے اس حصہ پر
نظر کرنا حرام ہے جو ناف اور گھٹنوں کے درمیان ہے۔ شرم گاہ میں اگلی اور پچھلی دونوں شرم گاہیں داخل ہیں۔ پچھلی
شرم گاہ کی نسبت تین اقوال ہیں بعض نے کہا ہے کہ اس کی طرف نظر کرنا مباح ہے، بعض نے مکروہ کہا ہے اور
معتمد یہی قول ہے اور بعض نے حرام کہا ہے۔ شرم گاہ کی طرف بغیر حاجت کے نظر کرنا مکروہ ہے اور شرم گاہ کے

شہادت کے لیے اس حصۂ بدن کی طرف نظر کرنا جائز ہے جس کی بابت شہادت دینی ہے۔ زنا یا زچگی کی نسبت شہادت دینے کے لیے عورت کی شرم گاہ کی طرف اور دودھ پلانے کے واقعہ کے تعلق سے عورت کی پستان کی طرف نظر کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس کے بغیر شہادت کی تکمیل نہ ہوتی ہو۔ شہادت ادا کرتے وقت' عورت کی شناخت کے لیے' عورت کو چاہئے کہ چہرہ کو ظاہر کرے نتیجہ یہ کہ شہادت کی فراہمی کے لیے جس عضوِ بدن کے معائنہ کی ضرورت ہے اس کی طرف نظر کرنا اور شہادت ادا کرتے وقت صرف چہرے کی طرف نظر کرنا جائز ہے۔

معاملت کے لیے چہرے کی طرف نظر کرنا جائز ہے جیسا کہ مرد عورت سے کوئی چیز خریدے یا عورت کو کوئی چیز فروخت کرے۔ خرید و فروخت کی معاملت مرد اور عورت کے درمیان ہو تو ایک دوسرے کے چہرے کو دیکھ سکتے ہیں اگر پہلے سے پہچان نہ ہو۔ غرض یہ ہے کہ کسی عیب کے پائے جانے پر مال کی واپسی میں دشواری نہ ہو۔

باندی کی خریدی کے وقت اس کے بدن کے اُن مقامات کی طرف دیکھے جن سے کام لینا ہے یعنی جس سے اس کی صلاحیت کار کی بابت قیاس قایم کرنے میں مدد ملے جیسا کہ ہاتھ پاؤں وغیرہ۔ ناف اور گھٹنوں کے درمیانی حصہ کی طرف نظر کرنا جائز نہیں ہے۔ یہی حکم عورت کی بابت ہے جب کہ غلام کو خریدنا چاہے۔

تعلیم کے لیے چہرے کی طرف نظر کرنا جائز ہے۔ سبکی کی رائے ہے کہ سورۂ فاتحہ کی تعلیم کے لیے نظر کرنا جائز ہے اس لیے کہ سورۂ فاتحہ کا سیکھنا واجب ہے۔ اُن صنعتوں کی تعلیم کے لیے جن کی ضرورت پیش آ سکتی ہے اور پس پردہ تعلیم نہ دی جا سکے تو نظر کرنا جائز ہے۔ محلی کی رائے ہے کہ تعلیم کے لیے نظر کرنے سے منع کیا گیا ہے سوائے اس کے کہ نظر کئے بغیر تعلیم دینا دشوار ہو۔ خطیب' بیجوری اور بجیرمی اتفاق کرتے ہیں کہ تعلیم کی غرض سے نظر کرنا مطلق طور پر جائز ہے خواہ وہ تعلیم عورت کے لیے واجب ہو یا مباح۔

متفرقات۔ مرد کی نظر مرد کی طرف' اور عورت کی نظر عورت کی طرف' بغیر شہوت کے' سوائے ناف او گھٹنوں کے درمیان کے حصہ کے' جائز ہے۔ بغیر شہوت کے بھی' ناف اور گھٹنوں کے درمیانی حصہ پر نظر کرنا حرام ہے عام اصول یہ ہے کہ شہوت کے ساتھ' نظر کرنا حرام ہے ہر اُس چیز کی طرف جس سے لذت حاصل کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ کہ حیوان یا جماد سے ہو۔ عورت کی نظر عورت کی طرف کے عام حکم سے کافر عورت مستثنیٰ ہے۔ کافر عورت مسلم عورت کے اُس حصۂ بدن کی طرف نظر کر سکتی ہے جو معمولی محنت اور کام کاج کے وقت کھلا رہتا ہے۔

ہم بستری۔ ایک چادر میں' دو مردوں یا دو عورتوں کا برہنہ لیٹنا یا سونا حرام ہے اگرچہ کہ ان میں سے ہر ایک بستر کے علیحدہ جانب میں ہو۔ حدیث لَا يُفْضِىْ الرَّجُلُ اِلَى الرَّجُلِ فِى الثَّوْبِ الْوَاحِدِ وَلَا الْمَرْأَةُ اِلَى الْمَرْأَةِ فِى الثَّوْبِ الْوَاحِدِ۔ نہ ملے کوئی مرد مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں اور نہ عورت عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں۔ اس بارے میں محرم رشتہ داروں اور اجنبی اشخاص میں کوئی فرق نہیں ہے۔

دیکھ لے اور پسند کر لے۔ معائنہ کے لیے موزوں وقت نکاح کا ارادہ کرنے کے بعد اور پیام بھیجنے سے پہلے ہے۔ پیام بھیجنے کے بعد معائنہ کی نسبت مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اولویت کے خلاف ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مباح ہے اور بعض نے استحباب کی رائے دی ہے اور یہی رائے معتمد ہے اس لیے کہ نکاح سے پیشتر پسندیدگی اولیٰ ہے۔ پیام بھیجنے کے بعد معاینہ کرے اور لڑکی پسند نہ آئے تو بہتر ہے کہ سکوت اختیار کرے اور عدم پسندیدگی کا اظہار نہ کرے تاکہ لڑکی کو رنج نہ پہنچے۔ اگر شوہر خود لڑکی کو نہ دیکھ سکے یا دیکھنا پسند نہ کرے تو کسی عورت کو بھیج کر دکھوا لے اور تفصیل معلوم کرے۔ امام احمد نے مسند میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو اپنے پیام کے لیے روانہ کیا اور ہدایت کی اُنْظُرِی اِلیٰ وَجْهِهَا وَكَفَّيْهَا وَعُرَاقِيْبِهَا وَشُمِّي عَوَارِضَهَا۔ غور سے دیکھو اس کا چہرہ اور دونوں ہاتھ اور دونوں کلائیاں اور رخساروں کا اُٹھان۔ نکاح کی غرض سے دیکھنے میں عدمِ شہوت اور عدمِ خوفِ فتنہ کی قید نہیں ہے۔ اعتماد اس پر ہے کہ شہوت اور خوفِ فتنہ کے باوجود مرد عورت کو نکاح کی غرض سے دیکھ سکتا ہے۔ اطمینانِ خاطر کے لیے چند مرتبہ دیکھنے کی ضرورت ہو تو دیکھے مگر پہلی نظر کے کافی ہونے کے بعد دوسری نظر دیکھنا حرام ہے۔ چہرے اور ہاتھوں کے سوائے، دیگر حصۂ بدن کے دیکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ چہرے اور ہاتھوں کی حد تک نظر کو محدود کرنے کی وجہ یہ ہے کہ چہرہ سے جمال کی نمود ہے۔ اور ہاتھوں سے پورے بدن کے ڈول کی نمود ہے۔ قیاس کیا جا سکتا ہے۔ نکاح کی غرض سے لڑکی کو دیکھنے کے لیے لڑکی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے اور نہ اس کے ولی کی، اس لیے کہ اس بارے میں شارع کی اجازت کافی ہے۔ ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ بناؤ سنگھار کی گنجائش نہ رہنے سے عورت کا اصلی روپ ظاہر ہو۔ نکاح کے لیے باندی کے پورے بدن کو، ناف اور گھٹنوں کے درمیانی حصہ کے سوائے، دیکھنا جائز ہے۔ ابنِ رفعہ نے دونوں مفہوم کو اس عبارت میں جمع کیا ہے کہ نماز میں عورت کے لیے جس حصۂ بدن کو ڈھانپنا واجب ہے اس کو چھوڑ کر بقیہ کی طرف نظر کی جا سکتی ہے۔

علاج کے لیے اس حصۂ بدن کی طرف نظر کرنا جائز ہے جس کے علاج کی ضرورت ہے۔ عام اصول یہ ہے کہ علاج کے لیے طبیب اور مریض ہم جنس ہوں۔ مرد کا علاج مرد کرے اور عورت کا علاج عورت۔ ہم جنس موجود نہ ہو اور عورت کا علاج مرد کرے تو اجنبی طبیب کے معائنہ کے وقت محرم رشتہ دار یا شوہر یا اعتماد کے قابل عورت موجود رہے۔ مسلم طبیب کی موجودگی میں غیر مسلم طبیب سے مدد نہ لے، غیر مسلم عورت کی موجودگی میں مسلم مرد سے مدد نہ لے۔ علاج کے لیے اجنبی طبیب عورت کی شرمگاہ کا معائنہ کر سکتا ہے بشرطیکہ عورت طبیب موجود نہ ہو اور حاجت شدید تر ہو۔ چہرے اور ہاتھ کے معائنہ کے لیے مطلق حاجت کافی ہے۔ چہرے کے علاوہ بدن کے دوسرے حصہ کے معائنہ کے لیے حاجت میں شدت کی ضرورت ہے اور شرمگاہ کے معائنہ کے لیے شدتِ حاجت میں زیادتی کی بھی ضرورت ہے۔ ضرورت ہو تو نظر کی طرح ہاتھ لگانا اور چھونا بھی جائز ہے ورنہ نہیں۔

خارج ہیں۔ یہاں ارکانِ نکاح سے وہ امور مراد ہیں جن کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہو سکتا خواہ وہ ارکان ہوں یا شرائط۔ شاہدین ماہیت سے خارج ہیں اور نکاح کے جزو نہیں ہیں۔ مہر بھی نکاح کے ارکان سے نہیں ہے بخلاف زرِ ثمن کے جو بیع کے ارکان میں سے ہے۔ مہر کے فساد کی وجہ سے نکاح فاسد نہیں ہوتا لیکن زرِ ثمن میں فساد ہو تو معاملت بیع باطل ہو جاتی ہے۔

شوہر[1] کے لیے پانچ شرائط ہیں۔ حلال رشتہ رکھتا ہو، محرم کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا۔ مختار[2] ہو یعنی مجبور نہ ہو ناحق طور پر۔ اگر جبر کا استعمال واجبی ہو تو مضایقہ نہیں جیسا کہ شوہر نے اپنی زوجہ کو تین سے کمتر تعداد میں بائن طلاق دئے ہوں اور عورت قسم میں مظلوم رہی ہو تو شوہر کو اُس عورت کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور کیا جا [illegible] ہے اور اُس کی وجہ سے نکاح میں کوئی خلل واقع نہ ہوگا۔ بیویوں کے درمیان اساویانہ تقسیم کو قسم کہتے ہیں۔ معیّن[3] ہو۔ غیر معیّن یعنی دو مردوں میں سے کسی ایک کا نکاح صحیح نہیں ہو سکتا۔ علم[4] رکھتا ہو، عورت کے نام، حسب و نسب کا یا اس کی [illegible] کا کہ فلاں عورت ہے۔ اُس عورت کے ساتھ نکاح کی [illegible] کا بھی علم ہو۔ اگر ان امور کا علم نہ ہو تو نکاح صحیح نہ ہوگا۔ مرد[5] ہونا یقینی ہو یعنی خنثیٰ نہ ہو۔

زوجہ[2] کے لیے چار شرائط ہیں۔ حلال[1] رشتہ رکھتی ہو، محرم نہ ہو۔ معیّن[2] نہ ہو، غیر معیّن کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا جیسا کہ دو عورتوں میں سے کوئی ایک کسی وصف [illegible] کے ذریعہ یا بتا کر تعیین کر سکے تو کافی ہے جیسا کہ کوئی شخص کہے کہ میں نے اپنی بیٹی کے ساتھ تیرا نکاح کیا اور اس کی ایک ہی بیٹی ہو۔ خالی[3] ہو دوسرے کے نکاح اور [illegible] سے منکوحہ کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا۔ عدت [illegible] کے زمانہ میں بھی نکاح نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ عدت میں زوجیت کا تعلق باقی رہتا ہے۔ اپنی معتدہ کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے بشرطیکہ طلاق رجعی ہو یا بائن تین سے کم۔ عورت[4] ہونا یقینی ہو یعنی خنثیٰ نہ ہو۔

عقدِ نکاح نہیں ہو سکتا سوائے ولی اور شاہدینِ عدل کے۔ ولی اور شاہدین کے لیے چھ شرائط ہیں۔ اسلام، بلوغ، عقل، حرّیت، ذکورت اور عدالت۔ حدیث۔ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ وَشَاهِدَيْ عَدْلٍ۔ نکاح نہیں ہو سکتا سوائے ولی اور دو گواہان عدل کے ذریعہ [illegible]۔ ولی نہ ہو یا قصر کی مسافت سے دور تر ہو یا احرام کی حالت میں ہو تو حاکم اُس کا قائم مقام ہوگا۔ حدیث۔ اَلْمُحْرِمُ لَا يَنْكِحُ وَلَا يُنْكِحُ۔

ولی[3] کی ضرورت عورت کے نکاح کے لیے ہے، عورت اپنا نکاح آپ نہیں کر سکتی اور نہ دوسری عورت کا نکاح کرا سکتی ہے آیت۔ (۳۴/۱)۔ اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ۔ مرد قایم رکھنے والے ہیں عورتوں پر یعنی مرد عورتوں کو قایم رکھتے ہیں سیدھے راستے پر۔ حدیث۔ لَا تُزَوِّجُ الْمَرْاَۃُ الْمَرْاَۃَ وَلَا الْمَرْاَۃُ نَفْسَهَا۔ عورت نکاح نہیں کر سکتی دوسری عورت کا اور نہ اپنی ذات کا۔ اس کا نتیجہ یہ کہ عورت اپنی ولایت [illegible] سے اپنی بیٹی کا نکاح نہیں کروا سکتی جبکہ باپ، دادا، بھائی، چچا وغیرہ دوسرے اولیاء موجود نہ ہوں۔ [illegible] عورت [illegible] سے توقع کی جاتی ہے اور یہ عورت کے محاسنِ عادات میں سے ہے کہ اپنا نکاح آپ نہ کروائے۔ ولی کی اہلیت کے لیے چھ شرائط ہیں۔ اسلام[1] کی شرط ہے غیر مسلم ولی نہیں ہو سکتا

تشبّہ کرنا حرام ہے دونوں کے لیے، مرد عورت کی تشبّہ کرے یا عورت مرد کی۔ حدیث۔ لَعَنَ اللّٰہُ الْمُتَشَبِّهِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ۔ لعنت کیا اللہ تعالیٰ عورتوں کے ساتھ تشبّہ کرنے والے مردوں پر اور مردوں کے ساتھ تشبّہ کرنے والی عورتوں پر۔

تخلیہ مرد کا عورت کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ حدیث۔ مَا خَلَا رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ اِلَّا کَانَ الشَّیْطَانُ ثَالِثَهُمَا۔ مرد اور عورت دونوں تنہا ہوں تو ضرور اُن کا تیسرا شیطان ہوگا۔

مصافحہ دو مردوں کے درمیان مسنون ہے اور دو عورتوں کے درمیان بھی۔ حدیث۔ مَا مِنْ مُسْلِمَیْنِ یَلْتَقِیَانِ فَیَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ یَّتَفَرَّقَا۔ دو مرد مسلم ملیں اور مصافحہ کریں تو اللہ تعالیٰ انھیں بخشتا ہے قبل اس کے کہ جدا ہوں۔ عورتوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت الفاظ کے ذریعہ ہوا کرتی تھی نہ کہ ہاتھ میں ہاتھ ملا کر۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی عورت کے ساتھ مصافحہ نہیں کیا۔ کسی شخص کو کوئی متعدی بیماری برص یا جذام بھی ہو تو اس سے مصافحہ کرنا مکروہ ہے۔

معانقہ یعنی بغل گیر ہونا یا گلے ملنا عام طور پر مکروہ ہے سوائے اس کے کہ کوئی شخص سفر سے واپس آئے یا طویل مدت کے بعد ملاقات ہو تو مسنون ہے۔

بوسہ دینا ہاتھ پر، دینی امور علم، زہد اور تقویٰ کی وجہ سے، صلاح و فلاح کے لیے مسنون ہے، لیکن دنیوی امور شان شوکت اور وجاہت کے لیے مالدار یا امیر کے ہاتھ کو چومنا مکروہ ہے۔ حدیث۔ مَنْ تَوَاضَعَ لِغَنِیٍّ لِغِنَاهُ ذَهَبَ ثُلُثَا دِیْنِهٖ۔ کسی نے تونگری کی وجہ سے کسی تونگر کی تواضع کی تو گویا اس نے دو تہائی دین کو کھو دیا۔

تعظیم۔ اہلِ فضل کی بزرگی کے اظہار کے لیے کھڑا رہنا مسنون ہے۔ بخلاف اس کے کسی غیر اہلِ فضل کے لیے کسی حاجت کے بغیر کھڑا رہنا مطلوب نہیں ہے۔ ابن حجر کا قول ہے کہ اُمراء وغیرہ کے روبرو رکوع کی حد تک جھکنا حرام ہے اگرچہ ملاقات کے ساتھ قبلہ رُو ہو کر جھکے۔ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضوان اللہ علیہم کو ہدایت کی تھی کہ آپ اگر گزریں تو کھڑے نہ ہوں۔ ایک مرتبہ آپ گزر رہے تھے حسانؓ کھڑے ہو گئے اور یہ نغز شعر پڑھے

قِیَامِیْ لِلْعَزِیْزِ عَلَیَّ فَرْضٌ — وَتَرْكُ الْفَرْضِ مَا هُوَ مُسْتَقِیْمٌ
عزیز کے لیے کھڑا ہونا مجھ پر فرض ہے — اور فرض کا ترک کرنا مناسب نہیں ہے
عَجِبْتُ لِمَنْ لَهٗ عَقْلٌ وَّفَهْمٌ — یَرٰی هٰذَا الْجَمَالَ وَلَا یَقُوْمُ
میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر جس کو عقل اور سمجھ ہے — ایسے جمال کو دیکھے اور کھڑا نہ ہو جائے

ارکانِ نکاح پانچ ہیں۔ شوہر، زوجہ، ولی، شاہدین اور صیغہ۔ ارکان اجزائے ماہیت ہوتے ہیں اور شرائط ماہیت سے

کے نام ۔ وغیرہ سے واقف ہوں تو کافی ہے یا یہ کہ عورت کا چہرہ دیکھ کر شناخت کیے ہوں۔

صیغہ سے وہ الفاظ مراد ہیں جو ایجاب و قبول کے لیے عاقدین استعمال کرتے ہیں۔ جو الفاظ عورت کی جانب سے لیے جاتے ہیں اُن کو ایجاب اور جو شوہر کی جانب سے کہے جاتے ہیں اُن کو قبول کہتے ہیں۔ صیغۂ نکاح کی شرائط وہی ہیں جو صیغۂ بیع کی ہیں۔ ایجاب و قبول کے الفاظ صریحی ہوں، کنایۃً نہ ہوں۔ صیغۂ نکاح کے الفاظ، انکاح اور تزویج سے مشتق ہونا ضروری ہے اور عبارت ایسی ہو جس کو عاقدین اور شاہدین سمجھ سکیں۔ ان الفاظ کو عربی زبان میں کہنا ضروری نہیں ہے۔ نکاح اور ازدواج کے الفاظ کے سوائے، بیچنے، مالک بنانے یا ہبہ کرنے کے الفاظ سے نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ حدیث۔ اِتَّقُوا اللّٰہَ فِی النِّسَاءِ فَاِنَّکُمْ اَخَذْتُمُوْھُنَّ بِاَمَانَۃِ اللّٰہِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَھُنَّ بِکَلِمَۃِ اللّٰہِ۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اپنی عورتوں کے بارے میں تم نے انھیں اللہ تعالیٰ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور خدا کے حکم سے اُن کی شرم گاہیں تمھارے لیے حلال ہوئی ہیں۔ اللہ کی امانت کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو شرعی امانتوں کے مانند تمھارے قبضۂ اقتدار میں دیا ہے بعض کا قول ہے کہ امانت اللہ سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ (پ ۲ ع ۱) ۔ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ۔ پس روک رکھنا حسن عمل کے ساتھ یا چھوڑ دینا ہے احسان کے ساتھ۔ کَلِمَۃُ اللّٰہِ سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ (پ ۴ ع ۱۲)۔ فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَاءِ۔ کنایہ کے الفاظ سے نکاح منعقد نہیں ہوتا اس لیے کہ کنایہ کے الفاظ میں عاقدین کی نیت ظاہر نہیں ہوتی اور شہادت کی تکمیل نہیں ہوتی۔ عموماً پہلے ایجاب عورت کی جانب سے اور اس کے بعد قبول شوہر کی جانب سے ہوتا ہے لیکن قبول کے پہلے اور ایجاب کے بعد ہونے میں کوئی مضایقہ نہیں ہے جب کہ مقصد حاصل ہو جائے۔ اگر شوہر یوں کہے کہ میں نے فلاں عورت کے ساتھ نکاح کو قبول کیا اور اس کے بعد ولی کہے میں نے اس کے ساتھ تمھارا نکاح کیا تو صحیح ہے۔ شوہر کہے کہ میرے ساتھ نکاح کر دو اور ولی کہے میں نے تیرے ساتھ نکاح کر دیا تو بھی صحیح ہے۔ ولی کہے، اس سے نکاح کر لو اور شوہر کہے میں نے نکاح کیا تو کافی ہے۔ جب شوہر نے نکاح کے لیے اپنی جانب سے وکیل مقرر کیا تو شوہر کے وکیل سے عورت کا ولی کہے گا، میں نے اپنی بیٹی کا نکاح تمھارے فلاں موکل کے ساتھ کیا تو شوہر کا وکیل کہے گا، میں نے اس عورت کا نکاح فلاں شوہر کے لیے قبول کیا۔ اگر فلاں شوہر کے لیے کے الفاظ ترک کر دے تو نکاح صحیح نہ ہوگا۔ اگر ولی وکیل کو مقرر کرے تو وکیل شوہر سے کہے گا، میں نے اپنے فلاں موکل کی بیٹی کے ساتھ تمھارا نکاح کیا، تو شوہر اس کو قبول کرے گا۔ اگر ولی بھی وکیل کا تقرر کرے اور شوہر بھی تو ولی کا وکیل شوہر کے وکیل سے کہے گا، میں نے اپنے فلاں موکل کی بیٹی کا نکاح تمھارے فلاں موکل کے ساتھ کیا تو شوہر کا وکیل کہے گا، میں نے اس عورت کا نکاح فلاں شوہر کے لیے قبول کیا۔

خلاف ۔ ابو حنیفہؒ کا قول ہے کہ عقد منعقد ہوتا ہے ہر ایسے لفظ سے جس کے ذریعۂ زندگی میں دوامی ملکیت

ایسی صورت میں بعید تر مسلم ولی نکاح کروائے گا۔ غیر مسلم ولی غیر مسلم عورت کا نکاح کروا سکتا ہے بشرطیکہ عدل ہو۔ بلوغ کی شرط ہے کم سن اور نابالغ لڑکے کی ولایت سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ عقل کی شرط ہے' جنون کی وجہ سے ولایت کی صلاحیت نہیں رہتی۔ گونگا بھی ولی نہیں ہو سکتا جس کا اشارہ سمجھ میں نہ آئے اور جو لکھ کر اپنا مطلب نہ ادا کر سکے' ایسی صورت میں بعید تر ولی نکاح کروائے گا۔ اندھا پن مانع ولایت نہیں ہے۔ عقل میں خلل ہو تو ولی نہیں ہو سکتا۔ حریت یعنی آزادی کی شرط ہے' غلام کی ولایت نکاح میں صحیح نہیں ہے' اس لیے کہ غلام کی جانب سے ایجاب نہیں ہو سکتا۔ عورت کی جانب سے صیغہ کے الفاظ کو ایجاب کہتے ہیں۔ غلام' اپنے نکاح میں' مالک کی اجازت سے' ایجاب کر سکتا ہے۔ ذکورت یعنی مرد ہونے کی شرط ہے' عورت ولی نہیں ہو سکتی۔ عدالت کی شرط ہے عدم فسق کے معنی میں۔ عدل کے معنی اطاعت اور اعتدال کے ہیں اور عام مفہوم میں عدل سے نفس کا ایسا ملکہ مراد ہے جو گناہوں کے ارتکاب سے انسان کو روکے۔ لڑکا بالغ ہو گیا مگر اس میں ابھی گناہوں سے بچنے کی عادت قایم نہیں ہوئی یا ملکہ پیدا نہیں ہوا تو اس کو نہ فاسق کہا جائے گا اور نہ عدل لیکن نکاح میں ایسے بالغ لڑکے کی ولایت صحیح ہو سکتی ہے۔ محرمات میں سے کسی ایک کے ارتکاب سے بھی فسق کی صفت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ شراب نوشی' چوری' زنا وغیرہ۔ نماز کا ترک کرنا بھی فسق میں شمار کیا گیا ہے۔ حدیث۔ لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ مُرْشِدٍ نیکو کار ولی کے سوائے نکاح نہیں ہو سکتا۔ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ مرشد سے عدل بمعنی غیر فاسق مراد ہے۔ قریب تر ولی میں یہ صفات نہ پائے جائیں تو بعید تر ولی کا تقرر ہو گا۔

شاہدین یعنی دو گواہوں کی شہادت کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہو سکتا۔ مسنون ہے کہ اہل خیر اشخاص کی جماعت کے روبرو عقد نکاح انجام پائے۔ شاہدین کی اہلیت کے لیے بھی تقریباً وہی شرایط ہیں جو ولی کے لیے مقرر ہیں بلکہ کچھ زیادہ ہی ہیں۔ اسلام۔ آیت۔ (۲) ۔ وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ۔ گواہ رکھو دو صاحبانِ عدل کو تمہارے میں سے "تمہارے میں سے" کی قید کی وجہ سے غیر مسلم خارج ہو جاتے ہیں۔ بلوغ' نابالغ لڑکا شہادت کی اہلیت نہیں رکھتا۔ عقل' مجنون شہادت کی اہلیت نہیں رکھتا۔ حریت یعنی آزادی' غلام شہادت کا اہل نہیں۔ ذکورت کی شرط ہے' عورت اور مخنثی شہادت کے اہل نہیں ہیں۔ عدالت کی پوری صفت گواہوں میں پائی جائے۔ گناہوں سے بچے رہنے کا ملکہ ان میں موجود ہونا چاہئے۔ صرف عدم فسق کافی نہیں ہے۔ اگر کسی قطعۂ ملک میں صفتِ عدالت مفقود ہو جائے تو مدارجِ فسق کے لحاظ سے کمتر کی اہلیت کو ترجیح دی جائے۔ سماعت' بصارت اور گویائی کی قوت رکھتا ہو' بہرا' اندھا اور گونگا گواہ نہیں ہو سکتا۔ ضبط۔ عاقدین کے الفاظ کو سن کر' ان الفاظ کے درمیان مطابقت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ واقفیتِ زبانِ عاقدین یعنی عقد کا معاہدہ کرنے والوں کی زبان سے واقف ہو۔ ولی نہ ہو یعنی جو شخص نکاح میں عورت کا ولی ہو وہی گواہ نہیں ہو سکتا۔ شہود کا کام یہ ہے کہ نکاح کے واقعہ کا مشاہدہ کریں۔ شہود عدت

حَتّٰی رَجَعَ اِلٰی قَوْلِ الصَّحَابَۃِ فِیْ تَحْرِیْمِ الْمُتْعَۃِ۔ ابنِ عباس دنیا سے رخصت نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ نے رجوع کیا متعہ کی تحریم کی بابت صحابہ کے قول کی طرف۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ عرفہ کے روز خطبہ میں آپ نے کہا تھا۔ اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ الْمُتْعَۃَ حَرَامٌ کَالْمَیْتَۃِ وَالدَّمِ وَالْخِنْزِیْرِ۔ اے لوگو! متعہ اسی طرح حرام ہے جس طرح مُردار، خون اور سؤر۔ مختصر یہ کہ متعہ ان تین امور میں سے ہے جو منسوخ کئے گئے۔ دوسری چیز پالتو گدھے کا گوشت اور تیسری چیز قبلہ۔ فقہائے شافعیہ کا قول ہے کہ حدیث صحیحین میں نکاحِ متعہ کی نہی ہے اگر یہ ابنِ عباس تک پہنچی ہوتی تو آپ ہرگز خوفِ زنا کی صورت میں بھی متعہ کی اباحت کی رائے پر قایم نہیں رہتے۔

المامون۔ حلبی نے سیرۃ میں امیرالمؤمنین المامون اور قاضی یحییٰ بن اکثم کے درمیان ایک دلچسپ مناظرہ کا ذکر کیا ہے۔ مامون نے متعہ کی اِباحت کی مُنادی پھروادی۔ یہ سُن کر قاضی یحییٰ مامون کے پاس پہنچے۔ آپ کی حالت بدلی ہوئی تھی۔ مامون نے سوال کیا، میں آپ کو کچھ بدلے ہوئے پاتا ہوں آخر کیا وجہ ہے۔ یحییٰ نے جواب دیا۔ اُس حادثہ کی وجہ سے جو اسلام میں وقوع میں آیا۔ مامون نے سوال کیا وہ کیا؟ یحییٰ نے جواب دیا۔ وہی زنا کی تحلیل کی مُنادی۔ مامون نے پوچھا کیا متعہ زنا ہے؟ یحییٰ نے جواب دیا ہاں، متعہ زنا ہے۔ مامون نے سوال کیا۔ یہ آپ کو کہاں سے پتہ چلا۔ یحییٰ نے جواب دیا، کلام اللہ سے اور اس کے رسول کی سنت سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (آغاز)۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ .... وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حَافِظُوْنَ اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِھِمْ اَوْمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَاِنَّھُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْعَادُوْنَ۔ اچھے رہے ایمان والے .... اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی زوجگان پر یا اُن عورتوں پر جو اُن کے مِلکِ یمین ہیں یعنی باندیوں پر، بے شک اِن لوگوں پر کوئی الزام نہیں ہے لیکن جو لوگ اس سے تجاوز کرتے ہیں وہ نافرماں بردار ہیں۔ یا امیرالمؤمنین! کیا متعہ کی عورت ملکِ یمین ہے؟ مامون نے جواب دیا، نہیں! یحییٰ نے کہا، جس نے ان دو سے تجاوز کیا وہ عادیں یعنی نافرماں برداروں میں شمار ہوگا۔ اب رہی سنتِ رسول، زھری نے روایت کی ہے کہ علیؓ ابن ابی طالب نے کہا تھا۔ اَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ اُنَادِیَ بِالنَّھْیِ عَنِ الْمُتْعَۃِ وَتَحْرِیْمِھَا بَعْدَ اَنْ کَانَ اَمَرَ بِھَا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو حکم دیا کہ متعہ کی نہی اور اس کی تحریم کی نسبت منادی کردوں حالانکہ اس کے پہلے آپ ہی نے حکم دیا تھا۔ مامون حاضرین کی طرف پلٹے اور سوال کیا، کیا تمھیں یاد ہے، یہ زہری کی حدیث ہے؟ سبھوں نے تائید کی۔ مامون نے کہا، اللہ تعالیٰ مجھ کو معاف کرے متعہ کی تحریم کی منادی کردو۔

اولیائے نکاح سب سے پہلے باپ، پھر دادا، پھر حقیقی بھائی، پھر علاتی بھائی، پھر حقیقی بھائی کا بیٹا، پھر علاتی بھائی کا بیٹا، پھر چچا، پھر چچا کا بیٹا اسی ترتیب سے عصبات ہوں تو مولی المعتق اور پھر اس کے عصبات اور پھر حاکم۔ ولی نکاح کا ارکان

سپرد کردی جائے۔ امام مالکؒ کا قول ہے کہ اس کے ساتھ مہر کا ذکر بھی ہو تو عقد واقع ہوگا۔ خصایص میں لکھا ہے کہ ہبہ اور ہبہ کے ہم معنی لفظ سے بھی عورت کی جانب سے نکاح کا ایجاب ہو سکتا ہے! اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَامْرَأَةً مُّؤْمِنَةً إِن وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ الخ۔ اور ایمان والی عورت اگر اپنی ذات کو حوالہ (۲۳-۱۰)۔ کردے نبی کے۔ لیکن ہبہ کے لفظ سے قبول نہیں ہو سکتا۔ عقد نکاح ہبہ کے لفظ سے انجام پائے تو مہر عاید نہ ہوگا، نہ عقد کے بعد سے اور نہ دخول کے بعد سے۔ بخلاف لفظ ہبہ کے کسی دوسرے لفظ سے بغیر مہر کے بھی نکاح قرار پائے اور وطی کرے تو مہر مثل واجب ہوگا۔

تعلیق سے نکاح باطل ہوتا ہے بیع کی طرح نکاح میں تعلیق جایز نہیں ہے کسی شرط پر موقوف رکھنے کو تعلیق کہتے ہیں۔ "انشاء اللہ یعنی اگر اللہ چاہے" کے الفاظ کہے اور اس سے تعلیق کا ارادہ کرے تو نکاح جایز نہ ہوگا اور اگر محض تبرکاً و تیمناً کہے تو مضایقہ نہیں۔ **تاقیت** سے نکاح باطل ہوتا ہے۔ نکاح کے لیے کسی مدت کے مقرر کرنے سے نکاح باطل ہوتا ہے اگرچہ کہ مدت اتنی دراز ہو کہ فریقین میں سے کوئی بھی زندہ نہ رہ سکے جیسا کہ ہزار سال کی مدت۔

متعہ تمتع سے مشتق ہے اور تمتع کے معنی فایدہ حاصل کرنے کے ہیں۔ چونکہ متعہ سے محض تمتع غرض ہوتی ہے نہ کہ توالد اور توارث اس لیے اس کو متعہ کہا گیا۔ بخلاف متعہ کے نکاح سے توالد اور توارث کی غرض ہوتی ہے۔ ایک مدت مقررہ کے لیے عورت کے ساتھ نکاح کرنے کو متعہ کہتے ہیں۔ اس مدت کے گزرنے کے بعد زوجیت کا تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔ عقد متعہ موقتی ہونے کی وجہ سے باطل ہے لیکن متعہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے شرعی تعزیر کو حد کہتے ہیں۔ متعہ کا نکاح مباح تھا، پھر خیبر کی جنگ کے روز منسوخ کیا گیا، پھر فتح کے دن مباح کیا گیا اور پھر ایام فتح میں منسوخ کیا گیا اور اس کی حرمت یوم قیامت تک جاری رہے گی۔ صدر اسلام میں متعہ کے بارے میں اختلاف تھا لیکن بعد ازاں یہ اختلاف رفع ہو گیا اور تحریم کی نسبت اجماع ہو گیا۔ بعض صحابہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکن (یمانی) اور دروازہ (بیت اللہ) کے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا۔ إِنِّي كُنْتُ أَذِنْتُ لَكُمْ فِي الْاِسْتِمْتَاعِ أَلَا وَإِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْهُنَّ شَيْئٌ فَلْيُخَلِّ سَبِيْلَهَا وَلَا تَأْخُذُوْا مِمَّا آتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا بے شک میں نے تمھیں استمتاع کے بارے میں اجازت دی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام گردانا ہے قیامت کے دن تک۔ اگر تمھارے پاس ایسی عورتوں میں سے کوئی ہو تو اس کا راستہ خالی کر دو یعنی چھوڑ دو اور چلے جانے دو اور جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے اس کو واپس نہ لو۔ امام شافعیؒ نے کہا ہے، لَا أَعْلَمُ شَيْئًا حُرِّمَ ثُمَّ أُبِيْحَ ثُمَّ حُرِّمَ إِلَّا الْمُتْعَةَ۔ میں ایسی چیز نہیں جانتا جو حرام کی گئی پھر مباح کی گئی پھر حرام کی گئی سوائے متعہ کے۔ ابن عباسؓ سے جواز متعہ کی نسبت جو قول منقول ہے اس سے آپ نے رجوع کیا تھا چنانچہ اس بارے میں بعض کا قول ہے کہ مَا فَارَقَ ابْنُ عَبَّاسٍ الدُّنْيَا

جواز جنسِ اُناث ہیں۔

پیام تصریحاً عورت کی عدت کے زمانہ میں جائز نہیں۔ تعریضاً جائز ہے لیکن عدت کے گزرنے کے بعد نکاح ہوگا آیت (۲ آخر)۔ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ۔ تم پر کوئی گناہ نہیں ہے جبکہ تم تعریض کرو عورت کے پیام میں۔ اس کے خلاف پیام میں تصریح حرام ہے۔ آیت۔ (۲ آخر)۔ وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا اس آیت میں لفظ سِرّ سے نکاح کی طرف اشارہ ہے یعنی مت وعدہ کرو تم آپس میں نکاح کا۔ عربی میں خِطبہ نکاح کے اُس پیام کو کہتے ہیں جو مرد کی جانب سے عورت یا اُس کے ولی کے پاس پیش کیا جاتا ہے۔ پیام کے الفاظ تصریحاً ہو سکتے ہیں یا تعریضاً۔ **تصریح** ایسے الفاظ کو کہتے ہیں جو نکاح کرنے کی خواہش کو صاف اور صریح طور پر ظاہر کریں جیسا کہ کہے "میں تم سے نکاح کرنا چاہتا ہوں"۔ "جب تمہاری عدت گزر جائے تو نکاح کروں گا"۔ **تعریض** ایسے الفاظ کو کہتے ہیں جو نکاح کرنے کی خواہش کو صاف اور صریح طور پر ظاہر نہ کریں بلکہ صرف نکاح کا احتمال پیدا کریں جیسا کہ کہے "تمہارے بہت سے خواہش مند ہیں"۔ "میں تمہاری طرف رغبت رکھتا ہوں"۔ "تم خوبصورت ہو" یا "تم جیسی عورت کس کو ملے گی"۔ عورت کی عدت کے زمانہ میں تصریح کے الفاظ میں پیام دینا جائز نہیں بلکہ حرام ہے اس لیے کہ صراحت کے ساتھ پیام دینے میں عورت کے دل میں نکاح کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے اور اس امر کا امکان ہوتا ہے کہ انقضائے عدت کے بارے میں دروغ بیانی کرے۔ شوہر کے فوت ہونے یا طلاقِ باین کی وجہ سے عدت میں ہو تو تعریض کے الفاظ میں پیام دینا جائز ہے مگر عدت کے گزرنے کے بعد نکاح ہوگا۔ طلاقِ رجعی کی عدت میں تعریض کے الفاظ میں بھی پیام دینا جائز نہیں ہے اس لیے کہ طلاقِ رجعی کی عدت میں عورت کی زوجیت قایم رہتی ہے۔ طلاقِ رجعی سے شوہر ہر وقت رجوع کر سکتا ہے بغیر نکاح کے۔ نکاح سے صرف رجعت مراد ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ عورت خُلع کی عدت میں ہو تو شوہرِ سابق کے لیے پیام کی تعریض اور تصریح دونوں جائز ہیں جیسا کہ نکاح جائز ہے۔ جو عورت نکاح کے موانع اور پیامِ سابق سے خالی ہو اُس سے نکاح کا پیام تعریض اور تصریح دونوں کے الفاظ میں جائز ہے۔ پیام کے جواب کی نسبت حِلّت اور حُرمت کا حکم وہی ہے جو پیام کی نسبت ہے۔ اگر پیام جائز ہے تو اس کا جواب بھی جائز ہے، اگر پیام حرام ہے تو اس کا جواب بھی حرام ہے۔

مختصر یہ کہ عورت نکاح کے موانع سے خالی ہو تو تصریح اور تعریض دونوں الفاظ میں پیام دینا جائز ہے۔ عورت منکوحہ ہو یا طلاقِ رجعی کی عدت میں ہو تو پیام دینا تصریح اور تعریض کے الفاظ میں حرام ہے۔ عورت طلاقِ رجعی کے سوائے دوسری کسی عدت میں ہو تو تصریح کے الفاظ میں پیام دینا حرام ہے اور تعریض کے الفاظ میں پیام دینا جائز ہے۔ پیام پر پیام دینا حرام ہے۔ حدیثِ شیخین جس کے الفاظ بخاری کے ہیں یہ ہے۔ لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلَىٰ خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتَّىٰ يَتْرُكَ الْخَاطِبُ قَبْلَهُ أَوْ يَأْذَنَ لَهُ الْخَاطِبُ۔ کوئی مرد نکاح کا پیام نہ بھیجے

میں ــہ ہے اور اس کے پہلے صراحت کردی گئی ہے کہ ولی کے بغیر کسی عورت کا نکاح صحیح نہیں ہو سکتا۔ اب یہاں نکاح کے تعلق سے ولی کون اشخاص ہو سکتے ہیں اور اُن کے مدارج کیا ہیں بیان کیئے گئے ہیں۔ ولایت کے چار[1] اسباب ہیں۔ اُبوّت[1]، عُصُوبت[2]، اِعتاق[3] اور سلطنت[4]۔ اُبوّت باپ کے رشتہ کو کہتے ہیں عُصوبت کا لفظ عام ہے جو اُبوّت کے رشتہ پر بھی حاوی ہے مگر اسبابِ ولایت کی تقسیم میں وہ عُصوبت مراد ہے جو اُبو[illegible] کے سوا ئے ہے۔ اِعتاق غلامی سے رہا کرنے کو کہتے ہیں سلطا[illegible] سے مراد حکو[illegible] ہے۔ اولیاء کی جو فہرست بیان کی گئی ہے اُن سب کو ولایت کا استحقاق ہے مگر ترتی[illegible] کے ساتھ۔ ترتیب کے اظہار کے لیے عربی میں "ثُمّ" اور اردو میں "پھر" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ترتیب کے یہ معنی ہیں کہ پہلے شخص کی موجودگی میں دوسرے شخص کو ولایت کا حق نہیں ہے اور اگر دوسرے شخص کی ولای[illegible] سے نکاح کیا گیا تو صحیح نہ ہوگا۔ اُبوّت، باپ اور دادا پر ختم نہیں ہے بلکہ ان کا سلسلہ مراد ہے۔ سب سے پہلے باپ، اُس کے بعد دادا اور پر دادا کا باپ وغیرہ مگر قریب تر مقدم ہوگا بعید تر پر۔ باپ اور دادا موجود ہوں تو باپ کو ولایت کا حق ہوگا۔ دادا اور پردادا موجود ہوں تو دادا کو حق ہوگا۔ حقیقی اور علاتی بھائیوں کا درجہ ایک ہی ہے مگر رشتہ کی قو[illegible] کے لحاظ سے حقیقی بھائی علاتی بھائی پر مقدم ہے، اسی طرح حقیقی بھائی کا بیٹا علاتی بھائی کے بیٹے پر، حقیقی چچا کو علاتی چچا پر اور حقیقی چچا کے بیٹے کو علاتی چچا کے بیٹے پر تقدیم حاصل ہے۔ چچا کا لفظ عو[illegible] کے چچا اور عو[illegible] کے باپ کے چچا اور دادا کے چچا پر بھی حاوی ہے اور یہی تعبیر چچا کے بیٹے کے ساتھ ہے[illegible] کے قرابت دار موجود نہ ہوں تو مولیٰ معتق ولی ہوگا۔ حدیث۔ اَلْوَلَاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ، نسب کی طرح ولا بھی رشتہ ہے۔ اور اس کے بعد مولیٰ معتق کے عصبات ولی ہوں گے وراثت کی ترتیب کے لحاظ سے۔ مولیٰ معتق اُس مالک کو کہتے ہیں جس نے غلام کو آزاد کیا[illegible] اور ولاء دونوں میں سے کوئی قرابت دار نہ ہوں تو حاکم ولی ہوگا۔ حاکم سے قاضی، متولی وغیرہ ہر ایسا شخص مراد ہے جس کو حکو[illegible] نے مقرر کیا ہے عام طور سے یا خاص طور پر تزویج کے لیے۔ فرض کیا جائے کہ کسی عورت کا رشتہ دار صرف عمزاد بھائی ہے اور اُسی کے ساتھ نکاح ہونا ہے تو حاکم کی ولای[illegible] سے نکاح ہوگا۔ عو[illegible] کے دو عمزاد بھائی ہوں اور ان میں سے ایک کے ساتھ نکاح ہونا ہے تو دوسرے بھائی کی ولایت سے ہوگا۔ اگر عورت کا ولی قصر کے فاصلہ پر ہو تو بھی حاکم کی ولایت سے نکاح ہوگا۔ ولی حبس میں ہو اور اس کی ولای[illegible] سے نکاح نہ ہو سکتا ہو تو حاکم کی ولایت ہوگی۔ بجیرمی نے لکھا ہے کہ اگر حاکم نہ ہو تو فریقین ایک مرد عادل کا انتخاب کریں گے کہ ان کا عقد کر دے۔ اگر ایسا کوئی مرد دستیاب نہ ہو اور عورت زنا کا خوف کرے تو البتہ وہ خود اپنا نکاح کرو اسکتی ہے۔

اختلاف۔ شافعیہ میں بیٹا اپنی ولایت سے اپنی ماں کا نکاح نہیں کر سکتا بخلاف ائمۂ ثلاثہ اور مزنی کے۔ شافعیہ کا استدلال یہ ہے کہ ماں اور بیٹا نسب میں ایک دوسرے کے شریک نہیں ہیں اس لیے بیٹا ماں کی اولاد کے نسب کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ حنفیہ میں ہر عصبہ بنفسہ کو ولایت کا حق ہے اور ان کے بعد ماں، نانا، نانی کو بھی حق ہے

سے پہلے۔ خطبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجے تقویٰ کی وصیت کرے اور اس کے بعد پیام کا مطلب ادا کرے۔ لڑکی کا ولی بھی اسی طرح خطبہ دینے کے بعد اپنی رضامندی کا اظہار کرے۔ عقد کے پہلے کا خطبہ غیر شخص فقیہ وغیرہ جو عقدِ نکاح انجام دے رہا ہو پڑھے (۲) ہم۔ حاکم نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطبہ کی تعلیم دی تھی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ

تمام تعریف ہے اللہ کے لیے ہم اسکی حمد بیان کرتے ہیں اس سے مدد مانگتے ہیں اور مغفرت مانگتے ہیں اور ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں اپنی نفس کی برائیوں اور

سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ

اپنے اعمال کی برائیوں سے۔ اللہ تعالیٰ جسکو ہدایت کرتا ہے اسکو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے اسکو کوئی ہدایت نہیں کرسکتا

وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

اور گواہی دیتا ہوں میں کہ کوئی معبود نہیں ہے سوا اللہ تعالیٰ کے وہ ایک ہے اسکا کوئی شریک نہیں اور تحقیق کہ محمد اس کے بندہ اور اسکے رسول ہیں

(۳ آل عمران)۔ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔

اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے جو اس سے ڈرنے کا حق ہے اور نہ مرو تم ہرگز سوا اسکے کہ مسلم ہو۔

(۴ النساء)۔ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا

اے لوگو ڈرو اپنے پروردگار سے جس نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا اور پیدا کیا اس سے اسکا جوڑا

وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ

اور پھیلایا ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں اور ڈرو اللہ سے کہ سوال کرتے ہو اس سے اور قرابتداروں سے بیشک اللہ تعالیٰ

كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۔ تم پر نگراں ہے۔

(۳۳ احزاب)۔ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور کہو نیک بات ٹھیک کرے گا تمہارے اعمال کو اور بخشے گا

ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا۔ اما بعد۔

تمہارے گناہ کو جس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

دعا۔ عقد کے بعد مسنون ہے کہ برکت کے لیے زوجین کے حق میں دعا کرے۔

اجبار۔ باکرہ عورت کو باپ اور دادا نکاح کے لیے مجبور کرسکتے ہیں۔ ثیبہ کا نکاح جائز نہیں ہے سوائے اس کے کہ بالغ ہو اور اجازت دے۔ حدیث۔ اَلثَّيِّبُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا وَالْبِكْرُ يُزَوِّجُهَا اَبُوْهَا۔ ثیبہ اپنے نفس کی آپ مالک ہے اور باکرہ کا نکاح اس کا باپ کرے گا۔ حدیث۔ لَا تَنْكِحُوا الْاَيَامٰى حَتّٰى تَسْتَامِرُوْهُنَّ بنت نکاح

بھائی کے پیام پر یہاں تک کہ پہلا پیام بھیجنے والا ترک کر چکا ہو یا اس نے اجازت دی ہو۔ دوسرا پیام حرام ہے پانچ شرائط کی موجودگی میں۔ جوازِ پیامِ اول۔ اگر پہلا پیام خود عدت میں بھیجنے کی وجہ سے حرام ہے تو دوسرا پیام جو عدت کے بعد بھیجا گیا حرام نہیں ہے۔ قبولِ پیام۔ عورت کی جانب سے پیام کے قبول کا جواب صریحاً دیا گیا ہو۔ عِلمِ خاطبِ ثانی۔ دوسرے مرد کو پہلے پیام، اس کے جواز، اس کے قبول، اعتبارِ قبول، اور پیام ثانی کی حرمت کا علم ہو۔ عدمِ روگردانی۔ قبول کے بعد، مرد کی جانب سے یا عورت کی جانب سے روگردانی ظاہر نہ ہوئی ہو۔ اگر ان شرائط میں سے کوئی شرط بھی مفقود ہو تو دوسرے مرد کے پیام کے بھیجنے میں کوئی حرمت نہیں ہے۔

ذکرِ عیوب۔ جو شخص عیوب سے واقف ہو اس پر واجب ہے کہ ان عیوب کو ظاہر کرے اس شخص پر جو دریافت کرے نکاح کے لیے یا معاملت کے لیے جس قدر ضرورت ہے اسی قدر بیان کرے نہ کہ اس سے زیادہ۔ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ! میں ابوجہم سے شادی کروں یا معاویہ سے؟ آپ نے فرمایا۔ اَمَّا اَبُوْجَهْمٍ لَا یَضَعُ الْعَصَا عَنْ عَاتِقِهٖ وَاَمَّا مُعَاوِیَةُ فَصُعْلُوْكٌ۔ ابوجہم کے ہاتھ سے ڈنڈا نہیں چھوٹتا یعنی اس کی مار پیٹ سے چھٹکارا نہ ہوگا اور معاویہ کے ہاتھ میں دمڑی نہیں! فلاں عرفی عیب ہے شرعی عیب نہیں۔ عیوب کا لفظ شرعی اور عرفی دونوں عیوب پر شامل ہے، خواہ اس کا تعلق اپنی ذات سے ہو یا دوسرے کی ذات سے۔ باوزی کا قول ہے کہ عیوب کا تعلق اپنی ذات سے ہو اور وہ خیار پر اثر کرتے ہوں تو عورت پر ان کا ذکر کرنا واجب ہے اگر عیوب ایسے ہوں جو خیار پر اثر نہ کریں مگر اس کی طرف رغبت میں کمی کریں جیسا کہ بدخلقی یا خساست تو اس کا ظاہر کرنا مستحب ہے۔ اگر وہ عیوب معصیت سے تعلق رکھتے ہوں تو اس پر واجب ہے کہ فوراً توبہ کرے اور باز آئے اور چھپائے۔ اگر کسی سے تولیت کے بارے میں مشورہ کیا جائے اور وہ جانتا ہو کہ خود کفایت نہ کرے گا یا خیانت کرے گا تو اس پر واجب ہے کہ اپنے اس عیب کو یا اپنی عدمِ اہلیت کو ظاہر کرے۔

غیبت چھ صورتوں میں مباح ہے۔ لقب۔ کوئی شخص نہایت کریہہ لقب سے مشہور ہو گیا ہو تو تعارف کے لیے اس لقب سے اس کا ذکر کرے نہ کہ حقارت کے طور پر۔ استفتاء و تصفیہ کی غرض سے اپنا حال اور اپنے مقابل کا حال تفصیل سے بیان کرے۔ فسق ظاہر کرنا۔ کسی شخص کی ظاہری فسق کو جس پر وہ علانیہ، بغیر خوفِ بدنامی عمل کرتا ہو اس غرض سے ظاہر کرنا کہ لوگ اس سے واقف ہوں اور پرہیز کریں۔ دادخواہی کے لیے اس شخص کے پاس جو دادرسی کر سکتا ہے یوں کہے کہ فلاں نے مجھ پر ظلم کیا اور مجھ سے فلاں چیز چھین لی۔ تحذیر یعنی آگاہ کرنے کے لیے جو نکاح کے بیان میں مقصود ہے۔ ازالہ کے لیے ایک ناگوار واقعہ کے اس شخص کے سامنے جو اس کے ازالہ پر قدرت رکھتا ہو جیسا کہ کہے، فلاں شخص فلاں عورت کے ساتھ زنا کرے گا یا فلاں شخص شراب پیے گا۔

خطبہ پڑھنا مسنون ہے نکاح کے تعلق سے تین مواقع پر، پیام دینے سے پہلے، پیام قبول کرنے سے پہلے اور عقدِ نکاح

مراد یہ ہے کہ شوہر عورت کا ہم مرتبہ ہو بلحاظ معاشرت کے۔ کُفو کی چھ خصلتیں ہیں۔ نسب، دین، پیشہ، آزادی، عیوب سے پاک ہونا، اور فراخ دستی۔ ان شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو تو ولی اجبار کا حق استعمال نہیں کرسکتا یعنی عورت کے اذن کے بغیر نکاح نہیں کرسکتا۔ اگر فقدانِ شرایط کے باوجود بغیر اذن کے، اُس کا ولی نکاح کردے تو نکاح باطل ہوگا۔ ہاں باکرہ عورت کی اجازت کے بعد، شرایط کی موجودگی اور عدمِ موجودگی کا کوئی اثر نہیں ہے۔

شرایطِ جوازِ اقدام۔ عقد کے بعد وطی کے جواز کے لیے تین شرایط ہیں۔ عورت کا نکاح مَہرِ مثل پر کیا گیا ہو۔ مَہر حال ہو سوائے اس کے کہ تاجیل کی عادت اور رواج ہو۔ حال اُس مَہر کو کہتے ہیں جو فوری اداشدنی ہے اور تاجیل، مَہر کی ادائی کے لیے مدت کے مقرر کرنے کو کہتے ہیں۔ مَہر عورت کے شہر کے نقدیات میں سے ہو یا جیسی عادت اور رواج ہو۔ ان شرایط کی خلاف ورزی کے لیے عورت کی صریح اجازت درکار ہوگی۔ زبان سے اجازت لازم ہے، سکوت کافی نہیں ہے اس لیے کہ ان امور کے اظہار میں حیا مانع نہیں ہے۔ ان شرایط کے بغیر نکاح کردیا جائے تو نکاح صحیح ہوگا مگر مَہرِ مثل، مَہرِ حال اور شہر کے نقدیات سے ہوگا۔

ثَیّبہ۔ عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز اور صحیح ہی نہیں ہے۔ حدیث الایّم احقّ بنفسھا یعنی شوہر کے پسند کرنے کے لیے یا اجازت دینے کے لیے، عورت زیادہ حقدار ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عورت اپنا عقد آپ کروانے کا حق رکھتی ہے جیسا کہ حنفیہ کا قول ہے۔ ثیبہ نابالغ ہو تو بھی اس کا نکاح نہیں ہوسکتا جب تک کہ بالغ ہو اور اپنی زبان سے اجازت دے۔ ثیبہ اجازت دینے کے بعد رجوع کرے اور رجوع کی لاعلمی کے ساتھ نکاح کردے تو نکاح صحیح نہ ہوگا۔ ثیبہ نابالغ ہو تو بھی اس کا نکاح باپ اور دادا، بلوغ کے پہلے نہیں کرسکتے۔

اختلاف۔ ائمۂ ثلاثہ کے پاس نابالغ عورت کا نکاح ولی کی ولایت سے ہوسکتا ہے۔

مُحَرَّمات

مُحَرَّمات سے وہ عورتیں مراد ہیں جن کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔ تحریم کا تعلق ذات سے نہیں ہے، مرد یا عورت بذاتِ خود حرام یا حلال نہیں ہیں بلکہ نکاح کے فعل کے تعلق سے بعض کے لیے حلال ہیں اور بعض کے لیے حرام۔ تحریم کی تقسیم دو طرح ہوتی ہے، تحریم ذاتی یا غیر ذاتی۔ غیر ذاتی تحریم ایک عارضی امر ہے جو حیض، احرام یا عدہ وغیرہ کی حالت میں، خاص مدت کے لیے لاحق ہوتی ہے۔ ذاتی تحریم کے اسباب مختلف ہیں۔ نسب، رضاعت، مصاہرت کی بناء پر جو تحریم پیدا ہوتی ہے وہ ذاتی ہے اور نکاح کے بیان میں محرمات سے یہی ذاتی تحریم مراد ہے۔ تحریم کی تقسیم دوسری طرح یوں ہے کہ حرمت دائمی ہے یا غیر دائمی۔ [illegible] رضاعت اور مصاہرت کے اسباب کی وجہ سے جو تحریم پیدا ہوتی ہے وہ دائمی ہے اور ان کے درمیان نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ جمع کی وجہ سے جو حرمت پیدا ہوتی ہے وہ

کرو یہ وہ عورتوں کا یہاں تک کہ ان کی اجازت لو مطلب یہ ہے کہ ثیبہ کی اجازت واجب ہے اور غیر ثیبہ کی اجازت مندوب ہے۔ **اِجبار** کے معنی مجبور کرنے کے ہیں۔ بجیرمی نے لکھا ہے کہ اجبار سے بغیر اِذن اور بغیر اجازت مراد ہے نہ کہ اِکراہ اور زبردستی۔ **باکرہ** اس عورت کو کہتے ہیں جس کی بکارت وطی کی وجہ سے زایل نہ ہوئی ہو خواہ بالغ ہو یا نابالغ، عاقل ہو یا مجنون۔ عورت کو پیدایش سے بکارت کا پردہ نہ ہو یا گرنے، کودنے یا اُنگلی کرنے سے، یا حیض کی شدت کی وجہ سے پردہ پھٹ گیا ہو تو بھی وہ باکرہ کے حکم میں داخل ہے۔ بکارت کے بارے میں عورت کے بیان پر، بغیر حلف کے، اعتماد ہوگا۔ **ثیبہ** اُس عورت کو کہتے ہیں جس کی بکارت وطی کی وجہ سے زایل ہوئی ہو۔ بکارت کے ازالہ کے لیے اگلی شرم گاہ میں وطی کا ہونا لازم ہے۔ وطی کے لیے حِلّت اور حُرمت کی قید نہیں ہے شوہر کی وطی اور زنا کی وطی بھی بکارت کو زایل کرتی ہے۔ عقد کے پہلے ثیوبت کا سوال ہو تو عورت کے حلفی بیان پر اعتماد ہوگا تاکہ ولی کے حقِ اجبار کی تردید کرے جو ... سے ازالۂ بکارت کے سبب کے دریافت کا حق نہ ہوگا اگرچہ کہ عورت کا نکاح پہلے نہ ہوا ہو۔

باکرہ عورت کو باپ اور دادا نکاح پر مجبور کر سکتے ہیں۔ دادا کو اُسی صورت میں اختیار ہے جبکہ باپ موجود نہ ہو یا یہ کہ باپ موجود ہو مگر اہلیت نہ رکھتا ہو۔ عورت بالغہ، عاقلہ اور باکرہ ہو تو اس کی رضامندی حاصل کرنا مسنون اور مستحسن ہے حدیث۔ وَالبِکرُ یَستَأمِرُھَا اَبُوھَا۔ باکرہ عورت کی رضامندی اس کا باپ بطورِ استحباب حاصل کرے گا۔ استفسار کے جواب میں عورت کی خاموشی کافی ہے۔ عورت مراہقہ ہو یعنی بلوغ کی عمر کے قریب پہنچ چکی ہو تو اس سے بھی استفسار مسنون ہے اور اس کا سکوت کافی ہے۔ مسنون ہے کہ کم سن لڑکی کا نکاح نہ کرے بالغ ہونے اور اجازت دینے تک۔ اجازت اور رضامندی حاصل کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ معتبر عورتوں کے ذریعہ عورت کا ارادہ معلوم کرے اور ماں آسانی سے عورت کی مرضی دریافت کر سکتی ہے۔ صرف باپ اور دادا کو عورت کے اِذن کے بغیر نکاح کر دینے کا اختیار ہے، بھائی، بھتیجے، چچا، اور چچا زاد بھائی کو یہ حق نہیں ہے۔ باپ اور دادا کے سوائے دوسرا کوئی شخص نابالغ عورت کا نکاح ہی نہیں کر سکتا۔ اِس لیے کہ نکاح کے لیے اِذن کی ضرورت ہے اور نابالغ عورت اِذن کی اہلیت نہیں رکھتی۔

شرایطِ صحتِ اِجبار۔ بغیر اِذن کے عورت کا نکاح کرنے کے لیے چار شرایط کی موجودگی کی ضرورت ہے۔ عورت[1] اور اس کے ولی کے درمیان کوئی ظاہری عداوت نہ ہو۔ شوہر عورت ... کے کُف سے ہو۔ شوہر مہرِ حال ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہو شوہر اور عورت کے درمیان عداوت ظاہری ہو نہ باطنی۔ نکاح کے بعد ولی کی ولایت ختم ہو جاتی ہے اس لیے ولی کی نسبت صرف ایسی عداوت کا اعتبار کیا جائے گا جس کی محلہ والوں میں شہرت ہو۔ البتہ ہونے والے شوہر کی یہ قید ہے کہ اس کو عورت سے عداوت نہ ظاہری ہو اور نہ باطنی اس لیے کہ اُس کے ساتھ عورت ... بسر کرنا ہے کُفو سے

میں بہنیں، بھتیجیاں اور بھانجیاں اور ان کی اولاد داخل ہیں جن کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ اوّلِ اصول کے بعد کے اصول کی پہلی فصل کی صراحت یہ ہے کہ اوّلِ اصول ماں باپ ہیں اور ان کے بالکل بعد ہی کے اصول دادا، دادی، نانا اور نانی ہیں اور ان کے پہلے فصول میں پھوپی اور خالہ ہیں اور ان کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ دوسری فصل اور تیسری فصل اس حکم سے خارج ہے۔ اس لیے چچا، پھوپی، ماموں اور خالہ کی بیٹیوں کی بیٹیوں اور انکی اولاد کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ محرمات کے معلوم کرنے کا یہ دوسرا طریقہ ابی اسحٰق اسفرائینی کا دریافت کردہ ہے اور پہلا طریقہ ان کے شاگرد شیخ ابو منصور بغدادی کا دریافت کردہ ہے اور بہ نسبت دوسرے طریقے کے زیادہ مختصر اور آسان بھی ہے۔

ماں سے مراد ہر اصولی عورت ہے جو پیدائش کی باعث ہوئی، ماں کی ماں، باپ کی ماں، ماں کے باپ کی ماں اور باپ کی ماں کی ماں، یہ سب اسی طبقہ میں داخل ہیں۔ **بیٹی** سے مراد ہر فروعی عورت ہے جو پیدا ہوئی، بیٹے کی بیٹی، بیٹی کی بیٹی اور ان کا سلسلہ اس میں داخل ہے۔ **زنا** کے نطفہ سے جو عورت پیدا ہوئی ہے صاحبِ نطفہ کے لیے حرام نہیں ہے اور یہی قول صحیح ہے، اس لیے کہ نطفۂ زنا کی حُرمت نہیں ہے۔ نطفۂ زنا کے ساتھ سارے احکام کی نفی ہوتی ہے، وراثت وغیرہ جیسے حقوق نہیں پیدا ہوتے، اس لیے کہ شافعیہ میں احکام کی **تبعیض** نہیں ہو سکتی۔ ایک مسئلہ کے ایک جزء کی نسبت ایک حکم اور دوسرے جزء کی نسبت دوسرا حکم عاید کرنے کو تبعیض کہتے ہیں۔ حنفیہ میں تبعیض کو روا رکھتے ہوئے یہ حکم ہے کہ نطفۂ زنا کے ساتھ نکاح حرام ہے مگر وراثت کا حق نہیں پیدا ہوتا۔ نتیجہ یہ کہ نطفۂ زنا اور صاحبِ نطفہ کے درمیان عدمِ توریث کی نسبت اجماع ہے۔ حنفیہ کی حرمت کی رائے کی توقیر کرتے ہوئے شافعیہ نے نطفۂ زنا کے ساتھ نکاح کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اجماع اس پر ہے کہ زنا کے نطفہ سے جو لڑکا مزنیہ کو پیدا ہوا مزنیہ کے لیے اور اس کے محارم رشتہ داروں کے لیے حرام ہے اور ایک دوسرے سے توریث بھی پاتے ہیں۔ **بہن** میں حقیقی، علاتی اور اخیافی سب داخل ہیں۔ **پھوپی**، باپ کی بہن کو کہتے ہیں، باپ کی پھوپی اور ماں کی پھوپی بھی اس حکم میں داخل ہے۔ **خالہ**، ماں کی بہن کو کہتے ہیں، باپ کی خالہ اور ماں کی خالہ بھی اس حکم میں داخل ہے۔ **بھتیجی**، بھائی کی بیٹی کو کہتے ہیں، بھائی کی اولاد کی اولاد بھی اس میں داخل ہے اور بھائی میں حقیقی، علاتی اور اخیافی تینوں رشتے شامل ہیں۔ **بھانجی**، بہن کی بیٹی کو کہتے ہیں، بہن کی اولاد [illegible] بھی اس میں داخل ہے اور بہن میں حقیقی، علاتی اور اخیافی تینوں بہنیں شامل ہیں۔

رضاعت سے دو، رضاعی ماں اور رضاعی بہن کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ رضاعت دودھ کے رشتہ کو کہتے ہیں۔ رضاعت کے رشتہ کے قیام کی شرائط رضاعت کے بیان میں لکھی گئی ہیں۔ رضاعت کے سبب سے اُن سات عورتوں کے ساتھ نکاح حرام ہے جن کے ساتھ [illegible] کی وجہ سے نکاح حرام ہے۔ دو کی حُرمت کلامِ مجید سے ثابت ہے اور ابو شجاع نے اپنے متن میں صرف انہی دو کا ذکر کیا ہے۔ آیت۔ وَاُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ

غیر دائمی ہے۔ ایک کی موت یا مفارقت کی وجہ سے دوسرے کے ساتھ نکاح حلال ہے۔ نکاح میں جس رشتہ کی عورتوں کا ایک جگہ جمع کرنا حرام ہے' اُس رشتہ کی باندیوں کا وطی میں جمع کرنا بھی حرام ہے۔

نصِ قرآن سے چودہ عورتوں کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ آیت۔ (ع ۳ آخر)۔ وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ

اور نکاح میں نہ لاؤ جن عورتوں کو نکاح میں لائے تمہارے باپ

إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ۔ آیت۔ (ع ۴ ۱)۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ

مگر جو گزر چکا حرام کی گئی ہیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپیاں اور خالائیں

وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ

اور بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں اور جن ماؤں نے تم کو دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں اور مائیں

نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ

تمہاری عورتوں کی اور اُنکی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں جن عورتوں سے تم نے صحبت کی اور اگر تم نے صحبت نہیں کی

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ

تو تم پر گناہ نہیں اور عورتیں تمہارے بیٹوں کی جو تمہاری پشت سے ہیں اور یہ کہ اکٹھی کرو دو بہنوں کو مگر جو گزر چکا۔

ان کی تفصیل یہ ہے۔ نسب سے سات' رضاعت سے دو' مصاہرت سے چار اور جمع میں ایک جملہ چودہ ہوئے' حالاں کہ حقیقت میں جس طرح نسب سے سات عورتیں حرام ہیں اسی طرح رضاعت کے سبب سے بھی سات عورتوں کے ساتھ نکاح حرام ہے اور مصاہرت کی چار عورتوں کو شامل کرنے کے بعد جملہ عورتیں جن کے ساتھ نکاح دائمی طور پر حرام ہے اٹھارہ ہوتی ہیں۔ وہ عورتیں جو ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں کی جا سکتیں تین ہیں۔ زوجہ کے ساتھ زوجہ کی بہن' زوجہ کی پھوپی اور زوجہ کی خالہ۔ اب ان کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

نسب سے سات' ماں' بیٹی' بہن' پھوپی' خالہ' بھتیجی اور بھانجی کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ آیت۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ۔ نسب کے سبب سے جن عورتوں کے ساتھ نکاح حرام ہے ان کے معلوم کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ قرابت کی تمام عورتوں کے ساتھ نکاح حرام ہے سوائے چچا' پھوپی' ماموں اور خالہ کی بیٹیوں کے۔ ان خاص رشتہ داروں کے بیٹوں اور بیٹیوں کے اور ان کی اولاد سے شادیاں [illegible] ہیں۔ ان کے سوائے بقیہ سارے رشتہ داروں کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مرد کے لیے اپنے اصول' فصول' اوّلِ اصول کے فصول اور اصلِ اول کے بعد کی اصل کی پہلی فصل کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ اصول سے مراد ماں' نانی' دادی' پرنانی وغیرہ اور فصول سے بیٹی' پوتی' اور نواسی وغیرہ مراد ہیں۔ اوّلِ اصول کے فصول میں اوّلِ اصول ماں اور باپ ہیں اور ماں اور باپ کے فصول

حرام نہیں ہے۔ ربیب زوجہ کے بیٹے کو کہتے ہیں دوسرے شوہر سے۔ ماں کے شوہر کی بیٹی اور بیٹے کی زوجہ کی ماں کے ساتھ نکاح حرام نہیں ہے۔ ان تمام رشتہ داروں کے ساتھ نکاح دائمی طور پر حرام ہے۔ ان رشتہ داروں کی تعداد اجمالاً تیرہ اور تفصیلاً اٹھارہ ہے جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا گیا، سات نسب کے، سات دودھ کے اور چار مصاہرت کے۔

جمع کرنا زوجہ کے ساتھ اُس کی بہن، پھوپی اور خالہ کو حرام ہے اگرچہ زوجہ اس اجتماع پر رضامند ہو۔ بہنوں کی اجتماع کی حرمت کی نسبت آیت ہے: وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ۔ پھوپی اور خالہ کی اجتماع کی حرمت اس حدیث پر مبنی ہے۔ لَا تُنْکَحُ الْمَرْأَۃُ عَلٰی عَمَّتِہَا وَلَا الْعَمَّۃُ عَلٰی بِنْتِ اَخِیْہَا وَلَا الْمَرْأَۃُ عَلٰی خَالَتِہَا وَلَا الْخَالَۃُ عَلٰی بِنْتِ اُخْتِہَا لَا الْکُبْرٰی عَلَی الصُّغْرٰی وَلَا الصُّغْرٰی عَلَی الْکُبْرٰی۔ نکاح میں زوجہ کے ساتھ اس کی بہن، پھوپی اور خالہ کا جمع کرنا حرام ہے نسب سے اور رضاعت سے، بلا واسطہ یا بالواسطہ۔ زوجہ کے ساتھ، زوجہ کی ماں یا باپ کی بہن پھوپی یا خالہ کا جمع کرنا بھی حرام ہے۔ یا حرمت کی نسبت قیاس کرنے کے لیے آسان طریقہ یہ ہے کہ ان دو عورتوں میں سے ایک کو مرد اور دوسری کو عورت فرض کیا جائے اور اس مفروضہ پر قیاس کیا جائے۔ اگر اختلافِ جنس کے ساتھ ان دونوں کے درمیان نکاح جائز ہے تو پھر ان دونوں کو نکاح میں جمع کرنا بھی جائز ہے ورنہ نہیں۔ اگر زوجہ فوت ہو جائے یا زوجہ سے مفارقت ہو جائے تو اس زوجہ کی بہن، پھوپی یا خالہ کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ البتہ زوجہ کی طلاقِ رجعی کی عدت کے زمانہ میں اس کی بہن وغیرہ کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے اس لیے کہ طلاقِ رجعی کی عدت میں زوجیت قایم رہتی ہے۔ اگر کسی نے ایک ہی نکاح میں ایسی دو عورتوں کو جمع کیا جن کو جمع کرنا حرام ہے تو نکاح ہی سرے سے باطل ہوگا اور اگر ان کے ساتھ یکے بعد دیگرے نکاح کیا گیا تو پہلا نکاح قایم اور دوسرا باطل ہوگا۔ جن رشتوں کا نکاح میں جمع کرنا حرام ہے اُن رشتوں کا مِلکِ یمین کی وطی میں جمع کرنا بھی حرام ہے۔

خیار بہ عیوب

شوہر اور زوجہ کو اختیار ہے کہ ایک دوسرے کو رد کریں اگر کسی میں جنون، جُذام یا برص پایا جائے۔ عورت رد کی جا سکتی ہے اگر اس میں رتق یا قرن پایا جائے اور مرد رد کیا جا سکتا ہے اگر اس میں جب یا عُنّت پایا جائے۔ خیار بہ عیوب سے یہ مراد ہے کہ ان عیوب کے پائے جانے پر شوہر اور زوجہ کو اختیار ہے کہ نکاح کو فسخ کروائیں۔ اَخبار میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جُذامی سے احتراز کرنے کی ہدایت کی تھی۔ امام شافعیؒ نے اُمّ میں لکھا ہے کہ عمرؓ کے آثار میں بھی اس کا پتہ چلتا ہے۔ آیات کلامِ مجید سے ثابت ہیں، اخبار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم سے۔ حدیث صحیح بخاری۔ فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَکَ مِنَ الْاَسَدِ۔ بھاگو جُذامی سے جیسا کہ تم شیر سے بھاگتے ہو۔ صحیح مسلم نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف کے وفد کے ایک جُذامی سے

مِنَ الرَّضَاعَةِ۔ بقیہ پانچ کی حرمت حدیث پر مبنی ہے۔ یَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا یَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ۔ دودھ
کے رشتہ کی وہ عورتیں حرام ہیں جو [illegible] سے حرام ہیں۔ رضاعی ماں یا مُرضعہ اُس عورت کو کہتے ہیں جس نے اُن قیود کے
ساتھ جو رضاعت میں ضروری ہیں رضیع کو دودھ پلایا ہے جس عورت نے اصول یعنی باپ اور ماں کو دودھ پلایا
وہ بھی اس طبقہ میں داخل ہے۔ **رضاعی** بہن سے وہ عورتیں مراد ہیں جو رضاعی ماں کی بیٹیاں ہیں اس کے
بطن سے یا جن کو اس نے دودھ پلایا ہو، خواہ ان بیٹیوں نے رضیع کے ساتھ دودھ پیا ہو یا اس سے پہلے یا اس کے
بعد۔ رضاعی بہن کی حرمت کے لیے یہ قید نہیں ہے کہ رضیع کے ساتھ دودھ پیا ہو۔ رضاعی رشتہ رضیع کی حد تک
محدود ہے، رضیع کے بھائی اور بہن کو اس سے تعلق نہیں ہے، بھائی یا بہن کی رضاعی ماں یا رضاعی بہن حرام
نہیں ہے۔ رضاعی ماں اور رضاعی بہن کی حرمت کلام مجید سے ثابت ہے اور بقیہ پانچ رضاعی رشتہ دار
رضاعی بیٹی، رضاعی پھوپھی، رضاعی خالہ، رضاعی بھتیجی اور رضاعی بھانجی کی حرمت حدیث بالا پر مبنی ہے۔

مصاہرت سے چار۔ زوجہ کی ماں، ربیبہ، باپ کی زوجہ اور بیٹے کی زوجہ حرام ہیں۔ زوجہ کی ماں کے ساتھ نکاح
حرام ہے۔ آیت۔ وَاُمَّهَاتُ نِسَآئِكُمْ۔ اس طبقہ میں وہ ساری عورتیں داخل ہیں جو زوجہ کی پیدائش کی باعث
ہوئی ہیں جیسا کہ زوجہ کی نانی اور دادی وغیرہ جو [illegible] سے ہوں یا رضاعت سے۔ زوجہ کی ماں کی حرمت کے لیے
زوجہ کے ساتھ نکاح کافی ہے، دخول کی قید نہیں ہے۔ ربیبہ، زوجہ کی بیٹی کو کہتے ہیں جو دوسرے شوہر سے ہے۔
ماں کے ساتھ دخول ہونے کے بعد ربیبہ کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ آیت۔ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ
مِنْ نِسَآئِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ۔ زوجہ کی رضاعی
بیٹی اور اس کی اور رضاعی بیٹے کی بیٹی بھی اس حکم میں داخل ہے۔ ربیبہ کی حرمت کے لیے زوجہ کے ساتھ دخول
کی قید ہے، نکاح کافی نہیں ہے۔ مصاہرت کا اثر ملک یمین کی وطی کے [illegible] سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ زنا کے
تعلق سے حرمت کا ذکر [illegible] کے رشتہ میں کیا گیا ہے۔ وطی کے علاوہ دیگر مقدمات جماع بوس و کنار وغیرہ کی مباشرت
سے عورت کے اصول اور فروع کے ساتھ کوئی حرمت نہیں پیدا ہوتی۔ باپ کی زوجہ کے ساتھ نکاح حرام ہے اگرچہ
دخول نہ ہوا ہو۔ آیت۔ (۴/۲۲ آیت)۔ وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ (یعنی
ماقد مضی فی الجاہلیۃ قبل علمکم بتحریمہ)۔ اس طبقہ میں تمام اصولی مرد رشتہ داروں کی زوجگان
داخل ہیں [illegible] سے ہوں یا رضاعت سے۔ بیٹے کی زوجہ کے ساتھ نکاح حرام ہے اگرچہ اس کے ساتھ دخول نہ
ہوا ہو۔ آیت۔ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ۔ اس آیت میں صُلبی اولاد کی تخصیص سے یہ
مقصود ہے کہ متبنّیٰ اولاد کی زوجگان کو اس طبقہ سے خارج کیا جائے۔ متبنّیٰ کی زوجہ کے ساتھ نکاح حرام نہیں ہے
جو حکم بیٹے کی زوجہ کا [illegible] ہے وہی حکم پوتے اور نواسے کی زوجہ کا [illegible] ربیب کی زوجہ کے ساتھ نکاح

رَتَق: عورت کی فرج میں اتنا گوشت بھر جائے کہ جماع نہ ہو سکے۔

قَرَن: عورت کی فرج میں ہڈی پائی جائے جس کی وجہ سے جماع نہ ہو سکے۔ رَتَق اور قَرَن کے دو عیوب زوجہ کے لیے مختص ہیں۔ ان میں سے کوئی عیب زوجہ میں پایا جائے تو شوہر کو فسخِ نکاح کا استحقاق حاصل ہے۔

جَبّ: مرد کا عضوِ تناسل کٹا ہوا ہو اور باقی نہ ہو یا باقی ہو تو حشفہ سے کم مقدار میں ہو۔

عُنَّت: مرد خیزی میں کمزوری کی وجہ سے وطی کرنے سے عاجز ہو۔ اس صورت میں قاضی کے لیے لازم ہے کہ شوہر کو ایک سال کی مہلت دے۔ عمرؓ نے مہلت دی تھی اور فقہا نے آپ کی اتباع کی۔ سال کی قید اس لیے عاید کی گئی ہے کہ بعض وقت کسی خاص موسم میں مرد وطی کے ناقابل ہو جاتا ہے۔ جَبّ اور عُنّت کے عیوب شوہر کے لیے مختص ہیں ان عیوب کے پائے جانے پر زوجہ فسخِ نکاح کا دعویٰ کر سکتی ہے بشرطیکہ عُنّت میں نکاح کے بعد ایک سال گزر جائے۔

فوائد: ان عیوب کی بناء پر نکاح فسخ کیا جائے تو اس میں چار فوائد ہیں۔ طلاق کی تعداد میں کمی نہیں واقع ہوتی۔ فسخِ نکاح کے بعد دوبارہ فریقین کا نکاح عمل میں آئے تو طلاق کی تین تعداد قایم رہتی ہے۔ دخول سے قبل نکاح فسخ کیا جائے تو کسی چیز کی ادائی کی ذمہ داری شوہر پر عاید نہیں ہوتی ورنہ قبلِ دخول طلاق دینے کی صورت میں مہر کی نصف مقدار واجب ہوتی ہے۔ اگر وطی کے بعد ان عیوب کی بناء پر نکاح فسخ کیا جائے تو مہرِ مثل واجب ہوتا ہے ورنہ بعد طلاق مہرِ مسمّٰی واجب ہوتا ہے۔ فریقین کے درمیان مقررہ مہر کو مہرِ مسمّٰی کہتے ہیں اور یہ مہر مہرِ مثل سے زیادہ بھی ہو سکتا ہے۔ عقد کے قریب تر زمانہ میں نکاح فسخ کیا جائے تو زوجہ کو کوئی نفقہ نہیں ملتا اگرچہ حمل سے ہو ورنہ طلاق میں نفقہ واجب ہوتا ہے۔

مَہر

مہر اُس مال کو کہتے ہیں جو نکاح کے سبب سے مرد کی جانب سے عورت کو دیا جاتا ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہر اُس منفعت کا معاوضہ ہے جو نکاح سے حاصل ہوتی ہے ورنہ در اصل یہ معاوضہ نہیں ہے اس لیے کہ شوہر و زوجہ ایک دوسرے سے مساویانہ لطف اندوز ہوتے ہیں بلکہ بعض کا خیال ہے کہ مقابلۃً زوجہ کا حظ شوہر سے زیادہ ہے۔ مہر درحقیقت عطیہ ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے شوہر کے توسط سے تاکہ دونوں کے درمیان محبت قایم رہے۔ رہا یہ امر کہ اِس کی ادائی شوہر کے ذمہ عاید کی گئی اور زوجہ اس سے بری کی گئی، اس کا جواب یہ ہے کہ شوہر زوجہ کے مقابلہ میں زیادہ قوی ہے اور شوہر میں کسبِ معیشت کی زیادہ قابلیت ہے۔ مہر کے لیے عربی میں بہت سے الفاظ ہیں ان میں سے چھ کلام مجید میں مذکور ہیں۔ (۴/۱۲ ۵)۔ وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً۔ (۴/۲ ۶)۔ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا۔ (۵/۱)۔ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ۔ (۴/۱)۔ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ۔ (۴/۲)۔ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا۔ ان آیات میں صدقہ، نحلہ، نکاح، اجر، فریضہ

فرمایا تھا۔ اِرْجِعْ فَقَدْ بَايَعْنَاكَ۔ ہم تم سے بیعت کر چکے واپس ہو جاؤ۔ مرفوع میں ہے۔ لَا تُدِيمُوا النَّظَرَ إِلَى الْمَجْذُومِينَ۔ جذامیوں پر اپنی نظر کو دیر تک قائم مت رکھو۔ روایت کی گئی ہے۔ كَلِّمِ الْمَجْذُومَ وَبَيْنَكَ وَبَيْنَهُ قَدْرُ رُمْحٍ۔ بھالے برابر فصل کے ساتھ جذامی سے بات کرو۔ خطیب شربینی نے لکھا ہے کہ جذام اور برص کے امراض جلدی سے دوسرے پر اثر کرتے ہیں! ولاداس سے اثر پذیر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس کے مقابلہ میں یہ بھی ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ نہ تعدی ہے اور نہ بدشگونی ہے۔ زمانہ جاہلیت کا دستور تھا کہ سفر وغیرہ پر روانہ ہونا چاہتے تو پرندہ کو اُڑاتے، اگر پرندہ داہنی جانب گیا تو شگونِ نیک ۔ لیتے اور اگر بائیں جانب اُڑا تو شگونِ بد لیتے۔ اسی طرح کسی بیماری یا آفت میں مبتلا ہوتے تو اس کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرتے اور خدا پر توکل نہ کرتے تھے۔ حدیثِ بالا سے ان امور کی تردید مراد تھی۔ یہ واقعہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جذامی کے ساتھ کھانا کھائے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے تھالے میں ڈالا اور فرمایا کُلْ بِسْمِ اللّٰهِ ثِقَةً بِاللّٰهِ وَتَوَكُّلًا عَلَيْهِ۔ کھاؤ اللہ کے نام سے اللہ پر بھروسہ اور توکل کرتے ہوئے۔ آپ نے ایک طرف عام طور پر جذامی سے احتراز کرنے کی ہدایت دی اور دوسری طرف آپ خود جذامی کے ساتھ کھانا کھائے۔ ان متغایر واقعات پر عمل کرنے سے آپ کا منشاء یہ تھا کہ قوی ایمان والے کو توکل کی طرف رہنمائی کریں اور ضعیف ایمان والے کو حفظ و احتیاط کا درس دیں۔

ان عیوب کے عقد سے پیشتر پائے جانے یا عقد کے بعد اور وطی سے پیشتر یا وطی کے بعد ظاہر ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا۔ ان عیوب میں سے کسی ایک عیب کے پائے جانے پر نکاح کو فسخ کیا جا سکتا ہے۔ معتمد قول یہ ہے کہ فریقین اپنی رضامندی سے اِن عذرات کی بناء پر اپنا نکاح آپ فسخ نہیں کر سکتے بلکہ ان کو چاہیئے کہ قاضی یا حاکم کے پاس رجوع ہوں اور قاضی اس کا تصفیہ کرے۔ ان امور میں فوری عمل کرنے کی بھی شرط ہے جیسا کہ بیع میں خیار بہ عیب پر عمل کرنے کی صورت میں فوری کی شرط ہے۔ جملہ عیوب جن کی بناء پر فسخ نکاح ہو سکتا ہے سات ہیں۔ تین امور ایسے ہیں جو شوہر اور زوجہ دونوں کے لیے عام ہیں اور دو امور زوجہ کے لیے اور دو امور شوہر کے لیے مختص ہیں۔

جنون[۱] دائمی ہو یا غیر دائمی، علاج کے قابل ہو یا علاج کے قابل نہ ہو۔ بے ہوشی جنون سے خارج ہے اور دیگر امراض کی طرح باعثِ انفساخ نہیں ہے۔ متولی نے جنون کے ہلکے دورے کو بھی وجہ انفساخ سے خارج کیا ہے۔

جذام[۲] کے کہنہ ہونے کی قید نہیں ہے اور نہ شدت کی ضرورت ہے۔ جذام کے آثار نمودار ہوں تو کافی ہے۔

برص[۳] میں جلد میں دوران خون بند ہو جاتا ہے اور جلد کے نیچے کے گوشت میں بھی اثر کرتا ہے اور جلد سفید پڑ جاتی ہے۔ بہق اس مرض کو کہتے ہیں جس میں صرف جلد کا رنگ تبدیل ہوتا ہے۔ بہق اس قید سے خارج ہے۔ جنون، جذام اور برص، ان تینوں امراض کے عیوب شوہر اور زوجہ دونوں کے لیے عام ہیں۔ کسی ایک میں یہ عیوب پائے جائیں تو دوسرا فسخ نکاح کی ادعا کر سکتا ہے۔

شوہر پر واجب ہے لیکن نکاح فاسد ہو یا نکاح صحیح ہو مگر معاہدۂ مہر فاسد ہو تو صرف مہرِ مثل ادا کیا جائے گا۔ مہرِ مسمّیٰ مہرِ مثل سے زیادہ اور کم بھی ہو سکتا ہے۔

مہرِ مثل اُس مہر کو کہتے ہیں جو زوجہ کے عصبی قرابت داروں، بہنوں، بھتیجیوں اور پھوپیوں وغیرہ کے لیے مقرر کیا گیا ہے یا جس کا رواج زوجہ کے مساوی خاندان میں ہے۔ اگر عصبی قرابت دار نہ ہوں تو ذوی الارحام کے قرابت داروں کے مہر کی مقدار کا لحاظ کیا جائے۔ مہر کے تعین کے لیے زوجہ کی عمر، ذہانت، عقل، حسن، بکارت اور دیگر صفات کی رعایت کی جائے۔

مہرِ معجّل وہ مہر ہے جو نکاح کے وقت ادا کیا جاتا ہے۔ معجّل تعجیل سے مشتق ہے جس کے معنی جلدی کرنے کے ہیں۔

مہرِ مؤجّل وہ مہر ہے جس کی ادائی کے لیے مدت مقرر کی گئی ہے۔ مؤجّل اجل سے مشتق ہے جسکے معنی وقت کے ہیں۔

مہرِ حال وہ مہر ہے جس میں تعجیل یا تاجیل کا ذکر نہیں ہے۔ یہ مہر عند الطلب ادا کرنا واجب ہے۔

وجوبِ مہر کی تین صورتیں ہیں۔ شوہر مہر کی مقدار مقرر کرے اور زوجہ اس پر رضامند ہو۔ مہر کے تعین کے بغیر نکاح عمل میں آئے تو زوجہ کو اختیار ہے کہ مہر کے مقرر ہونے اور اس کے ادا ہونے تک سپردگی سے انکار کرے۔ زوجہ کی رضامندی سے مقررہ مدت تک مہر کی ادائی کا التوا جائز ہے۔ فریقین کی رضامندی سے مہر، مہرِ مثل سے زیادہ اور کم بھی ہو سکتا ہے، مہرِ مثل کی قید نہیں ہے۔ مہر قاضی مقرر کرے۔ قاضی کے مقرر کردہ مہر کے لیے لازم ہے کہ مہرِ مثل کے قریب قریب ہو، اور اس صورت میں فریقین کی رضامندی مشروط نہیں ہے البتہ مہرِ مثل سے زیادہ تفاوت ہو تو فریقین کی رضامندی کی ضرورت ہے۔ قاضی کے مقرر کردہ مہر کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ مہرِ حال ہو۔ قاضی کو اختیار نہیں ہے کہ مہر کو مؤجّل کرے اور ادائی کو ملتوی کرے۔ قاضی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ شوہر کی نقدیات سے مہر مقرر کرے۔ مہر کے مقرر ہو جانے کے بعد زوجہ کو اختیار ہے کہ مہر کے حصول میں تاخیر کرے یا حصول کو بالکلیہ ترک کر دے۔ اس لیے کہ مہر زوجہ کا حق ہے اور زوجہ کو اختیار ہے کہ اپنے حق سے دست بردار ہو۔ اجنبی شخص مجاز نہیں ہے کہ شوہر کی رضامندی کے بغیر، مہر مقرر کرے اگرچہ اپنے مال سے ہو۔ مہر کا تعین ہونے سے پہلے، شوہر زوجہ کے ساتھ وطی کرے تو شوہر کے ذمہ مہرِ مثل عاید ہوگا۔ مہرِ مثل کے تعین کے لیے تین اوقات کا لحاظ کیا جائے گا۔ عقد کا زمانہ، وطی کا زمانہ اور ان دونوں کے درمیان کا زمانہ۔ ان تینوں زمانوں میں سے جس زمانہ میں مقدار زیادہ قرار پائے اس کا لحاظ ہوگا۔ مہر کی مقدار مقرر ہونے اور وطی کرنے سے پہلے شوہر اور زوجہ میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے تو اظہر قول یہ ہے کہ مہرِ مثل واجب ہوگا بشرطیکہ نکاح صحیح ہو۔ نکاحِ فاسد کی حالت میں موت واقع ہو تو مہر ہی واجب نہ ہوگا۔

مقدارِ مہر۔ مہر کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار مقرر نہیں ہے لیکن مسنون ہے کہ دس درہم سے کم نہ ہو اور پانسو درہم سے زیادہ نہ ہو۔ حدیث۔ اِلْتَمِسْ وَلَو خَاتَماً مِنْ حَدِیْد۔ ڈھونڈ کر لاؤ اگرچہ لوہے کی انگوٹھی کیوں نہ ہو

اور طَول کے الفاظ مہر کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "آتوا النساء صدقاتهن نحلة ای عطية من الله مبتدأة۔ عورتوں کو اُن کا مہر دو عطیہ کے طور پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے۔ عام رائے یہ ہے کہ اس آیت میں شوہروں کو خطاب کیا گیا ہے اور بعض کا قول ہے کہ عورتوں کے اولیاء کو مخاطب کیا گیا ہے اس لیے کہ جاہلیت میں عورتوں کے اولیاء مہر حاصل کرتے اور خود استفادہ کرتے تھے اور اس کو عطیہ کہتے تھے۔ بجیرمی لکھتے ہیں کہ شعیب کی شریعت میں یہی عمل تھا۔ آیت۔ (۲۸/۲۷)۔ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ۔ بے شک میں چاہتا ہوں کہ میری ان دو لڑکیوں میں سے ایک کی شادی تم سے کردوں بشرطیکہ تم آٹھ برس میری خدمت کرو۔ آیت۔ (۴/۵)۔ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ۔ عورتوں کو ان کا مہر ادا کرو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے جو مفلس تھا اور نکاح کرنا چاہتا تھا فرمایا۔ اِلْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيْدٍ۔ کوئی چیز ڈھونڈلاؤ اور اس کو مہر قرار دو اگرچہ کہ وہ لوہے کی انگوٹھی کیوں نہ ہو۔ اگر نکاح سے پہلے بغیر مہر کے نکاح کرنے پر زوجہ رضامند ہو تو بھی زوجہ کا مہر ساقط نہ ہوگا۔ مہر کا ذکر نہ کرنے سے نکاح صحیح ہو جاتا ہے لیکن کراہت کے ساتھ۔ مسنون ہے کہ دخول سے پہلے مہر کا کچھ حصہ زوجہ کو ادا کرے۔ بیجوری لکھتے ہیں کہ بعض لوگ نصف مہر پہلے اور نصف بعد میں اور بعض لوگ دو تہائی پہلے اور ایک تہائی بعد میں ادا کرتے ہیں۔ ہندوستان میں اس کے خلاف فریقین کے درمیان نزاع پیدا ہونے پر مہر کا مطالبہ کیا جاتا ہے یا کسی فریق کے فوت ہونے پر۔ اس سے پہلے مہر کے ادا کرنے کی بہت کم مثالیں ملیں گی۔

مہر کا تعین کرنا نکاح میں مستحب ہے اگر مہر تعین نہ کیا جائے تو بھی نکاح صحیح ہوگا لیکن اس میں کراہت ہے۔ مہر کے مسنون ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر مہر کے نکاح نہیں کیا تھا۔ مہر ارکانِ نکاح میں داخل نہیں ہے اس لیے کہ نکاح سے خواہشات کا استفادہ مقصود ہے جو فریقین کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں اور فریقین ارکان ہیں اور مہر ارکان میں سے نہیں ہے۔ بخلاف اس کے بیع سے عوض حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے اور عوض بیع کے ارکان میں سے ہے اور بیع کی صحت کے لیے عوض کا قرارداد واجب ہے۔ مہر کے عدمِ وجوب کا نتیجہ یہ ہے کہ مہر کے بغیر بھی نکاح صحیح ہے اور مہر کے فساد کی وجہ سے نکاح فاسد نہیں ہوتا۔ مہر کے استحباب کے لیے مہر کی مقدار مقرر نہیں ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی مہر قرار دی جاسکتی ہے بشرطیکہ مالیت رکھتی ہو۔ ایسی چیز جو مالیت نہیں رکھتی مہر کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ مہر کے لیے اصل شئی کی ضرورت نہیں ہے، قرضہ یا منفعت بھی مہر قرار دی جاسکتی ہے۔ مہر تین امور سے واجب ہوتا ہے۔ مہر کی مقدار شوہر مقرر کرے یا قاضی۔ مہر کے تعین سے پہلے وطی کرے تو مہر مثل واجب ہوگا۔ مہر کی دو قسمیں ہیں۔ مہرِ مسمّٰی اور مہرِ مثل اور مہر ادائی کے وقت کے لحاظ سے ان دونوں کی تین تین قسمیں ہیں۔ مہرِ معجّل، مہرِ مؤجّل اور مہرِ حالّ۔

مہرِ مسمّٰی: اُس مہر کو کہتے ہیں جو نکاح کے وقت فریقین کے درمیان مقرر کیا جائے۔ نکاحِ صحیح میں مہرِ مسمّٰی کی ادائی

متعہ۔ وہ عورت جس نے مہر کے بغیر نکاح کروانے پر رضامندی ظاہر کی اور نکاح کے بعد اور مہر کی قرارداد اور وطی سے پہلے اس کو طلاق دی گئی تو زوجہ کو متعہ ادا کرنا واجب ہے۔ آیت۔ (۲/۲۳۶)۔ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتِّعُوهُنَّ۔ کوئی مضایقہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دیدو جن کو تم نے نہیں چھوا یا جن کا مہر تم نے مقرر نہیں کیا، اُن کو متعہ دیدو۔ متعہ تمتع سے ماخوذ ہے جس کے معنی فایدہ حاصل کرنے کے ہیں اور عرفِ شرع میں اُس مال کو متعہ کہتے ہیں جس کا ادا کرنا شوہر پر واجب ہے۔ یہ ایسی مفارقت کے لیے جس میں نصفِ مہر بھی واجب نہیں ہوتا۔ یہ مفارقت عورت کی وجہ سے نہیں ہوتی اور نہ عورت کے سبب سے اور نہ ان دونوں میں سے کسی کے فوت ہونے کی وجہ سے۔ مقدارِ متعہ۔ مسنون ہے کہ متعہ کی مقدار تیس درہم یعنی ساڑھے ساتولے سے کم نہ ہو اور نصف مہر کی مقدار سے کم ہو اگر اس بارے میں فریقین میں اختلاف ہو تو شوہر کے رتبہ اور حیثیت اور زوجہ کے خاندان کی حیثیت کا اعتبار کرتے ہوئے متعہ کی مقدار قاضی مقرر کرے گا۔ آیت۔ (۲/۲۳۶)۔ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ۔ اور مال دو عورتوں کو، فراخ دست اپنی حیثیت کے موافق اور تنگ دست اپنی حیثیت کے موافق مال دے گا رواج کے موافق جو حق ہے احسان کرنیوالوں پر۔

تفویض کسی امر کو دوسرے شخص کی مرضی پر چھوڑ دینے کو کہتے ہیں جیسا کہ فَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَى اللهِ۔ میں نے اپنا کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ تفویض کی دو قسمیں ہیں۔ تفویضِ نکاح اور تفویضِ مہر۔ تفویضِ نکاح میں صرف شوہر کا انتخاب ولی وغیرہ کے سپرد کیا جاتا ہے اور مہر کی نوعیت اور مقدار زوجہ کی رضامندی پر موقوف رہتے ہیں۔ تفویضِ مہر میں عورت مہر کی نفی کرتی ہے۔ ولی اس کا نکاح کرے گا اور نکاح کے وقت مہر کی نفی کرے گا یا مہر کے بارے میں سکوت کرے گا۔ تفویض کے لیے شرط ہے کہ عورت بالغ اور عاقل ہو ورنہ تفویض صحیح نہ ہوگی۔ تفویض کے ساتھ نکاح انجام پایا اور ابھی مہر مقرر نہ ہوا کہ شوہر نے طلاق دی تو عورت کو صرف متعہ ملے گا ورنہ عام احکام کے تحت زوجہ مہر پائیگی۔

ولیمہ

ولیمہ وَلَم سے مشتق ہے اور وَلَم کے معنی اجتماع کے ہیں اور شرع میں اُس ضیافت کو ولیمہ کہتے ہیں جو عقدِ نکاح کے بعد شوہر کی جانب سے دی جاتی ہے۔ عام طور پر ولیمہ ہر اُس ضیافت کو کہتے ہیں جو کسی قابلِ مسرت واقعہ کے رونما ہونے پر دی جاتی ہے۔

ولیمہ سنتِ مؤکدہ ہے، اس کا قبول کرنا اور جانا واجب ہے سوائے اس کے کہ کوئی عذر ہو، چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل دونوں سے ولیمہ ثابت ہے اس لیے سنت مؤکدہ ہے۔ بخاری نے روایت کی ہے کہ آپ نے اُم سلمہؓ اور صفیہؓ کے نکاحوں کے بعد ولیمہ کیا تھا۔ عبدالرحمن بن عوفؓ نے نکاح کیا تو آپ نے فرمایا۔ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ۔ ولیمہ

یعنی چھوٹی سی چھوٹی چیز بھی مہر کے لیے جائز ہے بشرطیکہ مالیت رکھتی ہو۔ غیر محترم کی [illegible] ہے۔ شراب محترم ہے اور مہر کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ شیٔ محترم مہر مقرر کی جائے تو اس کے عوض مہرِ مثل واجب ہوگا۔ اصول یہ ہے کہ ہر شیٔ عین یا اس کی منفعت جس کی قیمت ہو سکتی ہے وہ مہر ہو سکتی ہے۔ منفعت کی مثال علم، فن یا پیشہ کی تعلیم ہے۔ علم یا فن کے سکھانے کے معاہدہ کو مہر قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہر وہ چیز جس کی بیع جائز ہے اس کو مہر قرار دینا جائز ہے۔ مسنون ہے کہ مہر دس درہم سے کم نہ ہو جو ہندستان میں ڈھائی تولے چاندی کے برابر ہیں۔ **اختلاف**۔ حنفیہ میں دس درہم سے کم مقدار میں مہر جائز نہیں ہے۔ اس کی رعایت کرتے ہوئے شافعیہ نے اس مقدار کو مسنون قرار دیا۔ مہر کی اکثر مقدار کے لیے بھی کوئی حد متعین نہیں ہے لیکن مستحب ہے کہ مہر کی زیادتی میں مبالغہ نہ کیا جائے۔ عرب کا قول ہے اَخَفُّهُنَّ مُهُوْرًا اَكْثَرُهُنَّ بَرَكَةً۔ جن عورتوں کا مہر کم ہوتا ہے ان میں برکت زیادہ ہوتی ہے۔ عمرؓ نے ایک خطبہ میں فرمایا۔ لَا تَغَالُوْا فِي الْمَهْرِ۔ مہر میں مبالغہ مت کرو۔ مسنون ہے کہ پانسو درہم سے زیادہ مہر نہ مقرر کیا جائے جو ایکسو پچیس[125] تولے چاندی کے برابر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمہات المؤمنین اور اپنی صاحبزادیوں کے نکاح میں اسی قدر مہر مقرر فرمایا تھا۔ اُم حبیبہؓ کا مہر چار سو دینار نجاشی نے کر دیا بھیجا تھا۔

سقوطِ مہر۔ دخول سے پہلے طلاق دینے پر نصف مہر ساقط ہوتا ہے۔ مہر کی ذمہ داری کے لحاظ سے چار[4] صورتیں ہیں عام[1] طور پر کامل زرِ مہر واجب الادا ہے بعض[2] حالات میں نصف زرِ مہر واجب الادا ہے اور بعض[3] حالات میں پورا مہر ساقط ہو جاتا ہے اور بعض[4] وقت متعہ یعنی تھوڑی رقم دی جاتی ہے۔

کامل زرِ مہر شوہر کے ذمہ دو صورتوں میں واجب الادا ہے۔ نکاح[1] کے بعد شوہر زوجہ کے ساتھ ایک ہی مرتبہ وطی کیوں نہ کرے، پورا مہر ادا کرنا اس پر واجب ہے۔ **اختلاف**۔ خلوتِ صحیحہ شوہر اور زوجہ کی ایسی تنہائی کو کہتے ہیں جس میں کوئی مخل نہ ہو۔ حنفیہ میں خلوتِ صحیحہ کے بعد بھی کامل زرِ مہر ادائی کے لائق ہوتا ہے۔ امام شافعیؒ نے اپنے قدیم قول میں امام ابوحنیفہؒ کی تائید کی تھی مگر جدید قول میں ان سے اختلاف کیا اور یہ قرار دیا کہ وطی سے مہر قرار پاتا ہے نہ کہ خلوت سے۔ نکاح[2] کے بعد اور دخول سے پہلے شوہر یا زوجہ فوت ہو جائے تو کامل زرِ مہر واجب الادا ہوتا ہے۔

نصف[2] زرِ مہر شوہر کے ذمہ ہے جب کہ نکاح کے بعد اور دخول سے پہلے دونوں میں مفارقت ہو جائے۔ آیت۔ (۲۲/۲ ۹)۔ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ۔ اور اگر تم ان کو چھونے سے پہلے طلاق دیدو۔

سقوطِ[3] مہر شوہر کے ذمہ مہر عاید ہی نہ ہوگا تین صورتوں میں۔ جبکہ[1] نکاح کے بعد اور دخول سے پہلے، خیارِ عیوب کی وجہ سے جس کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے نکاح فسخ کیا جائے۔ افلاس[2] اور تنگدستی کی وجہ سے شوہر مہر ادا نہ کر سکے اور وطی سے پہلے نکاح فسخ کیا جائے یا نکاح[3] فاسد ہو اور وطی سے پہلے فسخ کیا جائے۔

صرف تونگروں کو بلایا جائے اور فقیروں کو نظر انداز کیا جائے اور جس سے فخر و مباہات منظور ہو (اور اگر ایسا نہ ہو) اور دعوت میں شرکت نہ کرے تو اس نے اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کی۔ ولیمۂ نکاح کے سوائے دوسری ضیافتوں کا قبول کرنا اور اُس میں شرکت کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مسنون ہے۔

شرائطِ وجوبِ اجابت۔ ولیمہ کی شرکت کے وجوب کے لیے یہ شرائط ہیں کہ داعی نے محض تونگروں کو ان کی تونگری کی وجہ سے دعوت نہ دی ہو جیسا کہ حدیث شر الطعام سے ظاہر ہے۔ اگر تونگروں کو ہم سایہ یا ہم پیشہ ہونے کی وجہ سے دعوت دی گئی تو مضایقہ نہیں۔ بہرحال تونگروں کے ساتھ تخصیص نہ کی گئی ہو۔ اجابت کے وجوب کے لیے لازم ہے کہ داعی نے تونگروں کے ساتھ فقیروں کو بھی بُلایا ہو۔ اگر ولیمہ کی دعوت تین روز دی جائے تو پہلے روز کی شرکت واجب ہے، دوسرے روز مسنون اور تیسرے روز مکروہ۔ ابوداؤد نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ اَلْوَلِیْمَةُ فِیْ یَوْمِ الْاَوَّلِ حَقٌّ وَفِی الثَّانِیْ مَعْرُوْفٌ وَفِی الثَّالِثِ رِیَاءٌ وَّسُمْعَةٌ۔ ولیمہ پہلے روز ضروری ہے، دوسرے روز نیکی ہے اور تیسرے روز ریا اور نمایش ہے۔ اگر تنگیِ مقام کی وجہ سے دعوت کو تین دنوں میں تقسیم کر کے ہر ایک روز ایک طبقہ کے لوگوں کو بُلائے تو اس میں شرکت واجب ہے خواہ کسی روز ہو۔ داعی اور مدعو مُسلم ہوں۔ داعی تصرف کا حق رکھتا ہو۔ داعی یا اس کا نمایندہ مدعو کو معین کر کے دعوت دے نہ کہ صلائے عام کے طور پر منادی کر دے۔ مدعو کو کسی خاص شخصی منفعت کے لیے دعوت نہ دے۔ داعی ظالم نہ ہو۔ مالِ حرام سے ضیافت سربراہ نہ کی گئی ہو۔ عامل یا حاکم کو اس کی حدودِ ارضی میں دعوت نہ دی گئی ہو۔ حدودِ ارضی میں دعوت کا قبول کرنا صرف نا واجب نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔

اعذارِ عدمِ اجابت بعض عذرات کی بنا پر ولیمہ میں شرکت سے انکار کیا جا سکتا ہے اور اجابت کا وجوب ساقط ہوتا ہے محفلِ ولیمہ میں وہ شخص موجود ہو جس سے اذیت کا خوف کرے یا منہیات اور خُرافات عمل میں لائے جائیں۔ اگر یہ توقع ہو کہ مدعو کی شرکت کی وجہ سے منہیات اور خرافات سے داعی احتراز کرے گا تو مدعو کی شرکت دوہری واجب ہوگی، ایک تو اجابتِ ولیمہ کے لیے اور دوسری رفعِ منہیات کے لیے۔

طعامِ ولیمہ۔ تونگر کے لیے ولیمہ کی اقلِ کمال مقدار یہ ہے کہ ایک بکری ذبح کرے اور تنگ دست کے لیے اجازت ہے کہ اُس کو جو میسّر آئے کھلائے پلائے جیسا کہ چائے، قہوہ، کافی اور دیگر مشروبات۔ جو امور عقیقہ میں مستحب ہیں ولیمہ میں بھی مستحب ہیں۔ ہڈی نہ توڑے تاکہ زوجہ کے لیے فالِ نیک ہو اور میٹھے کے ساتھ پکائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمِّ سلمہؓ کے ولیمہ میں شعیر ایک گیہوں کی قسم سے اور صفیہؓ کے ولیمہ میں کھجور، گھی اور اقِطؓ سے تواضع کی تھی۔

ولیمہ میں شرکت واجب ہے لیکن اصح قول یہ ہے کہ کھانا کھانا واجب نہیں ہے بلکہ مندوب ہے۔ اگر روزہ نفل ہو اور کھانا نہ کھانے میں داعی کو گراں گزرنے کا خوف کرے تو افضل ہے کہ روزہ افطار کرے اور کھانا کھائے اور اگر داعی کو گراں نہ گزرے تو روزہ کی تکمیل افضل ہے۔ روزہ فرض ہو تو اس کا افطار کرنا جایز نہیں ہے جیسا کہ نذر کا روزہ

کرو اگرچہ ایک بکری کیوں نہ ذبح کرو۔ گو حدیثِ موصوف میں صیغۂ امر استعمال ہوا ہے۔ مگر قربانی اور دوسری ضیافتوں پر قیاس کرتے ہوئے اُس سے مندوب مراد ہے۔ بالغ اور عاقل شوہر کے لیے ولیمہ کرنا مسنون ہے۔ نابالغ کی جانب سے اُس کا باپ یا دادا، اپنے مال سے ولیمہ کرے تو کفایت کرتا ہے۔ ولیمہ کے سوائے دوسری ضیافتیں مسنون ہیں جیسا کہ ختنہ کے موقع پر، دور دراز سفر سے واپس آنے پر! امام شافعیؒ کا قول ہے کہ ولیمہ ہر اُس ضیافت پر صادق آتا ہے جو کسی خوشی کے موقع پر دی جائے۔

وقتِ ولیمہ۔ ولیمہ کا وقت عقد کے بعد شروع ہوتا ہے عقیقہ کی طرح، زیادہ زمانہ گزرنے پر فوت نہیں ہوتا اور نہ طلاق سے اور نہ شوہر کی موت کے واقع ہونے سے ساقط ہوتا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ زوجہ باکرہ ہو تو سات روز تک اور ثیبہ ہو تو تین روز تک ولیمہ ادا ہو ہے اور اس کے بعد قضا کیا جائے گا۔ باکرہ کی **زفاف** کی مدت سات دن اور ثیبہ کی تین دن ہے اور اسی لحاظ سے ولیمہ کی ادائی کی مدت کو محدود کیا گیا۔ افضل یہ ہے کہ دُخول کے بعد ولیمہ کی ضیافت کی جائے۔ ولیمہ کی ضیافت کے لیے رات کا وقت مسنون ہے۔

اِجابتِ ولیمہ۔ ابوشجاع کا قول ہے کہ ولیمۂ نکاح کی دعوت کا قبول کرنا اور اُس میں شرکت کرنا واجب ہے۔ ابن قاسم نے لکھا ہے کہ اصح قول یہ ہے کہ فرضِ عین ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ فرضِ کفایہ۔ یہ سارے احکام ولیمۂ نکاح کی نسبت ہیں ورنہ دوسری ضیافتوں کی شرکت مسنون ہے۔ امام غزالیؒ احیاء میں لکھتے ہیں کہ دعوتِ ولیمہ کے قبول کرنے اور شرکت کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور وجوب کا قیام مقصود ہو تو یہ امورِ آخرت میں سے ہے اور اُس کا ثواب ملے گا اور اگر اس سے صرف کھانا اور بھوک کا رفع کرنا مقصود ہو تو یہ امورِ دنیاوی سے ہے اور اُس کا کوئی ثواب نہیں ہے۔ شرکتِ ولیمہ سے یہ مقصود ہے کہ اپنے مومن بھائی کو خوش کرے اور اُس کی تکریم کرے۔ حدیثِ صحیحین۔ اِذَا دُعِیَ اَحَدُکُمْ اِلَی الْوَلِیْمَۃِ فَلْیَاْتِہَا۔ اگر تم کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو تمھیں جانا چاہئے۔ ابوداؤد نے روایت کی ہے۔ اِذَا دَعَا اَحَدُکُمْ فَلْیُجِبْ عُرْسًا کَانَ اَوْ غَیْرَہٗ۔ اگر تم کو کوئی دعوت دے تو تم کو جانا چاہیے، نکاح کا ولیمہ ہو یا کوئی اور۔ حدیثِ موصوف میں صیغۂ امر سے ولیمۂ نکاح میں وجوب اور دیگر ولیموں میں مندوب مراد ہے۔ بعض نے ظاہری الفاظ کی رعایت کرتے ہوئے دونوں صورتوں میں وجوب کی رائے دی ہے لیکن تعبیرِ اوّل کی تائید مسندِ امام احمدؒ کے بیان کردہ واقعہ سے ہوتی ہے کہ عثمان ابن ابی العاصؓ کو ختنہ کی دعوت دی گئی تو آپ نے انکار کیا اور کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایسی دعوت نہیں دی گئی۔ صحیحین کی مرفوع حدیث یہ ہے۔ اِذَا دُعِیَ اَحَدُکُمْ اِلٰی وَلِیْمَۃِ عُرْسٍ فَلْیُجِبْ۔ اس میں ولیمۂ نکاح کی قید ہے اور مسلم کی بیان کردہ حدیث بھی اس پر محمول ہے۔ شَرُّ الطَّعَامِ الْوَلِیْمَۃُ تُدْعٰی اِلَیْہَا الْاَغْنِیَاءُ وَتُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ وَمَنْ لَّمْ یُجِبِ الدَّعْوَۃَ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔ ولیمہ کا کھانا بُرا ہے جس میں

کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت کو ہدایت کی کہ اِقْبَلِ الْحَدِیْقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِیْقَةً۔ باغ کو قبول کرو اور اسکو طلاق دیدو۔ اسلام میں خلع کا یہ پہلا واقعہ ہے۔

خلع بھی طلاق کی ایک قسم ہے۔ جائز خلع سے یہ مراد ہے کہ خلع صحیح ہے لیکن دراصل طلاق کی طرح خلع بھی مکروہ ہے۔ حدیث۔ اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقُ۔ حلال چیزوں میں سے جو چیز اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے وہ طلاق ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نکاح مطلوب شرعی ہے اور خلع نکاح کو منقطع کرتا ہے۔ کراہت سے استثنا کی دو صورتیں ہیں: فریقین خوف کریں کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حدود کی پابندی نہ کر سکیں گے۔ آیت۔ (۲/۱۳ ۱)۔
اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ
مگر یہ کہ ڈریں کہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ پس اگر تم کو خوف ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کو قائم نہ رکھیں گے تو کوئی گناہ نہیں ہے دونوں پر کہ عورت بدلہ دے کر اپنی گلوخلاصی کرے۔ ایسی صورت میں خلع مستحب ہے۔ کسی ایسے کام کے نہ کرنے کے لیے تین طلاق دینے کا حلف اٹھائیں جس کا کرنا لابدی ہو جیسا کہ کہے "اگر میں گھر میں داخل ہوا تو میری زوجہ کو تین طلاق ہوں گے۔" اور گھر میں داخل ہونا ایسا لابدی امر ہے جسکو ٹالنا دشوار ہے۔

عوض کے بدلہ خلع جائز ہے۔ عوض مقدار میں کم ہو یا زیادہ، دَین ہو یا نقد، عین شی ہو یا اس کی منفعت، مملوکہ ہو یا غیر مملوک، طاہر ہو یا نجس، معلوم ہو یا مجہول اس لیے کہ آیت۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ عام ہے۔ عوض، معین، معلوم اور طاہر ہو تو اس کا ادا کرنا زوجہ پر واجب ہوگا۔ اگر عوض مجہول یا نجس ہو تو زوجہ کے ذمہ مہرِ مثل عاید ہوگا۔

خلع کے ذریعہ زوجہ اپنے نفس کی آپ مالک اور شوہر کے حق میں اجنبی ہو جاتی ہے اس لیے خلع کے بعد زوجہ کی طرف شوہر رجوع نہیں کر سکتا، نکاح جدید کے بغیر۔ عدت کے زمانہ میں زوجین ایک دوسرے سے میراث نہیں پاتے، خلع کے بعد رجوع کرنے کے لیے نکاح جدید کی ضرورت ہے، محلل کی ضرورت نہیں ہے۔ محلل کی تفصیل صفحہ ۵۳۱ میں بیان کی گئی ہے۔ طہر اور حیض دونوں حالتوں میں خلع جائز ہے، حیض کی حالت میں خلع حرام نہیں ہے۔

خلع میں زوجہ کی جانب سے ایجاب اور شوہر کی جانب سے قبول ہوگا۔ زوجہ کہے کہ مجھ کو خلع دو تو میں تمہارا ذمگی مہر معاف کر دوں گی یا اس قدر معاوضہ دوں گی اور شوہر اس کو قبول کرے۔ شوہر بھی کہہ سکتا ہے کہ تم اپنا مہر معاف کر دو یا اس قدر معاوضہ دو تو میں تمہیں خلع دوں گا اور عورت اس کو قبول کرے۔ خلع کے لیے تیسرے شخص کو بھی فریقین وکیل مقرر کر سکتے ہیں مگر وکیل فریقین کی ہدایات کا پابند ہوگا اور خلاف ورزی نہ کر سکے گا۔ خلع کے لیے زوجیت کی ضرورت ہے۔ طلاق رجعی کی حالت میں زوجیت باقی رہتی ہے اور خلع ہو سکتا ہے۔ معلوم اور معین عوض ہو تو اس پر عمل ہوگا ورنہ مہرِ مثل واجب ہوگا۔ زوجہ کے لیے شرط ہے کہ مال میں تصرف کا اختیار رکھتی ہو اور شوہر

اس کا نتیجہ یہ کہ ولیمہ کی شرکت کا وجوب روزہ کی وجہ سے بھی ساقط نہیں ہوتا۔

داعی جو چیز پیش کرے اس کا کھانا جائز ہے اگرچہ کہ زبان سے نہ کہے جو چیز موجود ہو اس کو کھانے کی اجازت ہے کسی دیگر تصرف کی اجازت نہیں ہے۔ مہمان صرف اپنے لقمہ کا مالک ہے۔ مہمان تکلف کرے اور کھانے سے ہاتھ اُٹھالے تو داعی کے لیے مسنون ہے کہ کھانے کی ترغیب دے اور تین مرتبہ اصرار کرے نہ کہ اس سے زیادہ۔ مہمان کے لیے مسنون ہے کہ صاحبِ خانہ کے لیے دعا کرے۔ اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ مَلَائِکَۃُ اللّٰہِ الْاَخْیَارُ وَذَکَرَکُمُ اللّٰہُ فِیْمَنْ عِنْدَہٗ وَاَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ اَللّٰھُمَّ اخْلُفْ عَلٰی بَاذِلِہٖ وَھَنِّ آکِلِہٖ وَاَلْھِمِ الْبَرَکَۃَ فِیْہِ۔ تمہارا کھانا نیک لوگ کھائے اور اللہ تعالیٰ کے فرشتگانِ خیر تم پر درود بھیجے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس والوں میں تمہارا ذکر کیا، تمہارے پاس روزہ دار افطار کرے۔ یا اللہ میزبان کے پیچھے نیکی کو چھوڑ اور مہمان کی غذا کو خوشگوار کر اور اس میں برکت دے۔

خُلع

خُلع مشتق ہے خَلع سے جس کے معنی نزع کرنے اُتارنے اور نکالنے کے ہیں اور شرع میں معلوم اور مقصود کے معاوضہ میں شوہر سے فُرقت اور علیحدگی کے حاصل کرنے کو خلع کہتے ہیں۔ لغوی اور شرعی معنوں میں یہ مناسبت ہے کہ زوجیت کی حالت میں زوجین ایک دوسرے کے لیے لباس کے مانند ہیں۔ آیت۔ (۲/۵)۔ ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ۔ عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم عورتوں کے لباس ہو۔ مراد یہ ہے کہ زوجین ایک دوسرے کے رازدار ہیں اور ایک دوسرے کو برائیوں سے روکتے ہیں۔ زوجین کے درمیان علیحدگی کو ظاہری لباس کے اُتار دینے سے تشبیہ دیا گیا۔

خُلع جائز ہے لیکن رجعت نہ ہو سکے گی نکاحِ جدید کے بغیر۔ طُہر اور حیض دونوں حالتوں میں۔ آیت۔ (۴/۵)۔ فَاِنْ طِبْنَ لَکُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْہُ نَفْسًا فَکُلُوْہُ ھَنِیْٓئًا مَّرِیْٓئًا۔ پس اگر بیبیاں چھوڑ دیں خوشی سے مہر کا کوئی جزء تو تم اس سے [illegible] مزے اور خوشگواری سے۔ آیت۔ (۲/۱)۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ۔ پس گناہ نہیں ہے دونوں پر کہ عورت بدلہ دے کر اپنی گلو خلاصی کرے۔ بخاری نے روایت کی ہے کہ سہل انصاری کی بیٹی اُمِّ حبیبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا یا رسول اللہ میرے شوہر ثابت بن قیس کے (ما [illegible]) وفی روایۃ ما انقم علیہ فی خُلُقٍ وَدِیْنٍ وَلٰکِنِّیْ امْرَأَۃٌ اَکْرَہُ الْکُفْرَ فِی الْاِسْلَامِ)۔ اخلاق اور دین کی [illegible] مجھ کو کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن ایسی عورت ہوں جو اسلام میں کفر کو پسند نہیں کرتی یعنی کفرانِ نعمت کو پسند نہیں کرتی شوہر نعمتِ دنیوی ہے اس سے استفادہ نہ کرنا کفرانِ نعمت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَتَرُدِّیْنَ عَلَیْہِ حَدِیْقَتَہٗ کیا تم اس کا باغ اس کو واپس کر دوگے۔ ثابت بن قیس نے یہ باغ مہر میں دیا تھا۔ اُمِّ حبیبہ نے رضامندی کا اظہار

مجنون خارج ہوجاتا ہے لیکن یہ اعتبار خود ثابت کئے ہوئے شخص کی طلاق سزا کے طور پر نافذ ہوتی ہے۔ مختار کی قید کی وجہ سے ناحق مجبور کیا ہوا شخص خارج ہوجاتا ہے ناحق کی قید کی وجہ سے حق پر مجبور کرنے کی صورت خارج ہوجاتی ہے حق پر مجبور کیا جائے اور طلاق دے تو طلاق واقع ہوگی جیسا کہ شوہر ایلاء کی مدت گزر نے کے بعد نان و نفقہ نہ دے اور طلاق بھی نہ دے تو حاکم اس کو طلاق دینے پر مجبور کرے گا۔ اس پر بھی طلاق نہ دے تو حاکم خود طلاق دیگا جبر و اکراہ کی قید کی وجہ سے طلاق دی جائے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ حدیث۔ رُفِعَ عَنْ اُمَّتِي الْخَطَاءُ وَالنِّسْيَانُ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ۔ اُٹھائی گئی میری اُمت سے غلطی، بھول چوک اور جس بات پر وہ مجبور کئے گئے ہیں یعنی اُن امور کی ذمہ داری میری امت پر نہیں ہے اور اس کا مواخذہ قیامت میں ان پر نہ ہوگا۔ حدیث۔ لَا طَلَاقَ فِي اِغْلَاقٍ۔ طلاق نہیں ہے جبر و اکراہ میں۔ امام ابو حنیفہؒ کا قول اس کے خلاف تھا۔ جبر و اکراہ میں ضرب شدید حبس اور اتلافِ مال وغیرہ کی تہدید اور تخویف بھی داخل ہے۔ تخویف موقتی اور فوری ہونا شرط ہے نہ کہ آیندہ کا خطرہ ہو۔ ضرب شدید یا خفیف کی قید نہیں ہے، تذلیل اور تحقیر اور سب و شتم بھی کافی ہے ایک شریف اور باحیثیت شخص کے لیے۔ بہرحال افراد کے حالات اور حیثیت کے لحاظ سے جبر و تشدد کی نوعیت مختلف ہوسکتی ہے۔ اگر جبر و تشدد سے بچنے کے لیے اسباب اور ذرائع موجود ہوں اور اس سے استفادہ نہ کرے تو جبر و تشدد کا عذر مسموع نہ ہوگا۔ اگر مجبور کئے ہوئے شخص کے لیے اختیارِ تمیزی کا قرینہ پایا جائے اور اس کو استعمال نہ کرے تو طلاق واقع ہوجائے گی۔ زوجیت کی قید ہے۔ حدیث ترمذی لَا طَلَاقَ اِلَّا بَعْدَ نِكَاحٍ۔ طلاق صحیح نہیں ہوتی مگر نکاح کے بعد، نکاح سے پہلے طلاق دی جائے تو نکاح کے بعد اس کا نفاذ نہ ہوگا۔ بخلاف اس کے امام مالکؒ کا استدلال یہ ہے کہ طلاق واقع نہیں ہوتی سوائے نکاح کے بعد۔ طلاق کے الفاظ صریحی ہوں یا کنایتہً۔ طلاقِ صریح کے لیے نیت کی شرط نہیں ہے مگر طلاقِ کنایہ کے لیے نیت مشروط ہے طلاق کے الفاظ زبان سے ادا کئے جائیں جس کو خود سن سکے بخلاف امام مالکؒ کے۔ آپ کا قول ہے کہ نیت بھی کافی ہے۔ گونگے کا اشارہ بولنے والے کے الفاظ کے برابر ہے۔ گونگا اشارہ سے طلاق دے جس کو ہر شخص سمجھ سکے تو وہ طلاقِ صریح ہوگی اور اگر اس کے اشارہ کو صرف خاص لوگ سمجھ سکیں تو طلاقِ کنایہ ہوگی۔ اگر اس کا اشارہ سمجھ ہی میں نہ آئے تو اس کی طلاق لغو ہوگی۔ گونگے کے غیر مفہمہ اشارہ سے تین اُمور مستثنیٰ ہیں۔ گونگے کی نماز باطل نہیں ہوتی۔ گونگے کی شہادت صحیح نہیں ہوتی۔ گونگے کے اشارہ سے حلف کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔

اقسامِ طلاق۔ طلاق کی تقسیم تین طرح ہوسکتی ہے۔ الفاظ کے لحاظ سے، زوجہ کی حالت کے لحاظ سے اور احکام کے لحاظ سے۔

لفاظ کے لحاظ سے طلاق کی دو قسمیں ہیں۔ طلاقِ صریح اور طلاقِ کنایہ۔

طلاقِ صریح کے لیے تین الفاظ مقرر ہیں۔ طلاق، فراق اور سراح۔ نیت کی شرط نہیں ہے۔ طلاقِ صریح ایسا الفاظ

کے لیے شرط ہے کہ خلع دینے کی صلاحیت رکھتا ہو، نابالغ، مجنون اور مجبور نہ ہو۔ صیغۂ خلع میں وہ شرایط ہیں جو بیع کے لیے معتبر رہیں۔ ایجاب اور قبول دونوں کے الفاظ یا معنوں میں مطابقت ہو۔ الفاظ صریحی ہوں اور اگر کنایہ کے الفاظ ہوں تو دونوں کی نیت میں مطابقت ہو۔

طلاق

طلاق کے معنی قید کھول دینے کے ہیں اور شرع میں نکاح کے قید و بند سے آزاد کرنے کو طلاق کہتے ہیں۔ بجیرمی نے لکھا ہے کہ طلاق اس امت کی خصوصیات میں سے نہیں ہے، پہلے بھی طلاق کا رواج تھا مگر اس کی کوئی حد نہ تھی کہ کتنی بار دی گئی عروہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ پہلے لوگ بغیر حصر کے طلاق دیتے تھے۔ شوہر اپنی زوجہ کو طلاق دیتا اور جب عدت پوری ہونے آتی تو رجوع کرتا اور پھر طلاق دیتا اور اسی طرح ستایا کرتا تھا۔ اس مذموم رواج کو روکنے کے لیے آیت نازل ہوئی۔ ($\frac{۲}{۱۳}$ ۱)۔ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ۔ طلاق دو مرتبہ ہے یعنی طلاق کی تعداد دو ہے جس کے بعد رجوع ہو سکتا ہے اس کے بعد عورت کو روک رکھو عام رواج کے موافق یا چھوڑ دو احسان کے ساتھ ہمیشہ کے لیے یعنی تیسری طلاق دیدو۔ عایشہؓ کے پاس ایک عورت نے شکایت کی کہ اس کا شوہر طلاق دیتا اور پھر رجوع کرتا اور پریشان کر رکھا ہے۔ آپ نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا اور طلاق کے محدود کرنے کے لیے آیت نازل ہوئی۔ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا۔ این الثالثہ تیسرا طلاق کہاں تو آپ نے فرمایا۔ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ۔ یا چھوڑ دینا احسان کے ساتھ۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ($\frac{۲}{۱۴}$)۔ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔ پس اگر طلاق دیا (تیسری مرتبہ) تو اس کے بعد عورت حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کرے۔ حدیث۔ لَيْسَ شَيْءٌ مِنَ الْحَلَالِ اَبْغَضَ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الطَّلَاقِ۔ اللہ تعالیٰ کے پاس طلاق سے زیادہ ناراض کرنے والی کوئی حلال چیز نہیں ہے۔ یہاں حلال سے مراد مکروہ ہے۔ طلاق حلال ہے جائز کے معنی میں لیکن اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی باعث ہے اس لیے کہ اس بارے میں نہی تنزیہی ہے۔ بُغض کا لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو اس سے اللہ تعالیٰ کی نارضامندی اور ناپسندیدگی مراد ہے۔ بجیرمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں طلاق سے تنفیر یعنی نفرت کرنے کی ہدایت ہوئی ہے، درحقیقت بُغض مراد نہیں ہے ورنہ بُغض کے لفظ میں انتقام اور انتقام کے ارادہ کے معنی شامل ہیں اور اس کا وقوع حرام کے تعلق سے ہو سکتا ہے نہ کہ حلال سے۔

شرایطِ صحتِ طلاق۔ طلاق کی صحت کے لیے شرط ہے کہ شوہر بالغ، عاقل اور مختار ہو، عورت زوجیت میں داخل ہو، طلاق صریحی ہو یا کنایہ۔ بلوغ کی قید کی وجہ سے بچہ اور نابالغ خارج ہو جاتے ہیں عقل کی قید کی وجہ سے

طلاقِ بدعی یہ ہے کہ حیض یا ایسے طُہر کی حالت میں طلاق دی جائے جس میں مجامعت ہوئی ہو۔ حیض کے اثناء میں طلاق دے یا طُہر کے زمانہ میں جماع کرے اور طلاق دے تو یہ دونوں طلاق بدعی ہیں اور بدعی کے معنی حرام کے ہیں۔ اس طرح طلاق دینا حرام ہے اور اس میں گناہ ہے اس لیے کہ عدت کی مدت شمار کرنے کے لیے طُہر کا انتظار کرنا پڑے گا اور اس وجہ سے طوالت ہو گی۔ اگر حیض کے زمانہ میں طلاق دے اور اس کو طُہر کے زمانہ کے لیے معلق کرے تو پھر بدعی کے حکم سے خارج ہوگی اور سُنّی ہوگی۔ بہر حال طلاق کی تعلیق طُہر میں واقع ہو تو سُنّی اور حیض میں واقع ہو تو بدعی ہو گی۔

مستثنیات۔ طلاقِ بدعی کے حکم سے مستثنیات بھی ہیں اور ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک طلاق طُہر میں دے اور دوسرا طلاق اُس کے بعد کے حیض میں دے تو دوسرا طلاق بھی سُنّی ہے اس لیے کہ عدت کی ابتدا پہلی طلاق سے شروع ہو گئی۔ حاکم کی طلاق فریقین کی نزاع کے تصفیہ کے ضمن میں کسی وقت بھی دی جائے، بدعی نہ ہو گی۔ غلام کو طلاق دینے کے لیے مالک حکم دے۔ متحیرہ کی طلاق جس کے حیض کا زمانہ مقرر نہ ہو۔ جو عوض کے بدلے خلع دی جائے۔ ان صورتوں میں طلاق بدعی اور حرام نہیں ہے۔ اگر ایک یا دو طلاق بدعی دئے ہوں تو مندوب ہے کہ رجوع کرے اور جب طلاقِ سُنّی کا وقت آئے اور اگر چاہے تو طلاق دے یا نہ دے۔ یہ اُس صورت میں ممکن ہے جبکہ تین سے کم طلاق دئے ہوں، اس لیے کہ تین طلاق دینے کے بعد رجعت نہیں ہو سکتی۔ صحیحین سے یہ روایت ہے کہ ابن عمرؓ نے حیض کی حالت میں اپنی زوجہ کو طلاق دی اور عمرؓ نے اس واقعہ کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا تو ارشاد ہوا۔ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا۔ اس کو ہدایت کرو کہ رجوع کرے اور پھر طُہر کی حالت میں طلاق دے۔

طلاقِ لا و لا۔ نہ سُنّی ہے اور نہ بدعی۔ مثلاً آیسہ، صغیرہ، حاملہ، مختلعہ اور غیر مدخولہ کی طلاق۔ آیسہ اُس عورت کو کہتے ہیں جس کا حیض بڑھاپے کی وجہ سے بند ہو گیا ہو۔ صغیرہ کم سن لڑکی کو کہتے ہیں جس کو حیض نہ آیا اور بالغ نہ ہوئی۔ آیسہ اور صغیرہ کی طلاق کے لیے کوئی وقت نہیں ہے، اس لیے کہ ان کی عدت مہینوں سے شمار کی جاتی ہے اور مضرت کا خوف نہیں ہے۔ حاملہ کی عدت حمل کے وضع ہونے پر ہے، طلاق کسی وقت دی گئی ہو۔ مختلعہ اُس عورت کو کہتے ہیں جس کو خلع دیا گیا ہو۔ چونکہ عورت خود مال کے معاوضہ میں خلع کراتی ہے اور وہ خود فسخ نکاح کی طالبہ ہے اس لیے اس کی طلاق کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ غیر مدخولہ اُس عورت کو کہتے ہیں جس کے ساتھ شوہر نے مجامعت نہیں کی۔ غیر مدخولہ کی طلاق کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے اس لیے کہ غیر مدخولہ کے لیے کوئی عدت نہیں ہے۔ طلاقِ بدعی کے ضمن میں جو مستثنیات بیان کیے گئے ہیں وہ سب طلاقِ لا و لا میں داخل ہیں۔

احکام کے لحاظ سے طلاق کی پانچ قسمیں ہیں۔ واجب، مندوب، مباح، مکروہ اور حرام۔ شیخ ابو شجاع نے ان اقسام کا ذکر نہیں کیا۔ ابنِ قاسم، خطیب وغیرہ کی شروح سے اس کو درج کیا گیا۔

واجب ہے طلاق مولی، حاکم اصحاب جزکی۔ مولی اصحاب حکم سے یا یہ کہ فریقین کے اختلافات اور ... کا لحاظ

میں طلاق دینے کو کہتے ہیں جن سے سوائے طلاق کے کوئی دوسرے معنی کا احتمال ہی نہ ہو اسی لیے طلاقِ صریح کے لیے نیت کی شرط نہیں ہے۔ طلاقِ صریح کے لیے تین الفاظ متعین ہیں۔ طلاق اور جو الفاظ اس سے مشتق ہوں جیسے "میں نے تجھ کو طلاق دی۔ تو طالق ہے یا مُطلّقہ ہے"۔ فِراق جیسے "میں نے تجھ سے فراق کیا۔ تو مفارقہ ہے"۔ سَراح جیسے "تجھ کو میں نے چھوڑ دیا۔ تو چھوڑی ہوئی ہے"۔ اگر خُلع میں عوض کے مال کی صراحت کی گئی تو طلاقِ صریح ہوگی۔ طلاقِ صریح میں نیت مشروط نہیں ہے، اس لیے اگر طلاقِ صریح کے الفاظ کہنے کے بعد نیت سے انکار کرے تو ایسا عذر مسموع نہ ہوگا۔ مگر جو طلاقِ صریح جبر و اکراہ کے سبب سے دی جائے وہ بمنزلۂ طلاقِ کنایہ ہے۔ اگر طلاق کی نیت بھی اس میں شامل ہے تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں۔ طلاق واقع نہیں ہوتی محض نیت کی وجہ سے۔ زبان سے کہنا ضروری ہے اور وہ بھی کم سے کم اتنی آواز میں کہ خود سُن سکے۔ محض زبان کا ہلانا بغیر آواز کے کافی نہیں ہے۔ البتہ گونگے شخص کا اشارہ، بولنے والے کے الفاظ کے برابر ہے۔

طلاقِ کنایہ میں ایسے الفاظ ہوتے ہیں جن سے طلاق اور غیرِ طلاق دونوں کا احتمال ہوتا ہے اس کے لیے نیت کی شرط ہے۔ اگر کنایہ کے الفاظ کے ساتھ، طلاق کی نیت بھی کی جائے تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں۔ کنایہ کے الفاظ یہ ہو سکتے ہیں: "تم آزاد ہو، تم خالی ہو، تم اپنے لوگوں سے مل جاؤ"۔ طلاقِ صریح کے الفاظ میں تعداد کا ذکر نہ ہو تو وہ بھی بمنزلۂ طلاقِ کنایہ ہوگی اور اس میں نیت لازم ہوگی۔ بحیرمی نے لکھا ہے کہ جو شخص بولنے کی قابلیت رکھتا ہے اس کی جانب سے طلاق کی نسبت تحریر بھی کنایہ میں شمار ہوگی، اس لیے کہ الفاظ کی طرح، تحریر بھی اِفہامِ مراد کا ایک طریقہ ہے، اس لیے تحریر کے ساتھ طلاق کی نیت کرے تو طلاق واقع ہوگی۔ اگر شوہر زوجہ کو لکھے کہ میری یہ تحریر پہنچے تو تم کو طلاق ہے اور وہ تحریر زوجہ کو پہنچ جائے تو طلاق واقع ہوگی۔ اگر پہنچنے سے پہلے تحریر ضایع ہو جائے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

حالتِ زوجہ کے لحاظ سے طلاق کی تین قسمیں ہیں۔ طلاقِ سُنّی، طلاقِ بِدعی اور طلاقِ لا ولا۔

طلاقِ سُنّی یہ ہے کہ حیض والی عورت کو ایسے طُہر میں طلاق دی جائے جس میں مجامعت نہ ہوئی ہو۔ سُنّی کا لفظ حرام کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے اور اس سے جائز مراد ہے، یہ مراد نہیں ہے کہ اس طرح طلاق دینے میں ثواب ہے۔ حیض والی عورت کی قید کی وجہ سے صغیرہ جس کو ابھی حیض نہیں آیا اور آیسہ جس کا حیض بُڑھاپے کی وجہ سے بند ہو گیا خارج ہو جاتی ہیں۔ مدخول بہا اس عورت کو کہتے ہیں جس کے ساتھ دخول ہوا ہو۔ زوجہ مدخول بہا ہو مگر حاملہ نہ ہو اور نہ مختلعہ ہو اس لیے کہ غیر مدخولہ، حاملہ اور مختلعہ کا طلاق نہ سُنّی ہے اور نہ بدعی۔ طُہر عورت کی پاکی کے زمانہ کو کہتے ہیں۔ اگر طُہر کے زمانہ میں اور طُہر سے قبل حیض کے زمانہ میں مجامعت کرنے کے بعد طلاق دے تو طلاق بدعی ہوگی۔ یہ حکم شوہر کی طلاق کی نسبت ہے۔ حاکم کی طلاق اس سے خارج ہے۔ حاکم کی طلاق، رفعِ نزاع کے ضمن میں دی جاتی ہے جس کے لیے کسی مدت کا انتظار مناسب نہیں ہے۔ جو حکم حیض کے زمانہ کی نسبت ہے وہی نفاس کی نسبت ہے۔

سے مشیئت کے الفاظ کہے تو ایسی تعلیق سے نہ عبادت صحیح ہوتی ہے اور نہ بیع یا اجارہ اور نہ اقرار کے معاہدہ کی تکمیل ہوتی ہے اور نہ طلاق واقع ہوتی ہے ۔ مشیئت کے الفاظ صرف تبرکاً کہے تو مضایقہ نہیں، عبادت صحیح ہوگی، معاہدہ منعقد ہوگا اور طلاق واقع ہوگی۔ مشیئت کے الفاظ مطلق طور پر کہے یا روانی میں زبان سے نکل جائیں تو صرف عبادت باطل ہوگی مگر طلاق واقع ہوگی اور معاہدہ منعقد ہوگا۔

رَجعَت

رَجعَت رجوع سے ہے اور اس کے معنی لوٹنے اور پلٹنے کے ہیں اور شرع میں خاص طریقہ پر طلاقِ غیر بائن کی عدت کے اندر عورت کو طلاق سے نکاح کی طرف لوٹانے کو رجعت کہتے ہیں۔ طلاق اور عدت کے لحاظ سے زوجہ کی زوجیت کو قایم رکھنے یا طلاق کے بعد دوبارہ نکاح کرنے کی تین صورتیں ہیں۔ تین سے کم طلاق دی گئی ہیں اور عدت نہ گزرے تو رجعت ہوگی۔ اگر عدت گزر جائے تو نکاح کی تجدید ہوگی اور اگر تین طلاق دی گئی ہیں تو تحلیل کے بعد دوبارہ نکاح ہوگا۔

رَجعَت ۔ اگر شوہر اپنی زوجہ کو ایک یا دو طلاق دے اور عدت کے دن نہ گزرے ہوں تو رجعت کرنا جائز ہے ۔ آیت ۔ (۱۲/۵ آخر) ۔ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْا اِصْلَاحًا ۔ اُن کے شوہر اُن کو واپس لینے کا زیادہ حق رکھتے ہیں عدت کے زمانہ میں اگر وہ واپس لینا چاہیں۔ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ اصلاح سے رجعت مراد ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ بنت عمرؓ کو طلاق دیکر رجوع کیا اور فرمایا۔ اَتَانِيْ جِبْرِيْلُ فَقَالَ لِيْ يَا مُحَمَّدُ رَاجِعْ حَفْصَةَ فَاِنَّهَا صَوَّامَةٌ قَوَّامَةٌ وَاِنَّهَا زَوْجَتُكَ فِي الْجَنَّةِ ۔ جبرئیل میرے پاس آئے اور کہا اے محمدؐ حفصہ کو رجوع کرو کہ وہ دن میں روزہ رکھتی ہے اور رات میں عبادت کرتی ہے اور وہ جنت میں بھی تمھاری زوجہ رہے گی۔ طلاقِ رجعی کی عدت کے زمانہ میں زوجہ کی زوجیت باقی رہتی ہے اس لیے کہ عدت کے زمانہ میں رجوع کرنے کے لیے عورت کی اجازت یا رضامندی کی شرط نہیں ہے۔

ارکان رجعت ۔ رجعت کے تین ارکان ہیں شوہر، زوجہ اور صیغہ۔ شوہر کے لیے شرط ہے کہ بالغ، عاقل اور مختار ہو اور رجعت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ وہ مرد جو نشہ میں ہو رجوع کر سکتا ہے۔ مرتد رجوع نہیں کر سکتا اور نہ بچہ اور مجنون۔ زوجہ کے لیے شرط ہے کہ اس کے ساتھ شوہر نے مجامعت کی ہو۔ اگر مجامعت کے پہلے طلاق دی گئی تو عورت غیر مدخولہ ہوگی اور اس کی طلاق بائن ہوگی اور رجعت نہ ہو سکے گی۔ وہ عورت بھی خارج ہو جاتی ہے جس کا نکاح فسخ کیا گیا۔ صیغہ۔ ایسے الفاظ میں رجعت کی جائے کہ جو صریحاً رجعت پر دلالت کرتے ہوں یا کنایتہً۔ صریح الفاظ یہ ہیں۔ رَاجَعْتُكِ ۔ تجھ کو رجوع کیا میں۔ آیت ۔ (۱۲/۲) ۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يَتَرَاجَعَا ۔ رددتكِ الى نكاحي۔

کرتے ہوئے حاکم تصفیہ کرے یا یہ کہ شوہر خود عاجز ہو اور جماع پر قادر ۔۔ نہ رکھتا ہو اور حقوقِ زوجیت ادا نہ کرسکے تو طلاق واجب ہے۔

مندوب ہے طلاق بدچلن عورت کی سوءِ اخلاق بھی بدچلنی میں داخل ہے۔

مباح ہے طلاق جبکہ شوہر میلان نہ رکھتا ہو اور پرورش نہ کرتا ہو۔

مکروہ ہے طلاق نیک چلن عورت کی جس کی طرف رغبت بھی ہو۔ ابغض الحلال کی حدیث اسی صورت پر صادق آتی ہے۔

حرام ہے طلاقِ بدعی جس کی صراحت اس سے پہلے کی گئی ہے۔

تعدادِ طلاق۔ آزاد مرد تین طلاق تک دے سکتا ہے اور غلام دو۔ آزاد مرد کو تین طلاق کا حق ہے، زوجہ آزاد ہو یا باندی
شافعیہ میں شوہر کی حالت کا لحاظ کیا جاتا ہے طلاق میں نہ کہ زوجہ کی بیہقی نے روایت کی ہے۔ اَلطَّلَاقُ بِالرِّجَالِ
وَالْعِدَّةُ بِالنِّسَاءِ۔ طلاق مردوں سے وا۔۔ ہے اور عدت عورتوں کے ساتھ۔ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ عدت کا
تعلق عورت کے ساتھ ہے اس لیے طلاق کی تعداد عورت کی ۔۔۔ پر منحصر ہے نہ کہ شوہر کی۔ اعتماد اس پر ہے کہ تین طلاق کا
وقتِ واحد میں دینا حرام نہیں ہے۔ عمیر عجلانی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اپنی زوجہ کو لعان کیا اور تین طلاق
دیئے۔ اگر یہ عمل حرام ہوتا تو اُن کی اور عام لوگوں کی ہدایت کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم منع فرماتے۔ مسنون طریقہ یہ
ہے کہ ایک طہر میں ایک طلاق، دوسری طہر میں دوسری طلاق اور تیسری طہر میں تیسری طلاق دی جائے۔ غلام دو
طلاق کا مالک ہے، زوجہ آزاد ہو یا باندی۔ دارقطنی نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ طَلَاقُ الْعَبْدِ طَلْقَتَانِ۔
طلاق کی جس قدر تعداد کا حق ہے اس سے کم تعداد میں طلاق دے اور رجوع کرے تو طلاق کی بقیہ تعداد باقی رہے گی
اگر تین طلاق اور تحلیل کے بعد دوبارہ نکاح کی نوبت آئے تو طلاق کی پوری تعداد مجدداً قایم ہوتی ہے۔ تحلیل کے شرائط
رجعت کے بیان میں درج ہیں۔

استثنائے تعداد۔ طلاق کی تعداد میں استثناء کی صورت ہو سکتی ہے جبکہ دونوں جملے ملا کر کہے جائیں، بشرطیکہ دونوں
جملوں کے درمیان کسی اور گفتگو کی وجہ سے فصل نہ ہوا ور استثناء کی نیت ہو اور مستثنیٰ مستثنیٰ منہ میں مستغرق نہ ہو۔ اگر یوں
کہے "میں نے تین طلاق دیئے سوائے دو کے" تو ایک طلاق واقع ہوگی۔ اگر یوں کہے "میں نے تین طلاق دیئے سوائے
تین کے" تو چونکہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ میں مستغرق ہو جاتا ہے اس لیے استثناء باطل ہوگی اور تین طلاق واقع ہوں گے۔

تعلیقِ طلاق۔ طلاق کو کسی خاص صفت یا شرط کے ساتھ بھی معلق کیا جا سکتا ہے۔ آنت طالق فی شہر کذا۔
"تجھ کو فلاں مہینے میں طلاق ہے"۔ "تجھ کو طلاق سُنّی ہے"۔ "تجھ کو طلاق بدعی ہے"۔ اگر وہ زمانہ مقررہ طلاق کے موافق
ہو تو طلاق اُسی وقت واقع ہوگی ورنہ آیندہ اس کا زمانہ آنے پر وہ طلاق واقع ہوگا۔ طلاق کو کسی خاص شرط سے
معلق کیا جا سکتا ہے جملہ شرطیہ کے لیے حرفِ شرط کا استعمال ضروری ہے۔ اگر تم گھر میں داخل ہو تو تمہیں طلاق ہے۔
مشیت۔ مشیت کے فقرہ کے ساتھ تعلیق مراد ہے جیسا کہ کہے ان شاء اللہ۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے۔ تعلیق کے ارادے

کی ہے کہ عمرؓ نے اس بارے میں فتویٰ دیا اور صحابہؓ کی ایک جماعت نے آپ کے ساتھ اتفاق کیا اور کسی نے مخالفت نہیں کی، اس کو اجماعِ **سکوتی** کہتے ہیں۔

تحلیل۔ اگر تین طلاق دیے ہوں تو عورت حلال نہ ہوگی پانچ شرطوں کے وجود میں آنے کے بغیر۔ طلاق کے بعد عدت گزرے۔ عورت دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کرے۔ دوسرا شخص اس عورت کے ساتھ نکاح کرے۔ عورت اس دوسرے شخص سے طلاقِ باین لے اور اس دوسرے شخص کی طلاق کی عدت گزرے۔ تین طلاق کی قید ہے وقتِ واحد میں دیے ہوں یا ترتیب سے یا یہ کہ مقررہ تین کی تعداد سے زیادہ طلاق دیے ہوں تو زوجہ کو شوہر اپنے اختیار سے رجوع نہیں کر سکتا اور نہ جدید نکاح کر سکتا ہے قبل اس کے کہ پانچ شرائط پوری ہوں۔ طلاق دینے والے شوہر کی عدت گزر جائے۔ غیر مدخولہ عورت کے لیے اس شرط کی ضرورت نہیں ہے اور غیر مدخولہ عورت کو صرف بقیہ چار شرائط کی تکمیل کرنی ہوگی، اس لیے کہ غیر مدخولہ کے لیے کوئی عدت ہی نہیں ہے۔ دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کرنے میں شرط ہے کہ نکاح صحیح ہو فاسد نہ ہو۔ دوسرے مرد کے ساتھ نکاح فاسد ہو تو اس شرط کی تکمیل نہ ہوگی۔ دوسرے مرد کے ساتھ نکاح میں یہ شرط لگائی جائے کہ جب اس نے ایک مرتبہ جماع کیا تو طلاق ہو جائے گی تو وہ نکاح خود فاسد ہوگا اور اس فاسد نکاح سے تحلیل نہ ہوگی۔ حدیث۔ لَعَنَ اللّٰہُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَہٗ۔ لعنت کیا اللہ تعالیٰ تحلیل کرنے والے پر اور اس شخص پر جس کے لیے تحلیل کی گئی۔ یہ حدیث اسی صورت کے لیے وارد ہوئی۔ دوسرے مرد میں مجامعت کی صلاحیت ہو اور مجامعت عمل میں لائی جائے۔ جماع کا فعل مرد کی جانب سے عمل میں لایا جائے یا عورت کی جانب سے، ہوشیاری میں یا نیند کی حالت میں کافی ہے۔ مجامعت میں کم سے کم حشفہ کا دخول کافی ہے لیکن شرط ہے کہ مرد کے آلہ میں تیزی بالفعل ہو اور مجامعت کرے۔ حایل کے ساتھ بھی دخول کافی ہے، انزال کی قید نہیں ہے۔ عورت باکرہ ہو تو ازالۂ بکارت کی قید ہے۔ دوسرے مرد سے مفارقت حاصل کرنے کی تین صورتیں ہیں: تین طلاق لے یا خلع کروائے یا طلاقِ رجعی کے بعد عدت گزر جائے۔ دوسرے شوہر کی طلاق کی عدت کو پوری کرے اگرچہ دوسرے شوہر نے وطی میں انزال نہ کیا ہو۔

تحلیلِ شرعی: بجیرمی نے لکھا ہے کہ کم سن لڑکے کا نکاح مطلقۂ ثلاثہ کے ساتھ ولی کروائے اور وہ دخول کرے۔ کم سن لڑکے کے آلہ میں انتشار ہو [illegible] ہو اور وطی ہو سکتی ہے اور اس نکاح کی صحت کی نسبت حاکمِ شرعی شافعی کا حکم حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد لڑکا حنبلیہ فتویٰ پر طلاق دے تو طلاق صحیح ہوگی اور اس طلاق کے بعد عدت نہ ہوگا۔ حنبلیہ میں شرط ہے کہ کم سن لڑکے کی عمر دس سال نہ ہوئی ہو ورنہ عدت ضروری ہوگی۔ اس طرح شرائط کی تکمیل کے بعد پہلے شوہر کے لیے جائز ہوگا کہ مطلقہ کے ساتھ نکاح کرے۔ امام احمدؒ کے پاس دس سال سے کم عمر والا لڑکا اپنی ذات سے اپنا نکاح کر سکتا ہے اور طلاق بھی دے سکتا ہے، اس کا نکاح اور طلاق دونوں صحیح ہیں (۱)، کیونکہ عدت نہیں ہے

تجھ کو لوٹایا میں اپنے نکاح کی طرف۔ آیت۔ (۲/۱۲ آخر)، اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ۔ اَمْسَكْتُكِ عَلٰى نِكَاحِيْ۔ تجھ کو روک رکھا میں نے اپنے نکاح پر۔ آیت۔ (۲/۱۴ ۱)۔ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ۔ کنایہ کے الفاظ یہ ہیں۔ تَزَوَّجْتُكِ۔ شادی کی میں نے تجھ سے۔ نَكَحْتُكِ۔ نکاح کیا میں تجھ سے۔ رجعت کے الفاظ میں تعلیق اور تاقیت صحیح نہیں ہے۔ الفاظ کے بغیر محض نیت سے رجعت نہیں ہو سکتی۔ بغیر نیت کے وطی وغیرہ کے فعل سے بھی رجعت نہیں ہو سکتی بخلاف حنفیہ کے۔ حنفیہ میں وطی سے بھی رجعت حاصل ہوتی ہے۔

شرائطِ صحتِ رجعت۔ رجعت کی صحت کے لیے چار شرائط ہیں۔ طلاق[۱] تین کی تعداد سے کم ہو، تین طلاق دینے کے بعد رجعت نہیں ہو سکتی۔ طلاق[۲] دخول کے بعد دی گئی ہو، دخول سے پہلے طلاق دی گئی تو بینونت ہو گی اور اس کے بعد رجعت نہیں ہو سکتی، جدید نکاح کی ضرورت ہو گی۔ طلاق[۳] عوض کے بدلے نہ ہو، عوض کے بدلے طلاق دی گئی ہو تو رجعت نہیں ہو سکتی۔ عدت[۴] پوری ہونے سے پہلے رجعت کرے، عورت عدت میں نہ ہو یا عدت میں ہو مگر طلاق کی وجہ سے نہیں بلکہ فسخِ نکاح کی عدت میں ہو تو رجعت نہیں ہو سکتی۔ عدت کی مدت گزر جائے تو رجعت نہیں ہو سکتی اور نہ تین طلاق کے بعد۔

احکامِ رجعت۔ مباح ہے رجعت عام طور پر جیسا کہ آیت وَبُعُوْلَتُهُنَّ سے ظاہر ہے۔ واجب ہے رجعت جبکہ دو عورتوں میں سے ایک کا حق ادا کرنے سے پہلے اس کو طلاق دی گئی ہو۔ حرام ہے رجعت جبکہ نان و نفقہ نہ دے سکے اور پرورش نہ کر سکے۔ مکروہ ہے رجعت جبکہ طلاق دینا مسنون تھا۔ مندوب ہے رجعت جبکہ طلاقِ بدعی دی گئی تھی۔

تجدیدِ نکاح۔ اگر عدت کے دن گزر گئے ہوں تو عورت کے ساتھ جدید نکاح کرنا ہوگا۔ عورت شوہر کے ساتھ رہے گی طلاق کی بقیہ تعداد تک۔ آیت۔ (۲/۱۴ ۱)۔ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ۔ پس جب عورتیں اپنی عدت پوری کر چکیں تو شوہروں کے ساتھ نکاح کرنے سے اُن کو مت روکو۔ واقعہ یہ ہے کہ معقل بن یسار کی بہن کو ان کے شوہر ابو دحداح نے طلاق دی اور پھر اپنے فعل پر نادم ہوئے اور عدت گزرنے کے بعد پیام بھیجا اور معقل کی بہن دوبارہ نکاح کے لیے راضی بھی ہو گئیں مگر بھائی نے منع کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ انقضائے عدت تین طرح ہو سکتی ہے۔ زوجہ حمل سے ہو تو حمل وضع ہو جائے یا حمل نہ ہو اور حیض آتا ہو تو تین کامل طُہر گزر جائیں یا حمل نہ ہو اور حیض بھی نہ آتا ہو تو تین مہینے گزریں۔ وضعِ حمل اور پاکیِ رحم کی نسبت شوہر کو اختلاف ہو تو عورت کے بیان کی تصدیق اُس کے حلف سے ہو گی لیکن مہینوں سے شمار کی صورت میں شہادت سے تصدیق کی جائے گی۔ طلاق کے بعد عدت کے دن گزر جائیں تو عورت بائن ہو جائے گی اور جدید نکاح کرنا ہوگا اور بغیر نکاح کے شوہر خود اپنی مرضی سے رجوع نہ کرے گا۔ طلاق کی بقیہ تعداد سے یہ مراد ہے کہ نکاحِ جدید سے پہلے ایک طلاق دی تھی تو نکاحِ جدید کے بعد شوہر کو دو طلاق کا حق رہے گا اور اگر دو طلاق دئے تھے تو صرف ایک طلاق باقی رہے گی۔ بیہقی نے روایت

م سرداروں کے نام حکم جاری کیا کہ کسی شوہر کو اس کی زوجہ سے چار مہینوں سے زیادہ نہ روکا جائے۔ صیغہ۔ ایلاءٔ
ء لیے ایسے الفاظ استعمال کرے جو صاف اور صریح طور پر ایلاء پر دلالت کریں۔ صریحی الفاظ کے استعمال کے بعد
ئی دوسری تعبیر تسلیم نہ کی جائے گی جیسا کہ وطی یا جماع کے الفاظ کہنے کے بعد ان سے مراد را۔ ت۔ طے کرنا یا اجتماع
ے لینا صحیح نہ ہوگا۔ اگر کنایہ کے الفاظ استعمال کیے جائیں تو نیت۔ کی اثبات کی ضرورت ہوگی۔

قسامِ ایلاء۔ ایلاء کی تین صورتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا حلف اٹھائے[1]، اللہ تعالیٰ کے صفات میں سے
سی صفت کا حلف اٹھائے یا زوجہ[2] کے ساتھ مجامعت۔۔ کو طلاق کے ساتھ مشروط کرے اور کہے اگر تیرے ساتھ وطی
رونگا تو تجھ کو طلاق ہے۔ ایسا حلف اٹھانے کے بعد وطی کرے تو عورت کو طلاق واقع ہوگی۔

رکانِ ایلاء۔ ایلاء کے چھ ارکان ہیں۔ حالف[1]، شوہر حلف اٹھانے والا۔ محلوف بہ[2]، جس چیز کا حلف اٹھائے جیسے
اللہ کی ذات کا حلف اٹھائے۔ محلوف علیہ[3]، جس بات کا حلف اٹھائے، جیسا کہ وطی نہ کرنے کا۔ زوجہ[4]، زوجہ کے ساتھ
وطی نہ کرنے کا حلف اٹھائے۔ غیر زوجہ کے ساتھ ایلاء نہیں ہو سکتا۔ صیغہ[5]، الفاظ صاف و صریح ایلاء پر دلالت کرنے والے
استعمال کرے۔ مدت[6]۔ چار مہینوں سے زیادہ مدت مقرر کرے یا کوئی مدت مقرر ہی نہ کرے۔

شوہر کو چار مہینوں کی مہلت۔۔ ہے اور اس کو اختیار ہے کہ وہ وطی کرے اور کفارہ دے یا طلاق دے۔ اگر شوہر ان
دونوں امور سے انکار کرے تو حاکم طلاق دے گا۔ وہ زمانہ مدت میں شمار نہ ہوگا جس میں کوئی مانع وطی امر عورت یا
شوہر کے لیے پیدا ہو جائے۔ مانع دو قسم کے ہیں حسّی یا شرعی۔ حسّی کی مثال بیماری یا جنون وغیرہ اور شرعی کی مثال روزہ،
احرام یا اعتکاف وغیرہ جو فرض ہیں۔ مانع حسّی یا شرعی کے زایل ہونے کے بعد مکرر مدت کا آغاز ہوگا۔ سابقہ گزری ہوئی
مدت محسوب نہ ہوگی۔ حیض اور نفاس کی مدت کی چونکہ تکرار ہوتی رہتی ہے محسوب ہوگی۔ جن موانعات کا تعلق شوہر سے
ہو اُن کے واقع ہونے سے مدت منقطع نہیں ہوتی اس لیے کہ باوجود موانعات۔ کے شوہر کو ہر وقت اختیار ہے کہ اپنے الفاظ
واپس لے یا ادائی کفارہ۔ **فَیئۃ** فاء۔ ہے اور وطی کی طرف رجوع کرنے کو کہتے ہیں۔ چار مہینوں کے گزرنے کے بعد
شوہر کو دو امور میں اختیار رہے گا۔ فیئۃ کرے یعنی وطی کی طرف لوٹے، وطی کرے اور کفارہ ادا کرے یا طلاق دے۔
کفارہ کی تفصیل کفارۂ یمین میں صفحہ ۵۶۱ پر بیان کی گئی ہے۔ آیت۔ ($\frac{2}{12}$ ۲۵۵)۔ **فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔** پس اگر مرد لوٹیں (جماع کی طرف) تو اللہ تعالیٰ
بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے اور اگر طلاق ہی کا ارادہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ سنتا ہے اور جانتا ہے۔

انکارِ شوہر۔ اگر شوہر وطی اور طلاق دونوں سے یا صرف وطی سے انکار کرے تو عورت کو حق حاصل ہے کہ حاکم کے
پاس فریاد کرے۔ حاکم بعد دریافت اور بشرطِ ضرورت ایک طلاقِ رجعی دے گا اور کہے گا کہ میں فلاں عورت کو طلاق
دیتا ہوں۔ حاکم کی طلاق شوہر کی جانب سے نیابتہً ہوگی اور اس کا نفاذ چار مہینوں کے اندر نہ ہوگا جس کی مہلت

اگر اس کی عمر دس سال ہو جائے تو عدت واجب ہوگی۔

ایلاء

ایلاء کے معنی حلف اٹھانے کے ہیں اور شرع میں ایک خاص مدت تک زوجہ کے ساتھ وطی نہ کرنے کا حلف اٹھانے کو ایلاء کہتے ہیں۔ وطی مشروط بہ طلاق بھی ایلاء کے حکم میں داخل ہے۔ چونکہ ایلاء سے عورت کو اذیت پہنچتی ہے اس لیے ایلاء حرام ہے اور اس کا ارتکاب گناہ صغیرہ میں داخل ہے اور معتمد یہی قول ہے ورنہ بعض نے اس کو گناہ کبیرہ میں شمار کیا ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں ایلاء کا رواج تھا اور طلاقِ باین کا اثر رکھتا تھا اور ایلاء کے بعد شوہر اپنی زوجہ کی طرف رجوع نہیں کر سکتا تھا۔ شرع نے ایلاء کے اس دائمی اور قطعی اثر کو تبدیل کر دیا۔

ایلاء شوہر کے اس بات کا حلف اٹھانے کو کہتے ہیں کہ زوجہ کے ساتھ وطی نہ کرے گا مطلقاً یا کسی مقررہ مدت کے لیے جو چار مہینوں سے زیادہ ہو۔ آیت۔ (۲/۱۲ ھ)۔ لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ جو لوگ کہ قسم کھاتے ہیں اپنی عورتوں سے اُن کو چار مہینوں کی مہلت ہے۔ ایلاء کے لیے شوہر میں وطی کرنے کی صلاحیت کا موجود ہونا بھی مشروط ہے اگر شوہر عنین ہو تو ایلاء نہیں کر سکتا۔ طلاق کی صحت کے لیے بلوغ اور عقل کی جو شرایط ہیں وہ ایلاء میں بھی ہیں مگر فرق یہ ہے کہ عنین طلاق دے سکتا ہے مگر ایلاء نہیں کر سکتا۔ وطی کی عدمِ صلاحیت عورت میں بھی ہو سکتی ہے عورت کی فرج میں رتق یا قرن یعنی گوشت یا ہڈی ایسی ہو جس کی وجہ سے وطی ہی نہ ہو سکتی ہو ایسی عورت کے ساتھ ایلاء نہیں ہو سکتا۔ فرج میں وطی نہ کرنے کی قسم کی قید ہے۔ اگر وطی کے علاوہ دوسرے طریقوں حظ اور لذت نہ حاصل کرنے کی قسم کھائے تو ایلاء نہیں ہے۔ اسی طرح عارضی امتناعی حالت میں عورت کے ساتھ وطی نہ کرنے کی قسم کھانے سے بھی ایلاء نہیں ہوتا جیسا کہ کوئی شخص حلف اٹھائے کہ حیض، نفاس یا احرام کی حالت میں عورت کے ساتھ وطی نہ کریگا۔ مطلقاً سے یہ مراد ہے کہ کوئی مدت مقرر نہ کرے بلکہ جملہ کو زمانہ کے تعلق سے خالی چھوڑ دے لفظ مطلق بھی کہنے کی ضرورت نہیں، بغیر مدت کے تعین کے ایلاء کرے تو بھی ایلاء واقع ہو جائے گی۔ مؤبد یعنی دائماً بھی مطلقاً میں داخل ہے۔ اگر کوئی مدت مقرر کی ہو تو وہ مدت چار مہینوں سے زیادہ ہو، چار مہینوں یا چار مہینوں سے کم کی مدت سے ایلاء واقع نہیں ہوتی۔ اگر کوئی شخص اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ چار مہینوں کے لیے وطی نہ کرے گا تو ایلاء نہ ہوگی مگر حلف کی تعریف صادق آئے گی۔ عمر فاروق ؓ ایک رات مدینہ کی گلی سے گزر رہے تھے۔ ایک عورت کی آواز سنی جو رات کی تاریکی میں اپنے شوہر کی جدائی کی شکایت میں کچھ اشعار گا رہی تھی۔ آپ نے اس بارے میں بعض مستورات کی رائے طلب کی اور معلوم کیا کہ عورت دو مہینے آسانی کے ساتھ اپنے شوہر کی جدائی پر صبر کر سکتی ہے اور تین مہینے کسی قدر دشواری سے مگر چار مہینوں کے گزرنے پر عورت کے صبر کا پیالہ بھر جاتا ہے تو آپ نے فوج کے

إِلَّا اللَّائِي وَلَدْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُورًا وَإِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ۝

وہی ہیں جنہوں نے انکو جنا ہے اور بیشک وہ لوگ کہتے ہیں ایک نا... اور جھوٹ بات اور بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنیوالا اور بخشنے والا ہے

وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِن نِّسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِّن قَبْلِ

اور جو لوگ ظہار کرتے ہیں اپنی بیویوں سے پھر لوٹ جاتے ہیں اس چیز کی طرف جو انہوں نے کہا تھا پس آزاد کرو ایک باندی کو قبل اسکے کہ

أَن يَتَمَاسَّا ذَٰلِكُمْ تُوعَظُونَ بِهِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ

ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں تمکو اس بات کی نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو خبر ہے اس چیز سے جو تم کرتے ہو۔ پس جو نہ پاوے تو روزے رکھے

شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِن قَبْلِ أَن يَتَمَاسَّا فَمَن لَّمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا ذَٰلِكَ

دو مہینے پے در پے پہلے اس سے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں پس جو نہ کر سکے تو کھانا کھلائے ساٹھ مسکینوں کو یہ اس لیے کہ

لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۔

تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے رسول پر۔ یہ حدود اللہ نے مقرر کئے ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

عمر بن خطاب رضی اپنی خلافت کے زمانے میں چند ساتھیوں کے ساتھ گزر رہے تھے کہ ایک نہایت مسن عورت رستہ میں ملی اور آپ کو بہت دیر تک باتوں میں مصروف کر لیا اور پند و نصایح کے طور پر کہنے لگی۔ اے عمر ایک دن وہ تھا جب تم چھوٹے تھے اور عمیر پکارے جاتے تھے پھر بڑے ہو ئے اور عمر کہلا نے لگے اور آج امیر المؤمنین کے لقب سے خطاب کیے جاتے ہو عمر! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جسکو موت کا یقین ہوگا فرائض کے فوت ہونے سے ڈریگا جسکو حساب کا یقین ہوگا عذاب سے ڈریگا۔ بڑھیا کھلے کھلے نصیحت کر رہی تھی اور عمر کھڑے سن رہے تھے۔ آپ کے ساتھیوں کو صبر نہ آیا اور کہہ دیا۔ یا امیر المومنین! کیا آپ اس بڑھیا کی بکواس سنتے کھڑے رہیں گے۔ آپ نے کہا خدا کی قسم! اگر یہ عورت صبح سے شام تک اسی طرح مجھ کو روک رکھے تو میں اس کے روبرو سے ہرگز نہ ٹلوں گا سوائے نماز کے۔ تم جانتے بھی ہو یہ بڑھیا کون ہے یہ بڑھیا وہ ہے جسکی بات اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے پرے سے سنی تھی۔ بھلا تم ہی بتاؤ کہ جس کی بات یوں اللہ تعالیٰ نے سنی اسکی بات سننے سے عمر انکار کر سکتا ہے۔

ظہار یہ ہے کہ شوہر زوجہ سے کہے "تو میرے لیے میری ماں کی پیٹھ کے مانند ہے" ایسا کہنے کے بعد طلاق نہ دے اور عود کرے تو اس پر کفارہ لازم ہوگا۔ ظہار کے چار ارکان ہیں۔ مظاہر، مظاہر منہا، ... یہ اور صیغہ مظاہر یعنی ظہار کرنے والے کے لیے شرط ہے کہ وہ شوہر ہو اور ظہار کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، عاقل اور بالغ ہو۔ غلام یا عنین بھی ظہار کر سکتا ہے۔ اجنبی ظہار نہیں کر سکتا اگرچہ اس کے بعد نکاح کر لے۔ جبر و اکراہ کے ... ظہار کے الفاظ کہے تو اس کا کوئی اثر نہیں۔ مظاہر منہا یعنی عورت جس سے ظہار کیا جائے، زوجیت میں ہو اگرچہ طلاق رجعی دیا گیا ہو۔ اجنبی عورت یا خلع کی ہوئی عورت سے ظہار نہیں ہو سکتا۔ ظہار کے لیے عورت کی موجودگی کی شرط نہیں ہے، عورت ... کی غیاب میں بھی ظہار ہو سکتا ہے حیض اور نفاس ظہار کے لیے مانع نہیں ہیں اور نہ عورت میں جماع کی صلاحیت مشروط ہے ...

شوہر کو دی گئی ہے۔

ظہار

ظہار ماخوذ ہے ظہر سے اور ظہر کے معنی پیٹھ کے ہیں۔ شرع میں ظہار یہ ہے کہ شوہر اپنی زوجہ کو ایسی عورت سے تشبیہ دے جو اس کے لیے حلال نہیں ہے۔ اسلام سے پہلے یہ رواج تھا کہ ایک مرتبہ ظہار کرنے کے بعد عورت کو طلاق ہو جاتی اور ہمیشہ کے لیے اپنے شوہر پر عورت حرام ہو جاتی تھی اور کوئی صورت نہ تھی کہ ان میں دوبارہ زوجیت کے تعلقات قائم ہو سکیں اسلام نے اس غلط رواج کو توڑا اور یہ بنیادی ترمیم کر دی کہ شوہر ندامت کے ساتھ اپنے سابقہ الفاظ واپس لے اور کفارہ ادا کرکے اپنی غلطی کا خمیازہ برداشت کرے۔ ایلاء کی طرح ظہار بھی حرام ہے اور اس کا ارتکاب گناہِ کبیرہ میں شمار کیا گیا ہے۔ ظہار میں یمین یعنی قسم کے معنی غالب ہیں اس لیے کہ ظہار میں بھی کفارہ عاید ہوتا ہے جو یمین میں مقرر ہے اور اسی لیے ظہار میں توقیت ہو سکتی ہے اس طرح کہ ظہار کے لیے ایک مدت مقرر کرے۔ ظہار طلاق کے بھی مشابہ ہے اور اس مشابہت کی وجہ سے ظہار میں تعلیق بھی ہو سکتی ہے۔ بہر حال ظہار میں یمین اور طلاق کے دونوں پہلو شامل ہیں پارہ اٹھائیس قد سمع اللہ کے سورۂ مجادلہ کی ابتدائی آیات کی شانِ نزول یہ ہے کہ اوس بن صامت رض انصارِ مدینہ سے تھے اور بعض اسلامی لڑائیوں میں بھی حصہ لیا تھا۔ انھوں نے کسی جذبہ میں اپنی بیوی خولہ سے ظہار کے الفاظ کہہ دیے۔ ان کی بیوی اپنے شوہر کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور گزرا ہوا واقعہ عرض کرکے داد خواہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ حُرِمْتَ علیہ، تم اس کے حق میں حرام ہو گئیں۔ خولہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے حالِ زار پر غور فرمایئے، ہمارے چھوٹے چھوٹے معصوم بچے ہیں اگر یہ باپ کے سپرد کر دیے جائیں تو چونکہ وہ بوڑھا اور نابینا ہے، اُن کی کما حقہ پرداخت نہ کر سکے گا اور بچے تباہ و برباد ہو جائیں گے اور اگر ان کو میرے پاس رکھوں تو میری تنگ دستی اور افلاس کی وجہ سے بھوکوں مریں گے۔ آپ نے پھر فرمایا حُرِمْتَ علیہ۔ سہ بارہ اس عورت نے وہی سوال کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب دیا۔ خولہ مایوس ہو کر آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور فریاد کی یا اللہ میں تجھ سے داد چاہتی ہوں اور اپنی مصیبت پیش کرتی ہوں اُسی وقت اُسی مقام پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ مجادلہ کی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا

تحقیق کہ اللہ نے اس عورت کی بات سنی جو تم سے جھگڑتی تھی اپنے شوہر کے بارے میں اور فریاد کرتی تھی اللہ سے۔ اللہ سنتا تھا تم دونوں کی گفتگو۔

اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝ اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ

بیشک اللہ سنتا اور دیکھتا ہے۔ تم میں سے جو لوگ ظہار کرتے ہیں اپنی عورتوں سے وہ عورتیں اُن کی مائیں نہیں ہیں اُن کی مائیں تو

تسلسل کی شرط ہے، آخری ایک روزہ بھی فوت ہو جائے تو تسلسل منقطع ہو جائے گا اور دوبارہ از سرِ نو روزے رکھنا ہوگا روزوں کی تعداد ہلالی دو مہینے ہیں جن میں کفارہ کی ادائی کی نیت ہو۔ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہی شرط نہیں ہے بلکہ غلہ دینا کافی ہے۔ ساٹھ مسکینوں کو ساٹھ مُد فی کس ایک مُد کے حساب سے دینا شرط ہے۔ اگر ایک مُد یا ایک مسکین کی بھی کمی ہو تو کفارہ کی تکمیل نہ ہوگی۔ ایک ہی مسکین کو ساٹھ روز روزانہ ایک مُد کے حساب سے دینے سے بھی کفارہ ادا نہ ہوگا۔ فقیر اور مسکین میں وہی صفات ہونی چاہئیں جو زکات کے لیے مقرر ہیں۔ ہاشمی اور مطلبی کو کفارہ کا غلہ نہ دیا جائے اور نہ غلام کو یا اس شخص کو جو دوسرے کی پرورش میں ہو۔ غلہ کے لیے بھی وہی صفات مقرر ہیں جو فطرہ کی زکات میں ہیں! ایسا غلہ تقسیم کرے جس کا رواج اُس شہر میں عام ہو۔ ایک مُد مساوی ہے بارہ چھٹانک یعنی ساٹھ تولے کے۔ یہ بھی شرط ہے کہ سالم غلہ تقسیم کرے پسا ہوا آٹا یا ستو نہ دے۔ رویانی نے ابن ابی ھریرہ اور امام ابوحنیفہؒ کی تائید کرتے ہوئے روٹی کے جائز کی رائے دی ہے۔ اگر کوئی شخص تینوں طریقوں سے کفارہ کے ادا کرنے سے قاصر ہو تو کفارہ اس کے ذمہ باقی رہے گا اور جب کبھی اور جس کسی صورت پر اُس کو قدرت پیدا ہو ادا کرے گا۔ البتہ غلہ کی حد تک یہ سہولت ہے کہ جس مقدار میں غلہ دینے کی استطاعت حاصل ہوتی جائے غلہ دے ... ہے مگر وہی فی کس ایک مُد کے حساب سے۔ اصول یہ ہے کہ اِنَّ الْمَیْسُوْرَ لَا یَسْقُطُ بِالْمَعْسُوْرِ۔ ایک امر دشوار ہو اور دوسرا امر آسان ہو تو دشوار امر کی وجہ سے آسان امر ساقط نہیں ہو سکتا۔ مختلف نوعیت کے طریقوں کو ملا کر کفارہ کی تعمیل نہیں ہو سکتی۔ کچھ جزء غلام کا رہا کرے اور کچھ روزے رکھے اور کچھ غلہ تقسیم کرے تو صحیح نہیں ہو سکتا۔ کفارہ کی ادائی تک زوجہ کے ساتھ وطی کرنے سے امتناع ہے، وطی کے سوائے دوسرے طریقوں سے لذت حاصل کرنا ممنوع نہیں ہے! البتہ عورت کی ناف سے گھٹنے تک کے بدن کے حصہ سے لذت حاصل کرنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوقِ مالیہ جو بغیر کسی سبب کے عاید ہوتے ہیں عدمِ استطاعت کی بناء پر ساقط ہو جاتے ہیں جیسا کہ فطرہ کی زکات۔ مگر جو حقوق کسی سبب کی بناء پر عاید ہوتے ہیں جیسا کہ کفارۂ صیدِ حرم یا کفارۂ ظہار یا یمین وغیرہ عدمِ استطاعت کے باوجود باقی رہیں گے کسی طریقہ سے بھی کفارہ کی ادائی نہ کر سکے اور جماع کو زیادہ مدت تک ترک بھی نہ کر سکے اور گناہ کا خطرہ ہو تو وطی کی بھی اجازت دی گئی ہے۔

عِدّت

عِدّت اسمِ مصدر ہے اور عدد سے ماخوذ ہے اور شرع میں ایسی مدت تک عورت کے انتظار میں رکھے جانے کو عدت کہتے ہیں جس میں حیضوں کے آنے یا مہینوں کے گزرنے یا حمل کے وضع ہونے کے سبب سے رحم کے پاک ہونے کا یقین کرے اور حکمِ شرع کی تعمیل کرے اور شوہر کے وفات پر سوگ کر سکے۔ غرض یہ ہے کہ نسب کی حفاظت ہو سکے

جس کے ساتھ تشبیہ دی جائے وہ عورت ذات ہو اور محرم رشتہ رکھتی ہو۔ رضاعت یا مصاہرت کی بناء پر اور شروع سے حلال ہی نہ ہو جیسا کہ ماں، بیٹی اور بہن۔ اور اپنے باپ اور ماں کی رضاعی ماں اور اپنے باپ کی زوجہ جس کے ساتھ باپ کا نکاح اپنی پیدائش سے پہلے ہوا تھا اور رضاعی بہن جو دودھ پینے کے بعد پیدا ہوئی۔ عورت کی قید کی وجہ سے مرد رشتہ دار خارج ہو جاتے ہیں اور محرم کی قید کی وجہ سے زوجہ کی بہن خارج ہو جاتی ہے جس کا جمع کرنا زوجہ کے ساتھ حرام ہے پہلے سے حلال نہ ہونے کی شرط کی وجہ سے بہو اور باپ کی زوجہ جس کے ساتھ باپ نے اپنی پیدائش کے بعد نکاح کیا اور رضاعی بہن جو دودھ پینے کے وقت موجود تھی خارج ہو جاتی ہیں اور ان سے تشبیہ دینے سے ظہار واقع نہیں ہوتا، اس لیے کہ یہ سب پہلے سے حلال تھے اور تبدیل حالات کی وجہ سے بعد میں حرام ہوئے۔ صیغہ الفاظ ایسے استعمال کیے جائیں جن سے ظہار کے معنی سمجھ میں آئیں۔ ظہار کے صریح الفاظ کی مثال یہ ہے۔ تو یا تیرا عضو یا تیرا ہاتھ وغیرہ میری ماں کی پیٹھ یا اس کے ہاتھ یا پاؤں کے مانند ہے مگر شرط یہ ہے کہ بدن کے ظاہری اعضاء سے مشابہت دے نہ کہ باطنی اعضاء سے جیسا کہ جگر یا دل وغیرہ۔ کنایہ کے الفاظ سے ظہار اسی صورت میں واقع ہوگا جبکہ نیت ظاہر ہو۔ ظہار کرنے کے بعد طلاق نہ دے اور زوجیت کی حالت پر عود کرے تو شوہر پر کفارہ دینا واجب ہے۔

کفارہ یہ ہے کہ ایک مسلمان صحیح اور تندرست غلام کو آزاد کرے اگر یہ نہ ہو سکے تو دو مہینے مسلسل روزے رکھے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا ایک مُد کے حساب سے کھلائے۔ کفارہ کے ادا کرنے تک مظاہر کے لیے وطی کرنا حلال نہیں ہے۔ کفارہ کفر سے مشتق ہے اور اس کے معنی چھپانے کے ہیں اور چونکہ کفارہ سے گناہ کی نفی مقصود ہوتی ہے اس لیے اس کو کفارہ کہا گیا۔ شرع میں کفارہ سے ایسا مال یا مال کا بدل مراد ہے جو ظہار یا حلف کی خلاف ورزی کی وجہ سے مسکینوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ کفارہ کی ادائی کی تین صورتیں رہائی، روزہ اور اطعام میں؛ ترتیب بھی ہے پہلی صورت پر قدرت ہونے کے باوجود دوسری صورت پر عمل نہیں ہو سکتا اور دوسری صورت کے امکان کی حالت میں تیسری صورت پر کام نہیں کر سکتا۔ گویا کفارۂ ظہار میں ابتداء سے انتہا تک ترتیب ہے۔ بخلاف اس کے یمین کے کفارہ میں ابتداً میں تخییر اور انتہا میں ترتیب ہے۔ غلہ دینے، کپڑا تقسیم کرنے اور غلام کے آزاد کرنے میں اختیار ہے اور اگر یہ تینوں امور پر عمل نہ کر سکے تو تین روزے رکھے۔ غلام کی رہائی میں کفارہ کے سوائے کوئی دوسری غرض شامل نہ ہو، مال کا معاوضہ نہ لے۔ غلام کا صحیح الاعضاء ہونا بھی مشروط ہے۔ لنگڑے لولے گونگے، بہرے کو کفارہ میں رہا نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے عیوب جو کاروبار میں حارج ہوں غلام میں نہ پائے جائیں۔ خفیف عیوب جن سے کاروبار میں ہرج نہ ہو مضایقہ نہیں۔ مختلف مواقع پر عیوب کی مختلف نوعیتوں کا لحاظ کیا گیا ہے۔ غلام کے لیے وہ عیوب جو کاروبار میں حارج ہوں، قربانی کے جانور میں وہ عیوب جن کی وجہ سے گوشت میں نقصان واقع ہو، نکاح میں وہ عیوب جن سے جماع کا مقصد فوت ہو جائے اور خریدی ہوئی چیز میں وہ عیوب جن کی وجہ سے مالیت میں نقصان ہو لحاظ کے قابل ہیں۔ روزوں میں تتابع اور

اگر طلاقِ رجعی کی عدت شروع ہونے کے بعد شوہر فوت ہو جائے تو شوہر کے وفات کی عدت شمار ہوگی، اس لیے کہ طلاقِ رجعی میں زوجیت باقی رہتی ہے اور عورت میراث بھی پاتی ہے بخلاف طلاقِ باین کے۔ طلاقِ باین کی عدت کے زمانہ میں شوہر فوت ہو جائے تو طلاق کی عدت جو پہلے سے جاری ہے باقی رہے گی۔ اس لیے کہ زوجیت شوہر کے وفات سے پہلے ہی ختم ہو چکی تھی۔ اگر طہر کے زمانہ میں طلاق دی گئی ہو اور طلاق کے بعد طہر کے کچھ دن باقی رہے ہوں تو تیسرے حیض کے شروع ہونے کے ساتھ ہی عدت ختم ہو جائے گی۔ اگر حیض کی حالت میں طلاق دی جائے تو چوتھے حیض کے آغاز کے ساتھ ہی عدت ختم ہو جائے گی۔ اگر عورت کم سن ہو یا عمر رسیدہ ہو مگر حیض نہ آتا ہو اور یاس کی عمر کو نہ پہنچے یا آیسہ یعنی کبر سنی کی وجہ سے حیض بند ہو گیا ہو تو اس کی عدت تین مہینے ہے۔ آیت۔ (۶۵ : ۴)۔ وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ۔ وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں اگر تم کو شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور یہی عدت اُن عورتوں کی ہے جن کو حیض ہی نہیں آیا۔ اگر عدت کے تین مہینوں کے اندر کسی عورت کو حیض آجائے تو تین طہر کے شمار کرنے سے عدت ختم ہوگی۔ اگر تین مہینوں کی مدت گزرنے کے بعد حیض آئے تو اس کے بعد دوبارہ طہر کا حساب واجب نہیں ہے۔ اُس عورت کے لیے جس کو دخول سے پہلے طلاق دی گئی ہو کوئی عدت نہیں ہے۔ یہاں دخول کی قید ہے مباشرت وغیرہ پر عمل کرنے سے کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا۔ آیت۔ (۳۳ : ۴۹)۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ۔ اے ایمان والو! جب تم ایمان والیوں کے ساتھ نکاح کرو اور طلاق دیدو قبل اس کے کہ انھیں ہاتھ لگاؤ تو تمہارے لیے ان پر کوئی عدت نہیں ہے۔

باندی حاملہ کی عدت وہی ہے جو آزاد عورت کی ہے حیض والی ہو تو اس کی عدت دو طہر ہے اور شوہر کی وفات کے سبب سے ہو تو دو مہینے پانچ رات اور طلاق کے سبب سے ہو تو ڈیڑھ مہینہ ہے لیکن اولیٰ دو مہینے ہے۔ حمل کی صورت میں آزاد عورت اور باندی میں کوئی فرق نہیں ہے اس لیے کہ آیت کا حکم عام ہے۔ (۶۵ : ۴)۔ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔ اور جو عورتیں حمل سے ہیں ان کی مدت یہ ہے کہ حمل وضع کریں۔

اسقاطِ حمل۔ بجیرمی نے لکھا ہے کہ منی محض جمادی حالت میں نازل ہوتی ہے اور حیات پر دلالت کرنے والی کوئی صفت اُس میں نہیں ہوتی، البتہ رحم میں داخل ہونے اور قرار پانے کے بعد خلیہ کی طرح ابتدائی مدارج طے کرنا شروع کرتی ہے۔ حدیثِ مسلم میں ہے کہ بیالیس (۴۲) دن گزرنے کے بعد تخلیق کی علامتیں آغاز ہوتی ہیں۔ ایک سو بیس (۱۲۰) دن یعنی چار مہینوں کے گزرنے کے بعد حمل میں جان پڑتی ہے۔ جان پڑنے سے قبل اسقاط کی نسبت فقہاء میں اختلاف ہے بعض کی رائے ہے کہ حمل کو جڑ سے منقطع کرنے والی چیز کا استعمال حرام ہے مگر ایسی چیز کا استعمال حرام نہیں ہے جو حمل کو صرف ایک مدت تک ملتوی کرے اور قطعی طور پر منقطع نہ کرے بلکہ اولاد کی تربیت کے خیال سے ایسا کیا جائے تو اس میں

اور اشتباہ نہ پیدا ہو اور شوہر زوجہ پچھے اجد نکاحِ ثانی کے شوہر کے حقوق کی رعایت کی جائے حکمِ شرع کی تعمیل تعبّدی امر ہے
اور وقۃ۔ کہ تعین میں یہی امر تھا۔ ہے ورنہ ایک طہر سے بھی رحم پاک ہو سکتا ہے۔ عورت کے لیے عدت نئی بات نہیں
ہے سابقہ شریعتوں میں بھی اس پر عمل ہوا ہے۔ شوہر کے لیے صرف دو صورتوں میں عورت کی عدت کی تکمیل کا انتظار
لازم ہے شوہر زوجہ کو طلاقِ رجعی دے۔ اور اس زوجہ کے ایسے رشتہ دار سے نکاح کرنا چاہے جس کو اس کے ساتھ
جمع نہیں کر سکتا جیسا کہ زوجہ کی بہن، پھوپی وغیرہ۔ دوسری صورت یہ کہ چار زوجگان میں سے ایک کو طلاقِ رجعی
دے اور پانچویں عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہے، اس لیے کہ طلاقِ رجعی میں زوجیت باقی رہتی ہے۔

عدت کی دو قسمیں ہیں۔ عدت شوہر کی وفات کے سبب سے ہو اور عورت حمل سے ہو تو وضعِ حمل تک عدت ہے
اگر حمل نہ ہو تو چار مہینے دس روز تک عدت ہے۔ عدت کسی دوسرے سبب سے ہو اور عورت حمل سے ہو تو وضعِ حمل
تک اور اگر حمل نہ ہو اور حیض آتا ہو تو تین کامل طہر تک اور صغیرہ یا آئسہ ہو تو اس کی عدت تین مہینے ہے۔ اس
عورت کے لیے عدت نہیں ہے جس کو قبلِ دخول طلاق دی گئی ہو۔ اسباب کے لحاظ سے عدت کی دو قسمیں ہیں
ایک وہ عدت جو شوہر کے فوت ہونے کی وجہ سے ہو اور دوسری وہ عدت جو کسی دوسرے سبب کی وجہ سے۔ جو شوہر
کے وفات کے بعد بھی دو صورتیں ہیں۔ عورت حمل سے ہو یا حمل سے نہ ہو۔ حمل سے ہو تو حمل کے وضع ہونے پر عدت
ختم ہو جاتی ہے اور بچہ متوفی کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ آیت۔ (۶۵/۴)۔ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ
يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔ جو عورتیں حمل سے ہیں ان کی عدت یہ ہے کہ حمل وضع ہو جائے۔ مُضْغَہ گوشت جس میں
خلقت کی خفیف صورت ظاہر ہو حمل میں داخل ہے۔ عَلَقَہ جو صرف خون کا لوتھڑا ہوتا ہے حمل میں شمار نہیں
کیا جاتا اور نہ اس کے خارج ہونے سے عدت پوری ہوتی ہے۔ علقہ کے خارج ہونے پر تین احکام عاید ہوتے ہیں
روزہ ٹوٹ جاتا ہے، غسل واجب ہوتا ہے اور اس کے بعد جو خون خارج ہوتا ہے اس کو نفاس کہا جاتا ہے۔ یہ تینوں
احکام مضغہ کے خارج ہونے پر بھی عاید ہوتے ہیں اور ان پر اضافہ یہ ہے کہ مضغہ کے خارج ہونے پر عدت بھی
پوری ہو جاتی ہے بشرطیکہ اس میں صورت کچھ نہ کچھ ظاہر ہوئی ہو۔ غیرِ حمل شوہر کی وفات کے وقت عورت حمل سے
نہ ہو تو چار مہینے قمری اور دس روز تک عدت ہے۔ آیت۔ (۲/۲۳۴)۔ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ
اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔ جو لوگ فوت ہو جائیں اور عورتوں کو پیچھے چھوڑ
جائیں تو ان کو چار مہینے اور دس روز تک انتظار کرنا چاہیے۔ مہینے کے جزو کے حساب کے لیے مہینے کے تیس دن شمار ہوں گے
غیر متوفّٰی عنہا سے مراد یہ ہے کہ شوہر کی زندگی میں عورت کے ساتھ مفارقت ہو جائے، طلاق کی وجہ سے یا کسی
عیب کی بناء پر یا رضاعت کے سبب سے نکاح فسخ ہو جائے۔ مفارقت کے آغاز کے وقت عورت حمل سے ہو تو
وضعِ حمل تک عدت ہے اور اگر حمل نہ ہو اور عورت میں حیض کی صلاحیت ہو تو اس کی عدت تین کامل طہر تک ہے

کیے کسی کام سے منع کرنے کے بعد اس کے جواز کا اثر وجوب ہے۔ اس حدیث میں شوہر کے مرنے پر اِحداد کے حلال ہونے سے مراد یہ ہے کہ اِحداد واجب ہے اور اِسی پر اجماع ہے۔ اس لیے کہ امتناع کے بعد جواز کا حکم وجوب پر دلالت کرتا ہے

حدیث۔ اَلْمُتَوَفّٰی عَنْهَا زَوْجُهَا لَا تَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ مِنَ الثِّيَابِ وَلَا الْمُمَشَّقَةَ وَلَا الْحُلِيَّ وَلَا تَخْتَضِبُ وَلَا تَكْتَحِلُ۔ جس کا شوہر فوت ہو جائے نہ پہنے پیلا لباس اور نہ سرخ اور نہ زیور اور نہ رنگے بدن کو اور نہ سُرمہ لگائے۔ شوہر کی فوتی کی قید کی وجہ سے مفارقت کی دیگر صورتوں میں زینت اور خوش بو کا ترک کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مسنون ہے بعض کی رائے ہے کہ طلاقِ رجعی کی صورت میں عورت کو اگر ذرا بھی امید ہو تو عدت کے زمانہ میں زیب و زینت کے ساتھ رہنا اس کے لیے اولیٰ ہے تاکہ شوہر اس کی طرف مایل ہو اور عَود کرے۔ متوفّٰی عنہا کی عِدّت کی مدت قمری چار مہینے اور دس دن ہیں۔ زیور اور لباس دونوں کی زینت ممنوع ہے۔ چھوٹے قسم کا زیور بھی استعمال کرنا ممنوع ہے جیسا کہ انگوٹھی یا کان کی بالی۔ دن کی قید ہے اس لیے رات میں زیورات کا استعمال جایز ہے مگر کراہت کے ساتھ۔ بدن کی قید ہے اس لیے فرش اور خانہ داری کے اسباب کی زینت ممنوع نہیں ہے اور نہ بدن اور لباس کی پاکی اور صفائی ممنوع ہے۔ بال نکالنا، ناخن کاٹنا، میل دور کرنا اور دھونا جایز ہے۔ بغیر تیل لگائے کنگھا کرنا جایز ہے۔ اگر عِدّت کی مدت ختم ہونے کے بعد شوہر کے وفات پانے یا طلاق دینے کی خبر پہنچے تو چونکہ فوتی اور طلاق کے بعد عِدّت کی میعاد منقضی ہو گئی اس لیے زوجہ پر کوئی مزید احداد عاید نہ ہوگی۔

لباس میں رنگین اور رنگوں میں زرد اور سرخ رنگ ممنوع ہیں۔ ایسا رنگ جس کا شمار زینت میں نہ ہو یا سیاہ رنگ کا لباس پہننا ممنوع نہیں ہے۔ پارچہ کی نوعیت کی قید نہیں ہے، سوتی، ریشمی اور اُونی لباس عورت پہن سکتی ہے بشرطیکہ رنگا ہوا نہ ہو۔ رنگے ہوئے تانے بانے سے بنا ہوا لباس بھی ممنوع ہے اور بغیر رنگ کے ہوئے دھاگے سے نقش و نگار کیا ہوا پارچہ بھی ممنوع ہے۔ پارچہ کے درشت اور موٹا ہونے کی قید نہیں ہے، باریک اور مہین پارچہ کا لباس استعمال کر سکتی ہے۔

خوش بو کا استعمال بدن، لباس اور غذا میں ممنوع ہے۔ خوش بو کے حرام ہونے کے لیے وہی شرایط ہیں جو احرام کی حالت میں حرام قرار دی گئی ہیں، مگر فرق یہ ہے کہ احرام سے قبل خوش بو کا استعمال مسنون ہے۔ عِدّت کے آغاز کے ساتھ ہی عورت پر لازم ہے کہ خوش بو کو زایل کر دے بخلاف مُحرِم کے۔ مُحرِم سابقہ خوش بو کو زایل نہیں کرتا۔ خوش بو کا استعمال دن رات کے دونوں اوقات میں ممنوع ہے۔

سُرمہ لگانا زینت اور خوش بو کے لیے ممنوع ہے اور ضرورت اور علاج کے لیے جایز ہے جیسا کہ آنکھ کی تکلیف کے رفع کرنے کے لیے سفید سرمہ کا استعمال جس کو توتیا کہتے ہیں جایز ہے۔ ابو سلمہ کے فوت ہونے پر ان کی بیوی امّ سلمہ عِدّت میں تھیں اور آنکھوں میں صَبِر لگایا تھا۔ صَبِر ایک سفید سرمہ ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور امّ سلمہ کو دیکھ کر سوال کیا کہ یہ کیا ہے تو انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ صَبِر ہے جس میں خوش بو نہیں ہے تو آپ نے

کراہت بھی نہیں ہے۔ ابن حجر کی رائے ہے کہ مبادیٔ تخلّق کے آغاز ہونے سے پیشتر اسقاط حرام نہیں ہے۔

نفقۂ عدّت۔ طلاقِ رجعی کی عدّت میں عورت کی سکونت اور نفقہ شوہر پر واجب ہیں اور بائن کی صورت میں فقط سکونت واجب ہے لیکن حمل سے ہو تو نفقہ بھی واجب ہے۔ جہاں تک ہو سکے جس مکان میں شوہر سے مفارقت ہوئی ہو اسی مکان میں عورت عدّت کے دن گزارے اور اُس کا بار شوہر کے ذمّہ ہوگا۔ نفقہ کے ساتھ لباس اور دیگر ضروریاتِ زندگی کی سربراہی بھی واجب ہے اور یہ سب امور فریقین کی زندگی کے معیار کے لحاظ سے واجب ہوں گے۔ اگر عورت طلاقِ رجعی کی عدّت میں ہو اور شوہر فوت ہو جائے تو اس کا نفقہ منقطع ہو جائے گا اگرچہ حمل سے ہو اس لیے کہ شوہر کی وفات کی وجہ سے عورت طلاق رجعی کی عدّت سے وفاتِ شوہر کی عدّت کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور وفاتِ شوہر کی عدّت میں عورت کو نفقہ نہیں ملتا اگرچہ حمل سے ہو بخلاف طلاقِ بائن کے۔ طلاقِ بائن میں عورت سکونت کی مستحق ہے۔ آیت (۲۸/۱۴، ۷)۔ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ۔ رکھو ان کو جیسا کہ تم رہتے ہو۔ طلاقِ بائن کے وقت عورت حمل سے ہو تو سکونت اور نفقہ دونوں ملیں گے۔ آیت۔ (۲۸/۱۴، ۷)۔ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔ اگر وہ حمل سے ہوں تو نفقہ دو ان کو یہاں تک کہ وضعِ حمل کریں۔ جس عورت کو خلع دیا گیا ہو یا تین طلاق دی گئی ہوں یا جن کا نکاح فسخ کیا گیا ہو بائن کے حکم میں داخل ہیں۔ متوفّی عنہا عورت کو جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو، اگرچہ حمل سے ہو، نفقہ نہ ملے گا۔ حدیث۔ لَيْسَ لِلْحَامِلِ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا نَفَقَةٌ۔ جو عورت حمل سے ہو اور جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو اس کے لیے نفقہ نہیں ہے۔ طلاق سے قبل یا طلاق کے اثناء میں عورت کی جانب سے **نشوز** ہو تو اس کو نفقہ وغیرہ کوئی چیز نہ ملے گی۔ نشوز جھگڑے کی ابتداء کرنے کو کہتے ہیں۔ نشوز کی ایک مثال یہ ہے کہ عورت بغیر ایسی ضرورت کے گھر کے باہر چلی جائے جس کے لیے باہر جانا اس کو مباح نہیں ہے

اِحداد

اِحداد حَدّ سے ماخوذ ہے جس کے معنی منع کرنے اور روکنے کے ہیں اور شرع میں زینت اور خوشبو سے روکنے کو احداد کہتے ہیں۔

شوہر کے فوت ہونے پر عدّت کے زمانہ میں عورت کے لیے زینت اور خوشبو سے احتراز واجب ہے۔ جس عورت کا شوہر فوت ہو گیا ہو یا جس کو طلاقِ بائن دی گئی ہو اس کو واجب ہے کہ سابقہ مسکن ہی میں رہے سوائے اس کے کہ حاجت ہو۔ حدیث۔ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔ اُس عورت پر جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو حلال نہیں ہے کہ کسی میّت پر تین روز سے زیادہ اِحداد (سوگ) کرے سوائے شوہر کے جس کے لیے چار مہینہ دس روز اِحداد

متفرق دفعات میں دودھ پیا ہو۔ آیت۔ (۴/۱۵)۔ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ اور جن عورتوں نے تم کو دودھ پلایا تمھاری مائیں ہیں اور تمھاری بہنیں ہیں دودھ کے رشتہ سے۔ رضاعت کے تین ارکان ہیں مُرضِعہ[1]، رضیع[2] اور دودھ[3]۔

مُرضِعہ کے لیے شرط ہے دودھ پلاتے وقت اس کی عمر قمری نو سال ہو۔ نو سال کی قید تقریبی ہے۔ ایک حیض اور ایک طُہر کی مجموعی اقل مقدار (حوالہ) دنوں سے کم ہو تو مضایقہ نہیں۔ نو سال کی قید اس لیے مقرر ہے کہ بلوغ کی اقل عمر ہے اور اس عمر کو پہنچ کر عورت کی نمو کی تکمیل ہوتی ہے اور استیلاد کے قابل اور رضاعت کے لایق ہوتی ہے۔ بلوغ کی اکثر مدت پندرہ سال ہے یا اس کے پہلے جبکہ احتلام ہو یا حیض آئے۔ رضاعت کا یہ اثر ہے کہ ابتداً اور دواماً نکاح حرام ہو جاتا ہے۔ حدیث۔ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ۔ دودھ کے رشتہ کی وجہ سے حرام ہو جاتے ہیں وہ لوگ جو نسب کے رشتہ کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔ نظر اور خلوت جایز ہو جاتی ہے اور چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ البتہ [illegible] کے دوسرے احکام عاید نہیں ہوتے جیسا کہ میراث، نفقہ، عتق الملک، سقوطِ قصاص اور ردِّ شہادت وغیرہ۔ مُرضِعہ کے قصد کی قید نہیں ہے۔ مُرضِعہ سو رہی ہو اور رضیع خود دودھ پی لے یا نکالا ہوا دودھ رضیع کے پیٹ میں پہنچ جائے تو کافی ہے۔ دو مختلف بچے بکری یا گائے کا دودھ پئیں تو اُن کے درمیان باعثِ تحریم اُخوت پیدا نہیں ہوتی۔

رضیع کی عمر دودھ پینے کے وقت قمری دو سال سے کم ہو۔ اگر دو سال یا اس سے زیادہ ہو تو رضاعت کا رشتہ قایم نہیں ہوتا۔ آیت۔ (۴۶/۵)۔ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا۔ بچے کے حمل میں رہنے اور دودھ پینے کا زمانہ تیس مہینے ہے۔ جمہور کی رائے ہے کہ اس میں حمل کی کم سے کم مدت چھ مہینے اور رضاعت کی اکثر مدت دو سال شریک ہے اور دونوں ملکر تیس مہینے یا ڈھائی سال ہوتے ہیں۔ آیت۔ (۲/۲۳۳)۔ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَن يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ۔ مائیں اپنے بچوں کو کامل دو سال دودھ پلا سکتی ہیں جبکہ شوہر رضاعت کی مدت پوری کرنا چاہے۔ حدیث۔ لَا رَضَاعَ إِلَّا مَا كَانَ فِي الْحَوْلَيْنِ۔ دودھ کا رشتہ قایم نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ دو سال کے اندر ہو۔ ابو حذیفہؓ کا ایک مولیٰ غلام سالم نامی تھا جو ابو حذیفہ کے گھر میں وقت بے وقت آتا اور جاتا اور یہ بات ابو حذیفہ کی بیوی کو ناگوار گزرتی تھی۔ بیوی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو شکایت کے طور پر بیان کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قضیہ کو حل کرنے کے لیے ارشاد فرمایا کہ اس کو اپنا دودھ پلا دو تو یہ ایک مخصوص صورت تھی جس میں عمر کی قید نہ تھی۔

دودھ کے لیے شرط ہے کہ پانچ متفرق دفعات میں پلایا گیا ہو۔ عایشہؓ نے روایت کی ہے کہ حُرمت کا رشتہ قایم نہیں ہوتا پانچ دفعات سے کم دودھ پلانے سے۔ ابنِ حجرؒ کا قول ہے کہ حدیثِ خمس صحیح طریقوں سے پہنچی ہے لیکن اس میا

فرمایا رات میں لگاؤ اور دن میں پونچھ دو۔ اسی حدیث سے بعض نے استدلال کیا ہے کہ اجنبی عورت کے چہرے پر نظر کرنا جائز ہے جبکہ شہوت یا فتنہ کا خوف نہ ہو۔

سکونت جس مکان میں شوہر سے جدائی ہوئی ہے اُسی مکان میں عِدّت کے زمانہ میں قیام رکھنا عورت پر واجب ہے خواہ شوہر فوت ہوا ہو، طلاقِ باین دی گئی ہو یا نکاح فسخ کیا گیا ہو۔ شوہر یا اس کے ورثاء قیام گاہ سے عورت کو نکال نہیں سکتے، اور نہ عورت، شوہر کی رضامندی کے باوجود، ناگزیر حالات کے سوائے، اپنی قیام گاہ سے باہر جا سکتی ہے آیت۔ (۲ ^{۶۵}/_۱)۔ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ تم اُن کو اُن کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ نکلیں سوائے اس کے کہ ان سے کوئی فاش غلطی سرزد ہوئی ہو۔ مکان نہ چھوڑنے کا لزوم اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور ایسا حق کسی فریق کی رضامندی کی وجہ سے ساقط نہیں ہو سکتا۔ عورت اپنے والدین کی ملاقات یا مزاج پرسی یا زیارتِ قبور یا اپنے متوفّی شوہر کی قبر کی زیارت کے لیے بھی نہیں جا سکتی اور نہ تجارت اور کاروبار کے لیے جا سکتی ہے البتہ پہلے سے اِحرام کر چکی ہو تو حج اور عمرہ کے لیے نکل سکتی ہے۔ ضرورت کی صورت میں گھر سے باہر جانا عورت کے لیے جائز ہے جیسا کہ غذا خریدنے یا کاتنے کے لیے کپاس لانے یا پارچہ بافی کے لیے دھاگا لانے کے لیے جائے۔ پڑوسی کے مکان کو بھی ضرورت پر جا سکتی ہے۔ کسی خوف یا خطرہ کے لاحق ہونے پر گھر سے باہر جا سکتی ہے۔

دیگر اشکال شوہر کے سوائے، دوسرے قریبی رشتہ دار باپ بیٹے وغیرہ یا کسی اجنبی شخص کے لیے، اس کے غیر معمولی علم وفضل یا زہد وتقویٰ کی وجہ سے، تین روز یا اُس سے کم مدت کے لیے، عورت زینت ترک کر سکتی ہے، مگر تین روز سے زیادہ اِحداد حرام ہے۔ ضابطہ یہ ہے کہ عورت جس شخص کے جنازہ کے لیے باہر جانے کی مجاز ہے اُس کے لیے اِحداد بھی کر سکتی ہے ورنہ نہیں۔ عورت کی قید کی وجہ سے مرد خارج ہو جاتا ہے، مرد کے لیے ایک لحظہ بھی اِحداد جائز نہیں ہے۔

رَضاعت

رَضاعت کے معنی چھاتی سے دودھ پینے کے ہیں اور شرع میں ایک خاص عمر تک، خاص دفعات میں، عورت کا دودھ، چھاتی سے یا نکالنے کے بعد، پینے کو کہتے ہیں۔ لغوی معنی میں خصوصیت۔ اور شرعی معنی میں عمومیت ہے۔ برخلاف عام اطلاق کے۔ اُس عورت کو جس نے دودھ پلایا **مُرضِعہ**، بچے کو جس نے دودھ پیا **رَضیع** کہا جاتا ہے۔ رضاعت کا رشتہ، عورت کا دودھ پینے سے پیدا ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ دودھ جو مُرضعہ کے بدن کا جزء ہے رضیع کا جزءِ بدن ہو جاتا ہے۔ جب کسی بچے کو کوئی عورت دودھ پلائے تو رضیع دو شرایط پر اس کا بچہ ہو جائے گا۔ بچے کی عمر دو سال سے کم ہو اور بلاخ

نہیں پیا اس پر حرام نہیں ہوتے مگر دو، کہ بیٹے، پہلے کے اور بعد کے، حتیٰ کہ وہ بیٹا جس کے ساتھ اُس کی بہن نے دودھ پیا تھا۔ یا رضاعت کی وجہ سے رشتہ میں جو تحریم پیدا ہوتی ہے اس کی صراحت محرّماتِ نکاح میں بیان کی جا چکی ہے۔

نَفَقَہ

نَفَقَہ کے معنی کارِ خیر میں خرچ کرنے کے ہیں۔ اس کے خلاف، غیرِ خیر میں خرچ کرنے کو، اِسراف کہتے ہیں۔ زمخشری نے کیا خوب کہا ہے لَا سَرَفَ فِی الْخَیْرِ كَمَا لَا خَیْرَ فِی السَّرَفِ۔ نیکی میں اسراف نہیں اور اسراف میں کوئی خوبی نہیں۔ تین اسباب کی بنا پر نفقہ واجب ہوتا ہے، قرابت[1]، ملکیت[2]، اور زوجیت[3]۔

قرابت میں، اصول اور فروع کا نفقہ، ایک دوسرے پر واجب ہے۔ ماں باپ کے حقوق کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ (۲۱/۱۱ ۴)۔ وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا۔ والدین کا ساتھ دو دنیا میں بھلائی کے ساتھ مراد یہ ہے کہ اُن کی حاجتوں کو پوری کرو۔ حدیث۔ [illegible] مَا اَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهٖ وَوَلَدُهٗ مِنْ كَسْبِهٖ فَكُلُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ۔ پاک غذا مرد کی وہ ہے جو اس نے کمائی ہے اور لڑکے بھی اسکی کمائی سے ہیں پس اُن کا مال کھاؤ۔ گو اس آیت اور حدیث دونوں کے الفاظ وجوب پر دلالت نہیں کرتے لیکن اجماع اسی پر ہے۔ آیت۔ (۲۸/۱۷ ما قبل آخر)۔ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ۔ اگر انھوں نے تمھارے لیے دودھ پلایا ہے تو انھیں اُن کی اجرت دو۔ جب دودھ پلانے کی اُجرت واجب ہوتی ہے تو نفقہ بدرجۂ اولیٰ واجب ہے۔ حدیث۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ھند سے فرمایا۔ خُذِیْ مَا یَكْفِیْكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ۔ تو جو کفایت کرے تم کو اور تمھاری اولاد کو رواج کے موافق۔ اصول ماں، باپ، دادا، دادی وغیرہ کو اور فروع بیٹا، بیٹی، پوتا اور نواسے وغیرہ کو کہتے ہیں۔ نفقہ میں مرد اور عورت کی قید نہیں ہے۔ اصول اور فروع کی قید کی وجہ سے دوسرے قرابت دار بھائی، بہن، چچا اور پھوپی وغیرہ خارج ہو جاتے ہیں۔ آزادی کی قید ہے، غلامی کی حالت میں نفقہ واجب نہیں ہوتا اس لیے کہ غلام کا نفقہ مالک پر واجب ہے۔ عصمت کی قید ہے، حربی مرتد اور تارکِ صلاۃ کا نفقہ واجب نہیں ہے۔ نفقہ حاجت پر مبنی ہے، دین اور مذہب میں اتفاق ہو یا اختلاف معصوم کافر کا نفقہ مسلم پر اور مسلم کا نفقہ کافر پر واجب ہے۔ نفقہ بقدرِ کفایت واجب ہے۔ سدِ رمق کے موافق نفقہ کافی نہیں ہے، پیٹ بھر کر لائق ہونا چاہیے۔ کھانے کے ساتھ سالن بھی واجب ہے۔ غذا کے علاوہ لباس اور سکونت کا انتظام کرنا چاہیے۔ ضرورت ہو تو خدمت علاج اور ادویہ بھی مہیا کی جائیں۔

اصول کا نفقہ فروع پر فقر کی وجہ سے واجب ہوتا ہے۔ فقر مال کے نہ رکھنے یا ہنر کے نہ جاننے کی حالت کو کہتے ہیں۔

اضطرار ہے پلائے ہوئے دودھ کی کمی یا زیادتی یا دودھ کے چھاتی سے پلانے یا نکال کر کسی برتن یا آلہ کے ذریعہ پلانے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پانچ دفعات کی تعداد یقینی ہونی چاہیے۔ اگر تعداد میں شبہ ہو یا کم تعداد ہو تو رضاعت کا حکم صادق نہیں آتا اس لیے کہ اصل ... عدم رشتہ ہے۔ دودھ کی مقدار کی قید نہیں ہے کہ پیٹ بھر کر پلایا گیا ہو دودھ کا ایک قطرہ بھی بچے کے پیٹ میں پہنچ جائے تو کافی ہے۔ بچہ چھاتی کو چھوڑ دے یا ماں کسی کام کی وجہ سے بچے کو چھاتی سے جدا کر دے اور فصل زیادہ ہو جائے تو دفعہ کی مقدار ختم ہو جائے گی۔ دودھ پیتے پیتے بچہ کھیلنے لگے یا اونگھنے لگے اور تھوڑی دیر میں دودھ پینے کی طرف عود کرے تو فصل نہیں پیدا ہوتا بہرحال فصل کے لحاظ سے دفعات کی تعداد شمار ہوگی۔

اختلاف۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے پاس ایک دفعہ کا دودھ پلانا رضاعت کا رشتہ قایم کرنے کے لیے کافی ہے۔ ان کا یہ استدلال ہے کہ (۴/۱۵) ۔ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ کی آیت مطلق ہے۔

مُرضِعہ کا شوہر بچے کا باپ اور مُرضِعہ ماں ہو جائے گی اور بچے پر مُرضِعہ اور وہ عورتیں جو اس کے ساتھ ... یا رضاعت کا تعلق رکھتی ہیں حرام ہوں گی۔ مُرضِعہ کے لیے اس بچے کے ساتھ یا اس کی اولاد کے ساتھ نکاح حرام ہے سوائے ان لوگوں کے جو قرابت میں اس بچے کے درجہ میں ہوں یا اوپر کے درجہ میں ہوں۔ دودھ پلانے کی وجہ سے دودھ پلانے والی عورت، دودھ پینے والے بچے کی ماں ہو جاتی ہے اور اس کا شوہر جس کے ... سے عورت میں دودھ پیدا ہوا، باپ ہو جاتا ہے۔ اس عورت کے جملہ نسبی اور رضاعی رشتہ کے محرم رشتہ دار بچے کے لیے بھی محرم ہو جاتے ہیں اور ان کے ساتھ بچے کا نکاح حرام ہو جاتا ہے۔ حدیث۔ يُحَرَّمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يُحَرَّمُ مِنَ النَّسَبِ رضیع اور اس کی اولاد کے ساتھ مُرضِعہ کا نکاح حرام ہے۔ البتہ وہ لوگ جو رضیع کے درجہ میں ہیں جیسا کہ رضیع کا بھائی اور جو رضیع کے درجہ سے اوپر ہیں جیسے کہ رضیع کے باپ، دادا یا چچا، اس حکم سے خارج ہیں۔ رشتے تین قسم کے ہوتے ہیں: اصول، فصول اور حواشی۔ **اصولی** رشتہ میں باپ، دادا، ماں، نانی وغیرہ۔ **فصولی** رشتہ میں بیٹا، پوتی، پوتا اور بیٹی اور نواسی اور **حواشی** میں بھائی اور بہنیں شمار کی جاتی ہیں۔ رضیع کے لیے اصولی فصولی اور حواشی تینوں قسم کے رشتہ دار حرام ہوتے ہیں مگر مُرضِعہ کے لیے بچے کے صرف فصولی رشتہ دار حرام ہوتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ جس لڑکے نے دودھ پیا اس پر حرام ہو جاتی ہیں دودھ پلائی سو عورت اور اس کی جملہ بیٹیاں پہلے کی اور بعد کی اس بیٹی کے علاوہ جس کے ساتھ اس نے دودھ پیا، اس لیے کہ یہ سب کے سب اس کی بہنیں ہیں۔ جس لڑکے نے دودھ نہیں پیا اس پر حرام نہیں ہوتیں مُرضِعہ اور نہ اس کی بیٹیاں یہاں تک کہ وہ لڑکی جس کے ساتھ اس کے بھائی نے دودھ پیا تھا۔ لڑکی جس نے دودھ پیا اس پر حرام ہو جاتے ہیں مُرضِعہ کے سب لڑکے پہلے کے اور بعد کے، علاوہ اس لڑکے کے جس کے ساتھ اس نے دودھ پیا اس لیے کہ یہ سب کے سب اس کے بھائی ہیں۔ جس لڑکی نے دودھ

مقتضی ہو تو شوہر اُس کی خدمت کا انتظام بھی کرے گا۔ آیت۔ (۲۸/۱۰ ۷)۔ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰهُ اللّٰهُ۔ خوش حال آدمی کو خرچ کرنا چاہیئے اپنی خوش حالی کے موافق اور جس کو رزق پر قدرت ہو خرچ کرے جو اللہ تعالیٰ نے اُس کو دیا ہے۔ آیت۔ (۲/۱۴ ۲)۔ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ مولود لہ یعنی شوہر کے ذمّہ اُن (عورتوں) کی غذا اور لباس ہے حسبِ عادت۔ حدیث۔ اِتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ فَاِنَّكُمْ اَخَذْتُمُوْهُنَّ بِاَمَانَةِ اللّٰهِ وَ اسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے عورتوں کے بارے میں۔ تمہارے قبضۂ اختیار میں عورتیں اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں، خدا کے کلمہ سے وہ عورتیں تمہارے لیے حلال ہوئی ہیں اور تمہارے ذمّہ ہے اُن کی غذا اور لباس جو اِن کے لایقِ حال ہے۔ حدیث۔ وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ اَنْ تُحْسِنُوْا اِلَيْهِنَّ فِيْ كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ۔ اور تم پر اِن کا حق ہے کہ تم اُن پر احسان کرو اُن کے لباس میں اور اُن کی غذا میں۔ ممکّنہ اُس عورت کو کہتے ہیں جو اپنے آپ کو شوہر کے سپرد کرے اور شوہر کی مطیع اور منقاد رہے۔ جو عورت غیر ممکّنہ ہو اور اپنے آپ کو شوہر کے سپرد نہ کرے اُس کا نفقہ واجب نہیں ہے۔ نکاح سے مہر واجب ہوتا ہے اور تمکین سے نفقہ۔ نکاح کے ساتھ ہی نفقہ واجب نہیں ہوتا جب تک کہ تمکین نہ ہو۔ ۔ ۔ کر بارہ چھٹانک ہوتے ہیں اور دو مُد کا ڈیڑھ سیر غلّہ ہوتا ہے۔ شوہر کی حیثیت کے لحاظ سے نفقہ دیا جائے نہ کہ عورت کی حیثیت کا اعتبار ہے۔ غذا، لباس وغیرہ سب چیزوں میں رواج اور عادت کا لحاظ کیا جائے۔ لباس کے قطعات میں وہ سب دیئے جائیں جس کا رواج اور عاد ۔ ۔ ہے۔ لباس میں موسم کی ضرورتوں کی بھی رعایت ہوگی۔ گرما کے لیے بعض اور سرما کے لیے بعض لباس ہوگا۔ لباس کی نوعیت بھی شوہر کے حالا ۔ ۔ کے لحاظ سے مختلف ہوگی۔ پکوان کے برتن بھی فراہم کرنا ہوگا اور حیثیت کے لایق سکونت کا انتظام کرنا ہوگا۔ عورت کی ضروریات کے سامان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو عورت کو دیدیا جاتا ہے جیسا کہ نفقہ، لباس اور برتن وغیرہ۔ اس قسم کے مال میں شوہر کی حیثیت کا لحاظ کرنا ہوگا۔ دوسرا وہ مال ہے جس کے صرف استعمال کی اجازت ہوتی ہے جیسا کہ مسکن اور خدمت۔ ایسے مال کے لیے عورت کی حیثیت اور ضرورت کا لحاظ ہوگا۔

شوہر نفقہ نہ د ۔ سکے تو زوجہ نکاح فسخ کروا سکتی ہے۔ شوہر دخول سے پہلے مہر ادا نہ کر سکے تو بھی عورت نکاح فسخ کروا سکتی ہے۔ آیت۔ (۲/۱۴ ۱)۔ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ۔ پس روک رکھو حسبِ عادت یا چھوڑ دو احسان کے ساتھ یعنی طلاق دیدو۔ دار قطنی نے روایت کی ہے کہ اگر شوہر زوجہ کو نفقہ نہ دے تو شوہر اور زوجہ کے درمیان فرقت کروانے کے لیے آپ ۔ نے فرمایا تھا۔ شوہر تنگ دست ہو اس قدر کہ نفقہ نہ دے سکے تو زوجہ کو دو امور میں اختیار ہے۔ صبر کرے اور اپنے ذاتی مال کو صرف کرے یا قرض لے کر گزارہ کرے اور اس طرح جو خرچ کرے

اُصول کے نفقہ کے وجوب کے لیے صرف فقر کافی ہے، بیماری یا بیچارگی کی قید نہیں ہے۔ اصول یہ ہے کہ آباؤ اجداد کو کسب معاش پر مجبور نہ کیا جائے اگرچہ کہ اُن میں کسب کی قوت ہو اور معتمد یہی ہے اس لیے کہ مصاحبت بالمعروف کا حکم ہے۔ اس کے خلاف ابو شجاع نے فقر کے ساتھ ناکارگی اور بیچارگی کی شرط لگائی ہے۔

فروع کا نفقہ اصول پر فقر کے علاوہ صغر سنی یا کسی آفت یا جنون کی وجہ سے واجب ہوتا ہے لڑکا کم سن اور مالدار ہو یا سن رسیدہ اور فقیر ہو تو نفقہ واجب نہیں ہے۔ کام کرنے کے لائق ہو تو اس کو کام کرنا پڑے گا۔

غلام اور **مویشی** کا نفقہ مالک پر واجب ہے۔ اُن کو ایسے کام پر مجبور نہ کیا جائے جس کی طاقت ان میں نہ ہو۔ حدیث۔ لِلْمَمْلُوْكِ طَعَامُهُ وَكِسْوَتُهُ وَلَا يُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ مَا لَا يُطِيْقُ۔ غلام کے لیے اس کا کھانا اور کپڑا ہے اور اُس سے ایسا کام نہ لیا جائے جس کی طاقت اس میں نہ ہو۔ حدیث۔ لِلْمَمْلُوْكِ نَفَقَتُهُ وَكِسْوَتُهُ بِالْمَعْرُوْفِ۔ ملکیت میں غلام اور جانوروں کا نفقہ مالک پر واجب ہے۔

مویشی میں اُن جانوروں کی قید ہے جو محترم ہیں۔ غیر محترم جانور کا نفقہ واجب نہیں ہے۔ کتا، چوہا، گھونس، بچھو اور دیوانہ کتا غیر محترم جانور ہیں جن کو فواسق خمسہ کہتے ہیں۔ ان کے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے۔ ان کو چھوڑ دینا چاہیے۔ ان کو روک رکھ کر بھوکوں مارنا جائز نہیں ہے۔ حدیث۔ اِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ۔ جب قتل کرو تم تو احسان کرو مقتولین کے ساتھ یعنی آسان طریقہ اختیار کرو۔ مویشی چونکہ جاندار ہیں اور جان کی حرمت واجب ہے اس لیے ان کا نفقہ واجب ہے۔ حدیث۔ دَخَلَتِ امْرَأَةٌ النَّارَ فِي هِرَّةٍ حَبَسَتْهَا لَا هِيَ اَطْعَمَتْهَا وَلَا هِيَ اَرْسَلَتْهَا تَاْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ۔ ایک عورت دوزخ میں داخل ہوئی ایک بلی کو باندھ رکھنے کی وجہ سے جس کو نہ تو کھانا دیتی تھی اور نہ چھوڑ دیتی تھی کہ کیڑا یا ریزہ زمین پر گرا پڑا کھالے۔ مویشی کا نفقہ یہ ہے کہ اس کے لائق دانہ چارہ پانی کافی مقدار میں دے۔ اگر ایسا نہ کرے اور جانور ماکول ہو تو تین صورتیں ہیں۔ جانور کو بیچ دے یا دانہ چارہ دے یا ذبح کردے۔ غیر ماکول کے لیے دو صورتیں ہیں۔ جانور کو بیچ دے یا دانہ چارہ دے۔ غیر ماکول کو ذبح کرنا حرام ہے۔ جانور ماکول نہ ہو اور کار آمد نہ ہو اور کوئی خریدتے نہیں تو اس کی غذا میں صرف کرنا اسراف ہے اس لیے اس کو تلف کرنا ہماری رائے میں جائز ہے۔ دودھ والے جانور کے تھن میں اتنا دودھ چھوڑنا مسنون ہے جو اُس کے بچے کے لیے کافی ہو سکے۔ حدیث۔ دَعْ دَاعِيَ اللَّبَنِ۔ چھوڑ دو اس کے لیے جس کے لیے دودھ پیدا ہوا ہے۔ چوپائے سے سواری اور بار برداری کا کام لیتے وقت اُس کی قوتِ برداشت کا خیال رکھے۔ کوئی کام ایسا نہ لے جس کی طاقت اس میں نہ ہو۔

زوجہ ممکنہ کا نفقہ شوہر پر واجب ہے۔ شوہر خوش حال ہو تو جس غلہ کا عام رواج ہے اس کے دو مُدّ اور سالن حسب عادت بھی دینا واجب ہے۔ شوہر تنگ دست ہو تو عام غلہ سے ایک مُدّ اور غریبوں کا سالن اور لباس دینا ہوگا اور شوہر متوسط الحال ہو تو ڈیڑھ مُدّ اور سالن اور لباس بھی متوسط الحال لوگوں کے موافق دینا ہوگا۔ اگر عورت کی حیثیت

جائداد سے کی جائے گی ورنہ جس شخص پر بچے کا نفقہ واجب ہے اُسی پر اُن مصارف کا بار ہوگا۔ اگر بچے کی حضانت سے ماں انکار کرے تو وہ مجبور نہ کی جائے گی البتہ ماں کی حضانت کا حق زایل ہوجائے گا اور حضانت کا حق نانی یا پرنانی کی طرف منتقل ہوگا۔ بچے کی کوئی جائداد نہ ہو اور نہ باپ موجود ہو تو ماں پر بچے کا نفقہ واجب ہوگا اور ماں بچے کی پرورش پر مجبور ہوگی۔

حقِ حضانت کے لیے نسبی رشتہ کی قید ہے، رضاعت یا مصاہرت کے رشتہ سے حضانت کا حق حاصل نہیں ہوتا حضانت میں ماں کا حق سب پر مرجح اس لیے ہے کہ ماں میں بچے کے ساتھ محبت و شفقت کا مادہ طبعاً بہت زیادہ ہے۔ حضانت میں ترجیح کے لیے تین جہات ہیں، ولادت، وراثت اور قرابت اور یہ تینوں جہات ماں میں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ ماں کے انکار کرنے پر یہ حق نانی کی طرف منتقل ہوگا۔ اولادِ زیرِ پرورش کی جنس... کے لحاظ سے ان کی تین حالتیں ہیں۔ ۱ اجتماعِ ذکور و اُناث، ۲ اِجتماعِ اُناث یا ۳ اِجتماعِ ذکور۔

۱ اِجتماعِ ذکور و اُناث لڑکے اور لڑکیاں دونوں پرورش کے لایق ہوں تو حضانت کے لیے ماں سب پر مقدم ہے۔ اُس کے بعد نانی اور پرنانی جو اُس کے وارث ہیں۔ ماں اور نانیوں کے بعد باپ کا حق مقدم ہے اور باپ کے بعد دادی اور پردادی جو وارث ہیں۔ ماں، نانی، باپ اور دادی چاروں کی عدم موجودگی میں، حواشی کے رشتہ داروں میں سے قریب تر رشتہ دار کو حضانت کا حق ہوگا جیسا کہ بھائی، بھائی کا بیٹا، بہن، بھائی کی بیٹی اور پھر محارم کے بعد غیر محارم کو حق ہوگا جیسا کہ خالہ کی بیٹی، پھوپی کی بیٹی اور چچا کی بیٹی اور پھر مرد محارم رشتہ دار جیسا کہ بھائی، بھائی کا بیٹا اور پھر غیر محارم رشتہ دار جیسا کہ چچا کا بیٹا لیکن **مشتہات** غیر محرم کے سپرد نہ ہوگی مشتہات اس لڑکی کو کہتے ہیں جو بلوغ کی عمر کے قریب پہنچ چکی ہو۔ قرابت کا درجہ مساوی ہو لیکن ذکورت اور انوثت میں اختلاف ہو تو عورت کو مرد پر ترجیح ہوگی اور اگر ذکورت اور انوثت میں بھی مساوی ہوں تو قرعہ ڈالا جائے گا۔

۲ اِجتماعِ اُناث۔ صرف لڑکیاں پرورش کے لایق ہوں تو حضانت کے لیے ماں کو تقدیم حاصل ہے۔ اس کے بعد نانی اور پرنانی، پھر دادی، پھر بہن، پھر خالہ، پھر بہن کی بیٹی، پھر بھائی کی بیٹی، پھوپی، خالہ کی بیٹی، پھوپی کی بیٹی، چچا کی بیٹی، پھر ماموں کی بیٹی۔

۳ اِجتماعِ ذکور۔ فقط لڑکے ہی لڑکے ہوں تو باپ کو تقدیم حاصل ہے پھر دادا، بھائی، بھائی کا بیٹا، چچا اور پھر چچا کا بیٹا۔

تمیز۔ مدتِ حضانت کے لیے بچے کی عمر کی قید نہیں ہے بلکہ بچے میں قوتِ تمیزی پیدا ہونا مشروط ہے جو عموماً سات سال کے لگ بھگ پیدا ہوتی ہے۔ قوتِ تمیزی کو پہنچنے کے معنی یہ ہیں کہ بچہ اس قابل ہو جائے کہ اپنی غذا آپ کھائے پانی پیے، سوئے، لباس پہنے، پیشاب پاخانہ سے فارغ ہو سکے اور طہارت کر سکے۔ بچے کو سات سال کی عمر سے پہلے

اس کی ادائی شوہر کے ذمہ رہے گی۔ یا نکاح فسخ کروائے۔ فسخ نکاح کے لیے عورت حاکم کے پاس رجوع ہوگی اور حاکم ضروری دریافت کے بعد شوہر کو تین روز کی مہلت دے گا۔ اس اثناء میں شوہر نفقہ کا انتظام نہ کر سکے تو چوتھے روز حاکم نکاح فسخ کر دے گا۔ نکاح سے قبل یا نکاح کے بعد عورت اس بارے میں کوئی عہد کرے کہ تنگ دستی و عدمِ نفقہ کے باوجود اس کے ساتھ زندگی بسر کرے گی تو اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ اس لیے کہ نفقہ کے حق کی تجدید ہر روز ہوتی ہے بخلاف مہر کے۔ اگر مہر کی بابت عورت کوئی اقرار کر چکی ہے تو اس کے خلاف نکاح فسخ نہیں کروا سکتی۔ فسخ نکاح سے عورت کو مفارقت حاصل ہوگی اور یہ مفارقت طلاق میں شمار نہ ہوگی اور اس فسخ کی وجہ سے طلاق کی مقررہ تعداد میں کمی واقع نہ ہوگی۔ اگر شوہر اتنا تنگ دست ہو کہ دخول سے پہلے مہر ادا نہ کر سکے تو بھی عورت نکاح فسخ کروا سکتی ہے البتہ شوہر کی تنگ دستی اور مہر کی نادہندگی کا علم رکھتے ہوئے اس نے نکاح کیا ہو تو مہر کے نہ ملنے پر نکاح کے فسخ کروانے کا حق نہ رہے گا۔

حضانت

حضانت حضن سے ماخوذ ہے جس کے معنی پہلو اور گود کے ہیں اور شرع میں حضانت سے ایسے شخص کی تربیت اور حفاظت مراد ہے جو کم سن ہونے یا فتورِ عقل کی وجہ سے اپنے صلاح و فلاح پر عمل نہ کر سکے اور نقصان سے اپنے آپ کو بچا نہ سکے جیسا کہ کم سن بچہ اور مجنون۔ بعض نے حضانت اور **کفالت** کو مترادف ظاہر کیا ہے اور بعض نے یہ فرق بتایا ہے کہ کم سنی سے تمیز کی عمر تک کے زمانہ کی نگرانی کو حضانت اور تمیز پیدا ہونے کے بعد سے سنِ بلوغ تک کے زمانہ کی نگرانی کو کفالت کہتے ہیں۔

اگر شوہر اپنی زوجہ کو علیحدہ کر دے اور زوجہ کو شوہر سے بچہ ہو تو زوجہ بچے کی حضانت کا مرجح حق رکھتی ہے اُس کے عمرِ تمیزی کو پہنچنے تک یعنی تقریباً سات سال کی عمر تک۔ اس عمر کے بعد بچے کو اختیار ہے کہ وہ دونوں میں سے جس کے ساتھ چاہے رہے۔ حضانت کے احکام کے اطلاق کے لیے شوہر اور زوجہ کے درمیان مفارقت کی شرط ہے خواہ طلاق کی وجہ سے ہو یا فسخ نکاح کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے۔ مفارقت نہ ہو اور زوجیت قائم ہو تو بچہ دونوں کے ساتھ رہے گا اور دونوں اُس کی نگرانی کریں گے۔ باپ بچے کی پرورش کے مصارف کی سبیل کرے گا اور ماں اُس کی پرورش اور تربیت کرے گی۔ کم سن بچے کی قید نہیں ہے بعض وقت بڑا آدمی بھی فتورِ عقل کی وجہ سے دوسرے شخص کی نگرانی کا محتاج ہوتا ہے جیسا کہ مجنون۔ حضانت میں بچے کی پرورش، کھلانا، پلانا، نہلانا، کپڑے پہنانا، سُلانا، تربیت اور تیمارداری جیسے امور داخل ہیں۔ اگر بچے کی کوئی جائداد یا مال ہو تو مصارف کی یا بجائی اُسی کی

کی تعریف میں داخل ہے۔ اگر ماں نماز نہ پڑھتی ہو تو حضانت کا حق نہیں رکھتی۔ امانت جس کی ضد خیانت ہے۔ جس شخص میں امانت اور راست بازی کی صفت نہ ہو وہ حضانت کا مستحق نہیں۔ صفات معرضہ بالا کی قید اس وجہ سے ہے کہ بچے کی نشو و نما کے ساتھ ساتھ عمدہ صفات بھی اس میں اثر پذیر ہوتے جائیں۔

عَنِ الْمَرْءِ لَا تَسْئَلْ وَسَلْ عَنْ قَرِيْنِهٖ فَكُلُّ قَرِيْنٍ بِالْمُقَارِنِ يَقْتَدِىْ

کسی شخص کے حالات راست دریافت نہ کرو۔ بلکہ اس کے ساتھ رہنے والے کی بابت دریافت کرو۔ اس لیے کہ ایک ساتھی دوسرے ساتھی کے صفات کی تقلید کرتا ہے۔ اقامت اُسی شہر میں ہو۔ اگر ماں اور باپ دونوں میں سے کوئی ایک عارضی طور پر سفر کرے تو بچہ مقیم کے ساتھ رہے گا، اور سفر سے واپسی کے بعد اس کے سپرد ہوگا۔ اگر ماں اور باپ دونوں میں سے کوئی ایک مستقل طور پر ترکِ مقام کرے تو بچہ باپ کے ساتھ رہے گا۔ ایک ہی شہر کے مختلف محلوں اور مقامات کی نقل و حرکت سفر کی تعریف میں داخل نہیں ہے اور نہ اس کی وجہ سے حضانت کے حق میں کوئی فرق آسکتا ہے۔ طاعون کے شہر میں داخل ہونا حرام ہے اور بغیر ضرورت کے ایسے شہر سے دوسرے شہر کو جانا بھی حرام ہے خلو بچے کی ماں زوجیت سے خالی ہو اور شوہر نہ رکھتی ہو۔ البتہ بچے کے محرم قرابت دار چچا وغیرہ کے ساتھ نکاح کرے اور ایسا شوہر ثانی بچے کی پرورش کی اجازت بھی دے، تو ماں کا حق باقی رہے گا۔ حدیث۔ اِنَّ امْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنِىْ هٰذَا كَانَ بَطْنِىْ لَهٗ وِعَاءً وَحِجْرِىْ لَهٗ حِوَاءً وَثَدْيِىْ لَهٗ سِقَاءً وَاِنَّ اَبَاهُ طَلَّقَنِىْ وَزَعَمَ اَنْ يَنْزِعَهٗ مِنِّىْ۔ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اَنْتِ اَحَقُّ بِهٖ مَا لَمْ تَنْكِحِىْ۔ ایک عورت نے کہا، یا رسول اللہ! یہ میرا بیٹا جو میرے پیٹ میں تھا اور میرے گود میں رہتا تھا جس کو میں نے اپنی چھاتیوں سے دودھ پلایا ہے، اس کے باپ نے مجھ کو طلاق دی ہے اور کہتا ہے کہ مجھ سے چھین لے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم اس کی زیادہ مستحق ہو جب تک کہ نکاح نہ کرو۔ ابو شجاع نے اپنے متن میں یہ سات شرائط بیان کیے ہیں مگر خطیب شربینی اور شیخ بیجوری کے حواشی میں مزید شرائط درج کیے گئے ہیں۔ حقِ حضانت کی ادعا کرنے والا کم سن نہ ہو اس لیے کہ کم سن شخص حضانت اور ولایت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ نہایت سخت گیر نہ ہو اس لیے کہ سخت گیر شخص ٹھیک رہنمائی نہیں کرسکتا۔ اندھا نہ ہو اس لیے کہ اندھا آدمی بچے کی پرورش نہیں کرسکتا جب تک کہ اس کے پاس ایسے لوگ نہ ہوں جو اس کی ہدایت کے تحت کام کریں۔ برص، جذام، فالج یا سل جیسے دائمی مرض میں مبتلا نہ ہو۔ اس لیے کہ ایسا شخص خود معذور ہے اور اپنی ضروریات کے لیے محتاج ہے دوسرے کی پرورش کرنا اس کے لیے محال ہے۔ امتناعِ رضاعت نہ ہو جیسا کہ ماں کو دودھ ہو اور دودھ پلانے سے انکار کرے اور دودھ پلانے کے لیے علیحدہ ضرورت لاحق ہو۔

نماز کے لیے حکم نہیں دیا جائے گا۔ بچے میں قوتِ تمیزی پیدا ہونے کے بعد بچے کو اختیار رہے گا کہ ماں اور باپ دونوں میں سے جس کے پاس چاہے رہے۔ اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کو اختیار دیا تھا کہ ماں اور باپ دونوں میں سے جس کو چاہے انتخاب کرے۔ بچہ باپ کے ساتھ رہنا چاہے تو باپ کے ساتھ رہے اور ماں کے ساتھ رہنا چاہے تو ماں کے ساتھ رہے۔ اگر دونوں کو مساوی طور پر چاہے تو دونوں کے درمیان قرعہ ڈالا جائے اور اگر دونوں میں سے کسی کو انتخاب نہ کرے تو ماں کے پاس رکھا جائے اس لیے کہ حضانت کے لیے ماں کو اولویت حاصل ہے۔ تبدیلِ حضانت کسی ایک کو حضانت کے لیے انتخاب کرنے کے بعد بچے کو یہ حق باقی رہے گا کہ اُس کو تبدیل کرکے دوسرے کو انتخاب کرے اور اسی طرح تیسرے شخص کو یا دوبارہ پہلے شخص کو انتخاب کرے اس لیے کہ بچے کے لیے یہ ممکن ہے کہ اُس کا گمان غلط نکلے، جس شخص کو ہمدرد تصور کیا تھا اس کو ہمدرد نہ پایا اور اُس کی مرضی کے خلاف نکلا۔ بچہ ماں کے پاس رہتا ہے تو ماں اس کو باپ کی ملاقات سے نہ روکے گی اور اسی طرح باپ ماں کی ملاقات سے نہ روکے گا۔ ماں اور باپ ایک دوسرے کے گھر کو بچے کو دیکھنے کے لیے جا سکیں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بچہ رات ماں کے پاس بسر کرے اور علومِ دینی اور دنیوی کے حصول کے لیے دن باپ کے ساتھ گزارے۔ فَمَنْ اَدَّبَ وَلَدَهٗ صَغِيْرًا اسْتَرَّ بِهٖ كَبِيْرًا جس نے بچپن میں لڑکے کو ادب سکھایا اس کے بڑے ہونے پر مسرور ہوا۔ اَلْاَدَبُ عَلَى الْآبَاءِ وَالصَّلَاحُ عَلَى اللّٰهِ۔ ادب سکھانا باپ دادا کا فرض ہے اور بھلائی اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر موقوف ہے۔ ماں اور باپ دونوں میں سے کسی میں مرضِ مزمن ہو تو دوسرا اس مرض کے ازالے تک حضانت کا مستحق ہے اگر باپ موجود نہ ہو تو بچہ کو دادا اور ماں کے درمیان اور دادا موجود نہ ہو تو ماں اور بھائی اور چچا کے درمیان انتخاب کا اختیار رہے گا۔

شرائطِ حضانت حضانت سات ہیں عقل، حُرّیت، دین، عفت، امانت، اقامت اور خلو۔ ایک شرط بھی مفقود ہو تو حضانت ساقط ہوگی۔ حاضن میں عقل کی قید ہونے کی وجہ سے اس شخص کو حضانت کا حق نہ ہوگا جس کے دماغ میں فتور یا خلل اگرچہ غیر مسلسل ہو۔ حُرّیت یعنی آزادی کی قید کی وجہ سے غلام کو حضانت کا حق نہیں ہے اگرچہ کہ مالک اجازت دے۔ دین یعنی مذہب اسلام کی قید ہے۔ کافر عورت مسلم بچے کی حضانت کا حق نہیں رکھتی۔ آیت۔ (۵ آخر) وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں پر قطعاً راستہ یعنی غلبہ نہیں دیا ہے۔ مذہب کے تعلق سے چار صورتیں پیدا ہوتی ہیں مُسلم کو مسلم بچے کی حضانت کا حق ہے، کافر کو کافر بچے کی حضانت کا حق ہے۔ مسلم کو کافر بچے کی حضانت کا حق ہے مگر کافر کو مسلم بچے کی حضانت کا حق نہیں۔ بچہ صاحبِ جائداد ہو تو اس کی جائداد سے مصارفِ پرورش برداشت کیے جائیں ورنہ وہ شخص برداشت کرے جس کے ذمہ اس کا نفقہ ہے ورنہ بیت المال سے ادا کیے جائیں۔ بیت المال نہ ہو تو مسلمان تو نگر اس کی پابجائی کریں۔ عفت۔ بدچلن عورت کو حضانت کا حق نہیں ہے۔ عفت اُن امور سے باز رہنے کو کہتے جو حلال نہیں ہیں یا مذموم ہیں۔ تارکِ نماز فاسق

گالی دے یا اُن کی خِفّت ظاہر کرے یا اُن کی رسالت یا نبوت کی نفی کرے یا اس سے انکار کرے۔ اُس شئی کو جو اجماع سے حرام قرار دی گئی ہو حلال ٹھہرائے جیسا کہ زِنا اور شراب خواری۔ اُس شئے کو جو اجماع سے حلال ہے حرام ٹھہرائے جیسا کہ نکاح یا بیع۔ رِدّت گناہِ کبیرہ ہے اور گناہانِ کبیرہ میں بھی بدترین ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ شرک، کے بعد اس کا درجہ ہے اور بعض نے اس کو شرک میں شمار کیا ہے۔ مرتد جزیہ دے کر بھی امان نہیں پا سکتا۔ اس کا ذبیحہ حلال نہیں ہے اور نہ اس کا نکاح حلال ہے بخلاف کافر اصلی کے۔ رِدّت کی وجہ سے سارے اعمال ساقط ہو جاتے ہیں لیکن مرنے سے پہلے اسلام کی طرف رجوع کیا تو اعمال عَود کرتے ہیں مگر ان کا ثواب عَود نہیں کرتا۔ نتیجہ یہ کہ اعمال کا قضا کرنا واجب نہیں اور نہ آخرت میں ان کا مطالبہ کیا جائے گا بخلاف امام ابوحنیفہؒ کے۔ آپ کا قول ہے کہ ساقط شدہ عمل عود نہیں کرتا اس لیے کہ عمل کے اعادہ کی ضرورت ہے۔ آیت۔ (۲۴/۳ ۲)۔ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ اگر تو شرک کرے گا تو تیرا عمل ساقط ہو جائے گا۔

مرتد کو تین روز تک توبہ کی ہدایت دی جائے۔ اس اثناء میں توبہ کرے تو بہتر ہے ورنہ امام کے حکم سے قتل کیا جائے اس کی میت کو غسل نہ دیا جائے، اُس پر نماز نہ پڑھی جائے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔ اصح قول یہ ہے کہ مرتد کو فوراً توبہ کی ہدایت کرنا واجب ہے اور اس کے بعد تین روز کی مہلت دی جائے، ممکن ہے کہ افاقہ پائے اور اسلام کی طرف رجوع کرے۔ دار قطنی نے جابرؓ سے روایت کی ہے کہ امّ رومان نامی ایک عورت مرتد ہو گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو اسلام کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت دی جائے اگر اس نے توبہ کیا تو بہتر ہے ورنہ قتل کر دی جائے۔ تین یوم کی مہلت عمر رضی اللہ عنہ کے آثار میں سے ہے اور امام مالکؒ نے اسی سے حکم اخذ کیا ہے۔ علیؓ نے دو مہینوں کی مہلت دی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو امور ظاہر ہوئے ہیں اُن کو آیات اور جو پیغمبر سے ظاہر ہوئے اُن کو اخبار اور جو صحابہ سے ظاہر ہوئے اُن کو آثار کہا جاتا ہے۔ توبہ کر کے اسلام کی طرف عود کرنے کی ہدایت اس آیت میں ہدایت دی گئی ہے۔ (۹/۱۹ ۱)۔ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ۔ کہہ دو اُن لوگوں سے جو انکار کرتے ہیں کہ اس سے باز رہیں تو بہتر ہے اُنھیں بخش دیا جائے گا جو کچھ گزرا۔ حدیث۔ فَاِذَا قَالُوْهَا عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ۔ پس جب کہیں گے (شہادتیں، تو بچا لیں گے مجھ سے اپنی جانیں اور اپنے اموال ورنہ بحقِ اسلام (یہ دونوں چلے جائیں گے)
مرتد کو امام یا اس کے نائب کے حکم سے گردن مار کر قتل کیا جائے نہ کسی اور طریقہ سے۔ حدیث۔ اِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ۔ جب تم قتل کرو تو مقتول کے ساتھ احسان کرو۔ پھانسی دے کر، گردن مروڑ کر، کمر توڑ کر یا دو ٹکڑے کر کے مار ڈالنا حرام ہے۔ مرتد کو قتل کرنا واجب ہے۔ حدیث۔ مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ۔ جس نے اپنا دین تبدیل کیا اسکو قتل کر ڈالو۔ مرتد کو کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا نہ کہ سزاً۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اہلِ یمامہ نے ارتداد

متفرقات

رِدّت

رِدّت کے معنی کسی ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف رجوع کرنے کے ہیں اور شرع میں کفر کی نیت سے یا کفر کے قول سے یا کفر کے فعل سے استہزاءً، عناداً یا اعتقاداً اسلام کے قطع کرنے کو رِدّت کہتے ہیں۔ کفر کا ارادہ بھی دل میں پیدا ہونا کافی ہے اگرچہ اس کو آیندہ کے لیے ملتوی رکھے۔ ایمان اور کفر کے درمیان تردد بھی کفر ہے اس لیے کہ ایمان کی استدامت واجب ہے اور تردد کی وجہ سے استدامت قطع ہو جاتی ہے۔ کفر کے قول کی مثال یہ ہے کہ تینوں میں تیسرا اللہ ہے۔ کفار کے ملک میں کفار کے خوف سے کفار کے حکم پر فعلِ کفر کرے یا قولِ کفر کہے تو اس کا کوئی اثر نہیں ہے۔ آیت۔ (۱۴/۲۰ ۶)۔ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ مگر جس شخص پر جبر و تشدد کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ پتھر، سورج یا چاند کو سجدہ کرنا کفر ہے۔ غیر اللہ کو اللہ کی طرح تعظیم کے لیے رکوع کرنا بھی کفر ہے لیکن تعظیم کے ارادے کے بغیر رکوع کرنا حرام ہے۔ کفر کا فعل یا قول، استہزاءً بھی کفر ہے۔ آیت۔ (۱/۱۴ ۶)۔ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ۔ کہہ دو کہ کیا اللہ تعالیٰ، اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے تمسخر کرتے تھے۔ تم عذر خواہی مت کرو، تحقیق کہ تم نے ایمان کے بعد کفر کا ارتکاب کیا ہے۔ رِدّت کی صحت کے لیے بھی وہی شرائط ہیں جو طلاق کی صحت کے لیے ہیں یعنی بالغ، عاقل اور مختار ہو۔ کم سن بچے اور مجنون سے رِدّت صحیح نہیں ہوتی اس لیے کہ غیر مکلف ہیں۔ جبر و اکراہ کی صورت بھی خارج ہو جاتی ہے۔ اسلام کی قید ہے، کسی دوسرے مذہب سے تیسرے مذہب کی طرف منتقلی کو رِدّت نہیں کہتے۔ اسلام سے ارتداد کرنے کی مختلف صورتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے وجود سے یا اسکی قدامت یا بقاء سے انکار کرے یا اللہ تعالیٰ کے ایسے صفات سے انکار کرے جن کی نسبت ائمہ کا اجماع ہے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ یا اس کے اوامر اور نواہی اور وعدہ یا وعید کو خفیف ٹھیرائے یا قرآن کی ایسی آیت سے انکار کرے جس کے ثبوت کی نسبت اجماع ہے یا یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے کہنے پر بھی فلاں کام نہ کروں گا۔ حقارت سے کہے کہ ایمان کیا چیز ہے کسی مسلمان کو کافر ٹھیرائے یا دین کے ضروری اور اہم امور سے جن کی نسبت اجماع ہے انکار کرے۔ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں اور نبیوں میں سے کسی کی تکذیب کرے،

اگر کوئی شخص سو گیا یا بھول گیا تو اُس پر واجب ہے کہ قضا کرے اور تاخیر کے بغیر فوری قضا کرنا مسنون ہے۔ امام غزالی کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص بحیلۂ تصوف دعوے کرے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے درمیان ایسا تعلق پیدا ہو گیا ہے کہ سارے تکالیفِ شرعی اس پر سے برخاست ہو چکے ہیں، روزہ اور نماز وغیرہ واجب نہیں ہیں، شراب خواری اور دوسروں کا مال اس کے لیے حلال ہو گیا ہے۔ امام پر واجب ہے کہ ایسے شخص کو قتل کرے بعض نے یہاں تک کہا ہے کہ ایسے ایک شخص کو قتل کرنا، سو حربی کو قتل کرنے سے افضل ہے۔ تارکِ صلات ہی کی قید نہیں، تارکِ طہارت بغرضِ صلات بھی اس حکم میں داخل ہے۔ طہارت کا ترک کرنا بمنزلۂ ترکِ صلات ہے۔ طہارت کے سوا اُن ارکان اور شرایط کا ترک جن کے بارے میں ائمہ میں اختلاف نہ ہو اس حکم میں داخل ہے۔ وضو یا غسل کی نیت کا ترک کرنا یا شرم گاہ یا عورت کو چھونا ایسے امور ہیں جن میں ائمہ کو اختلاف ہے اس لیے ان کی خلاف ورزی میں یہ حکم عاید نہیں ہوتا۔ فاقد الطہورین کے نماز کے ترک کرنے سے بھی یہ حکم عاید نہیں ہوتا اس لیے کہ فاقد الطہورین کی نماز کے جواز میں بھی اختلاف ہے۔ ایک نماز کے ترک کرنے پر بھی یہ حکم عاید ہوتا ہے، بلکہ فرض عین نماز کی ایک رکعت ترک کرنے سے بھی یہ حکم عاید ہوتا ہے۔ اگر کسی نے توبہ کیا اور اقرار کیا کہ آیندہ نماز ترک نہ کرے گا تو یہ حکم برخاست ہو جائے گا۔ نماز جمعہ کے ترک کرنے سے بھی یہ حکم عاید ہو گا جبکہ وجوبِ جمعہ کی فرضیت پر اجماع ہو۔ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ نماز جمعہ صرف اہالیان مصر یعنی شہر کے لیے واجب ہے۔ مصر ایسی بستی کو کہتے ہیں جہاں بازار ہو اور حاکم شرعی اور شرطی موجود ہوں یعنی پول اور کوتوالی کے عہدہ داروں کا مستقر ہو۔ تارکِ صلات کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ مکلف یعنی بالغ، عاقل اور مختار ہو۔

تارکِ صلات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ شخص جو کہ اعتقاد نہ ہونے کی وجہ سے نماز ترک کرے اُس کا حکم مرتد کا حکم ہے۔ نماز دو اسباب کی وجہ سے ترک ہوتی ہے۔ نماز کے وجوب سے انکار کی وجہ سے یا محض سستی کی وجہ سے جو شخص نماز کے وجوب سے انکار کرے وہ مرتد کے حکم میں داخل ہے ایسے شخص کو توبہ کی ہدایت کرنا واجب ہے۔ توبہ نہ کرنے کی صورت میں اس کو امام کے حکم سے قتل کیا جائے گا۔ اُس کی میت کو غسل دینا، تکفین کرنا اور اس پر نماز پڑھنا یا مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام ہے۔ مشرکین کے قبرستان میں دفن کرنا جایز ہے۔

۲ دوسرا وہ شخص ہے جو نماز کے وجوب پر اعتقاد رکھتا ہو مگر سستی کی وجہ سے نماز ترک کرے اس کو توبہ کی ہدایت دی جائے گی۔ اُس نے توبہ کی اور نماز پڑھی تو فبہا ورنہ سزاءً قتل کیا جائے گا اور اُس کا حکم مسلمانوں کا حکم ہوگا۔ سستی کی وجہ سے پوری نماز کا ترک کرنا ہی ضروری نہیں ہے کسی ایک رکعت کا ترک کرنا یا نماز کے اُن شرایط یا ارکان میں سے جن کی فرضیت پر ائمہ کا اجماع ہے کسی ایک امر کا ترک کرنا بھی اس حکم میں داخل ہے جیسا کہ وضو اور غسل میں نیت کو ترک کرکے نماز پڑھے یا طہارت کی حالت میں عورت کو یا شرم گاہ کو چھونے کے بعد نماز پڑھے یا فاقد الطہورین نماز نہ پڑھے تو اس حکم سے خارج ہے۔ اس لیے کہ ان امور میں ائمہ میں اختلاف ہے۔ جو شخص سستی کی وجہ سے

کیا تو ابوبکر صدیقؓ نے ان سے لڑائی کی تھی۔ امام کے سوائے کوئی دوسرا شخص قتل کرنے کا مجاز نہیں۔ جو حکم مرد کی نسبت ہے وہی عورت کی نسبت ہے۔ **میّتِ مرتد**۔ مرتد کی میّت کو غسل دینا واجب نہیں ہے بلکہ جائز ہے اس لئے کہ ردّت کی وجہ سے وجوبِ غسل کی اہلیت نہیں رکھتا۔ مرتد کی تکفین واجب نہیں ہے بلکہ جائز ہے۔ مرتد کی میّت پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔ آیت۔ (۱۰/۴)۔ وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰٓ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا۔ ان میں سے کوئی مر جائے تو اس پر ہرگز کبھی نماز نہ پڑھو۔ مرتد کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں ہے۔ کفّار کے قبرستان میں دفن کرنا جائز ہے۔ آیت۔ (۲/۱۱)۔ وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے ارتداد کرے اور مر جائے اور وہ کافر ہے تو اس کے اعمال دنیا اور آخرت میں ساقط ہو جائیں گے اور وہ لوگ دوزخی ہیں اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ **مِلکِ مرتد**۔ ردّت کے ساتھ ہی مرتد کی مِلک وقف ہو جاتی ہے۔ اس مال سے مرتد کو اور اس کی زوجہ اور بچّوں کو نفقہ دیا جائے گا اور ردّت کے قبل کا قرضہ ادا کیا جائے گا۔

اولادِ نابالغین مسلمانوں کی اولاد نابالغی میں فوت ہو جائے تو قطعی رائے ہے کہ جنّت میں جائے گی، اس لیے کہ بچے مکلّف نہیں ہیں، ان کے لیے عذاب نہیں ہے۔ قبر میں ان سے سوال بھی نہ ہوگا۔ آیت۔ (۱۵/۵)۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا۔ ہم عذاب نہیں دیتے جب تک کہ رسول کو نہ بھیجیں۔ آیت۔ (۱۵/۵)۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ۔ ایک شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ حنفیہ، حنابلہ، مالکیہ اور ابن حجر کا قول ہے کہ بچوں سے قبر میں سوال ہوگا۔ اس امّت کے کافروں کی اولاد جو نابالغ فوت ہو جائے وہ بھی جنّت میں جائے گی اور بعض کا قول ہے کہ اعراف میں۔ دیگر امّتوں کے کافروں کی اولاد جو نابالغ فوت ہوئی وہ دوزخ میں جائے گی مگر بغیر تعذیب کے۔ حدیث۔ كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ وَإِنَّمَا أَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ۔ ہر ایک مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور اس کے ماں باپ اس کو یہودی بناتے ہیں، نصرانی اور مجوسی۔

تارکِ صلوٰت

تارکِ صلوٰت، پانچ وقت کی فرضِ عین اصالۃً نمازوں میں سے کسی ایک نماز کے بھی ترک کرنے والے کو کہتے ہیں۔ فرض نماز کی قید کی وجہ سے نفل نمازیں خارج ہو جاتی ہیں اور فرضِ عین کی قید کی وجہ سے فرضِ کفایہ خارج ہو جاتی ہے جیسا کہ جنازہ کی نماز، اصالۃً کی قید کی وجہ سے نذر کی ہوئی نماز خارج ہو جاتی ہے۔ عذر کے بغیر ترک کرنے کی قید سے

میں سے کوئی ایک اپنے ذمہ لے۔ وہ خود سبقت لے گیا تو عوض اُسی کا ہوگا ورنہ دوسرا پائے گا۔ اگر دونوں ایک ساتھ عوض مقرر کریں تو تیسرے مُحَلِّل کے بغیر جائز نہ ہوگا مُحَلِّل سبقت لے گیا تو دونوں عوض پائے گا ورنہ کسی کو کچھ نہ ملے گا۔

گھوڑ دوڑ اور تیر اندازی، دونوں فنون مسلم مرد کے لیے مسنون ہیں اور اجماع اسی پر ہے۔ آیت۔ (پ ۱۰ ع ۲)۔ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ۔ اور تیاری کرو کافروں کے لیے جس قدر ہو سکے ہتیار سے اور گھوڑوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ قوت سے مراد قوتِ تیر اندازی ہے۔ مدینہ طیبہ کے قریب ایک مقام کا نام حیفاء ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حیفاء سے ثنیۃ الوداع تک پانچ چھ میل اپنی گھوڑی مضمرہ کو دوڑایا تھا۔ دوسری مرتبہ ثنیۃ الوداع سے بنی زریق کی مسجد تک ایک میل، ایک دوسری گھوڑی (غیر مضمرہ) کو دوڑایا تھا۔ آپ کی ایک سانڈنی عضباء تھی۔ یہ سانڈنی تیز رفتاری میں مشہور تھی، کوئی سانڈنی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ ایک اعرابی مقابلہ کے لیے اپنی چھوٹی سانڈنی جس کو قعود کہتے ہیں لایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سانڈنی کے ساتھ دوڑایا۔ اعرابی کی سانڈنی سبقت لے گئی۔ یہ واقعہ مسلمانوں کو ناگوار گزرا آپ نے فرمایا۔ اِنَّ حَقًّا عَلَى اللهِ لَا يَرْفَعُ شَيْئًا مِّنْ هٰذِهِ الدُّنْيَا اِلَّا وَضَعَهٗ۔ اپنی مخلوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت رہی ہے کہ اس دنیا میں کسی چیز کو بلند کیا تو پھر اُس کو پست کرتا ہے۔ آپ کی سانڈنیوں کے نام قصویٰ، جدعاء، اور عضباء تھے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ تینوں نام ایک ہی سانڈنی کے تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رحلت فرمانے کے بعد آپ کی سانڈنی نے چارہ پانی ترک کر دیا تھا۔ عائشہؓ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں مل کر دوڑے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سبقت کی تھی۔ آپ نے رکانہ کے ساتھ کشتی کی اور غالب آئے تھے۔ رکانہ نے کشتی ہارنے کے بعد اسلام قبول کیا۔ امام شافعیؒ بہترین تیر انداز تھے۔ آپ ایسے قادر انداز تھے کہ دس میں سے نو تیر نشانہ پر لگاتے اور دسواں تیر خطا کرتے تاکہ نظرِ بد سے محفوظ رہیں۔ اس فن کے ساتھ آپ کی دل چسپی کا اظہار اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ آپ نے ایک تیر انداز کو تین سو دینار دئے اور پھر بھی اپنی کوتاہی کا یوں اقرار کیا۔ لَا تُؤَاخِذْنَا لَوْ كَانَ مَعَنَا اَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ لَاَعْطَيْنَاكَ۔ ہم سے قیامت میں مؤاخذہ نہ کرنا، اگر ہمارے پاس اس سے زیادہ ہوتا تو وہ بھی ہم تم کو دیدیتے۔ عورتوں کے لیے مسابقت بغیر کسی عوض کے تو جائز ہے مگر عوض کے ساتھ جائز نہیں۔

حکم۔ فنونِ سپاہ گری سے مقصود حفاظتِ اسلام ہو تو **واجب** ہیں محض مسابقت کے لیے ہوں تو **مسنون** ہیں، بغیر کسی ارادے کے **مباح** ہیں اگر اُن لوگوں کے خلاف ہوں جن سے اسلام کو کوئی مضرت نہیں پہنچی تو **مکروہ** ہیں۔ رہزنی وغیرہ کے لیے اُن فنون کو استعمال کیا جائے تو **حرام** ہو جاتے ہیں۔ کسی فنِ سپاہ گری کی مہارت حاصل کرنے کے بعد اُس کا ترک کرنا مکروہ ہے۔

نماز نہ پڑھے اور وقت نکل جائے تو اس کو توبہ کی ہدایت دینا چاہیے۔ اور معتمد یہی قول ہے اگرچہ بعض کا قول وجوب کی نسبت ہے۔ تیسرا قول یہ بھی ہے کہ تین روز کی مہلت دی جائے (ہدایہ)۔ کہ باوجود جو شخص توبہ نہ کرے اور نماز نہ پڑھے تو اس کو امام کے حکم سے، تلوار سے گردن مار کر، سزاءً قتل کیا جائے گا نہ کہ کسی اور طریقہ سے اور اگر اس نے توبہ کیا اور نماز پڑھی تو قتل کا حکم ساقط ہو جائے گا۔ اس لیے کہ یہاں نماز کہ جو ایک خدا کا حق ہے مجبور کرنا مقصود ہے بخلاف دوسرے حدود یعنی سزاؤں کے جو معصیت کی عقوبت کے لیے مقرر کی گئی ہیں ایسی سزائیں توبہ کی وجہ سے ساقط نہ ہوں گی۔ اس کی مثال زنا اور شراب نوشی ہے۔ حدیث صحیحین۔ فَاِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ عَصِمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ۔ پس جب ان لوگوں نے ایسا کیا تو اپنی جان اور مال کو ہم سے بچا لیا، اسلام کے حق میں اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ یہ قول مردود ہے کہ روزہ، حج اور زکات کی خلاف ورزی کی طرح نماز کے ترک کرنے پر بھی حبس میں رکھا جائے اور تعزیری سزا دی جائے۔ اس لیے کہ روزہ نہ رکھنے کا انبار نہیں ہوتا اور روزہ نہ رکھے تو حبس میں رکھ کر کھانے پینے سے روکا جاتا ہے۔ حج کا حکم تراخی پر ہے یعنی جہاں تک ہے عمر بھر میں اس کی تعمیل کر سکتا ہے اور زکات کی عدم ادائی کی صورت میں جبراً اور قہراً وصول کرنے کی گنجایش ہے اس لیے ان امور کو ترکِ صلات کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔ سستی کی وجہ سے جو شخص نماز کو ترک کرے اور سزاءً قتل کیا جائے تو اس کی میت کی نسبت وہی احکام ہیں جو عام مسلم کی میت کی نسبت ہیں غسل، کفن، نماز اور دفن چاروں امور فرضِ کفایہ ہیں۔ نووی کی رائے ہے کہ حدود کے نفاذ کی وجہ سے گناہیں ساقط ہو جاتے ہیں اور ان گناہوں کی ذمہ داری باقی نہیں رہتی۔

مسابقت

مسابقت سبق سے مشتق ہے اور سبق کے معنی آگے بڑھنا کے ہیں اور شرع میں، ایک دوسرے کے مقابلہ میں گھوڑے وغیرہ کے دوڑانے اور تیراندازی کرنے کو مسابقت کہتے ہیں سَبَق با کے زبر کے ساتھ اُس مال کو کہتے ہیں جو گھوڑ دوڑ وغیرہ میں بطورِ صلہ مقرر کیا جاتا ہے۔ عربی میں گھوڑ دوڑ کو رِھان اور تیراندازی کو نِضال کہتے ہیں اور مسابقت کا لفظ ان دونوں پر حاوی ہے۔ نیزہ بازی، برچھا پھینکنا، تلوار پھرانا، پتھر پھینکنا اور گوپن چلانا اور کشتی لڑنا یہ سب فنون جایز ہیں بشرطیکہ مضرت کا خطرہ نہ ہو۔ امام شافعیؒ پہلے ہیں جنھوں نے مسابقت کے مسایل کو ایک جگہ جمع کیا ورنہ آپ سے پہلے چیدہ چیدہ ان مسایل کا ذکر کیا جاتا رہا۔

مسابقت صحیح ہے چوپایوں کے دوڑانے اور تیر لگانے میں معینہ مسافت اور طریقہ پر، ایسے عوض پر جس کو متسابقین

گردن اور سر کے کونسے حصہ کے آگے بڑھنے سے سبقت تصور کی جائے گی۔ نشانہ اندازی میں اس امر کا تعین کہ تیر نشانہ کے پار نکلے، نشانہ پر چسپاں ہو، یا چاٹتا نکلے تو کیا عمل ہوگا۔ عوض اور انعام کی نوعیت اور مقدار پہلے سے مقرر کی جائے۔ دو گواہ نشانہ کے دیکھنے کے لیے مقرر کئے جائیں کہ کس کا نشانہ کہاں لگا۔ ان گواہوں کا یہ کام نہیں ہے کہ کسی کے نشانہ کی تعریف یا مذمت کریں۔ کوئی شرط مُفسِدہ نہ ہو جیسا کہ کوئی شخص یہ کہے کہ اگر تم سبقت کرو تو یہ انعام مقرر ہے اس شرط پر کہ تم اس میں سے اس قدر رقم فلاں کام پر صرف کرو اس لیے کہ ایسی شرط حقِ تصرف میں نقص پیدا کرتی ہے۔ اگر دونوں مقابلہ کرنے والے عوض مقرر کریں تو تیسرے محلّل کی شرکت کی ضرورت ہے۔ جیتنے والے کے لیے ممنوع ہے کہ ہارے ہوئے شخص پر فخر و مباہات کرے۔

ایمان

ایمان یمین کی جمع ہے اور یمین اصل میں داہنے ہاتھ کو کہتے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت کا دستور تھا کہ جب حلف لیتے تو ایک دوسرے کے داہنے ہاتھ کو پکڑتے۔ اسی عمل کی وجہ سے حلف کو یمین کہا گیا۔ بعض نے کہا ہے کہ یمین کے اصل معنی قوت کے ہیں جیسا کہ اس آیت۔ (۲۹/۸)۔ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ میں استعمال ہوا ہے۔ داہنے ہاتھ کو یمین اس لیے کہا گیا کہ داہنے ہاتھ میں بہت زیادہ قوت ہوتی ہے اور چونکہ عمل اور ترکِ عمل کو حلف کی وجہ سے تقویت پہنچتی ہے اس لیے حلف کو یمین کہا گیا۔ یہ تو لغوی معنی ہوئے۔ شرع میں ایسے امر کی بابت جس میں مخالفت کا احتمال ہو، اللہ کے نام کا یا اس کی ذات کی صفت کا ذکر کر کے تحقیق اور تاکید کرنے کو یمین کہتے ہیں۔ یمین، حلف، قسم اور ایلاء چاروں الفاظ مترادف ہیں۔ یمین فقط اللہ کی ذات سے، اس کے نام سے، یا اس کی ذات کی صفت سے منعقد ہوتی ہے۔ آیت۔ (۲/۱۲ ۴)۔ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ۔ اور لیکن مؤاخذہ کرتا ہے تم سے جو عمل تمہارے قلوب نے کیا ہے۔ حدیث وَاللّٰهِ لَاَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا اور تیسری مرتبہ میں یہ بھی اضافہ کیا انشاء اللہ۔ صحیحین کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوْبِ کے الفاظ کے ساتھ حلف اٹھاتے اور بعض وقت وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ کے الفاظ کے ساتھ۔ حکم ہے۔ اِيْمَانُ الْمَرْءِ يُعْرَفُ بِاَيْمَانِهٖ۔ آدمی کا ایمان اس کی یمینوں سے پہچانا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کلامِ مجید میں تین مقامات پر حلف اٹھانے کے لیے حکم دیا ہے۔ سورۂ یونس میں۔ (۱۱/۱ آخر)۔ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ۔ کہہ دو، قسم ہے میرے پروردگار کی بے شک وہ حق ہے۔ سورۂ سبا میں (۲۲/۲ ۳)۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ۔ جن لوگوں نے انکار کیا ہے کہتے ہیں کہ اُن پر قیامت نہ آئے گی۔ کہہ دو، ہاں، قسم ہے میرے پروردگار کی البتہ قیامت آئے گی۔ سورۂ تغابن

عوض۔ مقابلہ کے لیے جو عوض مقرر کیا جائے اس کا ایک طرفہ ہونا شرط ہے۔ عوض کو انعام یا صلہ کہہ سکتے ہیں۔ مقابلہ کرنے والوں میں سے کوئی ایک شخص عوض اپنے ذمہ مقرر کرے۔ اگر وہ خود سبقت لے گیا تو عوض اُسی کا ہوگا اور اگر دوسرا سبقت لے گیا تو وہ عوض دوسرا پائے گا۔ یہ بھی جائز ہے کہ مقابلہ کرنے والوں میں سے کوئی شخص عوض مقرر نہ کرے بلکہ ایک تیسرا شخص یا حاکم عوض مقرر کرے، اپنی ذات سے یا بیت المال سے۔ عوض مقرر کرنے کے بعد، مقابلہ کے پہلے اور نہ بعد، عوض کی مقدار کو بڑھانے، گھٹانے یا فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہتا۔ البتہ عوض مقرر کرنے والا خود مقابلہ میں سبقت لے گیا تو اُس کو اختیار ہے، وہ اپنے حق کو ترک کر سکتا ہے۔ اگر دو اشخاص ایک ساتھ عوض مقرر کریں تو تیسرے **مُحَلِّل** کے مسابقت میں داخل ہونے کے بغیر مسابقت جائز نہ ہوگی۔ مُحَلِّل اُس شخص کو کہتے ہیں جس کی شرکت کی وجہ سے شرط حلال اور جائز ہوتی ہے۔ مُحَلِّل سبقت لے گیا تو وہ دونوں عوض پائے گا اور پیچھے رہ گیا اور فریقین جنھوں نے عوض مقرر کیا تھا برابر آئے تو ان کو کوئی عوض نہ ملے گا۔ اگر عوض مقرر کرنے والوں میں ترتیب ہو یعنی آگے پیچھے آئیں تو پہلے آنے والے کو اس کا مقرر کیا ہوا عوض ملے گا اور دوسرے شخص کا مقرر کیا ہوا عوض بھی ملے گا۔ اگر فریقین میں سے ایک فریق اوّل آیا اور مُحَلِّل درمیان میں رہا تو اوّل آنے والے کو اپنا عوض ملے گا اور دوسرے کا عوض بھی اور مُحَلِّل کو کچھ نہ ملے گا۔ اگر مُحَلِّل دوسرے فریق کے برابر رہا تو بھی اوّل آنے والا فریق اپنا عوض اور دوسرے فریق کا عوض پائے گا۔ یہ احکام ان جملہ فنون پر صادق آتے ہیں جن کا تعلق فنونِ حرب سے ہے اور جن میں مقابلہ ہوتا ہے اور مسابقت کرنے والوں کو کسی مضرت کا خطرہ نہیں ہے لیکن **قمار بازی** اور جوا قطعاً حرام ہے۔

شرائطِ صحتِ مسابقت۔ ایسے چوپایوں کی شرط ہے جو لڑائی میں کارآمد ہوں۔ گھوڑے اور اونٹ کا دوڑانا قطعی طور پر ثابت ہے اور اظہر قول یہ ہے کہ ہاتھی، خچر اور گدھے کو بھی دوڑا سکتے ہیں اور یہی قول معتمد ہے۔ ان پانچوں جانوروں کو دوڑانا بعوض اور بغیر عوض جائز ہے۔ بیل، کتے اور پرندہ کا دوڑانا بغیر عوض کے جائز ہے۔ چوپایوں اور پرندوں کا لڑانا عوض پر یا عوض کے بغیر حرام ہے۔ مسابقت میں دوڑنے والے جانوروں اور سواروں کو پہلے سے معیّن کیا جائے۔ مقابلہ برابر کا ہو اور سبقت کا اِمکان ہو۔ ایک جانور قوی اور دوسرا نحیف و لاغر نہ ہو۔ جانوروں کو بغیر سوار کے نہ دوڑایا جائے۔ مسافت اتنی ہو کہ طے کی جا سکے یعنی جانور کی طاقت سے باہر نہ ہو۔ مسافت معلوم اور معیّن ہو، آغاز اور انتہا مقرر ہو۔ نشانہ کی تفصیلات پہلے سے مقرر ہوں۔ نشانہ کا طول و عرض، زمین سے اس کی بلندی اور تنصیب کا طریقہ پہلے سے مقرر ہو۔ متسابقین کی ترتیب مقرر ہو کون پہلے تیر چلائے اور کون بعد اور ہر شخص کتنے تیر چلائے۔ مسابقت کرنے والے اپنی سواریوں کو کوڑا لگا سکتے ہیں اور دوڑنے پر تحریض کر سکتے ہیں مگر چیخ پکار نہیں کر سکتے۔ سواری کے جانور کو اُکسانے کے لیے کوتل کو ساتھ نہیں رکھ سکتے۔ حدیث ہے۔ لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ۔ نہ چیخے اور نہ کوتل جانور ساتھ رکھے۔ مسابقت کا طریقہ پہلے سے مقرر کیا جائے۔ نشانہ،

شہادت کے دو کلموں میں سے ایک میں آپ کے نام کی بھی شہادت ہے۔

حکم۔ عام طور پر حلف اٹھانا مکروہ ہے سوائے چند خاص صورتوں کے۔ حلف اٹھایا جا سکتا ہے کسی نیک کام کیلئے یا حاکم کے روبرو اپنے بیان کی تصدیق کیلئے یا کسی خاص حالت میں تاکید کی غرض سے۔ حدیث۔ فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا قسم بخدا، اللہ تعالیٰ آزردہ نہیں کرتا یہاں تک کہ تم خود آزردہ نہ ہو جاؤ۔ کسی امر کی عظمت کے اظہار کے لیے حدیث۔ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا۔ قسم خدا کی، اگر تم جانتے جو میں جانتا ہوں تو ہنستے کم اور روتے زیادہ۔ کسی فعل حرام کے ارتکاب کیلئے یا واجب کے ترک کیلئے حلف اٹھائے تو اسکی خلاف ورزی اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔ ترکِ مندوب یا فعلِ مکروہ کیلئے حلف اٹھائے تو اسکی خلاف ورزی اور کفارہ دونوں مندوب ہیں۔ فعلِ مندوب یا ترکِ مکروہ کیلئے حلف اٹھائے تو اسکی خلاف ورزی مکروہ ہے۔ ارتکابِ مباح یا ترکِ مباح کیلئے حلف اٹھائے تو اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت کا لحاظ کرتے ہوئے اسکی خلاف ورزی نہ کرنا مسنون ہے۔ امام شافعیؒ نے کہا ہے۔ مَا حَلَفْتُ بِاللّٰهِ صَادِقًا وَلَا كَاذِبًا قَطُّ۔ میں نے کبھی کسی واقعہ کی تصدیق یا تکذیب کیلئے اللہ تعالیٰ کا حلف نہیں اٹھایا۔ کسی ولی کی قبر کے پاس مخالف کو قسم کھلانے میں کوئی اصلیت نہیں ہے۔

یمین لغو کی صورت میں جو ارادہ کے بغیر زبان سے نکل جائے کوئی مضایقہ نہیں ہے۔ یمین لغو اس حلف کو کہتے ہیں جو ارادہ اور نیت کے بغیر، غصہ یا عجلت کی حالت میں زبان سے نکل جائے۔ آیت۔ (۲/۲)۔ وَلَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ اللہ تعالیٰ مؤاخذہ نہ کریگا تمہاری لغو حلفوں کے بارے میں۔ اس آیت میں اشارہ ہے کہ یمین کی صحت کیلئے ارادہ کی شرط ہے۔ حلف کی نیت ہی نہ ہو اور حلف کے الفاظ زبان سے بیساختہ نکل جائیں یا یہ کہ ایک چیز کے بارے میں حلف اٹھانے کا ارادہ ہو اور کسی دوسری چیز کے بارے میں الفاظ زبان سے نکل جائیں، یہ دونوں صورتیں یمین لغو میں داخل ہیں۔ ایک شکل یہ بھی ہے کہ کسی نے گمانِ غالب کی بناء پر کہا کہ فلاں شخص آیا اور فلاں کام کیا اور پھر اسکا گمان غلط نکلا تو بھی اس پر کوئی ذمہ داری عاید نہیں ہوتی۔

اگر کسی نے کسی کام کے نہ کرنے کا حلف اٹھایا اور کسی دوسرے کو اسکے کرنے کیلئے حکم دیا تو اس میں حلف کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ اگر کسی نے اس طرح ... کے ساتھ حلف اٹھایا کہ نہ خود فلاں کام کریگا اور نہ دوسرے سے وہ کام لیگا اور پھر دوسرے سے وہ کام لے تو حلف کی خلاف ورزی ہوگی۔ اگر کسی نے دو کاموں کے نہ کرنے کا حلف اٹھایا اور ان دو کاموں میں سے ایک کام کیا تو حلف کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔

کفارۂ یمین میں حالف کو تین امور میں اختیار ہے۔ ایک مسلمان غلام کو آزاد کرے یا دس مسکینوں کو فی کس ایک مد کے حساب سے غلہ دے یا انکو لباس دے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو تین دن روزہ رکھے۔ آیت۔ (۴/۲)۔ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۖ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ۔ پس اسکا کفارہ دس محتاجوں کو کھلانا ہے اس اوسط درجہ کی غذا سے جو تم اپنے اہل کو کھلاتے ہو یا پہناتے ہو لباس یا ایک غلام کی رہائی ہے پس جو شخص یہ نہ پاوے پس روزہ رکھے تین دن۔ لفظ کفارہ کی تحقیق کیلئے ملاحظہ ہو صفحہ ۵۳۶ کفارۂ ظہار۔ حلف کی خلاف ورزی ہونیکی صورت میں

میں (...)۔ زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰی وَ رَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ۔ انکار کرنے والے دعوے کرتے ہیں کہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ کہہ دو ہاں، قسم ہے میرے پروردگار کی ضرور اٹھائے جاؤ گے تم۔ لفظ اللہ سے ایسا نام مراد ہے جو اللہ کی ذات پر دلالت کرے۔ اللہ کے ناموں کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم وہ نام ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں جیسا کہ لفظ اللہ۔ دوسری قسم کے وہ نام ہیں جو غالب طور پر اللہ کی ذات پر دلالت کرتے ہیں۔ ان ناموں سے یمین منعقد ہوتی ہے بشرطیکہ ارادہ اس کے خلاف نہ ہو۔ تیسری قسم کے وہ نام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات پر اور دوسروں پر بھی دلالت کرتے ہیں۔ اگر ان میں ارادہ شامل ہو تو یمین ہوگی ورنہ نہیں۔ صفات میں، ثبوتیہ اور ذاتیہ صفات داخل ہیں جو قدیمی ہیں۔ جیسا کہ علم، قدرت، عظمت، مشیئت وغیرہ۔ فعلیہ صفات چونکہ حدوثی ہیں اس لیے ان صفات سے یمین صحیح نہیں ہوتی بخلاف حنفیہ کے۔

ارکانِ ایمان یمان کے چار ارکان ہیں۔ حالف[1]، محلوف بہ[2]، محلوف علیہ[3] اور صیغہ[4]۔ **حالف[1]** یعنی یمان اٹھانے والے کے لیے تکلیفِ شرعی مشروط ہے مسلم، بالغ، عاقل اور مختار ہو، گویائی کی قوت رکھتا ہو گونگا نہ ہو اور ارادہ بھی شامل ہو۔ **محلوف بہ[2]** یعنی جس کے نام سے حلف اٹھائے اس کے لیے شرط ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام یا اللہ تعالیٰ کی صفات کا حلف اٹھائے۔ دوسرے کسی مخلوق کے نام سے حلف صحیح نہیں۔ غیر اللہ کی قسمیں جو قرآنِ مجید میں ہیں ان کی توجیہ کے دو جواب دیے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ مضاف الیہ مقدر ہے والشمس اصل میں ورب الشمس تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ قسم کا یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی بعض مخلوق کی وقعت بڑھانا مقصود ہوتا ہے تو اس کی قسم کھاتا ہے۔ **محلوف علیہ[3]** یعنی جس غرض کے لیے حلف اٹھایا جائے، شرط ہے کہ واجب نہ ہو۔ واجب کے وجوب میں حلف کی وجہ سے اضافہ نہیں ہوتا۔ محلوف علیہ کے وقوع میں آنے کی توقع یا احتمال ہو یا تحیل ہو۔ احتمال کی مثال یہ ہے کہ کہے وَاللّٰہِ لَا دخلن الدار (قسم خدا کی، میں ضرور گھر میں داخل ہونگا)۔ تحیل کی مثال یہ ہے کہ کہے وَاللّٰہِ لَاصعدن السماء۔ قسم خدا کی میں ضرور آسمان پر چڑھونگا۔ **صیغہ[4]**۔ عربی میں قسم کے حروف باء پھر واو اور پھر تاء ہیں۔ بغیر ان حروف کے لگانے کے صرف لفظ اللہ کہنے میں کنایہ ہے اور ارادہ شامل ہو تو یمین منعقد ہوگی ورنہ نہیں۔ اگر کوئی شخص دوسرے کو قسم دے اور کہے اسئلک بِاللّٰہِ میں تجھ سے مانگتا ہوں خدا کی قسم یا بِاللّٰہِ علیک لتفعلن کذا (تجھ پر قسم خدا کی، تو ایسا ضرور کرے)۔ اگر ان الفاظ سے خود کا حلف اٹھانا مقصود ہو تو یمین منعقد ہوگی اور اگر مخاطب کا حلف مقصود ہو یا حلف سے مخاطب پر دباؤ مقصود ہو تو یمین منعقد نہ ہوگی۔ یمین منعقد نہیں ہوتی کسی مخلوق کے نام سے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، جبریل اور کعبہ وغیرہ کے نام سے اگرچہ یمین کا ارادہ ہو۔ بلکہ یمین مخلوق کے نام کے ساتھ مکروہ ہے۔ حدیث۔ مَنْ کَانَ حَالِفًا فَلْیَحْلِفْ بِاللّٰہِ۔ حلف اٹھانے والا حلف اٹھائے اللہ تعالیٰ کے نام سے۔ **اختلاف**۔ امام احمدؒ کا قول ہے کہ خاص کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے یمین منعقد ہوتی ہے اس لیے کہ

مَنْ نَذَرَ اَنْ یُّطِیْعَ اللّٰہَ فَلْیُطِعْہُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ یَّعْصِیَ اللّٰہَ فَلَا یَعْصِہٖ جس نے نذر کی اللہ تعالیٰ کی طاعت کریگا تو اسکو چاہئے کہ طاعت کرے اور جس نے نذر کی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریگا تو اس کو چاہئے کہ نافرمانی نہ کرے۔

اَرکانِ نذر۔ نذر کے ارکان تین ہیں۔ ناذر، منذور اور صیغہ۔ ناذر: نذر کرنے والے کو کہتے ہیں ناذر کیلئے شرط ہے کہ مسلم، بالغ، عاقل، مختار، اور متصرف ہو اور عمل کرنا ممکن ہو۔ مسلم کی شرط صرف اُس نذر کے لیے ہے جس کا تعلق عبادت سے ہے جیسا کہ نذرِ تبرُّر اسلئے کہ کفر کے ساتھ عبادت نہیں ہوسکتی۔ جس نذر کا تعلق عبادت سے نہ ہو کافر کی جانب سے بھی ہوسکتی ہے جیسا کہ نذرِ لجاج۔ نذرِ تبرُّر اور نذرِ لجاج کی تعریف ابھی آگے بیان ہوگی۔ مختار کی قید کی وجہ سے وہ نذر خارج ہو جاتی ہے جو جبر و اکراہ کی بناء پر کی گئی ہو۔ تصرُّف کی قید کی وجہ سے نابالغ اور فضول خرچ خارج ہو جاتے ہیں جن کو تصرف کا اختیار نہیں۔ امکان کی قید کی وجہ سے وہ نذر صحیح نہیں جسکی تعمیل کیلئے وقت میں گنجائش نہیں جیسا کہ اُسی سال حج کی نذر کرے جبکہ مکہ مکرمہ کو پہنچنا ممکن نہ ہو۔ **منذور**: اُس چیز کو کہتے ہیں جسکی نذر کیجائے۔ منذور کیلئے شرط ہے کہ معصیت کی قسم سے نہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے قربت کیلئے ہو اور فرضِ عین میں سے نہ ہو۔ معصیت کی قید کی وجہ سے شراب خواری وغیرہ جیسے بُرے کام خارج ہو جاتے ہیں۔ بُرے کام کے لیے نذر نہیں ہوسکتی۔ حدیث۔ لَا نَذْرَ فِیْ مَعْصِیَۃِ اللّٰہِ وَلَا فِیْمَا لَا یَمْلِکُہُ ابْنُ آدَمَ۔ نذر نہیں ہوسکتی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے لیے اور نہ اُس چیز کے بارے میں جس میں آدمی کو ملکیت ہی حاصل نہ ہو۔ قربت کی قید کی وجہ سے معصیت کے علاوہ مکروہ اور مباح امور بھی خارج ہو جاتے ہیں اسلئے کہ مکروہ یا مباح کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل نہیں ہوتی۔ حدیث۔ لَا نَذْرَ اِلَّا فِیْمَا اُبْتُغِیَ بِہٖ وَجْہُ اللّٰہِ۔ نذر نہیں ہوسکتی سوائے ایسی چیز کے جس سے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصود ہو۔ فعلِ مکروہ کیلئے بھی نذر نہیں ہوسکتی جیسا کہ صومِ دہر یعنی دائمی روزہ۔ مباح میں عملِ مباح اور ترکِ مباح دونوں داخل ہیں۔ مباح کیلئے بھی نذر صحیح نہیں ہے جیسا کہ کھڑے رہنے، بیٹھنے یا نہ کھڑے رہنے یا نہ بیٹھنے کی نذر کرنا صحیح نہیں ہے۔ فرضِ عین کی شرط کی وجہ سے پانچ وقت کی فرض نمازیں خارج ہو جاتی ہیں اسلئے کہ نذر کئے بغیر بھی ان نمازوں کی ادائی فرض ہے، البتہ فرضِ کفایہ اور نفل نمازیں اس میں داخل ہیں۔ غلام کی رہائی، مریض کی مزاج پُرسی، کسی خاص سورہ کی تلاوت، یہ امور مسنون ہیں۔ جنازہ کی نماز اور جماعت کے ساتھ فرض نمازوں کی ادائی فرضِ کفایہ ہیں۔ **صیغہ**: زبان سے نذر کے الفاظ کہے جائیں محض نیت کافی نہیں ہے ایسے الفاظ کہے جائیں جن سے پابندی کا اظہار ہوتا ہو جیسا کہ لِلّٰہِ عَلَیَّ کَذَا۔ اللہ تعالیٰ کیلئے مجھ پر فلاں چیز ہے۔

اَقسامِ نُذور۔ نذریں دو قسم کی ہیں۔ نذرِ لجاج اور نذرِ تبرُّر۔

نَذرِ لَجاج۔ لجاج خصومت میں طوالت دینے کو کہتے ہیں اور شرع میں لجاج سے ایسی نذر مراد ہے جس میں کارِ خیر یا عبادت کی غرض نہ ہو بلکہ محض کسی کام کی ترغیب دینا، کسی کام سے منع کرنا یا کسی واقعہ کی تحقیق کرنا مقصود ہو۔ ترغیب کی مثال یہ ہے "اگر میں گھر میں داخل نہ ہوں تو اللہ کیلئے مجھ پر فلاں چیز ہے"۔ منع کی یہ مثال ہے "اگر میں فلاں سے بات کروں تو اللہ کیلئے فلاں چیز ہے"۔ تحقیق کی یہ مثال ہے "اگر واقعہ ایسا نہ ہو جیسا کہ فلاں نے کہا تو مجھ پر اللہ کیلئے فلاں چیز ہے"۔ گویا کہ اس نذر کی بھی تین قسمیں ہیں، ترغیب،

حلف اٹھانے والے کو تین باتوں میں اختیار ہے۔ غلام کو آزاد کرے محتاجوں کو غلہ یا لباس دے۔ ان تینوں باتوں میں اختیار ہے جس پر چاہے عمل کرے۔ لیکن اگر ان تینوں صورتوں میں سے کسی صورت پر بھی قادر نہ ہو تو چوتھی صورت پر، جو روزہ رکھنے کی ہے عمل کرے۔ ابتدائی تین باتوں میں سے کسی ایک پر بھی عمل کرنا ممکن ہو تو چوتھی صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ اسی کے معنی ہیں کہ کفارۂ یمین میں ابتداء میں اختیار اور انتہا میں ترتیب ہے۔ غلام میں عورت اور مرد دونوں داخل ہیں۔ غلام کے لیے شرط ہے کہ مُسلم ہو اور ایسے جسمانی نقائص سے پاک ہو جس کی وجہ سے کاروبار کی انجام دہی میں خلل واقع ہوتا ہے۔ غلام کے نصف حصہ کی رہائی یا دس مسکینوں کے عوض پانچ مسکینوں کو غلہ یا کپڑا دینے سے کفارہ کی تعمیل نہیں ہوتی، دوسرے الفاظ میں کفارہ کی تجزی نہیں ہو سکتی۔ ایک مُد مساوی ہے تین پاؤ یا بارہ چھٹانک کے۔ کھانا کھلانا مشروط نہیں ہے بلکہ غلہ دینا مشروط ہے۔ ایسا غلہ دیا جائے جو فطرہ کی زکات کے لائق ہے اور جو شہر کا عام غلہ ہے۔ فی کس ایک مُد کے حساب سے غلہ دینا بھی مشروط ہے۔ ایک شخص کو دس مُد یا گیارہ اشخاص کو دس مُد دینے سے کفارہ کی تعمیل نہ ہوگی۔ **لباس** میں سوت، کتان اور ریشم اور اُون کا لباس دینا جائز ہے۔ دس محتاجوں کو ایک ایک لباس ایسا دے جو پہننے کے لائق ہو۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو لباس جس شخص کو دیا جائے اُسی شخص کے پہننے کے لائق ہو بلکہ اس کے، اسکی بیوی کے، اور بچوں کے پہننے کے لائق ہو تو کافی ہے۔ لباس کی قید کی وجہ سے جوتے موزے اور دستانے خارج ہو جاتے ہیں۔ استعمال کیا ہوا لباس بھی دیا جا سکتا ہے لیکن نیا لباس دینا مندوب ہے۔ آیت (۴ اقلا)
لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ تم نیکی ہرگز حاصل نہ کروگے یہاں تک کہ خرچ کرو اس چیز کو جسکو تم پسند کرتے ہو۔

اختلاف امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا قول ہے کہ ایسے لباس کا دینا واجب ہے جو ساتر عورت ہو۔ عورت سے مراد وہ حصۂ بدن ہے جس کا ڈھانپنا واجب ہے۔ کفارۂ یمین کے روزہ کے لیے کفارہ کی نیت کرنا واجب ہے۔ معتمد یہ ہے کہ ان روزوں کا پے بہ پے اور مسلسل رکھنا واجب نہیں ہے اس لیے کہ آیت مطلق ہے اور اس میں کوئی قید نہیں ہے۔

نَذْر

نذر کے معنی مطلق وعدہ کے ہیں کارِ خیر کی ہو یا کارِ بد کی۔ اور شرع میں ایسے کارِ خیر کے وعدہ کو نذر کہتے ہیں جو اللہ تعالےٰ سے تقرب حاصل کرنے کیلئے کیا جائے اور اصلِ شرع میں لازم نہ ہو۔ ایمان اور نذور ایسے معاہدات ہیں جو ایک شخص آپ خود اپنی ذات پر عاید کرتا ہے اور اسکی عمل آوری کی پابندی کیلئے تاکید کرتا ہے۔ اوامر و نواہی کے امتثال کو طاعت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے ساتھ قربت حاصل کرنے کیلئے کسی کام کے کرنے کو **قربت** کہتے ہیں اور معبود کی تعظیم اور نیت کے ساتھ ادا کرنے کو عبادت کہتے ہیں۔ نذر جو نیکی کے طور پر کسی فعلِ مباح اور طاعت کیلئے کی جاتی ہے اسکو پورا کرنا لازم ہے جیسا کہ کوئی یہ کہے کہ اللہ مجھ کو مرض سے شفا دے تو میں اللہ کیلئے نماز پڑھونگا، روزہ رکھونگا یا صدقہ دونگا۔ معصیت کیلئے کوئی نذر نہیں ہے۔ ترکِ مباح کیلئے بھی نذر نہ ہوگی جیسا کہ کوئی کہے گوشت نہ کھاؤنگا، دودھ نہ پیونگا۔ آیت (۲ ۱۷/۱۱)۔ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ۔ اور پوری کریں اپنی نذریں۔ حدیث۔

ضمیمہ

سوانح امام شافعی رضی اللہ عنہ

اسم گرامی ابو عبد اللہ محمد بن ادریس ہے اور آپ کا نسب یہ ہے! ابو عبد اللہ محمد بن ادریس ابن العباس ابن عثمان بن شافع ابن السائب بن عبید بن عبد یزید ابن ہاشم بن عبد المطلب بن عبد مناف۔ عبد مناف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی پشت ہے کہ دادا ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ہے۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ابن ہاشم بن عبد مناف۔ عبد مناف کے فرزند ہاشم کے سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عبد مناف کے دوسرے فرزند عبد المطلب کے سلسلہ میں امام شافعی ہیں شافعی اپنے تیسرے دادا شافع کی نسبت سے شافعی کہلائے۔ امام شافعی کی والدہ ماجدہ کا نسب یہ ہے۔ فاطمہ بنت عبد اللہ بن الحسن بن الحسین بن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ دونوں جانب سے آپ کا تعلق عرب کے مشہور و معروف بنی ہاشم کے خاندان سے ہے۔

امام شافعیؒ کی ولادت غزہ میں ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ غزہ وہ مقام ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد ہاشم نے وفات پائی تھی بعض کا خیال ہے کہ امام شافعیؒ عسقلان میں اور بعض کا خیال ہے کہ منیٰ میں پیدا ہوئے تھے جس سال امام شافعیؒ پیدا ہوئے اسی سال امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی نے بغداد میں وفات پائی۔ والد کے انتقال کے بعد شافعی نے اپنی والدہ کی آغوش میں پرورش پائی دو سال کی عمر میں مکہ مکرمہ پہنچے اور ابتدائی نشوونما وہیں ہوئی۔ کچھ عمر بڑھی تو مکتب بھیجے گئے یتیم تھے ماں کا مقدور اتنا نہ تھا کہ مکتب کے معلم کو کچھ معاوضہ دیتیں نتیجہ یہ ہوا کہ معلم انکی طرف کافی توجہ نہ کرتے۔ شافعی فطرۃً ذکی اور ذہین واقع ہوئے تھے معلم کسی دوسرے لڑکے کو پڑھاتے تو آپ چپکے سن لیتے اور یاد کر لیتے اور معلم کے غیاب میں مکتب کے لڑکوں کو درس کے یاد کرنے میں مدد دیتے۔ جب معلم نے یہ دیکھا کہ شافعی کی تعلیم کا جو معاوضہ انہیں ملنا چاہئے تھا اس سے زیادہ ہی شافعی مکتب کی خدمت کرتے ہیں تو پھر انہوں نے انکی طرف خاص توجہ کی اور قرآن پڑھایا۔ امام شافعی سات سال کی عمر میں حافظ قرآن ہوئے اور دس سال میں حدیث میں موطا حفظ کیا مسلم بن خالد زنجی مفتی مکہ سے فقہ پڑھی اور پندرہ سال میں افتاء کی اجازت پائی۔ لڑکپن میں علماء کی صحبت میں رہتے اور جو استفادہ کرتے اس کو ہڈیوں پر لکھ لیتے اور ہڈیوں کو مٹی کے گھڑوں میں جمع کرتے! اتنا مقدور نہ تھا کہ اس زمانہ کا کاغذ آپ کو نصیب ہوتا۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ پہنچے اور امام مالکؒ کی شاگردی میں داخل ہوئے اور ایک مدت تک آپ سے فیض حاصل کیا۔ بالآخر ۱۹۵ھ میں آپ بغداد آئے! ان دنوں بغداد علم و فضل کا گہوارہ تھا۔ آپ کی بڑی قدر و منزلت ہوئی آپ نے یہاں دو سال گزارے اور یہاں آپ نے مذہب قدیم پر کتب لکھی کچھ دنوں کیلئے مکہ مکرمہ گئے اور پھر ۱۹۸ھ میں بغداد واپس ہوئے اور مزید ایک مہینہ قیام کر کے مصر کو روانہ ہو گئے۔

مصر کی قدیم درسگاہ جامع عمرو میں چھ سال درس تدریس میں مصروف رہے اور مذہب جدید شافعی کی بنیاد ڈالی اور جمعہ کے روز سلخ رجب ۲۰۴ھ میں چوّن سال کی عمر میں وفات پائی اور "تربت اولاد حکم" مصر میں دفن ہوئے۔ جدید قاہرہ کی جنوب میں اور قدیم قاہرہ کی شرق میں تھوڑے فصل پر آپ کا مزار ایک گنبد میں واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی موت ایک زخم کے بگڑنے کا نتیجہ تھی جو آپ کو مباحثہ کے دوران میں مصر کے مالکی فقیہ اشہب بن عبد العزیز کے ہاتھ سے پہنچا تھا! اشہب شافعی کے ہم عصر تھے۔ دونوں ایک سال پیدا ہوئے اور شافعی کی وفات کے اٹھارہ روز بعد اشہب نے وفات پائی۔ شافعی ان الفاظ میں اشہب کے علم و فضل کی تصدیق کرتے ہیں۔ ما رأيت افقه من اشهب لولا طيش فيه والطيش خفة العقل۔ میں نے اشہب سے بہتر فقیہ نہیں دیکھا۔ کاش ان میں غصہ نہ ہوتا غصہ عقل کو کم کرتا ہے۔

عالمٌ قريشٍ يملأ الارضَ علماً۔ قریش کا ایک عالم اپنے علم سے روئے زمین کو معمور کر دیگا۔ محدثین بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث میں امام شافعی کی طرف اشارہ ہے۔

امام شافعی اور امام احمد حنبل ہم عصر تھے۔ ان دونوں میں گہری دوستی تھی! احمد حنبل اکثر شافعی کا ذکر کرتے اور تعریف و توصیف بیان کرتے تھے! احمد حنبل کی صاحبزادی آپ کے زبانی شافعی کی توصیف سنا کرتی تھیں اور شافعی کی ملاقات کی مشتاق

منع اور تحقیق۔ نذرِ لجاج کی تعمیل کرے اور اگر تعمیل نہ کرے تو یمین کا کفارہ دے۔

نذرِ تبرّر: تبرّر تبرّ سے مشتق ہے جس کے معنی کارِ خیر کے ہیں۔ نذرِ تبرّر کارِ خیر یا عبادت کیلئے کیجاتی ہے اور اس میں شرط ہے کہ معصیت کے لئے نہ ہو۔ لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ نذرِ تبرّر کی پھر دو قسمیں ہیں۔ **نذرِ مجازات**: ایسے امر کی نذر کو کہتے ہیں جو غیر لازم ہو اور جسکی تعمیل کو کسی پسندیدہ واقعہ پر معلق یا موقوف کیا جائے۔ غیر لازم کی قید کی وجہ سے فرضِ عین خارج ہو جاتا ہے۔ نذرِ مجازات کی یہ مثال ہے "اللہ مجھ کو شفا دے تو میں اللہ کیلئے نماز پڑھونگا، روزہ رکھونگا یا صدقہ دونگا" یہاں نماز روزہ و صدقہ سے مراد وہ امور ہیں جو فرضِ عین نہیں ہیں بلکہ فرضِ کفایہ یا مسنون ہیں۔ نماز، روزہ اور صدقہ میں تعیّن نہ کرے اور مطلق چھوڑ دے تو اقلِ نماز دو رکعت، اقلِ روزہ ایک دن اور اقلِ صدقہ پانچ درہم یا نصف دینار مراد ہوں گے جو زکاتِ واجب کی اقلِ مقدار ہے۔ پانچ درہم مساوی ہیں ایک تولہ تین ماشہ پانچ رتّی کے اور نصف دینار مساوی ہے دو ماشہ دو رتّی کے۔ اس نذر کی تعمیل واجب ہے تراخی یعنی دیر سے کرے یا فوری طور پر۔ فعلِ مباح یا ترکِ مباح کی نذر منعقد ہی نہیں ہوتی جیسا کہ کوئی شخص نذر کرے کہ فلاں چیز کھاؤنگا اور فلاں چیز پیونگا یا فلاں لباس پہنونگا یا گوشت کھاؤنگا دودھ پیونگا۔ معتمد یہ ہے کہ ایسی نذریں منعقد ہی نہیں ہوتیں۔ بخاریؒ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم خطبہ دے رہے تھے ایک شخص کو دھوپ میں کھڑا دیکھکر آپ نے وجہ دریافت کی۔ لوگوں نے کہا، اس کا نام ابو اسرائیل ہے نذر کی ہے روزہ رکھے اور بیٹھے نہیں، اور نہ سایہ میں جائے اور نہ بات کرے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، مُرُوْهُ فَلْيَتَكَلَّمْ وَلْيَسْتَظِلَّ وَلْيَقْعُدْ وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ۔ اس کو حکم دو کہ بات کرے سایہ میں جائے، بیٹھے اور اپنا روزہ پورا کرے۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ ترکِ کلام کی نذر منعقد نہیں ہوتی۔ نذر کے منعقد نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ نذر کی تعمیل لازم نہیں ہے اور عدمِ تعمیل کی صورت میں کفارہ بھی لازم نہیں ہے۔ **نذرِ غیر مجازات**: وہ نذر ہے جو مطلق ہے اور کسی واقعہ پر معلق یا موقوف نہ رکھی گئی ہے جیسا کہ مرض سے شفا پانے کے بعد کوئی شخص کہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے مجھ پر فلاں چیز ہے۔

متفرق: اگر کسی نے نذر کی کہ حرمِ کعبہ کو کوئی چیز تحفہ لیجائے اور اس چیز کا تحفہ لیجانا آسان ہو تو لیجائے ورنہ اُس کی قیمت لیجائے۔ اگر کوئی شخص کسی خاص شہر کے محتاجوں کو کچھ صدقہ دینے کی نذر کرے تو اس شہر کے محتاجوں کو صدقہ دے۔ اگر کسی نے مسجد میں چراغ روشن کرنیکی نذر کی اور اس مسجد میں نمازی آتے ہوں یا کوئی شخص رات میں سوتا ہو تو انکے استفادہ کیلئے چراغ روشن کرے ورنہ نہیں، اسلئے کہ مال کا ضایع کرنا صحیح نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص نذر کرے کہ افضل اوقات میں نماز پڑھیگا تو شبِ قدر میں پڑھے۔ اگر کوئی شخص حرمِ کعبہ کو پیادہ جانیکی نذر کرے تو پیادہ جائے۔ اگر کوئی شخص نذر کرے کہ ایک خاص وقت میں روزہ رکھے یا نماز پڑھے اور وہ وقت فوت ہو جائے تو اسکا قضا کرنا واجب ہے۔ اگر کوئی شخص بیٹھکر نماز پڑھنے کی نذر کرے تو اسکے لیے جائز ہے کہ کھڑے رہکر نماز پڑھے اسلئے کہ یہ طریقہ افضل ہے۔ سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۞

اشاریّہ

اشارہ - ۱ - اوپر کے لفظ کے نیچے اُسی لفظ کی تکرار ہونے کی صورت میں ایضاً کی علامت (،،) استعمال کی گئی ہے۔

۲ - بلالحاظِ قواعدِ نحو، مرکب الفاظ میں سے یا تو ہر ایک لفظ کو اُس کے مقام پر یا اہم لفظ کو پہلے اور دوسرے لفظ کو اُس کے بعد درج کیا گیا ہے۔

۳ - اگر کسی مضمون کے مقابل متعدد صفحات کا حوالہ درج ہے اور ان میں سے کوئی خاص حوالہ اس مضمون کی پوری صراحت کرتا ہے تو اس پر خط کھینچ دیا گیا ہے تاکہ مطلوبہ مضامین کے برآمد کرنے میں سہولت ہو۔

تھیں ایک مرتبہ شافعی اپنے دوست احمد حنبل کے گھر مہمان آئے اور وہیں رات بسر کی۔ لڑکی نہایت غور سے ان کی بات چیت سنتی اور انکے حرکات و سکنات کا مطالعہ کرتی رہی۔ رات میں انہوں نے دیکھا کہ ان کے باپ تو نوافل اور ذکر میں مصروف رہے اور شافعی ساری رات چت لیٹے رہے۔ لڑکی کو استعجاب ہوا اور صبح سویرے اپنے باپ سے سوال کر دیا کہ آپ تو دن رات شافعی کی مدح سرائی فرماتے ہیں مگر میں نے انھیں رات میں عبادت کرتے نہیں دیکھا۔ یہاں عبادت سے متعلق نوافل و ذکر ہے۔ باپ سے بیٹی نے یہ سوال کیا ہی تھا کہ شافعی پہنچ گئے! احمد حنبل نے عرب کے دستور کے موافق پوچھا۔ کیف کانت لیلتک۔ رات کیسے بسر کی شافعی نے جواب دیا۔ ما بت بلیلة اطیب منها ولا ابرک اس سے بہتر اور اس سے زیادہ برکت والی رات میں نے نہیں گزاری! احمد حنبل نے پوچھا وہ کیسے تو جواب دیا۔ لانی انتخبت فی هذه اللیلة مائة مسئلة وانا مستلق علی ظهری فی منافع المسلمین! اسلئے کہ میں نے اس ایک رات میں سو مسئلے حل کئے ہیں حالانکہ میں چت لیٹا رہا مسلمانوں کے مفاد میں۔ یہ کہا اور سلام کر کے رخصت ہو گئے! احمد حنبل اپنی صاحبزادی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ هذا الذی عمله اللیلة افضل من الذی عملته وانا قائم۔ انہوں نے رات جو عمل کیا وہ میرے عمل اور میری عبادت سے افضل تھا۔

ربیع کا قول ہے کہ شافعی کے انتقال سے چند روز قبل انہوں نے ایک خواب دیکھا کہ آدمؑ کی موت واقع ہوئی اور جنازہ اٹھانے کی تیاری تھی۔ صبح بعض اصحاب سے اس خواب کی تعبیر پوچھی تو جواب ملا کہ یہ دنیا کے بہت بڑے عالم کی موت کی خبر ہے۔ تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ شافعی نے وفات پائی۔

شافعی کے انتقال کے کچھ دنوں بعد خیال ہوا کہ اُن کی نعش کو بغداد منتقل کیا جائے۔ قبر کھولی جا رہی تھی کہ اندر سے اتنی تیز خوشبو مہکنے لگی کہ ان لوگوں کے حواس مختل ہو گئے اور ویسا ہی چھوڑ دیا۔

شیخ محی الدین عربیؒ فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں کہ ایک بزرگ نے خضر علیہ السلام سے شافعی کے بارے میں سوال کیا تو جواب ملا کہ وہ اوتاد میں سے تھے۔ شیخ موصوف نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ شافعی شریعت ظاہری کے ایسے پابند تھے کہ آپ کی طریقت کا باطنی رتبہ آپ کے ہم عصروں پر ظاہر نہ ہو سکا تھا۔

سوانح شیخ بوشجاع رحمۃ اللہ علیہ

شیخ امام ابو طیب مشہور بہ ابی شجاع شہاب الملة والدین تقی الدین احمد بن الحسین بن احمد الاصفہانی مصنف التقریب یا غایة الاختصار، نہایت باخدا، متقی، عابد و زاہد تھے، اپنے وقت کے امام مانے جاتے تھے۔ علم و فضل و دیانت میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ قاضی تھے اور [illegible] وزارت پر بھی فائز ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے زمانۂ وزارت میں دین و عدل کی اشاعت کی۔ نماز پڑھے اور کچھ تلاوت کئے بغیر گھر سے باہر نہیں جاتے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی ایسی [illegible] گزاری کہ لومة لائم (اعتراض) کی گنجائش نہ تھی۔ آپ کے تموّل کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ مستحقین پر صدقات کی تقسیم کے لئے آپ کی جانب سے دس اشخاص مامور تھے اور ہر ایک کے ہاتھ پر سالانہ ایک لاکھ بیس ہزار دینار صرف ہوتے تھے دنیا کو ترک کر کے مدینۂ طیبہ میں سکونت اختیار کی۔ آخر عمر تک مسجد نبوی کی جاروب کشی کرتے، فرش بچھاتے اور چراغ روشن کرتے تھے۔ حجرۂ شریف کے خادموں میں سے کوئی فوت ہوا تو اس کی خدمت بھی آپ انجام دیتے رہے۔ آپ کا مزار مدینۂ طیبہ میں، مسجد نبوی کے مشرق میں باب جبرئیل سے متصل واقع ہے۔ ایک سو ساٹھ سال کی طویل عمر پائی مگر آپ کا کوئی عضو بیکار نہیں ہوا تھا سبب پوچھا گیا تو فرمایا۔ حفظناها فی الصغر فحفظها الله فی الکبر۔ ہم نے بچپن میں اپنے اعضا کی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں ان کی حفاظت کی۔

قیمت

المختصر ۸ر

المتوسط عہ۸ر

المبسوط مجلد ہے۴ر

” غیر مجلد ععہ

مع ۱۲/

ملنے کا پتہ

۱- احمد جنگ

سوماجی گوڑہ - خیریت آباد - حیدر آباد دکن

۲- مہتمم صاحب کتب خانہ سعیدیہ

توپ بازار - حیدر آباد دکن

(مطبوعہ نیشنل رفیق مشین پریس)